مغرب سے نثری تراجم

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

مقتدرہ قومی زبان ○ اسلام آباد

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحبہ: +92- 334 0120123

مغرب سے نثری تراجم

(انگریزی و دیگر مغربی زبانوں سے ادبی تراجم کی روایت)

ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

مقتدرہ قومی زبان ○ اِسلام آباد

۱۹۸۸ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں

سلسلۂ مطبوعات:
مقتدرہ: ۱۲۴
دارالتصنیف: ۵۱

طبع اول : مئی، ۱۹۸۸
تعداد: ایک ہزار
قیمت : ۱۶۰ روپے
فنی تدوین ڈاکٹر انعام الحق جاوید
طابع: ایمان پرنٹرز، لاہور
ناشر: ڈاکٹر جمیل جالبی
(صدر نشین)

مقتدرہ قومی زبان، ۱۶ ـ ڈی (غربی)
بلیو ایریا، ایف ـ ۱/۶، اسلام آباد ـ

rekhta

پیش لفظ

ترجمے کے اصول و مباحث پر کتابیں شائع کرنا مقتدرہ قومی زبان کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ اس سے پہلے فنِ ترجمہ پر مختلف ماہرین کے مضامین شائع کیے جا چکے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ ترجمے کے موضوع اور مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے کتابیات اور ترجمے کے نظری مباحث پر ان کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں، ترجمے سے متعلق، مختلف اداروں اور اصولوں کے جائزے کے ساتھ ساتھ ترجمے کی قدیم روایت اور زمانۂ حال تک نثری تراجم کا جائزہ پیش کیا گیا ہے، نیز سو سے زائد اہم تراجم پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

ترجمے کے میدان میں کام کو مزید آگے بڑھانے سے قبل اس نوعیت کا جائزہ، جس میں اردو نثری تراجم کے نمایاں رجحانات کو موضوع بنایا گیا ہو، ایک اہم ضرورت کا درجہ رکھتا ہے تاکہ ان کی روشنی میں آئندہ کے لیے اصول و مبادیات وضع کرنے میں سہولت رہے اور ان کے حسن وقبح کی روشنی میں مترجمین اپنا لائحہِ عمل مرتب کر سکیں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی

فہرست

ابتدائیہ : ۱

باب اوّل: ترجمے کا فن ۔ ۵

ترجمے کا فن اور لفظ 'ترجمہ' ۵
ترجمے کا جواز ۱۵
ترجمے کی مشکلات ۲۳
آخر ترجمہ ھی کیوں؟ ۳۱
ترجمے کی اقسام ۳۲
ترجمہ کون کرے؟ ۴۷
فن ترجمہ کے اصول و مبادیات ۵۲
اردو میں ترجمے کے بنیادی اصول ۵۶
ترجمے کی بندشیں ۶۷

باب دوم: ہندوستان میں ترجمے کی قدیم روایت ۷۰

تمدنی ، تہذیبی اور سیاسی صورتِ حال ۷۰
ہندوستان میں ترجمے کی روایت ۷۹
حملہ آور حاکموں کے زیر اثر ترجمے کی بنیادیں ۸۰
صُوفی ازم اور ترجمے کی روایت ۸۲
انگریزوں کی آمد اور نئی تہذیبی صُورتِ حال ۹۰
سیرام پور پادری مشن ۱۷۹۳ء ۹۰
سیرام پور کالج کا قیام ۱۸۰۰ء ۱۰۶
سیرام پور بپٹسٹ مشن کے تراجم ۱۰۹
اناجیل و بائبل کے اُردو تراجم کی مختصر تاریخ ۱۱۱

باب سوم: نثری تراجم ، فورٹ ولیم کالج تا ۱۸۵۷ء ۱۱۹

فورٹ ولیم کالج ۔ کلکتہ ۔ ۱۸۰۰ء ۱۱۹
شاہانِ اودھ کے تراجم: برائے اسکول بک سوسائٹی ، اودھ ۔

لکھنؤ۔ ۱۸۱۴ء ۱۳۴
شمس الامراء کے تراجم: برائے مدرسہ فخریہ حیدرآباد ۔ دکن ۔ ۱۸۳۴ء ۱۳۷
اسکول بُک سوسائٹی، دھلی کالج ۔ دھلی ۔ ۱۸۴۰ء ۱۳۶
دفتر مترجم السنہ شرقیہ، برائے گورنر، بمبئی ۔ ۱۸۴۵ء ۱۵۶
جدید پیشہ ورانہ تعلیم سے متعلق چند ادارے ۔ ۱۸۴۵ء تا ۱۸۵۷ء ۱۵۹
مدرسہ طبابت، آگرہ ۔ ۱۸۴۵ء ۱۵۹
مدرسہ طبابت، آگرہ ۔ ۱۸۴۵ء ۱۵۹
طاس انجینئرنگ کالج، رڑکی ۔ ۱۸۵۶ء ۱۶۰
کمیٹی برائے ترجمہ نصابی کتب (طب)حکومتِ بنگال

باب چہارم: نثری تراجم ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۷ء ۱۶۲

نئی تمدنی، مذہبی اور سیاسی صُورتِ حال ۱۶۲
سید احمد خاں کی تصنیفی زندگی کے تین ادوار (نیا علم کلام!) ۱۶۴
سائینٹفیک سوسائٹی، غازی پور ۔ ۱۸۶۴ء ۱۷۱
انجمن پنجاب، لاھور ۔ ۱۸۶۵ء ۱۷۶
روھیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، بریلی ۔ ۱۸۶۵ء ۱۷۸
انجمن علمی، بدایوں ۔ ۱۸۶۵ء ۱۸۰
سائینٹفیک سوسائٹی، مظفر پور ۔ ضلع بہار ۔ ۱۸۶۸ء ۱۸۰
شاھجہانپور لٹریری انسٹی ٹیوٹ، ۱۸۶۸ء ۱۸۰
انجمن مراد آباد ۱۸۱
انجمن آولہ ۱۸۱
سررشتۂ علوم و فنون (سلسلۂ آصفیہ) حیدرآباد ۔ دکن ۔ ۱۸۹۷ء ۱۸۲
انجمن ترقی اردو(ھند) اورنگ آباد ۔ دکن/دھلی ۔ ۱۹۰۳ء ۱۸۳
دیگر ادارے: قدیمی درس گاھیں ۱۸۷
دارلعلوم دیوبند ۔ سہارن پور ۔ ۱۸۶۷ء ۱۸۸
اورینٹل کالج، لاھور ۔ ۱۸۶۹ء ۱۸۸

مدرسة العلوم ، علی گڑھ ـ ۱۸۷۵ء ۱۸۹
دارالمصنفین ، اعظم گڑھ ـ ۱۹۱۳ء ۱۹۰
باب پنجم : نثری تراجم ۱۹۱۷ء تا حال ۱۹۲
نئی مذہبی اور ادبی تحریکیں [مغرب اور مشرق کی آویزش] ۱۹۲
ادب [پیرویٔ مغرب] ۲۰۰
تہذیبی کش مکش [فلم ـ مشرق اور مغرب کی آویزش ـ رابندر
ناتھ ٹیگور کے ہمہ گیر اثرات] ۲۱۰
دارالترجمہ عثمانیہ ، حیدرآباد ـ دکن ـ ۱۹۱۹ء ۲۲۰
جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی ـ ۱۹۲۰ء ۲۲۸
ہندوستانی اکیڈمی ، الہ آباد ـ ۱۹۲۷ء ۲۳۱
ادارۂ ادبیات اردو، خیریت آباد ـ حیدرآباد ـ دکن ـ ۱۹۳۱ء ۲۳۲
سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی و ڈریمیٹک کلب
گورنمنٹ کالج ـ لاہور ـ ۲۳۳
مجلسِ ترقی ادب ، لاہور ـ ۱۹۵۰ء ۲۳۳
ریسرچ اکیڈمی ، آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ،
کراچی ـ ۱۹۵۱ء ۲۳۶
پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ، کراچی ـ ۱۹۵۳ء ۲۳۷
موسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن ، نیو یارک ـ لاہور ـ ۱۹۵۳ء ۲۳۷
شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ ، کراچی یونیورسٹی ـ ۱۹۵۷ء ۲۴۲
ترقیٔ اردو بورڈ ، کراچی ـ ۱۹۵۸ء ۲۴۳
مرکزی اردو بورڈ ، لاہور ـ ۱۹۶۲ء
چند دیگر ادارے [مکتبۂ اردو ، لاہور ـ پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور]
[مقبول اکیڈمی ، لاہور] ۲۴۷
بھارت میں تراجم کے چند نئے ادارے ۲۴۹
باب ششم: علمی کتب کے چند لازوال تراجم ۲۵۲
۱ ـ بحر حکمت : از پادری پرکنس مطبوعہ : ۱۷۹۸ء ۲۵۳
۲ ـ ستہ شمسیہ: از ریورنڈ چارلس ترجمہ: میر امن دہلوی،
موسیو تندوسی، غلام محی الدین ، مسٹر جونس ، مطبوعہ: ۱۸۳۰ء ۲۵۷

۳۔ اصول علم حساب ہندی زباں میں ، ترجمہ :
میر امن دھلوی و مسٹر جونس ، مطبوعہ: ۱۸۳۶ء ۲۶۵
۴۔ رسالہ کسوراتِ اعشاریہ ، ترجمہ: میر امن دھلوی و مسٹر
جونس : مطبوعہ : ۱۸۳۷ء ۲۶۵
۵۔ رسالہ علم و اعمال کرے کا ، از کیٹ ترجمہ : رتن لعل و
مسٹر جوزہ ، مطبوعہ : ۱۸۴۱ء ۲۷۰
۶۔ تاریخ ممالکِ چین ، تخلیق و ترجمہ ، جیمز فرانس کارکرن ،
مطبوعہ : ۱۸۴۱ء ۲۷۲
۷۔ رسالہ علمِ فلاحت ، از رابرٹ اسکاٹ برن ، ترجمہ:
سرسید احمد خاں و دیگر مترجمین ، مطبوعہ : ۱۸۶۵ء ۲۷۴
۸۔ تاریخِ ہندوستان ، از مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن ، ترجمہ:
سرسید احمد خاں و دیگر مترجمین ، مطبوعہ : ۱۸۶۶ء ۲۷۵
۹۔ تمدن ہند ، از گستاؤلی بان ، ترجمہ : سید علی بلگرامی ،
مطبوعہ: ۱۸۹۸ء ۲۷۶
۱۰۔ معرکۂ مذہب و سائنس ، از ڈاکٹر ڈریپر ، ترجمہ:
مولانا ظفر علی خاں ، مطبوعہ : ۱۹۱۰ء ۲۷۷
۱۱۔ تمدن ہدٌ ، از گستاؤلی بان ، ترجمہ : سید علی بلگرامی ،
مطبوعہ: ۱۹۱۲ء ۲۷۸
۱۲۔ تاریخ یونان، از پروفیسر جے۔ بی۔ بیوری ، ترجمہ : سید ہاشمی
فرید آبادی ، مطبوعہ: ۱۹۱۹ء ۲۸۰
۱۳۔ بادشاہ ، از نکولو میکاولی ، ترجمہ : ڈاکٹر محمود حسین ؛
مطبوعہ : ۱۹۴۷ء ۲۸۱
۱۴۔ آپ بھی خﷲش رہئیے ، از برٹرنڈرسل ، ترجمہ:
محمد شفیع الدین ، مطبوعہ: ۱۹۵۵ء ۲۸۳
۱۵۔ تمدن ہند پر اسلامی اثرات ، از تاراچند ، ترجمہ محمد مسعود
احمد ، مطبوعہ : ۱۹۵۸ء ۲۸۵
۱۶۔ تہذیب اور اس کے ہیجانات ، از سگمنڈ فرائڈ ، ترجمہ :
احمد سعید : ۱۹۵۹ء ۲۸۶

۱۷۔ داستانِ فلسفہ، او ول ڈیوراں، ترجمہ: عابد علی عابد، مطبوعہ: ۱۹۵۹ء ۲۸۶

۱۸۔ میراثِ ایران، از اے۔ جے۔ آربری، ترجمہ: عابد علی عابد، مطبوعہ: ۱۹۵۹ء ۲۸۸

۱۹۔ غیب و شہود، از آرتھر اسٹینلے اڈنگٹن، ترجمہ: سید نذیر نیازی، مطبوعہ: ۱۹۵۹ء ۲۹۰

۲۰۔ تاریخ لبنان، از فلپ کے حتی، ترجمہ: غلام رسول مہر، مطبوعہ: ۱۹۶۲ء ۲۹۱

۲۱۔ سیاسیات ارسطو، از حکیم ارسطو، ترجمہ: سید نذیر نیازی ۲۹۲

۲۲۔ جنگ (میکاولی سے ہٹلر تک) از ایڈورڈ میڈرال، ترجمہ: بریگیڈیر گلزار احمد ۲۹۲

۲۳۔ فلسفۂ مذہب، از ایڈون اے۔ برٹ، ترجمہ: بشیر احمد ڈار ۲۹۳

۲۴۔ ناقابلِ تسخیر ذہن انسانی، از گلبرٹ ہائیٹ، ترجمہ: محمد صفدر، مطبوعہ: ۱۹۶۷ء ۲۹۴

۲۵۔ افتادگانِ خاک: از فرانز فینن، ترجمہ: سجاد باقر رضوی و محمد پرویز، مطبوعہ: ۱۹۶۹ء ۲۹۵

۲۶۔ نفسیات کی بنیادیں، از ایڈورڈ گریگس بورنگ، ترجمہ: ہلال احمد زبیری، مطبوعہ: ۱۹۶۹ء ۲۹۵

باب ہفتم: ادبی تراجم کا جائزہ ۲۹۶

باب ہشتم: الفہرست (Bibliography) [مع ۱۰۱ ابدی تراجم کا تفصیلی تعارف] ۳۲۱

فہرست ماخذ [بابت الفہرست]

کتابیات: [کتب / مضامین / رسائل]

ابتدائیہ

تقابلی ادبیات کے فرانسیسی نژاد امریکی پروفیسر ایلبرٹ گیرارڈ نے کہا تھا: 'عالمی ادب کے تصوّر کو ایک ٹھوس حقیقت میں تبدیل کرنے کے لیے ترجمہ ایک ناگزیر وسیلہ ہے'۔ ('مقدمہ ادب عالم' سے اقتباس)

ترجمے کا عمل دو زبانوں کے مابین پُل بنانے کا کام کرتا ہے۔ جبکہ متن کا اس کی تمام اسلوبیاتی، موضوعی اور تکنیکی خصوصیات کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ہوجانا ترجمے کا اصل گُن ہے۔

Goeibe کا کہنا ہے کہ: "A Good Translation takes us a very long way"

جبکہ وکٹر ہیوگو نے اسے 'Absurd' اور 'Impossible' کہا تھا

یوں ترجمہ کُہاں کا ممکن ہے۔ اسے ممکن بنانے کے لیے مترجم کو بہر صورت با مروّت ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ یُوں کہنا چاہئیے کہ مترجم کو اپنی شخصیت و حیثیت کو بُھلا کر صاحبِ متن کی تخلیقی رُوح میں انتہائی عاجزی کے ساتھ گُھل مل جانا ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح کی عاشقی کے مماثل ہے کہ خود پسندی و خود بینی کی بجائے اطاعت و وفا شعاری کو اپنانا پڑتا ہے یعنی یہ سچا عاشقانہ رویّہ .اور انکساری کا عمل ہے۔ لیکن ترجمے کا عمل سراسر یہی کچھ نہیں۔ یہ عاشقی کا رویّہ ہوتے ہوئے ایک داخلی تجزیہ بھی ہے۔ جس طرح ایک تخلیق کار اپنی کسی داخلی انگیخت سے تخلیقِ فن پر مجبور ہوتا ہے بعینہٖ اسی طرح کوئی سیاسی، سماجی یا تہذیبی صُورتِ حال مترجم سے کسی متن کے ترجمے کا تقاضا کرتی ہے اور مترجم اس راہ پر چل نکلتا ہے۔ جیسے دورِ جدید میں تیسری دنیا کے ادب کو انتہائی جگرکاوی کے ساتھ اُردو میں منتقل کیا جارہا ہے یا ماضی میں عربی، فارسی اور ترکی ادب کو اُردو میں منتقل کیا گیا۔

ہمارے ہاں سجاد حیدر یلدرم سے لے کر تا حال ترجمے کے عمل پر اخفائے حال کی تہمت بھی لگتی آئی ہے لیکن ہر دَور میں بعض مترجمین نے جب سیاسی یا سماجی جبر کے خلاف (تخلیقی سطح پر) براہِ راست قدم نہیں اٹھایا تو وہ ایسے ادب پاروں کے ترجمہ کرنے کا سہارا لیتے آئے ہیں جن میں اس نوع کی پابندیوں کے خلاف باغیانہ لحن موجود تھا۔ البتہ مترجم کی نیک نیتی کو پرکھنے کی ایک کسوٹی یہ ہے کہ دیکھنا چاہئیے کہ اُس نے کس نوع کے تصوّرات و نظریات کی

درآمد کو ضروری سمجھا اور کس نوع کے اسالیبِ بیان کو اپنے ادب کی بالیدگی و بلوغت کے لئے ضروری خیال کیا ۔

ہم خواہ ترجمہ کو طبع زاد نہ ہونے کے سبب ثانوی درجہ ہی کیوں نہ دیں ، اس کے باوجود اس سے انکار ممکن نہیں کہ یہ اقوامِ عالم میں اختلاط کا نہایت عمدہ وسیلہ ہونے کے ساتھ ساتھ وسیع پیمانے پر تہذیب و تمدن میں تبادلہ کا پیش خیمہ بلکہ اس کی واحد عملی صُورت ہے ۔ یہ باہمی لین دین کا ایک اٹوٹ سلسلہ ہے جو ہمیشہ بنی نوع انسان کے لئے سودمند ثابت ہُوا ہے ۔ مثال کے طور پر اگر مذہبیات میں ہم اناجیل، قرآن اور وید ، ادبیات میں الف لیلہ، رباعیاتِ عمرِ خیام، حکایاتِ سعدی، شیکسپیئر اور البسن کے ڈراموں اور فلسفہ کی سطح پر ، افلاطون و ارسطو کی فلاسفی سے رُوشناس نہ ہوتے تو ہم کتنے ہی طبقات کی فکری اور تمدنی حیثیتوں سے قطعاً ناواقف رہتے ۔ اسی طرح اگر عمرِ خیام اور رابندر ناتھ ٹیگور کو مغرب میں تراجم کے ذریعے روشناس نہ کروایا جاتا تو مغربی اذہان مشرق سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کرنے میں ایک طویل وقت لیتے ۔

یہ دیئے سے دیا جلنے کا ھی نتیجہ ہے کہ تمام انسانیت آج کہیں زیادہ روشن فضا میں سانس لے رہی ہے اور باھمی طور پر اس طرح آپس میں جُڑی ہوئی ہے جیسے شہ رگ کے ساتھ بدنی نظام ۔ تراجم کے اِس تمدن کے ھمہ گیر اثرات عالمی سطح پر محسوس کئے جاسکتے ہیں ۔ اخذ و استفادہ کا یہ انقلاب آفریں سلسلہ ہمیشہ سے جاری و ساری ہے ۔ اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو تراجم کی ثانوی حیثیت اولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے اور اس کا مقامی اور محدود ہونا آفاقیت کی حَدوں کو چُھونے لگتا ہے ۔ اسی میں ترجمہ کا جواز اور اس کی اھمیت کا راز مضمر ہے ۔

اس بات سے انکار نہیں کہ ھر زبان و ادب کے امتیازی جوھر خود اس کے اپنے زبان و ادب ہی میں نمو پاتے ہیں کہ وہ براہ راست اس زبان و ادب کے قومی شعور کی پیداوار ہوتے ہیں لیکن ترجمہ اُس کی حدود کو لامحدود کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے اور ھر زبان کی ادبیات کے محدود و مخصوص دھارے میں ایک اور زبردست دھارے کا اضافہ کردیتا ہے ۔ سو لازم ہے کہ ترجمہ کے طفیل سمیٹے گئے ادبی سرمائے کا بھی اسی ذوق و شوق اور اھتمام سے مطالعہ کیا جائے جس کی طلب طبع زاد ادب ہم سے کرتا ہے ۔

اردو ادب میں ترجمے کی روایت کا یہ جائزہ اپنی نوع میں دیگر تحقیقی

مقالوں سے اک ذرا مختلف ہے کہ اس میں تہذیبی مطالعے اور فہرست سازی کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جس قدر کہ تحقیق و تنقید کی ۔

اس کتاب میں زیر بحث (ترجمہ شدہ) مواد ہزاروں کُتب و رسائل کے لاکھوں صفحات پر پھیلا ہُوا ہے، اور یہ بھی کہ زیرِ بحث کام ایک زبان سے (یا اُس کی معرفت) دوسری زبان میں مُنتقل ہُوا، یُوں اَصل متن اور ترجمہ کا تقابلی جائزہ ایک عُمر چاہتا ہے ۔ یہ سب کچھ مُمکن العمل تھا، لیکن صرف اُس صُورت میں جب ہمارے ہاں 'الفہرست' اور 'قاموس الکتب' طرز کا کام معقول حد تک پہلے سے ہوچکا ہوتا ۔ جبکہ میرے لیے تو ایک مشکل یہ بھی رہی کہ ترجمہ شدہ مواد کو ادبی مُجلّوں کی فائلوں سے یکجا کروں اور قدیمی لائبریریوں کی کھوئی گئی کتابوں کا سُراغ لگاتے ہوئے ترجمہ شدہ مطبوعہ کتب کی 'الفہرست' مرتّب کرتا چلوں،

جبکہ ۱۸۵۷ ء کی ناکام جنگِ آزادی کے ہنگام میں کتب خانوں کا جو حشر ہُوا وہ سب کے سامنے ہے ۔ فورٹ ولیم کالج اور دھلی کالج جیسے اداروں کے نامناسب انجام تک پہنچنے اور لائبریریوں کی ایک جگہ سے دوسری جگہ مُنتقلی نے اس کام کو دشوار سے دشوار تر بنا دیا ۔

ان مشکلات کا سامنا کرنے کے باوجود میں نے 'الفہرست' کے نام سے مغربی زبانوں سے ترجمہ شُدہ معلومہ کتب کی ایک فہرست مرتب کردی ہے، جس میں ۱۱۰ اہم تراجم کا تجزیہ بھی شامل ہے ۔ یہ فہرست ناگزیر تھی ۔ میں نے 'الفہرست' میں ہی تجزیوں کا شامل کرنا اس لئے ضروری سمجھا کہ قاری کو کسی نوع کی دقّت کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ یُوں حروفِ تہجی کے اعتبار سے اصل مصنف کا نام دیکھ کر اُس کی جُملہ ترجمہ شدہ کتب کی تفصیل فراہم ہوجاتی ہے ۔

اسی کتاب میں 'کتابیات' کا معاملہ بھی دیگر تحقیقی مقالوں سے مختلف ہے ۔ میری مشکل یہ تھی کہ اگر زیر بحث آنے والی تمام کتب کا شمار 'کتابیات' میں کرتا تو مزید چار پانچ سو صفحات شامل کرنے کی ضرورت پڑتی جبکہ 'الفہرست' کی نوعیت بھی اس سے مختلف نہیں، جو روایتی کتابیات کے متبادل کا کام دے گی اور اس سے کچھ سِوا بھی ۔

میں ڈاکٹر عبادت بریلوی صاحب کا شکرگزار ہوں کہ اُن کی محبت نے مجھے کبھی بھی اس جنگاہ میں تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا، اور اس کتاب

کی اشاعت کے ضمن میں مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشیں ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کا احسان مند ہوں۔

مرزا حامد بیگ

باب اوّل : ترجمے کا فن

ترجمے کا فن اور لفظ 'ترجمہ'

ادبیاتِ عالم میں 'طبع زاد' اور 'ترجمہ' کی اصطلاحیں رائج ہیں۔ یوں ترجمہ بھی ادَب کا حصہ ہے، اگرچہ دُوسری زبانوں سے ماخوذ ہونے کی بنا پر اسے بالعموم الگ پہچان دی جاتی ہے۔

کسی تحریر، تصنیف یا تالیف کو کسی دوسری زبان میں منتقل کرنے کا عمل ترجمہ کہلاتا ہے۔ یُوں کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کسی متن کو دوسری زبان میں منتقل کرتے ہوئے اُس کی تعبیر کرتا ہے یعنی ترجمے کا عمل ایک علمی یا ادَبی پیکر کو دوسرے پیکر میں ڈھالنے کا عمل ہے۔

دوسری زبانوں کی ادبیات سے مُستعار/ماخوذ ہونے کے سبب اس میں کچھ کچھ غیریت کا احساس باقی رہ جاتا ہے، اس لئے اس کا مطالعہ بھی مستعار اور بالواسطہ ادَب کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ساری دُنیا میں اسے طبع زاد ادب کے مقابلے میں دوسرے درجہ کی چیز شمار کیا جاتا ہے۔

ایک قدیم یونانی مقولہ ہے کہ: 'ترجمہ ایک بُھنی ہوئی سٹرابری کی طرح ہے'۔ اب جو بھی ترجمے کے فن سے ذرا بھی شُد بُد رکھتا ہے اور بُھنی ہوئی سٹرابری سے واقف ہے یہ ضرور محسوس کرے گا کہ یہ مقولہ ترجمہ کے فن کے ساتھ پُورا پُورا انصاف کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہم شیکسپئر کا ڈرامہ پڑھیں اور اس کے بعد اس ڈرامے کا ترجمہ دیکھیں (خواہ ترجمہ مولوی عنایت اللہ نے کیا ہو یا عزیز احمد نے) تو غصے کے عالم میں یہ محسوس کریں گے کہ بُھوننے کے عمل کے دوران تبدیلی واقع ہوگئی ہے لیکن اِس سے مَفر نہیں ہے۔

ترجمے کا عمل کیا ہے ؟

ہم اس کا کامل تجزیہ کبھی نہیں کرسکتے، لیکن یہ ضرور دیکھ سکتے ہیں کہ ارنسٹ فینو لوسا اور ایزرا پاؤنڈ جیسے مترجمین نے ماضی کی قدیم مشرقی شاعری کو اپنے حال کی شاعری میں بدل دیا ہے، جبکہ ڈاکٹر سیمئوئل جانسن

نے کہا تھا کہ شاعری ترجمہ ہو ہی نہیں سکتی۔

کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کرتے وقت مترجم ایک قسم کی گمنامی کو نباہتا ہے، یعنی اپنے آپ کو درمیان میں سے ہٹا دیتا ہے اور اصل مصنف کو اپنے عہد میں بولنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ لیکن اس سے ہوتا یہ ہے کہ ترجمے کے عمل کے دوران میں ماضی کی اُس آواز میں مترجم کے اپنے عہد کی آواز بھی چُپکے سے شامل ہوجاتی ہے۔ گمنامی اور ہمعصری کا یہ دوہرا کردار اُن مشہور تراجم میں واضح طور پر دکھائی دیتا ہے جہاں ایک سے زاید مترجمین نے مل کر کام کیا۔ اس کی بہترین مثال ارنسٹ فینو لوسا کی کتاب ‘Cathy’ ہے جسے ایزرا پاؤنڈ نے ترجمہ کیا اور پاؤنڈ کے ان چینی تراجم سے بہت برافروختہ ہوکر امریکہ کے پروفیسر یپ (Yep) نے ‘Cathy’ کی مذمت میں ایک کتاب لکھ ماری۔ اس کتاب میں پروفیسر یپ نے چند قدیم چینی منظومات کا خود ترجمہ کیا اور ایزرا پاؤنڈ کو ایک بد دیانت مترجم ثابت کرنے کی کوشش کی۔

امریکی ناقد ریناٹو پوگیولی (Renato Poggioli) نے اُس نفسیاتی خواہش کے بارے میں تحقیق کی ہے ١ جو ایک مُصنف کو مترجم بنا دیتی ہے۔ اُس نے سوال اٹھایا ہے کہ: ‘کیا یہ ویسی ہی خواہش ہے جس کے تحت ایک مصوّر یا مُجسمہ تراش اصل کی نقل تیار کرتا ہے؟ جبکہ محرک کے یکساں ہونے کے باوجود نتیجہ یکساں نہیں ہوتا’۔ بعینہ اسی طرح ترجمے میں ہوتا آیا ہے۔

ریناٹو پوگیولی کی طرح ہمارے ذہن میں بھی یہ سوال جنم لیتا ہے کہ: ‘کیا یہ فرض کرلیا جائے کہ ترجمے کا عمل ترجمان کارکردگیوں سے بہت زیادہ مختلف نہیں؟’ مثلاً ڈرامے میں اداکاری یا مجمعِ عام میں نظم پڑھنا۔ اس کلیہ میں فرق کچھ زیادہ محسوس نہیں ہوتا جبکہ عملاً فرق کہیں زیادہ ہے۔

اداکاری اور شعر خوانی کا مقصد ایک لکھے ہوئے مضمون کو آواز یا اشارہ فراہم کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ لکھا ہوا مضمون بظاہر خاموش ہوتا ہے لیکن آواز اور اشارے کے سبب وہ قاری کے سامنے بولتا بھی ہے اور حرکت بھی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ترجمہ لکھے ہوئے مضمون کو ایک اجنبی لباس پہناتا ہے، اس کی صُورت کو بدلتا اور اُسے ایک نئی رُوح مہیا کرتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ فرض کرلینا چاہیے کہ ترجمہ کرنے کا

1- "The Added Artificer" from "On Translation" Edited by

عمل ایسا ھی ہے جیسے موسیقی کی ھدایت کاری اور موسیقی موزوں کرنے کا عمل ہے ؟ آخر مترجم بھی تو موسیقار کی طرح ایک دوسرے فنکار (شاعر) کی تخلیق کو نیا لباس پہناتا ہے ۔

رینا ٹو پوگیولی اس بات کی وضاحت میں لکھتا ہے: ۲

'یہ ایک حقیقت ہےکہ ترجمہ کرناترجمان کا فن ہے، لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ مترجم ترجمانی کرنے والا وہ واحد فنکار ہے جس کا کام اصل سے مماثل بھی ہے اور مختلف بھی ۔ اس کے علاوہ ترجمانی کرنے والے فنکار یا تو مماثل گروہ سے ہیں یا مختلف گروہ سے ۔ اوّل الذکر 'Performing Artist' ہیں جو خواہ اداکار ہیں یا گلوکار یا موسیقار یہ سب اصل کام کا جمالیاتی مادّہ اپنے فن کے اظہار کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ دوسرا گروہ 'Decorative Artists' کا ہے، جیسے ڈیزائنر، کمپوزر، نقّال یا رقاص جو لفظوں اور دُھنوں کو حرکات یا جسمانی اشاروں کا لبادہ پہناتے ہیں ۔ تاھم نقّال یا رقاص ترجمانی کے ساتھ ساتھ تخلیقی کام بھی کرتے ہیں ۔

اس اصطلاح کو مزید مختصر کرنے کے لئے اوّل الذکر فنکاروں کو ترجمان (Interpreters) اور ثانی الذکر کو مترجم (Translaters) کہا جاسکتا ہے ۔ اب جہاں تک ترجمہ کرنے والے فنکار کا تعلق ہے تو وہ اور ھی قسم ہے، جو اِن دونوں اقسام سے الگ ہے اس لئے کہ وہ دونوں طریقے برتتا ہے اور بیک وقت مماثل اور مختلف گروہ سے تعلق رکھتا ہے ۔

تجریدی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ ترجمہ کرنے والا اور اصل مُصنف دونوں ایک ھی جمالیاتی مادے کو تبدیل کرتے ہیں یعنی زبان کو، لیکن زیادہ ٹھوس اور متعین نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ھمیں پتہ چلتا ہے کہ مترجم ایک ایسا لسانی اور اَدبی مواد پیش کرتا ہے جو متن سے بالکل مختلف ھوتا ہے ۔ علمی اصطلاح میں یہ کہا جائے گا کہ متن اور ترجمہ دونوں ایک ھی نفسِ مضمون سے متعلق ہیں ۔ لیکن پھر بھی ایک عجیب انداز سے مختلف ہیں ۔ یہی وہ عجیب بات ہے جو مترجم کو 'Decorator' کی بجائے تخلیق کرنے والا بنا دیتی ہے ، بلکہ مصنف یا شاعر ثابت کرتی ہے ۔ اس پہلو سے مترجم دیگر فنکاروں خصوصاً موسیقار، گلوکار اور اداکار سے بالکل الگ کھڑا دکھائی دیتا ہے

2– Reuben A. Brower, Harvaord University Press, Cambridge 1959.

دوسرے گروہ کے اکثر ارکان مترجم کی نسبت محض 'Transliterators' یعنی دوسرے رسم الخط میں اپنی ہی زبان لکھنے والے نظر آتے ہیں۔ جبکہ پہلے گروہ کے ارکان نقل نویس (Scribes) نظر آتے ہیں۔ ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مترجم کے کام کی نوعیت اسے وہ موقع نہیں فراہم کرتی جو اُس کے حریفوں کو حاصل ہے۔ مثلاً مصوّر، ماڈل کی تصویر بناتے وقت اس میں کچھ اضافہ کردے یا تکنیکی ترمیم کردے تو وہ اصل بن جائے گا۔ لیکن مترجم ایسا نہیں کرسکتا۔ اس کا واسطہ تمثال اور الفاظ سے ہے اور اُن کی مثال اُس پیوند کئے ہوئے درخت کی سی ہے جو اگرچہ نئی زندگی شروع کرتا ہے، لیکن پھر بھی اُس بیج کا مرہونِ احسان ہے جو کسی اور جگہ بویا گیا تھا۔ 'یہی وجہ ہے کہ Artifex Additus Artifici والی کلاسیکی تعریف صرف اُسی پر صادق آتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ تعریف محض اُس کے لئے نہیں تراشی گئی تھی۔'

آندرے ژید (Andre Gide) کے مطابق مترجم حیرت انگیز طور پر 'Disponible' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آندرے ژید نے بڑھ چڑھ کر اُس اَدبی جذبے کی تعریف کی جو ترجمے کی طرف مائل ہوتی ہے۔

مترجم کا 'Disponible' ہونا بنیادی طور پر ہئیت سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ ایک بیرونی ہئیت کا قضیہ اُس کی جُستجو کا مقصود ہوتا ہے۔ یہ نظریہ ہمیں ترجمے کے نفسیاتی نظریئے کی طرف لے جاتا ہے اور سلسلہ در سلسلہ چل کر آخرکار ہماری مٹ بھیڑ سگمنڈ فرائڈ سے ہوتی ہے۔

تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ مترجم ایک پابند شخص نہیں ہے بلکہ ایک پابند فنکار ہے. جو صرف اس وقت اطمینان کا سانس لیتا ہے جب دل کی راکھ انڈیلنے کو اسے ایک مناسب برتن مل جاتا ہے۔ یُوں کسی حد تک ترجمہ ایک جنّاتی تسخیر کا عمل بھی ہے. یعنی اپنے اندر کا جِن ایک خارجی رُوح کے ذریعے باھر نکالنا۔ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ مترجم ایک ایسا کردار ہے جو خارج کے مصنف کے ساتھ ساتھ داخل کے مصنف کو بھی ڈھونڈ نکالتا ہے۔

ترجمے کا عمل اس حد تک پیچیدہ اور پُر اسرار عمل ہے کہ ایک شخصیت دوسری شخصیت میں ڈھلتی ہے اور تنقیدی محاکمے کو کُھلم کُھلا ۲ + ۲ = ۴ کی بجائے اشاروں اور کنایوں میں اُس کی تعریف کرنا پڑتی ہے۔

ترجمے کی دیومالا مترجم کی حالتِ زار کو اکثر و بیشتر 'سِسی فس' (Sisiphus) سے تشبیہ دیتی ہے یعنی انتہائی با اختیار ہونے کے باوجود اس کے

کردار کی بے چارگی اور بے بسی بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ معروف ناقد Heine نے یہی بات کرتے ہوئے مترجم کی کوشش کو تنکوں میں سے گزرتی ہوئی سورج کی کرنیں ترتیب دینے کا عمل کہا تھا لیکن وہ یہ بُھول گیا کہ یہی کوشش تو شاعر بھی کرتا ہے اور بہت کم کامیاب ہوتا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مترجم بیک وقت دو آھنگوں کو سامنے لاتا ہے، جن میں سے ایک پہلے ھی ادبی ہیئت میں آچُکا ہے لیکن وہ اپنے منتخب کردہ پیٹرن کو بدل بھی سکتا ہے۔ اس طرح دو قسم کے ترجموں میں فرق بھی کرنا چاہیے: ایک وہ جو فنکارانہ ارادے کے ساتھ کیا جاتا ہے (بشرطیکہ اس میں کامیابی بھی ہو) اور دوسرا وہ ترجمہ جو محض کسی سخت ضرورت کے تحت کیا گیا ہے مثلاً اُن سُستْ نہاد طالب العلموں کے لئے جو اصل زبان نہیں پڑھ سکتے۔ مؤخر الذکر قسم کا ترجمہ صرف اُسی وقت مؤثر ہوسکتا ہے جب اصل کے ساتھ مُسلسل حوالے مل رہے ہوں ورنہ طالب العلم کا مقصد پُورا نہ ہوسکے گا۔ لیکن فنکارانہ یا ادبی ترجمہ تو اصل کی موجودگی کے ساتھ ساتھ اصل کی عدمْ موجودگی بھی فرض کرتا ہے، اسی لئے ایبے گلیانی (Abbe Galiani) نے کہا تھا کہ ایک اچھا ترجمہ وہ ہے جو اصل کے ساتھ موازنہ کئے بغیر پڑھا جاسکے۔

مترجم کا کام دراصل نیاز و ناز کا امتزاج ہے۔ اس کی دو صفات انتہائی قابلِ تحسین ہیں یعنی ایک تو وہ مصنف کا دل سے احترام کرتا ہے اور دوسرا بطور مترجم وہ انتہائی دیانت داری کا مظاھرہ کرتا ہے۔ یوں مکمل آزادی اور دیانتدارانہ پابندی کا یہ مقامِ اتصال (ترجمہ) اسے دوسرے کی مصنوعات اپنے ٹریڈ مارک کے ساتھ بیچنے سے باز رکھتا ہے۔ حالانکہ ترجمہ کرتے وقت وہ فن پارے کو اس طرح ڈھالتا ہے کہ کم از کم جزوی طور پر وہ اس کا خالق ضرور کہلا سکتا ہے۔ لیکن یہ مترجم کی بڑائی ہے کہ وہ ایک عمدہ کاریگر کی طرح کام کرتا ہے، دل اور رُوح کی صفائی کے ساتھ لیکن اپنا نام سامنے نہیں لاتا اور ترجمے کی حُرمت کی مسلسل پاسبانی کرتا ہے۔

اس باب میں ریناٹو پوگیولی لکھتا ہے:

’تمام دیگر ’ترجمان فنکاروں‘ کی طرح مترجم کا اصل کام بھی ایک جمالیاتی (اجنبی) شخصیت کو اپنی کلید کے مطابق متغیّر کرنا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ (مترجم) ایک آئینے میں متن پر نگاہ ڈالتا ہے تو اُسے دوسرے کا عکس دکھائی دیتا ہے یا اپنا؟ میرا مؤقف یہ ہے کہ اصل

شاعر (مصنف) کی طرح، مترجم بھی نرگسیت زدہ ہے جسے فطرت کی بجائے فن کے تالاب میں اپنی پسندیدہ شے نظر آتی ہے۔ اس نظریے کا اطلاق اُن مترجمین پر نہیں ہوتا جو زیادہ روایتی کلچر میں پروان چڑھے ہوتے ہیں اور جنہوں نے مقدّس مذہبی کتابوں اور قدیم دانش کی ثِقہ کُتب کو اپنی روزمرہ کی زبان میں ڈھالا ہوتا ہے'۔ ١

شلر(Schiller)نے اس باب میں جو تقسیم روا رکھی ہے (یعنی قدیم شعری دُنیا اور جدید) کے مطابق پُرانی طرز کے مترجمین کو Naive اور موجودہ طرز کے مترجمین کو 'جذباتی' کہا جاسکتا ہے۔ اس نظریے کی رُو سے بادی النظر میں اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ مترجم اپنے مندرجات کے بغیر کام کرتا ہے۔ یُوں کہیئے کہ ترجمے کا عمل ایک سیّال مادے کو

ایک برتن سے دوسرے برتن میں اُنڈیلنا یا ایک پُرانی شراب کو نئی بوتل فراہم کرنا ہے۔

اپنی اپنی حدود میں یہ دونوں امثال ترجمے کے باب میں مناسب معلوم ہوتی ہیں جبکہ عین ممکن ہے کہ پہلی صُورت میں سیال مادہ چھلک کر گر جائے اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہوجائے۔ دوسری صُورت میں یہ بھی ممکن ہے کہ پُرانی شراب نئی بوتل کو توڑ کر رکھ دے۔

اب اس نظریے پر ایک اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ مترجم کی ذات محض ایک خالی بوتل کی طرح نہیں ہوتی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مترجم بذاتِ خود ایک زندہ ظرف ہے، ایک بے ہئیت سیّال مادے یا موتیوں کی طرح چمکتی ہوئی شراب سے پُر، جسے وہ مزید اپنے اندر روک نہیں سکتا اور جب یہ سیّال چھلکنے لگتا ہے تو وہ اُسے مناسب ترین ظرف میں (جو میسّر ہو) انڈیل دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ تو وہ ظرف اس کی ملکیت میں ہوتا ہے اور نہ ہی اس کا سانچہ اس نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہوتا ہے۔

لیکن یہ بات تو اس عام مفروضے کے برعکس ہے کہ مترجم، خالق یا شاعر نہیں ہے بلکہ محض لفظوں کا ماہر ہے، یعنی وہ خود کچھ نہیں کہنا چاھتا۔ تاہم ھمیں اس تصوّر کی تردید کرنی چاھیے کہ مترجم کی صدا وہ دُھنیں گاتی ہے جو

---

1 - "The Added Artificer" : On Translation
ہارورڈ یونیورسٹی پریس، کیمرج ١٩٥٩ ۔

اُس کے لئے دوسروں نے موزوں کی ہیں ۔ یہ خیال کہ مترجم ایک کھوکھلا کاریگر ہے، بنیادی طور پر غلط ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ اس قبیل کے مترجم بھی ایک ڈھونڈے ہزار ملتے ہیں لیکن ان کی تعمیم نہیں کی جاسکتی آخر اصل مصنفین میں بھی تو اس قبیل کے 'فنکار' پائے جاتے ہیں۔

محمد حسن عسکری کے لفظوں میں: 'سچا فن کار ستارے ڈھونڈنے نہیں نکلتا، اس کے لئے اس کا بادبان ہی ستارہ ہے' ۔ فن کار فن کی تخلیق پر مجبور ہے یہ اس کی باطنی ضرورت ہے ۔

تخلیقی فن کار کی یہ تعریف اچھے مترجم پر بھی صادق آتی ہے ۔ اس لئے بھی کہ آرٹ (Art) کی قدیم تعریف میں ترجمہ بھی ایک فن (Art) ہے ۔ آج کل آرٹسٹ کے لفظ میں یہ معنی ناپید ہوگئے ہیں لیکن 'Artisan' کے لفظ میں یہ معنی اب بھی محفوظ ہیں ۔

ترجمہ کے فن کو آج بھی Craft سمجھنا چاہیے اور ترجمے کے عمل تنقید میں وہ چیز ضرور پس نظر رکھنی چاہیے جیسے فرانسیسی زبان میں 'Question de Metier' کہتے ہیں ۔ اس طرح ترجمے کے تجزیاتی مطالعے میں اصل متن کے ساتھ کوئی متوازی لکیر نہیں کھینچی جائے گی البتہ ترجمے کے تکنیکی مسائل کا تجزیہ کرتے وقت تقابل اور تفاوت کو ضرور مدنظر رکھنا ہوگا ۔ یہ تقابل اور تفاوت صرف ترجمے اور متن ہی کے حوالے سے نہیں ہوگا بلکہ ان مخصوص ادبی روایات کے حوالے سے بھی ایک نظر دیکھنا ہوگا جن سے متن اور ترجمے کا تعلق ہے ۔ سو ترجمے کے تجزیاتی مطالعے میں بھی اسی درجے کی بصیرت درکار ہے جو ناقد تخلیقی فن پاروں کے لئے برتتا چلا آیا ہے ۔

لیکن افسوس کہ بقول ڈاکٹر سہیل احمد خاں:

> 'ہمارے ہاں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو ترجمے کو اپنی زبان کے ادب میں ایک غیر فطری سا اضافی عنصر سمجھتے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ ترجمہ ہمارے ادب کے خمیر میں شامل ہے ۔ تخلیق ادب کی عظمت کو تسلیم کرنا ضروری ہے مگر یہ کہنے سے تخلیق ادب کی عظمت کی نفی نہیں ہوتی کہ تخلیقی ادب کی بہت سی اعلیٰ شکلوں کے پیچھے ترجمے یا اخذ شدہ چیزوں کی چمک بھی موجود ہے ۔ ہم میں سے کتنے لوگ اس حقیقت کا شعوری طور پر احساس رکھتے ہیں کہ کلاسیکی اُردو نثر کا بیشتر سرمایہ تراجم یا اخذ

شدہ تحریروں کی ذیل میں آتا ہے ۔ 'باغ و بہار' ہو یا ' بوستانِ خیال' کے دائرے کی داستانیں یا 'داستانِ امیر حمزہ' ، 'آرائشِ محفل' ، 'بیتال پچیسی' ، 'مذہبِ عشق' ، 'سنگھاسن بتیسی' غرض کہ ہمارا قابلِ قدر نثری سرمایہ اخذ یا ترجمے کی شکل میں ہے البتہ اس وقت کی تہذیبی فضا میں ترجمہ کرنے والے کے لئے آزادی تھی کہ وہ قصہ بیان کرتے وقت بہت سی چیزوں کا اپنی طرف سے اضافہ بھی کرسکتا تھا' ۔ ۱

مترجم کا کام شاعر، کاریگر، لفظوں کے شعبدہ باز اور مصوّری کی اصطلاح 'Mannerest' سے بڑھ کر ہے ۔ اس لئے کہ اگر وہ محض جدید فکر کے پیچھے بھاگے اور جدّت کو پسند کرے تب بھی وہ 'انسانیت پرست' ہی رہتا ہے اور یوں روایت کا پرستار اور فنون کی ابدی قدروں کا علمبردار ہی ثابت ہوتا ہے ۔ وہ کلاسیکی مزاج کا اس لئے ہے کہ انسانیت پرست ہے ۔ اس بات کو Aulus–Gellius نے 'The Attic Nights' میں یُوں بیان کیا ہے:

'لاطینی زبان پیدا کرنے والوں اور بولنے والوں نے انسانیت پرستی (Humanitas) کو وہ تصوّر کبھی نہیں دیا جو یونانی لفظ 'Philanthropia' میں مُضمر ہے ۔ انہوں نے اس لفظ کو یونانی لفظ 'Paideia' کے معنی دے دیئے یعنی 'فنونِ لطیفہ کا علم' ۔

تاہم ڈی ۔ ایچ ۔ روسیٹی (D.H.Rosseti) کے کہے کو بھی اہمیت دینا پڑتی ہے ۔ اس نے کہا تھا: ۲ 'A Translation Remains Perhaps the most direct from of Commentary'.

لفظ 'ترجمہ'

مظفر علی سید نے لفظ 'ترجمہ' سے متعلق بڑی فاضلانہ بحث کی ہے ۱ ۔ سید صاحب لکھتے ہیں:

'ٹرانسلیشن کا لفظ مغرب کی جدید زبانوں میں لاطینی سے آیا ہے اور اس کے لغوی معنی ہیں، 'پار لے جانا' اس سے قطع نظر کہ کوئی خاص مترجم کسی

---

۱ ۔ مضمون: 'ترجمہ، تالیف، تلخیص اور اخذ کرنے کا فن' مطبوعہ: ماہنامہ 'کتاب' لاہور جون ۱۹۸۲ ۔

۲ ۔ بحوالہ: 'Some Reflections of the Difficulty Tranlation' مشمولہ

کو پار اتارنا بھی ہے کہ نہیں، یہ مفہوم نقل مکانی سے لے کر نقل معانی تک پھیلا ہوا ہے، اس طرح اردو اور فارسی میں ترجمے کا لفظ جس کا اشتقاقی رابطہ ترجمان اور مترجم دونوں سے ہے، عربی زبان سے آیا ہے ۔ اہل لغت اس کے کم سے کم چار معنی درج کرتے ہیں ۔ ایک سے دوسری زبان میں نقل کلام، تفسیر و تعبیر، دیباچہ اور کسی شخص کا بیان احوال یا تذکرہ شخصی ہے۔

یہ سب معانی باہم مربوط ہیں ۔ اس طرح ترجم بھی (ت کی پیش اور ج کی زیر کے ساتھ) جس کے معنے ہیں: التباس کرنا، خلط ملط کرنا اور ترجم (ج کی زیر کے ساتھ) کا معنی ہے، مشکوک اور مخلوط ۔ غالباً یہ معنے ان بے احتیاط مترجمین کی وجہ سے پیدا ہوئے ہوں گے جن کی کسی زمانے میں کوئی کمی نہیں ہوتی اور جو اپنی کثرت کی وجہ سے جملہ مترجمین کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں، واضح طور پر سب معانی ثانوی اور مرادی ہیں کہ اُن کا تعلق تاریخ کے نسبتاً متمدن ادوار سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ اصلی اور قدیم معنوں کے لیے مادے کو دیکھنا ہوگا اور اس کے دیگر مشتقات کو تاکہ لفظ ترجمہ کے گردا گرد ایک معنویاتی دائرہ کھینچا جاسکے، یا زبان شناسی کی اصطلاح میں اس کو اپنے Semantic Field میں رکھ کر اس کی ماہیت معلوم کی جائے ۔

چنانچہ ابنِ منظور کی مبسوط تصنیف 'لسان العرب' سے رجوع ناگزیر ہے، جس نے لفظ ترجمہ کو 'ترجمان' کے ساتھ سہ حرفی مادے 'رجم' کے تحت درج کیا ہے (جب کہ بعض جدید لغات جیسے 'الفرائد الدریہ' اس کو چار حرفی مادے ''ترَجَمَ'' کی ذیل میں لاتی ہیں جو عربی زبان کے اصول اشتقاق کے مطابق نہیں، جب تک اس کی بنیاد کسی دخیل کلمے پر نہ ہو غالباً عربی کے جدید علما لفظ 'ترجمان' کو اساسی کلمہ سمجھتے ہیں ۔ یونانی لفظ Dragoman کی تعریب، اس طرح ترجمہ وغیرہ کو اشتقاق معکوس یا Back Formation کہا جاسکتا ہے، ترجمے کو ''رجم'' سے منسوب کرنے میں بڑی دقت یہ ہے کہ اس کام کو گناہ کبیرہ کے ساتھ کیوں مربوط کیا جائے اور بچارے مترجمین کو حد شرعی سے کیسے محفوظ کیا جائے ؟ بہرحال ابن منظور نے بھی جو اس مادے کے متعدد مشتقات درج کیے ہیں، ان میں سے چند ایک کا معنوی رابطہ خود اس

۱۔ مضمون: 'فن ترجمہ کے اصولی مباحث' مشمولہ سیمینار: اردو زبان میں ترجمے کے مسائل' مرتبہ: اعجاز راہی مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد طبع دوم: ۱۹۸۶ ۔

کی نظر میں واضح نہیں۔ تاہم قتل اور سنگساری، پتھر، کنکری، سنگ مزار، مزار موضع پہاڑ، اونچی دکان اور مینار وغیرہ کا 'رجم' سے تعلق سامنے کی بات ہے۔ دوست اور بھائی اور مصاحب کے معنی، جن پر کلاسیکی لغت نگاروں نے حیرت کا اظہار کیا ہے رجم سے زیادہ Dragoman کی سمت اشارہ کرتے ہیں۔ مشتقات رجم کے ثانوی معنی با آسانی مادے سے مربوط ہوجاتے ہیں، لعن طعن، سب و شتم، قذف بالغیب، الزام و افترا، قیاس و گمان، اتہام اور فہم کلام (کلام مرجم)۔ یہ آخری معنی ایک جگہ قرآن حکیم میں بھی دیکھے گئے ہیں اور ممکن ہے 'ترجمہ' بطور اصطلاح اسی سے مستفاد ہو۔ البتہ ایک سوال یہ ہے کہ شیطان کو کیوں 'رجیم' کہا جاتا ہے، لعنت کی وجہ سے؟ (مرجوم باللعنہ) سب و شتم کی وجہ سے؟ (مشتوم و مسبوب) اُن کنکریوں کی وجہ سے، جو مناسک حج کے دوران جمرات کو ماری جاتی ہیں (مرجوم بالحجارۃ) یا شہابِ ثاقب کی وجہ سے، جو اس پر گرتے ہیں (مرجوم بالکواکب۔ وجعلنا ھا رجوماً للشیاطین) خود شہابِ ثاقب کو رجوم کہا جاتا ہے کہ نجوم و کواکب سے الگ ہوکر کہیں نہ کہیں یا کسی نہ کسی کو جا لگتے ہیں۔

ترجمے کا تعلق، اصل تصنیف سے تقریباً وہی ہے جو شہاب ثاقب کا نجوم و کواکب سے ہوتا ہے، یہ بھی اکثر اوقات ایک نہ ایک سیارے سے جدا ہوکر تاریخ کے کسی نہ کسی ریگستان میں گم ہوجاتا ہے یا پھر اپنی اصل کے دائرہ کشش ثقل میں گردش کرتے کرتے خود بھی ایک چھوٹا موٹا سیارہ بن جاتا ہے، جیسا کہ فن ترجمہ کی تاریخ میں کئی بار ہوچکا ہے۔ پھر جس طرح ایک ہی سیارے سے مختلف وقتوں میں ایک سے زیادہ شہاب ثاقب نمودار ہوسکتے ہیں۔

اسی طرح مختلف ادوار ادب میں ایک ہی کلاسیکی کارنامے سے بار بار نئے ترجمے نمودار ہوتے ہیں۔ بلکہ کلاسیک تو کہتے ہی اس کارنامے کو ہیں، جس کے ترجمے کی بار بار ضرورت پڑے اور جیسے کوئی بھی شہاب ثاقب حتمی اور آخری نہیں ہوتا، اسی طرح کسی بھی ترجمے کو حرفِ آخر نہیں کہا جاسکتا، ان ترجموں کو بھی نہیں، جن کو اپنی زمانے میں تخلیق تک سے بہتر کہا گیا ہو۔

مارسل پروست نے اپنے عہد آفریں ناول 'گم شدہ وقت کی تلاش' کے انگریزی ترجمے کو اصل فرانسیسی سے فزوں تر کہا تھا۔ لیکن نصف صدی کے بعد اس کا نئے سرے سے ترجمہ کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اسی طرح

لاطینی امریکہ کے مشہور ادیب گابرئیل گارسیا مارکیز نے اپنا زور دار ناول 'ایک صدی، تنہائی کی' انگریزی زبان میں پڑھا تو اسے اصل اسپانوی زبان کی نسبت قابل ترجیح سمجھا۔ لیکن خراج تحسین منکسر مزاج مترجم گریگری باسا کے خیال میں انگریزی زبان کو ملنا چاہیے کہ جملہ تراجم کی طرح ایک نہ ایک دن یہ ترجمہ بھی متروک ہو جائے گا۔ بالکل ایسے جیسے 'ڈون کیخوتے' کو اصل اسپانوی زبان میں پڑھا جائے تو تقریباً چار صدیاں پہلے کا یہ ناول آج بھی نسبتاً جدید محسوس ہوتا ہے لیکن سروینٹس کے معاصرین نے اس کے جو ترجمے کیے تھے، اب خوفناک حد تک فرسودہ لگتے ہیں۔ اس لیے کہ شہاب ثاقب کی طرح، ہر تازہ ترجمہ، لوگوں پر ایک نئے سرے سے اثر انداز ہوتا ہے۔

غرض کہ ترجمے کا کوئی نہ کوئی رابطہ 'رجم' سے قائم کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اسی وجہ سے ترجمے کا فن بہت سے ظریفانہ اقوال کا ہدف بنتا ہے۔ جیسے من ترجم یرجم (جس نے ترجمہ کیا، سنگسار ہوا)'۔

ترجمے کا جواز:

ترجمہ کے باب میں پہلا سوال تو یہی بنتا ہے کہ ترجمے کا جواز کیا ہے؟ ترجمہ کیوں ؟؟ لیکن اس سوال کا جواب دینے سے پہلے یہ پتہ چلنا ضروری ہے کہ یہ سوال کس نے پُوچھا ہے۔

اگر یہ سوال کسی تہذیبی منطقے سے پُوچھا گیا ہے تو ترجمے کا لاکھ جواز ڈھونڈتے پھریں، اس سوال کا جواب نہیں بن پائے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ سید احمد بریلوی شہید (رح) اور شاہ اسماعیل شہید (رح) کے دبستان کی طرف سے پوچھا گیا یہ سوال اس لئے اُلجھن میں ڈال دے گا (اور ہم بے بس ہوجائیں گے) کہ مشرق اور اسلام سے مربوط تہذیبی منطقہ عیسائی پادریوں کے ہندوستان میں ورود کو نہ صرف دینی بلکہ تہذیبی سطح پر بھی مذہبی اور ثقافتی یلغار خیال کرتا تھا۔ اب اگر ہمیں (اپنے تئیں) سیرام پور میں کئے گئے بائیبل اور اناجیل کے تراجم کا جواز ڈھونڈنا پڑ جائے تو سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے بھی کہ سید احمد بریلوی (رح) اور شاہ اسماعیل (رح) نے اس مذہبی اور ثقافتی یلغار کو روکنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔

دوسری طرف اگر ادبیات سے متعلق کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے تو اس کا جواب اتنا ہی آسان ہوگا جتنا کہ پہلی صُورت میں مشکل تھا۔ اب ہم جواب

میں کہہ سکتے ہیں کہ ھمیشہ سے ادب اور زبان (یا تخلیقی عمل) ایک مسلسل داخلی اور ظاھری جُستجو اور چھان پھٹک کا کام سرانجام دیتے رھے ہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نوع کا تخلیقی تسلسل افلاطون اور ارسطو سے چلا اور کولرج تک آتے آتے ادبی فیشن پرستی میں ڈھل گیا ۔ اس مقالے کے آخر میں شامل کی گئی فہرست کتابیات (Bibliography) پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ھی ترجمے کا یہ طویل تاریخی سفر اپنی اھمیت ثابت کردیتا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ اُردو میں تا حال 'ترجمے کا فن' اپنے ھمہ وقت ناقدین میں کوئی افلاطون یا کولرج بھی نہیں پیدا کرسکا ۔

مختصراً یہ کہ ترجمے کے ذریعے زبان کئی اعتبار سے پھلتی پُھولتی ہے ۔ ترجمہ جہاں الفاظ اور زبان کی نشو و نُما کے ذریعے انسانی علوم میں اضافے کا باعث بنتا ہے وھیں ذھنی سرحدوں کو بھی کُشادگی بخشتا ہے ۔ زبان کی سطح پر ترجمہ خیالات و جذبات کی ھر ھر کروٹ کو سمونے کی خاطر نت نئے اسالیبِ بیان سے متعارف کرواتا ہے ۔

ترجمہ کرتے وقت جہاں نئے الفاظ، استعاروں کے روپ میں جنم لیتے ہیں وھیں پُرانے اور بَرتے گئے الفاظ کو آکسیجن مہیا ھوتی ہے ۔ نئے محاورے اور نئے محاکات کے جنم کے ساتھ نئے علوم و فنون سے آشنائی ھوتی ہے ۔ ھمیشہ نئی اصنافِ ادب کا ورود ترجمے کے ذریعے ھی ممکن ھوسکا ہے ۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ آج اُردو زبان جس منصب پر فائز دکھائی دیتی ہے اس میں بہت کچھ ترجمے کا بھی کیا دھرا ہے ۔

ترجمہ عملی سطح پر دو زبانوں اور دو تہذیبوں کے درمیان پُل بنانے کا کام کرتا ہے اور متن کا اس کی تمام اسلوبی خصوصیات اور تہذیبی بُو باس کے ساتھ کسی دوسری زبان میں منتقل ھوجانا ھی ترجمے کا اصل گُن ہے ۔ ترجمے کے اس پُل کے ذریعے علوم، خیالات اور تصورات ایک تہذیب سے دوسری تہذیب کی طرف اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک آتے جاتے ہیں ۔ یوں درآمد اور برآمد کی دونوں کیفیتیں شامل ھوتی ہیں ۔

یہ خیال صحیح نہیں کہ طبع زاد تحریر کے مقابلے میں ترجمہ اتنی توجہ نہیں حاصل کر پاتا ۔ یہ سب تو مترجم کی صلاحیت اور ترجمے کی افادیت پر منحصر ہے ۔ سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ کیا ھر درجے کی طبع زاد تصنیف یکساں توجہ سے

پڑھی جاتی ہے ؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ ایک اچھے ترجمے کی افادیت اور مقبولیت ہمیشہ رہے گی اور اَدب میں اپنی جگہ بنالے گی۔

یہ ترجمے کی افادیت ہی ہے کہ عالمی سطح پر رابطوں کی بحالی اور مضبوطی کے لئے ترقی یافتہ اقوام میں بڑے پیمانے پر 'ٹرانسلیشن پراجیکٹ' متحرک ہیں۔ جس کی دو نمایاں مثالیں 'یونیسکو ، اور انٹرنیشنل فیڈریشن آف ٹرانسلیٹرس ' (F.I.T) ہیں۔ ان دو اہم بین الاقوامی اداروں کا اس باب میں اپنا اپنا چارٹر اور ضابطۂ اخلاق ہے۔ F.I.T کے چارٹر میں ترجموں کی رہنمائی کے لئے اہم دفعات شامل ہیں مثلاً:

یہ ادارہ مُشکل فقروں کو مختصر کرنے یا خارج کرنے کو غیر اخلاقی حرکت قرار دیتا ہے۔ ادارے کے نزدیک ذومعنی لفظ کا لفظی ترجمہ مناسب نہیں اور نہ ہی نظم کے نثری ترجمے کو مانا جاتا ہے۔

امریکہ کا سب سے بڑا سائنسی ادارہ 'ناسا' اپنے جریدے 'STAR' میں دنیا بھر کے خلائی تحقیقاتی کام کے تراجم شائع کرتا ہے۔

برطانیہ میں ترجمے کا سب سے بڑا مرکز برٹش لائبریری لینڈنگ ڈویژن ہے، جو فرمائش کرنے پر سماجی، طبعی اور تکنیکی علوم کے تراجم فراہم کرتا ہے۔ اس ادارے کے ماہوار بُلٹن 'B.L.L.D' میں برطانوی ترجمہ سے متعلق اداروں کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں۔

امریکہ کا قومی مرکز ترجمہ 'نیشنل ٹرانسلیشنز سنٹر شکاگو' ١٩٥٣ ء میں قائم ہوا۔ یہ ادارہ سماجی اور طبعی علوم کے علاوہ طب اور انجینئری سے متعلق مشرقی اور مغربی زبانوں سے تراجم کا کام کرتا ہے۔ یاد رہے کہ ١٩٥٧ ء سے قبل اس ادارے کا نام 'سپیشل لائبریری ایسوسی ایشن ٹرانسلیشن پول' تھا۔ ایک اطلاع کے مطابق اس ادارے نے تقریباً ساڑھے تین لاکھ تراجم کئے ہیں۔ اس ادارے کے ماہوار جریدے کا نام 'Translation Monthly' ہے۔

امریکہ کا ایک بہت بڑا ادارہ 'American Translation Association' ہے جو ١٩٥٩ ء میں قائم ہوا۔ اس ادارے کے مستقل ملازمین کے علاوہ تقریباً ڈیڑھ ہزار مترجمین جزوقتی طور پر اس ادارے سے منسلک ہیں۔

لائبریری آف کانگریس کے تحت ہونے والے تراجم کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ چُکی ہے۔ اس ادارے کے مرکز ترجمہ نے ١٩٦٧ ء سے ماہوار جریدہ 'Translation-Register Index' کے نام سے جاری کیا ہے جو ترجمے کے

باب میں نت نئی معلومات فراہم کرتا ہے ۔

امریکہ کا ھی ایک بڑا نجی دارالترجمہ 'Ralph Mc Elory – Co' کے نام سے قائم ہے ۔ کولمبیا یونیورسٹی کی 'ٹیوٹرنگ اینڈ ٹرانسلیٹنگ ایجنسی'' ۱۹۷۸ء میں قائم ہوئی تھی، جو اب تک لاکھوں تراجم کرچکی ہے ۔

دیگر انٹرنیشنل اداروں میں کیلیفورنیا کا ادارہ 'Agnewtech – Tran-Inc' امریکہ اور 'عالمی مرکز ترجمہ ڈیلف' نیدر لینڈ میں قائم ہیں ۔ 'عالمی مرکز ترجمہ ڈیلف' کا ایک ماہوار اشاریہ 'World Trans:Index' کے نام سے شائع ہوتا ہے ۔

دنیا بھر سے ترجمہ کے متعلق تقریباً ۹۸۲ جریدے شائع ہوتے ہیں ۔ جن کی تفصیل برٹش لائبریری لینڈنگ ڈویژن ۔ برطانیہ کی شائع کردہ کتاب: 'Journals in Translation' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔ سو کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی بہت سی معاشرتی اور ذہنی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت کا نتیجہ ہیں ۔ ترجمے کی تحریکات، عمل اور ردِ عمل ، دونوں اعتبار سے اسلامی علمی دنیا میں حیرت انگیز طور پر نتیجہ خیز رہی ہیں اور یہی حال دنیا کے دوسرے عظیم معاشروں کا ہے ۔ آج کل افریقہ اور ایشیاء کے علاوہ دنیا بھر میں بیداری کی جو تحریکیں چل رہی ہیں اُن میں تراجم کا نمایاں حصہ ہے ۔

خود ھمارے ھاں ایسے متعدد ادارے وجود میں آئے جن کا مقصد ترجمے کے ذریعے علمی بیداری پیدا کرنا تھا ۔ سید احمد خان کی سائنٹفک سوسائٹی اور ورناکیولر سوسائٹی دھلی کالج ایسے ھی ادارے تھے ۔

مغرب کی فاتح اقوام نے مفتوح قوموں کے طور طریقوں، مذھب، ادب اور تہذیب کو سمجھنے کے لئے ہمیشہ ترجمے کا سہارا لیا ہے ۔ ترجموں کی محرک توسیع کی خواھش تھی ۔ یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے ۔ آج بھی دورِ جدید کی بڑی طاقتیں دنیا بھر کے علوم و فنون اور ادبیات کے ترجموں کے لئے اپنا ایک وسیع اور مضبوط نظام رکھتی ہیں، جس کے ذریعے وہ دیگر اقوام کے تحریری سرمائے کو اپنی قومی ضرورتوں کے مطابق اپنی زبانوں میں منتقل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے علمی اور ادبی اثر و رسوخ اور اپنے قومی نظامِ فکر اور سیاسی عملداری کا اپنی چُنیدہ کتب کے (دیگر زبانوں میں) تراجم کے ذریعے چلن عام کرتی ہیں ۔ اس کی نمایاں مثالیں دارالاشاعت ترقی ماسکو (روس) اور موسسۂ فرینکلن (امریکہ) جیسے ادارے ہیں ۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آزادانہ طور پر

کام کرنے والے اشاعتی اداروں نے بھی اپنا حصہ ڈالا ۔ یُوں یہ نظام ترقی یافتہ اقوام کی قوت کا ایک اہم سرچشمہ ثابت ہُوا ہے ۔

یہاں قومی محرک کی نشاندھی کردینا بھی ضروری ہے، جس کے تحت انفرادی سطح پر حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے گئے ہیں، جس کا بنیادی محرک ہر زبان کے ادیبوں اور مترجمین میں اپنے ادب کی توسیع کا جذبہ ہے ۔

محولہ بالا ضروریات سراسر افادی ہیں ۔ اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ تراجم نے انسانی تہذیب کی ترقی میں کیا کردار ادا کیا ؟

اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ ‘ترجمہ’ بجائے خود ایک تہذیبی منطقے کا حامل رہا ہے، اور اسی تہذیب کے بل بُوتے پر انسانی تہذیبوں نے آپس میں بہت کچھ لین دین کیا ہے ۔ وہ یُوں کہ ترجمہ ایک زبان کے علمی اور ادبی سرمائے کو دوسری زبان بولنے والے انسانی گروھوں تک پہنچاتا ہے ۔ دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع فراہم کرتا ہے اور مختلف زبانیں بولنے والوں کے درمیان باھمی افہام و تفہیم اور ربط و ضبط کی راہیں کھولتا ہے ۔

زبانوں کا فرق ھمیشہ سے مختلف قوموں اور گروھوں کے درمیان اتحاد و یگانگت میں ایک بڑی رکاوٹ رہا ہے، جبکہ ‘ترجمے کی تہذیب’ اس رُکاوٹ کو دُور کرتی ہے ۔

ماضی پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ ادبیاتِ عالم میں تاریخی ادوار اور انسانی تمدن کی شناخت و بازیافت کا واحد ذریعہ ترجمہ ھی رہا ہے ۔ خود ھمارے ھاں مُغلوں کے زوال کے بعد جب فارسی زبان و ادب کا ذوق گھٹتا نظر آیا اور تہذیبی اور ثقافتی روایات مدھم پڑنے لگیں تو ھمارے ھاں کے علماء نے فارسی کی معتبر اور کلاسیکی کتب کو اردو کے قالب میں ڈھالنا ضروری خیال کیا ۔ اسی طرح اسرائیل کے نوبل انعام یافتہ ادیب آئزک باشویزسنگر نے عبرانی زبان اور اہلِ یہود کی تہذیب کے گھٹتے ہوئے اثر کی بازیافت اپنی انگریزی تحریروں میں کی ہے ۔

انسانی تہذیب کی ترقی کسی ایک گروہ سے وابستہ نہیں ۔ اس کی ترقی مجموعی انسانی ترقی ہے اور اس ترقی میں ترجمے کا بڑا ھاتھ ہے ۔ یوں ترجمہ محض علوم کے فروغ ھی میں حصہ نہیں لیتا ہے بلکہ انسانی گروھوں کے درمیان ذھنی مفاھمت بھی پیدا کرتا ہے ۔ غرض کہ اس کی افادیت مُسلّم ہے ۔

مترجم کی نیک نیتی کو پرکھنے کی ایک کسوٹی بھی ہے ۔ دیکھنا چاھیے کہ

اُس نے کس نوع کے تصوّرات و نظریات اور تکنیک کی درآمد کو ضروری سمجھا اور کس نوع کے اسلوبیاتی نظام کو اپنے اَدب کی بالیدگی و بلوغت کے لئے ضروری خیال کیا ۔

خود اپنے ھاں خالصتاً بُنّت کے حوالے سے دیکھیں تو نئے لسانی پیرائے اور نئے اسالیبِ بیان کی جُستجو کا واحد ذریعہ ترقی یافتہ ادبیات سے تراجم کا متواتر عمل ھی ٹھرتا ہے ۔ اُردو فکشن میں بیانیہ اور حقیقت نگاری کا جمود توڑنے کا واحد ذریعہ ستاں دال، فلابیئر، جیمز جوائس، البیرکامیو اور فرانز کافکا وغیرھم کے تراجم ھی رہے ہیں۔

بادی النظر میں ترجمہ اپنے گرد و پیش کے حالات سے کچھ ایسا متعلق معلوم نہیں ھوتا ، لیکن بغور دیکھا جائے تو یہ کافی حد تک انہیں سے بروئے کار آتا اور اثر پذیر ھوتا ہے ۔ ترجمہ درحقیقت اخذ و استفادہ ھی کی ایک شکل ہے اور اس کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب ھمارے ھاں کسی چیز کا فقدان ھو ۔ چنانچہ جب دو قومیں آپس میں ملتی ہیں تو اُن میں خود بخود اخذ و استفادہ کا عمل شروع ھوجاتا ہے اور جو فریق کم ترقی یافتہ ھو وہ قدرتی طور پر دوسری قوم سے زیادہ فیضان حاصل کرتا ہے ۔ محمد حسن عسکری صاحب نے اپنے ایک مضمون [۱] میں درست لکھا ہے کہ: 'دوسروں کے اَدب کو پوری طرح سمجھنے کی فکر یا خواهش تو ھم جیسے لوگوں کو ھوتی ہے جو ایک خلا میں رہتے ہیں ۔ مثلاً یورپ نے ھی مشرق کے فلسفوں کو آٹھویں صدی میں سمجھنا شروع کیا جب مغربی سماج کی بنیادیں ھلنے لگی تھیں' ۔

یہ لکھنے سے پہلے عسکری صاحب نے اپنے اسی مضمون میں وضاحت کردی تھی کہ:

> 'ھمارے یہاں جس قسم کی بھی عظمت ہے، اس کا کچھ نہ کچھ تعلق ترجموں سے ضرور ہے ۔ اُردو ادب میں آغاز سے لے کر غالب کے زمانہ تک ترجمے چاھے زیادہ نہ ھوئے ھوں، لیکن ھمارے شاعر دو قسم کی کوششیں کر رہے تھے ۔ ایک طرف تو وہ فارسی کے اسالیب اورتصوّرات کو اپنی زبان کے سانچے میں ڈھال رہے تھے، دوسری طرف وہ اپنی زبان کا ایک مزاج اور ایک رُوح متعین کرنی چاھتے تھے ۔ یہ بالکل وھی چیز ہے جو تیرھویں اور چودھویں

---

[۱] ۔ 'گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے' مطبوعہ ماہِ نو کراچی ۔ فروری ۱۹۵۴ ۔

صدی میں اٹلی اور انگلستان کے شاعروں نے فرانسیسی کے زیرِ اثر اپنی اپنی زبانوں کے لئے کی' ۔

عسکری صاحب کی بیان کردہ یہ حقیقت ہمیں اردو تراجم کے مطالعہ کے لئے ایک عمدہ نقطۂ سفر مہیا کردیتی ہے اور ساتھ ہی اس کی نوعیت بھی واضح کردیتی ہے ۔

اب اس مضمون کے اُس حصے کی طرف آیئے جہاں عسکری صاحب ترجمے کی افادیت پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

' اردو والے ترجمے میں بس اتنی ہی بات دیکھتے ہیں کہ روانی اور سلاست ہے اور پڑھتے ہوئے ایسے لگے جیسے کتاب اُردو میں ہی لکھی گئی ہے ۔ لیکن اس سے اردو ادب کو کیا فائدہ پہنچتا ہے ؟

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے اعجاز احمد لکھتے ہیں:

'اگر آپ بنی بنائی نثر میں اضافے کے روادار نہیں یا لفظوں کو نئے سانچوں میں ڈھالنا پسند نہیں کرتے تو ترجمے کا فائدہ کیا ہے ؟ اگر بلاغت کے مروجہ اصولوں سے انحراف جائز نہیں تو آدمی ترجمہ کیوں کرے ۔ اصل سے اخذ کرکے خود اپنی تصنیف کیوں نہ لکھے ؟ 'بے ساختہ' ترجموں سے زبان میں کیا وسعت پیدا ہوسکتی ہے ؟ ترجمہ کرتے ہوئے اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کے مطابق ترکیب وضع کرتا ہے تو اسے پرکھنے کے لئے میرے پاس تو فقط ایک ہی کسوٹی ہے:

اگر وہ مروجہ اُصولوں کے تحت لکھتا تو فقرے کی شکل کیا بنتی ؟ 'اس کے گیسو دراز ہم وطنوں' کی بجائے اگر ہم کہیں 'اس کے ہم وطن کہ جن کے بال لانبے تھے' تو فقرہ کیا ہوگا ؟

ترجمے کا فائدہ دراصل یہی ہے کہ آدمی وقتاً فوقتاً ایسی ایجاد یا بازیافت پہ مجبور ہوجاتا ہے جو اجنبی لگے، تاہم ضروری بھی ہو ۔ اور فائدہ بھی ایسے ہی ترجمے سے اُٹھایا جاسکتا ہے ۔ باقی رہی بے ساختگی والی بات، سو وہ بے معنی ہے' ۔ ۱

لیکن دراصل یہی وہ مقام ہے جہاں محمد حسن عسکری اور اعجاز احمد سے اختلاف کی گنجائش بھی نکلتی ہے ۔ وہ اس طرح کہ ہر اچھا ترجمہ اپنا

---

۱ ۔ تبصرہ: 'جہاں گرد کی واپسی' رسالہ 'سویرا' لاہور شمارہ ۳۵، ص ۲۰۳، ۲۰۴

جواز خود پیدا کرتا ہے ۔ کہیں باہمی شراکت کی سطح پر اور کہیں معانی کے نئے قرینے کی سطح پ ۔ شاذ و نادر ھی کوئی ایک ترجمہ (یا انفرادی کوشش) ایسا ھو جو انفرادی حالت میں (ادبی سطح پر) بہت بڑے تغیر کا باعث بنا ھو ۔ کیا 'مادام بواری' ، 'سُرخ و سیاہ' ، 'مو بی ڈک' (مترجم: محمد حسن عسکری) یا 'جہاں گرد کی واپسی' (مترجم: محمد سلیم الرحمنٰ) جیسے اھم تراجم نے اسلوبیاتی سطح پر کوئی بڑی لہر پیدا کی ؟ یقیناً نہیں ۔ لیکن اس کے مقابلے میں کیا اُردو میں داستانوں کا اَدب تراجم یا اخذ و استفادہ کا نتیجہ نہیں ؟ اور کیا وہ تمام تراجم محمد حسن عسکری یا اعجاز احمد کے معیارات پر پورے اُترتے ہیں ؟ یقیناً نہیں ۔

یُوں کہا جاسکتا ہے کہ ادب محض اسلوبیاتی فتحیابی کا نام نہیں اور نہ ھی اَدب کسی ایک زبان کی میراث ہے ۔ یہ انسان کی پیداوار ہے، جُملہ انسانوں کے لئے ہے ۔ یہ تمدنی سطح پر تہذیبی اختلاط کا عمل ہے اور لسانی سطح پر زبان سازی کا وظیفہ ۔ کہا جاسکتا ہے کہ ذھنی و فکری اُفق کے وسعت کی خواھش ھو، علمی استفادے کی آرزومندی ھو یا مادی فوائد کا حصول پیشِ نظر ھو اس سے بہر طور اخذ و استفادہ کے در باز ھوتے ہیں اور ایک تہذیب دوسری تہذیب سے کچھ نہ کچھ استفادہ ضرور کرتی ہے ۔ یہ اخذ و استفادہ کی روایت صرف یہیں تک محدود نہیں ۔ دنیا کے تمام ادیان و مذاھب اپنے لاتعداد ماننے والوں تک، جو اُس زبان سے ناواقف تھے، جن میں ان کی الہامی کتب کا نزول ھُوا ترجمے کے وسیلے سے پہنچے ۔

جہاں تک اُردو زبان میں ترجمے کی روایت کا تعلق ہے تو سہولت کی خاطر ہم پورے سرمائے کو تین حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱ ۔ صنفی
۲ ۔ تخلیقی و غیر تخلیقی
نثری و شعری

اُردو ترجمے کا یہ قیمتی سرمایہ شخصی سطح پر مختلف افراد، اداروں اور مختلف تحریکات کی صدیوں کی جگر کاوی کا ماحصل کہا جاسکتا ہے ۔

یُوں تو ھمارے مترجمین نے بھی ترجمہ کرتے وقت انتہائی عاجزی کے ساتھ اطاعت اور وفا شعاری کو اپنایا ہے ۔ لیکن کہیں کہیں انہوں نے بندھے ٹکے اصولوں سے انحراف بھی کیا ہے ۔ حتیٰ کہ فٹز جیرالڈ کی طرح متن کی روح اور

رنگینی کو سلامت رکھنے کے سلسلے میں وہ ترجمے کے لوازمات سے بغاوت بھی کر بیٹھے ہیں ۔ لیکن اس ضمن میں بھی فٹز جیرالڈ کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔ جیرالڈ نے تو یہاں تک کیا ہے کہ 'رباعیاتِ عمرِ خیام' کو ترجمہ کرتے وقت دو رباعیوں کو یکجا کردیا اور مصرعوں کی ترتیب تو درکنار بعض جگہوں پر اصل متن اور ترجمے کا تقابلی مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ سوائے شعری تاثر کے کچھ بھی مماثل نہیں ہے ۔ خیر یہ تو ہوئی آزادیوں کی بات ۔ لیکن اُردو ادب میں بعض مترجمین (جن کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے) نے اپنے متن سے وفادار رہ کر بھی اُردو کے اسالیب میں تنوع پیدا کیا ہے اور یہی ترجمے کی معراج ہے ۔

یاد رہے کہ تراجم کے ذریعے کسی ادب میں جان صرف اُس صُورت میں آسکتی ہے جب مترجمین کا اپنی تہذیب سے گہرا تعلق ہو ۔ یہ تعلق دوستی کا بھی ہوسکتا ہے اور دشمنی کا بھی ۔ اس باب میں محمد حسن عسکری صاحب لکھتے ہیں: ۱

'ہمارے موجودہ ادب میں مجموعی حیثیت سے اور مواد اور ہئیت دونوں کے اعتبار سے جو اُتھلا پن آگیا ہے اس کے ازالے کی ایک یہ بھی صُورت ہے کہ ترجموں کا ایک نیا دَور شروع ہو ۔ بہتر تو یہ ہے کہ تخلیقی کام بھی ساتھ ساتھ جاری ،رہے لیکن کم سے کم ترجموں کا کام تو اپنے بس کی بات ہے ۔ اب تک ہمارے یہاں ایسی مغربی کتابوں کے ترجمے ہوئے ہیں جو ذہنی تجربے اور طریقۂ اظہار دونوں کے اعتبار سے نسبتاً سادہ اور سہل تھیں ۔ لیکن اگر ہمیں اپنے ادب میں جوہری دَور کی پیچیدگیوں کو سمونا ہے تو ہمیں ایسی چیزیں ترجمہ کرنا پڑیں گی جن سے ہم زندگی کو زیادہ وُسعت، زیادہ گہرائی اور زیادہ باریکیوں کے ساتھ محسوس کرنا اور 'لکھنا' سیکھیں'۔

ترجمے کی مشکلات:

پی ۔ گرے ترجمے کی مشکلات پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'میرے خیال میں ترجمے کا فن لطیف ترین جذبے کا متقاضی ہے حالانکہ اس پر عمل پیرا ہونا مشکل ترین مرحلہ ہے کیونکہ کسی غیر ملکی زبان کے الفاظ اور لسانی تشکیلات میں پوشیدہ مفہوم اور تجربے تک پہنچنا اور پھر اس کی رُوح کو زندہ رکھتے ہوئے اسے کسی دوسری زبان کے پیکرِ لفظی میں ڈھالنا اتنا

۱۔ مضمون: 'کچھ ترجمے کے بارے میں' مطبوعہ 'ماہ نو' لاہور عسکری نمبر مارچ ۱۹۷۸

آسان نہیں جتنا بظاہر نظر آتا ہے۔ یہ فن اس لئے بھی مشکل ہے کہ دوسری زبان کے نا مانوس مزاج، عجیب لہجے اور نئے سانچے میں ڈھلے ہوئے جملوں کی نئی ترکیب اور ساخت سے آشنا ہوکر اسے اپنے مزاج میں ڈھالنا، اپنے لہجوں سے ہم آہنگ کرنا اور پھر لفظوں کا اصل لباس اتار کر نئے ماحول اور نئی زبان کے الفاظ کا لباس پہنانا، کہ قلبِ ماہئیت مضحکہ خیز بھی نہ بن جائے اور مسخ بھی نہ ہو، کوئی آسان کام نہیں۔ پھر اصل مصنف کے مزاج، لب و لہجے اور طرزِ احساس کو سلامت رکھ کر اس طرح ترجمہ کرنا کہ اجنبت کا احساس بھی باقی نہ رہے واقعی مشکل مرحلہ ہے۔ کبھی کبھی ایک لفظ، ایک جملے اور اس میں چھپے ہوئے تجربے کو اپنی زبان میں منتقل کرنا اتنا مشکل ہوجاتا ہے کہ فیضی کا شعر بے اختیار زبان پر آنے لگتا ہے:

برانی پاکیٔ لفظی شبی بروز آرد
که ماه و ماهی باشد خفته او بیدار[۱]

امریکی ناقد فینگ (Achilles Fang) نے ترجمے میں پیش آنے والی مشکلات کو تین سطحوں پر محسوس کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: [۲]

" The problem of translation may be treated from three angles: Adequate comprehensidn of the translated text, adequate manipulation of the language translated into, and what happens in in between. The last question properly belongs to linguistic psychology".

فینگ کی بیان کردہ نمبر ۲ شکل پر تو انیسویں صدی عیسوی میں میتھیو آرنلڈ نے اپنے مضمون 'On Translating Homer' اور بیسویں صدی میں ایزرا پاؤنڈ نے اپنے مضامین 'Notes on Elizibethn Classicists' اور 'Translators of Greek' میں جس دانائی کا ثبوت فراہم کیا ہے، اس کی مثال نہیں ملتی۔ تاہم مجمل طور پر اُردو زبان میں پیش آنے والی دقتوں پر بات کرتے ہوئے محولہ بالا مشکلات کا سرسری جائزہ بھی ضروری ہے۔

اسی نوع کی مشکلات پر بات کرتے ہوئے برٹرنڈ رسل نے کہا تھا:

۱۔ بحوالہ: تحسین شعر۔ (ترجمہ: روبینہ ترین) مطبوعہ کاروان ادب ملتان صدر طبع اول: ۱۹۸۵ء۔

۲۔ بحوالہ مضمون 'Some Reflections on the Defficulty of Translation' مشمولہ 'On Translation' مرتبہ روبن اے۔ براور مطبوعہ: ہارورڈ یونیورسٹی پریس کیمبرج امریکہ ۱۹۵۹ء۔

’جب تک کسی نے پنیر دیکھا نہ ہو، پنیر کے لفظ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا‘۔

دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ’پنیر‘ کے لفظ کو سمجھنے کے لئے اُس معنی سے واقفیت ضروری ہے جو لُغت میں اس لفظ کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ لیکن ’پنیر‘، ’سیب‘ اور ’واقفیت‘ یا کسی بھی دوسرے لفظ کا معنی، سراسر لسانی ہے۔ جو لوگ معنی کو ’نشان‘ کے بجائے ’شے‘ سے مختص کرتے ہیں اُن کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کسی نے آج تک ’پنیر‘ یا ’سیب‘ کے معنی کو نہیں چکھا۔ یُوں ’پنیر‘ کے معنی کا کسی بھی غیر لسانی واقفیت سے استنباط نہیں کیا جاسکتا۔ ایک نئے لفظ کو متعارف کرنے کے لیے ’لسانی نشان‘ کی ضرورت بہر طور رہتی ہی ہے۔

ماہرِ لسانیات اور لفظوں کو اپنے روزمرہ کے معمولات میں برتنے والے ’عام آدمی‘ کی ہر دو حیثیتوں سے ہمارے لئے، کسی بھی ’لسانی نشان‘ کے معنی سے مُراد یہ ہوگا کہ اُس نشان کا مزید کسی متبادل نشان کی صُورت میں ترجمہ کردیا جائے۔ بالخصوص ایک ’زیادہ ترقی یافتہ نشان کی صُورت میں‘۔

امریکی ناقد جیکبسن (Roman Jakobson) نے ’لسانی نشان‘ کے معنی کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ ۱

یعنی اس کا اُسی زبان کے کسی دوسرے نشان میں ترجمہ کیا جاسکتا ہے، اُس کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کیا جاسکتا ہے یا اُس کا مفہوم علامتوں کے غیر لسانی نظام کے ذریعے واضح کیا جاسکتا ہے۔ ان صُورتوں کو بالترتیب

1 – Intra Lingual Translation.

2 – Inter Lingual Translation.

3 – Inter Semiotic Translation.

کہا جاسکتا ہے۔

پتہ چلتا ہے کہ کسی زبان میں ترجمہ، خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو اصل عبارت کے حُسن اور اثر پذیری کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ خود یوجین اے۔ نیڈا ہی کے وضع کردہ اُصولوں میں سے اُصول نمبر ۱ معنی کا ایک جہان گُم کردیتا ہے۔

۱۔ مضمون: On Linguistic Aspecte of Translation ’مشمولہ: ’On Translation‘ مرتبہ: براور

اصول نمبر ۲ میں مترجّم اپنی طرف سے زائد معلومات ترجمے میں شامل کردیتا ہے ۔ جس کی ایک مثال نذیر احمد دھلوی کا ترجمہ قرآن مجید ۱ ہے ۔ اس ترجمے میں محاورات کے اِستعمال نے معانی کو وہ کچھ نہیں رہنے دیا جو عربی زبان میں مُراد تھا ۔

سوقیانہ الفاظ و محاورات اور عامیانہ لب و لہجہ کو تو ایک طرف رہنے دیجئے ۔ مولانا نے 'عورتیں مردوں کا لباس اور مرد عورتوں کا لباس' لکھنے کی بجائے 'مرد عورت کا چولی دامن کا ساتھ ہے' لکھا ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مفہوم کو واضح کرنے کے لئے بریکٹ میں الفاظ یا فقرے اپنی طرف سے بڑھا دیتے ہیں ۔

'سورۂ لہب' کا ترجمہ کرتے ہوئے ص ۷۳۱ (پاکستانی ایڈیشن) میں:

وَامْرَاَتُہٗ ط حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ج

کا ترجمہ ہے: 'اور (اس کے ساتھ) اُس کی جورو (بھی) جو لگائی بجھائی کرتی پھرتی ہے' ۔

حواشی میں لکھتے ہیں: ''حَمَّالَةَ الْحَطَبِ'' کے معنی ہیں لکڑیوں کی اُٹھانے والی اور عربی محاورے میں چُغلخور کو بھی کہتے ہیں اور ایسا ھی فارسی میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی محاورہ ایک شعر میں اختیار کیا ہے:

میانِ دو کس جنگ چوں آتش پرست
سخن چین بدبخت ھیزم کش است'

ترجمہ اور حواشی کی اس آزادی کے خلاف مولانا اشرف علی تھانوی نے 'ردِ ترجمۂ دھلویہ' کے نام سے ایک کتاب مرتّب کی تھی ۔

اصول نمبر ۲ کے یہ نقائص ابو الکلام آزاد کے 'ترجمۃ القرآن' میں بھی موجود ہیں، آزاد اصل کو من و عَن پیش کرنے کی لاکھ کوشش کریں لیکن متوسل کی حیثیت سے وہ اپنی شخصیت اور اسلوبِ نگارش کو الگ نہیں رکھ سکتے ۔ یہی مشکل یا عیب شاہ عبدالقادر کی سادگی اور 'ترجمان القرآن' کی پرکاری میں بھی موجود ہے ۔

پہلی صورت میں ضروری نہیں کہ کسی لفظ کا اُسی زبان میں مناسب

۔ تقریباً بیس سال سے یہ ترجمہ کمیاب و نایاب ھوگیا تھا ۔ اب حال ھی میں تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان نے اسے دوبارہ شائع کردیا ہے

مترادف یا متبادل لفظ مل جائے ۔ مثلاً ہر 'Celibate' کو 'Bachelor' تو کہا جاسکتا ہے لیکن ہر 'Bachelor' کو 'Celibate' نہیں کہا جاسکتا ۔ اسی طرح دوسری صورت میں یعنی 'Interlingual Translation' میں بھی ضروری نہیں کہ دوسری زبان میں ٹھیک مترادف یا متبادل لفظ پایا جاتا ہو ۔

یوجین اے نیڈا (Eugene A. Nida) نے دُنیا بھر کی زبانوں میں بائبل اور اناجیل کے تراجم کا جائزہ لیتے ہوئے اس نوع کی مشکلات کا سدِباب کرنے کی خاطر الہامی کتب کے ترجموں کے چند بنیادی اُصولوں کی نشاندھی کی ہے ۔ جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:[1]

"1. Language consists of a systematically organized set of oral awal symbols. By oral-aural we are simply emphasizing the fact that such symbols not only are utered by the vocal apparatus of the speaker but are also received and interpreted by the listener. The writing system of any language is a dependeut symbolic system and only imperfectly reflects the "spoken-heard" from of language.

2. Associations between symbols and reprecents are essentially arbitrary. Even onomatopoetic forms bear only a "culturally conditioned" resemblance to the sounds which they are designed to imitate. For example, the equivalent of our tramp tramp is kù kà in Luvalc, a bantu language of Central Africa, and mingodongodona in Malagasy.

3. The segmentation of experience by spcecb symbols is essentially arbitrary. The different scts of words for color in various languages are perhaps the best ready evidence for such essential arbitrariness. For example, in a high percentage of African Languages there are only three "color words," corresponding to our white, black, and red, which nevertheless divide up the entire spcctrum. In the I arahumata language of Mexico, there are five basic color words, and there "blue" and "green" are subsumed under a single term. The comparison of related sets of words in any field of experience-kinship terms, body parts, or classification of plants-reveals the same essentially arbitrary type of segmentation. Since, therefore, no two languages segment experience in the same way, this means that there can never be a word-for-word

---

[1] ۔ بحوالہ: مضمون ۔ 'Bible Translating'
مشمولہ: 'On Translation'

typed of correspondence which is fully meaningful or accurate.

4. No two languages exbition identical systems of arganizing symbols into meaningful expressions. In all grammatical features, that is, order of words, types of dependencies, markers of such depentency relationship, and so on, each language exhibits a distinctive system.

یہ چاروں اصول اپنی کل یا جزوی حیثیت میں سبھی الہامی کتب کے تراجم کے باب میں مستقل اہمیت رکھتے ہیں ۔ لیکن ان انتہائی جامع اُصولوں کی روشنی میں بھی دیکھا جائے تو اصول نمبر ۳ میں لفظی نشست و برخاست کی تبدیلی کے ساتھ قاری تک بات اس طرح نہیں پہنچتی جس طرح مصنف پہنچانا چاہ رہا تھا ۔ . . .

سو پتہ چلا کہ ترجمہ، ترسیل اور ابلاغ کی ایک ایسی صُورت ہے جو اَصل اظہار کو کسی نہ کسی سطح پر ضرور مجروح کردیتی ہے ۔ ترسیل کی ناکامی کے اس المیہ کو یوجین اے ۔ نیڈا نے چند اشکال کے ذریعے واضح کرنے کا جتن کیا ہے ۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

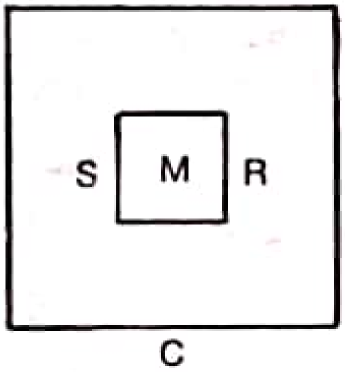

Figure 1

"In the diagram of Figure 1 S stands for source (the speaker as source and encoder). M is the message as expressed in accordince with the particular structure (the inner square in this instance) of the language. The message may include any thing from a single word to an entire utterance. R is the receptor (including decoder and receiver), and the outer square(designated by C) represents the culiural context as a whole, of which the message(as a part of the language) is itself a part and a model (compare similarity of shapes)."

ترسیل اور ابلاغ کی اس صُورت کو فرض کرلینے کے بعد اگر ہم انگریزی کے ایک عام سے لفظ 'Love' پر ھی غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ

یہ لفظ یونانی الفاظ:

(1)Earô, (2) Agapaô, (3)Phileô, (4)Stergô

کے متبادل معانی میں برتا جاتا ہے، لیکن یہی یونانی الفاظ بالترتیب:

“To whave a passion for” “To appreciate the value of”, “ to be friendly with” “to have affection for”.

کے متبادل بھی ہیں ۔ بعینہ اگر ہم یونانی زبان کے مُبتدّی، ثانوی درجے کے کسی طالب العلم سے یونانی لفظ 'Loogos' کے معنی دریافت کریں تو وہ جواب میں کہے گا: 'اس کے معنی ہیں 'لفظ' جبکہ 'سکاٹ اور لیڈل ڈکشنری' میں اس ایک یُونانی لفظ کے ستّر (۷۰) سے زائد معنی درج کئے گئے ہیں ۔ اس کے باوجود کہ وہ تمام کے تمام معنی بائبل میں برتے گئے اِسی لفظ کی معنویت کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں ۔ پھر یہ کہ یونانی زبان میں لفظ 'Word' کی طرح کے دو الفاظ اور بھی ہیں یعنی 'Epos' اور 'Rhema' ۔ جہاں یہ صُورت ہو تو لفظوں کی درست نشست و برخاست اور لمبے اُلجھے ہوئے جُملوں کا مخصوص آہنگ کیا خاک انگریزی میں منتقل ہوگا ۔

اس روشنی میں ترسیل کا سہ زبانی اشکالی نظام کچھ یُوں ہوگا:

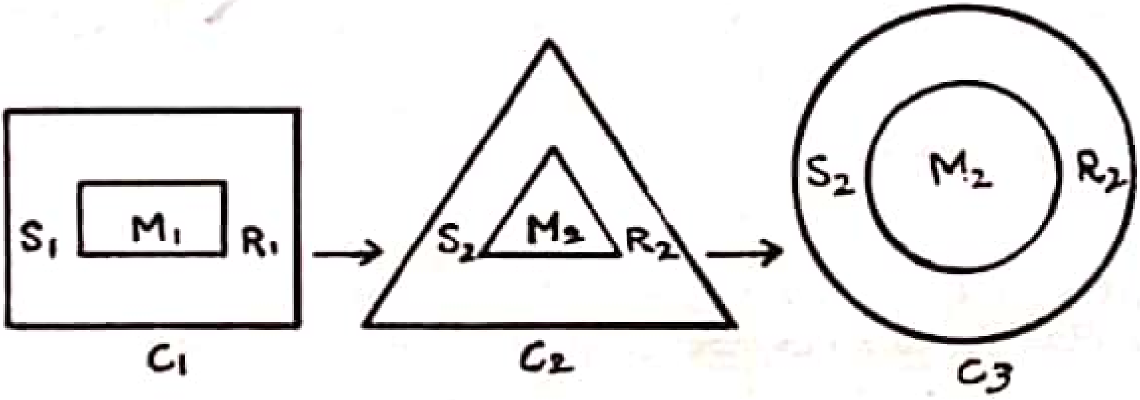

(نوٹ) یہاں یونانی سے انگریزی اور انگریزی سے اُردو ترجمہ مُراد ہے، اور اشکال کی پہلی مثال کی طرز پر ترسیل کی اس ناکامی کو بخوبی محسوس کیا جاسکتا ہے ۔

تو پتہ چلا کہ اگر ہم نے انگریزی کی معرفت کسی یونانی تحریر کو اُردو میں منتقل کیا تو اصل یونانی تحریر کی معنویت کا ایک فیصد بھی اُردو میں منتقل کرنے سے قاصر رہے ۔

اسی نوع کی دقتوں کو شمار کرتے ہوئے جیکسن میتھیوز (Jackson Mathews) لکھتا ہے:۱

"The translator may migread his model in a number of ways; he may not see what is to be seen nor hear what is tobe heard in it."

دراصل زبان کا ایک مزاج ہوتا ہے اور اس مزاج کا خیال رکھنا ھی مترجم کا اصل کام ہے۔ یہاں 'مزاج' سے مُراد زبان کی قومی اور تہذیبی روایت ہے۔ یہ مزاج جغرافیائی، تاریخی، معاشی اور سماجی اختلاط سے بنتا ہے۔ بقول ظ۔ انصاری:

' جس طرح ایک قوم کے مشترکہ مزاج کے اندر رہتے ہوئے ہر فرد کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے اُسی طرح ہر زبان کے اندر الگ الگ زبانیں بھی ہوتی ہیں ۔ مشترکہ زبان پورے ایک سماج کی ہوتی ہے اور تاریخ کے ایک دَور کی ہوتی ہے ۔ لیکن اس ایک مشترکہ قومی زبان کئے اندر الگ الگ لہجے ہوتے ہیں ۔ علاقوں کے لہجے، خِطّوں کی بولیاں، طبقوں کے رہن سہن اور حالاتِ زندگی کے مطابق اصطلاحیں اور محاورے، قبیلوں اور فرقوں کی تاریخی روایات کے مطابق تلمیحیں، تشبیہیں اور استعارے اور پھر ان سب کے بعد ایک مخصوص سماجی دَور کی اصطلاحیں، ان سے ایک زبان کے اندر کئی زبانیں پیدا ہوتی ہیں اور اُس وقت تک قائم رہتی ہیں جب تک سماج منفرّق رہتا ہے'۔ ۲

اس اقتباس سے جہاں ترجمے کی مشکلات کا اندازہ ہوتا ہے وہیں یہ نکتہ قابلِ توجہ ہے کہ 'ایک زبان کے اندر بھی کئی زبانیں ہوتی ہیں' ۔

یہ زبانیں صرف قبیلوں، مِلّتوں، فرقوں اور طبقوں کے اختلاف کی حامل ھی نہیں ہوتیں بلکہ اس میں مزاج کے اعتبار سے ایک ایک فرد کے یہاں اختلاف ہوسکتا ہے۔ مختلف النوع مزاجوں کے حامل افراد کے مکالمات کو ترجمہ کرنا ایک مشکل اَمر ہے۔ اس لئے کہ ہر ایک کا لہجہ اور مکالمے کے لئے منتخب کردہ الفاظ میں نمایاں فرق ہوگا۔ تلفّظ اور جملوں کی ساخت اُن کے مزاج کی آئینہ دار ہوگی۔ سو اگر ترجمہ نگار ایک زبان کے اندر پنپنے والی کئی زبانوں

۱۔ بحوالہ مضمون: 'Third Thoughts on Translating Poetry'
مشمولہ: 'On Translation' ص ٦٧

۲۔ مضمون: 'ترجمے کے بنیادی اصول' مطبوعہ: 'اَدبِ لطیف'، لاہور اگست ۱۹۵۳ء۔

کے راز سے ناواقف ہے تو وہ لفظ بہ لفظ ترجمہ کرتا چلا جائے گا اور وہ مفاہیم اور اشارے جو اُن الفاظ کی پُشت سے جھانک رہے ہیں ترجمے میں گم ہوجائیں گے۔

زبان کے اندر زبانوں کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ زبان ایک ہی ہے لیکن مختلف طبقوں، پیشوں اور مختلف زبانوں میں الفاظ و محاورات کا ورتاوا اور اُن کی ادائیگی مختلف ہوگی۔

زبان کے اندر زبانوں کی دوسری سطح زبان کی قدامت اور جدّت کے سبب پیدا ہوتی ہے جیسے میر تقی میر کے زمانے کی اُردو اور آج بیسویں صدی کی آٹھویں یا نویں دہائی کی اُردو میں فرق ہے۔

نامور مفکّر اے۔ کے بروھی نے ترجمے کی تین مشکلات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

" The Task of translating a book is not easy. It is most difficult to translate the holy scriptures for the obvious reason that thay reflect the word of God or state the mandates of heaven and here language reaches a degree of incandesense in the original which by any effort can only be made available in translation in cold if not empty words. Of course the translation of literature of information and of circumstances is quite easy provided you have the sympathy with the subject of which this particular species of literature treats.

A further problem is raised by the kind of language in which the original is written and its relationship with the kind of language into which it is sought tobe translated some languages have a close conceptual approach to presentation of abstract ideas and this may have been due to identical philological factors or they may have been influenced by common sources themselves. For instance it is easy to translate persian into urdu or french into Italian or Spanish or English into German. But it would be difficult to translate Japanese or Chinese in any Eastern or Western languages for the simple reason that these languages have their own temper, nuances and disposition".

Similarly, it is the mastery of the subject which a given translator haswhich enables him to translate a book effectively from one language to another". [1]

---

[1] "Importance and value of translation in Literature".

رائٹرس کانفرنس اکادمی ادبیاتِ پاکستان اسلام آباد کے اجلاس ٦ اکتوبر ۸۳ء میں پڑھا گیا۔

محوّلہ بالا اقتباس میں اے ۔ کے بروھی نے زیرِ ترجمہ زبان کی نوع، ہر دو زبانوں پر مکمل عبوراور موضوع سے مکمل واقفیت پر زور دیا ہے، جبکہ علمی اور فلسفیانہ نوعیت کی کتابوں کے ترجمے میں اس شعبۂ علم کی اصطلاحات کے ترجموں کا مسئلہ بھی خصوصی توجہ چاھتا ہے ۔ اسی طرح مترجم کو زبان کی علمی سطح اور اسالیب کے مسائل سے بھی دوچار ھونا پڑتا ہے ۔

بعضِ زبانوں میں تجریدی افکار اور تجریدی طریقۂ کار کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت ھوتی ہے اور وہ دقیق اور نازک سے نازک بحث کے لئے معنی خیز اور موزوں الفاظ، تراکیب اور اسالیب پیدا کرسکتی ہیں ،جبکہ بعض تجرید کی صلاحیت سے محروم ھوتی ہیں ۔ ایسی زبانوں میں موزوں اور متناسب اظہاری سانچے اور اسالیب پیدا کرنا خاصا دشوار ھوجاتا ہے ۔

بعض قوموں کا رویّہ جذباتی ھونے کے سبب اُن کی زبان بھی اُسی نوع کے اثرات قبول کرتی ہے، جس کے سبب ایسی زبانوں میں جذبات و احساسات کی لفظی پیکر تراشی آسان ھوتی ہے، لیکن علمی اور سائنسی موضوعات کا حق ادا کرنا انتہائی دشوار ھوتا ہے ۔ اس کے برعکس بعض قوموں کا رویّہ سائنسی یا منطقی ھوتا ہے جس کے سبب اُن کے نثری اظہار میں صلابت، متانت، سنجیدگی، ربط اور استدلال کا ترجمہ تو آسان ہے لیکن تخیل کی کارفرمائی کو اپنے اندر سمونا خاصا مشکل کام ہے ۔

ترجمہ کی جانے والی کُتب میں جاری و ساری آفاقی اقدار کا نظام بیک وقت ترجمہ نگار اور ترجمے کے قاری کے لئے آسانیاں بھی فراہم کرتا ہے اور دشواریاں بھی ۔ مثلاً ھومر کی 'ایلیڈ' کا مترجم کے لئے ترجمہ کرنا اور قاری کا اس سے لُطف اندوز ھونا ایک حد تک مشکل ہے محض اس لئے کہ 'ایلیڈ' میں خون کی طرح رواں قدیم دیومالا سے شُد بُد ضروری ہے جبکہ اس عظیم رزمیہ میں خیروشر کی کشمکش اور زندگی کے حُسن کی پیشکش آفاقی قدر ہے اور وہ کسی حد تک مترجم اور قاری کے لئے آسانیاں بھی فراہم کرتی ہے ۔

اب آئیے خالصتاً لسانی سطح پر ترسیل و ابلاغ کی ناکامی کی طرف ۔

اس ضمن میں پہلی بات تو یہ ہے کہ مصنف جو کچھ سوچتا ہے اسے من و عَن لفظوں کا جامہ پہنانے سے قاصر رھتا ہے ۔ سو اصل فکر لفظی پیکر میں ڈھلنے کے ساتھ ھی کم از کم ایک فیصد (اور بعض حالتوں میں پچاس فیصد) ویسی نہیں رھتی جیسی کہ دراصل تھی ۔

اس کی مثال یُوں ہے کہ ہم جو کچھ اپنی زبان سے کہتے ہیں وہ ہم خود بھی سنتے ہیں اور ہمیں احساس ہوتا ہے کہ ہم وہ کچھ نہیں کہہ پائے جو کہنا چاہتے تھے ۔ لیکن جو ہماری بات سُن رہا ہوتا ہے، وہ تو وہ کچھ بھی نہیں سُن پاتا جو ہم خود اپنے کہے ہوئے کو سُن پاتے ہیں ۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق سُننے والے تک بات گیارہ فیصد مسخ ہوکر پہنچتی ہے ۔ مثلاً 'وہ کانا ہے' 'وہ کھانا ہے' ۔

ہمارے لئے اس میں فرق ہے لیکن غیر زبان والوں کے لئے اس میں کچھ فرق نہیں ہے ۔ عربی میں ص ۔ س ۔ ث کے حروف میں فرق ہے اور یہی صورت خود ہمارے ہاں ہے ۔ سو 'بس' ، 'ثابت' اور 'صحیح' جیسے لفظوں میں حروف کا جناؤ اُن کی مناسبت سے ہوگا ۔ اہلِ مغرب (مترجمین) کو عرب یا ہمارے اہل زبان کی ضرورت جگہ جگہ محسوس ہوگی ۔ یہ جاننے کے لئے کہ 'ت' اور 'ط' میں فرق کیسے کریں ۔

یہی معاملہ انگریزی کا ہے ۔

اہلِ مشرق انگریزی بولتے ہیں اور روزمرہ کی بول چال میں ہم سُنتے ہیں:

"This is the truth"

"This is third class"

لیکن اس نوع کے غلط جملے صرف ہم ادا کرتے ہیں، انگریز اہلِ زبان کبھی یہ جملے ادا نہیں کرے گا ۔ پھر وہاں "W" اور "V" کا فرق ہے جو ہم بڑی مشکل سے سمجھ پاتے ہیں ۔

پتہ چلا کہ ہر زبان میں ہر لفظ اور حرف کی اپنی شخصیت ہوتی ہے ۔ اس شخصیت سے کامل آگہی اُسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اُس لفظ/حرف کی تہذیبی جڑوں سے واقف ہوں ۔

اسی طرح ایک لفظ کو ترجمہ کرتے وقت مترجم کے سامنے لُغت کے چھ (اور عربی میں بعض مقامات پر تیس سے زائد) مترادف الفاظ ہوتے ہیں ۔ مُشکل یہ ہے کہ کِسے چُنیں اور کِسے رہنے دیں ۔ اس مشکل میں بھی ہمارا اُس زبان سے متعلق لسانیات کا علم راہنمائی کرتا ہے ۔

مغربی زبانوں سے اُردو میں ترجمہ کرتے وقت جملے کی ساخت کا مطالعہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے ۔ جیسے انگریزی میں Subject اور Verb پہلے آتے ہیں جبکہ اُردو میں جملے کی ساخت اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے ۔

خود انگریزی زبان میں ہی جملے کی ساخت سے متعلق بحثیں ہوتی آئی ہیں ۔ مثال دیکھیے، انگریزی میں کہا جاتا ہے:

"Let us Table the motion" لیکن اس جُملے نے دوسری جنگِ عظیم کے موقع پر ایک اہم سربراہی کانفرنس ١ میں نزاعی صورت تیار کرلی ۔ وجہ یہ تھی کہ برطانیہ اور امریکہ میں اس جملے کے ورتاوے کا فرق تھا یعنی ایک جگہ تو اس کا مطلب تھا: 'معاملہ زیرِ بحث لایا جائے' ۔ جبکہ دوسری طرف اس کا مطلب یہ لیا گیا کہ: 'ہٹاؤ پَرے کرو' ۔

دس پندرہ منٹ تک فریقین یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ کہنے والا اس سے کیا مطلب لے رہا ہے ۔

اب انگریزی کا ایک اور جملہ دیکھئے:

"He beat his breast".

ہمارے ہاں سینہ کوبی 'احتجاج' کی علامت ہے جبکہ مرکزی افریقہ کی "Chokwe" زبان میں اس سے 'کسی کو مبارکباد دینا' مُراد لیا جائے گا۔ بعینہ "Pat himself on the back" کے معنوں میں ۔

بعض زبانوں میں لفظ کی تکرار زور دینے کے لئے کی جاتی ہے لیکن دنیا کی ہر زبان میں یہ اُصول کارگر ثابت نہیں ہوتا ۔ مثال کے طور پر فلپینی زبانوں خصوصاً Hiligaynon67 میں جس لفظ کی تکرار کی جاتی ہے اُس سے اُلٹ معنی مُراد لئے جاتے ہیں ۔ مثلاً جب انگریزی میں "Truly, Truly" کہا جائے گا تو Hiligaynon زبان میں اِس سے "Perhaps" کے معنی مُراد لئے جائیں گے ۔

اسی طرح سُوڈان کی "Nilotic" زبانوں میں "He went to Town" کہنے کے لئے جملے کی ساخت عجیب و غریب حد تک مختلف ہوجاتی ہے ملاحظہ کیجئے، وہاں کہا جائے گا:

"The Town was gone to by him" ۔

اب انگریزی اور اُردو کا موازنہ کرتے چلیں ۔ بعض مقامات پر ہم دیکھتے ہیں کہ انگریزی اُردو کے مقابلے میں کوسوں پیچھے ہے ۔ آسمان کے لئے انگریزی میں کُل اڑھائی لفظ ہیں ایک Sky ایک Firmament اور آدھا Heaven ۔ آخری لفظ کو آدھا کہنے کی وجہ

---

١ ۔ روزویلٹ اور چرچل جیسے لیڈروں سے متعلق ۔

یہ ہے کہ یہی لفظ بہشت کے لئے بولا جاتا ہے۔ مگر انگریزی کے کُل اڑھائی لفظوں کے مقابلے میں اُردو میں پورے چھ الفاظ ہیں۔ آسمان۔ گردوں۔ فلک، چرخ۔ سپہر اور آکاش۔ اسی طرح زمین، سورج، چاند اور ستاروں کا معاملہ ہے۔

انگریزی میں ایک لفظ Blood۔ اُردو میں تین الفاظ خُون، لہو اور دم۔

انگریزی میں ایک لفظ Bone۔ اُردو میں تین الفاظ ھڈی، استخوان اور عظم۔

انگریزی میں ایک لفظ Milk۔ اُردو میں تین الفاظ دودھ، شیر اور لبن۔

انگریزی میں ایک لفظ Ring، (بمعنی انگشتری) اُردو میں پانچ الفاظ چھلا، انگوٹھی، انگشتری، مُندری اور خاتم۔

انگریزی میں دو لفظ Bird اور Fowl۔ اُردو میں پانچ الفاظ پرندہ، طائر، مُرغ، پنچھی اور پکھیرو۔

انگریزی میں ایک لفظ Stone۔ اُردو میں تین الفاظ پتھر، سنگ اور حجر۔

اس فہرست سے جو ہزاروں الفاظ تک پہنچ جاتی ہے، یہ بات ظاہر ہے کہ انگریزی کے بے شمار اسماء کے لئے ایک ایک لفظ ہے۔ یہ محض اتفاقی اَمر نہیں۔ اس فرق کی وجہ ہر دو زبانوں کی ھئیتِ ترکیبی پر غور کرنے سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اُردو اور انگریزی کی ترکیب میں ایک بات مشترک ہے کہ یہ دونوں زبانیں مختلف زبانوں سے مل کر بنی ہیں۔ چنانچہ جس طرح انگریزی زبان کا ذخیرۂ الفاظ بیشتر جرمن، اینگلو سیکسن، فرانسیسی، ڈچ اور لاطینی سے آیا ہے اُسی طرح اُردو زبان کے الفاظ عربی، فارسی، سنسکرت، پراکرت اور ھندی سے ماخوذ ہیں۔ مگر اس مماثلت کے باوجود دونوں زبانوں میں ایک بنیادی فرق ہے۔ انگریزی جن زبانوں کے ملاپ سے بنی ہے وہ تمام کی تمام زبانوں کے ایک ھی گروپ یعنی یورپی گروپ سے تعلق رکھتی ہیں اور اُن کے اکثر الفاظ آپس میں ملتے جلتے ہیں۔ اس وجہ سے انگریزی کو ان مختلف زبانوں سے بسا اوقات ایک ھی لفظ حاصل ھُوا۔ جیسے Ear بمعنی کان کو اینگلو سیکسن میں Eare، جرمن میں Ohr، یونانی میں Ora اور ڈچ میں AAr کہتے ہیں، جو ایک ھی لفظ کی مختلف شکلیں ہیں۔ مگر اُردو زبان انگریزی کے مقابلے میں تین الگ الگ گروہوں سے تعلق رکھتی ہے۔

اُردو کے مقابلے میں انگریزی کی کم مائیگی کا احوال اس وقت کُھلتا ہے جب اس زبان میں ایک عام چیز کے لئے بھی پورا لفظ نہیں ملتا اور ایک ھی

لفظ کو دو علیحدہ علیحدہ چیزوں کے لئے استعمال کرنا پڑتا ہے ۔ مثلاً Weight کا لفظ باٹ اور وزن دونوں کے لئے مستعمل ہے ۔ Paper پرچے اور کاغذ دونوں کے لئے اور Kite چیل اور پتنگ دونوں کے لئے ۔ اس سے بعض اوقات شدید لفظی اور معنوی اُلجھاوے پیدا ہوجاتے ہیں ۔ جس کی جھلک اُردو کے دو ایک جُملوں کے انگریزی ترجمے میں دیکھنے کو ملے گی:

١ ۔ سُورج نکل آیا ہے ۔ آؤ دُھوپ میں بیٹھیں ۔

The Sun has risen. Let us sit in the Sun.

٢ ۔ اس باٹ کا کیا وزن ہے ۔

What is the weight of this weight.

اسماء کے علاوہ افعال کی سطح پر بھی اُردو زبان انگریزی سے بڑھ کر ہے مثلاً To Weep ایک انگریزی مصدر ہے ۔ جس کا اُردو میں ترجمہ رونا ہے ۔ اس سے اُردو زبان میں ماضی مطلق کی کم و بیش چھ علیحدہ علیحدہ صُورتیں پائی جاتی ہیں ۔ رویا، رو پڑا، رو لیا، رو دیا، رو چُکا، رو بیٹھا ــ جبکہ ان کا مرکزی مفہوم ایک ھی ہے اور معنوی اختلافات کے ھلکے رنگ الگ الگ دکھائی دیتے ہیں ۔ مگر انگریزی زبان میں ان الگ الگ معنوی اختلافات کا اظہار نا ممکن ہے ۔ ١

ایسا کچھ تو ہے، لیکن کیا وجہ ہے انگریزی سے براہِ راست یا انگریزی کی معرفت ترجمہ کرتے وقت ھمارے مترجمین-ترجمہ نگاری کا کوئی اعلیٰ معیار نہ پیش کرسکے ؟

اس کا صرف ایک ھی سبب ہے کہ ھمارے ہاں اسلوبیاتی سطح پر تجربہ کرنے اور دیگر زبانوں کے اسلوبی تجربات سے فائدہ اُٹھانے کی روایت نہ ھونے کے برابر رھی ہے ۔ اسلوبیاتی تجربات کے فقدان کے ساتھ ساتھ تلمیح اور اصطلاح کے باب میں بھی ھم نے بہت کم توجہ دی ہے ۔ ترقی یافتہ زبانوں میں تلمیحیں اور اصطلاحیں کثرت سے ہیں حتیٰ کہ تلمیحوں اور اصطلاحوں کی فرہنگیں الگ الگ تیار کی جاتی ہیں اور اس کی کوئی مثال ھمارے ہاں موجود نہیں ۔ پھر ھمارے ہاں جو حضرات اصطلاحیں وضع کرتے ہیں وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر اصطلاحی لفظ سے پورا مفہوم ادا ھوجائے ۔ حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے، دنیا

کی کسی زبان میں کوئی اصطلاح ایسی نہیں جس سے پُورا مفہوم ادا ہوتا ہو اور وہ علمی مسئلہ یا اصول پوری طرح سمجھ میں آجاتا ہو، جس کے لئے وہ اصطلاح وضع کی گئی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کی چھان پھٹک بھی ضروری ہوجاتی ہے اور ترجمہ کرتے وقت اصل زبان (جس سے ترجمہ کیا جارہا ہو) کے تلمیحاتی نظام پر بھی گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

کچھ یہی معاملہ محاورے کے معانی اور پس منظر کا بھی ہے۔ گو محاورے کا معاملہ اس قدر پیچیدہ نہیں جس قدر تلمیح اور اصطلاح کا ہے لیکن مختلف النوع علاقائی محسوسات اور تجربات بہرطور دقتیں پیدا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارے ہاں 'گُربہ کُشتن روزِ اوّل' اور 'ہماری بلّی اور ہمیں ہی میاؤں' کے مروّج استعمال میں برتری کا احساس بنیادی محرک ہے اور کالی بلّی کے راستہ کاٹنے کو منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن انگریزی میں (مغرب میں) 'بلّی' باقاعدہ جنس کی علامت ہے۔ اس علامت کی بھرپور تشریح ارنسٹ ہیمنگوے کے افسانے Cat in the Rain سے ہوتی ہے۔ اُردو/انگریزی زبانوں کے اس اختلاف کو مدِ نظر رکھا جائے تو انگریزی میں افسانے کا عنوان: Cat in the Rain ایک بلیغ استعارہ بنتا ہے جبکہ ہمارے ہاں عنوان: 'بارش میں بلّی' معنی اور تاثیر کے اعتبار سے انتہائی غریب ٹھہرتا ہے۔ اس نوع کے موقع پر ہمارا مترجم بے بس ہوجاتا ہے اور معنی کا وہ جہان ترجمہ ہونے سے رہ جاتا ہے جس کی ایک اچھے مترجم سے توقع کی جاسکتی ہے۔

برطانوی ولیعہد شہزادہ چارلس کی بیگم لیڈی ڈیانا نے اپنے ایک حالیہ ریڈیو انٹرویو (١٩٨٣ء) میں کہا تھا کہ: 'میں بیلے ڈانسر بننا چاہتی تھی لیکن قد سے مار کھا گئی'۔

یہ انگریزی سے جُوں کا تُوں اُردو میں ترجمہ ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو ایسا کرنے سے معنی کی سطح پر بہت بڑا گھپلا پیدا ہوگیا ہے۔

کامیاب بیلے ڈانسر کے لئے ناٹا قد مناسب رہتا ہے جبکہ ڈیانا سرو قد خاتون ہیں۔

محاورے میں ہمارے ہاں 'قد سے مار کھانا' ان معنی کے الٹ استعمال ہوتا ہے یعنی ایک چھوٹے قد کا فرد اگر قد کی بنا پر کامیابی حاصل نہ کرپائے تو کہا جاتا ہے کہ 'وہ قد سے مار کھا گیا'۔

---

١ ـ مشمولہ: 'The Snows of Kilimanjaro' پینگوئین ماڈرن کلاسیک سنہ ١٩٦٥ء

یہ تو محض ایک مثال پیش کی گئی ۔ اب اگر یہ سوچا جائے کہ ہمارے ہاں مترجمین نے ان چھوٹی چھوٹی لیکن انتہائی اہم باتوں کا کتنی فیصد خیال رکھا تو شاید مشکل سے چند ایک نام ایسے ملیں گے جو روزمرہ اور محاورے کے اختلاف کو صحیح طور پر اپنی گرفت میں لے سکے ۔

محاورے اور روزمرہ کے علاوہ لفظیاتی سطح پر مغربی زبانوں کی آپس میں قُربتیں ہیں جنہیں ہمارا مترجم نگاہ میں نہیں رکھتا اور ایک متعین اصول یا پیمانہ تصوّر کرکے ایسی فاش غلطیوں (یا جُرم) کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے جن کی تلافی ممکن ہی نہیں ہوتی ۔ فرانسیسی اور اطالوی زبان کی لفظی قُربت کی مثال ملاحظہ ہو: سر عبدالقادر لکھتے ہیں:

'اطالی زبان فرانسیسی زبان سے بہت کچھ مِلتی جُلتی بھی ہے ۔ ایک جگہ اس مشابہت سے خُوب کام نکلا ۔ فرانسیسی میں 'توت'۔ کُل کو کہتے ہیں ۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ اطالی میں بھی اس کے لئے یہی لفظ ہے ۔ صرف تلفظ میں ذرا فرق ہے ۔ ایک رستوران میں ہم بیٹھے تھے ۔ وہاں کے ملازم سے کھانا مانگا مگر گونگوں کی طرح فہرست لے کر ایک چیز پر انگلی دھرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ لاؤ ۔ وہ جاتا تھا۔ اور آکر کہتا تھا: 'ترمیناتو' یعنی ختم ہوگیا ۔ اب نہیں جانتے تھے کہ اسے کیونکر کہیں کہ کچھ باقی بھی ہے یا نہیں ۔ جب دو تین دفعہ اس نے یہی جواب دیا ۔ میں تنگ آگیا اور میں نے فرانسیسی لفظ کو اطالی صورت دی اور خفا ہوکر کہا 'تو تو ترمیناتو' یعنی سب کچھ ختم ہوگیا ؟ اتفاق سے یہ فقرہ دُرست ہوگیا ۔ وہ چوکنّا ہوگیا اور اس نے وہ چیزیں گِن دیں جو اس کے پاس موجود تھیں' ۔

('سیاحت نامۂ یورپ' سے اقتباس)

اب دیکھا جائے تو فرانسیسی اور اطالوی زبانوں میں مشابہت پیدا کرنے کا یہ کوئی طے شُدہ اُصول نہیں محض تُک بندی والا معاملہ ہے ۔ جبکہ اس طرح کی تُک بندی بہت عجیب و غریب اور مضحکہ خیز صُورتیں بھی سامنے لاسکتی ہے ۔

جُملے کی ساخت اور فضا بندی سے گمراہ کُن نتائج پیدا ہونے کے سلسلے میں بھی ایک مثال دیکھتے چلئیے ۔ جس کا سامنا خود مجھے کرنا پڑا ۔ ۱

---

۱ ۔ 'کرائے کی کوکھ' مطبوعہ: 'ساریکا' بابت: جُون ۱۹۷۷ ۔

ہندی کے معروف افسانہ نگار ڈاکٹر عالم شاہ خاں کے ایک طویل مختصر افسانے ۱ کو ترجمہ کرتے وقت مَیں ہندی لفظ 'سوپ' سے دھوکہ کھا گیا۔ پہلے یہ وضاحت کرتا چلوں کہ اس کے لفظی معنی 'چھاج' کے ہیں، جبکہ سوپ ایک اساطیری کردار بھی ہے۔ روایت ہے کہ سوپ نامی راون کی بہن رام پر عاشق ہوئی اور راون نے اُس کے بار بار اکسانے پر سیتاجی کو اغوا کیا۔ اس اعتبار سے سوپ کا کردار بدی کی علامت بھی ہے۔

اب ہندی سے من و عَن ترجمہ کی مثال ملاحظہ ہو:

'ایک رات اُسے غضب کا درد اٹھا اور دن چڑھنے سے پہلے اُس کی کوکھ نے بیٹی اُگل دی۔ کوٹھڑی کے باہر بیٹھے ہوئے آگوان نے اندر سے سوب کی دَھپ دَھپ آواز سُنی، تو اُس کے پیروں تلے کی زمین نِکل گئی'۔

لفظ 'سوپ' کے اساطیری پسِ منظر، جُملے کی ساخت اور فضا بندی کے حوالے سے سوپ اُردو ترجمے میں بھی جُوں کا تُوں رہے گا۔ زیادہ سے زیادہ حاشیہ میں اساطیری پسِ منظر کی وضاحت ممکن ہے۔ یُوں بھی اس موقع پر 'چھاج' کا کیا کام۔ لیکن حقیقت میں ہُوا یہ کہ اس جُملے کی ساخت، لفظ 'سوپ' کا اساطیری پسِ منظر اور افسانے کی فضا بندی گمراہ کر گئی۔ یہاں لفظ 'سوپ' نام کے طور پر نہیں آیا بلکہ 'چھاج' کے معنوں میں برتا گیا ہے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ 'چھاج' ہی کیوں 'راون کی بہن' کیوں نہیں؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لئے راجستھان کی اُس 'مخصوص رسم' سے جانکاری ضروری ہے، جس میں لڑکی کی پیدائش پر چھاج پیٹا جاتا ہے۔ مندرجہ بالا پیراگراف میں 'دَھپ دَھپ' قدموں کی آواز نہیں چھاج پیٹنے کی آواز تھی اور اس بات کا اعلان کہ گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔

اس پسِ منظر کو جان لینے کے بعد ہی ترجمے کا حق ادا ہوگا اور نشان زد کی جانے والی سطر یُوں ترجمہ ہوگی:

'کوٹھڑی کے باہر بیٹھے ہوئے آگوان نے اندر سے چھاج کی 'دَھپ دَھپ' آواز سُنی، تو اُس کے پیروں تلے کی زمین نِکل گئی'۔

سو بقول ظ۔ انصاری:

'ترجمہ کرنے والے کو اصل کی نقل کرنے میں ایک مصوّر اور اداکار کی طرح مصنّف کے ساتھ ہلاک ہونا پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ تالیاں بجانا، قہقہے لگانا اور کراہنا پڑتا ہے اور یہ سب کرلینے کے باوجود پوری طرح سنجیدہ اور لئے دیئے

رهنا پڑتا ہے۔ تب جاکر ترجمہ ایک آرٹ بنتا ہے اور تخلیقی درجہ حاصل کرنے کے قابل سمجھا جاتا ہے'۔

rekhta

۱۔ بحوالہ: 'ترجمے کے بنیادی اصول'، مطبوعہ: 'ادبِ لطیف' لاہور، اگست ۱۹۵۳ء

آخر ترجمہ ھی کیوں ؟

عام طور پر دنیا بھر میں ترجمہ چار وجوہات کی بنا پر ھوا ۔

۱ ۔ مذھبی تقاضوں کے سبب پیغامِ الٰہی کی نشر و اشاعت کی صُورت میں ھمارے ہاں سیرام پور کے عیسائی مشنریوں اور شاہ عبدالقادر ۱، دونوں کا ترجمے کے بارے میں مقصد اور نقطۂ نظر یکساں تھا، وہ ایک عام آدمی تک خُدا کا کلام اور پیغام خود اُن کی زبان میں پہنچانا چاھتے تھے ۔ ترجمے کی ایسی ضرورت جو اس ضمن میں نظر آتی ہے خالصتاً مذھبی تقاضوں سے پیدا ھوتی ہے اور پیغامِ الٰہی کی نشر و اشاعت کا ذمّہ لیتی ہے ۔

۲ ۔ قومی سطح پر ترقی یافتہ اقوام کے علوم و فنون و ادبیات سے واقفیت حاصل کرنے کی خاطر اس باب میں ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:

'جس طرح یونان کا اثر رومہ اور دیگر اقوام یورپ پر پڑا، جس طرح عرب نے عجم کو اور عجم نے عرب کو اپنا فیض پہنچایا، جس طرح اسلام نے یورپ کی تاریکی اور جہالت کو مٹاکر علم کی روشنی پہنچائی، اسی طرح آج ھم بھی بہت سی باتوں میں مغرب کے محتاج ہیں ۔ یہ قانونِ عالم ہے جو یُوں ھی جاری رھا اور جاری رہے گا:

'دیے سے دیا جلتا رھا ہے'

جب کسی قوم کی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے اور وہ آگے قدم بڑھانے کی سعی کرتی ہے تو ادبیات کے میدان میں پہلی منزل ترجمہ ھوتی ہے' ۔ ۲

۳ ۔ گھٹن کے خلاف، تازہ ھوا کی جُستجو بقول ڈاکٹر سہیل احمد خاں:

'پابندیوں کے زمانے میں ایسے افسانوں اور ایسی نظموں کے تراجم زیادہ ھونے لگتے ہیں جن میں پابندیوں کے خلاف باغیانہ لہجہ یا جبر کا احساس نمایاں ھو ۔ ایسی صورت میں ھم کہہ سکتے ہیں کہ بہت سے ادیبوں کی یہ رُوحانی ضرورت بن گئی ہے یا وہ شعوری طور پر تہذیبی اور سماجی صورتِ حال کے پسِ منظر میں ایک خاص نوع کی تخلیقات سے دلچسپی رکھنے پر مجبور ہیں ۔ وہ باتیں جنہیں وہ خود بیان نہیں کرسکتے انہیں ترجموں کی زبان سے ادا کررھے ہیں ۔ اس طرح کے تراجم خود ان ادیبوں کے گرد کھڑے جبریت کے حصار

کو کسی حد تک توڑتے ہیں اور قاری بھی صورتِ حال کے بعض کوائف کو اُن میں پہچان کر ایک حد تک ان کے ذریعے جبر و احتساب کی فضا سے نکل آتا ہے۔ اس لحاظ سے ان تراجم کا جواز اصل تخلیقات کے بعض موضوعات میں پوشیدہ ہوتا ہے' ۔ ۱

۴ ۔ ہمارے ہاں پاکستان میں ترجمہ کی ضرورت بنیادی اہمیت رکھتی ہے ۔ یہاں انگریزی سرکاری اور تعلیمی زبان رہی ۔ آزادی کے بعد اُردو زبان کو اپنی حیثیت منوانے کے لئے اور بالخصوص اپنی زبان ھی کا سہارا لے کر ترقی کی منازل طے کرنا تھیں ۔ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ سرکاری، تعلیمی، علمی اور اَدبی اُمور کے لئے دنیا بھر کی زبانوں سے اُردو میں تراجم کئے جائیں ۔ تاکہ ایک تو اُردو کے علمی ادبی سرمایہ میں اضافہ ہوسکے، دوسرے دفتری، عدالتی اور سرکاری اُمور کو جلد از جلد اُردو میں انجام دیا جاسکے ۔

ترجمے کی اقسام:

جہاں تک ترجمے کی مختلف اقسام کا تعلق ہے، اُن میں حسبِ ذیل بنیادی حیثیت کی حامل ہیں:

۱ ۔ علمی ترجمہ،
۲ ۔ اَدبی ترجمہ،
۳ ۔ صحافتی ترجمہ،

اسی طرح ترجمہ کی تین راہیں ہیں:

۱ ۔ لفظی ترجمہ،
۲ ۔ آزاد ترجمہ،
۳ ۔ معتدل ترجمہ (تخلیقی ترجمہ)

اس تیسرے یا اعتدال کے ترجمے کو ہم تخلیقی ترجمہ بھی کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ جب اس کی تمام شرائط پوری ہوجاتی ہیں تو وہ صرف تقلید یا نقل نہیں رہ جاتا بلکہ اس میں ایک اپنا فنی حُسن پیدا ہوجاتا ہے ۔ بقول ظ ۔ انصاری:

'خیال اور مفہوم کو اس کے باریک سے باریک پیچ و خم کے ساتھ ادا کرنے

---

۱ ۔ بحوالہ: 'ادبی ترجمے کے مسائل' مشمولہ: 'طرزیں' قوسین مولچند سٹریٹ، لاہور ۔ ۱۹۸۲ء

کے لئے ترجمہ کرنے والے کو مصنف کے ساتھ اس طرح چلنا چاھئے جیسے سوشلسٹ انقلاب کی راہ میں محنت کشوں کو انقلابی پارٹی کے ساتھ چلنا ھوتا ہے کہ قدم سے قدم بھی ملتے رھیں اور آگے نکل جانے یا پیچھے چھٹ جانے کا بھی امکان نہ رہے' ۔ [1]

یہ صُورت لفظی یا آزاد ترجمے میں پیدا ھو ھی نہیں ھوسکتی ۔

علمی ترجمہ:

اس ذیل میں تمام سائنسی علوم و فنون کی کتابیں آتی ہیں ۔ علمی ترجمہ عام طور پر لفظی ترجمے کی ذیل میں آتا ہے ۔ اس میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ جس کسی لفظ یا اصطلاح کا جو ترجمہ ایک جگہ کیا جاتا ہے وہ ان معنوں میں ہر جگہ استعمال کیا جائے ،تاکہ ترجمے میں یکسانیت برقرار رہے اور قاری کا ذہن کہیں بھی الجھنے نہ پائے ۔

علمی تراجم میں اہم مسئلہ علمی اصطلاحات کے مترادفات ڈھونڈنے کا ھوتا ہے ۔ علمی اصطلاحات وضع کرنے وقت اس اَمر کا بالخصوص خیال رکھا جانا چاھئیے کہ اصطلاحیں مسلمہ اُصولوں کے عین مطابق ھوں، نیز لاطینی، یونانی اور دوسرے سابقوں اور لاحقوں کے ترجمے/مترادفات میں یکسانیت کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے ۔ جہاں تک علمی اور فنّی تراجم کا تعلق ہے، ضروری ہے کہ متعلقہ مضمون (علم و فن) کا ماہر ھی یہ کام انجام دے ۔ اس کا سب سے بڑا سبب اور ضرورت یہ ہے کہ ہر علم و فن میں اصطلاح کا مضمون سے متعلق اپنا مفہوم ھوتا ہے جو دوسرے علوم و فنون میں نہیں ھوتا مثلاً 'ثقافت' کا لفظ عمرانیات میں کچھ اور معنی دیتا ہے اور فنون میں اس کا کچھ اور مفہوم متعین ہے جبکہ لُغت میں اُس کے متعدد معنی درج ہیں ۔ عملی سطح پر اس کی ایک بہترین مثال مولانا ظفر علی خاں کا ترجمہ 'معرکہ مذھب و سائنس' ہے ۔ اس ترجمے میں بقول ڈاکٹر عبدالحق:

'ایک تو علمی اصطلاحات و علمی مباحث، دوسری زبان کی خوبی و

---

[1] ۱ ۔ بحوالہ: 'ترجمے کے بنیادی اصول' مطبوعہ: 'ادبِ لطیف' لاھور اگست ۱۹۵۳ ء

فصاحت اور اُردو کی بے بضاعت زبان میں ان دونوں کو قائم رکھنا بہت دشوار تھا' ۔ ١

تاریخ و ثقافت سے متعلق سید علی بلگرامی کے تراجم (تمدن ھند اور 'تمدن عرب' از گستاؤ لی بان) کا شمار اسی ذیل میں ھوگا۔ اس نوع کے ترجمے کی بابت جیلانی کامران لکھتے ہیں:

'غیر ادبی تصانیف کا ترجمہ دراصل ایک زبان کی لسانی موت سے پیدا ھوتا ہے اور دوسری زبان کی لسانی افزائش کا باعث بنتا ہے ۔ 'لسانی موت' کی ترکیب قابلِ غور ہے ۔ میں نے اسے استعارةً استعمال کیا ہے ۔ کیونکہ ھم جس زبان سے ترجمہ کرتے ہیں اُس کے الفاظ ھمیں عزیز نہیں ھوتے اور نہ ھمیں اُس کی لسانی خوبیوں سے کوئی تعلق ھوتا ہے ۔ ھمیں لفظوں کی شکل و صورت، اُن کے تلفظ اور اُن کے حُسن اور موسیقی سے کوئی دلچسپی نہیں ھوتی ۔ دلچسپی ھوتی ہے تو صرف اُس شے سے جو لفظوں کا لباس پہنے لفظوں کے پرے کسی طلسمی راز کے طور پر موجود ھوتی ہے ۔ ھم اُسے برآمد کرنے اور اپنی زبان میں کامیابی اور ایمانداری سے منتقل کرنے کے لیے الفاظ کے سب ناطے اور اصل زبان کے سلسلے فراموش کردیتے ہیں اور یُوں سمجھتے ہیں کہ اصل زبان مر چُکی ہے اور ھم اُس کے جادو سے اپنی زبان کو زندہ کرنا چاھتے ہیں' ۔

اَدبی ترجمہ:

اس نوع کے ترجمے کے لئے ضروری ہے کہ بامحاورہ کیا جائے اور اپنی زبان کے روزمرّہ تشبیہات، ضرب الامثال، استعارات و کنایات اور رُموز و علامات سے کام لیا جائے تاکہ ترجمے میں اَدبی رنگ آجائے اور ترجمہ طبع زاد سے کم تر دکھائی نہ دے ۔

اس باب میں اے ۔ کے بروھی لکھتے ہیں:

"The art of translation, let me put it as clearly as I can, is not based on mechanical law of caugation but on the law of personal sympathy. It is a Human transaction.

یُوں اِدبی ترجمے میں مترجم اپنے خیال، اپنے وجود، اپنے جذبے، اپنی انا

---

١ ۔ 'مقدمات' حصّہ اوّل انجمن ترقی اُردو ص ۵۴

٢ ۔ بحوالہ: 'ترجمے کی ضرورت' مشمولہ: 'تنقید کا نیا پسِ منظر' مطبوعہ لاھور

پیشگی اور اپنے قلم کو اصل مصنف کے تابع کردیتا ہے۔ صرف اس خیال سے کہ اگر فلاں بات اور فلاں عبارت مصنف کو ہماری زبان میں لکھنا ہوتی تو وہ کس طرح لکھتا۔ جس طرح اصل مصنف اِس دوسری زبان میں اُسے لکھتا، ترجمے میں بعینہٖ ویسا لکھنے کا جتن کیا جاتا ہے۔

سَو باتوں کی ایک بات کہ ادبی ترجمے کے لئے ادبیت کا حامل ہونا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں مزید بحث آگے آئے گی۔

صحافتی ترجمہ:

اسے 'کُھلا ترجمہ' بھی کہا جاتا ہے۔ اس نوع کا ترجمہ مفہوم کے ترجمے کی ذیل میں آتا ہے۔ بقول ڈاکٹر مسکین حجازی:

'مفہوم کا ترجمہ کرنا سب سے زیادہ آسان ہے۔ ایسے ترجموں میں کسی پابندی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مترجم کے لئے یہ آسانی ہوتی ہے کہ اصل مفہوم سمجھ کر اپنی زبان میں اپنے طور پر بیان کردے، جس فن کا ترجمہ کرنا مقصود ہو، اگر وہ طویل اور پیچیدہ جملوں پر مُشتمل ہو تو لازمی نہیں کہ اس کا ترجمہ بھی اُسی طرح طویل اور پیچیدہ جملوں میں کیا جائے۔ بہتر ہے کہ اصل مفہوم کو چھوٹے چھوٹے سادہ جملوں میں ادا کیا جائے'۔ ۲

مولانا عبدالمجید سالک کے نزدیک:

'اخباری ترجمے میں سب سے مقدم مصلحت یہ ہے کہ مطلب بالکل واضح اور عبارت قطعی طور پر سلیس ہوجائے تاکہ تمام پڑھنے والوں کو کوئی اُلجھن نہ ہو۔ اس کے لیے اپنی زبان کا محاورہ سب سے بہتر رہنما اور معاون ہے۔ اگر اخباری مترجم سادگی، سلاست اور محاورہ اردو کو مدّ نظر رکھ کر ترجمہ کریں تو خود بھی آرام سے رہیں اور پڑھنے والوں کے ذہن بھی نہ اُلجھیں۔ ان کو چاہیئے کہ جہاں انگریزی کے فقرے کی ترکیب پیچیدہ اور طویل پائیں وہاں اس کی چیر پھاڑ کردیں اور ترجمہ کرنے کے بعد ایک دفعہ پڑھ کر دیکھ لیں کہ آیا اصل مطلب ادا ہوگیا ہے۔ اگر ہر پہلو سے مطلب ادا ہوگیا ہو تو سبحان اللہ ورنہ ادھر اُدھر کمی بیشی کرکے اسے پورا کردیں۔ ڈکشنری مترجم کا سب سے بڑا ہتھیار ہے

۱۔ ''Importance and value of translation in literature'' 'رائٹرز کانفرنس' اکادمی ادبیاتِ پاکستان۔ اسلام آباد میں ٦ اکتوبر ۱۹۸۳ء کو مقالہ پڑھا گیا۔

۲۔ بحوالہ: ''فنِ ادارت'' مطبوعہ لاہور ص ۲۹۳

44579

اور اس سے ہر ممکن مدد لینی چاہئے اور کبھی اس غلط فہمی میں نہ رہنا چاہئیے کہ ہم بڑے انگریزی دان اور بڑے اُردو خوان ہیں ۔ کیونکہ ممکن ہے وقت پر کسی لفظ کا صحیح اور موزوں ترجمہ نہ سُوجھے اور ڈکشنری دیکھنے سے ایسا نفیس لفظ ہاتھ آجائے جو فقرے میں جان ڈال دے' ۔ ۱

چونکہ ابتداء میں زیادہ تر سروکار انگریزی سے تھا ۔ اس لئے صحافتی/اخباری ترجموں کے سبب ایک مخصوص صرف و نحو اور اسلوب کا بھی اُردو پر اثر انداز ہونا لازمی تھا۔ اس سلسلے میں سید ہاشمی فرید آبادی لکھتے ہیں:

'اُردو ترجمے میں ابتری اور اس کی بدولت خود زبان کی فصاحت میں خرابی کا ایک سبب اُردو روزنامے ہوئے، جن میں سے زیادہ تر انگریزی سے اطلاعات اور تار کی خبریں بہت جلدی میں ترجمہ کی جاتی ہیں، ان کی زبان (اور طباعت بھی) سخت اصلاح کی محتاج ہے۔ صاف اور بامحاورہ زبان میں ترجمہ کرنے والے مشّاق مترجم ابھی تعداد میں کم اور مہنگے ہیں' ۔ ۲

ہمارے ہاں صحافتی/اخباری تراجم جیسے بھی ہوئے ہوں، ان سے اتنا ضرور ہُوا کہ ہماری زبان صاف ہوگئی اور اس کے بیانیہ نے ترقی کی ۔ یہاں تک کہ مولانا ظفر علی خاں جیسے نادرِ روزگار صحافی پیدا ہوئے ۔ ظفر علی خاں نے بیسیوں سیاسی، معاشرتی رہن سہن کی اور علمی اصطلاحیں وضع کیں جن میں سے بعض انتہائی بھاری بھرکم اور بعض انتہائی برجستہ اور ہلکی پُھلکی تھیں لیکن اُن کے زورِ قلم نے ہر دو اقسام کی وضع کردہ اصطلاحات (اخباری) کو عام کردیا ۔

صحافتی ترجمہ کی بدولت، جس کا انداز مقرر کرنے میں مولانا ظفر علی خاں اور مولانا عبدالمجید سالک کا بہت حصہ ہے، ہمیں واقعیت، جچی تُلی بات کرنے کا سلیقہ، رواں دواں تحریر اور اصلیت سے مطابقت پیدا کرنے کا ڈھنگ آیا ۔

چونکہ اخباری ترجمہ زیادہ بناؤ سنگھار اور خوش بیانی کی بجائے نفس مضمون ادا کرنے سے متعلق ہے اس لئے اُس کا ادبیّت سے دُور ہونا بھی ایک طرح کی خُوبی بن جاتا ہے ۔ صحافتی تراجم روزمرہ زندگی سے قریب ہونے کے

---

۱ ۔ بحوالہ: 'فنِ ادارت' از مسکین حجازی ص ۲۹۶

۲ ۔ بحوالہ: 'اُردو تراجم کا جائزہ' از ضمیر اظہر: مقالہ برائے ایم ۔ اے اُردو کراچی یونیورسٹی لائبریری ۔ بابت: سال ۵۵ ۔ ۱۹۵۴ ۔

سبب زبان کو نت نئے الفاظ اور پیشہ ورانہ اصطلاحات بخشنے اور اس میں وسعت پیدا کرتے ہیں ۔ یُوں بعض اوقات صحافتی ترجمہ بھی تخلیقی اَدب پر اثرانداز ہوتا ہے ۔

آج کے جدید دَور میں اُردو صحافت کا ترجمے کے حوالے سے بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ملک میں اصطلاح سازی اور ان کی معیار بندی کا مرکزی نظام موجود نہیں اور نہ ھی مختلف قومی اداروں کی وضع کردہ اصطلاحات ابھی تک بوجوہ رائج ہو پائی ہیں ۔ علاوہ ازیں ایجادات و انکشافات کے اس دَور میں تقریباً ھر روز نئے نام اور اصطلاحیں وضع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے ۔ معیار بَندی کا مرکزی نظام نہ ہونے کے باعث اخبار میں 'Space Module' کا ترجمہ ایک اخبار میں 'قمری گاڑی' چھپتا ہے، تو دوسرے میں 'خلائی گاڑی' تیسرے میں 'مہتاب پر چلنے والی گاڑی' اور چوتھے میں 'چاند گاڑی' ۔

یہ اس لیے ہے کہ اخبارات میں ترجمہ پر مامور عملے کی راھنمائی کے لیے نہ تو کوئی نظام ہے اور نہ ھی کوئی ادارہ ۔ ٹیلی پرنٹر اور تار سے جو عبارت ذرائع ابلاغ کے دفاتر تک پہنچتی ہے اس میں فرق ہے ۔ اس انگریزی عبارت میں ھجّوں کی غلطیاں اس کے علاوہ ہوتی ہیں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک ھی جگہ کا نام مختلف اخباروں میں 'خنجر کوٹ' ، 'کانجر کوٹ' اور 'کنجر کوٹ' چھپتا ہے ۔ اسم معرفہ کی پہچان سے متعلق یہ مسئلہ 'ٹائم' اور 'نیوز ویک' تک میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۔

صحافت میں انگریزی سے اُردو ترجمہ کرنے کے لئے دونوں زبانوں پر عبور کے علاوہ تاریخ اور جغرافیہ کا علم بھی ضروری ہے تاکہ ھم مردان کو 'مرڈان' (Mardan) اور ھوتی کو 'ھوٹی' (Hoti) نہ لکھ دیں ۔ اسی طرح مصر انگریزی میں منتقل ہوتا ہے تو بنتا ہے لیکن Egypt سے دوبارہ مصر بنانا تاریخ اور جغرافیہ کے عِلم اور واقفیت عامہ کے بغیر ممکن نہیں ۔ کچھ یہی صورت علوم و فنون، مشاغل اور کھیلوں کی معروف اصطلاحات سے واقفیت نہ ہونے کے سبب پیدا ہوتی ہے ۔

ترجمہ کون کرے ؟

ترجمہ خواہ ادبی ہو یا علمی، اس میں ضرورت ایک ھی قسم کی استعداد کی ہے یعنی حقیقی مناسبت کی تلاش اور وہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ انسان میں غیر معمولی اور تیر بہدف فہم و فراست ہو، جو کسی بات کے مالہ و ماعلیہ

کو فوراً بھانپ لے، مفہوم کی سو فیصدی صحیح تشخیص اور تعین کرے اور پھر اُسے ویسے ھی برجستہ اور برمحل الفاظ/اسلوب میں ادا کرے۔

اب بحث طلب اَمر یہ ہے کہ زبان دانی کا معیار کیا ہے اور وہ کونسی کسوٹی ہے جس پر کس کر یہ بتایا جاسکتا ہے کہ کون شخص زبان داں ہے اور کون نہیں؟

دیکھا جائے تو روزمرہ کی بول چال کے معاملے میں اہلِ زبان اور بیگانۂ زبان و لسان، نیم تعلیم یافتہ اور فارغ التحصیل سب برابر ہیں۔ جب تک کوئی شخص متواتر اور پے در پے زبان کی نزاکتوں اور اسلوبیاتی نظام پر غور نہیں کرتا اور جب تک اپنے افکار کو مختلف اور گوناگوں انداز سے لفظوں کی معرفت سامنے لانے کی مشق و مزاولت بہم نہیں پہنچاتا، اس وقت تک وہ ترجمے اور تصنیف و تالیف کی ذمّہ داریوں سے عہدہ برا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ ھمارے ہاں ترجمہ کے باب میں عام طور پر مترجمین اِن صفات سے عاری دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا صلاح الدین احمد اپنے ایک ریڈیو کالم میں فرماتے ہیں:

'ترجمہ لے کر بیٹھ گئے اور ایک زبان کے ایک لفظ کی جگہ دوسری زبان کا اس سے ملتا جلتا لفظ رکھتے ہوئے ایک سیدھی سڑک پر ہولئے اور جہاں کہیں اس سڑک پر کوئی رکاوٹ نظر آئی اسے طرح دے کر یا چکّر کاٹ کر برابر سے نکل گئے۔ اس عمل کے عامل کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ پڑھنے والے کے پلّے بھی کچھ پڑا یا نہیں مصنف کی رُوح کا کوئی ہلکا سا پَرتو بھی اُس تک پہنچا یا نہیں۔ پھر اس کام میں سوچنے سمجھنے کی کچھ ضرورت نہیں ہوتی، محض ایک ڈکشنری کی حاجت ہوتی ہے'۔

نتیجتاً ہوتا یہ ہے کہ بڑے عجیب و غریب ترجمے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مثالیں[1] دیکھئے:

۱۔ وہ ایک خوش نصیب سپاھی تھا۔ 'Soldier of Fortune' کا ترجمہ۔

۲۔ وہ اُن کو وقتاً فوقتاً ٹالتا رہا ہے۔ 'From Time to Time' کا ترجمہ۔

۳۔ برطانیہ اپنے اچھے اچھے دفاتر استعمال کرے گی۔ 'Good Office' کا ترجمہ۔

۴۔ یہ حکایت اُس رُوح میں نہیں لکھی گئی ہیں جو سعدی میں پائی جاتی ہے۔ 'Spirit' کا ترجمہ۔

---

[1] تمام مثالیں رسالہ 'نگار' جیسے اہم اَدبی جریدہ سے نقل کی جاتی ہیں۔

۵ ۔ کھیل ڈرامہ کی روح سے خالی ہیں ۔ 'Plays' اور 'Spirit' کا ترجمہ ۔

محولہ بالا مثالوں کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ترجمہ کرنا ہر کس و ناکس کے بَس کی بات نہیں ۔ یہ ایک تخصیصی نوعیت کا کام ہے ۔ صرف زبان دانی کی سطح پر اچھے مترجم کی خصوصیات میں جہاں اور بہت سے اُمور شامل ہیں وہیں زبان کی گرامر، لفظ کی شناخت، روزمرہ، استعارات و کنایات، علامات، تشبیہات، ضرب الامثال اور اُن بولیوں/زبانوں سے واقفیت بھی ضروری ہے جن سے اُردو زبان کی تشکیل عمل میں آتی ہے ۔ اس میں زبان کا مزاج، اسلوبی نظام اور پیرایہ اظہار کو بھی یکساں اہمیت حاصل ہے ۔

اب آئیے ترجمے کے ذریعے تہذیبی فضا کی منتقلی کے الجھیڑوں کی طرف ۔ ہمارے ہاں عمومی طور پر مترجمین اس کوشش میں ناکام دکھائی دیتے ہیں اس باب میں ہماری ناکامی کی اصل وجہ درحقیقت یہ ہے کہ ہم نے مغربی زبانوں کے بیشتر ترجمے انگریزی کی معرفت کیے ۔ یُوں اصل تہذیبی رچاؤ پہلے انگریزی اور پھر اُردو میں منتقلی کے بعد کیا سے کیا ہو گیا ۔

ہمارے عسکری صاحب نے تو مارسل پروست کے انگریزی ترجموں کو بھی مان کر نہیں دیا ۔ سو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو انگریزی میں منتقل نہیں ہوا وہ انگریزی کی معرفت ترجمہ کرکے کیسے ممکن ہے ؟

حق بات تو یہ ہے کہ مارسل پروست کے افسانوی ادب کی فضا سے تو عسکری صاحب واقف تھے لیکن تہذیبی رچاؤ سے واقفیت کا دعویٰ وہ بھی نہیں کرسکتے ۔

اس لیے ضروری ہے کہ مترجم جس زبان کے ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا سوچے، پہلے اس زبان کے تہذیبی رچاؤ سے واقفیت حاصل کرے ۔

ہمارے ہاں ترجمہ در ترجمہ یہاں تک ہوا کہ صادق ہدایت تک کو یار لوگوں نے انگریزی کی معرفت ترجمہ کیا ہے ۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے ترجمہ کرتے وقت 'بڈھا گوریو' لکھا اور اتنی زحمت گوارا نہ کی کہ ہمسایہ ملک ایران میں اسے 'بابا گوریو' ترجمہ کیا گیا تھا، جو فارسی کی طرح اُردو میں بھی مناسب تھا ۔

اسی طرح اُردو مترجم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اُردو کی ہئیتِ ترکیبی کا علم رکھتا ہو ۔ اس میں چار (۴) چیزوں کو خاص دخل ہے ۔

۱ ۔ اُردو زبان کی اصل:

یعنی لشکری زبان کا ہونا، اُس کا خمیر بہت سی زبانوں سے مل کر اُٹھنا، برج بھاشا اور فارسی کا ملاپ، سنسکرت اور پراکرت کا میل اور لفظیات، اُردو میں ہندی عناصر کی شُد بُد، ہندی کے حروفِ فاعلی، مفعولی، اضافت، نسبت، ربط اور ضمیریں، نیز اس بات کا علم کہ ہر وہ لفظ جو اُردو میں کھپ گیا، عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو یا سریانی، پوربی ہو یا پنجابی/سنسکرت از رُوئے اصل غلط ہو یا صحیح وہ لفظ اُردو کا ہے ۔ اس لئے اگر وہ لفظ اصل کے موافق ہے تو بھی صحیح ہے اور اگر خلافِ اصل مُستعمل ہے تو بھی دُرست ۔

۲ ۔ لفظ و معنی:

اس باب میں صحیح لفظ کے انتخاب میں کاوش اور تلاش میں تگ و دَو، لفظ کی شخصیت سے کامل آگہی اور مناسب ترین الفاظ، مرکبات اور کلمات کا جویا ہونا ۔

۳ ۔ وضع اصطلاحات کی صلاحیت:

اس باب میں وحید الدین سلیم لکھتے ہیں:

'اگر اصطلاحیں نہ ہوں تو ہم علمی مطلب کے ادا کرنے میں طول لاطائل سے کسی طرح نہیں بچ سکتے ۔ جہاں ایک چھوٹے سے لفظ سے کام نکل سکتا ہے وہاں بڑے بڑے لمبے جُملے لکھنے پڑتے ہیں اور اُن کو بار بار دھرانا پڑتا ہے' ۔[1]

۴ ۔ مترادفات و مُرادفات کا شعور:

اس باب میں سید عابد علی عابد لکھتے ہیں:

'لُغت کا ذخیرۂ الفاظ بہت محدود ہے اور ذہن انسانی کی پرواز بیکراں ۔ اس لئے لُغت تو یہ کرسکتی ہے کہ ایک کلمے کے کئی سلسلۂ معانی متعین کردے، لیکن یہ نہیں کرسکتی کہ ایک ہی معنی کے لئے دو لفظ مہیا کردے ۔ جہاں ایسا اشتباہ ہوگا وہاں الفاظ مترادف ہوں گے مُرادف نہیں ۔ مُراد یہ ہے کہ معانی میں قریب تر تو ہوں گے لیکن کوئی دلالت ضرور مختلف ہوگی' ۔[2]

اب آئیں ذرا سرسری طور پر نگاہ کریں کہ ترجمہ کرتے وقت ایک زبان (غیر

---

[1] 'وضع اصطلاحات' انجمن ترقیٔ اُردو (ھند) [illegible]

[2] قاری کی شعوری سطح، ادراک، مزاج اور [illegible]

زبان) کے کِن کِن عناصر کو اپنی زبان میں ڈھالنا پڑتا ہے:

(۱) اصل/متن کی زبان:

۱ ۔ مفرد الفاظ، اصطلاحات، محاورے،

۲ ۔ الفاظ کی نشست و برخاست، صرف و نحو،

۳ ۔ الفاظ کے لفظی و معنوی رشتوں کا شعور ــ صنائع لفظی و معنوی،

۴ ۔ الفاظ، تراکیب اور اُن کی لغوی دلالت،

۵ ۔ زبان کا کینڈا اُس کی اصل رُوح،

٦ ۔ عبارت/متن کی ظاہری وضع اور مفہوم،

۷ ۔ اسلوبیاتی نظام،

۸ ۔ اصل متن کی رُوح، نوعیت، جذبات، محاکات اور اس کا آہنگ (باطنی سطح پر)،

۹ ۔ مصنف کا ذوق اور لب و لہجہ،

۱۰ ۔ جُملوں کی ساخت،

۱۱ ۔ اُس زبان سے مخصوص جوہر خُفتہ اور جاگی ہوئی صلاحیتیں، کوتاہیاں، زندہ روایت کا شعور اور ارتقائی خواص،

۱۲ ۔ ترجمہ کے لئے اصل متن کی جزوی یا کُلّی موزونیت یانامناسبت،

۱۳ ۔ اساطیری نظام اور روایات،

۱۴ ۔ وزنِ اضافی کا خیال رکھنا، یعنی 'عریاں' ، 'برہنہ' اور 'ننگا' جیسے الفاظ میں نازک امتیازات کا خیال رکھنا ۔

(۲) مترجم کی زبان:

۱ ۔ قاری کی شعوری سطح، ادراک، مزاج اور لہجہ،

۲ ۔ اپنے معاشرے کی وضع اور خُو بُو،

۳ ۔ اپنے تہذیبی و تمدنی لوازمات،

۴ ۔ مُرادفات،

۵ ۔ صرف و نحو،

٦ ۔ اپنی زبان کا کینڈا، وضع، روایات اور صلاحیتیں،

(۳) مترجم کی ذات:

۱ ۔ ترجمے کا ذوق، استعداد، زبانوں پر قدرت، نفسِ مضمون پر گرفت،

۲ ۔ اصل متن اور مصنف سے وفاداری، اس کی نقالی یا بنّت کی سطح پر مزید جِلا دینا۔
۳ ۔ اصل متن کی مخصوص وضع کو منتقل کرنے کا جتن۔
۴ ۔ اصل متن، مصنف یا غیر تہذیب کا باغی نہ ہونا۔
۵ ۔ اصل سے مرعوب نہیں بلکہ اصل مصنف اور متن کا مُطیع ہونا۔

(۴) ترجمے کی نوع:

۱ ۔ قابلِ مطالعہ ہونا۔
۲ ۔ مانوس ہونا۔
۳ ۔ رواں اور صاف ہونا۔
۴ ۔ ترجمہ پن کا نہ ہونا ۔

فنِ ترجمہ کے اُصول و مبادیات:

فنِ ترجمہ کی وضاحت اور مشکلات پر تفصیلی بحث کے بعد چند سوالوں کا ذہن میں پیدا ہونا ایک لازمی اَمر ہے ۔ وہ سوال کچھ یُوں ہوں گے:

۱ ۔ کیا ایک اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو تخلیق اور ترجمے کی حد بندی کیوں ؟
۲ ۔ اگر ایسا ہے تو علمی کُتب اور صحافت سے متعلق تراجم کے معیار کو پرکھنے کا کیا پیمانہ ہوگا ؟
۳ ۔ کیا ترجمہ سے مُراد متبادل اور مترادف الفاظ کی تلاش ہی ہے ؟
۴ ۔ کیا ترجمہ سے محض قاری کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے، جو دوسری زبان کو نہیں جانتا ؟
۵ ۔ کیا بقول ڈاکٹر لائٹنر، ہمیں ترجمے پر انحصار نہیں کرنا چاہئیے اور محض اصل مفہوم سمجھ کر اُسے اپنی زبان میں بیان کردینا چاہئیے ؟

ان تمام سوالات کے جواب نامور مترجمین نے ترجموں کے ذریعے عملی طور پر فراہم کئے ہیں ۔ اَرنسٹ فینو لوسا، ایزرا پاؤنڈ اور آرتھر ویلی ترجمے کی دنیا کے تین اہم نام ہیں اُن کے کام کا جائزہ ترجمے کے ضمن میں اِن سوالات کا مجمل جواب دینے کے لئے کافی ہوگا ۔

اَرنسٹ فینو لوسا بوسٹن کا پہلا ادیب اور محقّق تھا جس نے کلاسیکی جاپانی ڈرامے کو مغرب سے متعارف کروایا ۔ یہ کام ترجمے کی معرفت ہوا ۔

۱۹۱۰ ء کے بعد ایزرا پاؤنڈ کا جُھکاؤ مشرق کی سمت ہُوا اور اس نے مشرقی تہذیبی روایات سے گہرے اثرات قبول کیے ۔ اس کا سبب بھی تراجم تھے ۔ مشرق کی شعری روایت سے پاؤنڈ کا اوّلین تعارف عمرِ خیام کے تراجم کی معرفت ہُوا ۔ یہ فٹز جیرالڈ کی شہرت کی ابتداء تھی ۔ پاؤنڈ نے عمرِ خیام سے جیرالڈ کی معرفت متعارف ہونے کے بعد ہندی، چینی، جاپانی اور بنگلہ زبانوں اور تہذیبوں کی قدیم دستاویزات میں دلچسپی لی ۔

یہ تراجم ہی کا اثر تھا کہ پاؤنڈ نے بھگت کبیر کے چند دوہوں کا ترجمہ کرنے کے بعد جب کنٹوز لکھنے شروع کئے تو ان میں کبیر کا مشرقی لحن بھی شامل ہوگیا اور 'کہت کبیر' کی گونج صاف پہچانی گئی ۔

آرنسٹ فینو لوسا کی بیوہ، رسالہ 'پوئٹری' میں پاؤنڈ کی تحریریں پڑھ کر اُس سے حد درجہ متاثر تھی ۔ یہی سبب ہے کہ سروجنی نائیڈو کی قیام گاہ پر پاؤنڈ سے ایک اتفاقی ملاقات پر اُس نے اپنے مرحوم شوہر کا غیر مرتّب کام پاؤنڈ کے حوالے کردیا ۔ اس کے بعد پاؤنڈ چینی شاعری کے ترجموں کی طرف کچھ ایسا آیا کہ ٹی ۔ ایس ۔ ایلیٹ کو کہنا پڑا کہ: 'پاؤنڈ نے ہمارے زمانے کے لئے چینی شاعری کو دریافت کیا ہے' ۔[1]

اس 'دریافت' کو نئے زمانے میں مشرق اور مغرب کے درمیان اوّلین مضبوط رابطہ شمار کیا جاتا ہے ۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہو کہ پاؤنڈ ترجمہ برائے ترجمہ کا قائل نہیں تھا بلکہ اس نے ترجمے کے وسیلے سے ہر دو اطراف کی تہذیبوں کے بطون کا مطالعہ پیش کیا ۔ اسی طرح جب اُس نے جاپانی ڈرامائی روایت کو انگریزی میں منتقل کرنے کا کام کیا تو اس کے فوراً بعد ڈبلیو ۔ بی ۔ ییٹس کے منظوم ڈرامے سامنے آئے ۔ یہ ترجمے کے حوالے سے پاؤنڈ ہی کے طفیل ممکن ہوسکا ۔ ایزرا پاؤنڈ کے خیال میں جو دَور تخلیقی ادب کے لحاظ سے عظیم ہوتا ہے وہ ترجموں کے لحاظ سے بھی عظیم ہوتا ہے یا تخلیقی دَور ترجمے کے دَور کے بعد آتا ہے ۔ پاؤنڈ کی رائے میں ''اوِوڈ'' کا مترجم گولڈنگ اتنا بڑا شاعر ہے کہ اس کا مقابلہ ملٹن سے کیا جاسکتا ہے ۔ پاؤنڈ نے آخری دَور میں لکھا تھا:

'اووڈ کے ہاں عظیم حکمت ملتی ہے' ۔

---

[1] پاؤنڈ کے اس کام کی ابتداء 'Cathy' کی طباعت سے ہوئی اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے پاؤنڈ نے چینی شاعری کے تراجم کے تین مجموعے شائع کئے ۔

۱۹۳۴ء میں راپالو سے ایک مراسلہ نگار کو پڑھنے کے لئے کتابوں کے نام بتاتے ہوئے اس نے لکھا:

'انگریزی زبان و ادب کا کوئی شعبہ بھی اس کتاب کے بغیر ایک پاکھنڈ ہے'۔

بقول ولیم وَین اوکَونر: 'وہ گولڈنگ کے ترجمے کو ملٹن کی لاطینی کی تحقیر کے لئے استعمال کرتا ہے۔ وہ گولڈنگ کے 'ھمعصر روزمرہ' کا مقابلہ ملٹن کے 'مبہم اور پُر شکوہ الفاظ' سے کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ترجمے کا معیار اس لئے گرگیا کہ مترجمین نے اصل کتب کے نفسِ مضمون سے دلچسپی لینا چھوڑ دی۔'[1]

جبکہ خود ولیم وین اوکونر کے خیال میں گولڈنگ کے ترجمے میں اگر کوئی کشش ہے تو وہ اس کے بھولپن اور سادگی کی بدولت ہے۔ اگر گولڈنگ عظمت سے محروم رھتا ہے، جیسا کہ ھوتا ہے، تو وہ پھر بھی جہاں تک ممکن ھوسکا ایک مشکل بحر سے بڑی عمدگی کے ساتھ عہدہ برا ھوا۔ ولیم وین اوکَونر نے پاؤنڈ کے تراجم پر بات کرتے ہوئے بلیکمر کا حوالہ دیا ہے۔ بلیکمر کے نزدیک پاؤنڈ پراپرٹیئس کا ترجمہ نہیں کرتا، وہ اس کی باتوں کے انگریزی مُترادفات پیش کرتا ہے۔ مثال کے طور پر جب پراپرٹیئس یہ لکھتا ہے کہ 'شعر کو یُوں رواں ھونا چاھئیے جیسے اسے ایک نازک جھانوے سے ملائم کیا گیا ھو'۔ تو پاؤنڈ لکھتا ہے:

'ھمارے جھانووں کو تیار رھنا چاھئیے'۔ یا جب پراپرٹیئس کہتا ہے کہ:

'فنونِ لطیفہ کی دیویوں کے معبد کا راستہ تنگ ہے' تو پاؤنڈ لکھتا ہے:

'فنونِ لطیفہ کی دیویوں کے معبد کو کوئی شاھراہ نہیں جاتی'۔

ایسا کیوں ہے؟ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ھو کہ ایزرا پاؤنڈ، فینو لوسا کی کتاب 'Chinese Written Characteras Medium of Poetry' کا پَرورد مترجم تھا۔ لیکن پاؤنڈ کے یہ ترجمے امریکی ناقد اور مترجم پروفیسر یپ (Yep) کو آنکھ نہیں بھاتے۔ اُس نے 'Cathy' کی مذمّت میں ایک کتاب لکھ ماری ہے اور کہتا ہے کہ پاؤنڈ بد دیانت مترجم تھا۔ یپ نے پاؤنڈ کو چینی زبان سے نابلد قرار دیا ہے۔ پروفیسر نے انہی نظموں کو دوبارہ ترجمہ بھی کیا ہے جنہیں پاؤنڈ پہلے ترجمہ کرچُکا تھا۔ بہت ممکن ہے یپ کے ترجمے پاؤنڈ کی نسبت زیادہ دُرست

۲- Ezra Pound, University of Minnesota Press, Minneapolis U.S.A- 1963

ہوں لیکن یہ بات سب مانتے ہیں کہ یب کے ترجمے پُھسپُھسے اور شعریت سے یکسر عاری ہیں اور اسی میں پاؤنڈ کی عظمت کا راز ہے۔

آرتھر ویلی (۱۸۸۹ء۔ ۱۹۶۶ء) کا نام بھی مشرقی ادب (خصوصاً چینی اور جاپانی ادب) کو مغربی ادبی دنیا سے متعارف کروانے والوں میں نمایاں ہے۔ اس نے چینی شاعر Ch'ü Yüan کے علاوہ لاتعداد[1] چینی شعراء کے تراجم کئے۔ Ch'ü Yüan کی طویل نظم 'The Great Summons' کے ترجمہ کو آج بھی اہم مانا جاتا ہے۔

نثری تراجم کی دنیا میں اس کا سب سے بڑا کارنامہ ۱۰۰۰ء کی مادام موراساکی (Lady Murasaki Shikibu) کے جاپانی قصّے "The Tale of Genji" کا ترجمہ (تقریباً ایک ہزار صفحات) ہے، جو بقول ایڈورڈ جی۔ سائیڈن سٹیکر (Edward G. Seidensticker):

'جاپانی ادب کا عالیٰ ترین رومانی نثری کارنامہ ہے'۔

ایڈورڈ جی۔ سائیڈن سٹیکر[2] نے آرتھر ویلی کے ترجمے کی خرابیاں بھی گنوائی ہیں، اس کے بقول آرتھر ویلی نے بعض ابواب (خصوصاً ۳۸ واں باب) کا ترجمہ ھی نہیں کیا بلکہ تلخیص کردی ہے۔ اس ذیل میں سائیڈن سٹیکر لکھتا ہے:

"The fact remains that the waley translation is very free. He cuts and expurgates very boldly".

(GG"The Tale of Genji کے دیباجہ سے اقتباس)

یُوں سائیڈن سٹیکر کے خیال میں آرتھر ویلی کی حیثیت برطانوی مترجم خاتون کونسٹنس گارنٹ (Constance Garnett) کی طرح ہے جس نے تقریباً سارا رُوسی اَدب انگریزی دنیا سے متعارف کروایا لیکن اس کے ترجمے غلط سلط تھے اور اب اُس کے کام کی حیثیت محض تاریخی ہے۔

لیکن کیا کیجئے کہ ولیم وَین اوکَونر نے جب ان تین عظیم مترجمین (یعنی فینو لوسا، ایزرا پاؤنڈ اور آرتھر ویلی) کا موازنہ کیا تو لکھا ہے کہ:

'مائینر کے بقول آرتھر ویلی کے' 'جاپان کے نوہ ڈرامے' مُستند اور عالمانہ

---

[1] nMore translations from chinese. by Arthur Waley
Messrs. George Allen& Unwin, Ltd.

۲۔ سائیڈن سٹیکر نے حال ھی میں اُسی ناول کا نیا ترجمہ پیش کیا ہے۔

ترجمے ہیں، جبکہ پاؤنڈ اور فینو لوسا کی تالیف (مُراد "Cathy") اکثر مقامات پر عالمانہ نظر نہیں آتی اور تاریخی سیاق و سباق کی غلط تفہیم پر مبنی ہے البتہ اس میں کبھی کبھار خوبصورت اقتباسات بھی آجاتے ہیں۔[۱]

سو پتا چلا کہ اپنی مخصوص حد بندیوں میں ترجمہ تخلیق بھی ہے اور اُس سے جُداگانہ طریقۂ کار کا حامل عمل بھی۔ اس میں متبادل اور مترادف الفاظ کی تلاش بھی کی جاتی ہے اور اصل متن کے بطون کی غواصی بھی۔ یُوں وہ انجان زبان (اور تہذیب) کے منطقوں میں قاری کی راہنمائی بھی کرتا ہے اور اُس کی انگلی تھام کر بھی چلتا ہے۔

اُردو میں ترجمے کے بنیادی اصول:

ترجمہ کے فن، اقسام، مشکلات اور مترجم کی اہلیت پر بحث کے بعد اُردو میں انگریزی سے ترجمے کے جو بنیادی اصول وضع کیے جاسکتے ہیں، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ ہر انگریزی لفظ کے لئے ایک ہی لفظ کا چناؤ کیا جائے۔ بشرطیکہ انگریزی الفاظ 'وزنِ اضافی' کے حامل نہ ہوں یعنی انگریزی لفظ کے ایک سے زائد معنی نہ ہوں۔ مثلاً انگریزی لفظ 'ڈیفنس' کے لئے اُردو میں دفاع، حفاظت اور تحفّظ تین الفاظ برتے جاتے ہیں۔ جبکہ لفظ 'دفاع' میں 'ڈیفنس' کے تمام تر معنی موجود ہیں اس لئے 'دفاع' کو رائج کرنا بہتر ہوگا۔ لیکن یہاں بھی احتیاط کی ضرورت ہے انگریزی لفظ 'ایوارڈ' کا ترجمہ عطیہ بھی ہوسکتا ہے اور 'فیصلہ' بھی۔ لیکن عطیہ اس وقت لکھیں گے جب مفہوم رقمی ہو اور فیصلہ اس وقت جب مفہوم ثالثی ہو۔

۲۔ کِسی انگریزی لفظ کا اُردو متبادل جہاں تک ممکن ہو اس قسم کا لفظ منتخب کریں جس سے مشتقات وضع ہوسکیں مثلاً 'ایڈمنسٹریشن' کا ترجمہ 'انتظام' ہوسکتا ہے۔ اس سے ہم تنظیم، انتظامی، منتظم، انتظامیہ اور تنظیمی وغیرہ الفاظ مشتق کرسکتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ھمیں بعض مقامات پر انگریزی الفاظ کے لئے مختلف اور متبادل معنویت کے الفاظ مخصوص کرنے پڑتے ہیں مثلاً 'آرگنائزیشن' کے لئے 'تنظیم' اور 'منیجر' کے لئے 'منتظم'۔ نیز اس بات کا خیال رکھنا پڑے گا کہ انگریزی لفظ کے ترجمہ اور اس کے مشتقات کے

۳۔ G'Ezra Pound یونیورسٹی آف مینی سوٹا امریکا

معنی ایک ہی ہوں ۔ مثلاً اگر ہم 'ڈیفنس' کے لئے 'دفاع' کا لفظ رکھیں تو 'ڈیفنس ایریا' کے لئے 'مدفوعہ علاقہ' ہونا چاہئیے نہ کہ 'حفاظتی علاقہ' ۔

۳ ۔ وضع اصطلاحات کے ساتھ ساتھ تعینِ اصطلاحات اور اصطلاحات کو مروج کرنے کا جتن انتہائی ضروری ہے جبکہ ہمارے ہاں ایک انگریزی اصطلاح کے مقابلے میں درجنوں اصطلاحات کا چلن ہے ۔ اسکول کی سطح پر نصابی کتب میں اصطلاحات کچھ ہیں اور کالج کی سطح پر کچھ، جبکہ یونیورسٹیوں کے نصاب میں طالب العلم کو ایک بار پھر نئی اصطلاحات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔

یُوں ایک معیاری سائنسی لُغت کی ضرورت ایک عرصے سے محسوس کی جارہی ہے ۔ مناسب ہوگا کہ یہ کام مقتدرہ قومی زبان جیسا ادارہ کرے، جو پاکستان بھر کے حکومتی اداروں میں اس معیاری لُغت کو نافذ کرنے میں با اختیار بھی ہو ۔

معیاری سائنسی لُغت نہ ہونے کے باعث ہوا یہ کہ انگریزی اصطلاح 'واچ گلاس' کا ترجمہ کرتے ہوئے اسے 'گھڑی شیشہ' کردیا گیا ۔ جبکہ 'واچ گلاس' محض ایک پرکھنے کا شیشہ ہے، اس میں گھڑی قسم کی کوئی شے نہیں ہوتی ۔ اسی طرح 'مکسچر' کا ترجمہ 'آمیزش' کیا گیا جو دُرست نہیں ۔

لُغت میں 'ایٹم بم' کا ترجمہ 'جوہری بم' ملتا ہے، جو آدھا تو ترجمہ ہے اور آدھا جُوں کا تُوں رکھ دیا گیا ۔ ایٹم کا ترجمہ 'جوہر' کرنا بھی دُرست نہیں اس لئے کہ اس سے مشتقات وضع کرتے وقت 'جوہری' بنے گا، جس سے مشکلات بڑھیں گی ۔ اس لیے مناسب تھا کہ 'ایٹم بم' کو اُردو میں بھی 'ایٹم بم' ہی پڑھا اور لکھا جاتا ۔

اسی طرح مضحکہ خیز ترجمے کی ایک مثال 'کاربو ہائیڈریٹ' کا ترجمہ ہماری لُغات میں 'شَکر' ہے ۔

۴ ۔ انگریزی کی فنّی اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ اُردو میں بھی وہ لفظ اصطلاح کی حیثیت رکھتا ہو نہ کی تشریح کی ۔ کسی فنّی اصطلاح کا مقصد اختصار ہے اور وہ بھی ایسا کہ معنویت سے لبریز ہو، نیز اس کا مفہوم مبہم نہ ہونا چاہئیے ۔

۵ ۔ اگر کوئی انگریزی اصطلاح اور اس کا اُردو متبادل دونوں یکساں طور پر اُردو میں مقبول ہوں تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں کو برتا جائے مثلاً مجلس اور کمیٹی وغیرہ ۔

اسمائے مقامات:

عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ Mar-Seilles کا فصیح تلفظ کیا ہے اور Brussels کو کیا کہیں گے ۔ مگر ھمارے ہاں 'مارسلیز' اور 'برسلز' ھی چلتا ہے جبکہ دُرست تلفظ 'مارسیل' اور 'بروسیل' ہے ۔ کیا یہ عجب نہیں کہ ھمارا بچّہ 'روزیٹا' اور 'دیمیٹا' کے ناموں سے واقف ہے لیکن نہیں جانتے کہ یہ 'رشید' اور 'دمیات' کی بگڑی ھوئی شکلیں ہیں ۔ یہی معاملہ 'سوڈان' کا ہے ۔ عربی میں اسود کے معنی سیاہ کے ہیں وھیں سے 'سودان' بنا تھا لیکن چونکہ انگریز 'ڈ' تو بول سکتے ہیں 'د' نہیں کہہ سکتے، سو 'سوڈان' بن گیا ۔ ھمیں چاھئیے کہ اس نوع کے اسمائے مقامات کو لکھتے وقت ذرا سا غور و فکر کرلیں ۔

الفاظ سازی اور ازالۂ ثقل کے لئے 'وضع اصطلاحات' از وحید الدین سلیم آج بھی قابلِ تقلید ہے ۔

اوّل اوّل جس کسی نے بھی 'انگلینڈ' کے لئے 'انگلستان' تراشا تھا، اُس نے ایک سانچہ فراہم کردیا تھا یعنی جن مُلکوں کے اخیر میں 'لینڈ' ہے اُن سب کا ترجمہ 'ستان' کیا جاسکتا تھا لیکن اس کی تقلید نہ کی گئی جو ضروری تھی ۔ اس کی ایک اور صُورت بھی ہے اور وہ یہ کہ اسکاٹ لینڈ کے لوگ 'اسکاچ' کہلاتے ہیں کیوں نہ اسکاٹ لینڈ کی بجائے 'اسکاچستان' کرلیا جائے تاکہ ایک اُصول کی پیروی ھو ۔ اس طرح پولینڈ، 'پولستان' ھوجائے گا اور ھالینڈ، 'ھالستان' ۔

اسمائے نکرہ :

اس سے متعلق لُغت کی کتابیں اور الفاظ کی فرہنگیں ھماری مددگار ثابت ھوسکتی ہیں، جو باقی رہ جائیں اُن کے لئے لفظ وضع کئے جاسکتے ہیں ۔ البتہ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مترجم وھی لفظ انتخاب کرے جو سیاق کے لحاظ سے موزوں اور سباق کے اعتبار سے مناسب ھو ۔ مثال کے طور پر انگریزی میں Line ہے ۔ ڈاکٹر فیلن کی ڈکشنری میں اس کے معنی حسبِ ذیل ہیں:

(۱) رسّی، ڈور، دھاگہ (۲) لکیر، خط، دھاری، ریکھا، جدول، کشش (۳) [ریاضی] خط، لکیر، ریکھا (۴) حد، مینڈ (۵) جھری، شکن، خط و خال، مُکھ ریکھا

لُغت میں تو مُرادفات موجود ہیں لیکن اس اَمر کا انحصار مترجم کے علم و فضل پر ہے کہ وہ صحیح لفظ کا انتخاب کرے ۔

جہاں تک ایسے اسمائے نکرہ کا تعلق ہے جو اُردو میں رَچ بس گئے مثلاً کالر، اسکول، کالج، سگرٹ، سگار، ٹالی، بُوٹ وغیرہ، تو ان کے متعلق قطعاً کسی کد و کاوش کی ضرورت نہیں انہیں اُسی طرح بولا اور لکھا جانا چاہئیے ۔ ہوائی جہاز کی جگہ عربی زبان کا لفظ 'طیارہ' بہت مناسب سہی لیکن اُردو میں رائج نہیں سو 'ہوائی جہاز' سہی ۔ البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس معاملے میں انگریزی تلفظ کی تقلید جائز نہیں ۔ ان الفاظ کو اُسی صورت میں برتنا جانا چاہئیے جس صورت میں وہ اُردو میں آئے ۔

اب ایسے اسمائے نکرہ کی طرف آئیے جن کا اب تک اُردو میں ترجمہ ممکن نہ ہوسکا ۔ ایسے الفاظ کا مفہوم معلوم ہوجانے پر لفظ تراشی اور اصطلاح سازی کا کام آسان ہوسکتا ہے ۔ اس کی بہترین مثالیں 'تحلیلِ نفسی' (از ڈاکٹر محمد اجمل) اور 'مغرب کے تنقیدی اصول' (از سجّاد باقر رضوی) ہیں ۔ ان کتابوں میں انگریزی الفاظ اور اصطلاحات کے صحیح مفہوم تک پہنچ کر لفظ سازی اور اصطلاح سازی کی گئی ہے ۔

اسمائے نکرہ کے باب میں یہ بات قابل غور ہے کہ بعض اوقات اسمائے معرفہ، اسمائے نکرہ کے طور پر بھی برتے جاتے ہیں اور ان سے وہی معنی مراد لئے جاتے ہیں جو اسمائے نکرہ کی ذات میں پوشیدہ ہوتے ہیں ۔ اس صورت میں وہ اسمائے معرفہ نہیں بلکہ اسمائے صفات ہوتے ہیں مثلاً 'سنیل گواسکر ہندوستان کا ڈان بریڈ مین ہے'۔ یہاں ڈان بریڈ مین سے اعلیٰ درجے کا بلے باز مراد ہے ۔

اس کی دو صورتیں ہیں ۔ پہلی تو یہ ہے کہ مشبہ بہ اس قدر معروف ہو کہ اردو داں حضرات اس سے واقف ہوں ۔ ایسے اسمائے معرفہ کو لینے اور مشبہ بہ کے طور پر برتنے میں کچھ مضائقہ نہیں ۔ اردو کا قاری سمجھ جائے گا اور اس نوع کے اسمائے نکرہ کا وہی اثر قاری کے ذہن پر مرتّب ہو گا جو مصنف چاہتا ہے ۔ صورتِ ثانی یہ ہے کہ مشبہ بہ اردو دان طبقے کے لئے نامانوس ہو ۔ اس صورت میں شرح کی ضرورت پیش آئے گی اور حاشیہ بنانا پڑے گا مثلا اگر متن میں یہ ہو کہ 'راجندر سنگھ بیدی ہندوستان کے آئزک باشویز سنگر ہیں' تو یہاں یہودی النسل نوبل انعام یافتہ ادیب سنگر کے لئے حاشیہ ضروری ہو گا ۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں عمومی سطح پر سنگر کو بہت کم لوگ جانتے ہیں ۔

اسمائے مادہ:

جو اصول اسمائے نکرہ کے متعلق وضع کئے گئے ہیں اُن کا اطلاق یہاں بھی

ممکن ہے۔ چونکہ اسمائے مادہ کا استعمال زیادہ تر علومِ طبعی، تجارت اور صنعت و حرفت میں ہوتا ہے، اس لئے لازم ہے کہ مترجمین صنعتی اداروں میں عوامی سطح پر برتے جانے والے الفاظ و اصطلاحات پر نگاہ رکھیں اور دیکھیں کہ سیدھی سادی اور بے تکلف زبان میں یہ الفاظ کیوں کر برتے جاتے ہیں۔ یوں مترجم کو اپنے طور پر بہت کم تصرف کرنا پڑے گا۔ اس باب میں ہماری زبان مترجمین کی شرمندۂ احسان نہیں ہے بلکہ 'فلے نل' کو فلالین اور 'لین ٹرن' کو لالٹین بنانے والے عام ہندوستانی و پاکستانی مزدور ہیں

ہمارے ہاں کا معمولی اور ناخواندہ سپاہی 'Officer Commanding' کو 'کمان افسر' اور 'Barrack' کو 'بارک' کہتا ہے۔

جلیل قدوائی لکھتے ہیں :

'جس زمانے میں سید راس مسعود مرحوم ناظمِ تعلیمات حیدر آباد دکن چند دن کے لئے دار الترجمہ کے کام کی براہِ راست نگرانی کر رہے تھے انہوں نے لفظ Water shed کے لئے علماء اور تجربہ کار مترجمین کی طرف سے ترجمہ کئے ہوئے لفظ 'فصیل آب' کو ناپسند کیا، اس لئے کہ وہ ثقیل تھا مگر انہیں یقین تھا کہ کوئی آسان مستعمل لفظ اس کے لئے ہماری زبان میں ضرور موجود ہو گا۔ گویا معاملہ ترجمہ کرنے کا نہیں تھا مستعمل لفظ کو ڈھونڈ نکالنے کا تھا اور یہی ہوا۔ ایک بار وہ اپنے دورے پر ایک ایسے علاقہ سے گزرے جہاں لوگوں نے Water shed کے لئے 'پنڈھال' کا لفظ بتا دیا۔ وہ چونک پڑے اور خوشی خوشی اس لفظ کو قبول کر لیا۔ کتنا اچھا اور پیارا مرکب لفظ تھا۔ Water کے لئے پانی کا 'پن' اور شیڈ کے لئے ڈھال۔ یہ واقعہ اس زبانی شہادت میں موجود ہے جو انہوں نے دیسی زبانوں کو ذریعۂ تعلیم کے طور پر استعمال کرنے خصوصاً اردو کو عثمانیہ یونیورسٹی میں ذریعۂ تعلیم بنانے کی حمایت میں فادر بلٹیز کمیشن کے سامنے اکتوبر ۱۹۲۳ء میں بمبئی میں دی تھی[1]۔'

ہمارے لغت نویس اور فرہنگ نگار حضرات کا فرض بنتا ہے کہ وہ صناعوں، تاجروں، پیشہ وروں اور مزدوروں تک رسائی حاصل کریں اور ان کے پیشوں اور صنعتوں کی جزئیات دریافت کریں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ہم بھی H.W.Fowler کی 'Dictionary of modern English usage' کی طرز کی لُغت نہ تیار کر پائیں۔

---

[1] بحوالہ: 'مسائل و مباحث' مطبوعہ: اخبار اردو، کراچی دسمبر ۱۹۸۲ء، ص ۲۵

اسمائے مجموعہ :

اس باب میں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ۔ یہاں انگریزی کی عامیانہ تقلید بھی نبھ جاتی ہے ۔ اسمائے مجموعہ (Collective Nouns) کی ایک شق 'Noun of Multitude' ایسی ہے جس میں ہمارے مترجمین سے اکثر لغزش ہو جاتی ہے ۔ مثلاً انگریزی میں لفظ 'کمیٹی' جمع بھی ہے اور مفرد بھی ۔ جب مفرد ہے تو Collective اسم. اسمِ مجموعہ کہلاتا ہے اور جب جمع ہے تو Noun of Multitude نام پاتا ہے ۔ مگر اردو میں یہ لفظ ہمیشہ مفرد بولا جاتا ہے ، کبھی جمع کے طور پر نہیں برتا جاتا ۔ یہی باعث ہے کہ ہماری گرامر میں کوئی اصطلاح ایسی نہیں جو Noun of Multitude کا مفہوم ادا کر پائے اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش ھی نہیں کی ۔ مثال :

کمیٹی کا اجلاس ہو رہا ہے 'The committee is setting'

یہاں لفظ کمیٹی مفرد ہے ۔ اور جب جمع ہوتا ہے تو یوں کہتے ہیں :

'The committee is dividen int heir opinion'

یعنی ارکانِ کمیٹی کی رائے میں اختلاف تھا،کمیٹی کے ممبر مختلف الرائے تھے ۔ مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ کمیٹی اپنی رائے میں مختلف تھے ۔ اس صورت میں ہم مجبور ہیں کہ ترجمے میں تصرف سے کام لیں اور لفظ 'ارکان' اپنی طرف سے بڑھائیں ۔

واحد وجمع :

اردو میں دو قسم کی جمعیں مستعمل ہیں (۱) فاعلی اور (۲) غیر فاعلی یا جمع مغیری

۱۔ جمع فاعلی وہ ہے جس کے بعد حروفِ مغیرہ میں سے کوئی حرف نہیں ہوتا ۔

۲۔ جمع غیر فاعلی یا جمع مغیری وہ ہے ،جس کے اخیر میں حزوفِ مغیرہ میں سے کوئی حرف ہوتا ہے ۔ مثلاًمندرجہ ذیل حروفِ مغیرہ ہیں :

میں ، سے ، پر ، تک ، کا ، کے ، کو ، پہ وغیرہ ۔

جمع فاعلی کیسے بنایا جائے :

۱۔ جمع فاعلی بنانے سے پہلے یہ دیکھنا لازم ہے کہ وہ لفظ مذکر ہے یا مونث ۔

۲۔ اگر وہ لفظ مذکر ہے تو یہ دیکھنا فرض ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے کہ نہیں ۔

٣۔ اگر الف ہے تو ساقط ہو جائیگا اور اس کی جگہ یائے مجہول (ے) کا اضافہ کر دیا جائے گا ۔ مثلاً، بیٹا سے بیٹے اور لڑکا سے لڑکے ہو جائے گا ۔

٤۔ اگر آخر میں الف نہیں ہے بلکہ کوئی اور حرف ہے تو وہ لفظ اپنی اصل صورت پر قائم رہے گا۔ اس میں کسی طرح کا تصرف جائز نہیں مثلاً، مکان ، پتھر ، درخت ، گھر ، صندوق ، آلو وغیرہ ۔

اس قبیل کے الفاظ واحد اور جمع میں یکساں رہتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں کم وبیش ابہام رہتا ہے ۔ لیکن یاد رہے کہ یہ ابہام صرف الفاظ تک محدود رہے گا۔ فقرات میں باقی نہیں رہتا ۔ فقرہ اس کی حیثیت (واحد یا جمع) کو واضح کر دیتا ہے ۔ اس ابہام کا ازالہ کبھی اعداد و ضمائر کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی افعال وصفات کے ذریعے مثلاً،

'آپ کا مکان ' واحد ، اور'آپ کے مکان' جمع یا ایک مکان واحد ، اور دو مکان جمع ۔

ہمارے بیشتر مترجمین اس باب میں عربی اور فارسی کی کورانہ تقلید کرتے ہیں جو جائز نہیں ۔

اب آئیے مؤنث لفظ کی طرف ۔ اگر اسکی جمع بنانی مقصود ہو تو :

١۔ یہ دیکھنا لازم ہے کہ اس کے آخر میں یائے معروف (ی) ہے کہ نہیں ۔ اگر 'ی' ہے تو جمع 'اں' سے بنے گی مثلاً بیٹی سے بیٹیاں اور لڑکی سے لڑکیاں ۔

یہاں بھی قدرے احتیاط کی ضرورت ہے بعض معروف مترجمین نے کرسی سے کرسییں لکھا ہے ۔

اس باب میں اُن الفاظ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے دیکھنے میں مؤنث اور حقیقت میں مذکر ہیں ۔ یعنی اُن کے آخر میں یائے معروف (ی) موجود ہے مگر وہ ہیں مذکر ۔ مثلاً،

پانی ، گھی ، ھاتھی اور موتی وغیرہ ۔ لازم ہے کہ ان الفاظ کو جمع بنانے کی صورت میں انہیں ان کی پہلی حالت میں رکھا جائے ۔

٢۔ اگر آخر میں 'ی' نہیں ہے تو 'یں' کا اضافہ کیا جائے گا مثلاً، عورت سے عورتیں ۔

جمع غیر فاعلی یا جمع مغیری کیسے بنایا جائے :

اس کی واحد علامت (وں) ہوتی ہے مثلاً گھر کی جمع گھروں ، میز کی میزوں اور دکان کی دکانوں ۔ البتہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جب واحد مذکر کے آخر میں ،الف ، ہو تو وہ گر جائے گا مثلاً بیٹا سے بیٹوں اور لڑکا سے لڑکوں ۔

خیال رہے کہ انگریزی کے اکثر الفاظ جمع میں برتے جاتے ہیں لیکن اُردو میں اُن کے مرادف الفاظ واحد کے طور پر مستعمل ہیں ۔ اس صورت میں بھی مترجمین پر اُردو کی پابندی لازم ہے ۔ مثلاً Trousers کی جگہ پاجامہ (واحد) آئے گا اور Sicssors (جمع) کی جگہ قینچی (واحد) آئے گا ۔

بعض اوقات انگریزی الفاظ واحد اور جمع مختلف معنوں میں برتے جاتے ہیں ، یعنی کسی لفظ کے واحد میں جو معنی ہوتے ہیں وہ جمع میں باقی نہیں رہتے بلکہ اس سے یکسر مختلف ہو جاتے ہیں ۔ ایسی صورت میں مترجم کو سیاق و سباق سے بصیرت حاصل کرنی چاہئے ۔ مثلاً Good کے معنی ہیں عمدہ اور اچھّا وغیرہ مگر Goods میں کہیں بھی عمدگی کا شائبہ تک نہیں اس کے معنی ہیں مال و اسباب ۔ اسی طرح Arm بازو ہے اور Arms اسلحہ ، Force قوت ہے اور Forces افواج ۔

اس باب میں زیادہ احتیاط کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے جہاں واحد کے صرف ایک معنی ہوتے ہیں اور جمع کے ایک سے زاید ۔ مثلاً

معنی بعید	معنی قریب	جمع	معنی واحد	
محصول درآمد	رسوم و رواج	Customs	رسم و رواج	Custom (۱)
اثاثہ	اثرات	Effects	اثر	Effect (۲)
عمارت	قضایا	Premises	قضیہ	Premise (۳)

انگریزی کے بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے معنی واحد اور جمع ہر دو حالتوں میں ایک سے زیادہ ہوتے ہیں مثلاً

(۱) باغ (۲) سبب (۳) تلچھٹ Grounds (۱) زمین (۲) سبب Ground (۱)

(۱) حروف (۲) ادب (۳) خطوط Letters (۱) حرف (۲) خط Letter (۲)

انگریزی میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے واحد میں ایک سے زاید معنی ہوتے ہیں اور جمع کی صورت میں صرف ایک معنی رہ جاتا ہے ۔ مثلاً "Foot" کے معنی ہیں (۱) پاؤں (۲) پیدل فوج جبکہ جمع "Feet" کی صورت میں صرف 'پاؤں' رہ گیا ۔ دیگر مثالیں دیکھئے:

جمع واحد

(۱) گھوڑے Horses رسالہ (۲) گھوڑا Horse (۱)

(۱) اقوام Peoples لوگ (۲) قوم People (۲)

(۱) سفوف Powders سفوف (۲) بارود Powder (۳)

تذکیر و تانیث:

اردو زبان میں لفظی سطح پر صرف دو جنسیں ہیں (۱) مذکر (۲) مؤنث ہمارے ہاں کوئی جنس نہیں جسے 'مُخنث' کہا جائے اور جسے مُردہ یا بے جان چیزوں کے اظہار میں برتا جا سکے ۔ جبکہ انگریزی میں ایسا ہے ۔ سو اُردو میں اس کے نہ ہونے سے ہمارے مترجمین کو اس قدر دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ توبہ ہی بھلی ۔

پھر اس باب میں خود اُردو زبان کی سطح پر اس قدر اختلاف ہیں کہ اتحاد و اتفاق کسی طور ممکن ہی نہیں ۔ ایک لفظ دلی میں مذکر اور لکھنؤ میں مؤنث بولا جاتا ہے اور دوسرا ہے کہ لکھنؤ میں مذکر ہے اور دلی میں مؤنث ۔ دلی اور لکھنؤ دونوں زبان کے مراکز ہیں ، دُور افتادہ لوگ حیران ہیں کہ کس کی تقلید کریں اور کس کی نہ کریں ۔

ان حالات میں مترجم کی کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ زبان کے مراکز کی حتی الامکان تقلید کریں اور انگریزی کی تقلید میں مزید غلطیوں کا اضافہ نہ کریں ۔

بسا اوقات انگریزی زبان میں بے جان چیزوں سے اس طرح خطاب کیا جاتا ہے گویا وہ زندہ ہوں اور اس حالت میں انگلستان کے فصحا نے یہاں تک کیا ہے کہ انہیں مُخنث نہیں رہنے دیا بلکہ حسبِ موقع مذکر یا مؤنث بنا دیا ہے ۔ ولیم شیکسپیئر نے موت اور خواب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہے : 'اے موت !' 'اے خواب !' وغیرہ اگر یہ اندازِ بیان اُردو کے اصُولوں کے خلاف ہو تو انگریزی کی

نہیں اُردو کی تقلید فرض ہے ۔ مثلاً انگریزی میں 'موت' مذکر ہے اور اس کے افعال و صفات سب مذکر ہیں مگر اُردو میں موت مؤنث ہے اور اس کے متعلقات بھی مؤنث رہیں گے ۔

انداز بیان کا فرق:

انگریزی زبان کے اندازِ بیان کو دیکھیں تو اس کی دو صورتیں ہیں :

(۱) Direct اور(۲) Indirect

جبکہ اُردو میں صرف ایک اندازِ بیان Direct ھی مروج ہے ۔ اس ضمن میں اجتہاد کی ضرورت محسوس کی گئی ہے لیکن یہ ہر کس و ناکس کا کام نہیں ۔ ستاں دال کے ناول 'سرخ و سیاہ' اور گستاوْ فلابیئر کے ناول 'مادام بواری' کو ترجمہ کرتے وقت محمد حسن عسکری صاحب نے نئے اسلوبی سانچے وضع کرنے کی کوشش کی ہے جو قابلِ ستائش ہے لیکن اس نوع کا کام بہت کم ھوا ہے ۔

اس لئے پہلے مرحلے پر ھمیں بھی کوشش کرنی چاھیئے کہ Direct اندازِ بیان کو ھی اپنائیں اور Indirect طریقۂ کار میں غلط ترجمہ کرنے سے بچیں ۔ اس کی صُورت یُوں ھو گی:

Direct
Akber said "I am ill"
Hamid said to me "Jamill"
He said to him, 'where are you going'.

Indirect
Akbar said that he was ill.
Hamid told me that I was ill.
He enquired of him where he was going.

اردو ترجمہ
اکبر نے کہا میں بیمار ھوں
حامد نے مجھ سے کہا کہ میں بیمار ھوں ۔
اس نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ھو ۔

ترجمے کی بندشیں:

مندرجہ بالا اصولوں کی پابندی کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ ھم لازماً بہترین ترجمہ کر پائیں ۔ ھمیں بعض جگہوں پر چند دیگر سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ مثال کے طور پر :

١) جہاں اصل عبارت کا مفہوم صاف نہ ہو ، اصل متن کی عبارت الجھی ہوئی ہو اور ایک کی بجائے کئی معنی دے رہی ہو تو مترجم کا کیا فرض بنتا ہے ؟

٢) کیا وہ بھی اس نوع کی بنت کرے کہ ترجمہ کئی معنی دے ؟

٣) کیا مترجم کو حق حاصل ہے کہ اپنی طرف سے چند اضافوں کے ساتھ مطلب کو صاف کر دے ؟

ایسی صورتوں میں مختلف مترجمین نے ایک سے زاید طریقہ ہائے کار برتے ہیں اور اُن میں سے کوئی ایک صورت مسئلے کا آخری حل نہیں ۔

اس باب میں ظ ۔ انصاری رقمطراز ہیں :

' ایسی صورتوں کا حل بڑی حد تک اس موضوع پر ، موضوع کے اُس حصّے پر اور اصل مصنّف کے بیان پر منحصر ہے ۔

(١) ممکن ہے عبارت کا اصل مفہوم اس لئے صاف نہ ہو کہ مصنف کی بیانیہ کمزوری سے وہ اُلجھا رہ گیا ہو ۔ اگر مصنف کو قدرت ہوتی یا اسے معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ اس کی عبارت گنجلک ہے تو وہ اسے زیادہ وضاحت اور سلاست کے ساتھ بیان کرتا ۔ اگر یہ صورت نظر آئے تو ترجمہ کرنے والے کی قابلیت اس میں ہے کہ ترجمے میں اپنی طرف سے کچھ الفاظ کا یا اندازِ بیان کا اضافہ کر کے انہیں ایسے لکھے کہ عبارت سلجھ جائے ۔ '

(٢) ' ممکن ہے اس مقام پر عبارت کو گنجلک رکھنے کا کوئی خاص مقصد ہو ۔ بعض موقعوں پر یہ بات ضروری ہوتی ہے ۔ خاص طور پر شاعری میں ایسے مقامات آتے ہیں جہاں پر نکتے کو سلجھانا ضروری نہیں ہوتا ۔ آرٹ میں بعض جگہ تاریک گوشے اصل مقصد کو نمایاں کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں یا بعض جگہ ہلکے سے پردے کسی مجبوری کی وجہ سے ڈال دینے جاتے ہیں ۔ صاف بات اگر کہی جائے تو اسے پڑھنے والون کی سُوجھ بُوجھ برداشت نہیں کرے گی . یا حکومت برداشت نہیں کرے گی یا مذہبی اور اخلاقی ادارے چراغ پا ہو جائیں گے یا بیان کے حُسن میں فرق آجائے گا اور لذت کم ہو جائے گی ان وجہوں سے بھی یہ ہو سکتا ہے کہ اصل مصنف نے اپنی عبارت کو کسی قدر ڈھکا چھپا رہنے دیا ہو ۔ ایسے مقامات کا اور مصنف کے اس مقصد کا اندازہ لگا لینا ترجمہ کرنے والے کے دل و دماغ اور اچھی صلاحیت پر منحصر ہے ۔ اگر وہ اسے پالیتا ہے کہ یہاں عبارت کو اور زیادہ واضع کرنے اور عام فہم بنا دینے سے اصل عبارت کی وہ ادائے حجاب جاتی رہے گی جو مصنف کا منشاء ہے تو اسے مصنف کے

منشاء کی پابندی کرنی چاہیئے اور عبارت کو جُوں کا تُوں اپنی زبان میں منتقل کرنا چاہیئے ۔'

(۳) ' اب اگر کہیں مترجم دیکھتا ہے کہ اصل عبارت میں فلاں حصّہ ایسا ہے کہ اس کے کئی معانی نکل سکتے ہیں تو اسے سوچنا ہو گا کہ مصنف خود اس مقام پر کئی معانی پیدا کرنا چاہتا تھا ، وہ ایک رنگ میں کئی ہلکے ہلکے رنگوں کی آمیزش رکھنا چاہتا تھا یا اس کے ذہن مین اپنا ایک مفہوم تھا اور وہ لفظ یا جملہ ایسا لکھ گیا جس سے بیک وقت کئی شعائیں پھوٹتی ہیں اور بیان کی یک رنگی یا وضاحت میں حائل ہوتی ہیں ۔ یہاں پھر مصنف کے منشاء کی پابندی کرنی ہو گی ۔ اگر پہلی صورت ہے تو اسے اپنی زبان میں ترجمے کے لئے ویسا ھی لفظ یا ویسا ھی محاورہ ڈھونڈنا ہو گا جو کئی کئی معانی کی طرف اشارہ کرتا ہو اور اگر دوسری صورت ہے تو اسے اصل عبارت کی حدود سے آگے بڑھ کر ایسا لفظ تراشنا ہو گا جو چاہے لفظی ترجمہ ہو یا نہ ہو ، لیکن اس ایک مفہوم کے لئے سب سے زیادہ جامع اور مانع وھی ہو اُسے اپنے ترجمے میں اصل کی عبارت یا جملے سے باقی تمام مفہوموں کو راستے سے ھٹانا ہو گا اور صرف ایک کو آگے بڑھانا ہو گا ۔' (۱)

آخری بات یہ ہے کہ یہ تمام تر مترجم کے سلیقے پر موقوف ہے کہ وہ اصل متن کو کس طرح اپنائے ۔ بعض اوقات صُورت معنی سے دَست و گریبان ہوتی ہے اور معنی رُوح ، ذوق یا لب و لہجہ سے اُلجھ پڑتے ہیں ۔ ایسے میں مترجم کو تخلیقی سطح کی سوجھ بوجھ سے کام لینا پڑتا ہے ، مجبوراً ذاتی عناصر کو شامل کرنا پڑتا ہے ۔

ایسی صورت میں ممکن ہے کہ مترجم کی اپنی طرزِ ادا اور اسلوب تحریر نمایاں ہونے لگے ۔ اس میں احتیاط لازم ہے ۔ لیکن جہاں تک اُس نے سرِ تسلیم خَم کیا ہے اور مندرجہ بالا مجبوریوں کی بنا پر اس کی اپنی اھمیت یا شخصیت ترجمے میں جاگی ہے تو یہ اُس کا حق ہے ۔ اس لئے کہ وہ محض نقال نہیں بلکہ مصنّف کا ہمنوا، ہم مشرب اور حریف بھی ہے ۔

---

(۱) بحوالہ : ترجمے کے بنیادی اصول ، مطبوعہ : ادب لطیف ، لاہور اگست ۱۹۵۳ء

باب دوم: ہندوستان میں ترجمے کی قدیم روایت ۔

تمدنی ، تہذیبی اور سیاسی صُورت حال :

ہندوستان میں مغربی اقوام کی آمد کے ساتھ تہذیبی ، مذہبی ، لسانی اور سیاسی مُجادلے کے باب میں تین تاریخیں یادگار رہیں گے :

۲۷/ مئی ۱۴۹۸ء

۳۱/ دسمبر ۱۶۰۰ء

یکم نومبر ۱۸۵۸ء

۲۷/ مئی ۱۴۹۸ء کی تاریخ کا وہ ایک لمحہ ہندوستان کی مشرقیت ، سیاسی سُوجھ بُوجھ ، معاشی منصوبہ بندی اور تہذیبی منطقے کے لئے ایک چیلنج بن گیا جب پُرتگالی جہازران واسکوڈے گاما کی قیادت میں مالا بار کے ساحلی علاقے پر پہلی بار لنگر انداز ہوئے ۔ یہ بات اپنی جگہ ہے کہ واسکوڈے گاما کو محض سال بھر ہی کی مختصر مُدت کے بعد واپس پُرتگال پلٹنا پڑا ۔ لیکن اس کے بعد کالی کٹ کی بندرگاہ پر یکے بعد دیگرے مختلف مغربی اقوام کا جمگھٹا رہنے لگا ۔ پُرتگالی عرب تاجروں سے مقابلے / مسابقت کی ٹھان کر Alvarez Cabral (ستمبر ۱۵۰۰ء) اور Alphonso Albuquerque کی راہنمائی میں ہندوستان آئے ۔ لیکن ۱۵۰۵ء تک انہیں تجارتی مقاصد میں کامیابی نصیب نہ ہو سکی ۔ یہاں تک کہ اوّلین پرتگالی وائسرائے Francisco Almeida ہندوستان آیا (۱)

پرتگالیوں کی اس پیش قدمی کو کالی کٹ کے ہندوراجہ زمورن نے تجارتی تعلقات کی کھڑاوٗں دے کر مزید آسان بنا دیا تھا ، اور یوں پُرتگالی ، ریاست بیجاپور کی اہم بندرگاہ گوا پر قابض ہونے کے بعد دَمن ، دیو ، بسین ، چول ، سایسٹ ، بمبئے اور ھُگلی تک آگے بڑھ آئے ۔ ہندوستان میں مغربی زبانوں کے تراجم کی ابتداء کا بھی یہی زمانہ ہے ۔ پُرتگالیوں کو بائبل کے تراجم کے معاملے میں اولیّت حاصل ہے ۔ انہوں نے گوا سے اپنا چھاپہ خانہ قائم کر کے وہیں سے بائبل کا اوّلین بنگالی ترجمہ شائع کیا ، جس کی اپنی تاریخی اہمیت ہے ۱۶ویں صدی عیسوی کے اختتام تک مغل شہزادگان نے حج و زیارات کے لئے پُرتگالی

1.'A History of India' by J.H. Gense, s.t.
Macmillan and co, st. Martins street London. 1944–25.p.

جہازوں پر ہی سفر کیا ، جو تجارتی سامان کے لبادے میں مغربی ریشہ دوانیوں کو ہندوستان کے ساحلوں تک لائے تھے ۔ یہ وہ زمانہ ہے جب انگریزوں کی آمد سے پہلے ڈنمارک اور فرانس کے تاجروں نے بھی ہندوستان میں تجارت کے ساتھ سیاسی اختیار حاصل کرنے کے خواب دیکھے ۔

۳۱ دسمبر ۱۶۰۰ء کا دن ۔ جب انگریز تاجروں نے ملکہ برطانیہ الزبتھ اوّل سے ہندوستان میں تجارت کرنے کا فرمان حاصل کیا اور لندن میں ایسٹ انڈیا کمپنی قائم ہوئی ۔ کمپنی کا نمائندہ کپتان ہاکنس ۱۶۰۸ء میں ہندوستان آیا اور جہانگیر کے دربار میں حاضری دی ۔ اس کے بعد کمپنی کے نمائندوں نے مسلسل پانچ سال بادشاہِ وقت (جہانگیر) کو اس بات پر قائل کرنے کے لئے صرف کئے کہ تجارتی لین دین کے لئے لازم ہے کہ ہندوستان کی سرزمین پر کمپنی کا باقاعدہ دفتر بھی ہو ۔ بالآخر کپتان ہاکنس کی کوششوں کے ساتھ ۱۶۰۸ میں سُورت کے مقام پر تجارتی کوٹھی کھولنا منظور ہوا ۔ دوسری تجارتی کوٹھی کی منظوری سرٹامس رُو نے ۱۶۱۵ء میں حاصل کی اس کے بعد احمد آباد ، آگرہ ، لکھنؤ ، بھڑوچ ، مسولی پٹم ، ہُگلی ، قاسم بازار پٹنہ اور مدراس میں بھی کمپنی کے دفاتر قائم ہوئے ۔ مدراس تک پہنچ کر کمپنی بہادر صرف تجارتی کمپنی نہیں رہ گئی تھی بلکہ اب وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک سیاسی تنظیم تھی ۔ کمپنی نے مدراس شہر ۱۶۴۰ء میں آباد کیا اور اپنا پہلا قلعہ ، سینٹ جارج ، تعمیر کیا ۔ ۱۶۶۱ء میں چارلس دوم کی شادی پرتگالی شہزادی سے ہوئی تو بمبئی کا تمام علاقہ بطور جہیز انگلستان کے قبضے میں چلا گیا ، جو حکومتِ برطانیہ نے ۱۶۶۸ء میں کمپنی کی تحویل میں دے دیا ۔

یہ اورنگ زیب عالمگیر کا آخری زمانہ تھا اور مرکزی حکومت صوبائی سطح پر خود مُختار حکومتوں کی پھیلائی ہوئی بدنظمیوں کا شکار ہو چلی تھی ۔ ۱۶۶۹ء میں سورت کے گورنر سرجارج آک زندن نے کمپنی کے سرکردہ کارکنوں کو مشورہ دیا تھا کہ:

' حالات کا اب یہی تقاضا ہے کہ آپ تجارت کا انتظام بزورِ شمشیر کریں '

اور کمپنی نے اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے ۱۶۸۷ء میں مدراس کے گورنر کو لکھا تھا کہ

' ایسی سول اور فوجی حکومت قائم کی جائے اور دونوں شعبوں کی کفالت کے لئے اتنی آمدنی کا بندوبست کیا جائے جو ہندوستان میں ایک وسیع اور پائیدار

برطانوی مقبوضے کی بنیاد بن سکے ۔' (۱)

واضح رہے کہ یہ یادداشت اُس زمانے کی ہے جب شہنشاہ اورنگ زیب مدراس سے چند سو میل کے فاصلے پر دکن فتح کرنے میں مصروف تھا اور مغلیہ سلطنت بظاہر متحد و مُستحکم دکھائی دیتی تھی ۔

اس واقعہ کے صرف ۷۸ برس بعد یعنی پلاسی اور بکسر کی فیصلہ کُن لڑائیوں کے نتیجہ کے طور پر ۱۷۶۵ء میں شاہ عالم ثانی (۱۷۵۹ء ـ ۱۸۰۶) نے شاہی فرمان کے ذریعے چند شرائط کے ساتھ بنگال، بہار اور اڑیسہ کے صُوبوں کے دیوانی اختیارات باقاعدہ طور پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو سونپ دیئے ۔

طے شدہ شرائط میں سے ایک چیدہ شرط یہ تھی کہ کمپنی بہادر تینوں صوبوں میں دفتری زبان فارسی ہی رکھے گی ۔ شاید یہی وجہ تھی کہ گورنر کلکتہ وارن ہیٹسنگز (۱۷۷۳ء ـ ۱۷۸۵ء) کو جب سرکاری ملازمتوں کے سلسلے میں تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُس نے اپنی یادداشت میں لکھا:

'ہماری منشا ہے کہ دیوانی اور فوجداری نوعیت کی اہم آسامیوں نیز پولیس کے (نمایاں) عُہدوں پر مُسلمانوں کو مقرر کریں ۔ یہ فرائض عربی اور فارسی زبانوں، اور اسلامی قوانین کی جامع و مانع لیاقت ہی سے ادا ہو سکتے ہیں ۔ مگر یہ علوم اور علماء رفتہ رفتہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں ۔ (۲)

انہی وجوہات کی بنا پر وارن ہیسٹنگز نے ہمدردانہ بجٹ پالیسی اختیار کرنے، عوام کو قانونی تحفظات دینے اور شہزادگان کے ساتھ سخت رویّہ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ ۱۷۸۱ء میں مدرسۂ عالیہ (کلکتہ) کی بنیاد رکھی ۔ یہ اقدام برطانوی طرزِ حکومت اور ہندوستانی طرزِ معاشرت میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلے میں نقشِ اوّل ہے ۔ اس کے ٹھیک تین سال بعد سر ولیم جونز (۳) نے ۱۷۸۴ء میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال قائم کی ۔

---

(۱) بحوالہ: 'نویدِ فکر' از سبطِ حسن ۔ دانیال پبلشرز کراچی ۱۹۸۳ء ص ۱۲۷

(۲) Muslim religious education in Indo–Pakistan Islamic Studies
از ڈاکٹر ضیاء الحق ۔ مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۷۵ء ص ۲۷۹

(۳) ماہر لسانیات اور سپریم کورٹ کلکتہ کا جج ۔ ۱۷۸۳ء میں ہندوستان آیا اور ۴۷ برس کی عمر میں یہیں وفات پائی

وارن ہیسٹنگز اور سر ولیم جونز (و دیگر انگریز مستشرقین) کی ہندوستانی زبانوں (خصوصاً بنگالی اور اُردو) اور مشرقی علوم سے دلچسپی محض ایسٹ انڈیا کمپنی کی سیاسی اور انتظامی ضرورتوں کا تقاضا نہ تھی بلکہ یہ دلچسپی ۱۸ویں صدی عیسوی کے مُتلون مزاج عہد میں اہلِ مغرب کا مزاج بن چُکی تھی ۔ پرتگالی، برطانوی اور فرانسیسی تجارتی کمپنیو ں کے تذکروں، ہندوستان کے سفرناموں اور مشرقی منڈیوں کی تلاش میں نکلے ہوئے تجارتی قافلوں کی داستانوں نے ہندوستان کو مغرب میں ‘سونے کی چڑیا’ اور ‘پُراسرار تہذیبی خزینہ’ مشہور کر دیا تھا ۔

یہی سبب ہے کہ سیرام پور کے مسیحی مشن، فارسی کی تقلید میں گوئٹے کے ‘دیوان’ لارڈ بائرن اور ولیم بلیک کی نظموں، سوئفٹ کے ‘گلیور کا سفر’ شیلے کی ‘سلام کی بغاوت’ رابن سنَ کروسو کے انوکھے تجربات، والٹیئر کے فسانے، عمر خیام کے تراجم، دیمبراں اور گویا کی مُصوری میں مشرقیت کے عمل دخل سے لے کر رُڈیارڈ کپلنگ اور جان ماسٹرز تک ۔ حتی کہ رابندر ناتھ ٹیگور کی عالمگیر مقبولیت تک میں یہی مشرق زدہ ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے ۔

اس کے برعکس چارلس گرانٹ جیسے کمپنی کے زُعما ہندوستانیوں کو انگریزی زبان سکھانے پر بھی مُصر رہے ۔ چارلس گرانٹ کے خیال میں ہندوستان کے باسیوں کی جہالت اور لاعلمی انگریزی تعلیم کے ذریعے دُور کی جا سکتی تھی یا یُوں کہنا چاہئے کہ اس کے خیال میں انگریزی زبان کی معرفت ہندوستانیوں کو تابع فرمان بنایا جا سکتا تھا ۔ لیکن اُس زمانے میں اُس کی یہ آواز کمپنی کے زعما نے ردّ کر دی ۔

چارلس گرانٹ کی خواہش آگرہ اور دہلی کی فتح کے بعد اُس وقت بار آور ہوئی جب خود کمپنی بہادر نے نواب غازی الدین کے ۱۷۹۲ء میں قائم کردہ ایک مدرسے کو ۱۸۲۵ء میں ‘دہلی کالج’ میں بدل دیا ۔ بقول ڈاکٹر عبدالحق دہلی کالج میں انگریزی زبان کا شعبہ کھلنے سے ‘ لوگوں میں بڑی بے چینی پھیلی اور ہندو مسلمان دونوں نے اس کی مخالفت کی ۔ دین دار، بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ ہمارے نوجوانوں کے مذہب بگاڑنے اور اندر ہی اندر عیسائی مذہب کے پھیلانے کی ترکیب ہے ۔ ’ (۱)

یہی وہ خدشات تھے جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا باعث بنے ۔

---

(۱) بحوالہ: ‘مرحوم دہلی کالج’ ص نمبر۱۵

میروت ، دھلی ، کانپور اور لکھنؤ میں جب ھندو سپاھیوں نے گائے کی چربی منڈھے کارتوس کو دانتوں سے چبانے سے انکار کیا تو مسلمان سپاھی کے کان میں جُھکے جُھکے کوئی سرگوشی کرتا تھا کہ یہ چربی سُور کی بھی ھو سکتی ہے ۔ بہت ممکن ہے ھندوستانی شہزادگان اور جاگیرداروں کے نزدیک لارڈ ڈلھوزی کی حکومتی پالیسی قابلِ قبول نہ ھو یا زمینوں کے بارے میں نیا مالیاتی نظام پریشان کُن ھو ، لیکن عوامی سطح پر لوگوں کا مرنے مارنے پر تیار ھو جانا محض مندرجہ بالا تکلیف دہ پالیسیوں کا لازمی نتیجہ نہیں ھو سکتا ۔ اس نوع کے جدَل کے لئے روحانی سطح پر ھمت کی شمولیت ضروری ہے اور اس شمولیت کو ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی لڑنے والوں کی آخری صفوں تک محسوس کیا گیا ۔

یکم نومبر ۱۸۵۸ء کو کمپنی کی حکومت کے خاتمے کے ساتھ ھندوستان تاج برطانیہ کے زیر سایہ چلا گیا اور یہاں سے تہذیبی ، مذھبی ، لسانی اور سیاسی مُجادلے کے ایک نئے باب کا آغاز ھُوا ۔

یہ تو ھندوستان میں انگریزوں کی آمد اور سیاسی مُجادلے کا ایک خاکہ تھا لیکن حقیقت میں یہ صرف سیاسی کش مکش نہیں تھی ۔ اس کش مکش کے ھندوستان کی تہذیبی زندگی پر بھی دُور رَس اثرات مُرتب ھوئے ۔

عہد اکبری سے شاھجہان کے عہد تک غیر ملکیوں کے ساتھ مذھبی معاملات میں حکومتی سطح پر جو رویّہ روا رکھا گیا وہ مختصراً کچھ یُوں ہے :

۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۱ء میں ابراھیم حسین مرزا نے بغاوت کر کے قلعہ بندر سُورت پر قبضہ کر لیا ۔ اس کی سرکشی دبانے کے لے اکبری لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور خود اکبر بھی یلغار کر کے موقعہ پر پہنچا ۔ اس زمانے میں غیر ملکی سوداگروں کے جہاز بندرگاہ تک آتے جاتے تھے سو ابراھیم مرزا نے فرنگی تاجروں کو اپنی مدد کے لئے پکارا اور یہ لالچ دی کہ قلعہ اُن کے حوالے کر دے گا ۔ لیکن فرنگی تاجروں کے جتھے نے اکبری لشکر کا پلہ بھاری دیکھا تو ایلچی بن گئے اور اکبر کی خدمت میں حاضر ھو کر تحفہ تحائف نذر کئے ، سفارت کار کہلائے اور خلعت و انعام کے ساتھ رخصت ھوئے ۔

معرکۂ مذکور کے کئی برس بعد اکبر نے حاجی حبیب اللہ کاشی کو زرِ کثیر دے کر بندرگاہ گوا روانہ کیا اور حُکم دیا کہ واپسی پر فرنگی صنعت کار و دست کار ساتھ لائیں ۔

اس طرح فرنگیوں کا ایک گروہ تحفہ تحائف کی نمائش کرتا اور آرگن باجہ بجاتا ہُوا اکبر کے دربار تک آیا ۔ اس کے بعد پادری فربیتون اور حبشی عیسائیوں کے گروہ اکبر کے دربار میں حاضری دیتے رہے ۔ اکبر نے شاہزادگان کو اُن کا شاگرد کیا تو یونانی کُتب کے ترجمے کا سامان فراہم ہُوا ۔ مولوی ذکاء اللہ لکھتے ہیں :

وہ انجیل لائے اور تثلیث پر دلائل سنا کر نصرانیت کا اثبات کیا اور ملّت عیسوی کو رواج دیا ۔ شاہزادہ مُراد کو حُکم ہُوا کہ چند کلمے انجیل تیمناً پڑھے ۔ شیخ ابوالفضل اُس کے لئے مترجم ہُوا ۔ پہلا فقرہ جو بطور بسم اللہ کے تھا ، اس کا یہ ترجّمہ ہُوا ۔

' اے نام تو دے ژ ژ و کرسٹو

زرجیس اور کرسٹو یعنی عیسی مسیح ۔ یعنی ' اے وہ کہ نام تیرا مہربانی اور زیادہ بخشش والا ہے تیرے سوائے کوئی خُدا نہیں ہے ۔ شیخ فیضی نے اس پر دوسرا مصرعہ لگایا

' سبحانک لا سواک یا ہو ' ۔ ' ہم تیری تعریف کرتے ہیں ، تیرے سوِا کوئی خُدا نہیں ہے ۔ ' (۱)

بعض مورّخین شیخ فیضی کا مصرعہ : 'سبحانک لاشریک یا ہو ' لکھتے ہیں ۔

اکبر نے پرتگیز پادریوں کو نہ صرف سالانہ وظیفہ دیا بلکہ لاہور اور آگرہ میں گرجا گھر تعمیر کرنے کی اجازت دی ۔ اکبر انجیل کا ترجمہ کروانا چاہتا تھا لیکن اُس کی زندگی میں یہ منصوبہ ادھورا رہا ۔

محمد حسین شکراللہ نے 'مرقع اکبر آباد' ص ۱۳۳ پر جہانگیر کے ایک فرمان کو نقل کیا ہے جس سے تعمیرِ گرجا و قبرستان کی اجازت کا پتہ چلتا ہے ۔

ایک زمانے میں اکبر نے مختلف مذاہب کے علماء کے مابین ایک مناظرے کا اہتمام کیا ۔ اُس نے پرتگیزیوں کو لکھا کہ وہ اپنے مشنری مبلّغین کو مع اپنی شریعت کی کتاب کے بھیجیں ۔

' چنانچہ ۳ دسمبر ۱۵۶۸ء میں یہ لوگ سورت پہنچے وہاں اُن کا شاہی استقبال ہُوا ۔ ۹/ فروری کو یہ مشنری مشن فتحپور سیکری میں جہاں بادشاہ رہتا تھا

---

(۱) 'تاریخ ہند' جلد پنجم ص ۸۲۵ بحوالہ ' عہدِ مغلیہ میں فرنگیوں کا جال ' از مولانا امداد صابری صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا نشتر روڈ کراچی ۵ اشاعتِ اوّل : ۱۹۸۱ء ص ۳

پہنچا ۔ شہنشاہ اکبر کے سامنے پیش ہُوئے ۔ پادریوں نے حضرت عیسیٰ کی تصویر پیش کی تو اکبر نے اس کی تعظیم و تکریم اپنے مذاہب اور عیسائیوں کے مذہب کے مطابق کی ۔ اُس کے آگے سر جُھکایا ، کہنیوں کو ٹیکا ، سجدہ کیا اور حضرتِ مریم کی تصویر جو جواھرات سے مزین تھی پیش کی تو بادشاہ نے کہا : ' ملکہ آسمان کی کیا اچھی شبیہہ ہے ' اس کے بعد پادریوں نے چار زبانوں میں انجیل پیش کی تو بادشاہ نے اسے چُوما اور سر پر رکھا ۔' (۲)

اسی زمانے میں اکبر نے کتاب 'سیرت مسیح' فارسی زبان میں تصنیف کرائی ۔ جس کا ایک باتصویر نُسخہ کتب خانہ آصفیہ ۔ حیدر آباد دکن میں تاحال محفوظ ہے ۔

عہد جہانگیری میں عیسائی مشنریوں کو مسیحی مذہب کی تبلیغ کی عام اجازت تھی ، وہ جہاں چاھتے وعظ کرتے ۔ مشہور اطالوی سیاح مانوچی نے بھی اپنے سفرنامے میں ان حالات و واقعات کی نشاندھی کی ہے ۔

یوں دیکھا جائے تو ابتداء میں یورپئین محض سوداگروں کی حیثیت سے ہر جگہ (بشمول ہندوستان) پہنچے لیکن رفتہ رفتہ قدم جمانے کے ساتھ ھی انسانی حرص و آز کے لامتناھی سلسلے عود کر آئے ۔

۱ ۔ انہوں نے حکومت کرنے کے خواب دیکھے

۲ ۔ اپنے مذہب اور عقائد کی ترویج چاھی

شاھجہان کے عہد میں ہندوستان کے باسیوں پر مغربی افکار کا اثر رنگ جمانے لگا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ خود دربار میں شاھجہان کی منشاء پر دانشمند خان اور مُلا عبدالحکیم سیالکوٹی کے مابین بعض علمی مسائل پر مناظرے بھی ہُوئے ۔ مُغلیہ عہد کے مورّخ خافی خان نے فرنگیوں کے اثرات کا مطالعہ بڑی ہُنر مندی کے ساتھ پیش کیا ہے ۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوؤں کے مندروں میں حضرتِ عیسیٰ اور مریم بی بی کی مُورتیوں نے بھی جگہ بنا لی تھی جس سے دو طرفہ اثرات کی نشاندھی ہوتی ہے ۔

اوّل اوّل یہ اثراتِ ہندوستان کی بندرگاھوں سے منسلک شہروں میں محسوس کئے گئے اور اُس کے بعد تجارتی لین دین کے ساتھ ساحلی علاقوں سے اندرونِ ملک تک سرایت کر گئے ۔

۱

---

(۲) ' عہد مغلیہ میں فرنگیوں کا جال ' ص ۸۰۷ .

آج مذہبیات سے متعلق مغربی اور مشرقی محققین اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ۱۰ویں صدی عیسوی کے اختتام اور ۱۱ویں صدی عیسوی کے آغاز پر ایران میں 'اخباریہ' تحریک کا آغاز سراسر پروٹسٹنٹ تحریک (۱) کی طرز پر ہُوا۔ مغربی محققین نے 'وھابیت' کو اسلام کا پروٹسٹنٹ فرقہ کہا ہے۔ واضح رہے کہ یہ تحریک شیخ محمد بن عبدالوھاب سے منسوب ہو کر 'وھابی تحریک' کہلائی۔

یوں حقیقت کچھ بھی ہو، لیکن اس بات کے شواھد بکثرت موجود ہیں کہ انگریزی کو سیاسی اقتدار حاصل ہونے سے بہت پہلے انہی فکری اور مذہبی بنیادوں پر کامیابیاں حاصل ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

بہت پہلے اس نوع کی صُورتِ حالات کا توڑ ابو حنیفہ رح، مالک رح اور شافعی رح جیسے بزرگوں نے فقہ کی تدوین کے صُورت میں کرنا چاھا تھا۔ ہندوستان میں (عہدِ عالمگیری) شیخ احمد سرھندی مجدّدالفِ ثانی رح نے سب سے پہلے یورپ کے اس مخفی ذھنی اور فکری تسلط اور اُس سے پیدا ہونے والے خطرات کو محسوس کیا۔ وہ مسلکِ وسط کے پا لینے میں کامیاب ہونے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی فقہ بھی بچ گئی اور تصوّف بھی تباھی سے محفوظ رھا۔

شاہ ولی اللہ رح نے اپنے دور میں دنیاوی آلایشوں اور حرص و آز کے سلسلوں کی روک تھام کے لئے جو انداز اپنایا اس سے مجمل آگہی کے لئے تین مختصر اقتباسات (دعوتی پیغام) دیکھتے چلئے: (۲)

۱) 'جن علوم کے حیثیت صرف ذرائع اور آلات کی ہے (مثلاً صرف و نحو وغیرہ) تو اُن کی حیثیت آلہ اور ذریعہ ھی کی رھنے دو، نہ کہ خود اُن ھی کو مُستقل علم بنا بیٹھو۔'

(ص ۹۹ سے اقتباس)

---

(۱) یہ تحریک اپنی ابتداء میں کلیسا کی جبریت کا ردِ عمل کہلاتی لیکن جُوں جُوں وقت گزرا یہ تحریک عیسائی مذہبیات کی بنیادوں پر ایک کاری ضربؔ بن کر ابھری۔ اس باھمی چپقلش کا زمانہ وھی ہے جب یوریپن اقوام نے بحری راستوں کے ذریعے دیگر ممالک تک رسائی حاصل کی۔

(۲) 'تفہیماتِ الہیّہ' سے اقتباسات۔ مشمولہ: 'تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ رح'۔ از علامہ مناظر احسن گیلانی۔ نفیس اکیڈمی عابد روڈ حیدرآباد دکن۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

۲) ' اے آدم کے بچّو ! جسے خُدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہے ، جس میں وہ آرام کرے ، اتنا پانی جس سے وہ سیراب ہو ، اتنا کھانا جس سے بسر ہو جائے اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جائے ، ایسی بیوی جو اس کی شرمگاہ کی حفاظت کر سکتی ہو اور اس کے رہن سہن کی جدوجہد میں مدد دے سکتی ہو ، تو یاد رکھو ، کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکُی ہے ، چاھئے کہ اُس پر خُدا کا شُکر کرے ۔ '

(ص ۱۰۳ سے اقتباس)

۳) ' کھڑکی سے آدمی بڑی نیکیوں کو جھانک سکتا ہے اور ڈھیر کے لئے اُس کا نمونہ کافی ہے ۔ '

(ص ١٠٦ سے اقتباس)

شاہ ولی اللہ رح نے کٹر مذہبی ماحول میں بڑی جرأت کے ساتھ قرآن اور حدیث کے ترجمہ کی بنیاد رکھی ، بعد میں اسی بنیاد پر شاہ رفیع الدین رح نے لفظی اور شاہ عبدالقادر رح (۱) نے بامحاورہ اُردو ترجمے کی عمارت کھڑی کی ۔ اور یُوں مذہب سے عوامی رابطے کا وسیلہ بنے ۔

یہی سبب ہے کہ ۱۸۵۷ء میں کمپنی کی حکومت کے خاتمہ اور انگریزی عمداری کا باقاعدہ آغاز ہُوا تو سیاسی اقتدار کی اس بہت بڑی کروٹ میں فکری سطح پر اس ہیجان کی کیفیت دکھائی نہیں دیتی جو اتنے بڑے انقلاب کا لازمہ ہُوا کرتی ہے ۔

شاہ ولی اللہ رح کی فکری تربیت ' سکھ تحریک ' اور ' مرھٹہ سیواجی تحریک ' کے عروج کے زمانے میں ہوئی تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ عیسائت کے اثر و نفوذ کا توڑ کرنے میں شاہ ولی اللہ رح کامیاب رہے ۔

شاہ ولی اللہ رح کے فکری پس منظر پر نگاہ ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد ہندوستان کے شمالی اور مغربی حصوں میں ' سکھ تحریک ' اور جنوبی ہند میں مرھٹہ یا سیواجی کی تحریک ' اٹھی ۔ ہر دو تحریکیں سیاسی مقاصد کے ساتھ ساتھ اپنے جِلوَ میں مذہبی مقاصد بھی لئے ہوئے تھیں ۔

---

(۱) شاہ عبدالقادر نے ۱۷۹۰ء میں ترجمہ مکمل کیا جو پہلی بار دہلی سے نومبر ۱۸۲۹ء میں شائع ہوا ۔ واضح رہے کہ اُن سے پہلے (۱۷۷۰ء) شاہ مراد اللہ انصاری سنبھلی کا اُردو ترجمہ صرف ۳۰ ویں پارے تک محدود تھا جو ہگلی سے ۱۸۳۱ء میں شائع ہُوا۔

سکھ تحریک گورو گوبند کی سیاسی سطح پر جڑیں پکڑنے کے ساتھ ھی مذھبی تحریک میں بدل گئی ، یہاں تک کہ گورو گوبند کا جانشین گورو بندا اہلِ اسلام کی آبادیوں پر چڑھ آتا اور باشندوں میں جس کسی کو پاتا ، باقی نہ چھوڑتا ، خواہ کمسن بچے ھی کیوں نہ ھوں حتیٰ کہ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتا اور پیدایش سے پہلے ھی بچوں کو مار ڈالتا ۔ شہزادہ فرخ سیر نے اس ظلم و زیادتی کا خاتمہ عبدالصمد خان تورانی (صوبہ دار کشمیر) کے ذریعے کروایا ۔ گورو بندا نے دلّی میں جو قیامت ڈھائی تھی شاہ ولی اللہ رح اُس کے چشم دید گواہ تھے ۔

مرہٹہ تحریک نے دکن میں سر اٹھایا تو اورنگ زیب کو پورے پچیس سال مرہٹوں کی گوشمالی پر صرف کرنے پڑے ۔ واضح رہے کہ اس تحریک کا مقصد ہندوستان کو قدیم پراچین تہذیب کی طرف واپس لے جانا تھا ۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ دونوں تحریکیں مُغل جبریت کے خلاف احتجاج کی صورتیں تھیں لیکن مذہبی سطح پر اس احتجاج نے شاو ولی اللہ رح کی سوچ کو بھرپور طریق سے مہمیز کیا اور ان کی سوچ ہندوستان میں مسلمانوں کی بقا (اور مستقبل) سے وابستہ ہو گئی ۔

ہندوستان میں ترجمے کی روایت

ہمارے ہاں ترجمے کی بنیادیں دو مختلف النوع فلسفہ ہائے زندگی سے اُٹھیں :

۱) حملہ آور حاکموں کے زیر اثر
۲) مسلمان صوفیاء کے زیر اثر

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان صوفیاء نے حملہ آوروں کے لئے فکری سطح پر زمین ہموار کی ۔ لیکن یہ محض ایک مفروضہ ہے اور اس ضمن میں تاحال وقیع شواھد کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے ۔

خود میرے نزدیک صُوفی اور حملہ آور (یا حکمران) کی نفسیات سراسر ایک دوسرے سے مختلف ہے ۔ حملہ آور (یا حکمراں) نفسانی خواھشات کا ھمیشہ سے اسیر چلا آیا ہے اور وہ جسم پر حکمرانی کو پسند کرتا ہے ۔ جبکہ صُوفی علاقائی سرحدوں کی حد بندی سے بے نیاز ، ہر زمانے میں ایک ایسا باغی ہے جو ظاھرداری (کہ دِلوں کو مُردہ کرتی ہے) روا نہیں رکھتا ۔ اُس کی آواز معاشرے کے سخت گیر اصولوں کے خلاف ایک باغیانہ لحن ہے اور اس کی نظر ظاھر اور باطن، دونوں پر یکساں ہے ۔ وہ لفظ کے مقابلے میں معنی پر زور دیتا ہے

اور 'شر' میں 'خیر' کے پہلو ڈھونڈتا ہے۔ وہ 'دُنیاداری' سے دُور رہتا ہے لیکن دُنیا کی اصل اُس کی نظر سے پوشیدہ نہیں، یُوں وہ دُنیا داروں کی نسبت کہیں زیادہ دُنیا کو سمجھتا ہے۔

یوں کہا جا سکتا ہے کہ صوفی کو انسانی نفسیات کا سچّا ادراک حاصل ہے اور اُسے جسموں کی بجائے دلوں کی حکمرانی عطا ہوتی ہے۔

حملہ آور حاکموں کے زیرِ اثر ترجمے کی بنیادیں:

محمد بن قاسم سے سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر اوّلین حملے تک تقریباً تین سو سال کا وقفہ ہے اور ظہیرالدین بابر تک آتے آتے پانچ سو سال کا زمانہ بیت گیا۔ لیکن اس تمام عرصے میں مسلمانوں کے فاتح کلچر نے ہندوستان کی زندگی کی وسعتوں کو اپنے اندر سمیٹنے کا بھرپور جتن کیا مُسلم کلچر نے ہندوستانی کلچر کو نئے ڈھنگ سکھائے حتیٰ کہ یہاں کی بولیوں پر بھی اس کے بھرپور اثرات مُرتسم ہوئے۔

انہی بولیوں میں سے ایک بولی ہندوی، دکھنی، ہندوستانی، ریختہ یا اُردو بھی تھی جو اپنے اندر جذب و قبول کی بے پناہ صلاحیت رکھتی تھی۔ اس بولی نے کُھلے بازوؤں کے ساتھ نئے کلچر کو خُوش آمدید کہا۔ یُوں ترجمے کو یہاں پہلی بار مناسب فضا مُیسر آئی۔

امیر تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان فتح کیا تھا اور اُس کا 'اردو' پنجاب کو روندتا اور دلی کو زیر و زبر کرتا واپس ہو لیا تھا۔ یُوں ۱۳۹۸ء میں لفظ 'اُردو' کا یہاں بیج بویا گیا۔ امیر تیمور کے حملے کے بعد ہمایوں ظفر خان (م ۱۴۱۰ء) نے آزادی کا اعلان کر دیا اور گجرات میں بادشاہت کی بنیاد رکھی۔ اپنے اس عمل کے جواز کے طور پر یا بقول ڈاکٹر جمیل جالبی(۱): عظمت کا رنگ دینے کے لئے اہلِ علم، اربابِ ہُنر، مشائخ دین کی سرپرستی شروع کی ان تمام واقعات و عوامل نے شمال سے لے کر دکن و گجرات تک اس زبان کے پھلنے پُھولنے اور بڑھنے پھیلنے کے لئے ایسی سازگار فضا پیدا کر دی کہ یہ زبان ان ساری علامتوں کی مشترک زبان بن کر تیزی سے ترقی کے زینے طے کرنے لگی۔'

ظہیر الدین بابر (۱۵۲۶ء) سے بہادر شاہ ظفر (۱۸۵۷ء) تک شمار کیا جائے تو مغلوں نے یہاں تین سو اکتیس برس حکومت کی۔ ترجمے کی روایت کے باب میں یہ زمانہ انتہائی اہم ہے۔

۱۔ تاریخ ادب اردو (جلد اول) مجلس ترقی ادب، لاہور، جون ۱۹۷۵ء

قلعۂ ملوٹ کے محاصرے کے وقت پہلی بار مغلوں نے ترجمے کی اہمیت کو شدّت سے محسوس کیا ۔ یہ وہ موقع ہے جب ظہیر الدین بابر کے حضور یہاں کا مشہور سردار دولت خان حاضر ہوتا ہے ۔ سردار کچھ کہنا چاہتا ہے اور بابر بہت کچھ سننا چاہتا ہے لیکن دونوں گونگوں کی طرح ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ ترجمان مہیا کیا جاتا ہے ۔

۱۵۲۸ء میں ہندوستان پر چڑھائی کے وقت ظہیرالدین بابر کے ایک نامی سردار نے شکست کھائی اور جب اس ناکامی کی اطلاع بابر کو ملی تو اس نے ' توزکِ بابری ' میں لکھا :

' سردار کی یہ پسپائی قابلِ عفو ہے ۔ غیر زمین ،غیر علاقہ ہی نہیں بلکہ غیر زبان سے مقابلہ ' (ترجمہ)

یہی وجہ ہے کہ بابر نے یہاں قدم جماتے ہی اس ' غیر زبان ' (اردو) کو بہت سوچ سمجھ کر ذریعۂ اظہار بنانا چاہا:

مُجکانہ ہوا کج ہوس مانک و موتی
فقرابَلِغُہ بس بولغوسیدور پانی و روتی
بحر :ہزج مثمن اخرب مکفوف محذوب
تقطیع : مفعول مفاعیل فعول

اس شعر میں ہندوی زبان کے مندرجہ ذیل الفاظ توجہ چاہتے ہیں :

مُجکانہ (مجھ کو) ، کُج (کچھ) ، مانک (یاقوت) فقرا (فقیر) اور روتی (روٹی)

بابر کی ہندوستان آمد کے ساتھ ہندوی زبان (جو اب تک صرف ہندی کلچر کی علامت تھی) میں تازہ دم ' عربی و ایرانی کلچر ' کی رُوح شامل ہوئی تو ایک نئی زندگی کی تڑپ جاگی ۔

---

(۱) تاریخ ادب اُردو (جلد اوّل) مجلس ترقی ادب ۔ لاہورجولائی ۱۹۷۵ء

(۲) بابر کا یہ شعر اس کے قلمی تُرکی دیوان ۔ کتب خانہ رام پور میں محفوظ ہے ۔

اب ہوا یہ کہ اس زبان کی مخصوص لفظیات اور محاورے جہاں کچھ قبول کر رہے تھے ،وہیں اُن کی دیگر زبانوں کے لئے ایک عطا بھی تھی ۔ یہ مخصوص لفظیات اور محاورے فارسی میں بھی راہ پا گئے ۔ یہاں یہ کہنا مناسب ہو گا کہ یہاں کے اہل قلم پر ان اثرات نے ' ہندوستانی فارسی' کی اصطلاح کو جنم دیا اور اُسے ' ایرانی فارسی ' سے ممیز کر دیا ۔

یوں زبان کی ساختیاتی سطح پر دو کلچر ایک دوسرے سے باہم گلے ملتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جس سے ایک تیسرے کلچر نے جنم لیا ۔ اُس دور کی اُردو زبان اسی ترقی پذیر کلچر کی ترجمان بن گئی ۔ امیر خسرو رح کی ' خالق باری ' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے ، جس میں فارسی و عربی الفاظ کے ہندوی (اُردو) مترادفات اور معنی نظم میں بیان کئے گئے ہیں ۔ اُردو زبان کی اس ابتدائی حالت میں ' عربی ایرانی تہذیب' نے باہمی ردو قبول کے ساتھ ایک نئے لہجے کو جنم دیا ۔ اس سلسلے میں ' بھگتی تحریک ' نے نمایاں کردار ادا کیا ۔ بھگت کبیر(م ۔ ۱۵۱۸ء) پوربی تھے لیکن ان کے ہاں بھاشا کی دھارائیں بہہ رہی تھیں ۔

صوفی ازم اور ترجمے کی روایت

" Those tendendencies in Islam which aim at direct communion between God and Man." [۱]

جن مسلمان صوفیا نے اُردو زبان کی نشو ونما اور اُردو میں ترجمے کی بنیادیں رکھیں ، اُن میں سے بیشتر ' امَر بالمعروف و نہی عن المنکر ' (قرآن مجید) یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ اور بُرے افعال سے باز رکھنے کے جذبے کے تحت ، پُر خطر اور دشوار گزار راستوں اور لق و دق بیابانوں سے ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے تھے ۔

---

(۱) J.S.,Trimingham,"Sufi order"-p.1 U.S.A.

ہندوستان کی ہر چیز اُن کے لئے اجنبی تھی اور زندگی کرنے کا چلن یکسر مختلف تھا۔ یہ ان کے مسلک کی عطا تھی کہ انہوں نے اس اجنبی سرزمین کے دل پر حکومت کی مثلاً میراں جی شمس العشاق اور بُرھان الدین جانم مکّہ (سعوی عرب) سے ہند تشریف لائے اور یہیں کے ہو رہے۔ نووارد کے لئے زبان سے شناسائی ضروری ہے کہ رابطہ کی ابتداء ہے۔

آپ اصحاب نے ہندوستان کے عام لوگوں کی بول چال (کی زبان) سیکھی اور اسی زبان میں تعلیم و تلقین فرمایا کئے۔

یہاں یہ وضاحت نہایت ضروری ہے کہ اُردو کی ابتدائی نشوونما اور ترجمے کی قدیم روایت کے باب میں علاقہ دکن اور گجرات کے صُوفیاء کا ذکر ہی مقصود ہے۔ اس لئے کہ ہندوی (اردو) جیسی عامی زبان کو ابتدا انہی دو علاقوں کے صوفیاء نے ادب کی شہ نشیں پر بٹھایا اور اُردو زبان و ادب کی ترویج کا باعث بنے۔

دکن اور گجرات میں مسلمان صوفیاء کے چھ سلسلے بہت نمایاں دکھائی دیتے ہیں :

۱۔ شیخ عین الدین گنج العلم رح کا رُوحانی مرکز بیجاپور۔ دکن تھا۔ اسے بیجاپور کے رُوحانی متصوفانہ سلسلے کا اوّلین دَور کہا جا سکتا ہے۔ شیخ عین الدین رح (۷۰٦ ھ تا ۷۹۵ ھ)(۱۳۰٦ء تا ۱۳۹۲ء) نے مختلف علوم و فنون کی ۱۳۲ کتابیں تصنیف و ترجمہ کیں۔

۲۔ سید محمد حسینی بندہ نواز گیسودراز (۱۴۲۲ء ۔ ۱۳۲۱ء) نے بیجاپور، دکن کو اپنے چشتیہ رُوحانی سلسلے کا مرکز بنایا۔ ہندوی (اردو) میں اُن کے بعض طبع زاد رسالے اُردو کے تشکیلی دِور کی یادگار ہیں۔ ان کی ' معراج العاشقین ' ۱۴ویں صدی عیسوی کی نمایندہ نثری تصنیف ہے۔

۳ ۔ شاہ میراں جی شمس العشاق (پ : ۱۴۹٦ء) نے بیجاپور. دکن کو تیسری بار۱۴۹۹ء میں چشتیہ سلسلے کا رُوحانی مرکز بنایا۔ تصوّف میں چشتیہ سلسلے کی تشریح مختصراً یُوں ہو گی :

وہ جو شریعت سُنتا ہے اور طریقت پر عمل پیرا ہے، حقیقت کا جلوہ دیکھتا ہے اور جو دیکھتا ہے وہ معرفت کا درجہ پاتا ہے۔ اور یہ وہ مقام ہے جب خدا اُس سے راضی ہوتا ہے۔ پھر کیا کچھ ممکن العمل نہیں ؟

(' مغزِ مرغوب ' از میراں جی شمس العشاق کے افکارِ عالیہ سے مُستعار)

راہ	ذکر	منزل	مرتبہ
۱۔ شریعت	ذکر جلی	ناسُوت	نفس
۲۔ طریقت	ذکرِ قلبی	ملکوت	دِل
۳۔ حقیقت	ذکرِ روحی	جبَروتِ	رُوح
۴۔ معرفت	ذکرِ سِری	لاھوت	نور
۵۔ توحید	ذکرِ خفی	مقامِ قُرب	ذات

بیجاپُور چشتیہ سلسلہ

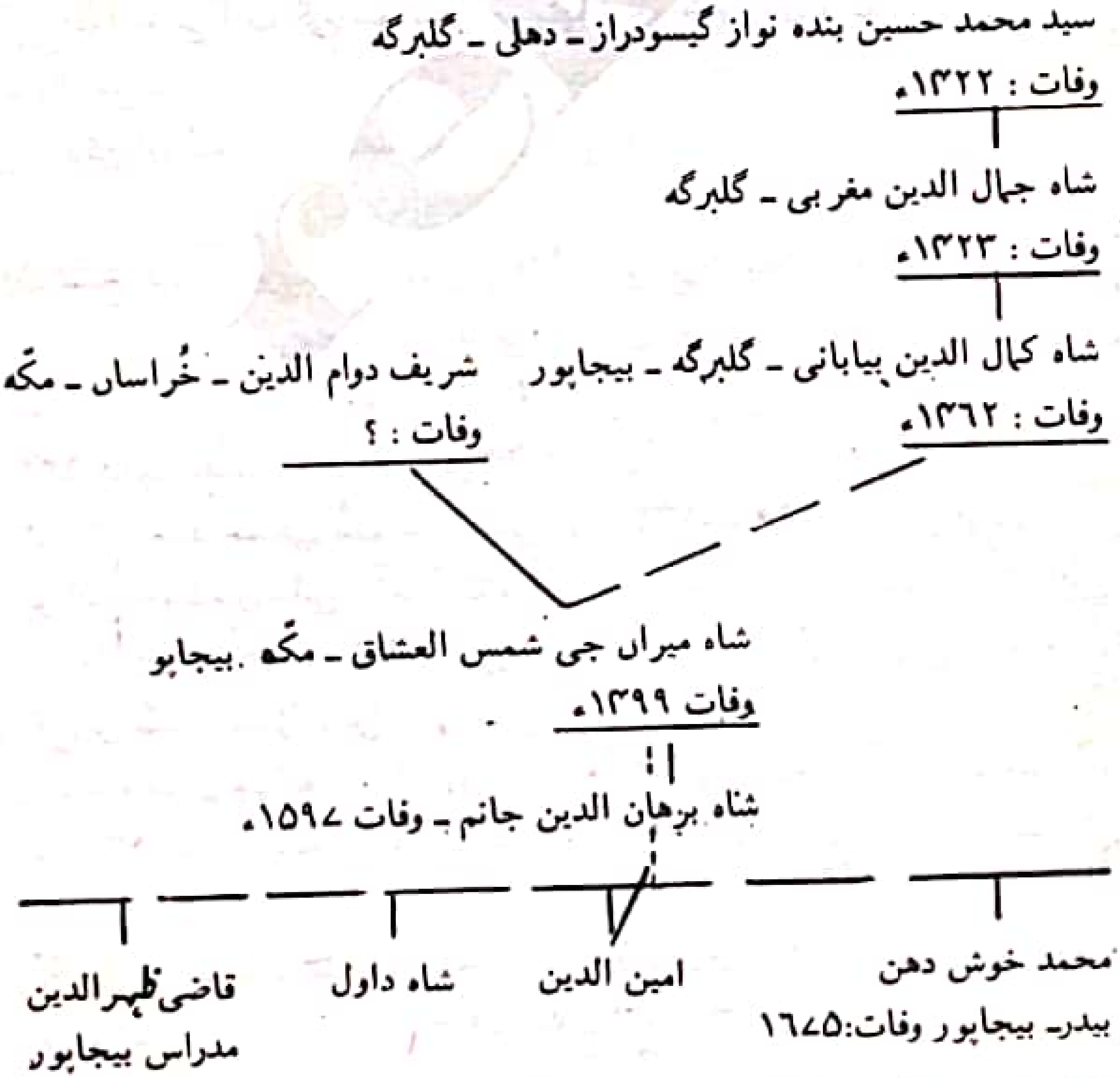

سید محمد حسین بندہ نواز گیسودراز۔ دھلی۔ گلبرگہ
وفات: ۱۴۲۲ء

شاہ جمال الدین مغربی۔ گلبرگہ
وفات: ۱۴۲۳ء

شاہ کمال الدین بیابانی۔ گلبرگہ۔ بیجاپور
وفات: ۱۴۶۲ء

شریف دوام الدین۔ خُراسان۔ مکّہ
وفات: ؟

شاہ میراں جی شمس العشاق۔ مکّہ۔ بیجاپو
وفات ۱۴۹۹ء

شاہ برھان الدین جانم۔ وفات ۱۵۹۷ء

محمد خوش دھن
بیدر۔ بیجاپور وفات:۱۶۷۵

امین الدین

شاہ داول

قاضی ظہرالدین
مدراس بیجاپور

نوٹ: اس خاکے میں ٹوٹی ہوئی لکیریں رُوحانی سلسلے کی عکّاس ہیں جبکہ سیدھی لکیریں شجرۂ نسب کی ہیں۔

شاہ میراں جی شمس العشاق رح کی کتاب سب رس شاہ وجیہہ الدین رح کی فارسی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کا ایک مخطوطہ (۱۱۱۸ھ مطابق ۱۷۰۶ء) میں آغا حیدر کے کتب خانے میں محفوظ تھا۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور کے مطابق اس مخطوطے کے کُل ایک سو اٹھاسی ورق تھے اور ہر ورق میں چھبیس سطریں تھیں۔

نمونۂ عبارت:

" ولے یو خبر ہے کہ اس کی بسرنین میں بھی اسی کا یار ہے، اور الہستی، اپی اپ کون یاد دلاتا ہے توں بھی اسے یاد کر۔"

(" سب رس " سے اقتباس)

یہ روحانی سلسلہ شاہ برہان الدین جانم رح (وفات: ۱۵۸۳ء) سے آگے چلتا ہُوا عبداللہ حسینی رح اور سید میراں حسینی شاہ رح تک آتا ہے۔ عبداللہ حسینی رح کا ترجمہ " نشاط العاشقین " اور سید حسینی شاہ رح کا ترجمہ " شرح تمہید ہمدانی " یادگار ہیں۔

۴۔ شاہ صبغۃ اللہ رح نے بھی عرصہ چار سال تک کے لئے بیجاپور۔ دکن میں قیام کیا۔ یہ بیجاپور کا چوتھا رُوحانی سلسلہ ہے۔ تاحال شاہ صبغۃ اللہ رح کے کسی ترجمے کی نشاندھی نہیں ہو سکی۔

۵۔ بیجاپور۔ دکن میں پانچواں روحانی سلسلہ شاہ ابوالحسن رح سے چلتا ہے البتہ نثر میں تراجم کے سلسلے میں اُن کا کوئی کام تاحال دستیاب نہیں ہو سکا۔

رچرڈ میکسویل ایٹن (Richard Maxwell Eaton) نے بیجاپور، دکن سے متعلق صوفیا کے دو گروہ بتائے ہیں:(۱)

"Warrior sufis were too occupied in military struggles to develop the speculative aspect of sufiism, and the reformist sufis, by championing the cause of orthodoxy within the Muslim establishment in Bijapur, too frequently divorced themselves from the free- thinking and free-living styles associated with sufism as understood by writers like trimingham. Both of these types should be understood as sufis in a strictly institutional rather than a mystical sense."

۶۔ چھٹا رُوحانی سلسلہ گولکنڈہ، دکن سے متعلق ہے۔ اس سلسلے کے بانی میراں جی حسن خُدانما (وفات: ۱۰۷۰ھ مطابق ۱۶۵۹ء) تھے۔ شاعر اور نثر

"Sufis of Bijapur" 1300-1700 U.S.A.(1)

نگار تھے۔ ہندوی (اُردو) کے ابتدائی نثر نگاروں میں سے ایک ہیں۔ ترجمے کے باب میں اُن سے ' شرح تمہیدات ' اور ' شرح مرغوب القلوب ' یادگار ہیں :

' شرح تمہیدات ' ایک قدیم فارسی تصنیف ' تمہیدات عین القضات ' مصنفه عبداللہ بن محمد ہمدانی (المعروف عین الغزالی) کی شرح اور ترجمہ ہے۔ محققین نے اس ترجمے کے دو اور مختلف نام دیئے ہیں (۱) شرح تمہید ہمدانی (۲) شرح شرح تمہید

جبکه ' شرح تمہیدات ' کے نام سے اس ترجمے کے دو مخطوطے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں۔ میراں جی حسن خُدانما نے یہ ترجمہ ۱۶۰۳ء میں کیا تھا۔

ترجمے سے نمونۂ عبارت :

' خواب میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و سلم قاضی عین القضات کو کہے که تمہیں کئے سو کتاب ، منجے دکھلاؤ۔ تو کتاب دیکھ کر بہوت خوش ہوئے ، ہور کہے کیا خُوب بیان میرے نور کا ہور خُدا کے نور کا کیے۔ '

گجرات کے صوفیاء کرام میں سے قاضی محمود دریائی بیرپوری رح ، بہاء الدین باجن رح (وفات : ۱۵۰۶ء) شاہ علی جیوگام دھنی رح (وفات : ۱۵٦۵ء) ، میاں خوب محمد چشتی رح (وفات : ۱٦۱۴ء) اور بابا شاہ حسینی رح کے نام شرح اور تراجم کے باب میں بہت نمایاں ہیں۔

واضح رہے که بیجاپور و گولکنڈہ (دکن) اور گجرات کے محولہ بالا صوفیاء کرام نے باقاعدہ ہندوی (اُردو) سیکھ کر اسی عوامی زبان میں رُشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا اور یوں خاطر خواہ تبلیغی اثرات نمایاں ہونے کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبان کے الفاظ اور تراکیب کے اثرات (بذریعہ ترجمہ) کے تحت ہندوی زبان میں نکھار آنے لگا ، بلکه یوں کہنا چاہئے که ہندوی جیسی بگری پڑی عامی زبان (ایک خاص نوع کا رجاؤ پیدا ہونے کے بعد) خواص کا ذریعۂ اظہار بھی بننے لگی۔ یُوں صوفیاء کرام نے جن ذرائع ابلاغ سے رُشد و ہدایت کا کام لیا وہی اُردو زبان و ادب کے ابتدائی نمونے قرار پائے۔ ترجمے کے باب میں (نثریہ) گُفتار نامے ، خُطبات ، ملفوظات ، اقوال اور نثری رسائل یادگارہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے که آخر صوفیاء کرام نے ترجمے کے لئے ہندوی (اُردو) زبان ہی کو کیوں چُنا؟

اس کے دیگر اسباب بھی یقیناً ہوں گے لیکن اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہندوی (اردو) زبان ، ہندوستان میں بولی جانے والی دیگر زبانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ زمینی بُوباس ، علامتوں اور امیجری (تمثال) کو اپنے اندر سمونے ہوئے تھی اور یہی وہ زمینی رابطے اور رشتے تھے جن کی جڑیں عوامی سطح کی معاشرت میں پیوست تھیں ، سو عوامی رابطے کی زبان کا قُرعہ ہندوی (اُردو) کے نام نکلا ۔ اس کے باوجود جب برہان الدین جانم رح کو صوفی ازم میں چشتیہ سلسلے کی وضاحت کا مرحلہ درپیش تھا تو انہوں نے ۱۵۸۲ء میں ' ارشاد نامہ ' سنسکرت ملی ہندوی میں رقم کیا ۔ بعینہٖ اُن کی کتاب ' کلمۃ الحقیہ ' فارسی مِلی ہندوی میں ہے ۔

ماہر لسانیات ایس ۔ کے چیٹر جی نے اپنی کتاب :GG''Indo-Aryan and Hindi میں برہان الدین جانم رح اور بھگت کبیر(اصل نام : کبیراحمد) کی برتی ہوئی زبانوں کا تقابلی جائزہ لیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ ایک کی زبان ' فارسی ، عربی سکرپٹ ' میں ہے اور دوسرے کی زبان ' ہندو ہندی' ۔

اسی حوال سے بات کرتے ہوئے رچرڈ میکسویل ایٹن اپنی کتاب : ''Sufis of Bijapur'' میں شاہ میراں جی شمس العشاق کی برتی ہوئی زبان کو موضوع بناتے ہیں:

''There were several reasons that the descendants of shah Miranji shams Al-Ushaq used dakhni as a literary medium. First, as the vernacular language of deccani Muslims, it was their mother tongue. The same feeling of cultural distinctiveness that had led the earliest deccani migrants to revolt against the north and establish the independent bahmani kingdom of seems to have had its literary conterpart in the apearance of dakhani compositions.

Second, some chishtis of Bijapur were strongly motivated to prech and teach, and dakhani was evidently the only vernacular of Bijapur with which both Muslims and Hindsu- At least those integrated with the city- were familiar. As the language of the army and the bazaar, dakhni could reach more people than could the elitist persian language. of course. The use of Marathi or Kannada would have reached many more than even dakhani. But Dakhni had the advantage of being written in the pergo-Arabic script, which would permit, when necessary, the easy importation of Islamic vocabulary.''

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ صوفیاء نے شاعرانہ اظہار کے لئے ہندوی (دکھنی یا اردو) زبان برتی اور نثری رسائل عام طور پر عربی یا فارسی میں لکھے یا ترجمہ کئے۔ شاید اس کی ایک وجہ بقول ڈاکٹر این میری شمل (۱) یہ رہی ہو کہ ہندوستان میں صدیوں سے ناخواندہ آبادیوں تک اپنے خیالات و افکار پہنچانے کا واحد ذریعہ شاعری ہی رہی ہے، جس کے نتیجہ میں آج بھی ہندوستان کے ناخواندہ لوگ نثر کے مقابلے میں کہیں زیادہ شاعری کو اپنے حافظے میں جگہ دیئے ہوئے ہیں۔

مجموعی طور پر نثر اور نظم کی ان جملہ کوششوں کا واحد یا معتبر مقصد عام مسلمانوں اور نو مسلموں کو دین و معرفت کی بنیادی تعلیمات دینا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلوب میں سادگی اور قلبی واردات کے بیان میں تاثیر ہے۔ یُوں ادبیت کی حیثیت ثانوی ہی ہے لیکن اگر بنظرِ غائر اس صُوفیانہ جتن کا جائزہ لیا جائے تو برصغیر کی تہذیبی، لسانی اور ادبی فضا کی نئی تشکیل میں صُوفی ازم کی عطا نظروں سے چُھپی نہیں رہتی۔

بول چال کے معاملے میں صوفیاء نے ہندوی (دکھنی، گجراتی یا اُردو) کو تہذیبی سطح پر تراجم کے ذریعہ ایک نیا تناظر فراہم کر دیا اور یُوں یہ گری پڑی زبان اس قابل ہو گئی کہ ہندوستان میں نووارد مسلمانوں کی مختلف زبانوں اور اُن کے علاقائی ادب کے موضوعاتی تجربات کے موثر اظہار کا ذریعہ بن سکے۔ عربی، عجمی اور ہندی کے ملِے جُلے ادبی منظر نامے کو سمیٹ سکے۔

اس طرح اُردو زبان کی نشوونُما کے ابتدائی چند برسوں میں ہی تراجم کے ذریعے ایک سیکولر لسانی مزاج کا تعین ممکن ہو سکا، جو سنسکرت کے کٹّرپن کی نسبت ھمہ گیر کشش کا حاصل تھا۔

کہاں وہ وقت کہ سنسکرت ' الہیٰ زبان ' سمجھی جاتی تھی اور پراکرت (ہندوی بھی اسی میں شمار تھی) مجبورِ محض انسانوں کی زبان۔ عامی پراکرت بولتے تھے اور خواص سنسکرت۔ سنسکرت زبان مذہبی، علمی اور ادبی مباحث کا وسیلہ تھی جبکہ ہندوی (اُردو) محض عوام کے لین دین کی زبان۔ کہا جا سکتا ہے کہ صُوفی ازم نے برصغیر کی کُچلی ہوئی محکوم آبادیوں کو سماجی سطح پر لسانی ناانصافی سے نجات دلوائی، نیز ہندوی (اُردو) زبان کو دینی اور دنیاوی

---

(1)"The influence of Sufism on Indo-Muslim poetry"
Pennsylvania State University Press, 1971).p.202.

علوم کے لئے برت کر وُسعتِ قلبی کا مظاہرہ کیا ۔

انھوں نے ' وحدۃ الوجود ' کے فسلفہ کو موضوعی سطح پر خصوصی التزام کے ساتھ ہندوی نظم و نثر میں برت کر نہ صرف مُشرکانہ عقیدہ پر ضرب کاری لگائی بلکہ ' پاک و پوِتر ' برھمن اور ' ملیچھ ' شُودر کی اونچ نیچ کو بھی ختم کر کے رکھ دیا ۔

رسم الخط کے معاملے میں صوفیاء کرام کے تراجم کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ برصغیر کی گری پڑی زبانیں عربی رسم الخط اختیار کرتی گئیں اور ہندوی (دکھنی ، گجراتی یا اُردو) کی صورت میں موضوعاتی اور اسلوبیاتی سطح پر ہندوستان بھر کی علاقائی حدود میں جکڑی ہوئی چھوٹی بڑی زبانیں ہم آہنگ ہوتی چلی گئیں ۔ یُوں ہندی (اُردو) ایک بین الصُوبائی رابطے کی زبان کی حیثیت میں ابھری جبکہ عربی اور فارسی ادبیات کے عظیم خزینہ سے اُس کا معنوی اور صوری الحاق سٹرکچرل سطح پر اسلوبیاتی تجربات کے لئے زمین ہموار کر گیا ۔

ان تراجم میں عام طور پر صوفیاء نے عام فہم زبان برتی اور بات چیت کا انداز اختیار کیا ۔ اس سے ہُوا یہ کہ ہندوی (اُردو) زبان میں مکالمہ نگاری کو ورتاوے کی تجرباتی سطح پر مضبوط بنیادیں مُیسر آگئیں اور بعد ازاں رھس سے ڈرامہ اور داستان سے ناول تک کا سفر کٹھن نہیں رہا ۔' اسی طرح صوفیانہ نثری اور منظوم رسائل ، نیز مثنویوں اور نظم کی دیگر اصناف میں فارسی کی مٹھاس کے ساتھ اس کا ادبی تجربہ اور عرب کی زبان دانی کے ساتھ مقولوں کی صورت میں لوک دانش کا خزانہ بھی ہندوی (اردو) میں منتقل ہوا ، اور یوں اس گری پڑی زبان کو بہت کم مُدّت میں ' اُردوئے معلیٰ ' کے درجہ تک اُوپر اُٹھ آنے میں سہولت مُیسر آئی ۔ اس کی ایک مثال قدیم دکنی (یا دکھنی) ادب کا اولّین شاھکار ' سب رَس ' (از مُلاوجہی) ہے ۔

' سب رس ' کی اھمیت اسلوب ھی کی بنا پر ہے : مثال ' ھمت نظر کو بہوت کسیا ' پیٹ پکڑ کر ھنسیا ، کہا شاباش تُجھے اس کام پر بہوت ھم سے ۔ '

(' سب رس ' سے اقتباس)

ملا وجہی کے اس نثری اسلوب کی دیگر خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ خوبی واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اس میں وجہی نے نثر اور نظم کو باھم ایک کر دیا ہے ، یا یوں کہنا چاھیئے کہ نظم کی ساری خوبیاں نثر میں سمو دی ہیں ۔ لیکن

اس بڑے کارنامے کی بنیاد صُوفیاء کرام کی وہ نثری تحریریں ھی بنی ہیں جن میں پندو نصائح کے بیان کے لئے نظم اور نثر کو گھُلا مِلا کر نئے اسالیبِ بیان کی جُستجو کی گئی ہے۔

ہم اپنے نثری ادب کے اسلوبی پس منظر پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت کُھلتی ہے کہ عربی اور فارسی کی نثری اور منظوم کتب کے ھندوی (اُردو) میں تراجم اور شرحیں ، نیز صُوفیانہ رسائل نظم و نثر میں آیاتِ قُرآنی اور احادیثِ نبوی کے تراجم و تشریحات ایک ایسا عظیم دینی اور لسانی (ایک حد تک اَدبی) کارنامہ ہے ، جس نے ھندوی (اردو) زبان کو اُس کے ایامِ طفلی میں ھی اسلوبیاتی سطح پر اظہار کے ایسے سانچے فراہم کر دیئے جن سے جانکاری کے لئے عالمی سطح پر بیشتر زبانوں کو صَدیوں کے تجربات سے گزرنا پڑا۔

نگریزوں کی آمد اور نئی تہذیبی صُورتِ حال

[سیرام پُور پادری مِشن]

اس عنوان کے تحت دو ضمنی موضوعات :

(۱) سیرام پور پادری مشن ، (۱۱/نومبر ۱۷۹۳ء) اور (۲) انگریزی سے ترجمے کی قدیم روایت ، زیرِ بحث رہیں گے۔

انگریزوں کے نو آبادیاتی نظام اور عیسائیت کی اشاعت کے باب میں سید علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں :

' ملوکیّت پسندوں اور تاجروں نے سترھویں صدی سے مذھبی تبلیغ کی اھمیت کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ سینکڑوں مشنری ادارے قائم کئے گئے اور مشنری عیسائیت کی تبلیغ کے لئے جوق درجوق مشرقی ممالک کو جانے لگے۔ یہ سلسلہ ابھی تک ختم نہیں ھُوا۔ عیسائیت کی اشاعت سے اھلِ مغرب کا مقصد یہ تھا کہ دیسیوں نے عیسائیت قبول کر لی تو وہ اپنے مغربی آقاؤں کو اپنا ہم مذھب سمجھ کر ان کی معاشی لوٹ کھسوٹ کے خلاف احتجاج نہیں کریں گے۔ اس طرح اھلِ مغرب نے مذھب کے نام پر اقتصادی تسلّط برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ جنوبی افریقہ کے ایک قبائل سردار نے کہا تھا :

' جب سفید آدمی آیا تو اس کے پاس بائبل تھی اور ھمارے پاس اراضی ، اَب اُس کے پاس اراضی ہے اور ھمارے پاس بائبل ' (۱)

---

(۱) ' رُوحِ عصر ' ۔ کتاب نہ ۵۲ ۔ جی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی ۔ فروری ۱۹۶۹ء ص ۱۰۷

آخرالذکر حقیقت سے انکار نہیں ، لیکن میں یہاں محض مفروضوں پر قائم کردہ ایک غلط فہمی کو رفع کر دینا ضروری سمجھتا ہوں ۔ وہ یہ کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی اپنے اعمال میں براہِ راست طور پر برطانوی حکومت کی نمائندہ تھی اور تجارتی مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ اس پالیسی پر بھی گامزن تھی کہ یہاں کے لوگوں کو اُن کے اپنے مذاہب سے مُتنفّر کرے اور عیسائیت کے فروغ کی کوشش کرے ۔ (۲)

لیکن اصل صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہے ۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے جس طرح مسیحیت کا پرچار کرنے والوں کو سختی سے کُچلا ہے اس کی مثال دُنیا کے کسی خطے اور کسی زمانے میں نہیں ملتی ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ پرتگالیوں کے ہندوستان میں وارد ہونے اور ہندوستان میں اُن کی تجارت میں کامیابی کے ساتھ ہندوستان کے مذہبی حلقوں میں اُن کی نامقبولیت کے واضح ثبوت تھے ۔

اسی طرح جب ڈنمارک کی حکومت نے عیسائی پادریوں کو سیرام پور میں تحفظ فراہم کیا تو ہندوستان کے تمام مذہبی حلقوں میں ڈچ لوگ اپنی مقبولیت سے ہاتھ دَھو بیٹھے ۔ سو ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہ صُورتِ حالات دیکھ کر محض تجارتی اور سیاسی بنیادوں پر فائدہ اُٹھانے پر ہی اکتفا کیا اور مذہب کے پرچار کو آنے والے وقت پر چھوڑ دیا ۔ اس سے ہندوستانی لوگوں پر اُن کے آزاد خیال اور مذہب سے غیر متعلق ہونے کا تاثر قائم ہُوا اور یہ خیال راسخ ہو گیا کہ کمپنی کا برطانوی حکومت کے ساتھ واجبی سا تعلق ہے اور یہ محض تجارتی معاملات تک محدود ہے ۔

اس کے برعکس پرتگالی، فرانسیسی اور ڈچ تجارتی کمپنیاں اپنی حکومتی پالیسیوں کو ساتھ لے کر چلیں اور آخرِ کار ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہاتھوں مار کھا گئیں ۔ اس ناکامی کا سب سے بڑا سبب اُن کا ہندوسان کے ساحلوں پر بیک وقت بحیثیت تاجر ، حاکم اور مُبلغ کے اُترنا تھا ۔

قدیم وقتوں سے پادریوں کے مغرب سے مشرق کی طرف آنے اور تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لینے میں مندرجہ ذیل پانچ اہم مشکلات حائل رہیں : ۱ ۔ فاصلہ اور طویل سفر کی صعُوبتیں ۔

---

(۲) تازہ ترین تصنیف ' نویدِ فکر ' از سبطِ حسن میں بھی سیکولر ازم کے باب میں یہ مفروضہ اپنی تمام تر قباحتوں کے ساتھ موجود ہے ۔

۲ ـ قتل کئے جانے کا خوف ـ

۳ ـ زندگی کی روزمرہ ضروریات فراہم کرنے کی دقتیں ـ

۴ ـ مشرق میں مقامی لوگوں کی جہالت اور بربریّت ـ

۵ ـ زبان پر عبور حاصل کرنے اور طرزِ معاشرت کو سمجھنے کی مُشکلات ـ

۱۷۸۶ء میں برطانیہ کے پادری ولیم کیری (۱) نے ہندوستان کا سفر اختیار کرنے کی ٹھانی تو اس کے نزدیک مشکلات کی نوعیت ویسی نہیں تھی کہ جس طرح اس سے پہلے محسوس کی جاتی تھی ـ خُود اس کے خیال میں :

(۱) قطب نُما کی ایجاد نے بحری سفر کی مشکلات کو بڑی حد تک ختم کر دیا تھا ، اور اُس کا ایمان تھا کہ :

' یقیناً بحری ممالک میری راہ تکیں گے اور ترسیس کے جہاز پہلے آئیں گے ؛ کہ تیرے بیٹوں کو اُن کے روپئے اور سونے سمیت دُور سے خُدا وند تیرے خُدا اور اسرائیل کے قدوّس کے لئے لائیں ـ '

(یسیعیاہ ۲۰ باب ۹ آیت)

۲ ـ قتل کیئے جانے کے خوف کے بارے میں لکھتا ہے :

' یہ ہو سکتا ہے کہ اُن لوگوں (پادریوں) کی کوئی حرکت اُن جاہلوں کی نظر میں ہتک آمیز ہو یا کم از کم اُن لوگوں نے کوئی ایسا کام کر دیا ہو جو اُن وحشیوں کے خیال کے بموجب نامناسب ہو ـ ایسی صُورت میں اگر وہ اپنے

---

(۱) ولیم کیری (۱۸۳۴ء ـ ۱۷۶۱ء) کا نام کلیسائے ہند کی تاریخ کا سب سے اہم نام ہے ـ اُس نے انتہائی نامساعد حالات میں ہندوستان پہنچ کر عیسائیت کی تبلیغ کا بیڑا اُٹھایا اور اِس مُشکل سے عمرِ عزیز کے چالیس سال نباہ کیا ـ جہاں فورٹ ولیم کالج میں مُستقبل کے انگریز حکمران اسی سے تعلیم پاتے رہے ، وہیں خُود اس کی ذات کا اثر ہندوستان کی سیاست پر بہت گہرا پڑا ـ رام رام باسو اور مرتونجے ودیالنکار جیسے عالم پنڈتوں سے اُس کے روابط نے اناجیل کے اُردو تراجم کے ذریعے ہندوستانی اَدب کو بھی متاثر کیا ـ ہندوستان کا اوّلین بنگالی اخبار 'سماچار درپن' ، ہندوستان کا اوّلین ہندی رِسالہ 'دِیگ درشن ' اور اوّلین انگریزی رسالہ "Friend of India" اس کی زیرِ سرپرستی معروضِ وجود میں آئے ـ ہندوستان کی اوّلین چھاپہ مشین بنگال (بمقام سیرام پور) اُسی کے ہاتھوں نصب ہوئی ـ ہندوستان کی چالیس سے زائد بولیوں اور زبانوں کے ٹائپ ولیم کیری نے اپنے کارخانے (بمقام سیرام پور) میں وضع کروائے اور ہندوستان کی اوّلین کاغذ ساز مشین بھی سیرام پور میں اسی کے ہاتوں نصب ہوئی ـ وہ سیرام پور جیسے دُور اُفتادہ علاقے میں ایک ایسا تعلیمی ادارہ بنانے میں کامیاب ہُوا ، جس ادارے کو اپنی پرائیویٹ (خانگی ـ نجی) حیثیت میں باضابطہ یونیورسٹیوں کی طرح امتحان لے کر ڈگریاں دینے کا اختیار حاصل تھا ـ

خیالات و جذبات کی حفاظت کرنے کی غرض سے کسی ناجائز فعل کے مُرتکب ہو گئے ہوں تو اُن کے اِس فعل کو اُن کی بربریّت یا خونخواری کی دلیل سمجھنا بے انصافی ہے۔

'کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جہازران اپنی روائتی کوتاہ اندیشی کی وجہ سے وحشیوں کے جذبات کو ٹھیس لگائیں اور وہ وحشی اپنی ناشائستگی کی وجہ سے اُس کا انتقام لیں۔ لیکن ایلیٹ اور برینرڈ اور موراویہ کے مشنریوں کو اس قدر نہیں ستایا گیا۔ '(۱)

۳۔ ' یہ عُذر کہ ہم کو زندگی کی ضروریات فراہم کرنے میں دقتیں درپیش ہونگی، اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دراصل یہ کوئی ناقابلِ حل مُشکل نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ہم کو ولائیتی کھانے دستیاب نہ ہو سکیں لیکن ہم دیسی غذا پر ھی اکتفا کر سکتے ہیں۔ ' (۲)

۴۔ ' یہ کہنا بھی کوئی معقول عُذر نہیں کہ یہ لوگ غیر مُہذب اور وحشی ہیں۔ ایسی باتیں تو اُن لوگوں کے منہ سے نکلتی ہیں جو دوسروں کے بھلے کی خاطر اپنے جسم کو تکلیف دینا نہیں چاھتے۔

پھر یہ کہنا کہ یہ غیرمسیحی اقوام غیر مہذّب ہیں اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اُن تک انجیل کا پیغام نہ پہنچایا جائے۔ ' (۳)

۵۔ ' ان کی زبان سیکھنے کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو طریقے ہم تجارت کی غرض سے زبان سیکھنے کے لئے استعمال کرتے ہیں وھی اس صُورت میں بھی کارآمد ثابت ہوں گے۔ کہیں کہیں ترجمانوں کی ضرورت ہو گی جو کچھ عرصہ تک رکھے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ترجمان نہ مل سکیں تو مشنری کو تحمّل سے کام لینا پڑے گا۔ ' (۴)

ولیم کیری نے اپنے اس مضمون کے آخر میں مندرجہ ذیل عملی تجاویز پیش کی تھیں:

۱۔ مضمون ' انکوائری ' ازولیم کیری مطبوعہ ۱۷۹۲ء۔ Pastors Association ناٹنگھم۔ برطانیہ بحوالہ: ' ولیم کیری ' از ایس۔ ایم۔ سنگھ۔ پنجاب رلیجس بُک سوسائٹی۔ لاہور ۱۹۶۰ء۔ ص ۳۱

۲۔ ایضاً ص ۳۲

۳۔ ایضاً ص ۳۰

۴۔ مضمون: ' انکوائری ' بحوالہ: ولیم کیری ' از ایس۔ ایم سنگھ۔ ص:۳۳

۱ ۔ متحّد ہو کر دل سے دعائیں کی جائیں ۔

۲ ۔ ایک عالمگیر نوعیت کی بپتسٹ سوسائٹی ایسے اشخاص پر مُشتمل قائم کی جائے جن میں خدمت کا جذبہ ہو ۔

۳ ۔ سوسائٹی کی ایک مجلسِ عاملہ قائم کی جائے ۔

۴ ۔ امیروں اور غریبوں ۔ غرضیکہ تمام لوگوں سے اللہ کی راہ پر اُن کی آمدنی کا دسواں حصہ حاصل کیا جائے یا تمام کلیساؤں کے شرکاء سے اوسطاً ایک آنہ فی ہفتہ وصول کیا جائے ۔

مختصراً ولیم کیری کے اس معرکہ آرا مضمون کو انگلستان کی اولّین اہم تبلیغی انجمن کا خاکہ کہنا چاہیئے ۔ یہ مضمون ناٹنگھم برطانیہ کے مقام پر قائم شدہ بپتسٹ پاسبانوں کی ایسوسی ایشن "Pastors Association" (۵) کے ایک اجلاس منعقدہ ۱۷۹۲ء میں پڑھا گیا ۔ آگے چل کر یہ ادارہ ولیم کیری ، سٹکلف اور رائیلنڈ جیسے نامور مشنریوں کی کوششوں سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہُوا ۔

یاد رہے کہ ۱۷۸۷ء میں مالدہ سے چارلس گرانٹ نے ولیم ولبرفورس اور چارلس سائمین کو خطوط لکھے تھے کہ کم از کم آٹھ مشنری ہندوستان روانہ کئے جائیں لیکن اسے برطانیہ سے کوئی جواب موصول نہ ہُوا ۔ اس واقعہ کے ٹھیک تیس برس بعد (۱۸۱۷ء) جب چارلس گرانٹ کمپنی کے کورٹ آف ڈائریکٹرز کے صدر نشیں ہوئے تو انہوں نے افسوس کے ساتھ کہا تھا :

' میں نے بنگال میں ایک مشن جاری کرنے کا ارادہ کیا تھا ، لیکن خُدا کی مرضی یہ تھی کہ یہ فخر بپتسٹ ' کلیسا کو حاصل ہو ۔'

یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ ابتداء میں بپتسٹ ایسوسی ایشن کی راہ میں سب سے بڑی مشکل کلیساؤں کی جنرل اسمبلی کے ایک کھُلے اجلاس نے پیدا کر دی تھی ۔ جس میں اعلانیہ اس نوع کی تحریکوں کو بدعت سے تعبیر کیا گیا ۔ تاہم بپتسٹ مشنری سوسائٹی برمنگھم کے قائم ہو جانے کے ٹھیک پچانوے سال بعد ملکہ وکٹوریہ کے شاہی چپلین آرچ ڈیکن فیرر (Archdeacon ferrer) نے ویسٹ منسٹر ایبے میں وعظ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ

---

۵ ۔ ایسوسی ایشن کا اوّلین دفتر واقع فرنیوال سٹریٹ لندن دوسری جنگِ عظیم کے دوران تقریباً تباہ ہو گیا تھا ۔ اس لئے کیٹرنگ میں منتقل کر دیا گیا ہے ۔

کہے :

' اُس دن لوگ اس بات کا مضحکہ اُڑاتے تھے کہ انگلستان نے دُنیا کو مسیحی بنانے کے واسطے ایک موچی (١) کو بھیجا ہے ۔ یہ اُن ھی لوگوں کے حقیقی جانشین تھے جنہوں نے ان سے دو ہزار برس پیشتر مُلکِ فلسطین میں یسوع ناصری کو دیکھ کر حقارت اور نفرت سے کہا تھا : کیا یہ ناصرۃ کا بڑھئی نہیں ہے ؟ '

لیکن اس بڑی تعریف کے پیچھے ولیم کیری اور اس کے دیگر ساتھیوں کی لازوال قربانیاں کیسے بُھولیں گی ۔

جب اوّل اوّل ١٠/جنوری ١٧٩٣ء کو کیٹرنگ کے مقام پر ولیم کیری اور ٹامس (ایک پادری اور ایک ڈاکٹر) کو ہندوستان کے لئے مشنری مُقرر کیا گیا ۔ جبکہ کمیٹی کے دیگر ممبران کا یہ حال تھا کہ بقول فُلر :

' یہ محسوس کرتے تھے جیسے ہندوستان ایک سونے کی کان ہے ، جو زمین کے قلب میں واقع ہے ۔ سوال یہ تھا کہ اس انتہاۂ گہرائی میں اُتر کر کون اس بیش قیمت سونے کو نکالنے کی جُرأت کرے گا ۔' (٢)

ولیم کیری نے اس تاریک غار میں اُترنے کی ھمّت کی ۔ ہندوستان کی طرف ولیم کیری کا بحری سفر ٢٦/مارچ ١٧٩٣ء کو آغاز ھُوا ۔ مُشکل یہ تھی کہ پارلیمنٹ نے دس سال پیشتر ایک قانون منظور کیا تھا جس کی رُو سے ہر وہ انگریز جو بغیر لائسنس یا اجازت نامہ ہندوستان میں پکڑا جائے تو جُرمانہ اور قید کی سزا کا مستوجب ھوتا تھا ۔

بحری جہاز ' آکسفورڈ ' کا کپتان وائٹ اس مُشکل مرحلے میں مددگار ثابت ھُوا ۔ نہ صرف یہ کہ اُس نے جہاز میں بازپُرس نہ کی بلکہ ہندوستان تک بغیر اجازت نامہ کے پہنچانے کا ذمہ بھی لیا ، لیکن انڈیا آفس سے ایک گُمنام خط موصول ھونے پر ولیم کیری کو وھیں روک لیا گیا ۔ خط میں لکھا تھا کہ : ان مُسافروں میں سے ' ایک ' ایسا بھی ہے جس کو کورٹ آف ڈائریکٹرز کی طرف سے پروانۂ راھداری حاصل نہیں ہے ۔ '(١)

یہ دھمکی آمیز خط سارے کئے کرائے پر پانی پھیر گیا ۔

---

(١) ولیم کیری کا یہ آبائی پیشہ تھا ۔

(٢) ولیک کیری ، ایس ۔ ایم سنگھ ص ٥٨

(١) بحوالہ : ' ولیم کیری ڈی ۔ ایف ۔ ایل ۔ ایس ' از سموئل پیئرس کیری ۔ برطانیہ س ۔ ن

قصّہ کوتاہ ، سخت جدوجہد کے بعد کمپنی کے کارندوں سے چُھپتے چُھپاتے ولیم کیری اور ٹامس ڈنمارک کے ایک مشرقی جہاز "Kron princessa maria" کے ذریعے ۱۳ / جون ۱۷۹۳ کی صُبح پانچ بجے ہندوستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے ۔ ولیم کیری نے اپنی ڈائری میں لکھا :

' آج کا دن میرے لئے نہایت درجہ رُوحانی مُسرت کا دن ہے ۔ ' (۲)

ہندوستان کی طرف باقاعدہ مِشن کے تحت اوّلین پادری کا یہ سفر ایسٹ انڈیا کمپنی کی نظروں میں غیر قانونی تھا ۔ پانچ ماہ کی طویل بحری مُسافت کے بعد جہاز ۱۱/نومبر ۱۷۹۳ء کو کلکتہ کی بندرگاہ تک پہنچا ۔

اس وقت کلکتہ کی آبادی فقط دو لاکھ نفوس پر مُشتمل تھی ۔ ولیم کیری نے شہر کا گشت کرتے وقت جو مشاہدات کئے اُن کا نقشہ اُس نے اپنی ڈائری میں یُوں کھینچا ہے :

' اس وقت میری نظروں کے سامنے ایک ایسا مُلک ہے جو دُنیا کے چند بہترین ممالک میں شُمار کئے جانے کے لائق ہے ۔ اس میں محنتی اور جفاکش بستے ہیں ، لیکن اس مُلک کے پانچ حصوں میں سے تین حصے جنگل ھی جنگل ہیں ، جن میں کسی قسم کی کاشت نہیں ہوتی ۔ ان جنگلوں میں درندے اور سانپ وغیرہ کثرت سے پائے جاتے ہیں ۔ اگر یہاں انجیل نے اپنا کام کیا تو گویا بیابان شاداب میدان بن جائے گا ۔ ' (۳)

یہ وہ زمانہ ہے جب لارڈ کلائیو ہندوستان میں کمپنی کی بنیادیں مُستحکم کر چکا تھا ۔ وارن ہیسٹنگز برطانیہ پلٹ کر اپنے مخالفین کا سامنا کر رہا تھا اور آخری گورنر جنرل لارڈ کارنوالس اپنے سات سالہ کامیاب عہد حکومت کے بعد سبکدوش ہو کر واپس برطانیہ جا رہا تھا ۔

اُس وقت تک جنوبی ہند میں برائے نام مسیحی آبادی تھی جو لُوتھرن (Lutheran) فرقہ کے جرمن پادری مشن ۱۷۰۷ء کا نتیجہ تھی ۔ جسے انگریزوں اور فرانسیسیوں کی متواتر جنگوں (کرناٹک کی لڑائیاں) نے اس حالت تک پہنچا دیا تھا کہ اُن کا ہونا نہ ہونا برابر تھا ۔ جنوبی ہند میں مسیحیت کے کامیاب نہ ہونے کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ جنوبی ہند برہمن مت کا مرکز نہیں تھا اوریہ معمولی کامیابی آرین قوم کے بُت پرست ہندوؤں میں نہیں بلکہ

---

(۲) بحوالہ ' دی لائف آف ولیک کیری ' از ڈاکٹر جارج سمتھ ۔ بپٹسٹ مشن برمنگھم ۔ س ۔ ن

(۳) ایضاً ۔

دراوڑی قوموں کے بیچ حاصل ہوئی جو بھوت پریت (Spiritism) کی پُوجا کرتے تھے ۔

شمالی ہند میں اوّلین ہندوستانی مسیحی دہلی کے بابو گنیش داس تھے (۱) ۔ جنہون پادری ٹامس کی تعلیمات سے اثر قبول کیا ۔ یُوں کہا جا سکتا ہے کہ صحیح معنوں میں ولیم کیری اوّلین مشنری تھا جو ہندوستان کی سرزمین پر اُترا

ابتدائی پانچ ماہ تک کیری اور اس کا ساتھی ٹامس کلکتہ شہر سے باہر نہ جا سکے حتیٰ کہ کیری بالکل نادار ہو گیا اور شہر کے اخراجات سے بچنے کے لئے دریائے ہگلی کے کنارے باندیل نامی مقام پر منتقل ہو گیا ۔ علاقہ باندیل میں کیری اور ٹامس نے مناظرے، مباحثے اور مُنادی سے اپنے مشن کی ابتدا کی ۔ لیکن باندیل میں زیادہ تر آبادی پُرتگالیوں اور دیگر یورپین اقوام کی تھی ، یہاں رہ کر خالص ہندوستانیوں سے رابطہ ناممکن تھا ۔ اس لئے مشہور مُصلح چیتنیّہ کی جائے پیدائش ندیا کا رُخ کرنے کی ٹھانی گئی ۔

ندّیا اس زمانے میں برہمن مت کا گہوارہ تھا ۔ یہاں سنسکرت کے بہترین وِدوان پائے جاتے تھے اور یہ شہر ایک دھارمک استھان (مذہبی مقام) ہونے کی حیثیت سے پُونا ، بنارس اور کانجی ورم جیسے مذہبی مقامات کا ہم پلہ تھا لیکن کیری کی یہ حسرّت دل ہی میں رہی اور اُسے ندّیا میں مُستقل رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہ مل سکی ۔ اس موقع پر ولیم کیری نے فورٹ ولیم کے چیپلن ڈیوڈ براؤن سے مدد کی درخواست کی لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی ۔ اس زمانے میں کیری کا پانچ سالہ بیٹا پیٹر شدید بیمار تھا اور مُسلسل تفکرات نے بیگم کیری کو خللِ دماغ کا مریض بنا دیا تھا ۔ کئی ماہ کی مُسلسل دوڑ دھوپ کے بعد اسے دیب ہاٹ (سُندر بن) میں ایک قطعۂ اراضی نصیب ہُوا ۔ اس کامیابی میں پنڈت رام رام باسو کی کوششوں کو دخل تھا ۔ دیب ہاٹ میں ولیم کیری کی اوّلین قیام گاہ ' سالٹ صاحب کا بنگلہ ' کے نام سے آج بھی موجود ہے ۔

لیکن یہاں قیام نہایت مختصر رہا ۔ اس کے بعد کیری نے نیل کی کاشت کا لائسنس حاصل کر لیا اور مدن باٹی کے کارخانے تک رسائی حاصل کر لی ۔ نیل کی کاشت کیری جیسے نادار شخص کے لئے مُستقل گھاٹے کا سودا تھا اور یہ

---

(۱) بابو گنیش داس لارڈ کلائیو کی فوج میں باقاعدہ ملازم تھے ۔ وہ پہلے اعلیٰ ذات ہندوستانی تھے جنہوں نے برطانیہ کا سفر کیا اور کلکتہ کے سپریم کورٹ کے ججوں کے ہمراہ ۱۷۷۳ء میں بحیثیت فارسی مترجم واپس ہندوستان آئے ۔

وہ زمانہ تھا جب ایسٹ انڈیا کمپنی فقط سوداگروں ہی کی نہیں بلکہ کارخانہ داروں اور سرمایہ داروں کاادارہ تھی اور اُن کی اجارہ داری چھوٹے کاشت کاروں کے لئے وبالِ جان بنی ہوئی تھی۔ کیری بھی اس اجارہ داری کا شکار رہا۔ (۱)

مون باٹی میں ولیم کیری کی تعلیمات سے متاثر ہو کر پُرتگالی نسل کا ایک فرد اگنیشسؔ فرینڈس (Ignatius Fernandez) مسیحیت کی طرف آیا۔ بعد میں اس شخص نے کلکتہ شہر میں ہندوستان کا پہلا پروٹسٹنٹ عبادت خانہ ۱۷۹۷ء میں تعمیر کروایا۔

مدن باٹی میں منادی کرنے اور بنگالی زبان سیکھنے کے ساتھ ساتھ بنگالی میں کتابِ مقدّس کے ترجمے کی طرف توجہ کی۔ اس کام میں سب سے بڑی دقّت یہ تھی کہ بنگالی زبان میں ادبیت کے فقدان کے سبب الفاظ و محاورات کے انتخاب میں بہت محتاط رہنا پڑتا تھا۔ اس مشکل سے نبرد آزما ہونے کے لئے ولیم کیری نے سنسکرت کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ اُس نے اپریل ۱۷۹۶ء میں اُس نے آریائی اقوام کی یہ مادری زبان سیکھ لی، اب بنگالی میں ترجمہ کرنا اُس کے لئے مشکل نہ تھا۔ ۱۸۹۸ء کے شروع میں اُس نے سٹکلف (Sutcliff) کو ایک خط میں لکھا:

'میں سنسکرت زبان سیکھ رہا ہوں جو۔ شاید دُنیا کی سب سے مُشکل زبان ہے۔ اس کو سیکھنے کی غرض سے میں سنسکرت کی گرامر اور ڈکشنری کے ترجموں کو انگریزی میں تقریباً مکمل کر چُکا ہوں اور ایک ایسی ڈکشنری کی ترتیب کا کام بھی کافی ترقی پا چُکا ہے جس میں کہ سنسکرت کے الفاظ کا ترجمہ بنگالی اور انگریزی زبانوں میں ہو گا۔ (۲)

۱۸۹۸ء میں اس نے بائبل کے اوّلین بنگالی ترجمے کو تقریباً مکمل کر لیا۔ صرف یشوع کی کتاب سے ایوب کی کتاب تک کے چند تاریخی حصے باقی تھے۔ اس ترجمے سے متعلق کیری نے اپنے ایک خط میں فُلر (Fuller) کو لکھا تھا:

'اس کی ایک نظرثانی تو ہو چُکی ہے لیکن کئی بار نظرثانی اور کرنی ہو گی۔ میں نے فقط اس کام کے لئے ایک پنڈت کو ملازم رکھ لیا ہے۔ اس کے ساتھ مل کر میں خود حتیٰ الامکان نظرِثانی کرتا ہوں۔ وہ محاورات اور صرف و نحو کی خامیوں کو درست کرتا رہتا ہے اور میں خیالات کے صحیح مفہوم اور ترجمہ

---

(۱) یہی وہ زمانہ کہ جب اس کا بیٹا پیٹر پیچش کا شکار ہوا اور جانبر نہ ہو سکا۔ اس کی قبر کھودنے والے چار افراد کو گاؤں کے نمبردار نے اپنی برادری سے خارج کر دیا۔

(۲) 'ولیم کیری' از ایس۔ ایم سنگھ ص ۱۰۱

کی صحت و صداقت پر نظر رکھتا ہوں۔

—— معمولی پڑھنے والے کے لئے یہ آسان نہیں کہ بنگالی پڑھتے وقت مناسب الفاظ پر زور ڈالے کیونکہ اس زبان میں اعراب قطعی نہیں ہیں۔ اب چھپائی کے طریقہ کا دارومدار سوسائٹی پر ہے۔ یعنی آیا چھاپنے کی مشین وغیرہ انگلستان سے آئے گی یا یہ یہیں چھپوائی جائے گی اور آیا یہ کہ اس کو چھپوایا بھی جائے گا یا نہیں '۔ [۱]

جب تک سوسائٹی اس درخواست پر غور کرتی ، ولیم کیری کلکتہ سے ایک پرانا لکڑی کا پریس مدن باٹی اٹھا لایا۔ یہ پریس اس کے ایک دوست اوڈنی نے چھیالیس پونڈ میں خرید کر مشن کو بطور عطیہ دیا تھا۔

یہ وہ زمانہ ہے جب برطانیہ سے نئے مشنریوں کی پہلی کھیپ روانہ کی گئی۔ نئے مشنریوں میں جان فاؤنٹین پہلا آدمی تھا جو ولیم کیری کے پاس مدن باٹی پہنچا۔ کیری بھوٹیا قوم میں ایک نیا مشن قائم کرکے فاؤنٹین کو وہاں منتقل کرنا چاھتا تھا تا کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دائرۂ اقتدار سے باہر رہ کر کام کر سکے لیکن سرکار نے اسکو وہاں تک جانے کا پروانۂ راہداری دینے سے انکار کر دیا۔

مختلف اقساط میں ادھر جب مدن باٹی سے ولیم کیری کا کیا ہوا (نظرثانی : رام رام باسو) بنگالی زبان میں بائبل کا ترجمہ شائع ہوا تو اس حد تک مقبول ہوا کہ برطانیہ میں British & Foreign Bible Society کی بنیاد پڑی، جسکا مقصد فقط بائبل کے تراجم کی طباعت و اشاعت تھا۔

چرچ مشن نے ۱۸۱۵ء تک صرف جرمن پادری ھی ہندوستان بھیجے تھے۔ بپٹسٹ مشنری سوسائٹی اس معاملے میں زیادہ خوش قسمت ثابت ہوئی۔ برطانیہ سے سوسائٹی کے بھجوائے گئے نئے مشنریوں کی دوسری کھیپ چار مشنریوں پر مشتمل تھی۔ یہ چار مشنری برنڈسن (Brundson) گرانٹ (Grant)، جوشوامارشمین (Joshua Marshman) اور انکی اھلیہ حنّا مارشمین (Hannah) اور ولیم وارڈ (W. Ward) تھے۔ [۲]

۱۔ 'ولیم کیری' از ایس۔ ایم سنگھ ص ۱۰۱

۲۔ ابتدائی دو نام رانے لینڈ کلیسا کے اراکین تھے۔ یہ تمام افراد ۱۲ اکتوبر ۱۷۹۹ء کو یہاں پہنچے۔

ان خاتون و حضرات کو سوسائٹی نے اس امید پر ہندوستان بجھوایا تھا کہ کمپنی انکو مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دے دے گی ۔ لیکن کمپنی کے کورٹ آف ڈائریکٹرز سے طویل مذاکرات کے باوجود سوسائٹی اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکی ۔ لہٰذا جب یہ لوگ پانچ ماہ کی طویل مسافرت کے بعد بگلی پہنچے تو اس سے پہلے کہ جہاز کلکتہ کی بندرگاہ کی حدود میں داخل ہو ، جہاز کے کپتان وِکس (Capt. Wickes) نے از راہِ مہربانی ایک کشتی میں سوار کر کے ایک مقامی بنگالی کلرک کے ہمراہ سیرامپور بھیجدیا ۔ سیرامپور اس زمانے میں ''فریڈرک پور'' کہلاتا تھا ۔

سیرامپور کا علاقہ کلکتہ سے پندرہ میل شمال کی جانب دریا کے کنارے کا کھلا علاقہ تھا جو اسوقت ڈنمارک کی حکومت کے زیر نگیں تھا ۔ جنوبی ایشیا کے اس کنٹربری (Canterbury) میں قدم رکھنے کے بارے میں ولیم وارڈ اپنی ڈائری میں رقمطراز ہے :

'۱۳ ۔ اکتوبر ۱۷۹۹ء بروز اتوار ۔ میں اور برنڈسن رات بھر آسمان کے سایہ میں اپنے اپنے صندوقوں پر سوئے ۔ علی الصبح ہم لوگ بخیر و عافیت سیرامپور پہنچے اور ایک ایسی سرائے میں ، جسکی سفارش ہم سے کی گئی تھی ٹھہرے ۔ آج کوئی عبادت نہیں ہوئی ۔ اس جگہ ایک پرتگالی گرجا گھر کے علاوہ اور کوئی کلیسا نہیں ہے ۔

۱۶ ۔ اکتوبر ۔ کپتان صاحب کلکتہ ہو کر آئے اور انہوں نے بتایا کہ جب تک ہم اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں گے ان کا جہاز بندرگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ لہٰذا میں اور بھائی اینڈرسن کلکتہ گئے ۔ دوسرے دن ہم کو خبر ملی کہ جہاز کو اس شرط پر اجازت ملی ہے کہ یا تو ہم تھانہ میں حاضر ہوں ورنہ سیرامپور میں سے باہر نہ نکلیں ۔ ہم نے تمام باتوں پر غور کر کے فیصلہ کیا کہ ہم سیرامپور میں ہی قیام کریں گے جب تک کہ کدّر پُور سے ہمارے وہ دوست نہ آجائیں ، جن کو ہم نے خطوط روانہ کئے ہیں ۔ کپتان وکس نے پادری براؤن (Revd: Browne)[1] سے ملاقات کی جنھوں نے حتی الامکان ہماری مدد کرنے کا وعدہ فرمایا ہے ۔ حکومت سے متعلقہ ہمارا جو رویہ ہونا چاہیئے اس کے متعلق ہم

---

[1] یہ نام 'ریورنڈ ڈیوڈ براؤن' ہے ۔ براؤن کلکتہ میں برطانوی کلیسا کے Clergy Man تھے جو ۲۴، نومبر ۱۸۰۰ میں فورٹ ولیم کالج کے پرووسٹ مقرر ہوئے ۔

کو چند ہدایات ملی تھیں ، وہ ان کو پڑھ کر سنائی گئیں اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ تھانہ میں جا کر وہاں کے اعلیٰ افسر کو خبر کر دیں گے کہ ہم لوگ سیرامپور میں اس وقت تک ہیں جب تک کہ ہم کو شمال کی جانب جانے کی اجازت نہ مل جائے' ۔ ۱

یہ مشن اپنے آغاز کار ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی مذہب سے متعلق پالیسی کے سبب سخت مشکلات سے دوچار ہوا ۔ محض چند ہی دنوں میں پادری گرانٹ کا انتقال ہو گیا ۔

نئے آنے والے مشنری مدن باٹی میں ولیم کیری کے نائب بن کر انگریزی حکومت میں مستقل سکونت اختیار کرنا چاہتے تھے لیکن کمپنی نے پادری ڈیوڈ براؤن اور ڈاکٹر راکسبرگ (Dr. Roxburgh) جیسے چیدہ افراد کی بات بھی نہ مانی ۔ کمپنی کی پولیس کو اس بات کا ملال تھا سیرامپور کے ڈینش (Danish) گورنر کی پشت پناہی کے سبب یہ لوگ ان کی دست برد سے باہر چلے گئے ، حتیٰ کہ یہ افواہ اڑا دی گئی کہ یہ لوگ 'تخریب پسند' تھے اور فرانس کی طرف سے جاسوسی کرنے ہندوستان پہنچے تھے ۔

اس آڑے وقت میں سیرامپور کے گورنر نے نہایت دلیری سے ان کا ساتھ دیا اور کمپنی کے مراسلوں کے جواب میں لکھ بھیجا کہ لندن کے ڈینش (Danish) سفیر نے جن لوگوں کو میری پناہ میں دیا ہے ، ان کی میں آخری دم تک حفاظت کروں گا ۔

ان حالات میں خود ولیم کیری کا مدن باٹی میں رہنا مشکل ہو گیا لہٰذا اس نے بھی مدن باٹی کو چھوڑ کر سیرام پور منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا ۔ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے اس نے اپنی یاداشتوں میں لکھا:

'سیرام پور میں ہم لوگ مشنری کی حیثیت سے مستقل سکونت اختیار کر سکتے ہیں ، جبکہ اس کی برطانوی مقبوضات میں قطعاً اجازت نہ ملے گی ۔ پھر مشن کے خاص مقصد یعنی بائبل کی طباعت اور اشاعت کے لئے جو سہولیات ہمیں سیرام پور میں مل سکتی ہیں وہ یہاں ملنی محال ہیں ۔' ۲

سو ۱۰ جنوری ۱۸۰۰ء میں ولیم کیری ، اس کی مخبوط الحواس بیوی ، ڈاکٹر ٹامس اور پنڈت رام رام باسو مدن باٹی سے سیرام پور پہنچے ۔ یہ سب کچھ

---

۱ بحوالہ: 'ولیم کیری'، از ایس ۔ ایم ۔ سنگھ ص ۱۱۴ ، ۱۱۵

۲ ۔ 'ولیم کیری ڈی ۔ ایف ۔ ایل ۔ ایس' از سموئیل پیئرس کیری

حالات کے زیر اثر اور فلر کے مشورے سے ہوا ۔ اس موقع پر اگر کچھ دیر اور تاخیر سے کام لیا جاتا تو شاید سیرام پور بھی مشنریوں کے ہاتھ سے نکل جاتا کیونکہ مدن باٹی کو چھوڑنے کے صرف ایک سال بعد ہی نپولین کی سیاسی حکمت عملی کے ہاتھوں مجبور ہو کر ایسٹ انڈیا کمپنی نے ڈنمارک کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہوئے سیرام پور پر قبضہ کر لیا ۔ اس معرکے کے دوران میں مدن باٹی کا علاقہ دونوں اطراف کی فوجوں کے بوٹوں تلے روندا گیا ۔

کلکتہ اور بارک پور کے مقابل ، دریا کی دوسری جانب ہوڑا کا علاقہ ہے جس کا مرکز سیرام پور کی آبادی ہے ۔ یہ گنجان آباد علاقہ وشنو کی پوجا کا مرکز ہونے کی حیثیت سے پوری کے بعد سب سے اہم تیرتھ شمار ہوتا ہے ۔ ۱۸۰۰ کے اوائل تک سوائے ایک پرتگالی کیتھولک گرجا گھر کے اور کوئی عبادت گاہ وہاں نہ تھی ۔

۱۱ ، جنوری کو مشنریوں نے سیرام پور شہر کے وسط میں چھ ہزار روپے کے عوض ایک مکان خریدا ۔ اس کے چاروں اطراف میں خاصا وسیع کھلا احاطہ تھا جو مشن کے لئے انتہائی موزوں تھا ۔

۱۲ جنوری ۱۸۰۰ء کے لکھے ایک خط بنام فلر (برطانیہ) سے اقتباس دیکھیئے :

'اس مکان سے انجیل کی تبلیغ و اشاعت شروع ہو گی اور تمام ہندوستان میں پھیل جائے گی ۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ایک مدرسہ اور پریس سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کام لیں ۔ کاغذ آ ہی گیا ہے اور پریس مع ٹائپ و دیگر سامان کے مکمل ہو چکا ہے ۔ چند ابواب کے سوائے بائبل کا ترجمہ بھی ہو گیا ہے ۔ ہمارا ارادہ ہے کہ چھپائی کا کام فوراً شروع کر دیں ۔ ہم پہلے نیا عہدنامہ چھاپیں گے اور پھر پرانا عہدنامہ ۔ ہم کو اپنے کام سے عشق ہے اور ہم حتی الامکان آپ کے اخراجات کم کرنے کی کوشش کریں گے ۔' ۱

اس خط کے ٹھیک ایک ہفتے بعد وارڈ اپنی ڈائری میں لکھتا ہے :

'۱۸ جنوری ۱۸۰۰ء ۔ اس ہفتہ ہم نے اپنے خاندان کے انتظام کے واسطے چند قوانین مرتب کئے ۔ سب باری باری وعظ کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں ۔ ہر شخص ایک مہینہ خاندانی امور کا نگران رہتا ہے ۔ بھائی کیری خزانچی ہیں

---

۱ : 'ولیم کیری' از ایس ۔ ایم ۔ سنگھ ص ۱۳۸

اور ان ہی کے سپرد دواؤں کا بھی انتظام ہے۔ بھائی فاؤنٹین لائبریرین ہیں۔' [۱]

ترجمے کے کام سے متعلق وارڈ نے اپنی ڈائری میں لکھا :

'یکم اگست۔ صبح کا کھانا کھا کر بھائی کیری ترجمہ کرنے اور پروفوں کی تصحیح کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بھائی مارشمین مدرسہ کو واپس جاتے ہیں اور باقی چھاپہ خانہ میں کام کرنے لگتے ہیں۔

ہمارا کمپوزیٹر چلا گیا ہے مگر ہم اس کے بغیر ہی کام چلا رہے ہیں۔ ہم ہفتہ بھر میں ۲۰۰ کاپی کے تین جز چھاپ لیتے ہیں۔ ہمارے پاس پانچ چھاپنے والے۔ ایک دفتری اور ایک جلد ساز ہے۔' [۲]

واضح رہے کہ اس زمانے میں سوسائٹی سیرام پور مشن کے لئے ۳۶۰ پونڈ سالانہ برطانیہ سے بھجوایا کرتی تھی۔

گورنر جنرل لارڈ ولزلی کے اچانک انتقال (۵ اکتوبر ۱۸۰۵ء بمقام غازی پور) کے بعد جب سرجارج بارلو قائم مقام گورنر جنرل مقرر ہوئے تو سیرام پور مشن ایک بار پھر مشکل حالات سے دوچار ہوا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرکردہ اراکین کے خیال میں ویلور کی بغاوت اور خونی فسادات کا اصل سبب سیرام پور کے مشنریوں کی سرگرمیاں تھیں۔ ابھی سرجارج بارلو ان افواہوں پر غور کر ہی رہے تھے کہ سیرام پور کے لئے سوسائٹی کی طرف سے بھجوائے ہوئے دو مشنری (چیٹر اور رابنسن) بھی پہنچ گئے۔ ان کی آمد نے گویا فضا کو اور خراب کر دیا۔

اوّل تو کپتان وکس (Capt: Wickse) کے جہاز کو بندرگاہ میں داخل ہونے سے روک دیا گیا اور اس کے بعد چیٹر (Chater) اور رابنسن (Robinson) کے خلاف حکم امتناعی جاری کر کے انہیں فوراً واپس کر دیا گیا۔ اس ضمن میں پوچھ گچھ کے لئے ولیم کیری کو ۲۶ اگست ۱۸۰۶ء میں سپریم کورٹ کلکتہ کے سرکاری مترجم کے روبرو پیش ہونا پڑا، جہاں اسے سرجارج بارلو (قائم مقام گورنر جنرل) کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا گیا۔ سرجارج بارلو نے لکھا تھا کہ:

'مشن آئندہ ہندوستانیوں کے درمیان تبلیغ کرنے سے باز رہے۔ نہ ہی کوئی پرچے تقسیم کرے اور نہ کسی ہندوستانی مُبلغ کو تبلیغ کی غرض سے روانہ کرے —— چونکہ سرکار خود رعایا کے مذہبی معاملات میں مخل ہونا مناسب نہیں

---

[۱] ۔ 'ولیم کیری' از ایس۔ ایم۔ سنگھ ص ۱۱۹

[۲] ۔ ایضاً ص ۱۱۹

سمجھتی لہذا کیری اور اس کے ساتھیوں کو بھی ایسا نہ کرنا چاہئیے ۔' [1]

اب مشن کو یہ اختیار تو تھا کہ وہ بائبل کو چھاپیں اور اپنے احاطہ کی حدود میں منادی بھی کریں لیکن شارع عام پر لال بازار میں وہ صرف لندن کے کورٹ آف ڈائرکٹرز (Court of Directors) سے اجازت نامے کے ساتھ ھی تبلیغ کر سکتے تھے ۔

۱۸۰۷ء میں نئے گورنر جنرل لارڈ منٹو (Lord Minto) کا تقرر عمل میں آیا تو چیف سیکریٹری نے ولیم کیری کو ایک بار پھر طلب کیا اور ۱۱ ، ستمبر ۱۸۰۷ء کے جاری شدہ نئے حکم کے مطابق مشن پریس فوری طور پر کلکتہ منتقل کرنے کو کہا ۔ لیکن اس موقع پر گورنر کریفٹنگ نے مشن کے ساتھ ہمدردانہ سلوک روا رکھتے ہوئے اس حکم پر عمل درآمد کو رکوا دیا ۔

ڈاکٹر جارج سمتھ اور سموئیل پیٹرس کیری کے لکھے کے مطابق سیرام پور مشن کے ہندوستان میں سب سے بڑے انگریز مخالفین کرنل سٹورٹ اور میجر سکاٹ ویئرنگ تھے جنھوں نے اپنے بیانات میں کہا تھا کہ :

'ہم کو چاہئیے کہ ہندوستان کا اعتماد حاصل کریں اور یہ اسی وقت ممکن ہو گا جب ہم تمام مشنریوں کو برطانیہ واپسی کا حکم دے دیں گے ' ۔

'اگر ہم نے ہندوستان میں تبدیلیٔ مذہب کی اجازت دے دی تو یہاں اس قدر بدامنی پھیلے گی کہ ہندوستان کی پچاس کروڑ آبادی انگریزوں کو ایسی آسانی سے نکال باہر کرے گی جیسے آندھی ریت کو اڑا دیتی ہے ۔'

'کوئی باعزت ہندو کبھی ان کے ورغلانے میں نہیں آ سکتا' ۔

'اگر مرھٹی زبان میں بائبل کی اشاعت کی اجازت دے دی گئی تو تعجب نہیں کہ مرھٹوں سے ایک بار پھر جنگ چھڑ جائے ۔'

ادھر برطانیہ میں سڈنی سمتھ (Sydney Smith) مدیر و مالک 'ایڈنبرگ ریویو' دو مرتبہ سیرام پور مشن کے خلاف لکھ چکا تھا ۔ واضح رہے کہ سڈنی سمتھ 'لندن کا شیر ببر' مشہور تھا اور اس کے لکھے کی کاٹ کا کوئی توڑ نہیں تھا ۔

سڈنی سمتھ نے سیرام پور والوں کو "Nest of Consecrated Cobblers" کہا تھا ۔ وہ لکھتا ہے : 'ہندوستان میں مقدس چناروں کے اس طائفہ کی موجودگی کسی طرح بھی گوارا نہیں کی جا سکتی ، خصوصاً ان حالات میں جبکہ یہ خود

---

[1] : 'ولیم کیری' از ایس ۔ ایم ۔ سنگھ ص ۱۳۸

دوسروں کے مذہبی عقاید کا احترام نہیں کرتے اور ان کے مذہبی جذبات کی توہین کرتے ہیں۔'

اس معرکے میں بڑے بڑے سورماؤں نے قلم کے جوہر دکھائے۔ سیرام پور والوں کے حق میں شاعر اور ناقد رابرٹ سوڈے (Robert Southy) نے بڑا بھرپور مضمون لکھا اور سڈنی سمتھ جیسے جغادری ادیب اور صحافی کو چپ کروا دیا۔ رابرٹ سوڈے لکھتا ہے :

'یہی حقیر اور جاہل مزدور ہیں جنھوں نے مکمل بائبل کا ترجمہ بنگالی زبان میں تیار کر کے اس کو طبع کیا ہے۔ نئے عہد نامہ کے تراجم سنسکرت، اڑیہ، مرہٹی، ہندی اور گجراتی زبانوں میں ہو گئے ہیں اور زیر طبع ہیں۔ فارسی، تلگو، کنڑی، پنجابی، برمی اور چینی زبانوں کے تراجم پر کام ہو رہا ہے۔ ان میں سے چار زبانوں میں کُل بائبل کا مکمل ترجمہ بھی کیا جا رہا ہے۔

معمولی حالات میں بھی مندرجہ بالا کارنامے حیرت انگیز ہو سکتے تھے لیکن ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہتی، جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ان مشنریوں میں سے ایک چمار تھا۔ ایک چھاپہ خانہ کا ملازم اور تیسرا ایک ادنیٰ مدرسے کا استاد۔'[۱]

محولہ بالا واقعات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہتا کہ سیرام پور مشن کی بیخ کنی کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج سیرام پور کالج کے اسمبلی ہال میں ڈنمارک کا ایک جھنڈا اس طور پر لگا ہوا ہے کہ اس کا سایہ ولیم کیری کے ایک مجسمہ پر ہر وقت پڑتا رہتا ہے۔

ان حالات کا بے جگری سے مقابلہ کرتے ہوئے بنگالی زبان میں بائبل کا مکمل ترجمہ ۲۴ جون ۱۸۰۹ء کو چھپ کر تیار ہوا۔

۱۵ جون ۱۸۰۱ء میں ولیم کیری کے لکھے ایک خط بنام رائلینڈ (Ryland) کے مطابق پنڈت رام رام باسو نے ایک راجا کی سوانح عمری بنگالی زبان میں لکھی جو بنگالی زبان کی اوّلین سوانح عمری ہے۔ اسی زمانے میں رام رام باسو نے بنگالی کہانیوں کا ترجمہ مکمل کیا تھا۔ ۱۸۰۲ء تک سیرام پور پریس سے رامائن اور مہابھارت کے بنگالی ترجمے شائع ہو چکے تھے۔

آخر کار دارالامراء (House of Lords) میں لارڈ ولزلی نے بنفس نفیس مشن

---

[۱] Quarterly Review, London Vol. 2 سے اقتباس

کی وکالت کی اور اپنی بات کو بھرے ایوان سے منوایا ۔ لارڈ ولزلی کی پیش کردہ تحریک کے الفاظ یہ ہیں :

'ہر جگہ کہ ہندوستان کے برطانوی مقبوضات کے باشندوں کی سود و بہبود کو ترقی دینا ہمارے ملک کا عین فرض ہے ۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ ایسے ذرائع و وسائل اختیار کئے جائیں کہ جن سے ان باشندگانِ ہند میں کارآمد علوم کی ترقی اور مذہبی و اخلاقی اصلاح و تحریک کی صورتیں پیدا ہوں ۔ پس بایں وجہ لازم آیا کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے جو لوگ ہندوستان جانا اور وہاں بود و باش اختیار کرنا چاہیں ان کو معقول قانونی سہولتیں بھی بہم پہنچائی جائیں تاکہ یہ لوگ اپنے ارادوں کی تکمیل کر سکیں ۔' [1]

یہی وہ قرارداد تھی جس کے ذریعے ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانے میں ہندوستان کے دروازے مبلغین کے لئے کھل گئے ۔

سیرام پور کالج کا قیام ۔ ۱۸۰۰ء

یوں تو سیرام پور میں مشن کے لئے عمارت کی خریداری (۱۱، جنوری ۱۸۰۰ء) کے ساتھ ہی 'سیرام پور مشن مدرسے' کی بنیاد پڑ گئی تھی ۔ لیکن 'سیرام پور کالج' کی ابتداء ۱۸۱۸ء میں ہوئی ۔ یہ ادارہ ہندوستان میں مسیحی تعلیمات کا سب سے اہم اور نمایاں ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے ۔

سیرام پور کالج کی سالانہ رپورٹ[2] (بابتہ : ۱۹۳۲ء) کے مطابق اس کے بانیوں میں ولیم کیری ، جوشوامارشمین اور ولیم وارڈ کے نام آتے ہیں ۔ اس کالج کے بنیادی مقاصد مسیحی تعلیم کا فروغ اور سائنسی علوم کی ہندوستان میں ترویج و ترقی تھے ۔ ۱۸۲۷ء میں ڈنمارک کی حکومت کے شاہی چارٹر کی رُو سے اس کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا ۔ ۱۸۴۵ء میں سیرام پور کے تاج برطانیہ کے زیرنگیں چلے جانے کے ساتھ ہی برطانوی حکومت نے سیرام پور کالج کے اس اعزاز کی توثیق کر دی ۔ ۱۸۵۶ء میں 'بپٹسٹ مشنری سوسائٹی برمنگھم ، برطانیہ' کو مکمل اختیار دے دیا گیا کہ وہ اس کالج میں فنون لطیفہ اور جدید ٹکنالوجی کی تعلیمات کو جاری رکھ سکے ۔ ۱۸۵۷ء میں سیرام پور کالج کا الحاق (بطور کالج) نئی قائم کردہ ، کلکتہ یونیورسٹی سے کر دیا گیا ۔

---

[1] ۔ بحوالہ : 'ولیم کیری' از ایس ۔ ایم ۔ سنگھ ص ۱۵۳

[2] ۔ سالانہ رپورٹ کے سرورق پر یہ عبارت درج ہے :

'Founded By Carey, Marshman And Ward 1818, Incorporatd 'Royal Charter 1827'.

۱۸۸۳ء میں برطانوی حکومت نے بھی اسے بااختیار اور باقاعدہ یونیورسٹی کے طور پر تسلیم کر لیا ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس تعلیمی ادارے سے فنون لطیفہ اور دیگر مضامین کی کلاسیں ختم کر کے صرف اور صرف مسیحی تعلیمات کے لئے وقف کر دیا گیا ۔ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۱۰ء تک یہ ادارہ اپنی نوع میں دنیا کا نمایاں ترین مذہبی ادارہ تسلیم کر لیا گیا ۔ ۱۹۱۰ء میں اعلیٰ درجے کی دینی تعلیمات کی ڈگریاں عطا کرنے والے عالمی سطح پر معروف اداروں میں سیرام پور کالج سرفہرست تھا ۔

اس ادارے سے منسلک رہنے والے ابتدائی ناموں کی فہرست درج ذیل ہے : [1]

1- William Carey —— 1818-1832
2- Joshua Marshman —— 1818-1837
3- William Ward —— 1818-1823
4- John Mack —— 1821-1845
5- William Robinson —— 1832-1837
6- J. Leechman —— 1832-1837
7- W.H.Denham —— 1844-1858

ہندوستان میں سیرام پور کالج طرز کے تعلیمی ادارے کا قیام ہی اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ ۱۹ ویں صدی عیسوی تک مختلف شہروں میں مختلف مسیحی انجمنیں فعال حالت میں موجود تھیں ۔ ۱۸۵۸ء میں براہِ راست تاج برطانیہ کے زیر اثر چلے جانے کے ساتھ ان انجمنوں اور اداروں کے طفیل ہندوستان میں بائبل اور اناجیل کے تراجم کی گرم بازاری دیکھنے میں آئی ۔

سیرام پور بپٹسٹ مشن کے تراجم

سنہ اشاعت	نیا عہد نامہ	پرانا عہد نامہ			
		موسی کی پانچ کتابیں	تواریخی کتب	صحائف انبیاء	دیگر کتب مقدّسہ
۱۸۰۱ء	بنگالی	——	——	——	——
۱۸۰۲ء	——	بنگالی	——	——	——

---

[1] ۱ ـ بحوالہ : "The Story of Serampore And Its College" By George Howells Serampure, 1927.

۱۸۰۳ء	——	——	——	——	بنگالی
۱۸۰۷ء	——	——	——	بنگالی	——
۱۸۰۸ء	سنسکرت	——	——	——	——
۱۸۰۹ء	اڑیہ	——	بنگالی	——	——
۱۸۱۱ء	ہندی اور مرہٹی	سنسکرت	——	اُڑیہ	اُڑیہ.

(نوٹ) مندرجہ بالا تراجم ولیم کیری نے پنڈت مرتونجے ودّیا النکار کی معاونت کے ساتھ کئے۔ ۱۸۱۱ء میں پادری ہنری مارٹن نے پہلی بار سیرام پور مشن کے تحت بائبل کا ترجمہ اردو زبان میں کیا۔ یہ ترجمہ ۶۵۰ صفحات پر مشتمل تھا۔[۱]

۱۸۱۲ : آتشزدگی

۱۱ مارچ ۱۸۱۲ء کی شام چھ بجے جب سیرام پور مشن پریس سے تمام کاریگر چھٹی کر کے چلے گئے تھے، آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ کی اطلاع ۱۲ مارچ ۱۸۱۲ء کی صبح جوشوامارشمین نے ولیم کیری کو بیپٹسٹ مشن کے دفتر واقع کلکتہ میں دی۔

مارشمین کے مطابق وارڈ نے دفتر سے اسے پُکارا — وہ دونوں دوڑ کر دفتر کے جنوب کے رخ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چبوترے پر کاغذات کا انبار لگا ہوا ہے اور اس میں سے بیس فٹ اونچا ایک شعلہ اٹھ رہا ہے۔ تقریباً نصف شب کو چھاپہ خانہ کی چھت ایک مہیب دھماکہ کے ساتھ گری اور ساری عمارت کو شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ آگ دو بجے رات تک خود بخود فرو ہو گئی لیکن اس وقت تک تمام عمارت اور جو کچھ بھی اس میں تھا تباہ ہو چکا تھا۔

اس حادثے میں سنگھالی اور تامل کے نئے عہد ناموں کے لئے خریدا گیا ایک ہزار رم کاغذ اور تامل اور چینی زبانوں کے ٹائپ بالکل جل کر راکھ ہو گئے۔

اس حادثے کے بارے میں تاحال وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کیوں کر پیش آیا۔

ڈاکٹر جارج سمتھ اور سموئیل پیٹرس کیری کے مطابق اس حادثے میں چار

---

[۱] بحوالہ : 'فہرست کتب خانہ گارساں دتاسی' مطبوعہ 'نوائے ادب' : بمبئی جنوری ۱۹۵۸ء۔ ص ۸

ہزار چار سو پونڈ وزن کا ٹائپ تلف ہو گیا۔ عبرانی، یونانی، فارسی، عربی اور تامل زبانوں کے ولائتی ٹائپ کا بیشتر حصہ پگھل گیا اور ان کے تیار کردہ ناگری، تلگو، بنگالی، برمی، مرھٹی، پنجابی، اُڑیہ، تامل، چینی اور کشمیری زبانوں کے کل ایک سو چار مجموعے (Founts) تباہ ہوئے۔ عمارت، کتابیں، چھاپنے کا سامان اور دیگر اوزاروں وغیرہ کو ملا کر اس حادثہ کی وجہ سے کُل تقریباً دس ہزار پونڈ کا مالی نقصان ہوا۔

چونکہ اس آتشزدگی میں پرانے عہدنامہ کی تواریخی کتابوں کے ترجموں کے تمام قلمی نسخے تلف ہو گئے لہٰذا انہیں دوبارہ ترجمہ کرنا پڑا اور یہ کام ۱۸۱۵ء تک تین سالوں میں مکمل ہوا۔ واضح رہے کہ آتشزدگی سے ہونے والے مالی نقصان کی تلافی انگلستان نے صرف ساٹھ دن میں کر دی۔

سیرام پور بپٹسٹ مشن کے تراجم

سنہ اشاعت	نیا عہد نامہ	پرانا عہد نامہ			
		موسی کی پانچ کتابیں	تواریخی کتب	صحائف انبیاء	دیگر کتب مقدّسہ
۱۸۱۳ء	—	ہندی اور مرھٹی	—	—	—
۱۸۱۴ء	—	—	اُڑیہ	—	—
۱۸۱۵ء	پنجابی اور بلوچی (اناجیل متّی، مرقس اور لُوقا)	اُڑیہ	سنسکرت	—	—
۱۸۱۶ء	راجستھانی یعنی میواڑی (متّیٰ کی انجیل)	—	مرھٹی	—	—
۱۸۱۷ء	—	پنجابی	—	—	—

۱۸۱۸ء	تلگو ، مرہٹی ، کونکانی اور پشتو	——	ہندی	ہندی	مرہٹی اور سنسکرت
۱۸۱۹ء	آسامی اور ہنڈہ	——	پنجابی	مرہٹی اور سنسکرت	——
۱۸۲۰ء	گجراتی ، راجستھانی (یعنی بیکانیری) ہندی ، اودھی (متّی کی انجیل)	——	——	——	——
۱۸۲۱ء	کشمیری ، پہاڑی (یعنی نیپالی) ہندی ، مگھیلی اور راجستھانی (یعنی مارواڑی)	تلگو ، مرہٹی اور کونکانی	——	——	——
۱۸۲۲ء	راجستھانی (یعنی براوتی ہندی اور قنوجی	آسامی	——	——	——
۱۸۲۳ء	کناری اور راجستھانی جے پوری (متّی کی انجیل)	——	——	——	——
۱۸۲۴ء	——	پشتو	——	——	——
۱۸۲۵ء	پہاڑی یعنی کماؤنی (افیسوں کے خط تک سندھی (متّی کی انجیل)	——	——	——	——
۱۸۲۶ء	پنجابی ، ڈوگری ، بھٹ نیری ، بہاری مگھدھی اور راجستھانی یعنی مالوہ کی زبان	——	——	پنجابی	——
۱۸۲۷ء	ہندی (برج بھاشا	——	——	——	——

	پہاڑی یعنی گڑھوالی، منی پوری اور پہاڑی یعنی پلپہ				
۱۸۳۱ء	کھاسی				
۱۸۳۲ء			پشتو، آسامی اور کشمیری		
۱۸۳۳ء				آسامی	آسامی

(نوٹ مندرجہ بالا تراجم ولیم کیری نے پنڈت مرتونجے ودّیاالنکار کی معاونت کے ساتھ کئے۔ ولیم کیری کے ان تراجم کے علاوہ ۱۸۲۵ء میں ۲۵۳ صفحات پر مشتمل ترجمہ 'داؤد کی زبور' ۱۸۲۹ء میں 'عہد نامۂ قدیم' ۱ کی اشاعت بھی سیرام پور سے ہوئی۔
۱۸۵۱ء میں 'کتابِ مقدس' کا چھٹا ایڈیشن بپٹسٹ مشن (صدر دفتر سیرام پور مشن) کلکتہ سے چھپا۔
۱۸۶۱ء میں 'مزامیر' کا پہلا ایڈیشن بپٹسٹ مشن (صدر دفتر سیرام پور مشن) کلکتہ سے چھپا۔
۱۸۶۴ء میں 'دعائے عام' (ترجمہ ہنری مارٹن) کا چوتھا ایڈیشن بپٹسٹ مشن کلکتہ سے چھپا۔
۱۸۷۸ء میں 'خدا داد رنن ہار' کا پہلا ایڈیشن بپٹسٹ مشن (کلکتہ) سے چھپا۔

اناجیل و بائبل کے اردو تراجم کی مختصر تاریخ ۱۹ ویں صدی عیسوی تک:

انجیل کا کیتھولک سلسلے میں اوّلین ترجمہ 'ویلگیٹ' تیسری صدی عیسوی میں عبرانی سے لاطینی زبان میں سینٹ جیروم نے کیا تھا۔ اس ترجمے میں جیروم نے عبرانی زبان کی صرف و نحو کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا جبکہ سکندر اعظم نے اناجیل سے پہلے کے قدیم صحائف کو ستر علماء کی ایک ٹیم سے عبرانی زبان سے یونانی میں ترجمہ کروایا جو 'اسیوجینٹ' یا 'ہنقادی ترجمہ' کے نام سے مشہور ہے۔ اس ترجمے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ سکندر اعظم یونانی زبان کو عالمی رابطے کی زبان بنانا چاہتا تھا۔

بعد میں اسی ترجمے کو بنیاد بنا کر دوسری صدی عیسوی میں یونانی سے لاطینی میں تراجم بہت بڑی تعداد میں ہوئے۔

یہاں اس بات کی وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ الہامی کتب کی تراجم و تفاسیر کی مخالفت تقریباً ہر ملک اور قوم میں بڑی شدومد کے ساتھ ہوئی ہے۔ یہ مخالفت ہمیشہ علمائے دین کی طرف سے ہوئی شاید اس لئے بھی کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ دینی باتیں عام ہو جائیں اور لوگ ایک حد تک ان بزرگوں سے بے نیاز ہو جائیں البتہ بعض اوقات مخالفت اس لئے بھی ہوئی کہ ترجمے اور تفسیریں ماہرین مذہبیات کی منشاء کے خلاف تھیں۔ یوں مترجمین اور مفسرین ہمیشہ سخت مشکل سے دوچار رہے۔ ۱

مختلف النوع مجبوریوں اور ترجمے کی دِقتوں کے باوجود آج سے پانچ سو برس پہلے (جب چھاپہ خانے کا آغاز ہوا) تک بائبل ۳۳ زبانوں میں ترجمہ ہو چکی تھی۔ ۱۹ ویں صدی عیسوی تک بائبل کا ترجمہ ۴۰۰ زبانوں میں ہو چکا تھا۔

آج ۱،۱۰۹ زبانوں میں عہدنامہ کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ جن میں سے ۲۱۰ زبانوں میں بائبل ترجمہ ہوئی اور ۲۷۱ زبانوں میں 'نیا عہدنامہ' ترجمہ ہوا۔ ان اعداد و شمار کے مطابق یہ الہامی کتاب دنیا کی آبادی کے پچانوے فیصد حصے تک ترجمہ ہو کر پہنچ چکی ہے۔ ۲

---

۱ ۔ زمانۂ وسطیٰ میں انجیل و توریت کے مترجمین کو طرح طرح کی ایزائیں دی گئیں اور علماء کی مجلس نے ترجموں کے متعلق امتناعی احکام جاری کئے۔ ریمس (فرانس) کے ایک مفسر ایشارڈ کو زندہ جلا دیا گیا۔ آکسفورڈ (برطانیہ) میں آرچ بشپ ارنڈل کی مجلس نے ۱۳۰۸ء میں آسمانی صحیفوں کے ترجمہ کو ممنوع قرار دیا۔ انگریزی میں بائبل کا اوّلین مترجم ولیم ٹنڈیل برطانیہ سے بھاگ کر ہیمبرگ (جرمنی) میں پناہ لینے پر مجبور ہوا اور کولون شہر سے ترجمہ ابھی چھپ نہیں پایا تھا کہ فرینکفرٹ کے ڈین نے کولون کی سینیٹ کے ذریعے طباعت کا کام رکوا دیا۔ اب ٹنڈیل بھاگ کر ورمز پہنچا اور وہاں سے ترجمہ چھپوایا جس کے چند نسخے ۱۵۲۶ء میں انگلستان پہنچے۔ لیکن یہ نسخے فوری طور پر تلف کر دیئے گئے۔ اسی لئے آج سوائے چند ناقص اجزا کے جو برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں اُس ترجمے کا کوئی نسخہ نہیں ملتا۔ ٹنڈیل کی ساری عمر جلاوطنی میں گزری۔ آخر ۱۵۳۵ء میں گرفتار ہوا اور ۱۵۳۶ء میں اسے پھانسی دے دی گئی اور لاش دھکتی ہوئی آگ میں جھونک دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی بائبل ۱۵۳۸ء سے قبل شائع نہ ہو سکی۔

۲ ۔ بحوالہ مضمون : "Principles of Translation as Examplified
By Bible Translating" از یوجین اے۔ نیڈا مشمولہ :
'On Translation' By: Reuben A Brower

ہندوستان میں انجیل کا سب سے پہلا اردو ترجمہ ڈنمارک کے پادری شلٹز نے ۱۷۴۹ء میں شروع کیا اور ۱۷۴۱ء میں مکمل کیا ۔ یہ ترجمہ ۱۸۴۸ء میں شائع ہوا ۔۱

دوسرا قدیم ترین ترجمہ کالبزگ کا تھا جو ۱۷۵۰ء میں کلکتہ سے شائع ہوا ۔

یوں اردو تراجم کے سلسلے میں اوّلیت کا سہرا ولندیزیوں اور پرتگالیوں کے سر رہا ۔ ولندیزیوں کے سر اس اعتبار سے کہ ڈنمارک کے پادری شلٹز کے ترجمے سے بھی بہت پہلے یعنی ۱۸۱۵ء میں (ہندوستان میں) ولندیزی سفیر جان جوشوا کیٹلر (John Jashua Kattler) نے اپنی کتاب 'صرف و نحو ہندوستانی' (مطبوعہ: ۱۷۱۵ء ۔ کلکتہ) میں 'دعائے ربّانی' کا اردو ترجمہ شامل کیا تھا جو الگ کتابچے کی صورت میں بھی شائع ہوا ۔

ترجمے سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو: ۲

'ہمارے باپ کہ وہ آسمان میں ہے ، پاک ہوئے تیرے نام ، آوے ہم کوں ملک تیرا ، ہوئے راج تیرا جوں اسماں تو جمین (زمین) میں روٹی ہمارے نہ تھی ، ہم کو آس دے اور معاف کر تقصیر اپنی ہم کوں ، جوں معاف کرتے اپنے قرض داروں کوں ، نہ ڈال ہم کوں اس وسوسے میں ، بلکہ ہم کوں گھس کر اس برائی سے ، تیری ہی پسجی ؟ سواری ؟ عالمگیری حمایت میں ۔ آمین ۔'

۱۸۰۴ء میں پادری ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے چند ہندوستانی پنڈتوں کی مدد سے اناجیل کا ترجمہ کیا جو ۱۸۰۵ء میں کلکتہ سے شائع ہوا ۔

پادری ہنری مارٹن کا نام بائبل کے اردو ترجمہ کے باب میں ہمیشہ یادگار رہے گا ۔ ہنری مارٹن ۱۸۰۶ء میں ہندوستان آیا ۔ ۱۸۰۷ء میں اس نے سیرام پور مشن کے تحت انجیل کا ترجمہ مرزا فطرت کی مدد سے کیا اور مارچ ۱۸۰۸ء میں اختتام کو پہنچایا ۔ یہ ترجمہ دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا گیا ۔۳ واضح رہے کہ یہ 'عہدنامۂ جدید' کا اردو ترجمہ ایک یونانی ترجمے کو بنیاد بنا کر کیا گیا تھا ۔ ارچ ڈِکن برکت اللہ نے اس کی سنۂ طباعت ۱۸۱۷ء بتائی ہے ۔ برکت اللہ صاحب کے لکھے کے مطابق ان کے پاس ۱۸۲۹ء کی طبع شدہ جلد تھی ۔۴

---

۱ ۔ اس ترجمے میں پیدائش کے چند ابواب ، زبور اور دانی ایل کی کتاب ملتی ہے ۔

۲ ۔ بحوالہ : رسالہ 'اردو' بابت : جنوری ۱۹۲۴ء ۔

۳ ۔ بعد میں پادری بولی نے انجیل کے ہندی ترجمہ کی بنیاد اسی ترجمے کو بنایا تھا ۔

۴۔ بحوالہ : 'صحتِ کُتب مُقدّسہ' پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی لاہور ۔ س ۔ ن ۔

لیکن اس ترجمہ کی بابت رام بابو سکسینہ (تاریخِ ادبِ اردو) کا بیان تاحال معتبر خیال کیا جاتا ہے۔ رام بابو سکسینہ کے مطابق یہ ترجمہ ۱۸۱۴ء میں مکمل ہوا اور ۱۸۱۹ء میں شائع ہوا۔

۱۸۳۱ء میں شہر بنارس کی مسیحی کمیٹی نے عہد جدید کی کتب کا اردو میں ترجمۂ کیا۔ یہ ترجمہ پادری ہنری مارٹن کے ترجمہ پر مبنی تھا۔ اس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر میتھر تھے۔ کمیٹی میں دو ہندوستانی مسیحی (مرزا پور سے متعلق) ہری بابو اور جان مسیح بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر فینڈر بھی گاہے گاہے اس کمیٹی کی مدد فرماتے تھے۔

مرزا پور کے ڈاکٹر میتھر نے عہدجدید کے ۱۸۳۱ء کے ترجمہ کو نظرثانی کر کے دونوں عہدناموں کو شائع کرایا۔ یہ ترجمہ بہت زیادہ مقبول رہا ہے ۱۹ ویں صدی عیسوی کے اواخر میں اس ترجمہ پر ایک بار پھر نظرثانی کی گئی تاکہ ترجمہ کو زبان کی اسلوبی کروٹوں سے ہم آہنگ کر دیا جائے۔ تیسری نظرثانی ۱۹۳۰ء میں کی گئی اور چوتھی نظرثانی ۱۹۸۰ء میں مکمل ہوئی۔

۱۸۴۴ء میں عہد عتیق کی تمام کتب کا اردو میں ترجمہ مکمل ہو گیا تھا۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۸۷۰ء تک ڈاکٹر میتھر 'بنارس کے ترجمہ' کی نظرثانی کرتا رہا۔ اس کی نظرثانی کے بعد ایک نیا ایڈیشن رومن اور عربی رسم الخط میں ۱۸۷۰ء میں مرزاپور سے شائع کیا گیا اور ایک زمانے تک اردو خوان طبقے میں مقبول رہا، سہولت کی خاطر ذیل میں اسے 'مرزاپور کا ترجمہ' کہیں گے۔

جامع نظرثانی شدہ انگریزی ترجمہ ۱۶۱۱ء میں شائع ہوا تھا لیکن اس وقت تک انگریز مترجمین کے سامنے قدیم نسخے نہ تھے اور ترجمہ کرتے وقت بنیاد بنائے گئے نسخوں کا متن بھی الف متن تھا۔ سو کہا جا سکتا ہے کہ انگریز مُترجمین کے سامنے بہترین متن نہ تھا۔ جبکہ بنارس اور مرزاپور کے اردو تراجم اسی انگریزی ترجمہ کے لفظی تراجم تھے۔

۲۰ ویں صدی عیسوی میں یونانی تراجم کے ہزاروں نسخے اور متعدد تراجم دریافت ہوئے تو بنارس اور مرزاپور کے اردو ترجموں کی اہمیت کم ہو گئی۔ بنارس اور مرزاپور کے تراجم کا ایک بڑا نقص یہ تھا کہ ان میں برتی گئی زبان ناقص تھی۔ ظاہر ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کی ٹکسالی زبان کے مقابلے میں شمالی ہند کے جنوب مشرقی علاقے کی پسماندہ اور قدیم اردو کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔ سو اردو نثر کی نئی اسلوبی کروٹوں کے عین مطابق نئے ترجمے کی

ضرورت شدّت سے محسوس کی گئی۔

پادری برکت اللہ لکھتے ہیں:

'بائبل سوسائٹی نے اس غرض کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی، جو ۱۸۹۳ء سے ۱۸۹۹ء تک کُتبِ عہد جدید کی نظرثانی کرتی رہی۔ یہ کمیٹی پادری ایچ۔ ای پرکنس، پاری ایچ، یو وائٹ، بریخٹ سٹینٹن، پادری ٹی، جے سکاٹ، پادری تارا چند، پادری جے، جی ڈین، ڈاکٹر جے، سی آربوننگ، پادری ڈبلیو ہوپر، پادری سی، اے آر جنویر، پادری ڈبلیو مانسل اور پادری ڈاکٹر ایف، جے نیوٹن پر مشتمل تھی۔ یہ نیا اردو ترجمہ ۱۸۸۱ کے انگریزی ترجمہ پر جس کو 'ریوائزڈ ورشن' کہتے ہیں، مبنی تھا۔ اس انگریزی ریوائزڈ ترجمہ کی کمیٹی کے ممتاز ترین رکن بشپ ویسٹ کورٹ اور ڈاکٹر ہورٹ تھے۔ یہ ترجمہ نسخہ ویٹی کن اور نسخہ سینا کے متنوں پر مبنی ہے۔ انگریزی کمیٹی کے ارکان ان ہزاروں نسخوں کی مختلف قرأتوں سے بخوبی واقف تھے، اور انھوں نے ب متن کو اختیار کر کے انگریزی خوانوں کے سامنے ایک ایسا ترجمہ رکھ دیا، جو صحیح ترین متن پر مشتمل تھا۔ اس ترجمہ میں سے وہ تمام آیات و الفاظ خارج کر دیئے گئے ہیں، جو صحیح ترین اور قدیم ترین نسخوں میں نہیں تھے۔'[1]

کہا جا سکتا ہے کہ ۱۹۰۰ء کا نیا اردو ترجمہ اسی صحیح نظرثانی شدہ انگریزی ترجمہ پر مبنی ہے، جس میں متن ب کو بنیاد بنایا گیا ہے اور جسے صحیح ترین متن شمار کیا جاتا ہے۔

۱۹ ویں صدی عیسوی کے دیگر اہم تراجم:

تراجم اناجیل:

انجیل لوقا	مترجم: آنس	مطبوعہ: مدارس	۱۷۳۹ء
	بنجمین چشیولٹز	طبع دوم	۱۸۶۲ء
انجیل یوحنا مع مکاشفہ	/ ن۔ن	۱۷۵۸ء	
انجیل مقدس	/ ن۔ن	لدھیانہ	۱۸۹۵ء
بائبل	/ ن۔ن		۱۸۸۶ء
متی کی انجیل	/ ن۔ن	لدھیانہ	۱۸۳۰ء
انجیل برنباس	مترجم: محمد حلیم	حمیدیہ اسٹیم پریس۔ لاہور	س۔ن

---

[1] ۔ 'صحتِ کُتبِ مُقدّسہ' پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی۔ لاہور۔ س۔ ن۔

انجیل مقدس	/ ن ـ ن	لدھیانہ	۱۸۸۳ء
کلام اللہ	مترجم: شیر سنگھ	لدھیانہ	۱۸۸۵ء
مرکس کی انجیل	/ ن ـ ن	مدراس	۱۸۸۵ء
لوقا کی انجیل	/ ن ـ ن	مدراس	۱۸۸۵ء

(نوٹ) برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے ۱۸۷۷ء تک ہندوستان کی ۲۸ مختلف زبانوں میں انجیل کے تراجم شائع کئے ۔

توریت	نام مترجم: / ن ـ ن	بریلی	۱۸۷۲ء
امثال کی کتاب	/ ن ـ ن	لدھیانہ	۱۸۷۳ء
ایوب کی کتاب	/ ن ـ ن	بریلی	۱۸۷۲ء
تورات کی پانچ کتابیں	/ ن ـ ن	لدھیانہ	۱۸۲۲ء
استثنی کی کتاب	/ ن ـ ن	امرتسر	۱۸۷۹ء
دانیال کی کتاب	ـ شولٹز	لدھیانہ	۱۸۷۳ء
داود کی زبور	/ ن ـ ن	سیرام پور	۱۸۲۵ء
یحییٰ نبی کی کتاب	/ ن ـ ن	لدھیانہ	۱۸۶۰ء

۱۹ویں صدی کے اواخر تک تراجم کی اس چہل پہل کا ایک سبب حکومت برطانیہ کی مسیح تبلیغ سے متعلق تبدبل شدہ پالیسی تھی ۔

۱۹ ویں صدی کے اواخر تک تراجم کی اس چہل پہل کا ایک سبب حکومتِ برطانیہ کی مسیحی تبلیغ سے متعلق تبدیل شدہ پالیسی تھی ۔

۱۸۷۴ء میں برطانوی کلیسا کے تین بشپ ہندوستان میں تھے ۔ وہ باھمی مشورے کے لئے ناگ پور میں اواخر نومبر ۱۸۷۴ء جمع ہوئے ۔ عیسوی مذہب کے پرچار کے لئے ہندوستان بھر میں جو مختلف انجمنیں (سبھائیں) کام کر رہی تھیں ، ان کے سرکردہ اراکین نے ان اصحاب سے دریافت کیا کہ ہندوستانیوں کو عیسائی بنانے کے کارگر ذرائع کیا ہیں ؟ اس سوال پر خاصا غور و خوض ہوا اور اس کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا کہ:

۱) برطانوی پارلیمنٹ ہندوستان کے پادریوں کو خود مختاری دے ۔

۲) کسی ایک برطانوی یونی ورسٹی میں ہندوستانی طلبہ کو اسکالر شپ دیا جائے ، جو تبلیغ کا کام کرنا چاہتے ہوں ۔

۳) حکومتی سطح پر عیسوی مذہب کے پرچار کے لئے کتابیں تصنیف، تالیف

اور ترجمہ کروائی جائیں ۔ ۱

واضح رہے کہ ۱۸۷۵ء کے ہندوستان میں یورپی اور اینگلو انڈین لوگوں کی آبادی ۲،۲۲،۹۳۱ تک پہنچ چکی تھی ۔ جبکہ ہندوستانی عیسائی ۲،۲۳،۱۶۱ کی تعداد میں تھے ۔

اسی سال حکومت نے عیسائی مشنریوں کے متعلق اپنی پالیسی تبدیل کی اور مندرجہ ذیل وضاحت کی :

‘گو کہ وہ مذہبی معاملات میں غیر جانبدار ہے ، لیکن عیسائی پادریوں کو تبلیغ کی پوری آزادی ہے ۔ مذہب کے نام پر اب جرم نہیں کئے جا سکتے ۲ ۔ جو لوگ عیسائی بن جاتے ہیں حکومت ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہے اور ان پر زیادتی ہونے کی اجازت نہیں دیتی‘ ۔ ۳

ہندوستانی عیسائیوں کی جدید مطبوعات کی فہرست:

‘Conference On Urdu Hindi Christian Literature’ (۱۸۷۵ء) میں درج ہے کہ اسی سال (۱۸۷۵ء) دھلی کے ایک مطبع کے مالک مہدی حسن نے لدھیانہ کے عیسائی اخبار ‘نور افشاں‘ میں اعلان کیا ہے کہ حسب ذیل کتابوں کا جواب لکھنے والوں کو دو دو سو روپے کا انعام دیا جائے گا ۔ یہ کتابیں مسلمانوں کی طرف سے عیسائیت کی تردید میں لکھی گئی تھیں:

۱) ‘رقیمۃ الوداد‘ ۔ یہ جواب ہے ‘نیازنامہ‘ از پادری عماد الدین کا ۔
۲) ‘لحنِ داؤدی‘ ۔ یہ جواب ہے ‘نغمۂ طنبوری‘ از رام چند کا ۔
۳) ‘استقلال‘ ۔ یہ جواب ہے ‘دجال مسیح‘ از صفدر علی کا ۔ ۱

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان بڑے جوش و خروش کے ساتھ پادریوں کو ترکی بہ ترکی جواب دے رہے تھے ۔ جبکہ خود ان کے گھر میں اختلاف کی آگ سلگ رہی تھی ۔ ۳۰، جولائی ۱۸۷۵ء میں وہابیوں کے مشہور مخالف مولوی محمد عمر رام پوری نے وہابی عالم مولوی شکر اللہ کو ایک مناظرے میں شکست دے دی تھی اور اس کامیابی پر مولوی محمد عمر رام پوری کو اخبار ‘پنجابی‘

---

۱ ۔ دیکھیئے: ‘مقالات گارساں دتاسی‘ انجمن ترقئ اردو(ہند)اورنگ آباد دکن طبع اول ۱۹۳۵ء ص ۱۰۰

۲ یہاں انتر جلی کی رسم مراد ہے ۔

۳ بحوالہ: ‘مقالات گارساں دتاسی‘ انجمن ترقئ اردو (ہند) اورنگ آباد دکن طبع اول ۱۹۳۵ء ص ۱۸۵

نے ۳۱، جولائی ۱۸۷۵ء کی اشاعت میں 'شمشیر آب دار بر گردنِ وہابیہ اشرار' کا خطاب دیا تھا۔

اس باب میں مذید تفصیلات کے لئے دیکھیئے :

1. Murdoch, John. 'Cataloqoue of The Christian Vernacular Literature of India' Madras, 1870 IX, XIII 313 P (includes 2,000 ref)
2. Catalogue of Urdu Christian Literature and Supplementary. Catalogue of Christian Publications in the Other Languages of The Punjab. Lahore, 1886, Vol.4, 86 P (includes 750 Urdu references).
3. Weitbrecht, H.U. 'A Descriptive Catalogue and Review of Urdu Christian Literature. 1902-07 Lahore, 1908. 120 P.

4- (۳ جلدوں میں) 'تاریخ کلیسائے ہندوستان'
از پادری برکت اللہ پنجاب رلیجینس بک سوسائٹی ۔ لاہور ۱۹۶۲ء

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحبہ: +92- 334 0120123

باب سوم: نثری تراجم: فوٹ ولیم کالج سے ۱۸۵۷ء تک ۔

اورنگ زیب کے انتقال کی بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوا ۔ اس وقت تک محض روہیل کھنڈ کے اضلاع میں پانچ ہزار علماء درس و تدریس میں مصروف تھے ۔ صرف بنگال میں اسی ہزار مدرسے قائم تھے اور سندھ کے صرف ایک شہر ٹھٹھہ میں چار سو سے زاید دارالعلوم مصروفِ کار تھے ۔

کمپنی کی حکومت قائم ہوئی تو تعلیم کا سابقہ نظام موقوف ہوا ۔ نئے نظام تعلیم میں ہندوستانیوں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی ۔ برٹش پارلیمنٹ میں تعلیم کا رزولیوشن پیش ہوا تو اس کی شدید مخالفت کی گئی اور امریکہ میں تعلیم کے اجراء اور اس کے نتیجہ میں تحریکِ آزادی کے فروغ کی مثال دے کر کہا گیا کہ ہندوستان میں بھی تعلیم کے اجراء سے سیاسی شعور بیدار ہونے کے امکانات ہیں ۔ چنانچہ یہ رزولیوشن نامنظور ہو گیا ۔ [1] جب ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگِ آزادی کے بعد کمپنی کی حکومت ختم ہوئی اور ہندوستان سے متعلق انگریزوں کی پالیسی تبدیل ہوئی تو ایک خصوصی نظام کے تحت حکومت کی امداد اور اس کی کڑی شرائط اور نگرانی میں تعلیمی اداروں کے قیام کی نہ صرف اجازت دے دی گئی بلکہ تعلیم کے میدان میں حکومت نے نجی اداروں کی بھی حوصلہ افزائی کی ۔

فورٹ ولیم کالج (۱۸۰۰ء): مستقبل کے انگریز حکمرانوں کا واحد تربیتی ادارہ تھا اور عوامی سطح پر مدرسۂ عالیہ کلکتہ اور دھلی کالج کی دو مثالوں کے سوا کوئی دوسرا تعلیمی ادارہ دکھائی نہیں دیتا ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد شمالی ہند میں مدرسۃ العلوم علی گڑھ ، مشرق میں کلکتہ و مدراس کی جامعات ، جنوب میں دارالعلوم نواب سالار جنگ حیدرآباد دکن اور جنوب مغرب میں انجمنِ اسلام اسکول بمبئی و سندھ مدرسۃالاسلام کراچی کے علاوہ شمال مغرب میں اورینٹل کالج لاھور، پنجاب یونی ورسٹی اور اسلامیہ کالج لاھور جیسے تعلیمی ادارے وجود میں آئے ۔ ان مدارس کے قیام سے تعلیم کے فُروغ اور ہندوستانیوں کے معاشی مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ حکومت کی تمام پیش بندیوں کے باوجود

---

[1] بحوالہ: بر صغیر کے علمی ادبی اور تعلیمی ادارے از ابوسلمان شاہ جہانپوری ، ڈاکٹر مشمولہ مجلہ: علم و آگہی خصوصی شمارہ ۷۳ ۔ ۱۹۷۲ء گورنمنٹ نیشنل کالج ۔ کراچی

سیاسی شعور پیدا ہوا۔ مدرسۃ عالیہ کلکتہ (۱۷۸۰ء) دہلی کالج، اورینٹل کالج اور جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن جیسے تعلیمی اداروں نے زبان و ادب سے متعلق سوجھ بوجھ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عمومی سطح پر ہندوستانیوں کے ذوق کی تربیت کا فریضہ بھی انجام دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جامعہ عثمانیہ تصنیف و تالیف اور ترجمے کے زریں عہد کی بنیادیں فراہم کر گئی۔ لہٰذا جنوبی ہند میں نواب فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی نے ۱۸۳۴ء میں مدرسۂ فخریہ کو اوّل اوّل انہی بنیادوں پر اٹھایا اور ادب، سائنس اور دیگر علوم و فنون کی کتابوں کے ترجمہ و تالیف کا کام سائنٹیفک بنیادوں پر پہلی بار شروع ہوا۔

مدرسہ طبابت (۱۸۴۵ء) حیدر آباد دکن، اور انجینئرنگ کالج رُڑکی (۱۸۵۶ء) نے اس کے بعد اس میدان میں قدم رکھا۔

اردو میں جدید سائنسی علوم و فنون پر تصانیف کا آغاز ۱۵۹۱ء سے اور ادبیات سے متعلق انگریزی سے تراجم کے آغاز کا سراغ ۱۷۴۴ء سے ملتا ہے، جبکہ سائنسی علوم سے متعلق تصنیف و تراجم کا باقاعدہ آغاز ۱۹ ویں صدی کی چوتھی دہائی سے ہوتا ہے۔

ہندوستان میں اوّلین سائنٹیفک سوسائٹی لکھنؤ ۱۸۳۱ء میں قائم ہوئی تھی۔ ۱۸۳۲ء میں آگرہ میں اسی نوع کی ایک سوسائٹی کا قیام عمل میں آیا اور اسی سال نواب شمس الامراء ثانی نے حیدر آباد دکن میں سائنسی کتب کی تالیف و ترجمہ کا کام آغاز کیا۔ ۱۸۵۳ء میں انجمن مجمع علم و ہنر مدراس کے قیام کے تین برس بعد یعنی ۱۸۵۶ء میں انجینئرنگ کالج رڑکی کے قیام کے ساتھ ہی اس کے شعبۂ تالیف و ترجمہ نے کام شروع کر دیا۔

زمانی اعتبار سے سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور ۹، جنوری ۱۸۶۴ء، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی ۱۸۶۵ء، دارالعلوم دیو بند ۱۸۶۷ء، اورینٹل کالج لاہور ۱۸۶۹ء، مدرسۃالعلوم علی گڑھ ۱۸۷۵ء، انجمن پنجاب لاہور ۱۸۸۰ء، اسلامیہ کالج پشاور ۱۸۹۰ء، دارالعلوم ندوۃالعلماء لکھنؤ ۱۸۹۲ء، سلسلۂ آصفیہ حیدر آباد دکن (لگ بھگ ۱۹۰۰ء) کا قیام عمل میں آیا۔

غازی پور اور بہار میں جدید علوم و فنون کے ساتھ ساتھ مغربی ادبیات کو اردو میں منتقل کرنے کا کام کہیں زیادہ ہوا۔ ۲۰ ویں صدی عیسوی کے آغاز میں سائنٹیفک سوسائٹیوں کے محدود دائرہ کار سے باہر نکل کر خالص علمی و تحقیقی ادارے قائم ہونا شروع ہوئے۔ انجمن ترقیٔ اردو (ہند) اورنگ آباد

۱۹۰۳ء، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۹۱۹ء، جامعہ ملیہ اسلامیہ ۱۹۳۰ء، ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن ۱۹۳۱ء، مجلس ترقیٔ ادب ۱۹۵۰ء، ریسرچ اکیڈمی کراچی ۱۹۵۱ء، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۵۳ء، ترقیٔ اردو بورڈ۔ کراچی ۱۹۵۸ء، مرکزی اردو بورڈ لاہور ۱۹۶۳ء، ترقیٔ اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۶۹ء اور مقتدرہ قومی زبان (پاکستان) ۴، اکتوبر ۱۹۷۹ء چند ایسے ادارے ہیں جنھوں نے تصنیف و تالیف و ترجمے کا کام خالصتاً علمی اور تحقیقی بنیادوں پر کر کے ایک معیار قائم کر دیا۔

فورٹ ولیم کالج۔ کلکتہ۔ ۱۸۰۰ء

ایسٹ انڈیا کمپنی کی اورنگ زیب سے اوّلین مڈ بھیڑ کے بعد جب کمپنی نے ۱۶۹۰ء میں مغل فرمانروا سے معافی مانگ کر دوبارہ تجارت کے لئے فرمان حاصل کر لیا تو ہگلی کے قریب ایک چھوٹی سے بستی تعمیر کر لی۔ یہی مختصر سی بستی بعد میں کلکتہ شہر کے نام سے موسوم ہوئی۔ یہاں کمپنی نے فورٹ ولیم کے نام سے ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ قلعہ کی تعمیر ۱۷۵۷ء سے ۱۷۷۳ء تک کے عرصے میں ہوئی۔ یہی وہ قلعہ ہے جو بعد میں فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے نام سے مشہور ہوا۔

ہندوستان میں مغل سلطنت کے زوال کے ساتھ جوں جوں کمپنی کا اقتدار مستحکم ہوا اور مقبوضات میں جس قدر اضافہ ہوا، انگریزوں نے اسی قدر شدّت کے ساتھ ہندوستان میں ایک تربیتی ادارے کی کمی کو محسوس کیا۔ یہ ایک ایسے ادارے کا تصور تھا جس میں انگلستان سے نئے بھرتی ہو کر آنے والے انگریز ملازمین کی تربیت کی جا سکے۔ جب انگریز یہ سوچنے کے قابل ہوئے تو اس وقت تک ہندوستان کی دفتری زبان فارسی تھی اور عوامی بول چال کی زبان ہندوستانی (یا اردو)۔ کمپنی کے ملازمین کو اس مقامی زبان سے ناآشنائی شدّت سے محسوس ہوئی۔ اس وقت تک اردو زبان میں صوفیاء کرام کی کوششوں سے مذہبی اصطلاحات کا کافی بڑا ذخیرہ فراہم ہو چکا تھا اور دکھنی الفاظ سے قطع نظر اس زبان کی سادگی اور بے تکلفی کے باعث عوام الناس میں اس کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس کی ترقی کے امکانات خاصے روشن تھے۔ انگریزوں نے ان امکانات کو بہت پہلے بھانپ لیا تھا۔ جس کا ایک ثبوت ۲۲، دسمبر ۱۶۷۷ء کو قلعہ سینٹ جارج مدراس کو لکھا گیا ایک مراسلہ ہے:

'اس بات کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ کمپنی کے جو ملازمین فارسی سیکھیں گے

ان کو دس پونڈ اور جو انڈستان (ہندوستانی یا اردو زبان) زبان سیکھیں گے ان کو بیس پونڈ بطور انعام دیئے جائیں گے ، نیز یہ کہ اس زبان کی تعلیم دینے والے کسی مناسب آدمی کا انتخاب بھی کیا جائے ۔

کمپنی کی مجلس نظماء (Court of Directors) کا یہ مراسلہ حکم کا درجہ رکھتا تھا اور اس وقت تک ہندوستان بھر میں کوئی باقاعدہ زبان سکھانے والا مدرسہ موجود نہیں تھا ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے وارن ہیسٹنگز نے بگلی کی انگریزی حدود میں پہلا مدرسہ جنوری ۱۷۹۹ء میں قائم کیا ۔ یہ مدرسہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد بند کر دیا گیا ۔ اسی مدرسے میں جان گلکرسٹ ہندوستانی (اردو) کی تعلیم دیا کرتے تھے ۔

لارڈ مارکوئس ولزلی ۱۷۹۸ء میں بطور گورنر جنرل کلکتہ وارد ہوا تھا ۔ اس نے ایک تربیتی ادارے کے قیام کو ناگزیر خیال کرتے ہوئے مجلس نظماء کی منظوری حاصل کیے بغیر ۱۰، جولائی ۱۸۰۰ء کو کالج کے قیام کا اہم فیصلہ کر لیا، لیکن کالج کا یوم تاسیس ۴، مئی ۱۸۰۰ء طے پایا جو سقوط میسور کی پہلی سالگرہ ہے ۔

فورٹ ولیم کالج کے انتظامی امور کے لئے لارڈ مارکوئس ولزلی کی قائم کردہ کونسل محض پانچ رکنی تھی جس کی تفصیل درج ذیل ہے : [۱]

۱ ریورنڈ ڈیوڈ براؤن (پرووسٹ)
۲ ریورنڈ کلاڈیس بکھانن (وائس پرووسٹ)
۳ جان ہیری بارلو (ممبر)
۴ این ۔ بی ۔ ایڈمانسٹن (ممبر)
۵ لیفٹیننٹ کرنل ولیم کرک پیٹرک (ممبر)

کالج کونسل

فورٹ ولیم کالج میں پرنسپل کا عہدہ نہیں تھا ۔ انتظامی امور کا سربراہ پرووسٹ ہوتا تھا ۔ گورنر جنرل کی انتظامی امور سے متعلق کونسل کے مطابق کالج کے پرووسٹ کے لئے لازم تھا کہ وہ انگلستان کے کلیسا کا کلرجی مین (Clergy Man) ہو ۔ یوں ریورنڈ ڈیوڈ براؤون کالج کے اولین پرووسٹ مقرر ہوئے

ایشیاٹک اینول رجسٹر ۱۸۰۱ء لندن (۱۸۰۲ء) صفحہ ۳۱ ۔۳۲ کے مطابق فورٹ ولیم کالج کا ابتدائی عملہ درج ذیل افراد پر مشتمل تھا:

۱ ریورنڈ ڈیوڈ براؤن ۔ پرووسٹ

---

[۱] بحوالہ: ۱۳، ستمبر ۱۸۰۰ء کا سرکاری اشتہار ۔

۲ ریورنڈ کلاڈیس بکھانن ۔ وائس پرووسٹ (قدیم یونانی ، لاطینی اور انگریزی کے پروفیسر)
۳ لیفٹیننٹ جان بیلی ۔ پروفیسر (عربی زبان و شرح محمدی)
۴ لیفٹیننٹ کرنل ولیم کرک پیٹرک ۔ پروفیسر (فارسی زبان و ادب)
۵ فرانسس گلیڈون ۔ پروفیسر (فارسی زبان و ادب)
٦ این ۔ بی ۔ ایڈمانسٹن ۔ پروفیسر (فارسی زبان و ادب)
۷ جان بارتھوک گلکرسٹ ۔ پروفیسر (ہندوستانی زبان)
۸ جان ہیری بارلو ۔ پروفیسر (گورنر جنرل کے پاس کردہ قاعدے قوانین)
۹ ولیم کیری ۔ پروفیسر (بنگلہ و سنسکرت زبان و ادب)
۱۰ جیمز ڈونڈی ایل ۔ ایل ۔ ڈی ۔ پروفیسر (علم الحساب)
۱۱ ڈوبلے سی ۔ پروفیسر (جدید زبانیں)
۱۲ لمسڈن ۔ اسسٹنٹ پروفیسر (فارسی زبان و ادب)
۱۳ ہارنگٹن ۔ پروفیسر (آئین و علم قانون)
۱۴ روتھ مین ۔ کالج کونسل کے سیکریٹری
۱۵ ایڈورڈ سکاٹ وارنگ ۔ اسسٹنٹ پروفیسر (ہندوستانی زبان)
۱٦ مظہر علی خاں ۔ اسسٹنٹ پروفیسر (ہندوستانی زبان)

آخرالذکر دونوں اساتذہ کی تقرری بالترتیب ٦، جنوری ۱۸۰۱ء اور ۲۷، نومبر ۱۸۰۱ء کو عمل میں آئی ۔

ایشیاٹک اینول رجسٹر ۱۸۰۱ء لندن (۱۸۰۲ء) صفحہ ۴۳ کے مطابق شروع میں صرف ٦۴ طلبہ کو داخلہ دیا گیا ۔ عربی ، فارسی اور ہندوستانی (اردو) زبانوں سے متعلق لیکچرز کا آغاز بالترتیب سوموار ۲۴ نومبر ، منگل ۲۵ نومبر اور بدھ ۲٦ نومبر ۱۸۰۰ء میں ہوا ۔ کالج کے چار ٹرم تھے :

پہلا ٹرم : ٦ فروری تا مارچ کے آخر تک
دوسرا ٹرم : ۴ مئی تا جون کے آخر تک
تیسرا ٹرم : یکم اگست تا ستمبر کے آخر تک
چوتھا ٹرم : یکم نومبر تا دسمبر کے آخر تک

دوسرے اور چوتھے ٹرم کے اختتام پر دو امتحانات لیے جاتے تھے ۔ ایک یا ایک سے زاید یورپی زبانوں کا مطالعہ ضروری تھا ۔ کل تعلیمی مُدّت بارہ ٹرم یعنی تین سال کی تھی ۔ تعلیمی مُدّت کے اختتام پر طلبہ کو سرٹیفیکیٹ دینے

جاتے تھے ۔ جو طالب العلم کسی یورپی (زبان یا ادب) یا ہندوستانی (زبان یا ادب) یا مذہبی علم یا شرع محمدی میں اپنی قابلیت ظاہر کرتا تھا ، اسے 'ڈگری آف آنر' دی جاتی تھی ۔

کالج کے آئین کا پہلا باب کمپنی کی منظوری کے بعد پرووسٹ کی معرفت ۱۰، اپریل ۱۸۰۱ء کو نافذ ہوا ۔ آئین کے مطابق طلبہ سے داخلے کے وقت کالج کی خیر خواہی کا حلف لیا جاتا ۔ اسی طرح کالج کونسل، پروفیسر اساتذہ اور منشیوں سے بھی کالج کی خیر خواہی کے حلف کے علاوہ عیسائی مذہب کی حفاظت اور پرچار کا عہد لیا جاتا تھا ۔ ۱

۲۹ ، اپریل ۱۸۰۱ء کو فارسی ، عربی ، ہندوستانی اور بنگلہ زبان و ادب کے شعبوں میں ایک ایک چیف منشی بھرتی کرنے کا فیصلہ ہوا ۔ ۲۹، اپریل ۱۸۰۱ء میں کالج کونسل نے طلبہ کی تعداد دیکھتے ہوئے درج ذیل سیکنڈ منشی اور منشی بھرتی کرنے کی اجازت دی ۔ ۲

شعبہ	عہدہ	تنخواہ
۱ ۔ فارسی	ایک سیکنڈ منشی	۱۰۰ روپے
	۲۰ منشی	۴۰ روپے
۲ ۔ ہندوستانی	ایک سیکنڈ منشی	۱۰۰ روپے
	۱۲ منشی	۴۰ روپے
۳ ۔ عربی	ایک سیکنڈ منشی	۱۰۰ روپے
	۴ منشی	۴۰ روپے
۴ ۔ بنگلہ	ایک سیکنڈ منشی	۱۰۰ روپے
	٦ منشی	۴۰ روپے

چیف منشی اس زمانے میں ۲۰۰ روپے ماہانہ تنخواہ پاتے تھے ۔ محولہ بالا فیصلے کے مطابق ۴ مئی ۱۸۰۱ء کو کالج کونسل نے مندرجہ ذیل اساتذہ کو ہندوستانی شعبے میں بھرتی کیا ۔

سیکنڈ منشی تاری چرن متر ۔ سیکنڈ منشی میر بہادر علی حُسینی نارنولی ،

---

۱ پروسیڈنگز آف دی کالج آف فورٹ ولیم ١٦ اپریل ۱۸۰۱ء ہوم ڈیپارٹمنٹ پبلک پروسیڈنگز اوریجنل مسلیننس جلد نمبر ۱ ، ۲ امپیریل ریکارڈ ڈیپارٹمنٹ دھلی ۔

۲ ایضاً جلد نمبر ۱ ۲۹ اپریل ۱۸۰۱ء ۔

منشی مرتضیٰ خاں، غلام اکبر ، نصراللہ ، میر امن دھلوی ، غلام اشرف، بلال الدین ، محمد صادق ، رحمت اللہ خاں ، غلام غوث ، کندن لال ، کاشی راج اور میر حیدر بخش حیدری ۔ یاد رہے کہ ہندوستانی شعبہ میں چیف منشی کا عہدہ خالی رکھا گیا تھا ۔

اتوار کے علاوہ چیف منشی ، سیکنڈ منشی اور منشیوں کو چھٹیوں میں بھی صبح دس تا ایک بجے دوپہر کالج میں حاضر رہنا پڑتا تھا تاکہ طلبہ جب چاھیں ان سے مدد لے سکیں ۔ ان کی چھٹی صرف پرووسٹ منظور کر سکتا تھا ۔ سیکنڈ منشی اور منشی ، چیف منشی کے ماتحت تھے ۔

فورٹ ولیم کالج کا پہلا امتحان ١٨ جون سے ٣٠ جون ١٨٠١ء تک رہا ۔ ٦ جولائی ١٨٠١ء کو نتائج افسران بالا کو بھیج دیئے گئے ۔ [1] ١٠ اپریل ١٨٠١ء والے آئین کے پانچویں اصول امتحان کے مطابق طلبہ کسی بھی مضمون میں خاص قابلیت پر انعام پانے کے حقدار تھے ۔ ایسے انعامات کا اعلان ہر سال ۴ مئی کو کیا جاتا تھا ۔

١٨٠١ء میں فارسی کے خطاط کلب علی اور ناگری کے خطاط سندر پنڈت کی تقرری عمل میں آئی ۔ اس کے ساتھ ھی ہندوستانی شعبے کے محمد صادق ، رحمت اللہ خاں ، کاشی راج اور غلام غوث کی جگہ سید جعفر ، محمد تقی ، مبارک محی الدین اور اسد علی کو بطور منشی بھرتی کر لیا گیا ۔ محمد صادق ، رحمت اللہ خاں ، کاشی راج اور غلام غوث کی برطرفی یا استعفیٰ کی وجہ معلوم نہ ہو سکی ۔ [2]

لارڈ ولزلی نے ١٨، اگست ١٨٠٠ء کو مجلس نظماء سے منظوری کے لئے کالج سے متعلق معلومات فراہم کرتے ہوئے کالج کے قیام کی پر زور سفارش کی لیکن خلاف توقع مجلس نظماء نے ٢٧، جنوری ١٨٠٢ء کو کالج بند کر دینے کا حکم صادر کر دیا ۔ لارڈ ولزلی نے کالج کونسل کو ٣١، دسمبر ١٨٠٣ء تک اس حکم پر عمل درآمد سے روک دیا اور ٥، اگست ١٨٠٢ء کو کالج سے متعلق ایک طویل سفارشی خط لکھا ۔ وہ لکھتا ہے :

' ـــــ کورٹ کے حکم کی اگر تعمیل کی جاتی تو اس وقت جو فتنے برپا

---

[1] بحوالہ: پروسیڈنگز آف دی کالج ۴ مئی ١٨٠١ء جلد نمبر ١ صفحہ ۴ تا ٨

[2] ایضاً ٢ نومبر ١٨٠١ء جلد نمبر ١ صفحہ ١۴ تا ١٥

ہوتے وہ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں ۔ کالج کو قائم رہنا ہو گا ، ورنہ سلطنت ختم ہو جائے گی ۔'

اس خط کے جواب (۲، ستمبر ۱۸۰۳ء) میں مجلس نظماء نے چند ایک پابندیوں کے تحت کالج کو تا حکم ثانی جاری رکھنے کی اجازت دے دی ۔

لارڈ ولزلی نے فورٹ ولیم کالج سے متعلق اپنے طویل خط میں جو تجویز پیش کی تھی اس کے مطابق وہ ایشیائی (خصوصاً ہندوستانی) زبانوں مثلاً فارسی ، عربی ، سنسکرت ، ہندوستانی (اردو) تامل، بنگالی، مرہٹی، تلنگی اور کنٹری کے علاوہ تاریخ، مذہبیات ، شمالی ہند کا جغرافیہ (خصوصاً دکن سے متعلق) اصول قانون کی تعلیم ، فقہ اسلام ، ہندو دھرم شاستر، علم الاخلاق ، گورنر جنرل کی کونسل قلعہ سینٹ جارج مدراس اور بمبئی پریسیڈنسی حکومتوں کے نافذ کردہ قوانین ، علم کیمیا ، علم نباتیات اور بزنس ایڈمنسٹریشن کا انتظام کرانا چاہتا ، جس پر مجلس نظماء میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور اس مخالفت کی سب سے بڑی وجہ اس مد پر 'کثیر اخراجات' بتائی گئی ۔

بہر طور فورٹ ولیم کالج کام کرتا رہا اور جان گلکرسٹ (۱۷۵۹ء ۔ ۹، جنوری ۱۸۴۱ء) زبانوں کے شعبے کے منتظم رہے ۔ اس کالج کے قیام کے پیچھے جو سیاسی مقاصد کارفرما تھے، ان سے آگہی کے لئے گورنر جنرل کے مجلس نظماء کے نام لکھے ہوئے خط (مورخہ ۵، اگست ۱۸۰۲ء) سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

'خداوند کے فضل و کرم سے ہندوستان میں برطانیہ عظمیٰ کے سیاسی و فوجی اقتدار کو جو مسلسل کامیابی اور کامرانی و جنگوں میں جو پیہم فتح و نصرت نصیب ہوئی ہے اس کی وجہ سے نیز (برطانیہ عظمیٰ کی) منصفانہ، دانش مندانہ اور اعتدال پسندانہ پالیسی کے سبب ہندوستان و دکن کے وسیع علاقے برطانیہ عظمیٰ کے تحت اور انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر تسلط آگئے ہیں اور حالات کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط سلطنت قائم ہو گئی ہے جو متعدد آباد اور زرخیز صوبوں پر مشتمل ہے جہاں مختلف قومیں آباد ہیں ، جن کے مذہب ، زبان نیز عادات و اطوار ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں ۔ ان سب پر الگ الگ مختلف ضوابط اور مختلف رسوم کے مطابق اب تک حکومت کی جاتی رہی ہے ۔ برطانوی قوم کے مقدس فرض ، ان کے حقیقی مفاد ، ان کی عزت اور ان کی حکمت عملی کا یہ تقاضہ ہے کہ ہندوستان کی برطانوی سلطنت کی حدود میں عمدہ عملداری

قائم کرنے کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں۔"

"محولہ بالا خواہشات کے پیش نظر جان گلکرسٹ نے اپنے تعیں کوشش کی کہ ہندوستانی زبان میں ایسی نثر پیدا کی جائے جو عام سرکاری زبان کا درجہ حاصل کر لے ، اس زبان کے ذریعے مقامی لوگوں کے مذہبی اور تہذیبی اطوار سے کامل آگہی حاصل کی جائے تاکہ ہندوستان پر حکومت کرنے کے عمل کو مزید آسان بنایا جا سکے ۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے کالج کو مُختلف شعبوں میں تقسیم کیا گیا ۔ ہر شعبے کے لئے ایک انگریز پروفیسر اور اس کے نائب یا منشی کا تقرر عمل میں آیا ۔

۱ ہندوستانی (یا اردو) زبان و ادب کی تعلیم کے لئے جان گلکرسٹ ۔
۲ بنگالی زبان و ادب و مذہبیات کی تعلیم کے لئے پادری ولیم کیری ۔
۳ عربی زبان اور اسلامی فقہ کی تعلیم کے لئے ولیم کرک پیٹرک اور جان بیلی ۔
۴ فارسی زبان و ادب کی تعلیم کے لئے فرانسس گلیڈون اور ایڈمانسٹن ۔
۵ قوانین کی تعلیم کے لئے جارج بارلو ۔
٦ لاطینی ، یونانی و انگریزی کلاسیکی ادبیات کی تعلیم کے لئے پادری بوکھانن ۔
۷ ہندی اور سنسکرت زبانوں کے لئے پنڈتوں کا تقرر عمل میں آیا ۔
۸ ادبیات کے شعبے سے متعلق ایک قصہ خواں (داستان گو) کا تقرر بھی عمل میں آیا، جو کالج کے طلبہ کو ہاسٹل میں جا کر قصے کہانیاں سنایا کرتا تھا ۔

کالج کی ابتدائی نصابی کتب کلکتہ کے مختلف چھاپہ خانوں سے طبع ہوئیں بعد ازاں گلکرسٹ کی تجویز پر کالج کے لئے ہندوستانی پریس کا انتظام بھی ہو گیا، واضح رہے کہ یہ پریس جان گلکرسٹ کی ذاتی ملکیت تھا۔

کالج کی طرف سے مشرقی زبانوں اور ادبیات سے متعلق مباحثے ہونے اور مصنفین کی حوصلہ افزائی کے لئے منظور شدہ تصانیف پر انعامات دئیے جاتے تھے ۔

کالج کی تصانیف ، تالیفات اور تراجم میں تذکرہ ، افسانہ، صرف و نحو ، اخلاق ، فقہ اسلام ، تاریخ ، قرآن اور اناجیل کے تراجم خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ۔ کالج میں ادبی کتب کی تالیف و ترجمہ کے لئے ایک الگ محکمہ (دارالترجمہ) قائم کیا گیا تھا ۔ اس سررشتہ میں اہم تاریخی کتب و اخلاقی قصص کے ترجمے قدیم مشرقی ترقی یافتہ زبانوں (خصوصاً عربی ، فارسی اور

سنسکرت) سے کیے گئے ۔ واضح رہے کہ فورٹ ولیم کالج نے دیگر علوم یا سائنس سے متعلق کوئی کتاب ترجمہ نہیں کی ۔ گو شمالی ہند میں اردو نثر کی باضابطہ ابتداء انگریزی کتب کے زیر اثر ہوئی لیکن فورٹ ولیم کالج تک کے زمانے مین انگریزی ادبیات کا اثر بالکل دیکھنے میں نہیں آتا، جس کی واحد وجہ ہندوستانی (مقامی) اہل قلم کی انگریزی زبان سے ناواقفیت تھی ۔

جان گلکرسٹ کی انگریزی ہندوستانی لغت کی سنہ تصنیف ١٧٩٦ء ہے ، یہ کتاب "ہندوستانی زبان کے قواعد"[1] کے نام سے ١٧٩٦ء میں طبع ہوئی جبکہ فورٹ ولیم کالج ١٨٠٠ء میں قائم ہوا ۔

کالج سے متعلق مصنفین و مترجمین میں یوں تو میر بہادر علی حسینی، مرزا فطرت ، حیدر بخش حیدری ، میر شیر علی افسوس ، مرزا علی لطف ، کاظم علی جواں ٧ مظہر علی ولا ، خلیل علی خاں رشک ، لالہ للّو لال جی اور تاری چرن متر جیسے ادباء شامل تھے اور انکی تصانیف ، تالیفات اور تراجم کی اہمیت مسلّم ہے ، لیکن ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا اس باب میں سب سے اہم کارنامہ میر امان علی دہلوی المعروف میر امن دہلوی کو ادبی دنیا سے متعارف کروانا ہے ۔ میر امن جنھوں نے 'چار درویش' (المعروف 'باغ و بہار' تالیف : ١٨٠١ء مطبوعہ : فروری ١٨٠٢ء) اور 'اخلاق محسنی' کے فارسی تراجم کے بعد ٣، جون ١٨٠٦ء کو فورٹ ولیم کالج سے مستعفی ہو کر شمس الامراء حیدر آباد دکن کے لئے غلام محی الدین حیدر آبادی ، موسیٰ تنڈوس اور مسٹر جونس کے ساتھ مل کر ریورنڈ چارلس کے سات انگریزی رسائل کا 'ستہ شمسیہ' کے نام سے ترجمہ کیا ۔ 'ستہ شمسیہ' نامی کتاب چھ جلدوں میں ١٢٥٣ ھ بمطابق ١٨٣٧ء کو شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانے سے طبع ہوئی ۔ اس کے علاوہ میر امان علی دہلوی (میر امن دہلوی) اصول علم حساب ہندی زبان میں ، مطبوعہ : ١٢٥٢ھ بمطابق ١٨٣٦ء اور 'رسالہ کسوراتِ اعشاریہ' مطبوعہ: ١٢٥٣ھ بمطابق ١٨٣٧ء کے مترجمین میں شامل رہے ۔

یہاں ہمارے موضوع سے متعلق صرف جان گلکرسٹ کی تصانیف ہیں جو انگریزی سے ترجمے کے باب میں قابل ذکر ہیں ۔ جان گلکرسٹ نے فورٹ ولیم کالج کے لئے تقریباً ٦٣ کتابیں تیار کروائیں اور تقریباً پندرہ کتابیں لسانیات اور

---

[1] "A Grammar of the Hindoostanee Language" اس کتاب کو مجلس ترقی ادب لاہور نے دوبارہ شائع کیا ہے ۔

قواعد و ترجمے سے متعلق خود ان کے قلم سے یادگار ہیں ۔

فروری ۱۸۰۴ء میں جان گلکرسٹ فورٹ ولیم کالج کی انتظامی کونسل کے رویہ سے تنگ آکر برطانیہ واپس چلے گئے ۔ بعد ازاں لندن میں نادیر انڈین سروس سے متعلق طلبہ کی رہبری کرتے رہے ۔ خصوصی طور پر ہمارے موضوع سے متعلق ان کی مندرجہ ذیل کتب ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی :

۱ ۔ انگریزی ہندوستانی لغت : طبع اوّل : کلکتہ ۸۷ ۔۱۷۸۶ء

'DICTIONARY, ENGLISH & HINDUSTANI, TO WHICH IS PREFIXED
A GRAMMAR OF THE HINDUSTANEE LANGUAGE

۲ ۔ ہندوستانی زبان کے قواعد، طبع اوّل : کلکتہ ۱۷۹۶ء، صفحات ۳۱۴ طبع دوم کلکتہ : کرانیکل پریس ۱۸۰۹ء، صفحات ۳۳۸

'A GRAMMAR OF A HINDUSTANI LANGUAGE'

۳ ۔ 'لغت و قواعد کا ضمیمہ' طبع اوّل کلکتہ ۱۷۹۸ء

۴ ۔ 'کالج کے پہلے اور دوسرے امتحان کے لئے ہندوستانی زبان کی مشقیں' طبع اوّل : کلکتہ ۱۸۰۲ء، صفحات ۲۴

(رومن حروف اور دو ضلع اردو ٹائپ میں)

'PRACTICAL OUTLINES OR A SKETCH OF HINDUSTANI ARTHOEPY'

۵ ۔ 'اجنبیوں کے لئے رہنمائے اردو' طبع اول کلکتہ ۱۸۰۲ء

'THE STRANGERS EAST INDIA GUIDE TO HINDUSTANEE
OF GRANG POPULAR LANGUAGE OF INDIA.'

ردو اقتباسات رومن حروف میں درج کئے گئے ہیں) ۔

محولہ بالا کتب میں سے 'ہندوستانی زبان کے قواعد' کو بلاشبہ ایک عہد ساز تصنیف قرار دیا جا سکتا ہے ۔ یہ پہلی تصنیف ہے جس میں اردو (ہندوستانی)، ہندی طباعت کا اولین نمونہ دیکھنے کو ملتا ہے ۔ اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب کا ایک حصہ شیکسپئر سے متعلق ہے جو انگریزی ادب سے اردو میں ترجمے کا اولین نمونہ پیش کرتا ہے ۔ اس حصّے میں ولیم شیکسپئیر کے دو مختلف ڈراموں ('شاہ ہنری ہشتم' اور 'ہیملٹ') کے ایک ایک ٹکڑے کا ترجمہ اردو زبان اور اردو رسم الخط میں دیکھنے کو ملتا ہے ۔ واضح رہے کہ اس وقت تک سیرام پور کے تراجم (بائبل و اناجیل سے متعلق) کے سوا کسی انگریزی ادبی تصنیف یا اس کے حصے کو اردو میں منتقل نہیں کیا گیا تھا.

گلکرسٹ کو اس میدان میں اولیت کا فخر حاصل ہے۔ نیز یہ کہ گلکرسٹ کے ان تراجم سے سلاست کی اس تحریر کے اولین نقوش واضح ہو جاتے ہیں جو آگے چل کر گلکرسٹ ہی کے ایما سے میر امن دہلوی (میر امان علی دھلوی) کی 'باغ و بہار' کی پہچان بنی۔ یوں گلکرسٹ کے ان تراجم کو اردو زبان کی اسلوبی کروٹ کی تمہید کہا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ان تراجم کو جدید اردو کا نقشِ اول ہونے ہی کا اعزاز حاصل نہیں، اردو میں انگریزی سے ہونے والے اوّلیں ترجمے ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ مقام حیرت ہے کہ یہ شرف ایک انگریز نے حاصل کیا۔

مرزا فطرت دھلوی نے ول ہنٹر کی مدد سے عہد نامہ جدید کا ترجمہ ۱۸۰۵ء میں شائع کیا۔ بعض محققین نے اسے براہ راست یونانی زبان سے ترجمہ قرار دیا ہے۔ کپتان ٹیلر کی 'انگریزی ہندوستانی لغت' ۱۸۰۸ء میں شائع ہوئی۔ اس باب میں کپتان ٹامس روک کی لغت جہاز رانی (۱۸۱۱ء) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لغت میں جہاز رانی کی اصطلاحوں کے علاوہ ایسے الفاظ کا اردو ترجمہ بھی دے دیا گیا ہے جو کمانداروں کو میدان جنگ اور بیرکوں میں کارآمد ہو سکتے ہیں۔

یوں دیکھا جائے تو انگریزی سے اردو تراجم کی ابتداء بائبل اور اناجیل کے تراجم کے علاوہ لغت اور قواعد سے ہوتی ہے۔

فورٹ ولیم کالج کے دارالترجمہ کی تیار کردہ ایک نایاب کتاب 'مجموعۂ گنج' ہے جو ۱۸۴۵ء میں کلکتہ اسکول بک سوسائٹی پریس سے شائع ہوئی۔ سرورق پر حسب ذیل تحریر درج ہے:

'مجموعہ گنج
عقل روشن کرنے والی تعلیموں کا
اور
دانائی سکھانے والی تبلیغوں کا
اس میں
اکثر ملکوں کی بستی اور شہر اور آدمیو کے احوال کا بیان ہے
ہندوستانی لڑکیوں کے لئے
انگریزی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا'

یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۲۱۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ کل ۳۸ مضامین

اور عنوانات کے تحت تاریخ اور جغرافیہ کے ابتدائی مسائل بیان کئے گئے ہیں ۔ ہندوستان سے متعلق چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :

١ 'ہند میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں دوسرے ملکوں میں لے جا کے بیچنے سے بہت فایدہ ہوتا ہے اور ہند میں دولت مند ہونے کا بڑا وسیلہ سوداگری ہے ۔ جو چیزیں آدمی کو ضرورت ہیں ان کے بہتات سے پیدا ہونے کے سبب ہند کے رہنے والوں کو غیر ممالک سے کوئی چیز لانے کی احتیاج کم ہوتی ہے' ۔

٢ 'اگلے بادشاہوں کے وقت میں انہوں کے ظلم سے لوگوں کے مال اور ملک میں امن و چین نہ تھا اور جس ملک میں امن و چین نہ ہو اور معاملہ مقدمہ میں حق انصاف نہ ہو بلکہ اسامی فریادی میں سے ایک کی طرفداری ہو تو کون آدمی اپنا روپیہ اور اسباب کے لئے اس ملک میں جائے گا ۔ اس سبب سے اور ملک کے سوداگر اس ملک میں کمتر آتے تھے اور یہاں کے آنے والے یورپ کی اچھی اچھی حکمت اور کاریگری سے بے بہرہ تھے ۔

انگریزوں کے وقت میں ہندوستان کی سوداگری خوب چمک گئی اور بہت فائدہ مند ہوئی اور اس سوداگری سے بہتیرے غریب دولتمند ہوئے اور اکثر دولتمند بہت روپے والے ہوئے ۔ سچ ہے انصاف کے درخت میں ہی پھل ہوتا ہے اور امن و امان سے ہوتا ہے اور خلایق اور رعیت خواہ نزدیک کے ہوں خواہ دُور کے سب خوشی سے گزراں کرتے ہیں' ۔

کتاب میں ہندوستان کی چھ اہم پیداواروں (نیل ، روئی ، افیون ، ململ ، ریشم اور شورہ) کے بارے میں تفصیلی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں ۔ افیون کے باب میں درج ہے :

'صوبۂ بہار اور بنارس میں بہت افیون پیدا ہوتی ہے اور کمپنی سے سوا کوئی آدمی پوست کا کھیت کرنے اور افیون مول لینے نہیں سکتا ہے ۔ مگر کمپنی کے حکم سے ۔ جب کلکتہ میں افیون آتی ہے سوداگر سب مول لے کے چین اور ملائے بھیجتے ہیں' ۔

اسی طرح تمباکو کی فصل کے بارے میں درج ہے کہ :

'امریکہ ملنے کے بعد پرتگیز لوگ وہاں سے جلد یہاں لائے ۔ امریکہ ملنے کے آگے کسی ملک میں تمباکو نہ تھا' ۔

فورٹ ولیم کالج کا بانی لارڈ ولزلی ١٧٩٨ء تا ١٨٠٥ء تک گورنر جنرل رہا ۔ اس نے ٢٩، اگست ١٨٠٥ء کو استعفیٰ دے دیا اور برطانیہ واپس لوٹ گیا ۔ اس

کی واپسی کے فوراً بعد یعنی ۲۱، منی ۱۸۰٦ء میں ہیلی بری (برطانیہ) کے مقام پر اسی نوع کا ایک کالج قائم کرنے کے فیصلے کے ساتھ ھی جنوری ۱۹۰۷ء سے فورٹ ولیم کالج کے اخراجات گھٹا دینے کا فیصلہ عمل میں آیا۔ اس حکم کے تحت پرووسٹ اور نائب پرووسٹ کے عہدے ختم کر دیئے گئے۔ منشیوں اور مترجمین کی تعداد گھٹا دی گئی اور مشرقی زبانوں کے کورس کی مدت گھٹا کر صرف ایک سال کر دی گئی۔ عملے میں تخفیف کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ ۱۸۳۰ء میں کالج کا صرف ایک سیکریٹری اور تین ممتحن رہ گئے۔ آخر کار یہ ادارہ ۵۴ سال تک قائم رہنے کب بعد جنوری ۱۸۵۴ء میں بورڈ آف ایگزامنرز میں ضم کر دیا گیا۔ ۱۸٦٦ء میں دوبارہ کالج کلاسوں کا آغاز کیا گیا جو عرصہ دو سال کی قلیل مدت میں ختم ہو گیا۔ بعد میں ادارے کے ساتھ انگریزوں کی دلچسپیاں گورنمنٹ ریزولیشن نمبر ۴۵۰ ٹی۔ جی مورخہ ۳۱، جولائی ۱۹۱۴ء کے بعد قطعاً ختم ہو گئیں اور کالج توڑ دیا گیا۔ یہ معاملہ ھمیشہ سے باعث نزاع رہا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا مقصد کیا تھا۔ سو لارڈ ولزلی کے خط کا اقتباس شروع میں دے دیا گیا، لیکن یہاں چند ایک غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک طویل مدت تک جان گلکرسٹ کو کالج کا پرنسپل تصور کیا جاتا رہا، حالانکہ پرنسپل کی آسامی کالج میں تھی ہی نہیں۔ البتہ پرووسٹ کے عہدے پر ڈیوڈ براؤن کام کرتے رہے جو ‘کلکتہ بائبل سوسائٹی’ کے بانی اور فورٹ ولیم کالج (قلعہ) کے پادری اور انگلستان کے کلیسا کے کلرجی مین (Clergy Man) تھے۔ اس باب میں محمد عارف منان قریشی صاحب نے بہت سے الجھاوے رفع کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

‘سی۔ ای۔ بک لینڈ نے ‘ڈکشنری آف انڈین بایوگرافی’ میں گلکرسٹ کے متعلق لکھا ہے: ‘مارکوئس آف ویلزلی نے ۱۸۰۰ء میں اس کو فورٹ ولیم کالج کا پرنسپل مقرر کیا’۔ گراھم بیلی اور مسٹر ای۔ ایف۔ کے نے بھی ‘اردو ادب کی تاریخ’ اور ‘ہندی ادب کی تاریخ’ میں اسی غلطی کا اعادہ کیا ہے۔ حد یہ ہے کہ ‘انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا’ تک میں فورٹ ولیم کالج اور ڈاکٹر جان گلکرسٹ سے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بھی گمراہ کن ہے۔ یعنی: ‘انیسویں صدی کے آغاز میں ڈاکٹر گلکرسٹ فورٹ ولیم کالج کا افسرِ اعلیٰ (ہیڈ) تھا’۔ اپنے ھاں رام بابو سکسینہ جیسے مؤرخ ادب بھی اسی غلطی کا شکار ہوئے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف ‘شعبۂ ہندوستانی’ کا صدر تھا۔ ڈاکٹر موصوف

کے لغت کا دوسرا ایڈیشن ۱۸۱۰ء میں ایڈنبرا سے شائع ہوا تھا جو اس بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے سرورق پر اس کے نام کے ساتھ 'پروفیسر آف ہندوستانی' درج تھا'۔ ۱

ہمارے بیشتر محققین نے جان گلکرسٹ کو محسن اردو تسلیم کیا ہے۔ ان محققین میں رام بابو سکسینہ، ڈاکٹر لکشمی ساگر، ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر ہمایوں کبیر اور احتشام حسین کے نام بہت نمایاں ہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ فورٹ ولیم کالج کا وجود سراسر سیاسی حکمت عملی کا نتیجہ تھا اور جان گلکرسٹ کی تمام تر مساعی جلب زر کے گرد گھومتی دکھائی دیتی ہے۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ کمپنی کے کورٹ آف ڈائرکٹرز کے مراسلہ بنام حکام قلعہ سینٹ جارج مدراس کے بعد اس نے رات دن کی محنت کے ساتھ ہندوستانی زبان میں مہارت حاصل کی اور 'انگریزی ہندوستانی لغت' اور 'ہندوستانی زبان اور قواعد' دو کتابیں اسی سال تصنیف کیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جب میر امان علی دھلوی (المعروف میر امن) جیسے نابغۂ روزگار ایسٹ انڈیا کمپنی، یورپین پروفیسروں اور جان گلکرسٹ (صدر شعبہ ہندوستانی ادبیات) کے گن گاتے دکھائی دیتے ہیں 'باغ و بہار' کے دیباچہ میں میر امان علی دھلوی لکھتے ہیں :

۔ میر منشی بہادر علی جی کے وسیلے سے حضور تن جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبلہ کے رسائی ہوئی۔ بارے طالع کی مدد سے ایسے جوانمرد کا دامن ہاتھ لگا ہے۔ چاہیئے کہ دن کچھ بھلے آویں۔ نہیں تو یہ بھی غنیمت ہے کہ ایک ٹکڑا کھا کر پاؤں پھیلا کر سو رہتا ہوں۔ اور گھر میں دس آدمی چھوٹے بڑے پرورش پا کر دعا اس قدر دان کو کرتے ہیں۔ خدا قبول کرے'۔ ۱

اس سے صاف عیاں ہے کہ اردو کے انشا پردازوں کی خدمات، قلیل معاوضوں کے عوض کمپنی کی حکومت کو تقویت پہنچانے کا سبب بن رہی تھیں۔ حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب ان قلیل معاوضوں پر کام کرنے والے 'کالوں' کو اردو سے انگریزی کی طرف لایا گیا۔ لارڈ میکالے کی مشہور زمانہ تعلیمی قرار داد نے اس نئی حکمتِ عملی کو آخری شکل دے دی۔

---

۱ 'فورٹ ولیم کالج ایک نزاعی مسئلہ' مطبوعہ : 'ماہِ نو' کراچی بابت : اکتوبر ۱۹۶۳ء، ص ۸۰

شاہانِ اودھ کے تراجم: برائے اسکول بک سوسائٹی اودھ (لکھنؤ)۔ ۱٦ ـ ۱۸۱۴ء ـ

شاہ اودھ نواب سعادت خاں برہان الملک (۱۷۲۲ء ـ ۱۷۳۹ء) علم دوست شخصیت تھے ، ان کے قائم کردہ شاہی کتب خانے ۱ میں دیگر سلاطین اودھ خصوصاً غازی الدین حیدر اور نصیر الدین حیدر کی ذاتی دلچسپی سے تقریبا تین لاکھ کتابیں جمع ہو گئی تھیں ـ ۱۸۴۸ء میں ڈاکٹر اشپرنگر کتب خانوں کی فہرست سازی کے لئے لکھنؤ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اودھ کے شاہی کتب خانے میں دس ہزار مجلدات انتہائی ناگفتہ بہ حالت میں محفوظ تھیں ـ

ڈاکٹر اشپرنگر نے شاہی کتب خانے کے نوادر سے متعلق جو فہرست مرتب کی تھی وہ کئی جلدوں میں تھی ، جن میں سے صرف پہلی جلد (٦۴۵ صفحات) ۱۸۵۴ء میں کلکتہ سے شائع ہو پائی اور باقی کام ضایع ہو گیا ـ

شاہان اودھ کی علم دوستی کے اس پس منظر میں فورٹ ولیم کالج ـ کلکتہ کے زوال کے ساتھ لکھنؤ اردو تراجم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھرا ـ نواب غازی الدین حیدر (۱۸۱۴ء تا ۱۸۲۷ء) نے اپنے علاقے میں سائنٹیفک سوچ کو عام کرنے کی خاطر اسکول بک سوسائٹی قائم کی ، جس کا مقصد لکھنؤ کے مدارس کے لئے ایسا نصاب تیار کرنا تھا جو یورپی دانش گاھوں کے ہم پلہ ہو ـ اس مقصد کے حصول کی خاطر ایک ایسی نصابی کمیٹی ترتیب دی گئی جو نصاب کے لئے انگریزی اور فرانسیسی نصابی کتب کا انتخاب کرتی اور اردو میں اسے ترجمہ کرنے کا فیصلہ صادر کرتی ـ اردو میں ترجمہ شدہ نصابی کتب کی طباعت کے لیے مطبع سلطانی (اودھ) قائم کیا گیا تھا ـ

نواب غازی الدین حیدر اور نواب نصیرالدین حیدر (۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۷ء) کے یورپئن مصاحبین خصوصاً بلٹن نامی ایک انگریز کی مدد سے اسکول بک سوسائٹی کے مترجمین نے جدید علوم و فنون سے متعلق متعدد انگریزی کتب و رسائل کا ترجمہ کیا جو زوال اودھ (۱۸۵٦ء) سے قبل شائع بھی ہو گئے ـ

۱۔ابتداء میں لکھنؤ کا شاہی کتب خانہ ایک پرانے محل میں واقع تھا ، جسے "پرانا دولت خانہ" کہا جاتا تھا ـ اب دریائے گومتی کے آہنی پل اور رومی دروازے کے درمیان اس کے آثار بھی معدوم ہو چکے ہیں ـ نواب غازی الدین حیدر(۱۸۱۴ء تا ۱۸۲۷ء) کے زمانے میں یہ کتب خانہ اپنے جوبن پر تھا اور اس کی حدود فرح بخش اور توپ خانہ کی عمارتوں تک پھیل گئی تھیں ـ

نواب غازی الدین حیدر اور نواب نصیرالدین حیدر کے ‘رصد خانہ سلطانی’ کا مہتمم ایک انگریز کرنل ولکاک تھا، جس کی مدد سے اسکول بک سوسائٹی کے محض ایک مترجم سید کمال الدین حیدر (عرف محمد امیر الحسن الحسینی) نے ۱۹ انگریزی کتابوں کا ترجمہ کیا ۔ ان میں سے دس مطبوعہ کتب کا احوال درج ذیل ہے :

۱ ۔ ‘رسالہ علوم طبعیہ’ ترجمہ: سید کمال الدین حیدر، مطبوعہ: مطبع سلطانی اودھ (لکھنؤ)
۲ ۔ ‘رسالہ ہیئت’ از ڈاکٹر ولسن 〃
۳ ۔ ‘رسالہ دیگر ہیئت’ از ڈاکٹر برنگلی 〃 〃
۴ ۔ ‘رسالہ علم الکیمیا’ از ریورنڈ چارلس 〃 〃
۵ ۔ ‘رسالہ علم المناظر’ 〃 〃 〃
۶ ۔ ‘رسالہ قوت مقناطیس’ 〃 〃 〃
۷ ۔ ‘رسالہ علم الماء’ 〃 〃 〃
۸ ۔ ‘رسالہ علم الھوا’ 〃 〃 〃
۹ ۔ ‘رسالۃ علم الحرارۃ’ 〃 〃 〃
۱۰۔ ‘رسالہ مقاصد العلوم’ از لارڈ بروم 〃 〃 ۱۸۳۱ء

آخرالذکر کتاب کے دیباچہ میں (اسے ابتدائیہ یا صفحۂ اول کی تحریر کہنا زیادہ مناسب ہو گا) لکھا ہے :

‘حسب الحکم ابوالفتح معین الدین سلطان الزماں نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ غازی حسب فرمائش محکمہ اجلاس جنرل کامٹی [1] اسکول بک سوسائٹی کے عاصی سراپا معاصی سید کمال الدین حیدر عرف محمد امیر الحسن الحسینی نے زبان اردو میں ترجمہ کیا’ ۔

(‘رسالہ مقاصد العلوم’ سے اقتباس)

شاہان اودھ کی یورپ سے اس خصوصی دلچسپی کی اصل حقیقت سے آگہی حاصل کرنے کے لئے مُجلّہ ‘ھمایوں’ بابت اگست ۱۹۳۰ء دیکھنا لازم ہے ۔ ‘اس پرچے کے مستقل عنوان ‘محفل ادب’ کے تحت ایک مضمون بعنوان ‘شاہ اودھ یورپینوں کے بیحد گرویدہ تھے’ ۔ (مطبوعہ رسالہ ‘دین و دنیا’) سے

---

[1] بحوالہ: ‘اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات’ از آفتاب حسن مطبوعہ: شعبہ تصنیف و تالیف، و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۵ء ص ۱۰

ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے ۔ جس کا ایک حصہ ملاحظہ فرمائیے:

'نواب نصیرالدین حیدر شاہ اودھ کو یورپینوں سے غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ نواب نصیرالدین حیدر کے تقریباً تمام مصاحب یورپین تھے ۔ شاہ اودھ کی اس مغرب پرستی کو امرائے اودھ اگرچہ پسند نہ کرتے تھے لیکن شاہ اودھ کی حالت یہ تھی کہ دن رات ناکارہ اور اوباش یورپین ان کو گھیرے رہتے تھے' ۔

مضمون نگار نے اس ابتدائیہ کے بعد شاہ اودھ نواب نصیرالدین حیدر کے ایک یورپین مصاحب مسٹر بلٹن کی ڈائری سے چند اوراق ترجمہ کر کے نقل کر دیئے ہیں ۔ محض ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

'بادشاہ نے میرے دوست سے پوچھا:

'کیوں جی انگلستان میں تم مسٹر اسمتھ سے بھی ملو گے کہ نہیں ؟'

مسٹر آر نے عرض کیا کہ 'میں ان سے ضرور ہی ملوں گا ۔ کیونکہ ان سے کچھ کام بھی ہے' ۔ تب بادشاہ نے اپنی نہایت خوبصورت اور مرصع گھڑی جو ایک اعلیٰ درجے کے کاریگر کی بنائی ہوئی تھی اور پندرہ ہزار فرانک میں آئی تھی ، مع زنجیرِ مرصع اپنے گلے سے اتار کر اپنے دست مبارک سے مسٹر آر کے گلے میں ڈال دی اور بکلا بکلا کے فرمایا کہ:

'بھئی دیکھو! قطعی وعدہ کرو کہ یہ گھڑی مع زنجیر بجنسہ تم اسمتھ صاحب کی میم صاحبہ کے گلے میں پہنا دو گے ۔ اسی طرح سے پہنانا جیسے میں نے تمہارے گلے میں پہنائی ہے ، دیکھو وعدہ کا خیال رکھنا' ۔

(ہمایوں اگست ۱۹۳۰ء ص ۶۰۹ سے اقتباس)

دوسری طرف مقامی اہل فن کا یہ حال تھا کہ بے مثل نثرنگار رجب علی بیگ سرور کو نواب غازی الدین حیدر کے زمانے میں دیس نکالا ملا ۔ سرور لکھنؤ سے کانپور ہجرت کر گئے اور کئی برس 'لکھنؤ کے فراق میں رویا کئے ۔ انہیں نواب نصیرالدین حیدر نے بھی معاف نہ کیا ۔ یہاں تک کہ رجب علی بیگ سرور کو نواب واجد علی شاہ اختر کے زمانے میں لکھنؤ لوٹنا نصیب ہوا ۔ ۱

---

۱ مرزا رجب علی بیگ سرور نے 'فسانۂ عجائب' کی تکمیل ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں کی ۔ یہ نواب غازی الدین حیدر (۱۸۱۳ء تا ۱۸۲۷ء) کا زمانہ ہے ۔ نصیرالدین حیدر (۱۸۲۷ء تا ۱۸۳۷ء) کے زمانے میں سرور نے شہر 'کانپور میں بیٹھ کر نظر ثانی کی اور دیباچے میں نصیرالدین حیدر کا ذکر تو کیا، لیکن ملک بدر ہونے کے سبب نواب نصیرالدین حیدر کی تاج پوشی (جلوس ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء) کی مدح نہیں لکھی ۔ 'فسانۂ عجائب' کا قدیم ترین

یورپ اور اہل یورپ سے دلچسپی کی وجہ چاہے کچھ بھی ہو، کہا جا سکتا ہے کہ مغربی زبانوں سے اردو میں علمی کتب کے تراجم کی اولین منظم انفرادی کوشش کا زمانہ نواب غازی الدین حیدر ہی کا زمانہ ہے۔

شمس الامراء کے تراجم: برائے 'مدرسہ فخریہ' حیدر آباد۔ دکن ۱۸۳۴ء

فورٹ ولیم کالج کے زوال کے فوراً بعد حیدر آباد دکن اردو تراجم کا ایک اہم مرکز بن کر ابھرا۔ حیدر آباد دکن کے امرائے پائیگاہ ۱ میں نواب محمد فخرالدین خاں شمس الامراء ثانی ۱۷۸۰ء تا ۱۸۰۲ء) کا نام ہمارے اس مطالعے کے ضمن میں نمایاں تر ہے۔ نواب محمد فخرالدین خاں نئے زمانے کے پروردہ آدمی تھے۔ وہ اپنے خسر آصف دوم نظام علی خاں والئی دکن کے بااختیار دیوان رہے لیکن کچھ عرصہ بعد انھوں نے از خود مستعفی ہو کر علمی خدمت کی طرف رجوع کیا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے ان کے ارد گرد علما، ادبا اور مترجمین کا ایک بڑا گروہ جمع ہو گیا، جن میں سے زیادہ تر کا تعلق درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف و ترجمہ سے تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب فورٹ ولیم کالج کلکتہ کا تالیف و ترجمہ کردہ ادب انگریزی سرکار کی وضع کردہ مخصوص پالیسی کے تحت سطحیت کا رجحان پیدا کر رہا تھا۔ نواب محمد فخرالدین خاں نے یہ سب دیکھتے ہوئے اپنے علاقے میں داستانوی قصّوں کے مقابلے میں سائنٹیفک سوچ کو عام کرنے کی خاطر ۱۸۳۴ء میں 'مدرسہ فخریہ' قائم کیا۔ اس مدرسے کے نصاب میں یورپی دانش گاہوں کی نصابی کتب کو شامل کیا گیا۔ نواب محمد فخرالدین خاں نے ہندوستانی طالب العلموں کی خاطر مغربی علوم و فنون کی ان کتب کو مقامی، فرانسیسی اور برطانوی مترجمین کے ساتھ مل کر خود اردو میں ترجمہ کیا اور

مخطوطہ جس کی کتابت فضل رسول نے ۱۸۳۹ء تا ۱۸۵۳ء میں مکمل کی تھی۔ 'فسانۂ عجائب' کا واحد ایسا نسخہ ہے جس میں نواب غازی الدین حیدر کی مدح ملتی ہے۔ یہ مخطوطہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کے ذاتی کتب خانے سے حاصل کر کے ۱۹۷۳ء میں ڈاکٹر محمود الہی نے 'فسانۂ عجائب' کے بنیادی متن کے نام سے شائع کیا۔

۱۔ ان امراء کی جاگیرات کی آمدن کروڑوں میں تھی۔ وہ اپنی انتظامیہ اور عدلیہ رکھتے تھے۔ چونکہ شہزادیاں ان سے بیاہی جاتی تھیں، اس لئے ان کو 'جاہ' کا مخصوص شاہی خطاب ملتا اور وہ اپنی دستار میں کلغی لگانے کا اختیار رکھتے تھے۔

اپنے سنگی چھاپہ خانہ (قائم شدہ ۱۸۲۰ء) سے شائع کیا ۔

یاد رہے کہ اینگلو عربک کالج (دھلی کالج) نے 'مدرسہ فخریہ' کی تقلید میں ۴۱ ۔ ۱۸۴۰ء کے لگ بھگ جدید علوم و فنون کے اردو تراجم تیار کرنا شروع کیے تھے ۔ آگے چل کر جب ۱۹ ویں صدی کے نصف آخر میں اردو کا پہلا میڈیکل کالج 'مدرسہ طبابت' (قیام: ۱۸۴۵ء) قائم ہوا تو اس میں 'مدرسہ فخریہ' کے فارغ التحصیل طلبہ کی کھپت سب سے زیادہ ہوئی ۔

نواب محمد فخرالدین خاں کو علم ریاضی اور علم ہیئت سے خاص شغف تھا ۔ انھوں نے ان موضوعات سے متعلق کئی رسالے خود تصنیف کیے نیز جملہ سائنسی موضوعات سے متعلق انگریزی سے اردو میں تراجم کا کام بڑے پیمانے پر کروایا ۔

شمس الامراء کے باقاعدہ ملازم مترجمین میں میر امان علی دھلوی (المعروف میر امن دھلوی) ، شاہ علی ۔ رتن لعل، غلام محی الدین حیدر آبادی ، موسیٰ تندوسی ، حافظ مولوی شمس الدین فیض ، مسٹر جونس ، مسٹر جوزہ ، جان مرقس ، ابو علی ، رائے منو لال ، شیر علی بن قاسم ، مرزا جان قندھاری ، میر طفیل علی ، مولوی احمد اور سید عبدالرحمنٰ کئے نام بہت نمایاں ہیں ۔ لیکن یہ بات حیران کن ہے کہ ان مستند تراجم کی شہرت حیدر آباد دکن سے باہر کم کم ھی سنی گئی ۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ میر امان علی دھلوی (المعروف میر امن دھلوی) کے ۹ مطبوعہ تراجم کا ذکر تاحال ھماری کتب میں نہیں ملتا، جبکہ تراجم کا یہ وقیع کام باقاعدہ ملازم مترجمین نے نواب محمد فخرالدین خاں کی قائم کردہ رصدگاہ 'جہاں نما' میں بیٹھ کر کیا ۔ کہا جا سکتا ہے کہ اردو میں علمی کتب کے تراجم کی یہ دوسری منظم انفرادی کوشش تھی ۔

خواجہ حمید الدین شاہد لکھتے ہیں:

'نواب فخرالدین خاں نے خود بھی کئی کتابیں لکھیں مگر ان کی اردو کتابوں کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ان ھی کی ہیں ۔ اس لئے کہ دیباچہ میں بجائے اپنے نام کے صرف یہ لکھدیا ہے کہ 'مصنف اس کتاب کا یہ کہتا ہے' ۔ البتہ فارسی کتابوں میں اپنے نام کی صراحت کر دی ہے ۔ مثلاً کتاب 'شمس الہندسہ' مطبوعہ ۱۲۴۱ھ کے دیباچہ میں لکھا ہے ۔

'می گوید مؤلف ایں رسالہ محمد فخرالدین خاں المخاطب بہ شمس الامراء ۰۰۰۰۰ 'کہ کتاب اقلیدس' اگرچہ حاوی جمیع اصول ہندسیہ است از وقت

براہین وتطویل دلایلش مُبتدی راہبرہ وافی ۰۰۰۰۰ نمی داد ۰۰۰۰۰ نسخہ خوب ازتالیفات موسیٰ کلارک کہ در زبان فرانسیسی ۰۰۰۰۰ بود ۰۰۰۰۰ دیدم کہ درآں کتاب اعمال اصول اشکال ۰۰۰۰۰ قریب الفہم کہ ازآں کارہائے اعمال بہ آسانی می برآیند مرقوم اند۔ لہٰذا ۰۰۰۰۰ آں کتاب را از زبان فرانسیسی بہ زبان فارسی مرقوم نمودہ شد تا در روز گار موجب یادگار باشد'۔

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب خود بھی مصنف تھے اور فرانسیسی زبان پر کافی عبور تھا۔ فارسی میں ایک سے زیادہ کتابیں لکھیں اور ضرور ہے کہ یہ اردو کتابیں بھی ان ہی کے تصنیفات ہوں۔

ان کے فرزند محمد رفیع الدین خاں عمدۃالملک شمس الامراء ثالث ۱۲۲۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۹۴ھ میں انتقال کیا۔ ذوق علم و فضل اور شوق تصنیف و تالیف اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا۔ چناچہ مطبع شمس الامراء میں جو کتابیں چھپیں وہ زیادہ تر ان ہی کی فرمایش اور دلچسپی کی وجہ سے لکھی گئی تھیں۔ بعض کتابوں میں صراحت کر دی گئی ہے کہ صاحبزادہ نواب محمد رفیع الدین خاں عمدۃالملک بہادر کی فرمایش پر لکھی گئیں۔

شمس الامراء ثانی نے اپنی فارسی کتاب 'شمس الہندسہ' میں اپنے فرزند کی نکالی ہوئی شکلوں کو بھی جگہ دی اور اس کے دیباچہ میں اس کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

'چند اشکال مُستخرجہ برخوردار محمد رفیع الدین خاں درآخر مقالہائے متعلقہ آنہا بہ تفصیل مرقوم ساختہ'۔ [۱]

نواب فخرالدین خاں شمالی ہند کی علمی اور ترجمہ سے متعلق کاوشوں سے کلی طور پر واقف تھے۔ برخلاف اس کے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ شمالی ہند کے علماء اور مترجمین کو جنوب کے ترجموں سے واقفیت تھی۔ شمس الامرا کے مترجمین نے اکثر انگریزی اصطلاحات کے اردو مترادفات ڈھونڈ نکالے تھے لیکن یہ وہ دور تھا جب شمالی ہند میں عموماً انگریزی اصطلاحات ہی سے کام لیا جاتا تھا مثلاً 'ایسڈ' کا ترجمہ یہاں 'کھٹا' کیا گیا تھا اور 'نیٹرک ایسڈ' کو 'شورہ کا کھٹا' کہتے اور لکھتے تھے لیکن شمال میں 'انگریزی اصطلاحات ہی مستعمل تھیں۔

---

[۱] بحوالہ : اردو میں سائنسی ادب : قدیم ترین کارنامے ، از خواجہ حمید الدین شاہد ۔ سلسلہ مطبوعات ادارۂ ادبیات اردو شمارہ (۲۳۱) حیدرآباد دکن ، ۱۹۵۷ء

شمس الامراء کے مترجمین کو اپنے موضوعات کے ساتھ مترادفات اور اصطلاح سازی پر مکمل عبور حاصل تھا جبکہ شمال کی زبان پر عربی کے اثرات بہت گہرے تھے مثلاً یہاں کے مترجمین نے ‘ہیڈرو اسٹاٹکس’ اور ‘اوپٹکس’ کا ترجمہ علی الترتیب ‘علم آب’ اور ‘علم انظار’ کیا ہے جبکہ شمال میں ‘علم الماء’ اور ‘علم الانظار’ مروج تھا ۔

شمس الامراء کے تراجم سادہ ، سلیس اور عام فہم ہیں جبکہ شمالی ہند کی وہ کتب جو یہاں سے شائع ہوئی ہیں اس قدر عام فہم نہیں ۔

مولوی میر حسن نے نواب فخرالدین کی حسب ذیل کتابوں کی تفصیل دی ہے ۔[1]

۱ ‘رسالہ مختصر جرثقیل’ مطبوعہ: ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء

۲ ‘رسالہ کسورات اعشاریہ’ مطبوعہ: ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء

۳ ‘رسالہ اصول حساب’ مطبوعہ:۱۲۵۲۰ھ مطابق ۱۸۳۶ء

۴ ‘رسالہ اسطرلاب کروی’ مطبوعہ: ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء

۵ ستّۂ شمسیّہ’ مطبوعہ: ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء

‘ستہ شمسیہ’ نامی مجموعہ حسب ذیل چھ رسائل پر مشتمل تھا ۔

(۱)رسالہ علم جرثقیل (۲)رسالہ علم ہیئت (۳)رسالہ علم آب (۴)رسالہ علم ہوا
(۵)رسالہ علم انظار (۶)رسالہ علم برق

‘رسالہ ستّہ شمسیہ’ کے دیباچۂ عمومی میں نواب محمد فخرالدین خاں رقم طراز ہیں :

‘بندہ نیاز مند درگاہ ایزدی کا، محمد فخرالدین خاں المخاطب بہ شمس الامراء ، اس طور پر گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرنگ میں مرقوم ہیں بہ سبب میلان طبیعت کے بہت شوق اس طرف رکھتا تھا، میری سماعت میں آئیں ۔ اس جہت سے چند مسائل ان کے ازبر تھے وہ اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبان عرب و عجم میں بھی مشہور ھیں چنانچہ علم جرثقیل اور علم انظار وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرنگ نے ان کو دلائل و براہین سے بدرجۂ کمال اثبات کیا ہے ۔ بلکہ بعضے علوم اہل فرنگ میں ایسے رواج پائے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا ۔ چنانچہ

---

[1] ۔ ‘مغربی تصانیف کے اردو تراجم’ ادارۂ ادبیات اردو حیدر آباد دکن، بار اول: ۱۹۳۹ء۔

علم آب اور ہوا اور برق اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ ۔ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ مبتدیوں کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبان فرنگ سے ایسی ترجمہ کی جاوے کہ فرصت قلیل میں اس کی معلومات سے طالبوں کو کچھ کچھ فائدہ میسر ہووے کس واسطے کہ اگر بڑی بڑی کتابوں کا ترجمہ ہو گا تو طالبوں کے ذہن پر اس کے مطالعے کا بار ہو گا اور مختصر رسالوں کے دیکھنے سے ان کی طبیعت آشنائے علوم ہو جائیگی پھر طالبین از خود ارادہ مبسوط کتابوں کے دیکھنے کا کریں گے'۔

(دیباچہ سے اقتباس)

واضح رہے کہ اس مجموعے میں شامل رسالوں کے مصنف ریورنڈ چارلس تھے اور انگریزی میں یہ رسائل اول اول ۱۸۱۸ء میں لندن سے شائع ہوئے ۔ دیباچہ کے مطابق ان رسائل کا ترجمہ میر امان علی دھلوی ، غلام محی الدین حیدر آبادی، مسٹر جونس اور موسیٰ تندوسی نے کیا ۔ یہ مترجمین باقاعدہ ملازمین سرکار تھے ۔

ریورنڈ چارلس کے ان ترجموں میں جملے کی ساخت اور بنت کی قدامت کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

'چھپوایا تھا بیچ لندن میں'

'واسطے سیکھنے اور دل لگی نوشبابوں کے ۔'

'گونج نہیں پیدا ہونے کی بغیر اس کے کہ ــــ '

'فہرست رسالہ علم آب مشتمل ہے اوپر دیباچہ اور بائیس گفتگو کے'

اسی طرح اردو کے متروک لفظیات خصوصی توجہ چاھتی ہے مثلاً 'انہوں'، 'وے'، 'آوے' اور 'کبھو' وغیرہ ۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دھلی اور لکھنؤ کے ابتدائی زمانے کے شعراء کی طرح 'نے' کے استعمال میں انہوں نے بھی اپنے کو پابند نہیں کیا ۔ مثال:

'استادوں نے دریافت کیے ہیں کہ ــــ '

اکثر مقامات پر اسم کیفیت یا حاصل مصدر کے بجائی مصدر کا استعمال کیا گیا ہے ۔ مثال:

'ہوا کے دو جسموں کے تصادم سے گرجنا پیدا ہوتا ہے ۔'

اس طرح امتحان ، دل لگی، داخل کرنا اور صرف کرنا جیسے الفاظ کو ایسے معنوں میں برتا گیا ہے جن میں وہ الفاظ اب مستعمل نہیں ہیں مثلاً

۱ ‘واسطے سیکھنے اور دل لگی نوشبابوں کے’
۲ ‘شکر کو باسن میں داخل کرنا’

اوپر نشان زد کئے گئے الفاظ کی جگہ ‘ڈالنا’ اور ‘دلچسپی’ کے الفاظ مروج ہیں ۔

ان تراجم میں انگریزی الفاظ کے ہجا کا تعین بھی نہیں کیا گیا مثلاً ہیڈرواسٹاٹکس کہیں ‘ح’ سے لکھا گیا ہے اور کہیں ‘ھ’ سے ۔ اسی طرح بعض الفاظ کا املا بھی قدیم وقتوں کی یاد دلاتا ہے ۔ مثلاً ‘کنویں کو ’ کوے’ اور ‘وہ’ کو ‘وو’ لکھا گیا ہے ۔

ان رسائل میں سائنس کی بعض اصطلاحات کے تراجم کو اصطلاحات سازی کے ابتدائی نمونے مان کر دیکھنا دلچسپی سے خالی نہیں ۔ اسی طرح بعض مقامات پر انگریزی تلفظ کے مطابق جوں کا توں اردو میں لکھ دیا گیا ہے ۔ اصطلاحات سے چند نمونے ملاحظہ ہوں :

Airgun	ہوا کی بندوق
Microscope	کلاں بیں
Monsoon	موسمی پَون
Sucking Pump	چوسنے کا پمپ
Hydrostatic Balance	علم آب کی ترازو
Reflecting Telescope	منعکس دور بین
Divergent Rays	انبساطی شعاعیں
Defracted Light	انحرافی روشنی

اسی طرح جن اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا ان میں چند ایک یہ ہیں:

۱ بیرا میٹر
۲ ہیڈرا میٹر
۳ تھرما میٹر
۴ بیرا میٹر
۵ ہیگرا میٹر

ریورنڈ چارلس کے یہ رسائل سوال و جواب کے طرز پر تدریسی نکتۂ نظر سے لکھے گئے تھے ۔ ترجمہ کرتے وقت اسی طریقۂ کار کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔ ‘رسالہ علم آب’ سے ایک مثال دیکھئے:

'تلمیذ کلاں:' تلمیذ خرد ـــ حیدرواسٹاٹکس کمال لفظ ثقیل اور اجنبی ہے'۔

استاذ: 'اکثر نام جو ان علوم میں آتے ہیں یونانی ہیں اور ہر لفظ دوسری زبان کا جب تک محاورے میں نہ آوے ثقیل معلوم ہوتا ہے اور اصل وضع سے بعضے نام کے معنی مفرد ہوتے ہیں اور بعضوں کے مرکب۔ پس یہ نام دو لفظوں سے مرکب ہے، ایک 'حیدرو' جو اس زبان میں پانی کو کہتے ہیں۔ دوسرا اسٹاٹکس مطلقاً اس علم کو کہتے ہیں جس سے ثقل و خفت اجسام کی معلوم ہوتی ہے'۔

('رسالہ علم آب' سے اقتباس)

اب 'تعریفات اور کیفیات علم آب' کے حصے سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

'سفن ایک مدور نلی ہے

کوے (کنوئیں) سے پانی کا چڑھنا چوسنے کے پمپ میں ہوا کے دباؤ سے ہوتا ہے اور ۲۲ فیٹ تک چڑھتا ہے'۔

ترجمہ کئے گئے دیگر رسائل میں مندرجہ ذیل خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں:

۶ 'رسالہ ہومیو پاتک' ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء
۷ 'کیمسٹری کا مختصر رسالہ' ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء
۸ 'رسالہ مفتاح الافلاک' ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء
۹ 'رسالہ کیمسٹری کا' ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء
۱۰ 'رسالہ مختصر حیوانات مطلق' ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء

'رسالہ ہومیو پاتک' کا ترجمہ نواب ابوالخیر خاں بہادر شمس الامراء کے حکم خاص سے ہوا۔ یہ الیمانی ھانیمن کی کتاب کا ترجمہ ہے اوز مترجم کا نام 'جان مارقس ساکن حیدر آباد درج ہے۔ یہ کتاب مطبع رحمانی حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی اور ۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ ترجمے کی عبارت مُفَرّس ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

'انسان بیماری دور کرنے کے لئے قوتِ کثیف اور معین اپنے اندر رکھتا پس اس تھل پر واجب ہے کہ جسم کے امراض رفع کرنے بسریع التاثیر اور قوی العمل کے علاج کو معلوم کرے جو مشیتِ ایزدی سے اس کے وجود میں مطلقاً نہیں ہے'۔

'کیمسٹریکا مختصر رسالہ' ریورنڈ جان ٹانم کی تصنیف ہے۔ ترجمہ ۹۹ صفحات پر مشتمل ہے جس پر حیدر آباد دکن ۱۲۵۹ھ مطابق ۱۸۴۳ء درج ہے۔ یہ کتاب تاحال کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں محفوظ ہے۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ قلمی ہے اور اس زمانے میں شائع نہ ہو سکا۔ دیباچہ میں لکھا ہے:

'یہ رسالہ مختصر علم کیمسٹری کا حسب الحکم حضرت نواب صاحب قبلہ نواب شمس الامراء بہادر امیر کبیر دام اقبالہٗ کے ترجمہ کیا گیا کہ جس میں تبدیل ترکیب عناصر اور چند اصول علم کیمسٹریکا بیان ہے'۔

یہ کتاب کل ۱۰۰ سو 'امتحانات' (تجربوں) کے بیان پر مشتمل ہے۔ ایک تجربے کے بارے میں بیان ملاحظہ ہو:

'ایک گرین (سوڈیم) اور ایک گرین (پٹاسیم) لے کر ایک چھوری کی نوک سے دونوں کو خوب ملاؤ بعدہٗ ایک قطرہ پارے کا ان کے نزدیک لیجاؤ۔ یہ دونوں جل جائیں گے اور ایک آنچ پیدا ہو گی'۔

کتاب کے شروع میں اصطلاحات کے ترجموں کی فہرست دے دی گئی ہے۔ عنوان ہے: 'نام دوایوں کے انگریزی مع ترجمہ'۔ چند ایک مثالیں دیکھیئے:

نیٹرک ایسڈ ــــ شورے کا کھٹہ (کھٹا)
مرکری ــــ پارا
گولڈ لیف ــــ سونے کے ورق
ٹرمرک پیپر ــــ ہلدی کے پتے کے رس میں بھیگا ہوا کاغذ۔

'رسالہ کیمسٹریکا' کا سن طباعت مختصر رسالہ کے دو سال بعد کا ہے یعنی ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء یہ رسالہ اول اول آگرہ سے شائع ہوا۔ ابتدا میں 'حمد' کے بعد لکھا ہے:

'دانشمندان ذی فہم پر پوشیدہ نہ رہے کہ یہ رسالہ مختصر چند علوم کیمسٹری کے بیان میں کہ اس علم میں ترکیب عناصر کی حقیقت جو زبان فرنگ میں اس کو کہتے ہیں پائی جاتی ہے اور یہ علم بہت عجیب و غریب ہے کہ اس کی تحصیل اہل حکمت کو ضرور اور لازم ہے'۔

اس کتاب کی زبان میں وہ سادگی نہیں پائی جاتی جو 'کیمسٹریکا مختصر رسالہ' کی سب سے بڑی خوبی شمار ہوتی ہے۔ اس میں بیشتر انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ البتہ جن اصطلاحات کا ترجمہ کیا گیا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

Chemist	مہوس
Solid	جامد
Attraction	خواهش . قوت جاذبہ، رغبت، محبت
Storck	نشاستہ

Crystal قلم

کتاب پر مصنف اور مترجم کے نام نہیں دئیے گئے۔ یہ کتاب بھی بطریق مکالمہ لکھی گئی ہے۔ ایک مثال:

‘سوال: سلیفوک ایسڈ کیا کام آتا ہے۔

جواب: رنگین کپڑے کو جو سفید کیا چاہیں، تو یہی اس کی دوا ہے اور اس کی خاصیت یہ ہے کہ تین حصے پانی میں اس کا ایک حصہ ملا دیا جاوے تو اس کی گرمی تین سو درجے تک تھرمامیٹر کے ہوتی ہے۔ تو کھولتے پانی کی گرمی سے اس کی گرمی سیوم حصہ زیادہ ہے اور اس کے سبب سے جو ہیڈروجن گاس نکلتا ہے اس کی ترکیب آگے ہی لکھی گئی ہے۔’

چند دیگر تراجم جن کی تفصیلات خواجہ حمید الدین شاہد نے فراہم کی ہیں:[1]

۱۱ ‘ترجمہ شرح چغمنی’ (قلمی) ترجمہ: شاہ علی، کتابت: ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء

۱۲ ‘اصول علم حساب ہندی زبان میں’ مطبوعہ: ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء

۱۳ ‘رفیع الحساب’ مطبوعہ: ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۶ء

۱۴ ‘رسالہ کسورات اعشاریہ’ مطبوعہ: ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء

۱۵ ‘رسالہ کیمسٹری’ مطبوعہ: ۱۲۶۱ھ مطابق ۱۸۴۵ء

۱۶ ‘رسالہ علم و اعمال کرے کا’ ترجمہ: مسٹر جوزہ ورتن لعل، مطبوعہ: ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء

۱۷ ‘رسالہ منتخب البصر (دورنما)’۔ یہ رفیع البصر کا خلاصہ ہے۔ مطبوعہ: ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء

۱۸ ‘رسالہ خلاصۃالادویہ’ از ڈاکٹر ولیم میکنزی، مطبوعہ: ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء

۱۹ ‘نافع الامراض’ از ڈاکٹر ولیم میکنزی، مطبوعہ: ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء

شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانہ واقع حیدر آباد دکن کی شائع کردہ مندرجہ ذیل کتب کا حوالہ مختلف فہارس میں ملتا ہے:

۲۰ ‘الکٹرو پلیٹ’ ۔ ترجمہ: مولوی احمد

---

[1] بحوالہ: ‘اردو میں سائنسی ادب: قدیم ترین کارنامے’ از خواجہ حمید الدین شاہد، سلسلہ مطبوعات ادارۂ شاہد ادبیات اردو شمارہ (۲۳۱) حیدر آباد دکن، ۱۹۵۷ء

۲۱ 'رسالہ علم ہیئت' ۔ از فرگوسن، ترجمہ: سید عبدالرحمن، مطبوعہ:۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء

۲۲ 'شمس الہندسہ' مطبوعہ: ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۸۲۵ء

۲۳ 'رسالہ علم کیمیا' مطبوعہ:۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۲۸ء

۲۴ 'رسالہ موتی چُور نکالنے کے طریق' مطبوعہ:۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء

۲۵ 'تکملہ رفیع الحساب'۔ طبع اوّل: چھاپہ خانہ کشن راج مدراس، ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء

۲٦ 'رفیع البصر' طبع اوّل ' ۱۲۵٦ھ مطابق ۱۸۴۰ء

۲۷ 'رفیع الصنعت' طبع اوّل ' ۱۲۵۷ھ مطابق ۱۸۴۱ء

۲۸ 'رفیع الترکیب' ـــ مطبوعہ! ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء

۲۹ 'تختہ گردان' ـــ مطبوعہ: ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء

۳۰ 'رسالہ علم ہندسہ' ـــ مطبوعہ: ۱۲۵۱ھ مطابق ۱۸۳۵ء

۳۱ 'کتاب ہندسہ' از ٹاڈ ہنٹر، ترجمہ: رائے منولال مطبوعہ: ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء

۳۲ 'رسالہ شمسیہ فی اعمال حسابیہ' از شبر علی بن محمد قاسم

۳۳ 'رسالہ رشیدیہ' از شبر علی بن محمد قاسم

۳۴ 'جدول تحویلات شمسی' ترجمہ: مرزا جان قندھاری مطبوعہ:۱۲۹۵ھ مطابق ۱۸۷۸ء

۳۵ 'رسالہ گھڑیال' از میر طفیل علی

۳٦ 'ترکیب ادویہ' ـــ مطبوعہ: ۱۲٦۲ھ مطابق ۳٦ ـ ۱۸۳۵ء

۳۷ 'مرقع تصویرات حیوانات' ـــ مطبوعہ: ۱۲٦٦ھ مطابق ۵۰ ـ ۱۸۴۹ء

محولہ بالا کتب میں حوالہ نمبر ۲۰ ، ۲۱ ، ۳۱ ، اور ۳۴ کی کتب ترجمہ ہیں جبکہ دیگر کتابوں سے متعلق یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مُستقل تصانیف ہیں یا ترجمہ نیز یہ کہ ان کتب کی تدوین و تصنیف میں شمس الامراء کو کن مصنفین کا تعاون حاصل رہا ۔

اسکول بک سوسائٹی دہلی کالج، دہلی ۔ ۱۸۴۰ء

انگریزوں کی بالغ نظری اور سیاسی حکمت عمل نے اپنے پہلے مرحلے میں قدیم ہندوستان کی اشرافیہ کو 'صدرالصدوری' اور عہدۂ افتاء و قضا' دے کر اپنا

ہم نوالہ بنا لیا تھا جبکہ دوسرے مرحلے میں ایسے تعلیمی اداروں کا جال بچھایا گیا، جہاں انگریزی زبان ذریعۂ تعلیم رہی ۔ 'دھلی کالج' اس دوسرے مرحلے کا نقش ثانی تھا ۔ نقش اول 'مدرسۂ عالیہ کلکتہ' کو مانیں گے ۔ سو دلی میں مدرسہ غازی الدین کو 'دھلی کالج' میں ڈھال کر 'شموس العلماء' کی ایک کھیپ تیار کی گئی ۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد (ف ۱۹۱۰ء) ۔ شمس العلماء ذکاء اللہ (ف ۱۹۱۰ء)، شمس العلماء نذیر احمد دھلوی (ف ۱۹۱۲ء)، شمس العلماء الطاف حسین حالی (ف ۱۹۱۴ء) اور شمس العلماء ضیاء الدین (ف ۱۹۱۸ء) دھلی کالج ھی کی پیداوار تھے ۔ میدان عمل میں جا کر ان اکابرین نے جہاں مغربی علوم و افکار کی خاطر خواہ اشاعت کی وہاں راعی و رعایا کو بھی قریب تر کر دیا ۔ سو 'جہاد' اور 'دارالحرب' جیسے سنگین مسائل سے چھٹکارا آسان ہو گیا ۔ [1]

دھلی کالج کی عمارت (یا ابتدائی صورت) 'مدرسہ غازی الدین' اجمیری دروازے کے قریب واقع تھی ۔ یہ مشرقی انداز کی روائتی درس گاہ تھی جس میں درس نظامی کا انتظام تھا ۔ اس مدرسے کے بانی کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اسے غازی الدین فیروز جنگ ثانی خلف نواب نظام الملک آصف جاہ اول سے منسوب کیا ہے جبکہ شیخ یعقوب علی عرفان ('مضمون: 'مرزا محمود بیگ پرنسپل دھلی کالج اور حیات عثمانی' مطبوعہ دھلی کالج میگزین) اسٹیفن (دھلی کے آثار قدیمہ، ص ۲۶۴) فرینکلن (شاہ عالم ۔ ص ۲۰) اور پروفیسر سریندر ناتھ (مسلمانوں کے دور میں تعلیمی ترقی' ص ۲۰۹) نے اسے نواب غازی الدین فیروز جنگ اول صوبہ دار گجرات سے منسوب کیا ہے ۔ آج موخرالذکر صراحتیں قابل اعتبار سمجھی جاتی ہیں ۔ ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے اس مدرسے کا قیام ۱۷۹۲ء میں بتایا جبکہ ۱۷۱۰ء کے لگ بھگ اس مدرسے میں تدریس کا آغاز ہو چکا تھا ۔

سال ۱۸۲۴ء تک 'مدرسہ غازی الدین' جیسے تیسے قائم رہا ۔ یہاں تک کہ ۱۸۲۴ء میں تعلیم حاصل کرنے والے صرف نو طالب العلم رہ گئے جنھیں مولوی عبداللہ درس دیا کرتے تھے ۔

یہ وہ زمانہ تھا جب دھلی پر انگریزوں کا عملاً اقتدار قائم ہو چکا تھا ۔

---

[1] مذکورہ علمائے بند کے ان فتاوے کو جو 'جہاد' اور 'داراحرب' کے ردّ میں حاصل کئے گئے تھے ۔ نواب عبداللطیف (کلکتہ) نے مرتب کئے تھے جو نول کشور لکھنؤ نے ۱۸۷۰ء میں شائع کئے ۔

معاشرتی و سیاسی زبوں حالی اور مسلسل بدنظمی کے بعد ۱۸۰۳ء میں لارڈلیک نے مرہٹہ گردی کا مکمل خاتمہ کر کے تعلیمی اصلاحات کی طرف توجہ دی۔ بقول ڈاکٹر مولوی عبدالحق : ۱۸۱۳ء کے چارٹر کی رو سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم برطانوی ہند میں تعلیم کی اشاعت کے لئے منظور ہوئی۔ لیکن آئندہ دس سال تک ایک پیسہ بھی اس مد میں خرچ نہیں ہوا'۔ ۱

۱۸۲۳ء کے اواخر میں مجلسِ تعلیم عامہ کی جانب سے تعلیمی تجاویز کی طلبی کا ایک گشتی مراسلہ جاری ہوا، جس میں صراحت طلب کی گئی تھی کہ ترویج تعلیم کے کس قدر امکانات ہیں اور تعلیمی مقاصد کے لئے کس قدر سرمایہ فراہم ہو سکتا ہے۔ نیز اس مراسلے میں یہ تجویز بھی رکھی گئی تھی کہ کیوں نہ دہلی میں ایک کالج جدید طرز کا قائم کیا جائے ؟

دہلی کی مقامی مجلس تعلیم نے جنوری ۱۸۲۴ء کے جوابی مراسلہ میں اس تجویز کو سراہتے ہوئے تعلیمی فنڈ کے لئے ساڑھے تین ہزار روپے سالانہ کی گنجائش دکھائی۔ اس ضمن میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی سفارش پر برطانوی پارلیمنٹ نے ۱۸۲۵ء میں پانچ سو روپے سالانہ منظور کئے۔ بعد میں مقامی سطح پر والئی اودھ کے وزیر نواب اعتماد الدولہ سید فضل علی خاں نے ۱۸۲۹ء میں ایک لاکھ ستر ہزار روپے تعلیمی اغراض کے لئے وقف کئے تو یہ رقم بھی دہلی کالج پر صرف کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

اب کام آسان ہو گیا تھا، برطانوی پارلیمنٹ کی منظوری کے بعد کالج کا افتتاح کر دیا گیا۔ تعلمی سال ۱۸۲۵ء کی جنوری سے شروع ہوا اور دسمبر تک جاری رہا۔ ۲

جے۔ ایچ ٹیلر جو مقامی مجلس کے سیکرٹیری تھے، اولین پرنسپل مقرر ہوئے اور بطور سیکریٹری بھی کام کرتے رہے۔ کالج کا تدریسی عملہ ہیڈ مولوی اور مولویوں پر مشتمل تھا۔ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۲۸ء تک یہ کالج ایک روائتی مشرقی درس گاہ کے انداز میں کام کرتا رہا یہاں تک کہ ۱۸۲۸ء میں سرچارلس مٹکاف (برٹش ریزیڈنٹ کمشنر) کے حکم سے کالج میں ایک نیا شعبہ کھولا گیا۔ یہ شعبہ انگریزی زبان سے متعلق تھا جو مقامی سطح پر بیچینی کا باعث بھی بنا۔

---

۱ 'مرحوم دہلی کالج' از مولوی عبدالحق۔ انجمن ترقیٔ اردو(ہند) دہلی طبع دوم: ۱۹۳۵ء۔

۲ سال ۱۸۳۱ء میں دہلی کالج کی زیر نگرانی دو دوم درجے کے کالج (میرٹھ اور بریلی میں) بھی کام کر رہے تھے۔

ہیئت ، منطق ، سائنس ، ریاضی ، تاریخ ، قانون اور مغربی علوم سائنس و دیگر جدید علوم کی تعلیم ہندوستانی (اردو) میں دی جاتی تھی ۔ لوگوں نے 'شعبہ انگریزی' کا قیام بے دلی کے ساتھ قبول کر لیا ۔ لیکن لارڈ ولیم بینٹنگ کو اردو/ہندوستانی زبان بطور ذریعہ تعلیم ناقابل قبول تھی ۔ سو ۱۸۳۵ء میں ولیم بینٹنگ کے منظور کردہ قانون (رزولیوشن) نے حاکمانہ کارگزاری دکھائی ۔ نئے حکم کے مطابق یہ چاہا گیا کہ :

۱ جدید سائنسی علوم اور مغربی ادب کی تدریس و اشاعت انگریزی زبان میں ہونی چاہیئے ۔
۲ طلبہ کو وظائف دینے کا عمل روک دینا چاہیئے ۔
۳ ہندوستانی زبانوں میں تصنیف و تالیف روک دی جائے ۔

چار سال تک ان احکامات کو جیسے تیسے مانا گیا حتیٰ کہ لارڈ آکلینڈ نے اس رویے کو ترک کر کے مشرقی مدارس میں مشرقی طرز تعلیم کو ترجیح دینے کا حکم صادر کیا ۔ اس سے دھلی کالج میں بہت بڑی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوئیں یہ سال ۱۸۳۹ء تھا جب جے ۔ ایچ ٹیلر کی جگہ فلیکس بوترو[1] (Felix Boutros) جیسے مشہور فرانسیسی ماہر تعلیم پرنسپل ہو کر آئے ۔ اب نئے سرے سے معقول وظائف بھی جاری کئے گئے اور اشاعتِ کتب کے کام کو بھی آگے بڑھایا گیا ۔

۱۸۳۰ء کے اواخر میں 'اسکول بک سوسائٹی' قائم کی گئی ۔ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام متعدد انگریزی کتب کو اردو میں ترجمہ کر کے چھاپا گیا ۔ اس سوسائٹی کے سیکریٹری ڈاکٹر سپنجر تھے اور مترجمین میں مولوی امام بخش صہبائی ، مولوی کریم الدین ، ڈاکٹر فیلن ، ماسٹر رام چندر ، مولوی سبحان بخش ، مولوی احمد علی ، مولوی مملوک العلی ، ماسٹر نور محمد ، مولوی سید محمد باقر ، سید کمال الدین حیدر ، پنڈت سروپ نرائن اور مولوی ذکاء اللہ جیسے اہم نام تھے ۔

فلیکس بوترو نے جون ۱۸۳۱ء میں اس سوسائٹی کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ ایک نیا نام بھی دیا:

'Society For the Promotion of Knowledge in India Through the Medium of Vernacular Languages'.

---

[1] (۱۸۰۶ء - ۱۸۶۳ء)

واضح رہے کہ یہ سوسائٹی ہمارے ہاں پانچ مختلف ناموں کے ساتھ مشہور رہی ہے۔ اکثر مضمون نگار حضرات اس سوسائٹی کے پانچ مشہور ناموں کے باعث ایک ہی سوسائٹی کو پانچ مختلف سوسائٹیاں تصور کرتے رہے ہیں۔ یہ نام مندرجہ ذیل ہیں :

۱ 'انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنہ مُلکی'
۲ 'دہلی ورنیکولر ٹرانسلیشن سوسائٹی'
۳ 'اردو سوسائٹی دہلی'
۴ 'لائبریری آف یوسفل نالج ، دہلی'
۵ 'گنج علوم مفیدہ ، دہلی

اس سوسائٹی کے قائم کرنے پر اودھ کے شہزادگان اور سرسالار جنگ نے گرانقدر عطیات دئیے ترجمے کے اصول وضع کرنے اور سرمایہ کی فراہمی کے فوراً بعد نئے سرے سے ترجمہ شدہ کتب کی اشاعت کا کام شروع ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی متعدد طبع زاد کتب و تالیفات بھی شائع کی گئیں۔ ڈاکٹر عبدالحق نے سوسائٹی کی شائع کردہ ۱۲۸ کتب کے نام فراہم کیے ہیں۔ واضح رہے کہ ان کتابوں میں 'اردو گرائمر' (از امام بخش صہبائی و مولوی احمد علی) جیسی اہم کتب بھی شامل تھیں۔

سوسائٹی کے معاونین میں ہندوستانی اور انگریز برابر کے شریک تھے۔ چندہ دینے والوں کی فہرست میں کل ۱۱۶ نام ملتے ہیں جن میں سے ۵۲ انگریز تھے دیگر معطیوں میں شمس الامراء ، سراج الملک بہادر اور راجہ رام بخش جیسے نام شامل ہیں۔

سوسائٹی کی مجلس انتظامیہ مندرجہ ذیل افراد پر مشتمل تھی۔

۱ فلیکس بوترو (سیکریٹری)
۲ ٹی مٹکاف
۳ ای۔ سی۔ ریونشا
۴ ڈبلیو۔ سین کونٹن
۵ دوارکا ناتھ ٹیگور
۶ سی۔ گرانٹ

ڈاکٹر عبدالحق سوسائٹی کے اغراض و مقاصد اور طریقۂ کار کے باب میں لکھتے ہیں:

۱ ۔ انجمن کا یہ منشا ہے کہ انگریزی ، سنسکرت ، عربی ، فارسی کی اعلیٰ درجے کی کتابیں اردو ، بنگالی ، ہندی میں ترجمہ کی جائیں اور سب سے اوّل دیسی زبان کی درسی کتابیں تیار کی جائیں ۔

۲ ۔ اگرچہ امید نہیں کہ ابتدائی ترجمے اعلیٰ درجے کے ہوں لیکن یہ توقع کی جاتی ہے کہ اگر ان کے استعمال اور سرپرستی کی مسلسل اور باقاعدہ کوشش کی گئی تو دیسی زبانوں میں بہت کچھ ترقی ہو جائے گی ۔

۳ ۔ ترجمہ اگر اس درجے کا بھی نہ ہوا جیسا کہ ہونا چاہئیے مگر سمجھ میں آ سکتا ہے اور صحیح بھی ہے تو انجمن اپنی بساط کے موافق اس کی سرپرستی کرے گی ۔ ابتدا میں چونکہ قلیل تعداد میں اس کے نسخے چھپوائے جائیں گے اس لئے آیندہ طبع کے موقعوں پر اس میں اصلاح ہوتی رہے گی ۔ لیکن اگر اس اثنا میں اس کتاب کا کوئی بہتر ترجمہ ہو گیا تو پھر پہلے ترجمے کا چھپوانا موقوف کر دیا جائے گا ۔

۴ ۔ دیسی زبانوں کی مفید جدید تالیفات اور انگریزی ، سنسکرت ، عربی کی اعلیٰ کتابوں کے ترجموں کے مسودے بہ شرح ۱ آنے تا یک روپیہ فی صفحہ (حسب حیثیت تالیف یا ترجمہ) خریدے جائیں گے ۔ فارسی کتاب یا کسی دیسی زبان کا ترجمہ (دوسری دیسی زبان میں) اس سے نصف شرح پر خریدا جائے گا[1]

۵ ۔ قاعدۂ بالا کی رو سے جو ترجمہ انجمن خریدے گی اس کا حق تالیف (بشرطیکہ کوئی اور معاہدہ نہ کیا گیا ہو) انجمن ہی کا ہو گا ۔

۶ ۔ قاعدۂ بالا کا اطلاق ملکی السنہ کی جدید تالیفات یا جدید اعلیٰ کتاب کے ترجمے پر جو اصل کتاب کے طبع سے تین سال کے اندر کیا گیا ہو) نہ ہو گا ۔

۷ ۔ ترجموں کے مفید ہونے نہ ہونے کا فیصلہ انجمن کی مجلس انتظامی کرے گی اور سب سے اوّل وہ اپنا سرمایہ ان کتابوں کی طبع پر صرف کرے گی جو نہایت ضروری ہے ۔

۸ ۔ انجمن طبع کے لئے ابتدا میں عموماً ایسی کتابیں خریدے گی جن کا حجم چار سو پانسو صفحات سے زیادہ نہ ہو گا ۔

۹ ۔ انجمن اپنی کتابیں جہاں تک ممکن ہو گا سستی بیچے گی اور طبع کے اخراجات کا ایک حصہ اور بعض صورتوں میں تمام اخراجات انجمن اپنے

---

[1] نظرثانی کے لئے یہ شرح بعد میں تجویز ہوئی: ابتدائی ، تاریخی اور ادبی کتابوں کے لئے فی صفحہ چھ آنے ۔ سائنس ، قانون یا فلسفے کے لئے فی صفحہ دس آنے ۔ (ڈاکٹر عبدالحق)

سرمایے سے ادا کرے گی'۔

(روداد ورناکیولر ٹرانسلیشن سوسائٹی مرتّبہ سیکرٹری بُوترو مطبوعہ ۱۸۴۵)

سوسائٹی کے سیکریٹری اور کالج کے پرنسپل فلیکس بوترو اپنے ایک خط بنام گارساں دتاسی (بابت دسمبر ۱۸۴۱ء) میں لکھتے ہیں :

'ہندوستانی زبان نے دو تین سال سے ایسی اہمیت حاصل کر لی ہے جو اس سے پہلے نہ تھی۔ یہ بہار اور مغربی صوبوں کی یعنی راج محل سے لے کر بردوار تک کی سرکاری زبان بن گئی ہے۔ بردوار ہمالیہ کے دامن میں ایک قصبہ ہے۔ مزید براں یہ زبان سارے ہندوستان میں سمجھی جاتی ہے اور کم سے کم چار کروڑ اشخاص اسے روز مرہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب انگریزی حکومت نے اسے عدالتوں اور سرکاری اخباروں میں جاری کر دیا ہے۔

تقریباً چھ مہینے سے میں نے کوئی بیس مترجم کالج میں ملازم رکھے ہیں۔ یہ عربی، فارسی اور سنسکرت کی مشہور کتابوں کے علاوہ انگریزی کی بعض کتابیں متعلق بہ علوم طبعیات، معاشیات، تاریخ، فلسفہ، قانون اور برطانوی ہند میں رائج الوقت قلنون کے کتابیں اردو میں ترجمہ کرتے ہیں'۔ ۱

سوسائٹی نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے کے جو قواعد وضع کئے تھے درج ذیل ہیں:

۱۔ سائنس کے ایسے الفاظ جن کا مترادف اردو زبان میں موجود ھو تو اردو لفظ ھی برتا جائے جیسے سلفر کے لئے گندھک اور آئرن کے لئے لوہا وغیرہ۔

۲۔ جن الفاظ کا مترادف اردو زبان میں نہ ھو ایسے الفاظ کو بجنسہ اردو میں لے لیا جائے۔

۳۔ دو مرکب انگریزی الفاظ جن کا مترادف اردو زبان میں نہ ھو بجنسہ اردو میں لے لیا جائے۔

۴۔ اگر لفظ مرکب ہے اور اردو زبان میں اس کا مترادف نہیں مگر الگ الگ لفظوں کے مترادف اردو میں موجود ہیں تو ان دونوں کو جوڑ کر یا ان سے قریب تر مفہوم کے الفاظ رکھ کر مرکب بنا لیا جائے مثلاً Chronology کا ترجمہ 'علم

---

۱ خط مشمولہ : 'مرحوم دہلی کالج' از ڈاکٹر عبدالحق انجمن ترقیٔ اردو (ہند) دہلی طبع دوم: ۱۹۳۵ء۔

زماں‘ اور House of Lords کا ترجمہ ’کچہری امیروں کی‘ ہو گا ۔

۵ ۔ اگر مرکب لفظ ایسے دو مفرد الفاظ سے بنا ہو جن میں سے ایک کا مترادف تو ملتا ہو اور دوسرے کا نہ ملے تو اردو میں موجود مترادف لفظ اور دوسرے انگریزی لفظ کو ملا کر مرکب بنا لیا جائے ۔ مثلاً آرچ بشپ کا ’بشپ اعلیٰ‘ اور کورٹ آف ڈائرکٹرز کا ترجمہ ’کچہری ڈائرکٹروں کی‘ ہو گا ۔

٦ ۔ جب محولہ بالا قواعد سے بھی مشکل حل نہ ہو تو انگریزی لفظ بجنسہ لے لیا جائے جیسے نائٹروجن ہائڈروجن وغیرہ ۔

۷ ۔ جن انگریزی الفاظ کے مترادف اردو میں ہوں تو سہی پر مروج نہ ہوں تو ان کی جگہ انگریزی لفظ بجنسہ استعمال زیادہ مناسب ہوگا ۔ غیر مروج اردو مترادفات مفہوم کے سمجھنے میں مغالطہ بھی پیدا کر سکتے ہیں ۔

۸ ۔ کیمسٹری کی اصطلاحات کو بجنسہ اردو میں لے لینا مناسب ہو گا ۔ البتہ کیمیائی عناصر ، جن کے نام اردو زبان میں موجود ہیں لے لینے میں کوئی حرج نہیں ۔

۹ ۔ علم بناتیات کی اصطلاحوں کے بارے میں بھی محولہ بالا قاعدہ مناسب ہو گا۔

محولہ بالا شرائط کے ساتھ ہدایت کی گئی تھی کہ سائنسی کتب کے ترجموں کے علاوہ انگریزی الفاظ کے استعمال سے احتراز کیا جائے اور کسی سائنسی کتاب کو ترجمہ کرنے سے پہلے متعلقہ مضمون کی پہلے سے ترجمہ شدہ کتب میں برتے گئے مترادفات سے ہی کام لیا جائے ۔

جس اصطلاح یا لفظ کی وضاحت ٹھیک طرح سے نہ ہوتی ہو وہاں حواشی لکھے جائیں اور لفظ بہ لفظ ترجمہ کرنے سے احتراز کیا جائے نیز یہ کہ اصل خوبی مفہوم میں ہے طرز ادا میں نہیں ۔

ڈاکٹر عبدالحق صاحب نے فلیکس بوترو کے ایک نوٹ کا حوالہ دیا ہے جس سے ترجمے کے طریقہ کار پر مزید روشنی پڑتی ہے :

’پرنسپل کی تحریک پر یا اس کے مشورے سے ہندوستانی مدرس اور شعبہ انگریزی کی اعلی جماعت کے طالب علم کسی انگریزی (مطبوعہ یا قلمی) کتاب کو اردو ترجمے کے لئے انتخاب کرتے تھے ـــ طبع سے پہلے ترجمے کی نظرثانی مترجم کے مواجہ میں صدر مدرس یا پرنسپل کرتے تھے یا کوئی قابل اور اہل ہندوستانی مدرس اپنی فرصت کے اوقات میں اسے دیکھ لیتے تھے جب نظرثانی

ختم ہو جاتی تو ترجمہ چھپنے کے لئے دے دیا جاتا اور کوئی موزوں شخص (اور عام طور پر خود مترجم) اس کے پروف دیکھتا'۔

دهلی کالج کا ترجمے کے باب میں یہ کام اردو زبان و ادب کے لئے ایک نئی تحریک ثابت ہوا۔ سید احمد خان کی سائنٹیفک سوسائٹی اسی ادارے کا نقش ثانی ہے۔

۱۸۴۵ء میں جے۔ ایچ۔ ٹیلر ایک بار پھر قائم مقام پرنسپل بنے ان کے عہد میں کالج 'کتب خانۂ دارا شکوہ' کی عمارت میں اُٹھ آیا۔ انہیں کے دور میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی لڑی گئی۔ کالج کا کتب خانہ نذر آتش ہوا(۱) اور جے۔ ایچ۔ ٹیلر قتل ہوئے، جس کی سزا محمد حسین آزاد کے والد مولوی سید محمد باقر کو بھگتنا پڑی —— انہیں پھانسی دی گئی۔

ناکام جنگ آزادی کے بعد یکم مئی ۱۸۶۴ء میں یہ کالج پروفیسر بٹن کی نگرانی میں دوبارہ کھلا اور اپنی قدیم عمارت میں واپس چلا گیا۔ پھر یکے بعد دیگرے ایڈمنڈولٹ اور سی۔ کے۔ کک کالج کے پروفیسر اور نگران رہے اور سینٹ اسٹیفن کالج کو دهلی کالج میں ضم کر دیا گیا، لیکن جنگ آزادی کے بعد نئی سیاسی اور معاشرتی صورت حال اسے راس نہ آئی اور ۱۸۷۷ء میں اسے توڑ دیا گیا۔

یاد رہے کہ تراجم کے باب میں دهلی کالج کی سب سے بڑی عطا اردو زبان کے اسالیبِ بیان میں علمی موضوعات سے متعلق فکرِ محض کی زبان کو فروغ دینا تھا۔ دهلی کالج کے مترجمین کی اس مساعی کا جائزہ لینے کے لئے دیکھئے 'الفہرست'۔

ذیل میں دهلی کالج کی شائع کردہ دو کتابوں کا سرسری تعارف درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ کتاب حکمت (علم طبعی)

مسٹر ارنٹ/پنڈت سروپ نرائن وشو نرائن اعلیٰ مطبوعہ ۱۲۶۲ھ مطابق ۱۸۴۵ء۔

یہ کتاب قاضی محمد سعید و قاضی محمد فرید رئیسان پٹنہ محلہ لودی کٹرہ

---

(۱) بقول مولوی عبدالحق صاحب کالج کے احاطے (کتب خانہ دارا شکوہ) میں کتابوں کی سنہری جلدوں سے دو انچ موٹا فرش بچھ گیا۔

— قاضی عبدالوحید مدیر 'تحفۂ حنفیہ' کے کتب خانے میں موجود ہے۔
ترجمے سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو :

'بیچ بیان بخار بن جانے کے'

اثر بخارات کا گرمی کے کھینچنے میں پسینے کے نکلنے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کے جسم کے درجات گرمی ٩٦ درجے سے ٩٨ درجے تک ہوا کرتے ہیں، لیکن جب کہ بہت ورزش کریں اور یا جب کہ تپش گرمی کی ہمارے بدن پر از حد ہو تو گرمی کو میلان زیادہ ہونے کا اسی حالت سے جو کہ واسطے ہماری صحت کے مفید ہے، تیار ہوتا ہے۔ اگر یہ بات پسینوں سے رفع نہ ہو جاوے تو بہت مضر اثر ہوتا ہے۔ جب کبھی یہ بات واقع ہونے کو ہوتی ہے تو پسینے جسم کے پوست پر آتے ہیں تاکہ اسی کے بخارات میں مبدل ہونے سے بدن اتنا سرد ہو جاتا ہے جتنا واسطے صحت بدن کے ضرور ہے'۔

٢۔رسالہ مقناطیس

نام مصنف ندارد /سید کمال الدین حیدر لکھنوی   مطبع العلوم دہلی س ۔ ن
سرورق کی عبارت ہے :

رسالہ مقناطیس

'ترجمہ کیا ہوا سید کمال الدین حیدر لکھنوی کا گنج علوم مفیدہ سے'۔

ہمارے بیشتر مضمون نگار 'گنج علوم مفیدہ' یا 'لائبریری آف یوسفل نالج' کے دو ناموں سے الجھن میں پڑ جاتے ہیں اور بعض انہیں دو مختلف تحقیقی رسالے تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ ایک ہی چیز ہے اور اس سے مراد 'دہلی کالج کی ورناکیولر سوسائٹی لائبریری' ہے۔

اس کتاب کی ابتداء میں علم مقناطیس سے متعلق اصطلاحات کے مترادفات دے دیئے گئے ہیں جیسے :

ARTIFICIAL MAGNET — مقناطیس مصنوعی
WEAK MAGNET — ضعیف مقناطیس
SOFT IRON — کوفت پذیر لوہا
FIBRE — ریشہ

لیکن کتاب میں مترجم کہیں زیادہ متاثر کرتا ہے۔ استقامت پذیر سوزن، 'نرم مقراضی فولاد' اور 'مقناطیسی خطوط انحراف' جیسی تراکیب/مترادفات آج بھی مقناطیس سے متعلق ترجموں میں دکھائی دیتی ہیں۔ پوری کتاب میں صرف

معدودے چند انگریزی الفاظ بجنسہ برتے گئے ہیں مثلاً 'ایلیکٹرسیٹی' یا 'کمپاس' وغیرہ گنے چنے انگریزی الفاظ دکھائی دیتے ہیں ۔ ترجمے سے نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

۱ ۔ 'سوا ان تغیرات مذکور کے استقامت سوزن مقناطیس میں انحراف خفیف بھی موافق وقت یوم کے بالکل سال کے موسم کے بھی ہوتے ہیں' ۔

۲ ۔ 'لیکن طبیعت انسانی ایسی ہے کہ فقط تجربیات سے حصول نتائج کافی نہیں جانتی اور بسبب تحریک خواہش غیر ممکن المقلوب کے انکشاف اسرار خالق میں متجسس رہتی ہے اور ایسے وہم و خیال میں غلطاں و پیچاں ہے کہ اکثر راہ راست سے بھٹک جاتی ہے' ۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ سید کمال الدین حیدر (لکھنوی) نے یہ ترجمہ شاہان اودھ کی اسکول بک سوسائٹی کے لئے کیا تھا ۔ پہلی بار یہ ترجمہ 'رسالہ قوت مقناطیس' کے نام سے مطبع سلطانی اودھ (لکھنؤ) سے شائع ہوا ۔

دفتر مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر (بمبئی) ۱۸۳۵ء

مترجم السنہ شرقیہ (اورینٹل ٹرانسلٹرز آفس) بمبئی لگ بھگ ۳۵ ۔ ۱۸۳۴ء میں قائم ہوا، جو بعد میں 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر، بمبئی' کہلایا ۔

اس ادارے کے قیام کا مقصد گجراتی ، فارسی ، مرہٹی ، ہندوستانی (اردو) نیز دیگر ہندوستانی بولیوں کا انگریزی ترجمہ گورنر بمبئی کو پیش کرنا تھا ۔ سابق دفتری اور عدالتی زبان ہونے کے ناطے پولیٹیکل شعبے کے ساتھ اس دفتر میں فارسی شعبہ بھی قائم کیا گیا ۔ شروع میں السنہ شرقیہ کا سربراہ 'انچارج ڈپٹی سیکرٹری/مترجم' کہلاتا تھا جسے بعد میں 'مترجم السنہ شرقیہ' اور پھر 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر' کر دیا گیا ۔ ابتدا میں اس عہدے کے لئے صرف یوربی مستشرقین کا تقرر عمل میں آتا رہا ، جن میں سے نمایاں نام جنرل کینیڈی کا ہے جو شعبہ فارسی کا سربراہ بھی تھا ۔ جنرل کینیڈی غالباً اس ادارے کا اولین سربراہ تھا ۔ اس نے ۱۸۳۵ء میں اس عہدے کا چارج سنبھالا ۔ جنرل کینیڈی حکومتِ ہند کے احکامات کو فارسی ، مرہٹی اور گجراتی میں ترجمہ

کرواتا ۔ سول اینڈ ملٹری ایگزیمینیشنز کی کمیٹی کی نگرانی بھی اس کے ذمہ تھی ۔ [۱]

۱۸۵۴ء سے 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر' کے اہم عہدے پر مقامی افراد بھی مقرر ہونے لگے ۔ جن میں سب سے پہلا نام ونایک واسودیو کا ہے ۔ وہ فروری ۱۸۵۴ء تا جنوری ۱۸۷۹ء شعبۂ فارسی کے سربراہ رہے ۔ [۲] ۱۸۹۲ء میں انہیں 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر' نے عہدے پر برقی دے دی گئی ، اوائل ۱۸۹۶ء میں وہ ریاست جنجیرہ کے دیوان (پرائیویٹ سیکریٹری) مقرر ہوئے لیکن اسی سال واپس اپنے عہدے پر آ گئے اور یہاں ۱۹۰۶ء تک رہے ۔ [۳] وہ اپنے دفتر میں چار پہیوں والی بگھی میں آتے تھے ۔

ونایک واسودیو کے بعد ۱۹۰۶ء میں لارڈ لیمنٹن کی خواہش پر سید شمس الدین قادری کا بطور 'مترجم السنہ شرقیہ برائے گورنر' تقرر عمل میں آیا ۔ [۴]

سید شمس الدین قادری کے بعد 'مترجم السنہ شرقیہ' کا تقرر پانچ سال کے لئے کیا جاتا تھا ۔ یوں ان کے بعد ایدروس ، بھڑوچانے ، سید منیرالدین مولوی ، عبدالقادر محمود الحسن ، جے ۔ ای ۔ سنجانا اور جے ۔ ایچ ۔ دیو 'مترجم السنہ

---

۱ ۔ عطش درانی ، 'دفتر مترجم السنہ شرقیہ (بمبئی)'، مطبوعہ 'اخبار اردو'، اسلام آباد، شمارہ ۷، جولائی ۱۹۸۵ء، ص ۳

۲ ۔ ۱۸۹۲ء میں انہیں بمبئی کا پریزیڈنسی مجسٹریٹ بنایا گیا یعنی ان پر دہری ذمہ داری تھی ۔

۳ ۔ ۱۹۰۶ء میں انہیں بطور دیوان ، ریاست جونا گڑھ میں لے لیا گیا ۔ اسی سال انہیں ابراہیم رحمت اللہ نے اورینٹل کلب کی طرف سے سپاسنامہ پیش کیا اور ان کی خدمات کو سراہا ۔ ۱۹۱۲ء میں انہیں سی ۔ ایس ۔ آئی قرار دیا گیا اور گلاسگو یونیورسٹی نے انہیں ایل ۔ ایل ۔ ڈی کی اعزازی ڈگری دی ۔ یاد رہے کہ ونایک واسودیو ابتداء میں ایک معمولی استاد تھے جو الفنسٹن انسٹیٹیوٹ میں ۸۰ روپے ماہوار پاتے تھے ۔ بطور 'مترجم السنہ شرقیہ' انہیں ایک ہزار روپے کے بھاری معاوضے پر رکھا گیا ۔ وہ اردو ، فارسی اور عربی کے عالم تھے ۔ ۱۸۷۷ء کے دہلی دربار میں وہ سرکاری وفد کے سربراہ کے طور پر شریک ہوئے ۔

۴ ۔ آپ پہلے مسلمان گریجویٹ تھے، جنھوں نے گجرات آرٹ کالج سے ۱۸۸۶ء میں بی ۔ اے کیا ۔ وہ بمبئی کی سول سروس کے پہلے مسلمان رکن تھے ۔ انھوں نے گجرات میں مسلم ایجوکیشن کی بنیاد رکھی ، یہی سبب ہے کہ انہیں 'بابائے تعلیم مسلمانان' کہا جاتا ہے ۔ ۱۹۱۰ء میں انہیں کورنیشن میڈل دیا گیا ۔ ۱۹۳۱ء میں فرسٹ کلاس سردار بنے اور ۱۹۳۸ء میں انتقال کیا ۔

شرقیہ، رہے۔ یاد رہے کہ اس ادارے کے دوسرے اور تیسرے درجے کے مترجمین میں مرزا حیرت دھلوی، مرزا عباس علی بیگ، جی۔ کے نریمان، چمن لال، گنجی کر، ایس۔ این۔ سٹھانے، سی۔ ڈی۔ پنڈیا، ہری لال، مہادیو ڈیسائی، ڈی۔ سی۔ واچ میکر، عبداللہ احمد، ڈاکٹر ھمدانی، بی۔ ایم۔ داور، زیڈ۔ اے۔ برنی اور اے۔ ایم باکزا کے نام بہت نمایاں ہیں۔ واضح رہے کہ مرزا حیرت دھلوی، عبداللہ احمد، اے۔ ایم باکزا اور ڈی۔ سی واچ میکر شعبہ اردو سے منسلک تھے۔

شروع میں مترجم السنہ شرقیہ کے عملے میں ایک مرھٹی پنڈت، ایک گجراتی پنڈت، چند مقامی ادیب اور چھ قاصد تھے۔ اس لئے ترجمے کا زیادہ تر کام باہر سے کروایا جاتا تھا۔ گجراتی ترجمہ ہائی کورٹ کا عملہ اور مرھٹی ترجمہ عموماً میجر کینڈی خود کرتا تھا، جبکہ اردو ترجمہ عموماً صوبہ سرحد کے مترجمین سے کرایا جاتا تھا۔

اس ادارے کے ذمہ مختلف النوع قسم کے تراجم کرانا تھے۔ مثلاً

۱۔ بحریہ سے متعلق ہندوستانی/اردو میں وضع اصطلاحات (ان اصطلاحات کا اوّلین مجموعہ ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا)۔

۲۔ صوبائی بل اور قوانین کا ترجمہ کرنا۔

۳۔ ہندوستان کے بل اور قوانین کا ترجمہ کرنا۔

۴۔ گورنر کے احکام اور قواعد کا ترجمہ کرنا۔

۵۔ سیکرٹریٹ کے مختلف محکموں کے کاغذات، درخواستوں اور اپیلوں کا ترجمہ کرنا۔

۶۔ ضلعی حکام تک ان قواعد و ضوابط کے تراجم کی نقول بھجوانا۔

۷۔ مقامی حکام کو سہولت مہیا کرنا، جب وہ بمبئی تشریف لائیں۔

۸۔ سرکاری توشہ خانہ کی دیکھ بھال کرنا۔

۹۔ دربار اور دوسری ریاستی تقریبات میں پولیٹیکل سعبے کی معاونت کرنا۔

۱۰۔ شعبۂ فارسی کا کنٹرول سنبھالنا خصوصاً مقامی زبانوں کے تراجم کے سلسلے میں۔

۱۱۔ گورنر کے لئے ترجمانی۔

۱۲۔ محکمہ جاتی اور لسانی امتحانات کے معتمد کے فرائض انجام دینا۔

۱۳۔ السنہ شرقیہ سے متعلق متفرق کام انجام دینا۔ مثلاً گورنر کے ملاقاتیوں

کی اہلیت اور سماجی مرتبے کا تعین۔

۱۴ ـ انگریزی سے نابلد مقامی حکام اور حکومت کے نمائندوں کے مابین ترجمانی کی خدمات انجام دینا۔

۱۵ ـ مقامی صحافت کے خلاصے حکومت کو پیش کرنا اور مقامی صحافت پر نظر رکھنا۔

۱٦ ـ سرکاری تقریبات کے لئے گورنر و دیگر عہدہ داروں کے لئے ہندوستانی/اردو نیز گجراتی اور مراٹھی میں تقریریں تیار کرنا۔

۱۷ ـ سرکاری تقریبات میں ترجمانی کے فرائض ادا کرنا۔

۱۸ ـ ناموں کے ہجے معیاری بنانا ، مثلاً سر ارنسٹ ہاٹسن (ہوم ممبر بمبئی) کے حکم پر محمد کے لئے "Muhammad" کے ہجے معیار ٹھہرا۔

۱۹ ـ ۸ جون ۱۸۹۲ء میں بمبئی کی مقامی مطبوعات کے اندراجات کا کام بھی اس ادارے کے سپرد ہوگیا تھا۔

عطش درانی اس باب میں لکھتے ہیں: [1]

'مترجم کا بنیادی کام چونکہ ترجمے کی خدمات ہی انجام دینا تھا۔ اس لیے ۱۸۸۳ء میں حکومت ہند نے حکومت بمبئی کو ایک مراسلہ بھیجا. جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستانی (اردو) کو ہندوستان کی قومی زبان تسلیم کر لیا گیا تھا۔ اس میں ہدایت کی گئی تھی کہ۔ 'ترجمہ آسان اور سادہ زبان میں ہو اور ایسی ثقیل عربی ، فارسی ، سنسکرت اور انگریزی کی اصطلاحیں اور الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جو عام استعمال میں نہیں آتے۔ البتہ قواعد و ضوابط کا ترجمہ لفظ بلفظ کیا جائے۔ ایسے ترجمے قانون کا علم رکھنے والوں سے کرائے جائیں'۔

جدید پیشہ ورانہ تعلیم سے متعلق چند ادارے:
(۱۸۳۵ء تا ۱۸۵۷ء)

۱ ـ 'مدرسہ طبابت آگرہ' ـ (۱۸۳۵ء)

نواب ناصر الدولہ کے آخری زمانے میں یہ مدرسہ قائم ہوا۔ اس ادارے کے مترجمین نے طب سے متعلق مغربی زبانوں سے اردو میں نصابی کتب کے تراجم

---

[1] بحوالہ: 'دفتر مترجم السنہ شرقیہ (بمبئی)' مطبوعہ: 'اخبار اردو' ، اسلام آباد، شمارہ نمبر ـ بابت جولائی ۱۹۸۵ء ص نمبر ۵۔

شائع کیے ۔ یہ تراجم تھے تو اردو میں لیکن طلبہ کی سہولت کے لئے رومن رسم الخط میں شائع کیے گئے ۔ اس نوع کی ،اناٹومی، سے متعلق ایک کتاب کا حوالہ مختلف فہارس میں موجود ہے ۔ اس ادارے کے چند تراجم آج بھی اردو بورڈ کی لائبریری میں محفوظ ہیں ۔

۲ ۔ ‘ طامس انجینئرنگ کالج رڑکی’ ۔ (۱۸۵٦ء)

اس ادارے کے مترجمین نے انجینئرنگ سے متعلق ،رڑکی ٹری ٹائز، کے نام سے اردو میں نصابی کتب کے تراجم شائع کیے ۔ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے قیام کے ساتھ ،رڑ کی ٹری ٹائز، سلسلے کو فروغ ملا ۔

اس ادارے کے قدیم تراجم کا سراغ نہیں ملتا تاہم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ سے شائع شدہ تراجم کی تفصیل درج ذیل ہے :

(۱) ،مٹی کا کام، ترجمہ: سید منظور حسین مطبوعہ: ۱۹۳۷ء

(۲) ،اشیائے تعمیر، ترجمہ: اسد اللہ مطبوعہ: ۱۹۳۲ء

(۳) ،تقدمہ کی مثالیں، ترجمہ: محمود حسین مہاجر مطبوعہ: ۱۹۳۵ء

(۴) ،پیمائش، (دو جلدیں)

حصہ اوّل ۔ ترجمہ: لوکنند بہادر و محمد رضا اللہ دہلوی، مطبوعہ:۱۹۳۵ء

حصہ دوم ۔ ترجمہ: محمد رضا اللہ دہلوی، مطبوعہ: ۱۹۵۵ء

(۵) ،نقشہ کشی، (دو جلدیں) ترجمہ: سید عبدالرحمان ،مطبوعہ: ۱۹۳۵ء

(٦) ،نجاری، ترجمہ: للت موہن مکرجی،

(۷) ،پلیں، ترجمہ: محمد عظمت اللہ خاں،

(۸) ،سڑکیں، ترجمہ: غلام محمد خاں،

(۹) ،آب پاشی کا کام (دو جلدیں)،

حصہ اوّل ۔ ترجمہ: غلام محمد خاں، مطبوعہ: ۱۹۳۱ء

حصہ دوم ۔ ترجمہ: ضیاء الدین انصاری ، مطبوعہ: س ۔ ن ۔

(۱۰) ،موریات، ترجمہ: سید علی رضا،

(۱۱) ،چنائی، از باربو، ترجمہ: سید منظور حسین،

(۱۲) ،تعمیروں کا نظریہ اور تجویز، ترجمہ: ضیاء الدین انصاری، مطبوعہ: ۱۹۳۰ء

یاد رہے کہ ، مدرسۃ العلوم، میں سر سید احمد خاں کی کوششوں سے ایک

ایسی جماعت کھولی گئی تھی جس میں طامس کالج رڑکی کی تیسرے سال کی جماعت کے لئے طالب علموں کو تربیت دی جاتی تھی ، نیز یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو گی کہ ۱۹۴۷ء تک طامس کالج رڑکی میں مسلمانوں کا داخلہ تقریباً ناممکن تھا ۔

۳ ۔ کمیٹی برائے ترجمہ نصابی کتب (طب) حکومت بنگال ۔

۱۹ ویں صدی کے نصف آخر میں حکومت بنگال کی قائم کردہ اس کمیٹی کے ارکان خصوصاً بابو راجندر لال متر ، مولوی تمیزالدین خاں بہادر، سوہن لال اور بعد میں سید حسین بلگرامی نے طب کی نصابی کتب سے متعلق اصول وضع اصطلاحات متعین کیے ۔ یہ کمیٹی عملی کام تو نہ کر سکی لیکن نظری اعتبار سے وضع اصطلاحات کے اصول اور ترجمے کا ایک واضح طریق کار متعین ہو گیا ۔

باب چہارم: نثری تراجم ۔ ۱۸۵۷ء تا ۱۹۱۷ء

نئی تمدنی، مذہبی اور سیاسی صورت حال:

۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد تراجم کے باب میں ہندوستان کی نئی تمدنی، مذہبی اور سیاسی صورت حالات خصوصی طور پر اہمیت رکھتی ہے۔ گو ان موضوعات کا براہ راست اردو میں ترجمے کی روایت سے کوئی تعلق دکھائی نہیں دیتا لیکن دہلی کالج کی ورناکیولر سوسائٹی کی شائع کردہ کتب کی بربادی اور کالج کے احاطہ میں کتابوں کی پھٹی ہوئی جلدوں سے دو اِنچ موٹی تہ جم جانے کے بعد انگریزی سے ترجمے کا غلغلہ کیوں کر بلند ہوا؟

یہ سوال تمدنی، مذہبی اور سیاسی صورت حالات کے تفصیلی جائزے کا طالب ہے۔

۱۸۵۷ء کے فوراً بعد ہندوستان میں جو شخصیت سب سے زیادہ نمایاں اور متنازعہ فیہ بن کر ابھری وہ سید احمد خان کی شخصیت ہے۔ اس دیوقامت شخصیت کا شخصی اور فکری مطالعہ بجائے خود ہندوستان کی نئی فکری جہت کا مطالعہ ہے اور انگریزی سے تراجم کے باب میں نہایت درجہ کی اہمیت کا حامل ہے۔ شاید اس لئے بھی کہ سید احمد خان کی شخصیت مشرقی و مغربی (تہذیبی و فکری) آویزش کا اوّلین نمائندہ شخصی [1] اور فکری نمونہ ہے۔

سید احمد خان کے ہاں فکری تضاد اس حد تک پایا جاتا ہے کہ جہاں ان کی بعض تحریروں کی بنا پر انہیں ہندو مسلم اتحاد . مسلمان ذہن کا سب سے بڑا نقیب یا انگریزوں کا ایک جرّی مخالف ثابت کیا جا سکتا ہے وہیں بعض اقوال کی بنا پر انہیں حکومت وقت کا پٹھو بھی کہا جا سکتا ہے۔ خلیق احمد نظامی نے سر سید احمد خاں کی ۳۔ فروری ۱۸۸۴ء کی ایک تقریر سے اقتباس درج کیا ہے:

'لفظ قوم سے میری مراد ہندو اور مسلمان دونوں سے ہے۔ یہی وہ معنی ہیں

---

[1] ۔ سر پر ٹوپی اور شلوار قمیض کے ساتھ نکٹائی سے متعلق نفسیاتی تجزیے کئے جا چکے ہیں۔

جن میں میں لفظ نیشن کی تعبیر کرتا ھوں ۔ میرے نزدیک یہ امر چنداں لحاظ کے قابل نہیں ہے کہ ان کا مذھبی عقیدہ کیا ہے' ۔ [۱]

یاد رہے کہ ,اسباب بغاوت ہند، میں انھوں نے اس بات پر دکھ کا اظہار کیا تھا کہ گورنمنٹ نے ہندو مسلمان کے بیچ اتحاد کیوں ہونے دیا ؟ لکھتے ہیں:

'یہ بات سچ ہے کہ ھماری گورنمنٹ ہندو مسلمان دونوں قوموں کو جو آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں نوکر رکھا ہے ۔ مگر بسبب مخلوط ھو جانے ان دونوں قوموں کے ، ہر ایک پلٹن میں تفرقہ نہ رہا تھا ــــ'

('اسباب بغاوت ہند' ص نمبر ۴ سے اقتباس)

سید احمد خان ھی کے قلم سے بہادر شاہ ظفر کی کردار کشی ملاحظہ ھو:

'دلی کے معزول بادشاہ کا یہ حال تھا کہ اگر اس سے یہ کہا جاتا کہ پرستان میں جنوں کا بادشاہ آپ کا تابعدار ہے تو وہ اس کو سچ سمجھتا ــــ وہ کہا کرتا تھا کہ میں مکھی اور مچھر بن کر اڑ جاتا ھوں اور لوگوں کی اور ملکوں کی خبر لے آتا ھوں اور اس بات کو وہ اپنے خیال میں سچ سمجھتا تھا اور درباریوں سے اس کی تصدیق چاہتا تھا ۔'

('اسباب بغاوت ہند' ص نمبر ۸۸ سے اقتباس)

اسی طرح خوشامد کی رو میں بہ کر سید احمد خاں نے جنگ آزادی کے سورماؤں کو پرلے درجے کا بزدل قرار دیا:

'بہادری کا یہ حال تھا کہ کسی غول میں سے کوئی آدمی زخمی ھو کر یا مر کر گرا اور سارا غول بھاگا ۔ پھر اگر رسی باندھ کر کھینچو تو نہ تھمتے ۔ بہتیرا کہتے تھے کہ ارے بھائی پوریاں تو یوں دوڑ دوڑ کر لیتے تھے اور اب بھاگے جاتے ھو ۔ کوئی نہ سنتا تھا ' ۔

('تاریخ سرکشی بجنور' ص نمبر ۱۹۴ سے اقتباس)

سید احمد خان ہندو مسلم اتحاد کی خاطر امتناع گاؤ کشی کے لئے بھی تیار ہیں اور انگریزوں سے وفاداری کا اعلان بھی بار بار کرتے ہیں ۔ یہ صورت حالات صرف ,اسباب بغاوت ہند، میں ھی دکھائی نہیں دیتی بلکہ وہ زندگی بھر اس کا ادعا کرتے رہے ۔ ۱۸۸۴ء کا ایک بیان ملاحظہ ھو:

'میں کئی جگہ کہ چکا ھوں کہ ہندوستان کے لئے ناممکن ہے کہ ہندو مسلمان

---

[۱] ۔ مقدمہ: 'سر سید اور ہندوستانی مسلمان' از ڈاکٹر نورالحسن نقوی ۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس ۔ علی گڑھ ۱۹۷۹ء ۔ ص نمبر ۱۳

میں سے کوئی حاکم ہو ۔ تو ہمارا بڑا فرض یہ ہے کہ انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں قائم و مضبوط رہے ۔ '[۱]

سید احمد خان کی تصنیفی زندگی کے تین ادوار اپنی الگ الگ شناخت رکھتے ہیں:

پہلا دور: ابتداء سے ۱۸۵۷ء تک : اس دور کی پندرہ تصانیف یادگار ہیں ۔

دوسرا دور: اپریل ۱۸۵۸ء تا سفر انگلستان ۱۸۶۹ء تک ، آٹھ تصنیفات یاد گار ہیں ۔

تیسرا دور : سفر انگلستان سے وفات ۱۸۹۸ء تک ، صرف دو تصانیف ۔

دورِ اوّل کو بھی مزید دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔

۱ ۔ رومانتی موصوعات اور پرانے رنگ میں ڈوبی ہوئی تحریریں ۔

۲ ۔ مغرب کے جدید خیالات کے زیر اثر موضوعات اور طرز تحریر میں نئی کروٹ اور نئی لحن کے ابتدائی نقوش ۔

اپریل ۱۸۵۸ء تا سفر انگلستان ۱۸۶۹ء تک کے درمیانی زمانے میں سید احمد خان نے ناکام جنگ آزادی کے اثرات کا بھرپور جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو ایک 'نئی سیاسی حکمت عملی' اور 'دینی نکتہ نظر میں تغیر و تبدل' کی ضرورت ہے ۔

دینی سطح پر انھوں نے جدید علم الکلام کی بنیاد رکھی ۔ جس سے مراد مذہب کی نئی تفسیر اور نیا فلسفہ زندگی تھا ۔ اس فکری رویہ کا محور مذہب کی عقلی توجیہات ہیں ۔[۲]

دراصل سید احمد خان کی ، نئی سیاسی حکمت عملی، اور ،جدید علم الکلام، ایک ہی طرز عمل کے دو مختلف نام ہیں ۔ انھوں نے ہندوستان میں اکبر اعظم کے بعد پہلی بار خالصتاً سائنٹیفک بنیادوں پر سیاست اور مذہب کے شعبوں میں اشتراک عمل پیدا کرنا چاہا ۔

دوسرے دور کی مندرجہ ذیل تحریریں ان کے اس نئے زاویۂ نظر کی عکاس ہیں :

۱ ۔ ،تاریخ سرکشئ بجنور، مئی ۱۸۵۷ء تا اپریل ۱۸۵۸ء تک کے حالات ۔

۲ ۔ ،اسباب بغاوت ہند، مطبوعہ: ۱۸۵۹ء

---

[۱] ۔ ،ایجیٹیشن ان انڈیا، اورینٹل کالج میگزین لاہور مطبوعہ جنوری ۱۸۹۶ء ۔ ص ۱۷ ۔

[۲] ۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: ،الکلام، اور ،علم الکلام، از شبلی نعمانی ۔

اس کتاب میں بغاوت ہند کے اسباب و علل سے بحث کی گئی ہے ۔ کرنل گراہم نے اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع کروایا تھا ۔

٣ ۔ رسالہ ,لائل محمڈن آف انڈیا، : اجراء ١٨٦٠ء

یہ پرچہ ١٨٦١ء تک چھپتا رہا ۔ سید احمد خان اس میں انگریزوں کے وفادار ہندوستانی مسلمانوں کے حالات اور تعارفیے قلمبند کرتے تھے ۔

٤ ۔ , تحقیق لفظ نصاریٰ، ۔

یہ رسالہ لکھنے کا مقصد انگریز حاکموں کے ذہن سے لفظ ,نصاریٰ، کے متعلق بغاوت کے مفہوم کو رفع کرنا تھا ۔

٥ ۔ ,تبیئن الکلام، ۔ کتاب اناجیل اور قرآن مجید کی اصولی وحدت ثابت کرتی ہے ۔

٦ ۔ ,رسالہ احکام طعام اہل کتاب، ۔ مطبوعہ ١٨٦٨ء

اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ اہل کتاب 'یعنی عیسائی اور مسلمان' مل بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں ۔

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ[١] تیسرے دور (١٨٦٩ء تا ١٨٩٨ء) میں سید احمد خان کا ہر خیال اور ان کی ہر تجویز 'وکٹورین سپرٹ' میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔

آخری دو ادوار کی تحریروں میں سید احمد خان نے جس جوش و خروش کے ساتھ مغربی علوم اور انگریزی زبان و انگریزی سے اردو میں تراجم کی حمایت کی ہے ، اس سے کہیں بڑھ کر ہندوستان میں مروجہ مذہبی تعلیم اور عربی مدراس کی، مخالفت کی ۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :

' ـــــ میں نہایت ادب سے پوچھتا ہوں کہ جو جو کتب مذہبی اب تک ہمارے ہاں موجود ہیں اور پڑھنے پڑھانے میں آتی ہیں ان میں سے کون سی کتاب ہے جس میں فلسفہ مغربیہ اور علوم جدیدہ کے مسائل کی تردید یا تطبیق مسائل مذہب سے کی گئی ہو ۔ وجود سماوات سبع کی ابطال پر جو دلیلیں ہیں ان کی تردید کس کتاب میں لکھی ہے ۔ اثبات حرکت زمین اور ابطال حرکت و دوریٔ آفتاب پر جو دلیلیں ہیں ان کی تردید کس سے جا کر پوچھیں ۔ عناصر اربعہ کا غلط ہونا جو اب ثابت ہو گیا ہے اس کا کیا علاج کریں ـــــ پس ایسی حالت میں ان

---

[١] ۔ 'سید احمد خان اور ان کے نامور رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ' ص نمبر ١٣

(مذہبی) کتابوں کا نہ پڑھنا ان کے پڑھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے ' ۔ ١

سید احمد خان منقولات کی 'اندھی کہانیوں' میں بھٹکنے کی بجائے بر فکر کو فہم و فراست کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے تھے :

'عقل ہی وہ آلہ ہے جس سے تمام باتوں کی اصلیت کا علم ھوتا ہے اور انسان سچائیوں کی تہ تک پہنچتا ہے ' ۔ ٢

یہی وجہ تھی کہ سید احمد خان نے مسلمانوں کے روایتی عقائد کو ردّ کیا ۔ سید احمد خان کے علم کلام میں احادیث کی گنجائش قطعاً نہیں تھی ۔ اسی طرح سید احمد خان نے قرآنی آیات کی تاویل سائنسی اور عقلی بنیادوں پر کی ۔

ان کا مؤقف یہ تھا کہ چونکہ موجوداتِ عالم میں علوم نے ترقی کر لی ہے اور اس کے ساتھ ھی پرانے مفروضات غلط ثابت ہو چکے ہیں ۔ لہذا ھمیں چاہیئے کہ آیاتِ قرآنی کی تشریح بھی نئی معلومات کی روشنی میں کریں نیز علومِ جدیدہ کو انگریزی سے اردو میں تراجم کے ذریعے عام کریں ۔ انھوں نے نعرہ لگایا کہ :

'فلسفہ ھمارے دائیں ھاتھ میں ہو گا اور نیچرل سائنس ھمارے بائیں ھاتھ میں اور لاالہٰ الا اللہ کا تاج ھمارے سر پر ہو گا' ۔

اس مقام پر علماء دین نے سید احمد خان کو ردّ کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کیا کہ:

موجوداتِ عالم کی جو تشریحات سائنس کی روشنی میں کی گئی ہیں وہ قرآنی تعلیمات سے یکسر لگا نہیں کھاتیں ۔ لیکن خدا کا کلام چونکہ غلط نہیں ہو سکتا اس لئے سائنس کی تشریحات لامحالہ غلط ہیں اور انگریزی سے تراجم کے ذریعے ان کی تشہیر بھی غلط ہے ۔

سید احمد خان نے اس منطق کو تسلیم نہیں کیا اور جواب میں وحی ، انبیاء ، آسمان ، جن ، فرشتے ، لوح و قلم ، الہام ، جبر و اختیار ، جنت دوزخ ، معجزات ، کرامات ، روزہ اور دعا جیسے اہم معاملات دینی کو عقلی تشریحات کے ذریعے نئے معنی پہنائے ۔

سید احمد خان کی ایسی تحریریں جب ' تہذیب الاخلاق' میں شائع ہوئیں تو مذھبی اور قدامت پرست حلقوں میں کہرام مچ گیا ۔ مولوی امداد العلی نے ملک بھر کے نامی علماء دین سے سید احمد خان کے بارے میں فتوے حاصل کر

---

١ ۔ مقالات سرسید ۔ جلد اول ص نمبر ٩٧ ۔ مجلس ترقی ادب ۔ لاہور ١٩٦٢ء

٢ ۔ مقالات سرسید ۔ جلد ٥ ص نمبر ٢٥١ ۔ لاہور ١٩٦٢ء

کے شائع کروائے اور مفتیوں سے آخری فتویٰ چاہا گیا ۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی 'الرد الالدہریون' تھی جو بیروت سے شائع ہوئی ۔ اس کتاب میں یونان کے ایٹمی فلسفیوں سے ڈارون اور مزدک سے روسو ۔ اھل یھود سے فری میسن تنظیم ۔ اسماعیلیوں سے مورمنوں ۔ لبرل سیاست سے سوشلزم اور کیمونزم تک ہر فکر ، فلسفے اور تحریک کے ساتھ سید احمد خان کو بھی نیچری قرار دیا گیا ۔

ہندوستان کے مفتیوں نے سید احمد خان اور ان کے ماننے والوں کے لئے 'ضرب و حبس' کی سزا تجویز کی اور واجب القتل قرار دیا ۔ بقول الطاف حسین حالی ۱ : مولویوں کے اشتعال دلانے پر بعض سر پھروں نے سید کو قتل کرنے کی تیاری بھی کر لی تھی مگر وہ ایسا کر نہ سکے . البتہ گالیوں اور دھمکیوں کے خطوط سید احمد خان کو ہر روز موصول ہوتے تھے ۔

سید احمد خان مذہبی اور سیاسی حکمتِ عملی کے ہم خیال علماء ، مفکرین اور ادباء میں نذیر احمد دھلوی ، شبلی نعمانی ، مولوی چراغ علی اور نواب محسن الملک ۲ کے نام بہت نمایاں ہیں ۔ نذیر احمد دھلوی نے اپنی تصنیفات اور خطبات میں ہمیشہ اجتہاد ، جراٗتِ اظہار اور آزادیٔ رائے سے کام لیا ۔ اس لئے انہیں اس ضمن میں مکمل طور پر سید احمد خان کا ہم خیال قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ جہاں انھوں نے نئے علم کلام کی روشنی میں ترجمہ قرآن حکیم کیا وہیں انھوں نے ,ابن الوقت، جیسا تمثیلی قصہ بھی رقم کیا اور ,حیات جاوید، کو ,مدلل مداحی، بھی کہا ۔

نذیر احمد دھلوی کا اصل میدان اور دائرۂ اثر موعظی یا تمثیلی قصے تھے ، لیکن انھوں نے تعلیمِ جدید اور ترجمے کی کھل کر حمایت کی ۔ اس خصوص میں ان کی کتاب ,الحقوق و الفرائض، (تین جلدوں میں) اسلامی فقہ سے متعلق ایک ایسی کتاب ہے جسے جدید علم کلام کی اھم تصنیف شمار کیا جا سکتا ہے ۔ یہ اس کے باوجود ہے کہ اس کتاب میں انھوں نے اپنے آپ کو ,نیچری، کہلوانا پسند نہیں کیا ۔

شبلی نعمانی جب اوّل اوّل مذہبیات کی طرف آئے تو ایک رسالے 'اسکات المغذی' میں وہابی اور حنفی فرقہ کے باھمی جدل پر وھابیوں کو ردّ کیا ۔ شاید یہی وجہ تھی کہ ,عقل پرست، کہلائے ـــ اس کے باوجود انھوں نے حنفیت کی

---

۱ ـ ,حیاتِ جاوید، ص نمبر ٦٢٩ ، لاھور اکادمی پنجاب ـ لاھور ١٩٥٧۔

۲ ـ اصل نام مہدی علی خاں تھا ۔

مدح کو نہ چھوڑا ۔

شبلی نعمانی نے سید احمد خان کے مذہبی خیالات سے اختلاف کرتے ہوئے ایک الگ جدید علم کلام کی بنیاد رکھی ۔ اس موضوع پر متعدد مضامین ، 'الغزالی' اور 'سوانح مولانا روم' کے بعض حصوں کے علاوہ مستقل تصانیف میں 'علم الکلام' اور 'الکلام' یادگار ہیں ۔

'علم الکلام' میں شبلی اور سید احمد خان میں ایک قدر مشترک یہ ہے کہ شبلی نے سید صاحب کی طرح قدیم مذہبی تاریخ کا سراغ لگاتے ہوئے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے نہیں دیکھا ۔ جبکہ کتاب ,الکلام، شبلی کے مذہبی عقائد کو پرکھنے کا ایک پیمانہ ھے ۔

شبلی نعمانی اپنے آخری ایام میں اس تصنیف پر سخت نادم تھے لیکن انھو نے زندگی کا نصف آخر حصہ جس نظریہ کی تبلیغ میں گزارا اس کی نمایا پرچھائیں اس کتاب میں موجود ہیں، کتاب کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں :

۱ ۔ شبلی عقل اور مذہب کے باہمی تعلق پر زور دیتے ہیں ۔

۲ ۔ شبلی اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ علومِ جدیدہ، مذہب کو متزلزل کر سکتے ہیں ۔

۳ ۔ ان کے خیال ھیں کسی مذہب کے عقائد اس قدر قابل اعتراض نہیں جس قدر کہ قانونی اور اخلاقی مسائل ہیں ۔

۴ ۔ شبلی مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جابجا مغربی ماہرینِ مذہبیات کے حوالے دیتے ہیں ۔

۵ ۔ اسلام کو تمدن و ترقی کے مانع نہیں بلکہ حق میں ثابت کرتے ہیں ۔

مختصراً یہ کہ ,الکلام، اس عظیم انقلاب کا پتہ دیتی ہے جو اس دور کے ہندوستان میں مشرق اور مغرب کی باہمی آویزش سے اٹھا ۔

مولوی چراغ علی بنیادی طور پر دینی مناظروں کے آدمی تھے ۔ انھوں نے پادری عماد الدین کی تصنیف 'تاریخ محمدی' کا جواب 'تعلیقات' کے نام سے لکھا ۔ 'براہین احمدیہ' کی تصنیف میں وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے شریک کار رہے ۔ اس کے علاوہ اس خصوص میں معترضین اسلام کی تردید میں درجنوں رسالے ان کی یادگار ہیں ۔

مولوی چراغ علی عبرانی ، سریانی اور انگریزی زبانوں سے خصوصی شغف کے باعث مندرجہ ذیل معرکہ آرا کتابیں تصنیف کر پائے :

(١) 'تعلیقات'، (٢) 'اسلام کی دنیوی برکتیں'، (٣) 'قدیم قوموں کی تاریخ'،
(۴) 'تعلیق نیاز نامہ'
(۵) 'Muhammad – The True Prophet
(٦) 'Critical Exposition of The Popular Jihad'
(۷) 'Reforms Uunder Muslim Rule' [1]

محولہ بالا کتب کے علاوہ مولوی چراغ علی نے مجلہ 'تہذیب الاخلاق' میں اس وقت کے اہم موضوعات پر لکھا : خصوصاً 'مذہب اسلام ترقی کا مانع نہیں'، 'حدیث کی عقیدتاً ضرورت نہیں'، 'اسلام میں رائے کی آزادی ہے'، 'مذہب اور سیاست الگ الگ چیزیں نہیں'، 'اسلام میں مسلم اور غیر مسلم کا درجہ برابر ہے'، 'اسلام میں جہاد کا کوئی تصوّر موجود نہیں البتہ محنت اور مشقت کے معنوں میں یہ لفظ برتا جا سکتا ہے'، 'فقہ و حدیث ایک حجت شرعی ہے' وغیرہ ۔ مختصراً مولوی چراغ علی صاحب کو سید احمد خان کا شارح کہنا زیادہ مناسب ہو گا ۔

نواب محسن الملک اس تحریک کے پر جوش مبلغ تھے ۔ 'تہذیب الاخلاق' کے مضامین کے علاوہ ان کا 'مجموعۂ لیکچرز'، رسالہ: 'تقلید عمل بالحدیث' اور مکاتیب کا مجموعہ: 'مکاتیب الخلّان' کی اہمیت مسلّم ہے ۔ مذہب کی نئی تفسیر کے باب میں نواب محسن الملک (مہدی حسن خاں) مولانا نذیر احمد دہلوی کی طرح سلف کے دینی افکار اور قواعد و ضوابط سے یکسر بغاوت نہیں کرتے ۔

سید احمد خان اور ان کے ہم خیال اکابرین کے حق اور مخالفت میں جس قدر لے دے ہوئی ہے ، اس کے نقطۂ عروج کا اصل زمانہ وہ ہے جب سید علی عباس جلالپوری کا 'علم کلام' سلسلے کا اوّلین مضمون 'ادبی دنیا' لاہور میں شائع ہوا ۔ [2]

اس مضمون کے چھپتے ہی بحث ایک بار پھر چھڑ گئی ۔ دور جدید میں سید احمد خان اور نئے علم کلام کی مخالفت میں جو آراء سامنے آئیں ان کے بنیادی نکات مندرجہ ذیل ہیں :

---

[1] ۔ اس کتاب کا ترجمہ ڈاکٹر عبدالحق نے ، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، کے نام سے ١٩١٠ء میں کیا ۔

[2] ۔ ملاحظہ ہو : 'ادبی دنیا' لاہور دور پنجم ۔ شمارہ چہارم مقالہ بعنوان 'علم کلام کا آغاز و ارتقاء' ۔

۱۔ مستشرقین نے معتزلہ کو عقلیت پسند کہہ کر کوئی غلطی نہیں کی۔

۲۔ معتزلہ کے ہاں وحی کی پخ تو برائے وزن بیت تھی ورنہ کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے وحی کی روشنی میں عقل سے کام لیا ہو۔

۳۔ آئزن برگ[۱] علت معلول کا قانون ہی باطل قرار دیتا تھا۔ اس لئے سائنٹیفک تحقیق کو نقصان پہنچنے کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ وہی اجتہاد اور تاویل قابل قبول ہو سکتی ہے جس کے پس منظر میں وحی کی روشنی ہو۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ عقل معیارِ صداقت نہیں ہو سکتی جب تک اسے وحی کی روشنی میں آگے نہ بڑھایا جائے۔ جبکہ سید احمد خان وحی کے منکر تھے وغیرہ۔

سید احمد خان کو ردّ کرنے کے سلسلے میں ایڈنگٹن[۲]، عمر خیام[۳] اور جوڈ[۴] کے افکار کا سہارا لیا گیا۔ معترضین کے خیال میں سید احمد خان نے قرآن حکیم کی تشریحات میں صداقت کا سرچشمہ عقل کو مان کر خود بھی ٹھوکر کھائی اور قرآن کو بھی بچوں کا کھیل بنا کر رکھ دیا۔ حتیٰ کہ جب اواخر عمر میں ان کی تفسیر 'تہذیب الاخلاق' میں چھپ رہی تھی تو وہ فقہ کے ساتھ حدیث کی پابندی سے بھی آزاد ہو چکے تھے۔

سید علی عباس جلالپوری نے رائے دی تھی کہ:

'انہوں (سید احمد خان) نے تفسیر احمدی لکھنا شروع کی اور قرآنی آیات کی تاویل و توجیہہ کر کے اسلامی عقائد اور سائنس کے اصول میں مفابمت و مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی'۔

اس کے جواب میں سید محمد رضی نے اوسپنسکی کا حوالہ دیا:

'بیشمار مسائل ایسے ہیں کہ سائنس جنہیں حل کرنے کی کوشش تک بھی نہ کر سکی وہ مسائل جن کے سامنے عصر حاضر کا سائنسدان اپنے تمام علوم و فنون کے آلات و ادارات کے باوجود ایسا ہی بے بس دکھائی دیتا ہے جیسا زمانہ قدیم کا کوئی وحشی یا چار برس کا بچہ۔

---

[۱] ۔ جس کا حوالہ سید علی عباس جلالپوری صاحب نے اپنے مضمون میں دیا تھا۔

[۲] ۔ دیکھئیے 'الف لیلہ' اور 'عمر خیام' کے باب میں ص نمبر ۷۱ تا ۷۳۔

[۳] ۔ ایضاً۔

[۴] ۔ بقول جوڈ: 'انسان کی عقل اس کے جذبات کے تابع اس طرح چلتی ہے جس طرح کتے کے پاؤں اس کی ناک کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں'۔ بحوالہ: 'انسان نے کیا سوچا؟'۔

زندگی اور موت ، زمان و مکان ، شعور وغیرہ کے مسائل اسی قسم کے مسائل ہیں' ۔ [۱]

اس کے بعد سید محمد رضی لکھتے ہیں:

'آئمہ سائنس تو اپنی بے چارگی اور بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں اور سر سیّد ہیں کہ اسلامی عقائد کو سائنس کے نظریات سے متطبق فرما رہے ہیں جو آئے دن بدلتے رہتے ہیں ، سید صاحب [۲] ہی بتائیں کہ سر سید کی تحقیق کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جب کہ سائنس کا نظریہ آج کچھ ہے اور کل کچھ' ۔

بہر طور برصغیر کے عام لوگوں اور خصوصاً مسلمانوں کو جدید علوم و افکار سے بہرہ ور کرنے کی خاطر سید احمد خان نے دو اہم منصوبوں پر کام شروع کیا تھا ۔

۱ ۔ انگریزی زبان کی اجنبیت ختم کرنے کی خاطر انہوں نے علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی بنیاد رکھی ۔ لیکن اس وقت تک سید احمد خان کو انگریز سرکار کی اُس قدر حمایت حاصل نہ تھی جس قدر بعد میں حاصل رہی ۔ یہی سبب ہے کہ یہ منصوبہ اوّلین مرحلے میں ناکام ہو گیا ۔

۲ ۔ ۱۸۶۳ء میں سید احمد خان نے ایک مضمون لکھ کر اس بات پر زور دیا کہ ایک ایسی مجلس قائم کی جائے جو مشرق اور مغرب ہر دو اطراف کی چیدہ کتابوں کا ترجمہ کروا کر شائع کرے ۔ بعد میں سید احمد خان کا یہی مضمون سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد بن گیا ۔ واضح رہے کہ سائنٹیفک سوسائٹی ، لکھنؤ (۱۸۳۱ء) اور آگرہ بُک سوسائٹی ، آگرہ (۱۸۴۳ء) انہی بنیادوں پر قائم ہو چکی تھیں ۔

سائینٹیفک سوسائٹی غازی پور:۔

۹ جنوری ۱۸۶۴ء کو غازی پور میں ایک جلسے سے خطاب کرتے ہوئے سید احمد خان اور لیفٹیننٹ کرنل گریہم نے سائینٹیفک سوسائٹی کے قیام کا اعلان کیا [۳] ۔ سید احمد خان سوسائٹی کے اعزازی سیکریٹری مقرر ہوئے ۔ سرکاری ملازمت کی وجہ سے باقاعدہ سیکریٹری مقرر ہونا ممکن نہ تھا ۔ واضح

---

[۱] ۔ 'آپس کی باتیں' ص نمبر ۲۴۳ ،ادبی دنیا، لاہور دورِ پنجم شمارہ پنجم ۔

[۲] ۔ مراد سید علی عباس جلالپوری ۔

[۳] ۔ سوسائٹی کا دوسرا عام فہم نام 'برٹش انڈین ایسوسی ایشن' تھا ۔

رہے کہ وزیر ہند ڈیوک آف آرگائل نے سوسائٹی کی سرپرستی قبول فرمائی تھی۔

اوّلین جلسے کی قرار داد میں سید احمد خان نے اس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد واضع کرتے ہوئے بتایا کہ اس سوسائٹی کے زیر اہتمام انگریزی کی علمی اور تاریخی و سائنسی کتابیں اردو میں ترجمہ کروا کے شائع کی جائیں گی تا کہ مغربی علوم و فنون کی طرف اہلِ وطن مائل ہوں۔ علمی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام کیا جائے گا اور ایک ایسا اخبار جاری کیا جائے گا جو حکومت اور رعایا کے درمیان افہام و تفہیم کا ذریعہ ثابت ہو گا۔ یہ اخبار انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع ہو گا۔ اخبار کے لکھنے والوں میں ہندوستانی (مسلمان اور ہندو) اور انگریز تینوں قوموں کے افراد شامل ہوں گے۔

سوسائٹی نے غازی پور میں ہی ترجمے کا کام باضابطہ طور پر شروع کر دیا تھا اور محض ایک سال کی قلیل مُدّت میں (۱۸۶۵ء تک) آٹھ کتابوں کے تراجم سید احمد خان کے نجی چھاپہ خانے سے چَھپ کر شائع ہوئے۔

۶ جون ۱۸۶۴ء کو سید احمد خان کا تبادلہ غازی پور سے علی گڑھ ہو گیا تھا اور چونکہ ان کی عدم موجودگی میں سوسائٹی کا کامیابی کے ساتھ آگے بڑھنا مشکل دکھائی دیتا تھا لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ سوسائٹی کا عملہ اور تمام سامان علی گڑھ منتقل کر دیا جائے۔

علی گڑھ منتقل کے بعد سوسائٹی کے دستور (مرتبہ: جنوری ۱۸۶۴ء غازی پور) میں چند معمولی ترامیم کی گئیں اور اسی سال سوسائٹی کے دفاتر کے لئے ایک عمارت تیس ہزار روپے کی لاگت سے مکمل ہو گئی۔ میرٹھ کے کمشنر ولیمز نے اس عمارت کا افتتاح کیا [1] اور اس کے ساتھ ہی سوسائٹی کے بنیادی ڈھانچے کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

۱۔ ڈیوک آف آرگائل سرپرست (وزیر ہند)
۲۔ اے ڈری فنڈ نائب سرپرست (لیفٹیننٹ گورنر شمال مغربی اضلاع)
۳۔ گریہم سیکریٹری (لیفٹیننٹ کرنل) مقرر ہوئے۔ سرپرست اور نائب سرپرست کے علاوہ جو عہدے مقرر کئے گئے وہ اراکین معاون (حضوری)

---

[1] اس موقع پر سید احمد خان نے آٹھ ہزار روپے کا ذاتی مطبع جو انھوں نے 'تبئین الکلام' کی طباعت کے لئے خریدا تھا۔ سوسائٹی کی نذر کر دیا۔ اسی زمانے میں بیگم صاحبہ نواب بھوپال نے ایک ہزار روپے مالیت کی الماس جڑی انگوٹھی سید احمد خان کو عطا کی تھی۔ وہ بھی سوسائٹی کی نذر کر دی۔

اراکین معاون (مکاتیبی) اراکین اعزازی اور رفقائے سوسائٹی کے تھے ۔ اوّلین سیکریٹری کرنل گریہم کے بعد سید احمد خان اس عہدے پر فائز ہوئے ۔

سوسائٹی کے کارکنوں میں پانچ سو روپے ماہوار کے تنخواہ دار مترجمین کے علاوہ کونسل مشیر اور کارپردازانِ سوسائٹی بھی مقرر ہوئے ۔

سید احمد خان اور کرنل جے ۔ ڈبلیو ۔ ہملٹن نے نیچرل فلاسفی ، تاریخ ، اور معاشیات کی اہم انگریزی کتب کو سب سے پہلے ترجمہ کرنے کا مشورہ دیا بعد میں سیاسیات اور جغرافیہ کے مضامین بھی اس فہرست میں شامل کر دیئے گئے ۔ الطاف حسین حالی کے مطابق سوسائٹی نے ان موضوعات سے متعلق تقریباً چالیس کتابیں ترجمہ کروا کے شائع کیں [1] سب سے پہلے رولن کی 'تاریخ مصر و یونان' ترجمہ کی گئی ۔ دیگر اہم تراجم میں مؤنٹ اسٹوارٹ الفنسٹن کی دو کتابیں: ، تاریخِ ایران ، اور ، تاریخ چین ، کے علاوہ ریورنڈ ایکسوس کی ، تاریخِ ہند ، بہت نمایاں ہیں ۔

سوسائٹی کے شائع کردہ تراجم کا سرسری جائزہ ھی اس بات کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے کہ سید احمد خان اور ان کے دیگر رفقائے کار تاریخی و علمی موضوعات سے متعلق کتب کی عملی افادیت کا مکمل شعور اور اس عہد کے تقاضوں کے تحت کتابوں کے انتخاب کا کامل شعور رکھتے تھے ۔

سوسائٹی کی تعمیر کردہ نئی عمارت ،علی گڑھ انسٹیٹیوٹ، میں ایک عجائب گھر بھی قائم کیا گیا تھا جو علمی آلات اور مختلف سائنسی کلوں کے نمونے فراہم کرتا تھا ۔

لیکچرز کے سلسلے میں ڈاکٹر کلکلی ہر ماہ طبیعاتی سائنس کے موضوعات پر تقریر کرتے اور سائنسی آلات کی مدد سے حاضرین کو تجربے کرواتے تھے [2]

سوسائٹی نے ۱۸٦٦ء میں ،انسٹیٹیوٹ گزٹ، شائع کرنا شروع کیا ۔ گو اس اخبار میں مختلف موضوعات یعنی اخلاقیات ، سماجیات اور سائنسی علوم سے

۱۔حیات جاوید، حصہ دوم ص نمبر ۲٦ طبع اوّل (س ۔ ن)

۲ ۔ سوسائٹی کی ملکیت میں ایک باغ بھی تھا جس میں علمِ فلاحت سے متعلق تجربات کئے جاتے تھے ۔ ایک مرتبہ گیہوں کی فصل نہایت درجہ اعلیٰ پیدا کی گئی ۔ اسی زمانے میں سید احمد خان نے ایک آہنی نل بھی ایجاد کی جس کے ذریعے گیہوں کے ایک ایک دانے کی بوائی کی جاتی تھی ۔ یاد رہے کہ سوڈا واٹر بنانے کی پہلی مشین اسی تجربہ گاہ میں لگائی گئی تھی ۔ اس کے علاوہ روئی اوٹنے کی مشین لگائی گئی اور فوٹوگرافی کا تربیتی کورس مکمل کیا گیا ۔

متعلق طبع زاد مضامین یا تراجم شائع کئے جاتے تھے ۔ تاہم اس اخبار کی امتیازی حیثیت مجموعی طور پر سیاسی تھی ۔ اخبار کی ابتدائی جلدیں دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس میں زیادہ تر مضامین خود سید احمد خان نے لکھے جو سراسر سیاسی مسائل سے متعلق تھے ۔

اس اخبار میں وہ تمام خطبات (لیکچرز) بھی شائع کئے گئے جو سوسائٹی کے زیر اہتمام دیئے گئے ۔ اخبار میں اصلاحی و سیاسی مضامین کے بعد سب سے زیادہ اَدارتی نوٹ اور مضامین تعلیمی مسائل پر ملتے ہیں ۔ سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ اخبار میں انگریزوں کی سیاسی حکمتِ عملی اور ہندوستان کے معاشی استحصال کو موضوع بنا کر حکومت پر کڑی نکتہ چینی بھی کی گئی ہے، نیز انسٹیٹیوٹ گزٹ صحافتی آزادی کا علمبردار نظر آتا ہے ۔

سوسائٹی کی اس نوع کی کارکردگی کی دیکھا دیکھی بعد میں متعدد سائینٹیفک سوسائٹیاں ، انجمنیں اور سبھائیں قائم ہوئیں ۔

واضح رہے کہ یہ سوسائٹی تقریباً دس سال تک سید احمد خان کی عدم موجودگی میں بھی قائم رہی ۔ یہ وہ زمانہ ہے جب ۱۸۶۷ء میں سید احمد خان کا تبادلہ علی گڑھ سے بنارس شہر ہو گیا ۔ سید صاحب ۱۸۷۶ء تک بنارس میں رہے اس تمام عرصے میں سیکریٹری کے فرائض راجہ جے کشن داس (سی ۔ آئی ۔ ای) نے سنبھالے جو اس زمانے میں علی گڑھ کے ڈپٹی کلکٹر تھے ۔

سوسائٹی کے شائع کردہ تراجم پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ خصوصی طور پر معاشی اصطلاحات کے ترجموں میں بڑے سلیقے سے کام لیا گیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان اصطلاحات میں سے بیشتر نے یا تو اپنی اصل حالت میں یا کسی قدر تبدیلی کے ساتھ اردو معاشیات کے مضمون میں مستقل جگہ بنا لی ہے ۔ مترجمین نے طویل حواشی لکھ کر متن کی وضاحت کا فریضہ بخوبی ادا کیا ہے۔

اس باب میں معاشیات کی دو کتابوں کا تفصیلی مطالعہ سود مند رہے گا:

۱ ۔ رسالہ علم انتظام مدن،

پروفیسر ناساولیم سینیئر/بابو رام کالی و رائے شنکر داس ۔ سائینٹیفک سوسائٹی علی گڑھ ۔ ۱۸۶۵ء یہ کتاب آکسفورڈ یونیورسٹی برطانیہ کے سابق پروفیسر ناساولیم سینیئر کی تصنیف ہے جسے مرتّب کرتے وقت مسٹر جم نے چند حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے ۔

یہ کتاب سوسائٹی کے سرپرست ڈیوک آف آرگائل کے نام معنون کی گئی اور سید احمد خان کے خانگی مطبع سے چھپ کر تیار ہوئی ۔

کتاب کے آغاز میں مضامین کی فہرست سے قبل سیکریٹری (سید احمد خان) نے مترجمین کا شکریہ ادا کیا ہے کہ انہوں نے پچاس صفحات کا ترجمہ کیا ۔

ابتدا میں معاشیات کی اصطلاحات کے ترجمے/متبادل اردو الفاظ درج کئے گئے ہیں جیسے :

ECONOMIC WEALTH — دولت
UTILITY — معاوضہ
SUPPLY — مقدار وصول
EXCHANGE — تبدّل
SETTLEMENT — محتاجوں کا حق امداد خواہی

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو:

' — علم انتظام مدن جس پر بحث کرنی منظور ہے ، وہ علم ہے کہ اس کے ذریعے سے دولت کی ماہیت اور اس کی تحصیل و تقسیم کے طریقے دریافت ہوتے ہیں کام اپنا یہ ہے کہ ان معنوں کی تشریح کریں جن میں لفظ دولت کا مستعمل ہے اور اس اصطلاح سے ہم ان سب چیزوں کو سمجھتے ہیں جو تبدّل اور معاوضے کے قابل ہیں اور تعداد اور مقدارِ وصول ان کی محدود اور معین ہے اور ان کے وسیلے سے بواسطہ یا بلاواسطہ تکلیفیں زایل اور راحتیں حاصل ہوتی ہیں یا یہ تفسیر کی جاوے کہ دولت سے وہ چیزیں مراد ہیں کہ ان میں تبدل و معاوضہ یعنی خریدنے اور کرایہ پر لینے کی صلاحیت حاصل ہوئی ' ۔

۲ ۔ اصول سیاست مدن

جان اسٹوارٹ مل/پنڈت دہرم نرائن دہلوی ۱۸۶۹ء

یہ سوسائٹی کی شائع کردہ بارھویں کتاب ہے ۔ جس کے مترجم پنڈت دھرم نرائن دھلی کالج کے فاضل تھے اور ویلنڈ کے ایک مختصر رسالے کا ترجمہ ۱۸۴۵ء میں کر کے خاصی شہرت حاصل کر چکے تھے ۔ 'اصول سیاسات مدن' کا ترجمہ بھی انہوں نے دھلی کالج کے لئے کیا تھا جو ادھورا ہونے کے باعث دھلی کالج سے طبع نہ ہو سکا ۔ سوسائٹی کے لئے سید احمد خان کی گزارش پر پنڈت جی نے اس ترجمے میں ترامیم و اضافے بھی کئے ۔

کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ: 'یہ ترجمہ اصل کے مطابق ہے اور تمام مطالب واضح ہیں'۔ اس کتاب میں بھی معاشیات کی اصطلاحات کے تراجم و مترادفات دیئے گئی ہیں جیسے :

EXCHANGE — مبادلہ
CONSUMPTION — صرف یا خرچ
PRODUCTION — صنعت کاری یا پیدائش
PRODUCTIVE LABOUR — پیدا کرنے والی محنت
UNPRODUCTIVE LABOUR — غیر پیدا کرنے والی محنت
CO-OPRATION — عمل بہ اتفاق
CAPITAL — راس المال
NECESSURIES — اشیائے حاجات
JOINT STOCK COMPANY — ساجھے کی پونجی کارخانہ یا ساجھے کا کارخانہ

ترجمے سے اقتباسات ملاحظہ ہوں:

۱ ۔ 'کچھ شک نہیں کہ پیدائش کے واسطے محنت مقدّم ہے۔ مگر محنت کا نتیجہ ہمیشہ پیدائش نہیں ہوتا۔ بہت سے فروع محنت کے بذاتِ خود بہت کار آمد اور مفید ہیں مگر پیدائش ان کا مقصود نہیں'۔

۲ ۔ 'اصول مقاصد کے رسالے کے مقدمے میں ہم یہ تفصیل بیان کر آئے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے یعنی اس کو چونکہ ہزاروں حاجتیں لاحق ہوتی ہیں اور وہ اپنی ذات سے ان میں سے ایک کے سر انجام کا بھی اچھی طرح سے متکفل نہیں ہو سکتا اس لئے ضرورت پیش آتی ہے کہ آدمی جماعت میں رہیں اور پیشوں اور حرفوں کو آپس میں بانٹ لیں۔ جب ایک حرفہ والے کو دوسرے حرفہ والے کی جنس کی ضرورت پیش آئے تو اس کو مبادلہ میں حاصل کرے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ مقصود، جماعت میں رہنے کا یہ ہے کہ آدمی اشیائے حاجاتِ ضروری اور سامانِ عیش و کامرانی بآسانی مہیا کر سکیں۔ ان اشیائے حاجات ضروری اور سامانِ عیش و کامرانی کا نام ہم دولت رکھتے ہیں اور علمِ دولت کو سیاست مدنی سے تعبیر کرتے ہیں —'

انجمن پنجاب، لاہور (۲۱، فروری ۱۸۶۵ء)

انجمن پنجاب لاہور کا دوسرا نام، انجمن اشاعت مطالب مفیدہ پنجاب، تھا۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد پنجاب میں تعلیم کا فروغ اور علوم و فنون کی

ترقی تھا۔ یہ انجمن سرکار کے ایما پر ھی قائم کی گئی۔ ۲۱، فروری ۱۸۶۵ء میں انجمن کا پہلا اجلاس سکشاسبھا کے مکان پر ہوا۔ انجمن کے قیام کے ٹھیک ایک سال بعد انجمن کے شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ نے کام شروع کر دیا جبکہ انجمن کے جلسے اس کی علاوہ تھے۔ انجمن نے ۱۸۶۵ء سے ۱۸۶۸ء تک ،رسالہ انجمن پنجاب، میں ایک سو چالیس مضامین شائع کئے۔ خطبات کے سلسلے اور انجمن کے مشاعروں نے اردو ادب کو ایک نئی کروٹ دے دی۔ انجمن کے مشاعرے جدید شاعری کی بنیاد ثابت ہوئے۔ 'رسالہ انجمن پنجاب' کے بارے میں ڈاکٹر عبدالسلام خورشید لکھتے ہیں :

'انگریزی اور ہندی میں بھی کبھی کبھار ایگ آدھ مضمون دیا جاتا تھا۔ مولانا آزاد کے علاوہ مضمون نگاروں میں پنڈت من پھول۔ مولوی علم دارچن۔ سید ہادی حسین۔ منشی نوبین چندر رائے۔ منشی دیوان چند۔ برکت علی خاں اور پنڈت رادھاکشن شامل تھے۔' ۱

بقول ڈاکٹر محمد باقر: ' کوئی تاریخ ، کوئی کتاب یا کوئی رسالہ اس دور کی زندگی پر اتنی روشنی نہیں ڈال سکتا جس قدر یہ مضامین '۔ ۲

انجمن پنجاب کے اعلیٰ عہدہ داروں میں کرنل ہالرائڈ اور ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹنر بہت نمایاں تھے۔ جبکہ انجمن پنجاب کے مترجمین میں پیرزادہ محمد حسین عارف بہت نمایاں دکھائی دیتے ہیں

پیرزادہ محمد حسین عارف نے ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لائٹنر کی فرمائش پر انجمن پنجاب کے لئے انگریزی سے مندرجہ ذیل تراجم کیے :

۱ ،سرولیم ھملٹن کے فلسفے کا خلاصہ،
۲ ،رسالہ اقسام حقیقت اراضی و طریق ہائے مالگزاری،
۳ ،منطق استقرائی،
۴ ،مفتاح الافلاک یا علم ھیئت،
۵ . رسالہ سیّاست مدن،
۶ ،تشریحات قوانین انگلستان،
۷ ،رسالہ علم سکون سیّالات،

۱۔ بحوالہ: مضمون: ،اردو صحافت . مطبوعہ: نقوش لاہور، خصوصی شمارہ ،لاہور نمبر،
۲۔ بحوالہ: مضمون: ،مرحوم انجمن پنجاب، مطبوعہ: اوریئنٹل کالج میگزین لاہور۔

٨ ,علم اصول قانون،
٩ ,رسالہ علم سیارات،

انجمن پنجاب لاہور کے شائع کردہ دیگر تراجم میں مندرجہ ذیل بہت مشہور ہیں :

١٠ ,جبرو مقابلہ, حسب الحکم کپتان ہالرائڈ مطبوعہ: مطبع سرکاری لاہور:١٨٦٩ء

١١ ,سنین اسلام، حسب الحکم ڈاکٹر لائٹنر   ایضاً
جلد اوّل: ١٨٧١ء ، جل دوم: ١٨٧٦ء

١٢ ,مبادی علم جیولوجی، ترجمہ: مولوی الطاف حسین حالی مطبوعہ: مطبع سرکاری لاہور : ١٨٨٣ء

رویل کھنڈ لٹریری سوسائٹی ـ بریلی (مئی ١٨٦٥ء)

جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد جب ھنگام کی گرد بیٹھی تو ١٨٦۴ء میں پروفیسر بٹن کی زیر نگرانی جس طرح دھلی کالج کے دوبارہ اِحیا کی کوشش کی گئی اور سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور (١٨٦۴ء) کا قیام عمل میں آیا بعینہٖ اسی طرح متعدد سوسائٹیاں ، انجمنیں اور سبھائیں وجود میں آئیں ، انجمن تہذیب لکھنؤ ، بنارس انسٹیٹیوٹ ، دھلی سوسائٹی ، اٹاوہ ڈیبٹنگ کلب ، انجمن پنجاب، سائنٹیفک سوسائٹی بہار ، انجمن راجپوتانہ اور مہاجن سبھا مدراس اس کی چند مثالیں ہیں ـ ان سب انجمنوں میں نمایاں ,رویل کھنڈ لٹریری سوسائٹی ـ بریلی، تھی ـ اسے دھلی کالج کی ایک نمایاں شاخ کہنا زیادہ مناسب ہو گا ـ

رویل کھنڈ کے اضلاع میں انگریزی تعلیم کا چلن عام کرنے کے لئے بریلی کی ایک قدیمی درس گاہ ,سنٹرل کالج بریلی، اور ,میرٹھ اسکول، نے اوّل اوّل میرٹھ اور بریلی میں کام شروع کیا تھا ـ دھلی کالج ھی کی بنیادوں پر نئی عمارت کھڑی کرتے ھوئے رویل کھنڈ میں مغربی علوم کی نشرو اشاعت کی غرض سے مئی ١٨٦٥ء میں ,رویل کھنڈ لٹریری سوسائٹی ـ بریلی، کا قیام عمل میں آیا ـ

اس کے میر مجلس رائے بختاور سنگھ بہادر سب جج بریلی تھے ـ اوّلین سیکریٹری لالہ لچھمی نرائن اور جوائنٹ سیکریٹری عبدالعزیز خاں وکیل تھے ـ سوسائٹی کا دفتر کوٹھی کشمبر (بریلی) میں تھا ـ [1] یاد رہے کہ بابو کالی چرن سوسائٹی کے نائب صدر تھے ـ

١- اختر شاھی، از حاجی محمد اشرف ـ اختر پریس لکھنؤ ص ٢٢٨

'باہ مئی ۱۸۶۵ء حسب منشاء جناب کمشنر و ڈائریکٹر شمالی و مغربی کے، محکمہ لٹریری سوسائٹی روہیل کھنڈ باہتمام بابو کالی چرن و لچھمی نرائن بریلی میں جاری ہوا' ۔ ۱

اس سوسائٹی کے دائرہ کار کے بارے میں گارساں دتاسی کا ایک مستند حوالہ بھی موجود ہے ۔ گارساں دتاسی لکھتے ہیں:

'اس انجمن کا اصل مقصد جدید علوم کو ہندوستانیوں میں رواج دینا ہے ۔ چنانچہ یہ انجمن عام دلچسپی کی کتابیں شائع کر رہی ہے — اس کے علاوہ انجمن مغربی علوم و فنون کی کتابوں کا ہندوستانی میں ترجمہ کرائے گی اور انجمن جن ترجموں کو قبول کرے گی اس کا معاوضہ ادا کرے گی' ۔ صوبہ شمالی مغربی یا ہندوستان کے کسی اور گوشے کا باشندہ علمی کتب کا ترجمہ اس انجمن میں پیش کر سکتا ہے ۔ انجمن اس ترجمے کو دیکھے گی کہ آیا واقعی وہ اس کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں ۔ اگر ترجمہ قابل قبول ہے تو اس کی طباعت کا انتظام کیا جائے گا ۔ انجمن کی تنظیم حسب ذیل ہے ۔

ایک کمیٹی ہے جو اپنا صدر، نائب صدر، معتمد اور خزانہ دار منتخب کرتی ہے ۔ انجمن کے معمولی ارکان کی تعداد غیرمحدود ہے اس کا چندہ چوبیس روپیہ سالانہ ہے ۔ کمیٹی کے ارکان زیادہ تر ہندو اور مسلمان امراء ہیں ۔ ان کے علاوہ بریلی اور روہیل کھنڈ کے دوسرے حصوں کے اہل علم و فضل بھی اس میں شریک ہیں ۔ مہینے میں ایک مرتبہ کمیٹی کا جلسہ ہوتا ہے ' ۔ ۲

سوسائٹی نے اپنا پریس محلہ ساہوکارہ بریلی شہر میں قائم کیا ۔ چھاپہ خانہ کے سیکریٹری بھی لالہ لچھمی نرائن تھے ۔

روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی نے اپنا ماہوار رسالہ ،مخزن العلوم، (مرتّب : لالہ لچھمی نرائن) کے نام سے جاری کیا ۔ یہ پرچہ ۲۸ اوراق پر مشتمل ہوا کرتا تھا ۔ ،مخزن العلوم، کے مندرجات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس سوسائٹی سے ہندوؤں نے زیادہ دلچسپی لی ۔ سوسائٹی نے روہیل کھنڈ کے تمام اضلاع کی تاریخیں مرتب کرنے کا پروگرام بنایا تھا لیکن صرف ،بریلی شہر، اور ،بدایوں شہر، کی تاریخیں شائع ہو سکیں ۔ یہ کتابیں بالترتیب: ،تاریخ روہیل کھنڈ، از نواب نیاز احمد خاں ہوش (مطبوعہ بریلی: ۱۸۶۶ء) اور ،تاریخ بدایوں، از رائے

---

۱ ،تاریخ روہیل کھنڈ، ۔ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی پریس ۱۸۶۶ء

۲ ،خطبات گارساں دتاسی، ۔ انجمن ترقی اردو اورنگ آباد دکن ۱۹۳۵ء ص ۳۹

بختاور سنگھ بہادر (مطبوعہ بریلی: ۱۸۶۸ء) تھیں ۔

سوسائٹی کے ہندو ممبران کی سرگرمیوں کا یہ اثر ہوا کہ روہیل کھنڈ کے مسلمان بھی مغربی علوم و فنون کی طرف رغبت کرنے لگے چنانچہ بریلی کالج کے پرنسپل نے سالانہ رپورٹ (بابت: ۱۸۷۳ء) میں لکھا ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو خوشی خوشی مدرسے بھیجنے لگے ہیں ۔ ۱

روہیل کھنڈ کے دوسرے مقامات خصوصاً مراد آباد ، شاہ جہان پور، بدایوں اور آنولہ میں .روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی، کی متعدد شاخیں تادیر متحرک رہیں۲

ہمارے موضوع سے متعلق .انجمن علی بدایوں، سائنٹیفک سوسائٹی مظفر پور ، شاہجہان پور لٹریری انسٹیٹیوٹ ، انجمن مراد آباد اور .انجمن آنولہ، بہت نمایاں انجمنیں ہیں ۔

انجمن علمی بدایوں کا قیام ۱۸۶۵ء کا ہے ۔ حاجی محمد اشرف کے مطابق ۳ انجمن کا دفتر محلہ فرشوری کوٹھی مولوی عین الدین میں واقع تھا اور اس کے سیکریٹری فضل اکرم تھے ۔ انجمن کا آٹھ ورقی ماھانہ رسالہ ۱۸۸۲ء میں جاری ہوا ۴ ۔ جس میں وقتاً فوقتاً تراجم بھی شائع ہونے ۔ اس پرچے کا ضمیمہ (دو ورقی) ۱۰، فروری ۱۸۸۲ء میں جاری ہوا ۔ یہ پرچہ مطبع صبح بدایوں سے چھپتا تھا اور اس کے مرتب: علی امجد حسین بدایونی اثناء عشری تھے ۔ ۵

سائنٹیفک سوسائٹی مظفر پور (ضلع بہار) کا قیام ۲۲ مئی ۱۸۶۸ء کو عمل میں آیا ۔ اس سوسائٹی نے سیاسیات، فلکیات، جغرافیہ، جبرو مقابلہ ، طبعیات ، معدنیات اور فن تعمیر سے متعلق انگریزی کتابوں کے تراجم شائع کیے ۔ سوسائٹی کے مترجمین میں رائے سوہن لال سپرنٹنڈنٹ نارمل اسکول پٹنہ کا نام سرفہرست ہے ۔

.شاہ جہان پور لٹریری انسٹیٹیوٹ، ۱۸۶۸ء میں قائم ہوا ۔ اس کے اوّلین صدر آر ۔ ایف ۔ سانڈرس تھے ۔ اس انسٹیٹیوٹ کا ماھانہ مجلّہ . مظہرالعلوم، مطبع

---

۱ .مقالات گارساں دتاسی، جلد دوم ، ص ۱۶۳

۲ تفصیلات کے لئے دیکھیے: .شمالی ہند کی چند لٹریری سوسائٹیاں، از ڈاکٹر محمد ایوب قادری، مشمولہ مجلہ .علم و آگہی، گورنمنٹ نیشنل کالج ۔ کراچی خصوصی شمارہ بابت ۷۳ ۔۱۹۷۳ء

۳ .اختر شاہی، مطبوعہ: اختر دکن پریس لکھنؤ، ص ۳۷

۴ ایضاً ص ۴۷

۵ ایضاً ص ۱۰

محمدی (لیتھو پریس) شاہ جہان پور محلہ لودی کٹری احاطہ پادری جانس سے چھپتا تھا ۔ چالیس صفحات پر مشتمل اس پرچے میں علمی اور سائنسی طبع زاد مضامین کے علاوہ تراجم شائع ہوا کرتے تھے ۔

،مظہر العلوم، (بابت: اگست ۱۸۷۰ء جلد ۲۵) میں شائع شدہ مضامین کے عنوانات ملاحظہ ہوں: (۱) خمیرہ نائٹروجن (۲) چاند کے قد اور فاصلہ کا بیان (۳) اقوال افلاطون . مظہر العلوم، ستمبر ۱۸۷۰ء جلد ۲۶
(۱) روشنی کا بیان (۲) ھیئت کا بیان (۳)دوپہر کے بعد پانی کیوں بلند اٹھتا ہے ۔

انجمن مراد آباد کا قیام سر ولیم میور کی سعی سے عمل میں آیا ۔ اس انجمن نے سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ کی طرح علمی اور اصلاحی کوششوں کے ساتھ ساتھ عملی سیاسیات سے بھی واسطہ رکھا ۔ انجمن کے سیکریٹری بابو گنگا پرشاد اور داروغہ قاضی احتشام الدین تھے ۔ اس انجمن کے بارے میں گارساں دتاسی رقم طراز ہیں: ۱

'گزشتہ سال سر ولیم میور کی سرپرستی میں مراد آباد میں برٹش انڈین ایسو سی ایشن کی ایک شاخ قائم ہوئی ہے ۔ سال کے آخر میں اس انجمن کے جلسے میں منشی گنگا پرشاد نے انجمن کی خدمت گزاری کے مقاصد پر تقریر کی اور کہا کہ ان مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی ایک صورت یہ اختیار کی گئی ہے کہ مغربی علوم کو رائج کرنے کی ہر ممکنہ کوشش کی جا رہی ہے' ۔

اس انجمن نے ،گنجینۂ علوم، کے نام سے اپنا پہلا پرچہ ۱۳، دسمبر ۱۸۶۸ء میں شائع کیا ۔ یہ رسالہ تیس صفحات پر مشتمل تھا اور ایسوسی ایشن پریس مراد آباد سے شائع ہوا کرتا تھا ۔

انجمن آنولہ ضلع بریلی کے ایک قصبہ ،آنولہ، میں قائم ہوئی ۔ بقول حاجی محمد اشرف ۲ اس انجمن کا مرکز و محور حکیم وارث علی کی شخصیت تھی ۔ آپ نے ۱۸۸۱ء میں ،صبح صادق ، کے نام سے اس انجمن کا اپنا پرچہ جاری کیا جو ان کے ذاتی مطبع سے شائع ہوا کرتا تھا ۔

محولہ بالا ،برٹش انڈین ایسوسی ایشن، کی شاخوں کے اثرات سے متعلق گارساں دتاسی رقم طراز ہیں:

'ان انجمنوں کے قیام سے اھل ہند کا یورپ کے ساتھ ربط قائم ہو رہا ہے ۔

---

۱ ،خطبات گارساں دتاسی، بابت ۱۸۶۹ء ص ۷۹۳

۲ ،اختر شاہی، ۔ اختر دکن پریس لکھنؤ ص ۱۶۷

اس ربط ضبط کی بدولت ہندوستان میں ایک نئی تہذیب قائم ہونے والی ہے' ۔

(.خطبات گارساں دتاسی، ص ۸۰۲ سے اقتباس)

سررشتۂ علوم و فنون (سلسلۂ آصفیہ) حیدر آباد دکن ۔ ۱۸۹۷ء

.سر رشتۂ علوم و فنون، حیدر آباد (دکن) نواب سر وقارالامراء کے حکم سے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں قائم ہوا ۔ اسے قائم کرنے کا واحد مقصد مختلف ترجمہ شدہ جدید علوم کی کتابوں کی اشاعت سے اردو کو علمی زبان بننے میں مدد دینا تھا ۔ اَبتداء میں اس ادارے کی نگرانی بالترتیب مولوی سید علی بلگرامی اَور مولوی کاظم علی کے سپرد رہی ۔ ۱۹۰۰ء میں شبلی نعمانی اس کے ناظم اعلیٰ مقرر کئے گئے ۔ یہ ادارہ نواب سر وقارالامراء کے بعد کچھ عرصہ تک فعال نہیں رہا لیکن یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی وزارت کے زمانے میں طریقۂ کار کی معمولی تبدیلیوں کے ساتھ اس طرف پھر توجہ دی گئی ۔ بہترین کتابوں کے مؤلفین و مترجمین کو خطیر رقم بطور انعام پیش کی جاتی اور ان کی کتابوں کو سلسلۂ آصفیہ میں داخل کر لیا جاتا تھا ۔ اس خصوص میں عبدالحلیم شرر ، نظم طباطبائی اور سید علی شوستری کے نام بہت نمایاں ہیں ۔

سررشتۂ علوم و فنون (سلسلۂ آصفیہ) کے طفیل 'سفر نامہ جے ۔ بی ۔ ٹیونیر' (از جے ۔ بی ٹیونیر ، مطبوعہ: مفید عام پریس آگرہ :۱۶۷۸ء) اور 'سفر نامہ موسیوتھیونو' (از تھیونو ۔ مطبوعہ: مفید عام پریس آگرہ: س ۔ ن) جیسے تراجم کا ارود ادب میں اضافہ ھوا ۔

.سفرنامہ موسیوتھیونو، ایک فرانسیسی سیاح تھیونو کی سیاحت دکن (۱۶۵۵ء تا ۱۶۶۸ء) سے متعلق کتاب ہے ۔ یہ کتاب 'سلسلۂ آصفیہ کی اوّلین کتابوں میں سے ایک ہے ۔ اس کتاب کی نگرانی و نظرثانی کے فرائض سر رشتہ کے ناظم اعلیٰ سید علی بلگرامی نے انجام دیئے ۔ یہ ترجمہ اے ۔ لیول کے انگریزی ترجمہ مطبوعہ ۱۶۸۷ء سے کیا گیا ہے ۔ اس معلومات افزا کتاب سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو:

'یہ ہندی ستمبر کے مہینے کے آخر میں ایک اور چڑاوا (چڑھاوا) چڑھایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سمندر کھل جائے ۔ کیونکہ ان کے سمندر میں کوئی شخص کسی سے لے کر اس زمانے تک سفر نہیں کر سکتا ۔ اس عرصہ میں گویا ان کے سمندر کا راستہ ہی بند رہتا ہے ۔ مگر اس چڑاوے میں سوائے ناریل پھینکنے کے اور کوئی بڑی رسمیں ادا نہیں کی جاتیں' ۔

انجمن ترقیٔ اردو ۔ ۱۹۰۳ء

آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک شعبہ 'شعبۂ علمیہ' اردو زبان و ادب کی ترقی (تصنیفات ، تالیفات و تراجم) سے متعلق بھی تھا ۔ ۱۹۰۳ء کے اوائل میں اسے کانفرنس سے علیحدہ کر دیا گیا اور انجمن ترقیٔ اردو کا تصوّر ابھرا [1] ۔ درحقیقت اس زمانے میں اردو کے تحفظ کی جدوجہد سیاسی جدوجہد کا حصہ بن رہی تھی ۔

علی گڑھ کالج کے سیکریٹری محسن الملک (مہدی حسن خاں) نے بڑی شد و مد سے اس تحریک کی رھنمائی کی ۔ گورنر یو ۔ پی نے مسلمانوں کی اس جدوجہد کو ذاتی وقار کا مسئلہ بنا لیا اور علی گڑھ کالج کی سرکاری امداد بند کرنے کی دھمکی دی ، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ اردو کا تحفظ علی گڑھ کالج کے لئے ایک مستقل خطرہ بن گیا ۔ اس پریشان کن صورت حالات سے نپٹنے کے لئے ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقیٔ اردو کا قیام عمل میں آیا ۔ اس سے دیگر فوائد کے علاوہ یہ ہوا کہ انجمن ، علی گڑھ کالج اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ایک ذیلی ادارہ بننے سے بچ گئی ۔

انجمن کا دستور العمل ۱۸، اپریل ۱۹۰۳ء کو شائع ہوا اس لئے انجمن کے قیام کی تاریخ کو اسی تاریخ سے شمار کیا جاتا ہے ۔

شبلی نعمانی انجمن ترقی اردو (دولت آباد دکن مرکزی شاخ) کے اولین سیکریٹری مقرر ہوئے ۔ انجمن کے پہلے صدر پروفیسر ٹامس آرنلڈ اور نائب صدور خواجہ الطاف حسین حالی ، نذیر احمد دہلوی اور ذکاء اللہ دہلوی تھے ۔ پہلی سالانہ رپورٹ (بابت: ۱۹۰۳ء) میں انجمن کے مقاصد اور طریقہ کار پر بحث کرتے ہوئے شبلی نعمانی صراحت پیش کرتے ہیں کہ چونکہ ہر قوم کی ترقی اس بات پر موقوف ہے کہ علوم و فنون اس کی مادری زبان میں آ جائیں اس لئے اردو میں علوم و فنون جدیدہ کے ترجمے کی اہمیت مسلّم ہے ۔ ترجمے کے باب میں انھوں نے فرمایا:

'یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں کام یعنی ایشیائی اور مغربی علوم و فنون کا ترجمہ اور تالیف خود ہو رہے ہیں اور اس کے لئے کسی انجمن کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں ۔ عربی ، سنسکرت اور فارسی کی سینکڑوں کتابیں

---

[1] اس اعتبار سے انجمن کے قیام کی درست تاریخ ۱۸ اپریل ۱۹۰۳ء ٹھہرتی ہے ۔

ترجمہ ہو چکیں اور ہوتی جاتی ہیں ۔ انگریزی تصنیفات کا بھی معتد بہ حصہ ملکی زبان میں آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے ۔ ملک میں سینکڑوں ہزاروں مترجم پیدا ہو گئے ہیں جن کا مشغلہ زندگی یہی ہے ۔ یہ سوال واقعی لحاظ کے قابل ہے اور اس کا جواب دینا ایک بہت بڑے عقدہ کو حل کرنا ہے ۔

بے شبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی ایشیائی اور مغربی تصنیفات ملکی زبان میں منتقل ہو گئی ہیں ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کس درجہ کی ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس مسئلے کی طرف لوگوں کو علم نے نہیں بلکہ ضرورتِ معاش نے متوجہ کیا ہے اس لئے کام کرنے والے اس میں اصلی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہیں ۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کن چیزوں کے ترجمے اور کس قسم کی تصنیفات مذاقِ عام کے موافق ہیں اور جلبِ زر کا ذریعہ بن سکتی ہیں ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس علمی پیداوار کا بڑا حصہ (جو کُل کے قریب ہے) ناول ، ادنیٰ درجہ کی تاریخیں اور سوانح عمریاں ہیں ۔ کسی اشتہاری کتب فروش کی فہرست کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آدمی سوانح عمری کے انعام سے محروم نہیں رہا ۔ لیکن یہ سوانح عمریاں کس قسم کی ہیں ، اس کا آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں ۔ علوم و فنون کی بھی بعض کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں ۔ وہ کتابیں فی نفسہ اچھی بھی تھیں لیکن قابل لحاظ یہ ہے کہ ترجمہ کیسا ہوا ۔ کیا مترجمین واقعی کامل استعداد رکھتے تھے ۔ کیا ترجمہ کی دنیا میں ان لوگوں کی کچھ شہرت تھی ۔ کیا ان ترجموں کو شائع ہونے سے پہلے کسی مبصر جماعت نے تنقید کی نظر سے دیکھ لیا تھا ۔ بے شبہ ان خذف ریزوں میں ایک آدھ جواہر بھی نکل آتے ہیں لیکن وہ کالعدم ہیں' ۔ ۱

ان تفصیلات کے بعد مولانا نے انجمن کی مستقل ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ عوام کے مذاق کی پیروئی محض کی بجائے یہ سوچا جائے کہ قوم میں کس نوع کا ادبی اور علمی مذاق پیدا کرنے کی ضرورت ہے ۔ انھوں نے ایک مقام پر کہا کہ:

'صرف ایک اردو زبان ہے جو باوجود عام زبان ہونے کے علمی تصنیفات اور خصوصاً علوم و فنون جدیدہ سے بالکل محروم ہے' ۔ ۲

دراصل اس مقام پر مولانا شبلی، شمس الامراء حیدر آباد دکن ، شاہان اودھ

---

۱ سالانہ رپورٹ انجمن ترقی اردو (ہند) بابت: ۱۹۰۳ء ص ۳ ے ۴

۲ ایضاً ص ۵

لکھنؤ ، دھلی کالج ، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی اور سلسلۂ آصفیہ کی سنجیدہ کوششوں کو یکسر فراموش کر گئے یا ممکن ہے مولانا کی مذکورہ اداروں سے متعلق معلومات ناقص ہوں ۔ بہر طور انجمن ترقی اردو محولہ بالا مقاصد کے ساتھ فعال رہی ، گو ابتدائی دس برس تک (یعنی ۱۹۱۳ء تک) کام کی رفتار نہانت سُست دکھائی دیتی ہے ۔ ابتدائی سالانہ رپورٹوں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تجویزیں تو بہت پیش ہوئیں اور مترجمین کے ناموں کے ساتھ ترجمہ شدہ کتب کے نام بھی شائع کئے گئے ، لیکن ان میں سے بیشتر تراجم مسودات ھی کی شکل میں بچ رہے ۔ اس مُدّت میں شبلی نعمانی کے انجمن سے استعفیٰ (۱۹۰۵ء) کے بعد نواب صدر یار جنگ (حبیب الرحمٰن خاں شروانی) اور مولوی عزیز مرزا (۱۹۰۹ء) انجمن کے سیکرٹری رہے ۔ مولوی عزیز مرزا ۱۹۰۹ء تا وفات ۱۹۱۱ء تک اس منصب پر فائز رہے ۔ درحقیقت انجمن کے عہد زریں کا آغاز ۱۹۱۲ء میں ہوا جب ڈاکٹر عبدالحق نے سیکرٹری کے فرائض سنبھالے ۔ ڈاکٹر عبدالحق کی شاندار قیادت اور حیدر آباد دکن میں دفاتر کی سرکاری زبان اردو ہونے کے باعث انجمن خوب پھلی پھولی ۔ انجمن نے جیدر آباد کی تدریسی ضروریات کے مطابق بیرونی زبانوں سے متعدد کتب کے تراجم کرائے اور حیدر آباد کے سرکاری اور مقامی امراء نے انجمن کی مالی امداد بھی کی ۔

انجمن کا سب بڑا کارنامہ اصطلاحاتِ علمیہ کا ترجمہ اور اصولِ وضع اصطلاحات پر توجہ دینا ہے ۔ مطبع انجمن اردو باغ ۱۹۲۴ء میں قائم ہوا ۔

۱۹۳۶ء میں سیاسی حالات کے پیش نظر انجمن کا دفتر دولت آباد سے دھلی منتقل کر دیا گیا ۔ اس وقت تک انجمن ترقی اردو ایک ملک گیر جماعت کا درجہ حاصل کر چکی تھی ۔

یاد رہے کہ ۱۹۲۶ء میں سرراس مسعود کو انجمن کا صدر منتخب کیا گیا تھا ۔ ان کی وفات (۱۹۳۷ء) کے بعد سر تیج بہادر سپرو انجمن کے صدر چنے گئے ۔ ۱۹۴۵ء مین شریک معتمد کا عہدہ قائم ہوا تو ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کو انجمن کا پہلا شریک معتمد ہونے کا اعزاز حاصل ہوا ۔

قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۸ء میں انجمن کی پاکستان شاخ کا قیام کراچی شہر میں ہوا ۔ اس شاخ کے بانی ڈاکٹر عبدالحق تھے ۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان شاخ کے پہلے سیکریٹری اور سر عبدالقادر پہلے صدر چنے گئے ۔

سرعبدالقادر کی وفات (۱۹۵۰ء) تا ۱۶ اگست ۱۹۶۱ء صدر اور سکریٹری

کے عہدے ڈاکٹر عبدالحق کے پاس رہے ۔ ڈاکٹر عبدالحق کی وفات (۱٦ اگست ۱۹٦۱ء) کے بعد اگرچہ انجمن کے عہدہ داروں میں اختر حسین (۱۹٦۱ء تا وفات ۱۴ جولائی ۱۹۸۳ء) اور قدرت اللہ شہاب (۱۹۸۳ء تا وفات ۱۹۸٦ء) صدر کے عہدے پر اور جمیل الدین عالی (۱۹٦۱ء تا حال) سیکریٹری رہے لیکن یہ کہے بنا کوئی چارہ نہیں کہ ڈاکٹر عبدالحق کے بعد سابق شریک معمد مشفق خواجہ نے تن تنہا نہایت بیدار مغزی کے ساتھ انجمن کی عظیم روایت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے آگے بڑھایا ۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں مشفق خواجہ انجمن سے بوجوہ الگ ہو گئے ۔ ان کی جگہ سید شبیر علی کاظمی نے لی ۔ ۱۹۸۳ء میں ناظم اعزازی کا عہدہ بھی قائم کر دیا گیا ، جس پر نورالحسن جعفری کا تقرر عمل میں آیا ۔

انجمن ترقی اردو کی شائع کردہ اہم کتب میں:

‘تاریخ ادبیات ایران’ از پروفیسر براؤن ، ‘ریاست’ از افلاطون ، ‘فاؤسٹ’ (ڈرامہ) از گوئٹے ، ‘تاریخ اخلاق یورپ’ از پروفیسر لیکی، ‘تاریخ تمدن’ از ٹامس بکلے، ‘مشاہیر یونان و روما’ از پلوٹارک، ‘خطبات گارساں دتاسی از دتاسی، ‘فلسفۂ تعلیم’ از ہربرٹ سپنسر، ‘تاریخ ہندوستان’ و ‘تاریخ عہد انگلشیہ’ از مارشمین یادگار ہیں ۔

انجمن ترقی اردو کے جاری کردہ رسائل کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱ ۔ سہ ماہی	اردو	اورنگ آباد	۱۹۲۱ء
		دہلی	۱۹۳۸ء ۔
		کراچی	۱۹۳۹ء (تاحال)
۲ ۔ سہ ماہی	سائنس	اورنگ آباد	۱۹۲۸ء
		دہلی	۱۹۳۱ء
		حیدر آباد	۱۹۳۷ء
		کراچی	۱۹۵۲ء ۔ ۱۹۵۵ء
۳ ۔ سہ ماہی	تاریخ و سیاسیات	کراچی	۱۹۵۱ء ۔ ۱۹۵۳ء
۴ ۔ سہ ماہی	معاشیات	دہلی	۱۹۳٦ء
		کراچی	۱۹۳۹ء ۔ ۱۹۵۵ء
۵ ۔ پندرہ روزہ	ہماری زبان	دہلی	۱۹۳۹ء (۱۹۳۷ء) کے

علی گڑھ سے جاری ہوا، اب دہلی سے نکل رہا ہے)

ہفت روزہ	قومی زبان	کراچی	۱۹۴۸ء
پندرہ روزہ	قومی زبان	کراچی	
ماہنامہ	قومی زبان	کراچی	(تاحال)

یاد رہے کہ انجمن نے ۱۹۳۲ء میں ایک گشتی کتب خانہ (.گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو۔ ہند.) بھی قائم کیا تھا۔ ۱۷، جنوری ۱۹۳۲ء میں جب نواب بہادر یار جنگ نے اس گشتی کتب خانے کا حیدر آباد دکن میں افتتاح کیا تو ۸۱۷ مصنفین کی ۲۰۳۲ کتابیں کتب خانے کا حصہ تھیں۔ گشتی کتب خانے کے اوّلین ناظم سید علی شبّر حاتمی اور مہتمم محمد عبدالہادی تھے۔ ان دو حضرات نے کتب خانے کی فہرست کتب بعنوان: . گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ہند) ۱۹۳۴ء میں شائع کی تھی۔ اس گشتی کتب خانے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں نواب منظور جنگ بہادر، نرسنگ راؤ ایڈیٹر .رعیت، مولوی ابوالحسن سید علی ، مولوی عبدالقدوس ہاشمی اور حکیم لئیق احمد فائق نعمان تھے۔

دیگر ادارے: قدیمی درس گاہیں

.برٹش انڈین ایسوسی ایشن، طرز کی انجمنوں کی خدمات بلاشبہ قابل لحاظ ہیں ، لیکن اس دور میں متعدد درس گاہیں خالصتاً مشرقی علوم کی ترویج کے لئے بھی کوشاں تھیں۔ ان میں دارالعلوم ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ ، مدرسہ عالیہ نظامیہ۔ لکھنؤ ، مدرسہ رحیمیہ۔ دھلی ، مدرسہ دارالبقاء و دہلی انسٹی ٹیوٹ۔ دھلی ، مدرسہ نذیریہ۔ دھلی ، مدرسہ عالیہ۔ رام پور ، مدرسہ نور محمدیہ۔ شہداد کوٹ ، ندوۃالمصنفین۔ دھلی ، دارالعلوم تقویۃالاسلام۔ امرتسر، مدرسہ درخانی۔ کوئٹہ ، مدرسہ مظہرالعلوم۔ کراچی ، مدرسہ معینیّہ عثمانیہ۔ اجمیر ، مدرسہ امینیہ۔ دھلی ، دارالرشاد۔ کلکتہ ، مدرسہ اسلامیہ۔ کلکتہ ، مدرسہ الہیات کانپور اور مدرسہ شمس العلوم۔ بدایوں کے نام بہت نمایاں ہیں۔

ان میں سے کچھ اداروں کو بلاشبہ حکومت کی سرپرستی بھی حاصل رہی جبکہ متعدد اداروں کا قیام مغربی تہذیب کے ردعمل کے طور پر عمل میں آیا۔ بہر طور ہمارے موضوع سے متعلق قدیمی درس گاہوں میں دارالعلوم دیو بند۔ سہارنپور (۱۸۶۷ء) ، اورینٹل کالج لاہور (۱۸۶۹ء) ، مدرسۃالعلوم علی گڑھ (۱۸۷۵ء) اور دارالمصنفین اعظم گڑھ (۱۹۱۳ء) اپنی قائم کردہ علمی فضا اور مغربی زبانوں سے علمی کتب کے تراجم کے باعث ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ ان

اداروں کا سرسری تعارف یہاں مقصود ہے ۔

دارالعلوم دیو بند ۔ سہارنپور (قیام: ۱۸٦۷ء) کو سید احمد بریلوی شہید کے مشن کی تعلیمی میدان میں توسیع کہنا چاہئیے ۔ یہ ادارہ حکومت کی تعلیمی پالیسی کے برخلاف مصروف کار رہا ۔ اس ادارے سے متعلق نامور اکابرین میں مولانا شبیر احمد عثمانی ، مولانا عبیداللہ سندھی ، مفتی محمد کفائت اللہ ، مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ تاجور نجیب آبادی کے نام بہت نمایاں ہیں ۔

اسلامیہ کالج پشاور کی بنیاد ۱۸۹۰ء میں رکھی گئی ۔ یہ ادارہ سرحد کا قدیمی تعلیمی ادارہ شمار ہوتا ہے ۔ ادارہ ایک طرف تو عیسائی مشنریوں کی ریشہ دوانیوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا تو دوسری طرف مسلمانوں کی نئی نسل کو مشنری اسکولوں کی غیر اسلامی اور عیسایت سے مسموم فضا سے بچا کر انگریزی زبان اور سائنسی علوم کی تعلیم دے رہا تھا ۔

دارالعلوم ندوۃالعلماء لکھنؤ کی تحریک مولانا سید محمد علی مونگیری نے ۱۸۹۲ء میں منعقدہ مدرسہ فیض عام کانپور کے سالانہ اجلاس سے چلائی ۔ مولانا شبلی نعمانی ، مولانا سید سلیمان ندوی ، مولانا محمد فاروق چریاکوٹی اور مفتی عبداللہ ٹونکی جیسے اکابرین اس تحریک سے وابستہ رہے ۔

اس ادارے کے بنیادی مقاصد میں انگریزی زبان اور بقدر ضرورت جدید علوم کو نصاب میں داخل کرنا شامل تھا ۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ادارے کی انتظامیہ نے ترجمے کی اہمیت کو تسلیم کیا لیکن افسوس یہ ادارہ انگریزی سے تراجم کے باب میں کچھ اضافہ نہ کر سکا ۔

۱۸۹۷ء تک ندوۃالعلماء کا دفتر کانپور میں رہا پھر ۲، ستمبر ۱۸۹۸ء کو لکھنؤ مُنتقل ہو گیا ۔ اس ادارے کا جلسۂ سنگ بنیاد ۲۸، نومبر ۱۹۰۸ء میں منعقد ہوا سرجان ہیوٹ (لیفٹیننٹ گورنر ممالک متحدہ) مہمان خصوصی تھے ۔ مولانا شبلی اس ادارے کے ساتھ ۱۹ جولائی ۱۹۱۳ء تک بطور سیکریٹری منسلک رہے ، بعد میں استعفیٰ دے دیا ۔

اورینٹل کالج لاہور (۸ دسمبر ۱۸٦۹ء)

محمڈن اینگلو اورینٹل کالج لاہور جنوری ۱۸٦۵ء میں انجمن پنجاب کی تحریک کے بعد سر ڈانلڈ میکلوڈ (لیفٹیننٹ گورنر پنجاب) نے ناظم سررشتہ تعلیم سے ہندوستانی زبانوں میں مغربی علوم و ادبیات کو سمونے کے لئے قائم کیا ۔ ۸

دسمبر ۱۸۶۹ء کو پنجاب یونیورسٹی کالج کے نام سے اس کا قیام عمل میں آیا ۔ ڈاکٹر لائنٹر اس کے اولین رجسٹرار مقرر ہوئے ۔

حافظ محمود شیرانی ، مولوی محمد شفیع ، مولانا عبدالعزیز میمن ، ڈاکٹر مجمد اقبال ، سر عبدالقادر ، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی ، محمد حسین آزاد ، ڈاکٹر عبادت بریلوی ، علامہ وزیرالحسن عابدی، ڈاکٹر سید عبداللہ ، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر سجاد باقر رضوی جیسے اہم نام اس ادارے سے منسلک رہے ۔

اورینٹل کالج میگزین، فروری ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا ۔ اس کے اوّلین مدیر اعلیٰ مولوی محمد شفیع تھے ۔ میگزین کے اغراض و مقاصد کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا تھا کہ:

'کوشش کی جائے گی کہ اس رسالے میں ایسے مضامین شائع ہوں جو مضمون نگاروں کی ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہوں ، غیر زبانوں سے مفید مضامین کا ترجمہ بھی قابل قبول ہو گا' ۔

یہ الگ بات ہے کہ بعد میں انگریزی سے تراجم پر توجہ نہیں دی گئی اور خالص تحقیقی نوعیت کے مضامین ہی میگزین میں جگہ پاتے رہے اس کے باوجود مغربی ادبیات سے متعلق معلومات افزا مضامین کی کثیر تعداد میگزین میں سامنے آئی ۔

مدرسۃالعلوم ۔ علی گڑھ (۲۴ مئی ۱۸۷۵ء)

مدرسۃالعلوم علی گڑھ کا قیام ۲۴، مئی ۱۸۷۵ء کو عمل میں آیا ۔ اس کی بنیاد ،کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان، بنارس سے اٹھائی گئی تھی ۔ سید احمد خان نے بطور سیکریٹری کمیٹی کو موصول ہونے والے مضامین کا جو خلاصہ میٹنگ میں پیش کیا ، اس کی دو شقیں قابل توجہ ہیں :

۱ ۔ سمجھ دار مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کے بارے میں وہ شکوک و شبہات نہیں ہیں جو پرانے خیال کے حامل لوگوں میں پھیلے ہوئے ہیں ۔

۲ ۔ لیکن سرکاری مدارس کا نصاب اور طرز تعلیم ان کے مذاق کے خلاف ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسۃالعلوم، کی مغربی علوم اور تراجم کے بارے میں پالیسی بین بین رہی ۔ ۱۸۷۷ء میں وائسرائے ہند لارڈ لٹن نے مدرسۃالعلوم کا بطور کالج سنگ بنیاد رکھا اور کہا: 'ایک دن یہ کالج پھیل کر یونیورسٹی ہو جائیگا ، جس کے طالب العلم اس ملک کے چہار جانب آزادانہ تحقیقات ، فراخ حوصلے ، بے تعصبی اور عمدہ اخلاق کی بشارت دیتے پھریں گے ۔'

واضح رہے کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اسی ادارے کی کوکھ سے جنم لیا ۔ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے باب میں اس ادارے سے منسلک متعدد ناموں خصوصاً سر راس مسعود ، ڈاکٹر ذاکر حسین ، ڈاکٹر عبدالعلیم نامی ، رشید احمد صدیقی ، اسلوب احمد انصاری اور ڈاکٹر ابن فرید وغیرھم کی مساعی قابل لحاظ رہی ہے ۔

دارالمصنفین اعظم گڑھ ۔ ۱۹۱۳ء

دارالمصنفین کا خاکہ شبلی نعمانی نے انجمن ترقی اردو سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۹۱۳ء میں مرتّب کیا اور فروری ۱۹۱۴ء کے ،الہلال، کلکتہ میں شائع کروایا ۔ اس خاکے کی اشاعت کے ساتھ ہی ادارے کی بنیاد پڑ گئی ۔ گو دارالمصنفین کی زیادہ تر توجہ مشرقی علوم و فنون اور مذہبی مسائل و دینیات کی طرف رہی لیکن اس ادارے نے مغربی تراجم کو بھی اپنے مقاصد میں شامل رکھا ۔ یہی وجہ ہے کہ دارالمصنفین کے دارالتصنیف، سے مختلف علوم و فنون سے متعلق ۱۹۶۴ء تک ۱۱۷ کتابیں تالیف و ترجمہ ہو کر شائع ہوئیں ۔

شبلی نعمانی کا انتقال اس ادارے کے قیام کے ایک سال بعد یعنی ۱۹۱۴ء میں ہو گیا تھا لیکن آج بھی اس ادارے کو مذہبیات کے شعبہ میں عالمگیر شہرت حاصل ہے ۔ عبدالماجد دریا بادی ، مولانا عبدالباری ندوی ، مولانا حمیدالدین اور پروفیسر نواب علی کو دارالمصنفین کے لئے ترجمہ کے باب میں اہمیت حاصل ہے ۔

یہ ہندوستان کا پہلا اور واحد ادارہ ہے جو مصری یونیورسٹیوں کے طرز پر قائم کیا گیا تھا اور آج اس ادارے کی علمی خدمات کے سبب عرب دنیا بھی سند مانتی ہے ۔

ہمارے موضوع سے متعلق کام زیادہ تر انگریزی زبان سے ناواقف عربی دان اصحاب نے عربی کے توسط سے کیا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ دارالمصنفین کے ترجموں کی زبان بڑی حد تک عربی آمیز ہے ۔ ادارے نے ۱۹۶۴ء تک جن اہم مغربی تصنیفات کو اردو میں منتقل کیا ہے ان میں 'روح الاجتماع' از گستاؤ لی بان ، 'انقلاب الامم' از گستاؤلی بان، ،پیام امن، از رجرڈپال ، ،مبادی علم انسانی ، از برکلے ، مکالمات برکلے ، از برکلے ، 'فطرت نسوانی' از مارٹن، اور 'افکار عصریہ' از جارلس آرگبس بہت نمایاں ہیں ۔

ادارے کا اپنا مجلّہ ،معارف، اعظم گڑھ جولائی ۱۹۱۶ء سے علمی میدان میں مسلسل خدمات انجام دے رہا ہے ۔ اس پرچے میں متعدد اہم مضامین کے تراجم

شائع کئے گئے مثال کے طور پر:

۱ ۔ مضمون: 'فریب ذہن' ترجمہ ع ۔ ز مشمولہ: ,معارف، بابت:اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۳۴ ۔ یہ مضمون جرمن رسالہ ,کورال، سے مُلخّص ترجمہ ہے ۔

۲ ۔ مضمون: 'کیا ہم دوسروں کے دل کی بات معلوم کر سکتے ہیں ؟' ترجمہ ع ۔ ز ۔ اپریل ۔ ۱۹۳۷ء ص ۲۹۳ ۔ ٹیلی پیتھی سے متعلق یہ مضمون ایڈوین ٹیل کے مضمون مطبوعہ ,پاپولر، کا ملخص ترجمہ ہے ۔

۳ ۔ مضمون: 'جسم انسانی کے اندر خارجی اشیاء کی نقل و حرکت' ترجمہ ع ۔ ز ۔ جون ۱۹۳۷ء ص ۳۶۷ ۔ ڈاکٹر فرڈرک ڈیمر کے مضمون مطبوعہ: پاپولر سائنس، کا ملخص ترجمہ ہے ۔

۴ ۔ مضمون: 'سیرت کامدار' ترجمہ ع ۔ ز (دو قسطوں میں) جولائی ۱۹۳۸ء ص ۵۵، اگست ۱۹۳۸ء ص ۱۳۲ ۔

ڈاکٹر اوسوالڈ کے مضمون (مطبوعہ: ہیرٹ جرنل) میں بچپن ، لڑکپن اور جوانی کی نفسیات کے علاوہ نظم و ضبط اور اجتماعی زندگی کے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے ۔

۵ ۔ ڈاکٹر فرانز پلیٹو کا لیکچر ۔ ترجمہ صباح الدین عبدالرحمنٰ ۔ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۳۶۳ ۔ نفسیات کے مضمون سے متعلق یہ خطبہ احساس کمتری اور بچوں کی ذہنی تربیت سے متعلق مسائل کا ذکر اور تجزیہ کرتا ہے ۔

٦ ۔ 'یورپ کے لئے ایک جدید سیاسی فلسفہ کی ضرورت' ترجمہ: ع ۔ ز اگست ۱۹۳٦ء ص ۱۳۵ رینے فولپ ملر کے مضمون (جس کا ترجمہ ,معارف، جون ۱۹۳٦ء میں 'عقل کے خلاف جدید بغاوت' کے نام سے شائع ہوا) پر پروفیسر مواٹ کا تبصرہ ہے جو ,ہیرٹ جرنل، میں شائع ہوا تھا ۔

باب پنجم: نثری تراجم ۱۹۱۷ء تاحال

نئی مذہبی اور ادبی تحریکیں:

[مغرب اور مشرق کی آویزش]

ہندوستان میں مغل حکومت کے زوال کے ساتھ ہندوستان کا وہ طبقہ جو مغل حکومت کا وفادار، فوج کے اعلیٰ عہدوں سے متعلق، جاگیردار طبقہ تھا — اسے مادی زندگی کی دُھوپ چھاؤں نے مار رکھا، دوسری طرف تاج برطانیہ نے کمپنی کی حکومت کے برعکس عیسایت کے فروغ پر خصوصی توجہ صرف کی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عیسائی پادریوں کی تبلیغ میں ایک خاص قسم کی جارحیت جگہ کر گئی اور انگریز اہلکاروں نے کھلم کھلا عیسائی پادریوں کی جائز و ناجائز بات کو مانا۔ یہی وہ اسباب تھے جن کے تحت ہندوستان کی مختلف النوع قومیتوں میں مذہبی تحریکوں نے جنم لیا اور دینی احیاء کے ولولوں کو مہمیز لگی۔

آریہ سماج، سنگھو سبھا، سرسید تحریک اور تحریک احمدیت نے اسی پُرآشوب عہد میں جنم لیا۔ مسلمانوں میں سید احمد خان اور مرزا غلام احمد صاحب (بانی تحریک احمدیت) دونوں عیسایت کی پیہم یلغار کے سامنے بند باندھنے کی نیت سے اٹھے۔ البتہ ہر دو صاحبان کا طریقہ کار ایک دوسرے سے کسی قدر مختلف تھا۔

سید احمد خان اپنے عہد کی کرب ناک صورت حال کا بیان اپنے ایک خط میں یوں کرتے ہیں:

'غدر کے بعد مجھ کو نہ اپنا گھر لٹنے کا رنج تھا، نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا، جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بر بادی کا، اور ہندوستانیوں کے ہاتھ سے جو کچھ انگریزوں پر گزرا اس کا رنج تھا'۔

سید احمد خان تو واضح طور پر دو کشتیوں کے سوار تھے اس کے باوجود ان کی 'علی گڑھ تحریک' کے ہندوستان کی سماجی، مذہبی، تعلیمی اور ادبی زندگی پر گہرے اثرات مرتسم ہوئے۔ جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی

مذہبی تحریک کا آغاز عیسائی پادریوں کے ساتھ بحث مباحثے سے کیا ۔ ۱ بقول عبداللہ ملک ' اسی مناظرانہ بحث و مباحثہ نے مرزا صاحب کو حیات مسیح کے مسئلے پر اپنا دعوۓ ترتیب دینے پر اکسایا ہو گا' ۔

مارچ ۱۸۸۲ء میں پہلی بار مرزا صاحب نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام ہوا ہے اور خدا نے انہیں ایک خاص ذمہ داری کے لئے منتخب کیا ہے دوسرے لفظوں میں گویا 'مامور من اللہ' ہیں ۔ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں انھوں نے ایک الہام کی بنیاد پر اپنے مویّدین سے بیعت کا مطالبہ کیا ۔ حتیٰ کہ ۱۸۹۰ء میں انھوں نے 'مسیح موعود'/'مہدی موعود' ہونے کا دعوی کیا اور یہ صراحت کر دی کہ وہ ایسے مہدی نہیں جو جنگ اور خونریزی کو جائز سمجھتے ہوں بلکہ 'مہدی معقول' ہیں اور دلائل و براہین کی قوت سے اپنے مخالفین کو مغلوب کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ۔ ۲

جماعت احمدیہ ۱۹۰۱ء میں قائم کی گئی اور ۱۹۰۱ء کی کل ہند مردم شماری کے کاغذات پر اس جماعت کو ایک علیحدہ مُسلم فرقہ ظاہر کیا گیا ۔ اس نئی تحریک کو مرزا صاحب کی زندگی میں ہی تائید حاصل ہوئی ۔ اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے عبداللہ ملک لکھے ہیں:

' ــــ یہ وہ دور تھا جس میں سر سید یا ان کے رفقاء یا پھر مرزا غلام احمد کی تعلیمات کے لئے فضا سازگار تھی اور یہ فضا کی سازگاری ایک طبقے کی

---

۱ ۔ سیالکوٹ مشن کے دیسی پادری الائنسہ کے ساتھ اولین مباحثہ خصوصی اہمیت کا حامل ہے ۔ جب مباحثے کے دوران میں 'نجات' کی بات چلی تو مرزا صاحب نے استفسار کیا : 'نجات سے آپ کی کیا مراد ہے ؟ مفصل بیان کیجئے ' ۔ جواب میں الائنسہ مفصل گفتگو نہ کر سکے اور کہا کہ میں اس قسم کی منطق نہیں پڑھا' ۔

اسی طرح پادری بٹلر (موضع گوہر پور) سے مریم بی بی کے باب میں مباحثہ یادگار ہے ۔ تفصیلات کے لئے دیکھئیے: 'پنجاب کی سیاسی تحریکیں' از عبداللہ ملک ۔ نگارشات انارکلی ۔ لاہور ص ۲۳۶ ، ۲۳۷

۲ ۔ ۱۹۰۰ء میں ,جہاد بالسیف, کی مخالفت کی ۔ ۱۹۰۱ء میں 'ظِلّی نبی' ہونے کا دعویٰ اور 'ایک غلطی کا ازالہ' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں وضاحت کی کہ ختم نبوت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام کی رحلت کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہیں ہو گا جو نئی شریعت کا حامل ہو البتہ غیر شرعی نبی کا ظہور ممکن ہے ۔ نومبر ۱۹۰۳ء میں سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں 'مثیل کرشن' ہونے کا دعویٰ بھی کیا ۔

ضرورتیں ھی تو ہیں ، جس نے ان تعلیمات کو جھجکتے جھجکتے قبول کیا ، کیونکہ یہ تعلیمات روایتی اور مسلمہ تعلیمات کے منافی تھیں ' ۔ ۱

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے طور پر عیسائی پادریوں کی پھیلائی ہوئی دھند کو صاف کرنے اور اپنے تئیں یہ سوچ کر کہ کہیں مسیحی اثرات جڑیں نہ کر جائیں ، اپنی مذہبی تحریک کا آغاز کیا اور نہ صرف 'دین' کے بارے میں شکوک رفع کرنے کی سعی کی بلکہ 'دنیاوی' امور پر بھی خصوصی توجہ صرف کی ۔ رہی یہ بات کہ عام مسلمانوں کے اس وقت کے مروجہ عقائد سے ہٹ کر مُدلّل بات کرنے اور آیات و احادیث کے حوالوں کے ساتھ مذہبی دفاع کا عمل

مرزا غلام احمد صاحب سے بہت پہلے اس وقت آغاز ہو چکا تھا جب سیرام پور کے فاضل پادریوں نے کمپنی کی حکومت کے خاتمے پر ہندوستان میں آزادانہ طور پر تبلیغ کا کام شروع کیا ۔ یہاں تک کہ سید احمد خان اور ان کے رفقاء کار نے اس طریقہ کار کو سائنسی بنیادیں فراہم کر دیں ۔ میری اس بات کی تصدیق خود جماعت احمدیہ کے سرکاری ترجمان 'الفضل' سے ہوتی ہے ، ملاحظہ ہو :

'سب سے بڑا مسئلہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرسید کی تقلید میں بیان کیا ، وہ وفات مسیح کا مسئلہ تھا ۔ لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سرسید نے اس کا اعلان کیا اور بعد میں مرزا صاحب نے اسی کو پیش کر دیا ۔ لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ سرسید نے جس رنگ اور جس طرز سے اس مسئلہ کا اقرار کیا ہے اس مین اور جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلواۃ والسلام نے اس کو صاف کیا ہے ۔ اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے ' ۔ ۲

'الفضل' کے جاری کردہ اس بیان سے بہرطور مرزا صاحب کے فیصلوں کا الہامی ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔ اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس خصوص میں سب سے پہلے سید احمد خان نے نئے علم الکلام کا سہارا لیا اور دلائل و براہین کو اپنا ہتھیار بنایا ۔ عقل کی کسوٹی کا شکنجہ صدیوں کی مروجہ مذہبی تعلیمات پر سخت بیٹھا ۔ یہی سبب ہے کہ بعض قرآنی آیات کی تشریحات اور تاویلات

---

۱ ۔ 'پنجاب کی سیاسی تحریکیں' ص ۲۳۱

۲ ۔ رسالہ 'الفضل' قادیان ۲۰، مئی ۱۹۱۶ء سے اقتباس

سید احمد خان کے جدید علم الکلام کی ناکامی کا باعث بنیں ۔ خود سید احمد خان کے سچے پیروکاروں میں بھی اس کے خلاف ایک رد عمل رہ رہ کر اپنا اظہار کرتا رہا ۔

بقول عبداللہ ملک: 'ان ہی آزردہ دِلوں کو بہت حد تک مرزا غلام احمد نے اپنے طور طریقوں سے سمیٹا' ۔

سرسید نے عقل کی بنیاد پر قرآنی آیات اور مذہبی تعلیمات و عبارات کی جتنی توجیہات اور تاویلات کی تھیں ، مرزا غلام احمد صاحب نے ان کے پرخچے اڑا دیئے ۔ سر سیّد نے رسولِ خدا کے معجزات کو رویا کا فعل بتا کر تاویل کرنے کی کوشش کی لیکن مرزا غلام احمد نے ان معجزات کو عقلی اور دلائل کی بنیاد پر درست ثابت کر دیا' ۔

'مرزا غلام احمد صاحب کی ان تعلیمات نے ان کے حق میں فضا پیدا کی' ۔ ۲

اسی زمانے میں آریہ سماج تحریک نے ہندومت کو جدید تر رجحانات سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی تو اس کے لئے مذہب اسلام اور عیسایت کا تقابلی جائزہ اور حسب ضرورت ہر دو مذاہب پر حملوں کو بھی ضروری سمجھا ۔

یاد رہے کہ عیسایت کی پیہم یلغار کو روکنے کے سلسلے میں برہمو سماج تحریک (بانی: رام موہن رائے) ہندوؤں کے ہاں اوّلین تحریک تھی ، جس نے اپنے عقائد میں سائنسی اور عقلی طریقہ کار کو جگہ دی اور عقل و برہان پر تکیہ کیا۔

اس تحریک نے سید احمد خان کے منظر عام پر آنے سے تقریباً پچاس برس قبل جنم لیا تھا ۔ ۱۹ ویں صدی کے وسط میں صنعتی دور کی ابتداء کے ساتھ ہندوستان میں انسانی حقوق کا نعرہ بلند ہوا ۔ سرکاری ملازمتوں میں ہندوؤں نے اپنا حصہ مانگا تب بھی ایک نئی مذہبی تحریک 'آریہ سماج' (بانی: سوامی دیانند سرسوتی) نے سر اٹھایا ۔ یہ دراصل عیسایت اور اسلام کے مسلسل اثرات کا رد

---

۱ ۔ ملکی سطح پر احمدیت کے خلاف پہلی بار ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت تحریک چلی ۔ پنجاب میں امن و امان کی صورت حال بگڑی تو خواجہ ناظم الدین کو وزارت اعظمیٰ سے الگ ہونا پڑا ۔ ۱۹۵۴ء میں تحریک دوبارہ چلی تو میاں ممتاز دولتانہ کی وزارت کا خاتمہ ہوا ۔ لاہور میں پہلی بار مارشل لاء لگا ۔ میجر جنرل اعظم خاں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سخت اقدامات نے تحریک کو وقتی طور پر دبا دیا ۔ تیسری بار ۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء میں ترمیم کر کے احمدیوں اور لاہوری گروپ کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا ۔

۲ ۔ 'پنجاب کی سیاسی تحریکیں' ص ۲۲۸ ، ۲۳۹ ۔

عمل تھا اور نوعیت کے اعتبار سے مذہبی ،قومی، اصلاحی اور انقلابی تحریک تھی ۔

آریہ سماج تحریک نے ہندومت کو جدید تر سیاسی اور معاشرتی رجحانات سے ہم آہنگ کر دیا اور یوں مغل حکومت (تقریباً سات سو برس) اور اب برطانوی حکومت کے زمانے میں کچلی ہوئی ہندو آوازوں کو اپنے حقوق کے مطالبے پر یکجا کر دیا ۔ اس تحریک کی کامیابی کا باعث ہندو سرکاری ملازمین کا بڑا طبقہ تھا ، جو وقت کے تقاضوں پر پوری اترنے والی اس تحریک کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا تھا ۔

اس تحریک کی کامیابی نے عیسایت کے پرچار پر نہ صرف بند باندھے بلکہ مسلمانوں کے لئے مذہبی ، سیاسی اور سماجی سطح پر ایک بڑا چیلنج بن کر ابھری ۔ اس چیلنج کا مقابلہ مولانا محمد علی جوہر (خلافت تحریک) اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے اپنے اپنے طریقہ کار کے تحت کیا ۔

عیسایت اور آریہ سماج تحریک کے ساتھ اس دو طرفہ جنگ میں جہاں مرزا غلام احمد نے دلیل و براہین کو اپنا ہتھیار بنایا اور خلافت تحریک نے نیا جوش و ولولہ پیدا کیا ، وہیں پیر مہر علی شاہ نے اپنی اصلاحی تحریک میں تصوف کا سہارا لیا ۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کے سیاسی نظریات جاننے کو مولانا حامد علی خاں کا بیان کردہ[1] ایک مختصر واقعہ اپنے الفاظ میں نقل کرتا ہوں:

بقول مولانا حامد علی خاں ، یہ ان دنوں کی بات ہے جب تحریکِ خلافت اپنے عروج پر تھی اور مولانا ظفر علی خاں ، پنجاب ، خصوصاً پوٹھوہار کے علاقے میں عوام رابطہ مہم پر نکلے تھے (مولانا حامد علی خاں اس سفر میں اپنے بڑے بھائی مولانا ظفر علی خاں کے ساتھ تھے) ۔ مولانا نے جس روز پیر مہر علی شاہ صاحب سے ملاقات کا وقت چاہا، وہ جمعہ کا دن تھا اور پیر صاحب معمول کے مطابق نماز جمعہ کے بعد تصوّف کے دقیق موضوعات پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے ۔ مولانا ظفر علی خاں ایک کھلی جیپ پر گولڑہ شریف پہنچے ۔ ان کے آنے کی اطلاع پیر صاحب کو بہت پہلے کر دی گئی تھی لیکن پیر صاحب نے اپنا خطبہ جاری رکھا ۔ مولانا ظفر علی خاں نے دوبارہ اطلاع کروائی ، تب

---

[1] ۱ ۔ ایک انٹرویو: 'ظفرعلی خاں کی یاد میں' . بمقام پاک ٹی ہاؤس ۔ لاہور ۔ ۱۹۷۳ء یہ انٹرویو حلقۂ ارباب ذوق (ادبی) کی ہفتہ وار نشست میں لیا گیا ۔

بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا ۔ یہ دیکھ کر مولانا نے ایک اونچے مقام پر چڑھ کر باآوازِ بلند مجمع کو مخاطب کر کے تحریکِ خلافت سے متعلق مجمع سے تائید چاہی۔

اس پر پیر صاحب نے فرمایا کہ: ' اے مسلمانوں یہ دنیاداری کے معاملات ہیں ، ان سے درگزر کرو اور میری باتیں توجہ سے سنو' ۔

پیر صاحب نے اپنے خطبہ کو طول دے دیا اور مولانا واپس ہو لیے ۔

اس واقعہ کا ذکر 'مہرِ مُنیر'[1] از فیض احمد فیض کے باب پنجم ، فصل سات کے صفحہ ۲۷۷ پر موجود ہے لیکن اس میں اس اہم واقعہ کی شدّت کو کم کر دیا گیا ہے ، ملاحظہ ہو :

'مولوی ظفر علی خان کی حاضری

پنجاب کے سیاسی لیڈر اور روزنامہ 'زمیندار' کے فاضل مدیر مولوی ظفر علی خان ، ۱۹۲۰ء میں حضرت قبلۂ عالم قدس سِرّہ کے ساتھ خلافت اور ہجرت کے موضوع پر گفتگو کے لیے گولڑہ شریف حاضر ہوئے ۔ صُبح کا وقت تھا ۔ حضرت قبلۂ عالم قدوس سِرّہ ، جناب حضرت اجّی صاحب رحمۃاللہ علیہ کے مزار شریف پر موجود تھے ۔ مولوی ظفر علی خان خلافت ، ہجرت ، ترکوں کے خلاف عربوں کی بغاوت ، شریف مکہ کا انگریزوں کے ساتھ گٹھ جوڑ اور ہندو کانگرس کے ساتھ تعاون کی ہنگامی ضرورت وغیرہ مسائل پر بولتے رہے ۔ مگر جب حضرت قبلہ عالم قدس سِرّہ، نے شرع شریف کی روشنی میں ان معاملات پر اپنا مسلک بیان فرمایا تو خاموش رہ گئے ۔ اور کوئی مزید بات نہ کر سکے' ۔

ظاہر ہے اس باب میں مولانا حامد علی خاں کے بیان کو چشم دید گواہ ہونے کے حوالے سے فوقیت حاصل ہے ۔

بقول مولانا حامد علی خاں: 'ایسی ہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب مولانا ابوالکلام آزاد نے راولپنڈی پہنچ کر پیر صاحب سے ملاقات کے لئے وقت چاہا ۔ ابوالکلام آزاد نے فلیش مین ہوٹل راولپنڈی سے پیر صاحب کو جو رقعہ بھجوایا تھا وہ عربی زبان میں تحریر کردہ تھا ۔ جواب میں پیر صاحب نے خط میں برتی گئی عربی زبان اور محاورے کی اغلاطؔ کی نشاندھی کرتے ہوئے اسی خط کی پشت پر یہ لکھ کر لوٹا دیا کہ زبان و بیان کی اس قدر غلطیاں کرنے والا ,ابوالکلام، کیوں کر ہو سکتا ہے ؟'

---

[1] ۔ ,مہر منیر، تالیف فیض احمد فیض (مشہور شاعر فیض احمد فیض نہیں) مطبوعہ پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، جی ۔ ٹی روڈ لاھور، س ۔ ن

اس واقعہ کا ذکر ،مہر منیر، میں یوں کیا گیا ہے :

'انہی دنوں مولوی ابوالکلام آزاد کا ایک مضمون شائع ہوا اور حضرت کی نظر سے گذرا ۔ جس میں آیت کریمہ ذیل کی تشریح میں لکھا تھا کہ میں خلافت کی تحریک اور ہند و مسلم اتحاد کے معاملہ میں بصیرت پر ہوں ۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۔ (سورۂ یوسف ۱۰۸) . کہہ دو میرا اور میرے تابعداروں کا بصیرت کے ساتھ یہ راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں ۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے مولوی ظفر علی خان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے مجلس میں اپنے موجودہ متعلقین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بعض لوگ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مدعی ہیں کہ وہ ان معاملات میں بصیرت پر ہیں۔ لیکن اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالی نے یہاں بصیرۃ کو نکرہ کیوں کہا ہے اور معرفہ (البصیرۃ) کیوں نہیں فرمایا تو اس کی وجہ بیان نہیں کر سکیں گے ۔ حضرت کے ایک مخلص مولیٰنا عبدالغفور ہزاروی مرحوم بیان کرتے تھے کہ میں کچھ عرصہ تک بعض قومی تحریکوں میں مولوی ظفر علی خان کے ساتھ کام کرتا رہا ہوں ۔ انہوں نے ایک روز مجھے بتایا تھا کہ جب میں گولڑہ شریف سے راولپنڈی واپس پہنچا تو وہاں مولوی ابوالکلام آزاد کو بھی خلافت و ہجرت کے موضوعات پر گفتگو کی غرض سے گولڑہ شریف جانے کے لئے تیار پایا ۔ میں نے حضرت پیر صاحب کے مندرجہ بالا ارشاد کا ذکر کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر بصیرۃ کے نکرہ یا معرفہ ہونے کا جواب معلوم ہے تو بیشک جائیے ۔ چنانچہ آزاد صاحب نے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور واپس چلے گئے ' ۔

(ص ۲۷۷ سے اقتباس)

پیر مہر علی شاہ صاحب کے اس رویہ کے خلاف تحریک خلافت سے متعلق شعراء نے ہجویہ اشعار کہے ، ،زمیندار، اور ،کامریڈ، کے علاوہ تحریک خلافت کے حامی اخبارات نے مذمت کی ۔ یہاں تک کہ علماء و مشائخ کی بہت بڑی تعداد نے پیر مہر علی شاہ صاحب کے خلاف بیانات دئیے ۔ ان میں پیر صاحب کے مرید خاص حکیم شمس الدین وزیر آبادی بھی شامل تھے ۔

تحریک خلافت سے متعلق محولہ بالا دو واقعات اس زمانے کے مسلمانوں کے مذہبی اور سیاسی نظریات کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور اگر مولانا محمد علی جوہر کی گرفتاری اور خالق دینا ہال ۔ کراچی میں چلائے جانے والے مقدمے

کی رپورٹ پر ایک نظر ڈالی جائے تو صورت حال واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔

دورانِ مقدمہ مولانا محمد علی جوہر نے ایک پرزے پر یہ شعر لکھ کر ڈی۔ ایس۔ پی الہ آباد ۱ سید لخت حسنین ذیدی کو تھما دیا :

محمد کا دشمن علی کا عدو
نہ کہہ اپنے کو لخت حسنین تو

کچھ دیر بعد سیّد لخت حسنین زیدی نے بھی ایک شعر جواب میں لکھ کر مولانا کو دیا: -۲

علی اور محمد سے کیا تجھ کو کام
تو کر اپنے گاندھی کی حُجت تمام

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان دو واضح دھڑوں میں بٹ کر سامنے آئے تھے ۔ ایک وہ جو خلافت تحریک کو مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز سمجھ رہے تھے اور دوسرے وہ جو اسلامی تاریخ کی اس اہم تحریک کو محض گاندھی جی کے اشارے پر بلکان ہونا خیال کرتے تھے۔

جناب احمد رضا بریلوی نے برطانوی سامراج کی پیدا کردہ خرابیوں ، خصوصاً ظاہر دین کو باطن دین سے جدا کر دینا، روحانیت کی جگہ مادیت کا نفوذ اور تنقیصِ رسالت کا توڑ کرنے کا جتن کیا۔

یوں مجدد الف ثانی سے سید احمد خاں ، مرزا غلام احمد قادیانی ، پیر مہر علی شاہ صاحب اور احمد رضا بریلوی صاحب جیسی تاریخ ساز اہم شخصیات سے چلتے چلاتے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور غلام احمد پرویز صاحب تک مغربی اثرات اور عیسایت کے اثر و نفوذ کے توڑ کے طور پر ہندوستان میں مختلف طریقہ ہائے کار اپنائے جا چکے ہیں۔ ان شخصیات اور تحریکوں کا مطالعہ صرف مذہبیات کے میدان میں ہی نہیں بلکہ عملی سیاست اور ادبیات کے شعبوں میں بھی خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔

---

۱ ۔ مشہور شاعر مصطفےٰ زیدی کے والد سیّد لخت حسنین زیدی نے پولیس کی طرف سے اس مقدمے کی پیروی کی تھی۔

۲۔ بحوالہ: ،نگار، نئی دہلی ۔ بابت اکتوبر ۱۹۶۹ء

ادب [پیرویٔ مغرب]:

ادبی سطح پر ہندوستانی ادیب ایک عجیب و غریب کشمکش کا شکار دکھائی دیتا ہے ۔ محمد حسن عسکری لکھتے ہیں : ۱

‘ایک گروہ کہتا ہے کہ انگریزوں کی ریل اچھی تو ان کا ادب بھی اچھا، اور ان کے ادبی اصول بھی اچھے ، اس لئے حالی ، اب آؤ پیرویٔ مغرب کریں ۔ اس گروہ کی ایک اور شاخ ہے جس میں آپ چاہیں تو مجھے بھی شامل کر لیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ انگریزوں کی ریل نے ہمیں بھی آدھا تہائی انگریز تو بنا ھی دیا ہے ، اس لئے مستقل یا عارضی طور پر انگریزوں کی ادبی اقدار تو قبول کرنی ھی پڑیں گی ۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ ہم انگریزوں کی ریل میں تو ضرور بیٹھے ہیں ، لیکن ہیں تو وہی موچی کے موچی ، اس لئے سید بننے کی کوشش کیوں کریں، اپنے گزارے کے لئے تو ابن رشیق ھی کافی ہے ۔ تیسرا گروہ دراصل کچھ بھی نہیں کہتا ۔ مسلمان سے اللہ اللہ کہتا ہے ۔ برہمن سے رام رام ۔ البتہ دوسروں کو مشورہ دیتا ہے کہ نہ مشرق سے بیر باندھو نہ مغرب سے ۔ جہاں جو چیز اچھی ملے بے دھڑک لے لو ۔ یہ مشورہ تو معقول ہے، مگر ساری پریشانی تو یہی ہے کہ اچھی چیز اور بُری چیز کا فیصلہ کیسے ہو ‘۔

اور اس بات کا فیصلہ تاحال نہیں ہو سکا کہ کون سچا ہے ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ۱۹ ویں صدی عیسوی کے نصف آخر اور ۲۰ ویں صدی عیسوی نے نصف اوّل میں ہم مشرق اور مغرب کے درمیان بُری طرح ڈگمگاتے پھرے ۔ اس ضمن میں محض چند نامور ادباء کے کاموں کا سرسری جانزہ ھی ساری حقیقت کھول کر بیان کر دیتا ہے ۔ مثلاً محمد حسین آزاد ڈاکٹر گلکرسٹ کی ادبی مساعی سے سخت خوفزدہ ہیں لیکن آخری عمر میں ایڈیسن ، اسٹیل اور ڈاکٹر جانسن کے مضامین کے تراجم (نیرنگ خیال) پر اتر آتے ہیں ۔ مولانا نذیر احمد دہلوی .ابن الوقت، میں سید احمد خان کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور خود انگریزی ‘انکم ٹیکس ایکٹ’ (۶۰ ۔ ۱۸۵۹ء) ‘مجموعۂ قوانین تعزیرات ہند’ مرتبہ: جارج اسمولٹ فیگن مطبوعہ: نولکشور لکھنؤ ۱۸۶۳ء) . ‘اصلاح ترجمہ ضابطۂ فوجداری’ . ‘سماوات’ . اور ‘تاریخ دربار تاج پوشی’ کا ترجمہ کرتے ہیں ۔ عبدالحلیم شرر کو سر والٹر اسکاٹ کا ناول ‘طلسمان’ پڑھ کر غصہ بھی آتا ہے اور اسکاٹ کی راہ پر

۱۔ ‘وقت کی راگنی’ مکتبۂ محراب لاہور ۔ طبع اول: ۱۹۷۹ء ۔ ص ۷

بھی چلتے ہیں ، حتیٰ کہ یہ سلسلہ مولانا ظفر علی خاں کے تراجم تک آ نکلتا ہے ۔

پنڈت رتن ناتھ سرشار، لکھنؤ یعنی مشرق کے نمائندہ تھے لیکن ان کا زیادہ تر کام ترجمہ یا ماخوذ ہے ۔

رتن ناتھ سرشار کا ,شمس الضحیٰ، ۱۸۷۸ء میں نولکشور پریس لکھنؤ سے شائع ہوا ۔ اس ترجمے پر حکومت ممالک متحدہ اودھ کے شعبۂ تعلیم نے ان کی تعریف اور ہمت افزائی کی تھی ۔ سائنس سے متعلق اس رسالہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ۱۹۰۴ء میں چکبست نے لکھا تھا:

'۱۸۷۸ء میں ایک علم طبعیٔ کی کتاب کا اردو میں انگریزی سے ترجمہ کیا۔ اس میں ابر و ہوا و برف وغیرہ کی ماہیت کا حال درج ہے ، چونکہ اس کے ہر صفحے میں تحقیقات کا علمی نور سمایا ہوا تھا لہٰذا نام ,شمس الضحیٰ، رکھا ۔ ایسے ادق مضامین کا بیان جن کا نقشہ اتارنے کے لئے اردو میں پورے الفاظ بھی موجود نہیں ، نہایت عام فہم اور سلیس عبارت میں لکھا ہے ' ۔ ۱ اس کتاب میں سائنس کی انگریزی اصطلاحات کو اردو کا جامہ بڑی خوبی سے پہنایا گیا ہے ۔

,فسانۂ آزاد، پہلی بار ۱۸۸۰ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے شائع ہوا اور آخری ایڈیشن ۱۹۳۳ء میں ۔ سرسوتی پریس بنارس نے ۱۹۴۷ء میں اس کا خلاصہ بعنوان ,آزاد کتھا، دیو ناگری رسم الخط میں شائع کیا تھا ۔ ,فسانۂ آزاد، (چار جلدیں) سروانتس کے ، ڈان کیخوتے، کا ترجمہ ہے ۔ لیکن اس طرح کہ میاں خوجی Sancho Panza اور آزاد ,ڈان کیو، کا چربہ ہیں ۔ خدائی فوجدار، ۱۹۰۳ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ نے ہی شائع کیا جسے 'Don Quixate' کا ترجمہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔ اس ناول میں سرشار نے ڈان کیو کانام خدائی فوجدار اور سینکو پنزا کا نام بدھو نفر رکھا ہے ۔ تاحال یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سرشار نے ,ڈان کیخوتے ، کے کس انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا ، البتہ سرشار کے ہاں لکھنؤ کی زبان اور سماجی خصوصیات ملتی ہیں ۔ ,خدائی فوجدار، کا ۱۹۳۳ء کا ایڈیشن نولکشور لکھنؤ سے آج بھی دستیاب ہے ۔

,رنگیلے سیار، مطبوعہ نولکشور پریس ۱۹۰۶ء سرشار کی مستقل علاحدہ تصنیف نہیں ہے محض بندرہ صفحات (بغدادی قاعدہ سائز) پر مشتمل ,فسانۂ آزاد، کی جلد اوّل کا خلاصہ ہے ۔ سرشار کے دیگر تراجم میں میکنزی کا سفر نامہ ,اعمال نامۂ روس، لارڈ ڈفرن کے مکاتیب ڈفرینہ، (غیر مطبوعہ) ویلس کا

---

۱ ,مضامین چکبست، ص ۳۵

ترجمہ 'رشیا' (غیر مطبوعہ) اور راسٹن کی کتاب کا ترجمہ 'اخلاق' (مطبوعہ ۱۸۸۹ء) یادگار ہیں ۔

محمد حسین آزاد کی کتاب 'نیرنگ خیال' (اوّل ایڈیشن مفید عام پریس لاھور ۱۸۸۰ء) کی پہلی جلد کی دونوں طباعتوں کے شروع میں فہرست مضامین کے بعد انتساب لیپل گریفن ، سیکریٹری پنجاب کے نام درج ہے ، جو بعد کے ایڈیشنوں میں حذف کر دیا گیا ۔ یہی انتساب طبع اوّل کے اختتام کے بعد الگ ورق پر یوں درج ہے :

"To
Lepel H. Griffin, Esq; c,s; c.s.i,
This
Volume is respectfully Dedicated".

سر ورق کی پشت پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:

Gems From West and East
Or
Tha Land of Fact and Fancy;
Being
A series of allegorical and other essays based on the "Rambler" and "Spectator" and on Oriental love.
Maulvi Muhammad Hussain Azad,
(Professor of Arabic, Government College, Lahore).
Lahore: Printed at the Mufid-i-Am Press, 1880".

اس اعتراف کے بعد ڈاکٹر محمد صادق کا یہ انکشاف [۱] یقیناً بے معنی ہو جاتا ہے کہ یہ مضامین سوائے 'شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار' کے انگریزی سے ترجمہ شدہ ہیں ۔ لیکن چونکہ ڈاکٹر محمد صادق سے پہلے اصل انگریزی متن کا حوالہ کسی اور محقق نے نہیں دیا اس لئے صادق صاحب کی اوّلیت اس باب میں بہر طور قائم ہے ۔

نیرنگِ خیال (حصہ اول دوم) میں سات مضامین ڈاکٹر جانسن، چار مضامین ایڈیسن اور ایک مضمون بارنبل کے مضامین کے ترجمے ہیں ۔

محمد حسین آزاد خود لکھتے ہیں:

'یہ چند مضمون جو لکھے ہیں ، کہہ نہیں سکتا کہ ترجمہ کیے ہیں ، ہاں جو

---

[۱] 'محمد حسین آزاد: حیات و کارنامے' از ڈاکٹر محمد صادق انگریزی مقالہ ص ۶۸ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ۔ انگلش سیکشن ۔ (قلمی مخطوطہ)

کچھ کانوں نے سنا اور فکر مناسب نے زبان کے حوالے کیا ، ھاتھوں سے اسے لکھ دیا ، اب حیران ھوں کہ نکتہ شناس اسے دیکھ کر کیا سمجھیں گے '۔

(دیباچہ سے اقتباس)

جس طرح عمومی سطح پر محولہ بالا سرورق کی پشت پر دی گئی انگریزی تحریر پر غور نہیں کیا گیا اور ایک زمانے تک لوگ 'نیرنگِ خیال' کے مضامین کو طبع زاد تصور کرتے رہے ، اسی طرح دیباچہ سے مندرجہ بالا حصے پر بھی غور نہیں کیا گیا ۔ کتاب کا گریفن صاحب کے نام معنون ھونا محض ایک افسر اور انجمن کے منشی کا تعلق خاطر سمجھنا مناسب نہیں ۔ اگر غور کیا جائے تو مندرجہ بالا دیباچے کی سطور اس حقیقت پر دال ہیں کہ گریفن صاحب نے 'اسپکٹیٹر' اور 'ریمبلر' (مرتب : ڈاکٹر جانسن) کے مختلف پرچوں سے محمد حسین آزاد کی سھولت کے لئے مضامین پڑھ کر سنائے۔ 'اسپیکٹیٹر' اور 'ریمبلر' کے مختلف پرچوں کی فراھمی کا کام کرنل ہالرائیڈ نے انجام دیا ، اور آزاد نے (بقول اُن کے) جو کچھ کانوں نے سُنا اور فکر مناسب نے زبان کے حوال کیا ، ھاتھوں سے اُسے لکھ دیا '۔

یہ خیال اس لئے بھی مناسب معلوم ھوتا ہے کہ محمد حسین آزاد کی انگریزی سے شد بد واجبی سی تھی ۔ چہ جائیکہ وہ 'اسپکٹیٹر' اور 'ریمبلر' جیسے برطانوی رسائل کا مطالعہ خود کرتے اور ڈاکٹر جانسن کی فکرِ محض کی زبان سمجھنے اور اسے اردو میں منتقل کرنے پر قادر ھوتے ۔

البتہ سُن کر ترجمہ کرنے کی روایت اس سے پہلے نہیں ملتی ۔ فورٹ ولیم کالج کے مترجمین/منشیوں کے ہاں یہ صورت ضرور دیکھنے میں آتی اگر فورٹ ولیم کالج میں انگریزی سے اردو ترجمے کی طرف توجہ دی جاتی ۔ خود پڑھ کر جیسے تیسے ترجمہ کرنے کا سلسلہ محمد حسین آزاد کے زمانے تک خاصا پرانا ھو چکا تھا ۔ سیرام پور میں بائبل اور اناجیل کے اردو تراجم ، 'دھلی کالج اور سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور کے تراجم اس کی اوّلین مثالیں ہیں ۔ نیرنگِ خیال تو ۱۸۸۰ء میں شائع ھوئی ہے اور اس وقت ترجمے کی روایت خاصی مستحکم ھو چکی تھی ۔ پھر آخر یہ کون سا 'طرز' تھا جس کی طرف محمد حسین آزاد نے اشارہ کیا ہے ؟ ملاحظہ ھو:

'طبیعتیں رستے سے آشنا نہیں ۔ سبب یہ کہ ملک میں ابھی اس طرز کا رواج نہیں ۔ خیر آزاد ! ناامید نہ ھونا چاہئیے' ۔

(دیباچہ سے اقتباس)

صاف ظاہر ہے کہ سن کر ترجمہ کرنے کو اس 'طرز خاص کا نام دیا گیا ۔

اب دیباچہ سے چند ایک سطور ملاحظہ ہوں:

'اے جوہر زبان کے پرکھنے والو! میں زبان انگریزی میں بالکل بے زبان ہوں اور اس ناکامی کا مجھے بھی افسوس ہے ۔ اردو کے میدان میں بھی سوار نہیں پیادہ ہوں ، اس لئے یہاں بھی درماندہ ہوں ۔ پھر بھی بوالہوسی دیکھو کہ شہسواروں کے ساتھ دوڑنے کو آمادہ ہوں ۔ جتنا نالائق ہوں اتنا ہی زیادہ شائق ہوں ۔ دل سے لاچار ہوں کہ باوجود موانع مذکور کے ، جو لطف طبعیت کو بعض مضامینِ انگریزی سے حاصل ہوا ، نہ چاہا کہ اپنے پیارے اہل وطن کو اس میں شامل نہ کروں ' ۔

(دیباچہ سے اقتباس)

اب حیرانگی اس بات پر ہوتی ہے کہ محولہ بالا بیانات کی موجودگی میں آزاد کی انگریزی زبان سے ناآشنائی کو محض ان کا عجز و انکسار ہی کیوں سمجھا جاتا ہے ؟ ۱

میری گزارشات کی تصدیق محمد حسین آزاد کے ایک ہندو شاگرد پنڈت شِو نرائن کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے ، وہ لکھتے ہیں :

"The professor (Azad) was very fond of extracting western ideas from English-knowing pupils, and colthong them in his own happy and felicitous words, of which he was unquestionally an unrivalled master".۲

واضح رہے کہ پنڈت شِو نرائن عین اس زمانے ۳ میں محمد حسین آزاد کے شاگرد تھے جب آزاد 'نیرنگِ خیال' میں شامل مضامین کو اردو کا جامہ پہنانے میں ہمہ تن مشغول تھے ۔

ڈاکٹر محمد صادق نے اپنے تحقیقی مقالے میں شیخ عبدالقادر کے ایک انگریزی لیکچر (۱۸۹۸ء) کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ شیخ عبدالقادر کے مطابق:

'جہاں تک میرا علم مدد کرتا ہے ، ٹھیٹھ یونانی نمونے پر سب سے پہلے تمثیل

---

۱ دیکھئیے: 'نیرنگِ خیال' مرتبہ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار ۔ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور ۔ ستمبر ۱۹۷۲ ۔ ص ۲۷

۲ ۔ "A History of Govt. College Lahore" ص ۳۱

۳ ۔ پنڈت شِو نرائن (ایڈوکیٹ چیف کورٹ پنجاب لاہور) نے ۱۸۷۶ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا ۔

لکھنے کا اعزاز آزاد ہی کو حاصل ہے ۔ میں نے سنا ہے ، اور غالباً یہ درست بھی ہے کہ مصنف کو اس تصنیف کا خاکہ ڈاکٹر لائٹنر ہی سے ملا تھا' ۔

(بحوالہ: 'محمد حسین آزاد : حیات و کارنامے' از ڈاکٹر محمد صادق)

گو ڈاکٹر اسلم فرخی اس خیال کو غلط ثابت کرتے ہیں ۔ ان کے مطابق آزاد اور ڈاکٹر لائیٹنر کے تعلقات ۱۸۷۱ء میں خراب ہو گئے تھے اور جیسے جیسے وقت گزرا کشیدگی بڑھتی گئی، لیکن اس بات سے انکار کیسے ممکن ہے کہ کرنل ہالرائیڈ نے بھی مدد نہیں کی ہو گی اور لیبل ۔ ایچ گریفن نے بھی ؟

مولانا نذیر احمد دھلوی کا انگریزی سے اوّلین ترجمہ ،انکم ٹیکس ایکٹ، (مطبوعہ: ۶۰ ۔ ۱۸۵۹ء) ہے جو سر ولیم میور کی خواہش اور میر ناصر علی کی سفارش پر نذیر احمد دھلوی نے بعنوان ، ترجمہ قانون انکم ٹیکس، بابو شو پرشاد کے ساتھ مل کر کیا ۔

نذیر احمد دھلوی ۱۸۶۰ء میں انڈین پینل کوڈ کے مترجمین کے عملے میں شامل ہوئے اور ،مجموعۂ قوانین تعزیرات ہند ، کے اٹھاویں باب سے ترجمے کا کام شروع کیا ۔ ترجمہ مکمل ہو جانے پر نظرثانی کا فریضہ بھی انجام دیا اور حکومت کے ایماء پر لکھنؤ میں رہ کر اس کی طباعت کی نگرانی کی اور مطبع نولکشور پریس سے شائع کروایا

' اصلاح ترجمہ ضابطہ فوجداری ' (مطبوعہ : گورنمنٹ گزٹ ۱۸۶۱ء) دراصل تعزیرات ھند ، کا ایک ضمیمہ ہے ۔ نذیر احمد دھلوی نے حکومت کے ایماء پر اس ترجمے کی اصلاح کا فریضہ انجام دیا ۔ ' سموات ' (مطبوعہ ۱۸۷۲ء علم ہیئت کی ایک کتاب 'The Heavem' کا ترجمہ ہے ، انگریزی کتاب لے پونرون کی تھی اور اسی کی فرمائش پر نذیر احمد دھلوی نے ترجمہ بھی کیا ، لیکن اس کتاب کو ترجمہ در ترجمہ کہنا چاھئے ۔ اس لئے کہ اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے اور اس کے مصنف کا نام الیگزینڈر گونلے من -A'Guille min' ہے ۔

' تاریخ دربارِ تاج پوشی ' کے انگریزی سے ترجمے کا ابتدائی کام مرزا فرحت اللہ بیگ اور ڈاکٹر دانی نے سر انجام دیا (بحوالہ: 'نذیر احمد کی کہانی ،کچھ ان کی کچھ میری زبانی') یہ کتاب ایڈورڈ ہفتم کے جشن تاج پوشی کی یادگار ہے ۔ اس سلسلے میں وائسرائے و گورنر جنرل ھند نے دھلی میں ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا تھا ۔ سر اسٹیفن وھیلر نے حسب الحکم گورنر جنرل دربار

مذکور کے مفصل حالات/ روداد انگریزی زبان میں مرتّب کی اور حکومت ہند کے ایماء پر اسے نذیر احمد دھلوی نے اپنے دو شاگردوں کی مدد سے ترجمہ مکمل کیا۔ یہ کتاب پہلی بار ۵۹۶ صفحات کی ضخامت میں نولکشور پریس لکھنو سے ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔

جہان تک نذیر احمد دھلوی کے ناولون کا معاملہ ہے تو اس سلسلے میں ڈاکٹر محمد صادق کا ایک مضمون ' نذیر احمد۔ ایک جائزہ ' (۱) ایک زمانے میں چونکا دینے والے انکشافات کا باعث بنا تھا۔

مضمون سے اقتباس ملاحظہ ہو:

' نذیر احمد نے اس ناول (بنات النعش) میں ٹامس ڈے کی کتاب ' ہسٹری آف سینڈ فورڈ اور مرٹن ' کا چربہ اتارا ہے۔ ٹامس ڈے اٹھارویں صدی کا ایک انگریز مصنف تھا اوراس کی یہ تصنیف اس ادب میں جو نوعمروں کے لئے لکھا جاتا ہے، امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ گورنر جنرل کے ایجنٹ مقیم بنارس کے ایما پر بابو شِوپرشاد نے ۱۸۵۵ء میں اس کا اردو میں ترجمہ کیا۔ ترجمہ نہایت سلیس اور سلجھا ہوا ہے، اور یہ کتاب مدّت تک نصابِ تعلیم میں داخل رہی۔ جس طرح بارلو، ہیری ٹامی کو قصّے کہانیوں کی مدد سے اخلاقیات، سائنس، جغرافیہ، تواریخ، حساب وغیرہ کی تعلیم دیتے ہیں، بالکل اسی طرح نذیر احمد کی کہانی میں استانی، اصغری اور محمودہ، حسن آرا کو سینا پرونا، کھانا پکانا، تاریخ، جغرافیہ اور سائنس وغیرہ کی تعلیم دیتی ہیں اور عام معلومات اور دوسرے ملکوں کے حالات سے آگاہ کرتی ہیں۔ معلومات میں اضافہ اور اخلاقی تعلیم کے لئے ڈے، قصّے کہانیاں استعمال کرتا ہے۔ یہی حال نذیر احمد کا ہے ' توبتہ النصوح ' تمامتر ایک انگریزی ناول سے ماخوذ ہے۔ دونوں ناولوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ نذیر احمد کے افسانے میں نصوح کو بیماری کے دوران میں اصلاحِ خاندان کا خیال آتا ہے، انگریزی افسانے میں بچوں کی بے دینی کا سبب ایک لامذہب استاد ہے۔ بیٹوں کی بے راہ روی دیکھ کر باپ کو ان کی اصلاح کا خیال آتا ہے۔ باقی دونوں افسانے بالکل ایک ہیں۔ '

نذیر احمد کی کتاب ' مصائبِ غدر ' ولیم اوداروس کے ۱۸۵۷ء کے روزنامچے کا ترجمہ ہے یہ کتاب پہلی بار نولکشور پریس لکھنئو سے ۱۵۸ صفحات کی

---

(۱) مطبوعہ ماہِ نو کراچی مئی ۱۹۵۱ء

ضخامت میں ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی ۔

عبدالحلیم شرر کی تاریخی ناولوں کی تمام تر عمارت سر والٹر اسکاٹ ، الگزینڈر ڈوما، وکٹرہیوگو اور رچرڈسن کی بنیادوں پر کھڑی ہے ۔ ھمارے بیشتر ناقدینِ فن نے شرر کے ناولوں کو اسکاٹ اور رچرڈسن کی بنیادوں اور ان کے اقوال کا ھُو بہو چربہ ثابت کیا ہے ۔ جبکہ باقاعدہ ترجمہ کے باب میں ولیم ۔ ایم ۔ رینالڈس کے ایک ناول کا ترجمہ شرر نے ' خُوبئ قسمت ' کے نام سے کیا ۔ البتہ نذیر احمد دھلوی کی تمثیلوں اور عبدالحلیم شرر کی ناولوں کا تقابلی مطالعہ نذیر احمد کی تحریروں کو تمثیل اور شرر کی تحریروں کو باقاعدہ ناول ثابت کرتا ہے ۔ یوں شرر ھمارے اوّلین ناول نگار ٹھہرتے ہیں ۔

مرزا رسوا نے ۱۸۸۴ء میں دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن کے لئے انگریزی سے ' رسالہ اصولِ علمِ کیمیا ' ترجمہ کیا اور یہیں سے مرزا رسوا کی تصنیفی زندگی کا آغاز ہوتا ہے ۔ وہ اس کتاب کے طبع ہونے سے قبل افلاطون اور ارسطو کے اردو میں تراجم کے باعث بھی نمایاں تھے اور دیکھا جائے تو ان کی زندگی کا آخری دور بھی دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے لیے فلسفہ سے متعلق کتب کا ترجمہ کرتے گزرا ۔ گویا مرزا رسوا کی علمی/ تصنیفی زندگی ترجمے سے آغاز ہوئی اور ترجمے پر ھی ختم ہوئی ۔ مرزا رسوا کے مندرجہ ذیل انگریزی تراجم یادگار ہیں:

۱ ۔ ' رسالہ اصولِ علمِ کیمیا ' برائے دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ۔ ۱۸۸۴ء

۲ ۔ ' حکمت الاشراق ' (فلسفہ) ایضاً ۱۹۲۵ء ۔

۳ ۔ ' مبادی علم النفس ' (جی ۔ ایف ۔ اسٹوٹ) ایضاً س ۔ ن

۴ ۔ ' بنی آدم ' (اسٹوٹ چیس) ایضاً س ۔ ن ۔

۵ ۔ ' مفتاح المنطق ' (ایچ ۔ ڈبلیو۔ بی جوزف) ایضاً س ۔ ن

٦ ۔ ' اخلاق نقو ماجس ' (اسطاطابس) ایضاً ۱۹۳۱ء

۷ ۔ ' خونی مصور ' (ناول) میری کوریلی کے انگریزی ناول کا ترجمہ ۱۹۱۹ء

۸ ۔ ' خونی عاشق ' ، (ناول) ایضاً ۱۹۲۰ء

۹ ۔ ' خونی بھید ' ، (ناول) میری کوریلی کے انگریزی ناول کا ترجمہ ۱۹۲۴ء

۱۰ ۔ ' خونی جورو ' ، (ناول) ایضاً ۱۹۲۸ء

۱۱ ۔ ' بہرام کی رھائی ' (ناول) س ۔ ن

آخرالذکر ناول کے بارے میں ڈاکٹر ظہیر فتح پوری لکھتے ہیں:

' پلاٹ غالباً کسی انگریزی ناول سے ماخوذ ہے لیکن کرداروں اور مقامات کے نام ہندوستانی ہیں۔ سرورق پر ' مرتبّہ مرزا رسوا ' تحریر ہے۔ ' (۱)

ڈاکٹر میمونہ انصاری نے مرزا رسوا پر اپنے پی ایچ۔ ڈی کے تحقیقی مقالے میں ' طلسمات ' نامی ایک ناول کو ناولوں کے متذکرہ بالا تراجم میں شمار کیا ہے اور لکھا ھی کہ: یہ ان تراجم میں سے ہے جو بہت مشہور ہیں ' (ص ۴۴) جبکہ ڈاکٹر ظہیر فتح پوری کے نزدیک ان کا یہ خیال درست نہیں۔ نہ اس نام کا کوئی ناول مرزا رسوا نے ترجمہ کیا اور نہ اس کی شہرت ہوئی۔ بقول ظہیر فتح پوری: جناب عبدالماجد دریابادی، علی عباس حسینی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب (جو مرزا رسوا کی شخصیت و تصانیف پر سند کا درجہ رکھتے ہیں) نے بھی اس کتاب سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے جبکہ سردار خشونت سنگھ اور ایم۔ اے۔ حسینی نے امراؤجان ادا کے انگریزی ایڈیشن میں مرزا رسوا کی تصانیف کی جو فہرست دی ہے، اس میں بھی اس ناول کا کوئی حوالہ موجود نہیں۔

۱۹ویں صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر ۲۰ویں صدی عیسوی کے نصف اوّل تک ہندوستانی ادیب جس ذہنی کشمکش کا شکار دکھائی دیتا ہے اس کی اوّلین مثال سید احمد خان کی شخصیت تھی۔ اس کے باوجود کہ نذیر احمد دھلوی کی تقریریں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی دلکشی کا سب سے بڑا سبب تھیں لیکن نذیر احمد دھلوی نے اپنے ناول / تمثیل میں جابجا اس ذہنیت پر طنز کے تیر چلائے ہیں جس کی ترویج کا سبب سید احمد خان کی ذات تھی۔

ابن الوقت، میں کھل کر سید احمد خان کے نظریہ تعلیم کی مخالفت کی اور مغرب پرستی کا مذاق اڑایا۔ مثال کے طور پر ابن الوقت کے گھرانے کا قلعہ سے تعلق، وظائف میں دلچسپی، ایامِ غدر میں انگریزوں کو پناہ دینا، اس خیرخواھی کا بدلہ پانا، فرصت کی گھڑیوں میں دلی کے کھنڈروں میں گھومتے پھرنا، انگریزوں کے ایماء پر مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑا اٹھانا، غدر کا روزنامچہ مرتّب کرنا، غدر کو شورشِ جاھلانہ ثابت کرنا اور نوبل صاحب کے ساتھ کھانا اور انگریزوں کے طور طریقے اپنانا اور کرستان مشہور ہو جانا۔ سیّد احمد خان کی ھی شخصیت کی عکاسی ہے۔

---

(۱) 'رسوا کی ناول نگاری' 'حروف' ۶۲۲۔ پی سیدپور راولپنڈی۔ اپریل ۱۹۷۰ء ص ۳۹۸

'ابن الوقت' کے شائع ہونے کے ٹھیک دو برس بعد مدرسہ طبیہ کے سالانہ جلسے میں نذیر احمد دھلوی نے ایک نظم پڑھی تھی، جس مین اس قومی المیے پر بڑی دلسوزی کے ساتھ ماتم کیا گیا تھا:

اپنی ھر اک چیز سے بے زاریاں
ھائے وہ کیا ھوئیں خودداریاں

لیکن یہ دو طرفہ آگ تھی ۔ ھمارا ادیب مغرب کی طرف تجسس کے ساتھ دیکھ رہا تھا اور مغرب نے مشرقی لبادہ اوڑھنے کی کوشش کی تھی ۔ یہ الگ قصّہ ہے کہ ھم نے اس کھیل میں پایا کم اور کھویا زیادہ ۔ بقول محمود ھاشمی: ایذراپاونڈ میگنا کارٹا کے ساتھ ساتھ مشرقی فلسفے اور مشرقی شاعری کے تراجم اور حوالوں کی ضرورت محسوس کرتا ہے ۔ اسی لئے ایلیٹ اپنے خرابے اور کار تھیج کے خوابوں کے بعد اوم شانتی شانتی کی منزل تک آتا ہے ۔ اسی لئے سارتر بدھ سے قریب دکھائی دیتا ہے ۔ اسی لئے بیشتر نئے مغربی ادیب بُدھسٹ بن گئے تھے ۔ اسی لئے ایلن جنسبرگ (Allen Ginsberg) امریکہ سے ھندوستان کا سفر کرتا ہے اور امریکہ میں رھتے ھوئے اپنی نظم میں اس خواھش کا اظہار کرتا ہے کہ:

'(America) When will send your eggs to India' [1]

مغرب میں اس میلان کے ابتدائی نقوش مارلو اور شیکپیئر کے ڈراموں میں دکھائی دیتے ہیں جبکہ ١٨٨٠ء کے قریب رڈ یارڈ کپلنگ اپنے مشرقی حوالوں کے ساتھ ابھر کر سامنے آیا لیکن یہ کپلنگ ھی ہے جس نے انگریزی راج کے تصّور کو تقویت پہنچائی اور ھندوستان سے اپنی قوم اور برطانوی حکومت کے حوالوں کے ساتھ محبت کی ۔ اس نے بیشک اپنے ناولوں میں ھندوستان کو خُوبصورت اور پُر اسرار مہمّات کا سرچشمہ بنا کر پیش کیا لیکن درحقیقت اس نے اس نئے فکر و فلسفہ کے ذریعے برطانوی راج کو سہارا دینے اور برطانوی سول سروس کا جال بچھانے میں مدد دی ۔ رُڈ یارڈ کپلنگ نے ١٨٨٨ء سے ١٨٩١ء تک اپنی کہانیوں کے چار مجموعے دیئے:

١ ـ Plain tales from the hills.

٢ ـ Soldiers thre and other stories.

٣ ـ Wee willie winkie and other stories.

٤ ـ Life's Handicap.

---

(١) بحوالہ: 'ایک خطرناک میلان' مطبوعہ ۔ اوراق، لاھور شمارہ نمبر٣ ١٩٦٦ء۔ ص ١١٩

ان مجموعوں میں شامل ۹۶ کہانیوں میں سے ۲۸ ہندوستان کے منظر نامے کو سمیٹے ہوئے ہیں ۔ لیکن ان کہانیوں میں سے کوئی ایک کہانی بھی ایسی نہیں جس میں آزادی ہند کے بارے میں اشارتاً بھی تذکرہ کیا گیا ہو ۔ حتیٰ کہ اس کے دو مشہور ناولوں 'Naulakha' اور 'Kim' میں بھی ہندوستانی سوچوں کی صحیح ترجمانی سے اجتناب برتا گیا ہے ۔ رڈیارڈ کپلنگ سے پہلے میکنزی نے ۱۷۸۵ء میں مسز مشروم کی ذات کے حوالے سے ہندوستان کے نوابین کی نقشہ کشی کرتے ہوئے خُوب خُوب مضحکہ اڑایا ، لیکن یہ اس کا مشرقی حوالہ ھی تھا کہ سرشار نے میکنزی کی اصل حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر اس کی ایک کتاب کا ترجمہ ' اعمال نامہ روس ' کے نام سے کیا ۔ اسی طرح سر والٹر اسکاٹ نے اپنے ناول ' دی سرجنز ڈاٹر ' کا ہندوستانی منظر نامہ تو اپنایا لیکن وہ بھی ہندوستان کے خلاف لڑنے والے برطانوی کمانڈروں کو Demi-God سمجھتا تھا اور اس کے نذدیک ' مسلمان مغرور تھا ' ۔

سو کہا جا سکتا ہے کہ کپلنگ کی ذہنیت کو پیدا کرنے کو ۱۷۸۵ء سے زمین ھموار کی جا رہی تھی ۔

تہذیبی کشمکش

[فلم مشرق اور مغرب کی آویزش ۔ رابندرناتھ ٹیگور کے ھمہ گیر اثرات]

رڈیارڈ کپلنگ نے کہا تھا کہ ' مشرق اور مغرب کبھی آپس میں نہیں مل سکتے ' لیکن ہندوستان پر مغربی ادبیات کے علاوہ فلموں کے ذریعے ایک بھرپور ثقافتی حملہ بھی اس خصوص میں توجہ طلب ہے ۔ اس ثقافتی حملے پر بات کرنا اس لیے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ھمارے ھاں فلم اور ادَب کا ناطہ بہت پرانا ہے (۱)

ہندوستان میں انگریزی فلموں کی نمائش ۱۴ جولائی ۱۸۹۶ء سے شروع

---

(۱) دیکھئے : کتاب : ' فلم و ڈرامہ ' زمانہ بک ایجنسی کانپور طبع دوم جنوری ۱۹۳۸ء
مضمون : پنجابی فلمیں ' مطبوعہ نیرنگ خیال (ماہنامہ : اپریل ۱۹۳۹ء ص ۵۲
مضمون : نئی نئی فلمیں ایضاً ص ۵۸
مضمون : ' لیڈیز اونلی ' ایضاً ص ۵۹
جائزہ : ' ہندوستانی سینما کی خام فلموں کی درآمد مطبوعہ : ھمایوں : ماہنامہ مارچ ۱۹۳۰ء ص ۱۸۲

ہوئی ۔ یہاں درآمد کی جانے والی تین ابتدائی انگریزی فلمیں یہ تھیں:

۱۔ London girl Dancers

۲۔ The Arrival of the train

۳۔ Parade of the guard

محوّلہ بالا تینوں فلموں کے ذریعے پہلی بار ہندوستانی اسکرین پر کھُل کھیلنے کا سامان فراہم ہوا۔

خود ایک ہندوستانی فلمساز موہن بھوانی (پیدائش : ۱۹۰۳ء) نے مانچسٹر کالج آف فلم ٹیکنالوجی انگلینڈ سے پروڈکشن اور سکرین تکنیک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد U.F.A. سٹوڈیوز جرمنی اور Eclair سٹوڈیوز فرانس کے تجربے کے ساتھ ۱۹۲۵ء میں ہندوستان آکر امپیریل فلم کمپنی بمبئی کے لئے تین فلمیں بنائیں ۔ اس کی فلم "Vasantasena" کو اُس زمانے میں "Metro Goldwyn Mayer" برطانیہ جیسے نمایاں ادارے نے ساری دنیا میں ریلیز کرنے کے انتظامات کئے اور اس فلم کی ریلیز کا ہندوستان میں خاص اہتمام کیا گیا ۔ واضح رہے کہ موہن بھوانی ہی کی ایک فلم 'The Mill' حکومتِ برطانیہ کے ایماء پر ' ہندوستان میں مزدوروں کی صورت حال ' کے موضوع پر بنائی گئی تھی ۔ یُوں موہن بھوانی پہلا ہندوستانی فلم ساز تھا جس نے ہندوستان کے عوام اور حکومتِ برطانیہ کے درمیان ایک رابطے کا کام کیا ۔

ڈن شاہ بلموریا (پیدائش: ۱۹۰۳ء) کی دو فلمیں Drums of Love اور Temple Bells اسی زمانے کی یادگار ہیں ۔ بلموریا نے بوسہ بازی کو سکرین پر عام کیا ۔ ایزرامیر نے ۱۹۲۳ء میں ہندوستان کی نمائندگی برطانیہ میں کی ، اور کچھ عرصہ امریکہ نیویارک کی مشہور فلم کمپنی Valentino فلمز اور Universal فلمز میں بھی رہا (۱) ۱۹۳۳ء میں ہندوستان واپس آکر اس نے "Phantom of the Hills" اور ۱۹۳۶ء میں ، Devil's Dice مکمل کیں ۔ اس نے ۱۵۰ فلمیں آٹھ مختلف زبانوں میں مکمل کیں ۔

خان بہادر آردیشر ۔ ایم ۔ ایرانی ۱۹۲۰ء میں یونیورسل فلم کمپنی امریکہ

۱۔ امریکہ میں وہ "DOLORES DEL RIO UNITED ARTISTS UNIT" کے سکرین پلے بنکشن کے چیف کے عہدے تک پنہچا ۔ ۱۹۲۹ء میں اس نے امریکہ میں اپنی اولین فلم "SYMBOLES QUE" مکمل کی جو فلم آرٹ تھیٹر وائن سٹریٹ نے ریلیز کی اور اسے عالمی سطح پر ''روحانی حسن کا نمونہ'' قرار دیا گیا ۔

کی طرف سے بھارت ، برما اور سیلون کے لئے ایجنٹ کا کام کرتا رھا - اسی پروڈیوسر نے بعد میں مارچ ۱۹۳۱ء میں ھندوستان کی اوّلین بولتی فلم ' عالم آراء' بنائی تھی - آردیشر ایرانی کے تعلقات حکومت وقت کے ساتھ انتہائی اچھے تھے اور یہی سبب ہے کہ ھندوستان کے جدید ترین فلمی آلات سے مزین فلم سٹوڈیو کا وہ واحد مالک تھا۔

کے - ایل - کہان نے Son of Zambo بنائی جو برطانوی ٹارزن سلسلے کی فلم تھی -

واضح رہے کہ اس سلسلے کی فلموں میں فحاشی اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے - رڈ یارڈ کپلنگ کی ناول ' Toomai And Elephants ' پر مبنی فلم ۱۹۳۷ء میں ' Elepha Boy ' کے نام سے بنی جس میں ننھے ھندوستانی اداکار سابو نے مرکزی کردار ادا کیا - 'The Jungle Book ' پر بھی فلم بنی اور ھندوستان میں باکس آفس پر خاصی کامیاب رھی - کپلنگ کی ایک نظم ' Gunga Din ' کے مرکزی خیال پر مبنی فلم نے ھندوستان میں کامیابی کی نئے ریکارڈ قائم کئے - لیکن یہی وہ زمانہ ہے جب کپلنگ نے نظم ' سفید آدمی کا بوجھ لکھی تھی ، جس میں اھل مشرق کو نیم ابلیس اور' نیم طفل ' کہا گیا تھا. ملاحظہ ہو:

TAKE UP THE WHITE MAN, BURDEN
SEND FORTH THE BEST YOU BREED
GO BIND YOUR SONS TO EXILE
TO SERVE YOUR CAPTIVES' NEEDS;
TO WAIT IN HEAVY HARNESS
ON FLUTTERED FOLD AND WILD
YOUR NEW-CAUGHT SULLEN PEOPLES
HALF-DEVIL AND HALF-CHILD

کپلنگ کی اس منافق ھمدردانہ محبت کے خلاف نمایاں ردِ عمل ای - ایم - فورسٹر (۱) (ایڈورڈ مارگن فورسٹر) کے ھاں دکھائی دیتا ہے - فورسٹر پہلا برطانوی ادیب ہے جو انسانیت کا ھمنوا اور نجی تعلقات کا زبردست حامی اور مبلغ تھا -

---

(۱) پیدائش : ۱۸۷۹ء وفات: ۱۹۱۲ء - فورسٹر تین بار ھندوستان آیا یعنی ۱۹۱۲ء ، ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۵ء میں -

ای ـ ایم فورسٹر نے انگریزوں کی سیاسی اور انتظامی حکمتِ عملی پر کُھل کر تنقید کی۔ ۱۹۴۵ء میں جے پور .P.E.N کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور پر ہندوستان آیا۔ اپنی مشہور زمانہ ناول کا انتساب نواب مسعود جنگ المعروف سر سید راس مسعود کے نام کیا (مطبوعہ: ۱۹۲۴ء)۔ اپنے خطوط کے مجموعے 'The hill of devi' میں ہندوستانی دوستوں کو نہیں بُھولا ۔ حیدرآباد دکن کے اُردو ہال ۔ کے لئے ایک ہزار پونڈ کا گراں قدر عطّیہ دیا ۔ احمد علی کے ناول 'Twilght in Delhi' (تکمیل: ۱۹۳۹ء) کو اپنے مشہور زمانہ ناول 'A Passage to India' کا ہم پلہ ناول قرار دیا۔ حتیٰ کہ جب ہوگارتھ پریس لندن نے ۔ دلی کی شام ۔ کو چھاپتے وقت انگریزوں کے خلاف جذبوں اور اس کے نتائج کے خوف سے ناول شائع کرنے میں ھچکچاھٹ کا مظاھرہ کیا تو فورسٹر ھی آڑے آیا (۱) اور آخرِ کار ۱۹۴۰ء میں ھوگارتھ پریس کے ڈائریکٹر جون لیمن کی زیر نگرانی اس ناول کو چھپوا کر دم لیا ـ

لیکن جے پور.P.E.N کانفرنس (۱۹۴۵ء) کے موقع پر ہندوستان کو آزادی دینے کے سوال پر اس نے بھی کہاتھا:

"The Tragedic Problem of India's Political Future,
I can contribute no solution."

یہی معاملہ جان ماسٹرز (۲) کا ہے ـ اس نے انگریز حکمتِ عملی کی مخالفت کی اور نہایت دیانتداری کے ساتھ اپنے ناولوں میں ہندوستان کی تاریخ کو سمیٹنے کا جتن کیا لیکن اپنی پانچ پُشتوں کی ہندوستان سے محبت کے باوجود اپنے معرکہ آرا ناول ' بھوانی جنکشن ' میں برطانوی راج کے قائم رہنے کی خواھش کا اظہار کیا ـ

مشرق کے بہت بڑے نام لیوا اور مشرقی ادبیات کے محسن ایزرا پاؤنڈ کو ھی لیجئے ـ اُس نے ابتداء میں ای ـ ایم ـ فورسٹر اور ڈبلیو ـ بی ـ ییٹس کی طرح مغرب میں رابندر ناتھ ٹیگور کی بھرپور وکالت کی لیکن جب ۱۹۱۳ء میں ٹیگور

---

(۱) ڈسمونڈ میکارتھی اور ورجینا وولف کی معرفت سرکاری سنسر کے ڈائریکٹر ، ھیرلڈ نکلسن سے مسودہ پاس کروایا ـ

(۲) پیدائش : ۱۹۱۴ء کلکتہ ـ اس کا باپ دسویں راجپوت بٹالین کا کپتان تھا۔ ھندوستان سے گریجویشن کرنے کے بعد اُس نے امریکہ میں مستقل سکونت اختیار کرلی ـ اُس کے دیگر دو ناول 'Bugles and Tigers' اور 'Nightrunner of Bengal' ہیں

کو ادب کا نوبل انعام ملا اور مغرب میں ایک مشرقی شاعر کا چلن عام ہوا تو پاؤنڈ اُس راہ پر مزید آگے نہیں گیا اور ٹیگور کے حامیوں اور مقلدوں سے کنارا کشی اختیار کر لی ۔ اس کا سبب بتاتے ہوئے اس نے وضاحت کی تھی کہ: ' میں نے رابندر ناتھ ٹیگور کو بطور شاعر قبول کیا تھا ، مسیحا کے طور پر نہیں ' ۔ لیکن اب مغرب میں ٹیگور کا جادو چل چکا تھا اور اس کا توڑ بہت مشکل تھا ۔

رابندر ناتھ ٹیگور کی عالمگیر شہرت کے ساتھ ھی رڈ یارڈ کپلنگ اور اُس کی قبیل کے دیگر ادباء اور صحافیوں کی مخصوص منافقانہ ذھنیت (جس کا مظاھرہ کپلنگ اپنے انگریزی اخبار ' سول اینڈ ملٹری گزٹ ' کے مدیر کی حیثیت سے کرتا چلا آیا تھا ۔ اُس سے پہلے ۱۸۸۵ء کے لگ بھگ اس کا والد ایس وھلیر یہ فریضہ انجام دے چکا تھا) کی موت واقع ھوئی اور مشرق و مغرب میں ادبی سطح پر ایک دوسرے کو سمجھنے کی خاطر تراجم کا آغاز ھوًا ۔

ھمارے ھاں ٹیگور پہلا ادیب اور شاعرتھا جس کی ذات بنگالی ادب کے دائرے سے نکل کر اُردو میں بھی ترجمے کی بنیادیں فراھم کر گئی ۔ بالخصوص ھمارے ھاں اُردو ادب میں افسانے کی صنف تو متعارف ھی ٹیگور کی معرفت ھوئی ۔ پریم چند اپنا اوّلین افسانہ : ' دنیا کا سب سے انمول رتن ' (مطبوعہ: ۱۹۰۷ء) لکھنے سے پہلے ٹیگور کے افسانوں کے تراجم کی معرفت ھی ادبی دُنیا سے متعارف ھوئے تھے اور یلدرم، نیاز فتح پوری، حجاب اسماعیل(حجاب امتیاز علی) اور ل ۔ احمد اکبر آبادی کے ہاں ٹیگور کے واضح اثرات اپنی پہچان کرواتے ہیں ۔

ٹیگور کی اس مقبولیت اور اثر کی ایک وجہ نوبل انعام بھی ھو سکتا ہے جو ٹیگور کو ۱۹۱۳ء میں ملا۔ جبکہ بھارت کے لئے یہ اوّلین نوبل انعام تھا ۔ (۱) لیکن ٹیگور کچھ اس سے سوا تھا ۔ ٹیگور کی حیثیت مشرق اور مغرب میں ٹالسٹائی کی طرح تھی جسے اوّلین نوبل انعام سے محروم رکھا گیا لیکن دنیا بھر

---

(۱) تفصیلات کے لیے دیکھئے:
ٹیگور اور اسکی شاعری، از مخدوم محی الدین ۔ ادارۂ ادبیاتِ اردو حیدر آباد دکن ۔ ۱۹۳۵ء ۔

(۲) ' ٹیگور کی شہرت ' از مخدوم محی الدین مطبوعہ مجلہ عثمانیہ حیدر آباد دکن ۔ ۱۹۳۵ء۔

(۳) ' عرض نغمہ ' (ترجمہ گیتا نجلی) از نیاز فتح پوری ۔ س ۔ ن

(۴) ' کلام ٹیگور ' مترجمہ: ایم ضیاء الدین ۔ وشوا بھارتی بک شاپ ۲۱۰ کارنوالس اسٹریٹ کلکتہ ۔

(۵) ' ایک سو ایک نظمیں ' مترجمہ: فراق گورکھپوری ۔ ساھتیہ اکیڈمی نئی دھلی ۔ ۱۹۶۲ء۔

کا ادب ٹالسٹائی کے ھمہ گیر اثرات کی زد میں رہا ۔ خود ھمارے ھاں ٹالسٹائی کے اثرات کو صحیح طور پر محسوس کرنے کے لیے محض ' زمانہ ' کانپور اور ' ھمایون ' کی فائلیں دیکھ لینا کافی ھو گا ۔

ٹیگور کی مقبولیت کا اندازہ لگانے کے لیے مضمون 'ٹیگور مصر میں' از ' ر' مطبوعہ ، معارف ، اعظم گڑھ (بابتہ : فروری ١٩٢٧ء ص ١٣٠) ھی بہت کافی ہے جس میں ٹیگور کے سویڈن سے بھارت کی طرف سفر کی رُوداد رقم کی گئی ہے ۔

اس عظیم کامیابی کی سب سے بڑی وجہ خود ٹیگور نے ان لفظوں میں بیان کی:

میرا خمیر مشرق کا ہے ' میں مشرق زدہ ھوں ۔ مشرق میں کس بات کی کمی ہے ؟ اس کا اپنا فلسفہ زندگی ، اس کے اپنے اثرات ہیں ، اس کے اپنے احساسات ہیں ، اس کی اپنی فکر ہے ، اس کا اپنا انداز ہے ۔ ' (٢)

اس زمانے میں خود ٹیگور کو پتا نہیں تھا کہ اس کی کون سی کہانیاں کہاں کہاں ترجمہ ھوئیں جبکہ اس کے ناشرین ' Long man Green& Co ' برطانیہ میں تھے ۔

صرف ١٩١٦ء تک رابندر ناتھ ٹیگور(پیدائش: ١٨٦١ء) کی بنگالی میں ۵٧ اور انگریزی میں ٧۵ چھوٹی بڑی کتابیں شائع ھو چکی تھیں اور ان کی شخصیت اور فن پر مختلف زبانوں میں ٣٨ کتابیں شائع ھو کر ھاتھوں ھاتھ بک چُکی تھیں ۔

اس زمانے میں ٹیگورکی مشرقی آواز عالمی سطح پر سنی جا رہی تھی اور یہی سبب تھا کہ ٹیگور بنگلہ اور انگریزی زبانوں سے اُردو میں بکثرت ترجمہ ھو کر اُردو میں انگریزی سے ترجمے کی تحریک کا بہت سے بڑا سبب بن گئے ۔

دارالترجمہ ۔ جامعہ عثمانیہ ۔ حیدر آباد دکن (١٩١٩ء)

اس ادارے کی خدمات ، مسلمانوں میں بیداری کا شعور جگانے اور مُسلم کلچر اور اُردو زبان کی سرپرستی کے باب میں ھمیشہ یاد گار رھیں گے ۔ یاد رھے کہ جامعہ عثمانیہ کا قیام اور اس کی سرپرستی کا فرض نواب میر عثمان علی خان آصف سابع نے ادا کیا ، لیکن یہ ادارہ نہ تو ایک انفرادی کوشش کا نتیجہ تھااور

---

(٢) ' خود نوشت ' از سید بادشاہ حسین ۔ مطبوعہ 'افکار ' ۔ کراچی جون ١٩٤۵ء

نہ ہی شخصی کارنامہ بلکہ یہ تو ہندوستان کے طبقاتی شعور کی بیداری کا دوسرا نام ہے۔

یہی سبب ہے کہ جامعہ عثمانیہ کی جڑیں تلاش کرتے کرتے ہم قدیم مُسلم سماجی شعور تک جا نکلتے ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے جب علاقہ دکن پر بہمنی راج تھا۔ اس قدیم عہد کی قدیمؔ درس گاہ ‘ محمود گاواں کا قائم کردہ مدرسہ بمقام بیدر ’ ۳۴ ہزار مربع فٹ پر پھیلا ہوا تھا اور جہاں سے اجسام فلکی کا مشاہدہ و مطالعہ بڑی توجہ کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

یہ وہ زمانہ ہے جب عادل شاہ اوّل (۹۳۱ ھ مطابق ۱۵۳۴ء۔ ۹۶۵ ھ بمطابق ۱۵۵۷ء) کے عہد میں ریاست بیجاپور میں پہلی بار اُردو کو دفتری زبان کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے ۱۸۳۴ء میں نواب فخرالدین خان شمس الامراء ثانی نے مدرسہ فخریہ قائم کیا۔ ڈیوڑھی شاہ گنج میں قائم کردہ اس مدرسے میں علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور نصابی کتب کی کمی کو محسوس کرتے ہوئے مطبع شمس الامراء قائم کیا گیا تھا۔ نواب ناصر الدولہ کے آخری زمانے میں مدرسہ طبابت (میڈیکل کالج) ۱۸۴۵ء میں قائم کیا گیا جس نے ارسطو یارجنگ جیسے ماہر ڈاکٹر پیدا کئے۔

۱۸۷۳ء میں محمد حسین خان (المعروف نواب الفت یار جنگ) نے جو اس زمانے میں مددگار معتمد مالگزاری تھے، ملک کے ہمدردوں کے نام ایک اپیل شائع کروائی جس میں، جامع العلوم، کے قیام پر زور دیا گیا۔ گو اس زمانے میں اس اپیل پر کسی نے کان نہیں دھرا لیکن بعد میں یہی اپیل جامعہ عثمانیہ کی بنیاد بن گئی۔

۱۸۸۳ء میں نواب سالار جنگ دوم کی وزارتِ عظمی کی زمانے میں دوبارہ جامعہ کی قیام کی تحریک چلی، اب اس تحریک کا مُحرک ایک انگریز اور انگلستان کی پارلیمنٹ کا نمایاں رُکن بلنٹ تھا(۱)۔ بلنٹ نے جامعہ مشرقی کا ایک خاکہ مرتّب کر کے ۲۲ اپریل ۱۸۸۰ء میں باغ عامہ کے ایک جلسے میں نواب میر محبوب علی کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ بلنٹ نے جامعہ کا نام ‘ نظام یونیورسٹی ’ تجویز کیا تھا، لیکن اس تجویز کو شرفِ قبولیت حاصل نہ ہوا۔

---

(۱) بلنٹ کی کتابوں کے اُردو تراجم ہمارے ہاں بہت مقبول ہوے۔ ان کے اوّلین مترجم مولانا ظفر علی خان تھے۔

بقول بلنٹ ، اس تجویز کو حضرت جمال الدین افغانی نے سراہا تھا اور اس موضوع سے متعلق دو ایک مضامین بھی سپردِ قلم کئے تھے جو اُس زمانے کے اہم جرائد میں شائع ہوئے تھے ۔ حتیٰ کہ جب اُن کی پیرس میں بلنٹ سے ملاقات ہوئی تو اُنھوں نے زور دے کر لارڈ رپن کی توجہ بھی اس مسئلے کی جانب مبذول کروائی ۔ نظام دکن کی بلنٹ سے پہلی ملاقات والسرائے ہند کے ہاں کلکتہ میں ہوئی ۔ جہاں نظام دکن نے اُصولی طور پر بلنٹ کی تجویز سے اتفاق کیا اور مرتّب شدہ خاکہ طلب کیا ۔ چنانچہ ۲۵ جنوری ۱۸۸۳ء کو بلنٹ نے مرتّب شدہ خاکہ اور ایک سفارشی خط نواب سالار جنگ کی معرفت نظام دکن کے حضور روانہ کیا ۔ جس کے جواب میں ۱۳ فروری ۱۸۸۳ء کو نواب سالار جنگ نے ایک خط بلنٹ کے نام لکھا ، جس میں نظام دکن کی طرف سے خواہش کی گئی تھی کہ بلنٹ کلکتہ سے محض چند دنوں کے لئے حیدرآباد تشریف لائیں اور اس خاکے کو عملی جامہ پہنائیں لیکن بلنٹ کچھ ھی روز بعد برطانیہ میں اپنی شدید مصروفیات کے سبب واپس ہو لئے اور جامعہ کے قیام کی تحریک آگے نہ چل سکی ۔ ۱۸۹۴ء میں سر وقارالامراء نے اپنی وزارت عظمیٰ کے عہد میں نظام کالج کے جلسہ تقسیمِ انعامات کے موقع پر ایک بار پھر اُس تجویز کو نظام دکن نواب میر محبوب علی خان کے گوش گزار کیا ۔ لیکن اس موقع پر بھی یہ تحریک کاغذی کاروائیوں سے آگے نہ بڑھ سکی ۔

حیدر آباد ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۴ء میں دارالعلوم کے فارغ التحصیل طلبہ نے یہ تحریک ایک بار پھر چلائی ۔ ٹاؤن ہال حیدرآباد دکن میں منعقدہ اجلاس (۱۹۱۵ء) کی صدارت نواب حیدریارجنگ (المعروف سر اکبر حیدری) معتمد تعلیمات نے کی اور اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے مغربی تعلیم کے تاریک پہلوؤں کی نشاندھی کی ۔ یادِ رہے کہ اس اجلاس میں ڈاکٹر عبدالحق نے علوم و فنون کے تراجم کی ضرورت پر تقریر کی تھی ۔ اس بار بھی جنگِ عظیم اوّل کی پھیلائی ہوئی بے اطمینانی کی فضا نے عملی اقدامات سے روکے رکھا ۔ اس خصوص میں کانفرنس کا دوسرا اجلاس ۱۹۱۶ء میں اورنگ آباد کے مقام پر منعقد ہوا ۔ اس موقع پر نواب حیدر یارجنگ نے صدارتی کلمات ادا کرتے ہوئے کہا تھا:

' ھمیں ایک جدید یونیورسٹی کی ضرورت ہے ، جس کی بنیاد صحیح اصول تعلیم ، ملکی ضروریات اور قومی خصائص پر قائم ہو ، جس میں قدیم اور جدید

دونوں طرح کی خُوبیوں سے فائدہ اُٹھایا جائے جو تعلیم عملی ہو اور امتحانی بھی اور ساتھ ہی ساتھ تالیف و ترجمہ کا کام بھی کرے '۔

روزنامہ جسارت کراچی کے مطابق:

ایک دن بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے راس مسعود سے کہا ' تمہیں اس کا عملی ثبوت فراہم کرنا چاہیے کہ تم سرسید کے پوتے ہو ' راس مسعود نے پوچھا 'وہ کیسے ' ؟ بابائے اُردو حیدرآباد میں اُردو یونیورسٹی قائم کرنا چاھتے تھے ، کاغذی تیاری ہو چکی تھی ۔ انھوں نے وہ کاغذات راس مسعود کو دیئے اور کہاان کاغذات پر ریاست کے ریذیڈنٹ سے دستخط کروا دیجیے ۔

راس مسعود انگریزی ریزیڈنٹ کی کوٹھی پہنچے ، ریزیڈنٹ کے سامنے انھوں نے اس کے بچوں سے فرانسیسی میں گفتگو شروع کر دی ، ریذیڈنٹ نے انہیں ٹوکا۔' مسٹر مسعود! اگر آپ کو فرانسیسی ہی بولنی ہے تو مجھ سے بولیے یہ بچے فرانسیسی نہیں جانتے یہ تو ابھی اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔ ' راس مسعود کو موقع مل گیا ۔ انھوں نے فوراً کہا ' جناب ! جس طرح آپ کے بچّے اپنی زبان میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اسی طرح ہم بھی چاھتے ہیں کہ ھمارے بچّے بھی اپنی زبان میں تعلیم حاصل کریں ۔ ھاں بڑے ہو کر وہ فرانسیسی ، انگریزی جرمن جو زبان چاہیں اپنی مرضی سے سیکھ سکتے ہیں ۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ ھمارے بچوں کودُھری محنت کرنی پڑتی ہے پہلے انگریزی سیکھو پھر انگریزی میں تعلیم لو ، اس طرح بچّے نہ زبان سیکھ پاتے ہیں نہ علم ، کسی غیر زبان کا ذریعہ تعلیم عالِم پیدا کرنے سے تو رہا کلرک ہی کلرک پیداکر سکتا ہے ' ریزیڈنٹ نے راس مسعود سے اتفاق کیا ۔ راس مسعود نے یونیورسٹی کے کاغذات اس کے سامنے کر دیے ۔(۱)

ریاست حیدرآباد دکن کے ریزیڈنٹ کی اجازت کے بعد حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس اورنگ آباد ۔ دکن (۱۹۱۶ء) میں نواب حیدر یارجنگ المعروف سر اکبر حیدری معتمد تعلیمات حیدرآباد (دکن) کی تیار کردہ عرضداشت ۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء میں نظام دکن کے سامنے لائی گئی نظام دکن نواب میر عثمان علی خان نے کلیہ جامعہ عثمانیہ ، کے قیام کی منظوری دیتے ہوئے فرمایا:

' میں بہت خوشی کے ساتھ اجازت دیتا ہوں کہ میری تخت نشینی کی یادگار میں حسبِ مذکور اصول محولہ عرض داشت کے مطابق ممالک محروسہ کے لئے

---

(۱) بحوالہ: روزنامہ جسارت ، کراچی مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۸۳ء

حیدرآباد دکن میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کاروائی شروع کی جائے، اس یونیورسٹی کا نام ' عثمانیہ یونیورسٹی ' حیدرآباد ہو گا ' ۔

یوں تقریباً نصف صدی کی کوششوں کے بعد نواب میر عثمان علی خان کی منظوری سے جامعہ کا قیام عمل میں آیا ۔

یہاں محمد سجاد مرزا بیگ دهلوی کے دیباچه ' الفہرست ' مرقومہ ۲ جنوری ۱۹۲۴ء کے ص ۱۰ پر نواب میر عثمان علی خان کے نام کے ساتھ جو القابات درج ہیں ، اُن کا نمونہ ملاحظہ ہو:

' ہزاگزالٹیڈ ھائی نس رُستم دوران ، ارسطوئے زماں ، سپہ سالار آصف جاہ مظفرالمالک نظام الملک ، نظام الدولہ نواب میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ ۔ جی ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ۔ جی ۔ سی ۔ بی ۔ آئی ۔ والئی مملکتِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ ' ۔

محولہ بالا اقتباس کا خط کشیدہ آخری حصہ ، اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کلیہ جامعہ عثمانیہ اور محکمہ دارالترجمہ کے قیام کا کوئی ایک ڈھکا چھپا مقصد حکومتِ برطانیہ کو خوش کرنا بھی تھا ۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جامعہ کی تحریک ہندوستانی مسلمانوں کے طبقاتی شعور کی بیداری کا ہی نتیجہ تھی ۔

جامعہ کی ابتداء ' کلیہ جامعہ عثمانیہ ' کے قیام سے ہوئی ۔ اس یونیورسٹی کالج کا افتتاح یکم ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۱۹ء کی صبح دس بجے آغا محمد حسن کی رہائش گاہ (واقع سانچہ توپ) میں ہوا ۔ نظام دکن کے حُکم کے مطابق اس تقریب کی صدارت مولوی حبیب الرحمٰن خان شیروانی نے کی کلیہ جامعہ کے اوّلین عارضی صدر کے طور پر نواب مسعود جنگ (سر سید راس مسعود) ۲۸ اگست ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۰ء کام کرتے رہے ۔ واضح رہے کہ کلیہ جامعہ عثمانیہ کی صدارت کے لئے عبدالرحمن بجنوری کا نام تجویز ہوا تھا لیکن وہ کیمبرج سے وطن واپسی پر اس عہدے کا چارج لیے بغیر انتقال فرما گئے ۔ بعد میں اس عہدے پر ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۴ء عبدالستار صدیقی اور ۱۹۲۴ء تا ۹۱۳۶ء عبدالرحمن خان فائز رہے ۔ یونیورسٹی کالج کے جامعہ کی شکل اختیار کرنے کے بعد ایچ ۔ میکنزی کو پرووائس چانسلر مقرر کیا گیا ۔ ۱۹۳۴ء تک جامعہ کی کلاسیں سانچہ توپ کی عمارت میں جاری رہیں، جبکہ اسی سال جامعہ کو شہر سے باہر اڈک میٹ منتقل کر دیا گیا ۔

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ:

نظام دکن نواب میر عثمان علی خان کے فرمان (۲۲ ستمبر ۱۹۱۸ء) میں واضح طور پر کہا گیا تھا کہ:

> ایک شعبہ تالیف و تراجم قائم کیا جائے، جو مغربی زبانوں سے اعلیٰ درجے کی تصانیف کا ترجمہ کرے اور ضروری مباحث پر عمدہ تالیفات کا انتظام کرے'

سو اس مقصد کے حصول کے لئے دارالترجمہ کا قیام عمل میں آیا۔ ڈاکٹر عبدالحق کو دارالترجمہ کا سربراہ مقرر کیا گیا، جو اُن دنوں اورنگآباد میں قیام پزیر تھے۔ آپ کام کی نگرانی کی خاطر ہر ماہ چند یوم کے لئے حیدرآباد تشریف لاتے تھے۔ ڈاکٹر عبدالحق کے بعد اس عہدے پر مولوی عنایت اللہ دھلوی مامور رہے، اُن کی نیابت کی خدمت میڈیکل کالج حیدرآباد کے صدر ڈاکٹر فرحت علی کے سپرد تھی۔

اوّل اوّل صرف مغربی تصانیف کے تراجم پر توجہ دی گئی۔ بقول ڈاکٹر رضی الدین صدیقی(۱) (سابق وائس چانسلر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن) اس کام کی تکمیل کے لئے جن علماء کا تقرر عمل میں آیا ان کے ناموں اور متعلقہ مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ قاضی محمد حسین ایم۔ اے (کینٹب)، ریاضی۔
۲۔ جوھدری برکت علی ایم۔ اے (علیگ)، کیمیاء
۳۔ سید ھاشمی فرید آبادی، تاریخ
۴۔ جناب الیاس برنیؔ ایم۔ اے (علیگ)، معاشیات
۵۔ قاضی تلمذ حسین، تاریخ سیاسیات۔ قانون
۶۔ مولانا ظفر علی خان، تاریخ
۷۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، نفسیات۔ تاریخ
۸۔ مولانا عبدالحلیم شرر، تاریخ
۹۔ علامہ عبداللہ العمادی، فلسفہ
۱۰۔ سید علی رضا، قانون۔ انجینئرنگ۔ تاریخ
۱۱۔ خلیفہ عبدالحکیم، فلسفہ۔ تاریخ

---

(۱) بحوالہ: ' دارالترجمہ حیدرآباد دکن ' مطبوعہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، مارچ ۱۹۸۵ء۔

یہ مترجمین کی پہلی جماعت تھی ، جس کا تقرر عمل میں آیا ۔ بعد میں جوں جوں مزید مضامین کی کتابوں کے ترجمے کی ضرورت پیش آتی گئی دیگر مترجمین کا تقرر بھی ہوتا گیا ۔ اس طرح ۱۹۵۰ء تک شعبہ تالیف و ترجمہ نے ۱۳۰ مترجم بھرتی کیے اور اس مدّت میں کل وقتی اور جزو وقتی مترجمین نے چار سو کتابوں کے ترجمے مکمل کیے ۔ (۲)

یاد رہے کہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے جملہ تراجم نصابی کتب کے تھے جو بالترتیب انٹرمیڈیٹ (اجراء : ۱۹۱۹ء) بی ۔ اے (اجراء : ۱۹۲۱ء) ایم ۔ اے و ایم ۔ ایس ۔ سی(اجراء : ۱۹۲۳ء) کی کلاسوں کے لیے تیار کی گئیں ۔

بقول ڈاکٹر رضی الدین صدیقی:

' جب میں اور میرے بعض ساتھی تعلیم مکمل کر کے جامعہ میں بحیثیت استاد مقرر ہوئے تو میں نے محسوس کیا کہ صرف ترجمے ہی پر اکتفا کرنے سے شعبۂ تصنیف و تالیف کے بانیوں کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا. اس لیے ضرورت ہے کہ شعبے کی سرکردگی میں کچھ درسی کتابیں تالیف بھی کی جائیں ۔ میں نے جامعہ کے اربابِ اختیار کو راضی کر لیا کہ مجھے اور میرے معزز اساتذہ پروفیسر قاضی محمد حسین اور پروفیسر کشن چند کو باہمی اشتراک سے دو کتابیں لکھنے کی اجازت دی جائے ۔ ان میں ایک محددوں کا ھندسہ اور دوسری احصاء Calculus پر تھی یہ کتابیں ۳۴ ۔ ۱۹۳۳ء میں لکھی گئیں اور ۱۹۳۴ء میں شعبۂ تالیف و ترجمہ نے انہیں شائع کیا ۔ سال یا دو سال بعد میں نے ' قدریہ میکانیات پر ایک کتاب لکھی جو جامعہ کی طرف سے ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی ۔

اربابِ اختیار نے شعبۂ تالیف و ترجمہ کے قیام کے وقت ھی شعبے میں ایک ناظر مذہبی کی ضرورت کو محسوس کر لیا تھا جو ترجمہ شدہ کتابوں کی طباعت سے پہلے اُن کی اس نظر سے تنقیح کر لیں کہ کتاب میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جائے جو لوگوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی ہو۔ ۔ مولوی صفی الدین صاحب (جو حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے معتمد مولوی سیّد مرتضی صاحب کے خسر تھے ،) پہلے ناظر مذہبی مقرر ہوئے، مگر مولوی صاحب نے بہت قلیل عرصے تک کام کیا اور ان کی سبکدوشی کے بعد علامہ عبداللہ العمادی ناظر مذہبی مقرر ہوئے اور طویل عرصے تک کارگزار رہے۔

شعبۂ تالیف و ترجمہ کے ساتھ ایک ناظر ادبی بھی ہوتا. جس کا کام ترجمے یا

---

(۲) بحوالہ : مجید بیدار ۔ ڈائمنڈ جوبلی یادگاری مجّلہ ' اردو ' ۱۹۷۹ء ص ۲۲۱ ۔ ۲۲۸

وضع کردہ اصطلاح کے ادبی اور لسانی نقائص کی جانچ پڑتال ہوتا تھا ۔ مولانا علی حیدر نظم طباطبائی (حیدر یارجنگ) پہلے ناظرِ ادبی تھے ۔ اُن کے بعد جوش ملیح آبادی اس خدمت پر مامور ہوئے مگر شعبے میں مولوی عبدالحق اور پروفیسر وحیدالدین سلیم کی موجودگی، ترجمے کی ادبی خوبیوں کی بذات خود ایک ضمانت تھی اور ناظرِ ادبی کی ذمہ داریاں بہت کم رہ گئی تھیں ۔" (۱)

بِحولہ بالا ناموں کے علاوہ جُزوقتی طور پر سید ابوالاعلی مودودی، خلیفہ عبدالحکیم ، عبدالباری ندوی، ڈاکٹر ولی الدین، علامہ مناظر احسن گیلانی، ڈاکٹر وحید الدین، ڈاکٹر رضی الدین صدیقی، پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر کشن چند، پروفیسر ہارون خان شیروانی، علی حیدر طباطبائی، مارماڈیوک پکتھال، ابوالخیر مودودی، رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر ابن حسن، محمد نزیر الدین، ڈاکٹر یوسف حسن خان، ڈاکٹر سید عابد حسین، اور ڈاکٹر سید سجاد نے دارالترجمہ کے تحت تراجم کئے (۲)

یاد رہے کہ سقوطِ حیدر آباد دکن کے بعد ایک خفیہ سازش کے تحت دارالترجمہ کی شائع کردہ بیشتر کُتب کو نذرِ آتش کر دیا گیا اور جو جلنے سے بچ رہی تھیں وہ ردی میں فروخت ہوئیں ۔ ردی میں فروخت ہونے والی ترجمہ شدہ کتب کی آج بھی ایک بڑی تعداد بھارت کی مختلف لائبریریوں کی زینت ہے ۔ آج بھی دارالترجمہ کی شائع کردہ جو کتب بچ رہی ہیں، ان کی تعداد اور موضوعات درج ذیل ہیں ۔

تاریخِ یورپ (۱۳)، منطق (۳)، تاریخِ انگلستان (۷)، مابعد الطبیعلت (۳) تاریخِ یونان (۸)، نفسیات (۱۲)، تاریخِ روما (۸)، اخلاقیات (۱۱) ، تاریخِ اسلام (۱۸) ، جغرافیہ (۵) ، قانون (۱۱) ، ریاضیات (۲۷) ، سیاسیات (۱۳) ، طبیعیات (۲۱) ، دستور انگلستان (۳) ، علمِ کیمیا (۱۷) ، معاشیات (۱۳) ، علمِ حیاتیات (٦) ، عمرانیات (۲) ، طب (۲۸) ، فلسفہ (۱٦) ، انجینئرنگ (۳۹) ، اور تاریخ ہند ، (عہد ہنود ، عہد اسلام اور برطانوی راج (۲۹) ۔

دارالترجمہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ جامعہ عثمانیہ کی کمیٹیاں اپنی اپنی

---

(۱) بحوالہ: دارالترجمہ حیدرآباد دکن، مطبوعہ : اخبار اردو ، اسلام آباد ، مارچ ۱۹۸۵۔

(۲) یہ فہرست قطعاً نامکمل ہے ۔ درحقیقت ۱۳۰ اصحاب نے دارالترجمہ کے لئے تراجم کئے ۔ اسی طرح دارالترجمہ کی شائع کردہ کُتب کی مکمل فہرست بھی نایاب ہے ۔ مختلف روایات کے مطابق دارالترجمہ نے چھ سو سے زاید ترجمے کروائے اور شائع کئے ۔

ضرورت کی کتابوں کا انگریزی کُتب سے انتخاب کرتیں اور مجلسِ اعلیٰ کی منظوری کے بعد اپنی تحریک دارالترجمہ کو بھجوا دیتیں، دارالترجمہ سے اُن کتبْ کا ترجمہ ہو جاتا تو اُس شعبہ سے متعلق ماہرینِ فن نظرثانی کا فریضہ ادا کرتے اور مجلسِ اعلیٰ میں عمومی بحث کے بعد ترجمہ طباعت کے مراحل سے گزرتاتھا ۔

ترجمہ کے دوران میں مترجمین ایسے الفاظ اور اصطلاحات کی فہرستیں متعلقہ مجالسِ وضع اصطلاحات میں بھجواتے رہتے ، جن کے مُترادفات اُردو میں نہیں ملتے ۔ متعلقہ مجالسِ وضع اصطلاحات کا کام علمی اور فنی اصطلاحات وضع کرنا تھا ۔ وضع اصطلاحات سے متعلق مجالس کے اراکین دو طرح کے تھے

(۱) عربی ، فارسی ، اور اُردو زبان میں کامل عبور رکھنے والے
(۲) متعلقہ مضمون پر کامل دستگاہ کے حامل افراد

مختلف مضامین پر دستگاہ کے حامل افراد عموماً باہر سے بلوائے جاتے تھے جبکہ مجالس وضع اصطلاحات میں زبان کے ماہرین کے طور پر نوابْ حیدر یارجنگ طباطبائی ، علامہ عبداللہ العمادی ، ڈاکٹر محی الدین قادری زور ، ڈاکٹر عبدالحق ، مرزا محمد ہادی رسوا ، مولوی عبدالباری ندوی ، پروفیسر وحیدالدین سلیم (۱) اور حکیم شمس اللہ قادری باقاعدہ دارالترجمہ سے مُنسلک تھے ۔

دارالترجمہ کے قیام سے پہلے فورٹ ولیم کالج ، دھلی کالج ، شمس الامراء (شمس المطابع) ، روھیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی ، سائنٹفک سوسائٹی غازی پور ، سلسلہ آصفیہ حیدرآباد دکن ، اور دارالمصنفینِ اعظم گڑھ وغیرہ اداروں نے جو کوششیں کیں وہ سب عارضی نوعیت کی تھیں ۔ اُن میں سے اکثر اداروں کا مقصد صرف یہ تھا کہ اُردوداں طبقے کو کسی نہ کسی طرح علوم جدیدہ سے واقف کرایا جائے ۔ مثال کے طور پر شمس الامراء، دھلی کالج اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے اربابِ علم نے ترجمے عموماً ثانوی درجے کی نصابی اغراض کے تحت کرائے اور روھیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی اور سائنٹفیک سوسائٹی غازی پور نے اصلاحی غرض سے، لیکن ان تمام اداروں کو اُتنے مواقع اور ذرائع حاصل نہ تھے، جو دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کو حاصل رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ' دارالترجمہ کے تراجم کا اثر تادیر قائم رہا ۔

---

(۱) آپ کی کتاب 'وضع اصطلاحات' اُسی زمانے کی یادگار ہے ۔

دارالترجمہ کے شائع کردہ تراجم کا قدیم دور کے تراجم سے تقابلی مطالعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جامعہ عثمانیہ (دارالترجمہ) کے ماہرین مضامین، اور ماہرین لسانیات، کی سائنٹیفک بنیادوں پر مشترکہ محنت نے اُردو الفاظ کے مفاہیم کے تعیّن اور وضع اصطلاحات کو پہلی بار باضابطہ اور مُستقل بنانے کا جتن کیا۔

ڈاکٹر عبدالحق نے دارالترجمہ کی اوّلین مطبوعات کی فہرست کے مقدمہ میں لکھا تھا کہ نئے وضع کردہ الفاظ اور نئی اصطلاحات یقیناً اجنبی اور نامانوس معلوم ہوں گے اور اہل زبان اس پر ناک بھوں چڑھائیں گے لیکن چونکہ بالکل نئے علوم اُردو میں منتقل کیے جا رہے ہیں اس لئے ایسا ہونا قدرتی امر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق نئی لفظیات کو وضع کرتے وقت انتہائی احتیاط برتی گئی اور ترکیب و اشتقاق کے مروجہ اصولوں کی پابندی کی گئی تھی، اس کے باوجود اگر غرابت محسوس کی جاتی ہے تو یہ واجبی بھی ہے، اس لیے کہ:

' ایسا ملک جس سے ایجاد و اختراع کا مادہ سلب ہو گیا ہو، جہاں کے لوگ نئی چیزوں کے بنانے یا دیکھنے کے عادی نہ ہوں، وہاں ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں۔ ' (۱)

وضعِ اصطلاحات کی صحت اور سقم کا معاملہ ہمیشہ سے آنے والے عہد سے متعلق رہا ہے۔ دارالترجمہ کی مطبوعات میں اسلوب بیان کی اجنبیت ایک حد تک ضرور دیکھنے میں آئی لیکن یہ مانے بغیر چارہ نہیں، کہ دارالترجمہ کا قیام اُردو کو نئے علوم و فنون سے رُوشناس کرانے کی اوّلین باقاعدہ اور مستقل کوشش تھی۔ دارالترجمہ نے علوم جدیدہ کا معتد به ذخیرہ اُردو میں مُنتقل کر دیا اور علمی خیالات کے اظہار کے لئے گنجائش پیدا کر دی۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ دارالترجمہ کی اصطلاحات سازی کے باب میں لکھتے ہیں:

' عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ میں علوم کی کئی کتابوں کے اُردو میں ترجمے ہوئے۔ چونکہ اس وقت یہ تصوّر عام تھا کہ اُردو، فارسی اور عربی سے استفادہ کر سکتی ہے، اس لئے اصطلاحیں زیادہ تر اُنہیں ماخذ سے لی گئیں۔ اس سے عربیت کی لے بڑھ گئی، نیز چونکہ اُردو کی ہند آریائی میراث کو اور

---

(۱) بحوالہ: مقدمہ مطبوعات دارالترجمہ۔ حوالہ: 'مغربی تصانیف کے اُردو تراجم' از میر حسن ادارۂ ادبیات اُردو۔ خیریت آباد حیدرآباد دکن۔

مخلوط صوتیات کو نظر انداز کیا گیا تھا، نتیجہ یہ ہُوا کہ ترجموں کی زبان ثقیل ، بوجھل اور ادق ہو گئی ۔ آج جامعہ عثمانیہ کی یہ کتابیں اوراقِ پارینہ کا درجہ رکھتی ہیں اور اُن ہزاروں اصطلاحوں کو آج کوئی پوچھتا بھی نہیں جو اُس زمانے میں وضع ہوئی تھیں ۔'(۱) (مضمون : 'اصطلاحات سازی' سے اقتباس)

خط کشیدہ آخری بات کے حوالے سے مرزا ظفرالحسن نے حاشیہ میں لکھا تھا کہ:

'' پروگریسو پبلشرز ماسکو کے شعبہ اردو کے سربراہ مسٹر وی ۔ اے گوری لِن کہتے ھیں ان کے ادارے نے جامعہ عثمانیہ کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے''۔

حق بات تو یہی ہے کہ اگر پروگریسو پبلشرز ماسکو والے آج بھی دارالترجمہ کی وضع کردہ اصطلاحات سے استفادہ کرتے ھیں تو ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی طرح دارالترجمہ کی اصطلاحات کو جوش بیان میں یک قلم مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

دارالترجمہ کی وضع کردہ اصطلاحات کے باب میں ڈاکٹر رضیالدین صدیقی لکھتے ھیں :

' وضع کردہ اصطلاحات پر نظرثانی اور غور کا سلسلہ جاری رهتا تها اور تجربے کی روشنی میں انہیں سہل بنانے کا کام بھی ھوتا رھتا ۔ ابتداء میں کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا بھی ترجمہ کرنے کا رجحان پایا جاتا تھا ۔ چنانچہ ابتداء میں چودھری برکت علی صاحب نے اس قسم کی اصطلاحیں بھی استعمال کیں جیسے :

ھائیڈروجن کے لیے مائین، آکسیجن کے لیے حَمضین، نائٹروجن کے لیے ترشین اور جامعہ کے پہلے انٹرمیڈیٹ امتحان میں شریک طلباء کو ایسی اصطلاحیں حفظ کرنی پڑیں ۔ مگر ایسی اصطلاحیں رائج اور مقبول نہ ہو سکیں ۔ ۱۱/ فروری اور ۹/مارچ ۱۹۱۹ء کو وضع اصطلاحات کی مجلس کے دو اجلاس ھوئے ۔

نواب عمادالملک (سید حسین بلگرامی) ان کے صدر تھے ان اجلاسوں میں اس قسم کی اصطلاحوں کے مسئلے پر تفصیلی مباحث ھوئے اور طے پایا کہ صرف انہی الفاظ کا ترجمہ کیا جائے جو تعاملات Processes اور عام استعمال میں آنے والے مادوں، جیسے لوھا، چاندی وغیرہ کے نام ھوں اور کیمیاوی عناصر اور مرکبات کے ناموں کا ترجمہ نہ کیا جائے ۔ اس سلسلے میں قطعی فیصلہ تکنیکی اصطلاحات کی مجلس کے اجلاس منعقدہ ۱۲ ۔ مئی ۱۹۲۰ء کو ھوا ۔ آمیر جامعہ

---

(۱) بحوالہ: مجلہ غالب، کراچی بابتہ جنوری تا مارچ ۱۹۷۶ء

(چانسلر) سر علی امام اس اجلاس کے صدر تھے اور سر اکبر حیدری، سرآرگلینی، پروفیسر عبدالرحمن خاں اور دیگر حضرات اس میں شریک تھے۔ اس طریقۂ کار سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ سائنسی اصطلاحات کے ترجمے کے سلسلے میں جامعہ عثمانیہ کا روّیہ شدت پسندانہ کبھی نہ رہا اور ہمیشہ زبان کو سہل بنانے اور اسے ترقی دینے کی طرف توجہ رہی۔

وضع اصطلاحات کا کام بڑا ہی تفصیلی اور طویل ہوتا تھا۔ ہر اصطلاح پر مفصّل بحث ہوتی، جس میں نہ صرف وضع کردہ اصطلاح کی تکنیکی خوبیوں اور خصوصیات پر غور کیا جاتا بلکہ متعلقہ انگریزی اصطلاح کی یونانی یا لاطینی اصل اور اُس کے ہم معنی عربی، فارسی، یا سنسکرت اصل پر بھی بحث ہوتی۔ یہ بھی دیکھا جاتا تھا کہ آیا یہ اصطلاح عربی، فارسی یا دیگر زبانوں کے علماء اپنی تحریروں میں اسی طرح اور انہی معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور یہ بھی کہ کیا اُردو میں بھی اس کو اسی صورت میں اختیار کر لیا جائے یا اس میں مناسب تبدیلی ضروری ہے اور پھر یہ بھی کہ یہ اصطلاح اردو زبان کے مزاج سے مطابقت بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ ایک اور اہم بات جو زیر بحث آتی وہ یہ ہوتی کہ منتخب اصطلاح مختلف ترکیبوں، مشتقات اور جمع یا واحد کی شکل میں بھی بآسانی ڈھالی جا سکتی ہے یا نہیں۔

ان تفصیلات کے پیش نظر یہ بات چنداں تعجب خیز نہیں کہ ایک ایک اصطلاح کے بنانے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ وضع اصطلاحات کا یہ کام ۱۹۱۷ء سے ۱۹۵۰ء یعنی قریباً ایک تہائی صدی تک جاری رہا۔' (۱)

جانکی پرشاد لکھتے ہیں کہ دارالترجمہ کی مجلس وضع اصطلاحات نے ۱۹۳۹ء تک تقریباً پچپن ہزار اصطلاحات وضع کر لی تھیں۔ (۲)

دارالترجمہ کی شائع کردہ پہلی کتاب 'منطق استخراجی و استقرائی' کے نام سے مولانا عبدالماجد دریابادی نے ترجمہ کی تھی جو ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی۔

دارالترجمہ کی مطبوعہ فہرست کتب بابتہ ۱۹۳۲ء، میں کُل ۳۵۸ کتابوں کا اندراج ملتا ہے۔ زمانہ مابعد کی بابت جانکی پرشاد (مددگار دارالترجمہ) اپنی کتاب 'عصر جدید' (مطبوعہ: اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۳۳ء) میں لکھتے ہیں:

---

(۱) بحوالہ: دارالترجمہ حیدر آباد دکن، مطبوعہ: اخبار اردو، مقتدرقومی زبان، اسلام آباد، مارچ ۱۹۸۵ء۔

(۲) بحوالہ: 'عصر جدید' مطبوعہ اعظم گڑھ اسٹیم پریس، ۱۹۳۳ء۔

' یہ سر رشتہ اب تک ان تمام مضامین پر جو جامعہ کی تدریس میں شامل ہیں ۳۶۹ کتابوں سے اردو زبان کو مالا مال کر دینے کا باعث ہوا ' ۔ (ص ۳۵ سے اقتباس)

سید محمد صاحب(۱) (ریڈر جامعہ عثمانیہ) اور محمد احمد سبزواری صاحب (۲) نے دارالترجمہ کی شایع کردہ کتب کی تعداد ۵۰۰ بتائی ہے ، لیکن یہ سب قیاسی تخمینے ہیں ۔

(۱) دارالترجمہ کی پہلی فہرست کتب ، مطبوعہ : ۱۹۳۲ء میں ۳۵۸ کتابوں کا اندراج ہے ۔

(۲) دارالترجمہ کی تیسری فہرست کتب مطبوعہ : ۱۹۳۸ء میں ۵۳۰ کتابوں کا اندراج ہے ۔

نوٹ : اس فہرست میں ۱۱۱ مجوزہ کتب شامل نہیں

(۳) دارالترجمہ کی پانچویں فہرست کتب مطبوعہ: ۱۹۳۵ء میں ۳۹۷ کتابوں کا اندراج ہے ۔

نوٹ : اس فہرست میں ۱۱۱ مجوزہ کتب کو شمار نہیں کیا گیا ۔ نیز اس میں انجمن کی رپورٹیں شامل نہیں ۔

دارالترجمہ ۱۹۳۸ء تک فعال رہا لیکن دارالترجمہ کی آخری فہرست کتب شائع نہیں ہوئی ۔ یوں دستیاب رپورٹوں اور فہارس مطبوعات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ دارالترجمہ کی شائع کردہ کتب ، پمفلٹوں ، رپورٹوں اور رسائل کی اصل تعداد ۶۵۰ کے لگ بھگ رہی ہو گی ۔(۳)

جہاں تک مغربی زبانوں سے اردو میں منتقل ہونے والی کتب کا تعلق ہے تو وہ زیادہ تر تاریخ، جغرافیہ، سیاسیات، قانون، منطق، نفسیات ، عمرانیات، ریاضیات، معاشیات، طب اور انجینئرنگ سے متعلق ہیں ۔ ادب کی کسی صنف سے متعلق دارالترجمہ کی شائع کردہ کسی کتاب کا ترجمہ تاحال میری نظر سے نہیں گزرا ۔

---

(۱) مجلہ ' عثمانیہ ' کا جامعہ عثمانیہ نمبر ص نمبر ۳۹

(۲) بحوالہ: ' علم معاشیات پر اردو کی کتابیں اور ترجمے ' از محمد احمد سبزواری ، مطبوعہ : انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی۔

۳۔ مملکت حیدرآباد ۔ ایک علمی ، ادبی اور ثقافتی تذکرہ ، مطبوعہ : بہادر یار جنگ اکادمی کراچی نومبر ۱۹۶۷ء میں ۶۲۰ کتابوں کا اندراج ملتا ہے ۔

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کے خاتمے کو آندھرا پردیش کے وزیر مالیات بی ۔ مہندر ناتھ نے ایک لسانی المیہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ:

' دارالترجمہ کی برخاستگی کا فیصلہ سابق وزیر اعلیٰ جیرام کرشن راؤ کے دَور میں کیا گیا ، جو خود اردو کے ساتھ فارسی و عربی زبان کے ماہر بھی تھے۔[1]

جامعہ ملیہ اسلامیہ ۔ دھلی ۱۹۲۰ء

جامعہ ملیہ کے تاسیس کے باب میں عملی سطح پر کچھ باتیں ایسی وقوع پذیر ہوئیں کہ رفتہ رفتہ یہ خیال راسخ ہوتا گیا کہ جامعہ ملیہ، علیگڑھ تحریک کے خلاف ردِعمل کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ جامعہ ملیہ کے قیام کے موقع پر برملا کہا سنا گیا کہ علی گڑھ کالج سے سید احمد خان کی توقعات پوری نہیں ہوئیں ۔ سید صاحب علی گڑھ کالج کو قوم کے عام علمی احیاء کا ایک مرکز بنانا چاہتے تھے، لیکن علی گڑھ کالج نے کوئی قابلِ ذکر علمی روایت قائم نہیں کی ۔ یعنی سید صاحب کے ارادے کچھ تھے اور عملاً ہوا کچھ ۔ اس بحث مباحثے میں جامعہ عثمانیہ کا ذکر بھی بار بار ہُوا اور کھُل کر بحثیں ہوئیں ۔ علی گڑھ تحریک کو مادیتّ پسندی کا طعنہ دیا گیااور تحریک کی پیدا کردہ ذہنیت کو ردّ کیا گیا ۔ نیز اس خیال کا اظہار کُھل کر کیا گیا کہ مطمع نظر کو محدود اور سرکاری ملازمت کو علی گڑھ تحریک کا اہم ترین عملی مقصد بنانے سے روُحانی اقدار پر ضرب کاری لگی ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خود علیگڑھ میں ایک ایسے ادارے کی ضرورت کو شدّت سے محسوس کیا جانے لگا جس کا بنیادی مقصد اور دستورالعمل علیگڑھ تحریک سے مختلف ہو ۔ چنانچہ سید احمد خان کے نامور رفیقِ کارنواب وقارالملک نے ۱۹۱۲ء میں ایک جُداگانہ جامعہ اسلامیہ قائم کرنے کی اسکیم پیش کی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اسے گورنمنٹ کے اثر سے آزاد رکھا جائے ۔ اِس اسکیم کو اُس زمانے میں عملی جامہ نہ پہنایا جا سکا لیکن ۱۹۲۰ء میں جب تحریک ترکِ موالات کا زور بندھا اور مُسلم طلبہ نے سرکاری تعلیمی اداروں کو خیرباد کہا تو جامعہ اسلامیہ کا قیام ناگزیر ہو گیا لہذا علی گڑھ میں نیشنل مُسلم یونیورسٹی کالج کا قیام عمل میں آیا ۔ یہی کالج بعد میں ' جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی ' کے نام سے مشہور ہوا ۔

نیشنل مسلم یونیورسٹی کالج کے قیام کا اعلان ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو شیخ

---

(۱) بحوالہ: ماھنامہ ' آموزگار ' شمارہ جون ۱۹۸۵ء (بھارت)

الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی نے کیا ۔ انھوں نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا:

'ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے کالجوں سے بہت سستے داموں کے غلام پیدا کرتے رہیں ۔ ضرورت ہے کہ ہماری تعلیم اغیار کے اثر سے کلیتہً آزاد ہو ۔'

حکیم اجمل خان نیشنل کالج کے اولین امیر اور مولانا محمد علی جوہر شیخ الجامعہ مقرر ہوئے ۔ مولانا جوہر کی گرفتاری کے بعد اُن کی جگہ خواجہ عبدالمجید نے لی ۔ جامعہ کی اولین نصاب سازکمیٹی کے ۱٦ ارکان میں پنڈت جواہر لال نہرو اور علامہ اقبال کے اسمائے گرامی بھی تھے ۔ جامعہ نیشنل کالج علیگڑھ تحریکِ خلافت کی حمایت کر رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ جب سیاسی اثر کم ہونا شروع ہوا اور تحریک خلافت کا زور ٹوٹا تو آمدنی کے سوتے خشک ہوتے چلے گئے ۔ ایسے میں حکیم اجمل خان کی کوششوں سے یہ طے پایا کہ جامعہ نیشنل کالج کو علی گڑھ سے دھلی منتقل کر دیا جائے چنانچہ ۱۹۲۵ء کی تعطیلاتِ موسم گرما میں جامعہ دھلی آگئی اور قرول باغ میں چند کرایے کے مکانات میں تحریک ترکِ موالات کی یادگار ، اس درسگاہ نے ۷ ۔ جولائی ۱۹۲۵ء سے دوبارہ اپنا سفر آغاز کیا (۱)

فروری ۱۹۲٦ میں ڈاکٹر ذاکر حسین جرمنی سے واپس لوٹے تو انہیں شیخ الجامعہ اور ڈاکٹر عابد حسین کو رجسٹرار مقرر کیا گیا ۔ اس زمانے میں پروفیسر محمد مجیب تعلیمی رہنمائی کے فرائض انجام دیتے تھے ۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کا اجتہادی کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے جامعہ کے اساتذہ اور کارکنان پر مشتمل انجمن جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم کی اور عہد کیا کہ بیس برس تک جامعہ کی خدمت کریں گے اور ۱۵۰ روپے سے زیادہ ماہوار تنخواہ نہیں لیں گے ۔ جامعہ کا یہ دور ایثار و قربانی کا دور ہے ۔

۱۹۳۱ء میں تعلیمی ادارے کی اولین عمارت قرول باغ میں بنائی گئی لیکن ۱۹۳۵ء میں جامعہ کو اوکھلے کے کُھلے علاقے میں منتقل کرنے کی تجویز پیش ہوئی اور ۱۹۳٦ء میں یہ علمی درسگاہ اپنی مُستقِل آبادی جامعہ نگر منتقل ہو گئی ۔ اس طرح نئی عمارت میں نجی پریس کا قیام عمل میں آنے سے مکتبہ جامعہ کے زیر اہتمام رسالہ ' جامعہ دھلی' کا اجراء ہُوا ۔

---

۱ ۔ دھلی منتقل سے متعلق فیصلے کے لئے منعقدہ جلسے ۱۸ مارچ ۱۹۲۵ء علی گڑھ میں مہاتمہ گاندھی بھی شریک تھے ۔

ہندوستان کی تقسیم کبیر کے بعد جامعہ میں نقطۂ نظر کی حد تک خاصی تبدیلیاں آئیں ، یہاں تک کہ یو - جی - سی ایکٹ کے دفعہ ۳ کے تحت جون ۱۹۶۳ء میں اس ادارے کو حکومت نے اپنی تحویل میں لے لیا ۔

. مکتبۂ جامعہ نے اب تک متعدد اہم تراجم شائع کئے ہیں جیسے :

' آپس کے گیت ' (ناولٹ) ترجمہ قرۃ العین حیدر ، زندگی کی لہر ، (ناول) ۔ از ساؤمنگ ترجمہ محمد خلیق ، تاریخ ادبیات تاجکستان ، ترجمہ کبیر احمد جائسی ، بوطیقا ' بعنوان فن شاعری ' ترجمہ: عزیز احمد ، ' اینٹنی اور کلوپٹرا ' ترجمہ : منیب الرحمن ، ' میں واپس آؤں گا ' (ناول از ہاورڈفاسٹ) ترجمہ: محمد انس ، ' آئینہ ایام ' (ڈرامہ از جے ، پرسٹیلے) ترجمہ : خلیق احمد ، ' شکستِ ناتمام ' (ناول از جان سٹین بک) ترجمہ: زہرہ سیدّین (نوٹ) مکتبہ جامعہ کے شائع کردہ تراجم کے لئے دیکھئے : الفہرست

رسالہ ' جامعہ دھلی ' میں شائع کردہ مضامین کی فہرست بابت: جنوری ۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ رسالہ ' جامعہ ' اپنی ابتداء سے ھی مغرب کی طرف بھرپور نظر ڈالنا چاھتا تھا ۔ مغربی ادبیات اور ادیبوں سے متعلق مضامیں ۱۹۳۷ء سے ھی چھپنا شروع ھو گئے تھے مثلاً :

رُوسو (مضمون) از پروفیسر محمد مُجیب، شمارہ: اپریل ۱۹۳۷ء

دانتے (مضمون) از پروفیسر محمد مُجیب ، شمارہ: جولائی ۱۹۳۷ء

رُوسی ظرافت (مضمون) از پروفیسر محمد مُجیب، شمارہ: نومبر ۱۹۴۰ء

والٹیر (مضمون) از فیض الاسلام، شمارہ: جون ۱۹۴۱ء

رسالہ ' جامعہ ' میں تراجم کا سلسلہ بھی جاری تھا چند مثالیں ملاحظہ ھوں :

' روس کی موجودہ حالت ' کریسنٹ /پروفیسر محمد مُجیب : شمارہ جون ۱۹۳۷ء ۔ ترجمہ سے نمونہ عبارت :

' روس میں اگرچہ مذھب کا نشان نہیں ہے ، لیکن لینن کے نظریات اور اُسکی تصنیفات محّرک کا کام کر گئیں ۔ لوگ کسی رُوحانی ذات کے حضور میں جُھکنے کے لئے بے قرار نظر آتے ہیں ، دوسرے اعتبار سے بھی روس یورپ کے مقابلے میں مختلف ہے ۔ '

' جارج برنارڈشا ' جرجل/ شبر محمد اختر ،شمارہ : مئی ۱۹۳۸ء

جناح نہرو خط و کتابت ' / ترجمہ: ایک مسلم سوشلسٹ، شمارہ: جولائی۱۹۳۸ء

' غریبی ' ۔ جارج برنارڈ شا/ محمد عاقل، شمارہ : فروری ۱۹۳۹ء
' احساسِ کمتری ' ڈاکٹر ایڈلر/ شیر محمد اختر ، شمارہ: مارچ ۱۹۳۰ء ' خود
کشی ' گابریل ایموائے / سید ناصرالدین شمسی، شمارہ: جولائی ۱۹۳۰ء
(نوٹ) جامعہ ملیہ کے تراجم کے لیے دیکھئے : الفہرست ۔

ہندوستانی اکیڈمی ۔ الہ آباد ۔ ۱۹۲۷ء

اردو اور ہندی ادب کی ترویج و ترقی کی غرض سے صوبہ جاتِ متحدہ کی حکومت نے ۱۹۲۷ء میں ، ہندوستانی اکیڈمی ، کے نام سے ایک ادارہ الہ آباد میں قائم کیا ۔

سرتیج بہادر سپرو اکیڈمی کے اوّلین صدر اور ڈاکٹر تارا چند اوّلین سیکرٹری منتخب ہوئے ۔ واضح رہے کہ اکیڈمی کا قیام حکومتِ صوبہ جات متحدہ کے گورنر سرولیم میرس کی زیرِ سرپرستی ، مُنشی دیانرائن نگم (' مُدیر زمانہ ' کانپور) کی سعی بلیغ کے سبب وجود میں آیا ۔

اکیڈمی کے اغراض و مقاصد میں یہ بھی شامل تھا کہ اردو اور ہندی کی ترقی کی غرض سے عمدہ تصانیف اور تراجم کے واسطے ہندوستانی جامعوں اور ادبی انجمنوں یا دوسرے قابل انشاپردازوں کو مالی امداد دی جائے ۔

اکیڈمی کے انتظامات ایک کونسل اور ایک مجلس عاملہ کے سپرد تھے، جبکہ اصل اختیارات رفقاء اساسی کے ھاتھ میں رہے، جن کا انتخاب کونسل کے اراکین کیا کرتے تھے ۔

اکیڈمی نے اپنا ادبی رسالہ ' ہندوستانی ' ۱۹۳۱ء میں جاری کیا ۔ جس میں انگریزی زبان سے تراجم تواتر کے ساتھ شائع ہوتے رہے ۔ رسالہ ' ہندوستانی ' کی مجلس ادارت میں ۱۹۳۱ء سے ۱۹۳۶ء تک ڈاکٹر تارا چند، سید مسعود حسن رضوی ادیب، منشی دیانرائن نِگم ، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی (سابق صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ) اور مولوی اصغیر حسین اصغر جیسے نامور ادباء رہے۔

رسالہ ' ہندوستانی ' کے مندرجات پر ایک نظر ڈالیں تو ترجمے کے باب میں اکیڈمی کی مساعی کا احوال کُھلتا ہے ۔ مثال کے طوّر پر شمارہ بابتہ : اپریل تا اکتوبر ۱۹۳۶ء کی محض ایک اشاعت میں رابندر ناتھ ٹیگور کے انگریزی سے تین تراجم شائع کئے گئے :

(۱) راجہ و رانی (ڈرامہ) ٹیگور –/ اصغر علی سید سکندر آبادی
(۲) کرن اور کنتی (ڈرامہ) ٹیگور / ایضاً

(۳) ڈاکخانہ (ڈرامہ) ٹیگور / ایضاً

اسی طرح اکیڈمی کے لئے منشی فاضل محمد نعیم الرحمن نے جرمن ڈرامہ نویس لیسنگ کی تصنیف ,ناتن, کا ترجمہ اصل جرمن زبان سے کیا ۔ اور منشی جگت موھن لال رواں نے انگلستان کے ڈرامہ نگار جان گالزوردی کے ایک ڈرامے کو ' فریب عمل ' کے نام سے اُردو میں منتقل کیا ۔

ادارۂ ادبیات اُردو ۔ حیدر آباد دکن ۔ ۱۹۳۱

اس ادارے کی تشکیل کا خیال ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کے ذہن میں پیدا ہوا ، اور انھوں نے یورپ سے واپسی کے فوراً بعد پروفیسر عبدالقادر سروری ، مولوی نصیر الدین ھاشمی ، پروفیسر عبدالمجید صدیقی اور پروفیسر عبدالقادر صدیقی کے ساتھ مل کر ۱۹۳۱ء میں ' ادارہ ادبیات اردو ' کی حیدرآباد شہر میں بنیاد رکھی ۔ ادارہ کا فنڈ بھی اصحابِ مذکور کے عطیوں سے شروع کیا گیا ۔

جنوری ۱۹۳۸ء میں ادارے کا ترجمان ماہ نامہ ' سب رس ' کے نام سے جاری ھوا ۔ اس پرچے کے مندرجات کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ادارے نے انگریزی سے اُردو ترجمے کے کام کو سنجیدگی سے آگے بڑھایا ۔ اگست ۱۹۳۸ء میں ادارے کو مختلف شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا ۔ اُن شعبہ جات میں ھمارے موضوع سے متعلق (۱) شعبہ زبان (۲) شعبہ تالیف و ترجمہ اور (۳) شعبۂ سائنس ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک شعبے کا ایک داعی یا سیکرٹری منتخب ھوا اور ہر شعبے کے ارکان کی تعداد کم از کم چار تھی ۔

مجموعی طور پر ' ادارۂ ادبیات اردو ' کے سرپرست اعلی شہزادہ اعظم جاہ ولی عہد سلطنتِ آصفیہ تھے ۔ ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ۱۹۶۲ء تک معتمد اعزازی رھے ۔ اُن کی وفات کے بعد ڈاکٹر مہندر راج سکسینہ کا انتخاب عمل میں آیا ۔ ادارے کے ارکانِ مجلس انتظامی کے نام درج ذیل ہیں ۔ یہ اصحاب ۱۹۵۶ء تک کارگزار رھے :

(۱) نواب اعظم جنگ (۲) نواب معین نواز جنگ (۳) پروفیسر عبدالقادر سروری (۴) مولوی نصیر الدین ھاشمی (۵) پروفیسر عبدالمجید صدیقی (۶) خواجہ حمید الدین شاھد اور (۷) رائے جانکی پرشاد ۔

جبکہ ادارے کے معاونین میں ڈاکٹر عبدالحق اور پروفیسر سجّاد مرزا بیگ کے

نام بہت نمایاں ہیں ۔

۱۹۶۰ء میں، ادارۂ ادبیات اُردو ، کی شان دار عمارت ، ایوان اردو ، کا افتتاح بخشی غلام محمد وزیر اعظم کشمیر نے کیا تھا ۔ ادارے کے عجائب گھر میں مشاہیر کے اُردو خطوط ، تراجم اور تصاویر کے علاوہ ریاست حیدرآباد کے ثقافتی شاہکار مثلاً کتبات ، فرامین اور اُن کے چربے محفوظ ہیں ۔

۱۹۶۰ء تک ادارے نے مختلف موضوعات پر ۲۷۰ کتابیں شائع کیں، جن میں تراجم کی بھی معقول تعداد ہے ۔ ادارے کی شائع کردہ کتب میں ہمارے موضوع سے متعلق مولوی میر حسن کی دو کتابیں ' مغربی تصانیف کے اُردو ' تراجم ' اور ' ورڈزورتھ کی شاعری ' خصوصی اہمیت کی حامل ہیں ۔

سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی و ڈریمیٹک کلب : گورنمنٹ کالج لاہور۔

گورنمنٹ کالج کی ڈریمیٹک سوسائٹی نے ۱۹۱۷ء میں اسٹیج کے لئے شیکپیئر کے ایک ڈرامہ ' اے کامیڈی آف ایررز ' کا ترجمہ گورکھ دھندا، کے نام سے کیا (۱) ۔ اسے 'ترجمے کا ترجمہ' یا ترجمے کی اسٹیج کے لئے تصحیح ، کہنا زیادہ مناسب ہو گا ۔ اصل ترجمہ پنڈت نرائن پرشاد بیتاب نے کیا تھا۔

۱۹۱۸ء میں شیکسپیئر کا ایک اور ڈرامہ ' ہملٹ ' سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی کی طرف سے ترجمہ کر کے اسٹیج کیا گیا ۔ اس ڈرامے میں سوندھی سوسائٹی، گورنمنٹ کالج لاہور کے بانی سوندھی صاحب نے ہملٹ اور وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی لاہور مسٹر ولز نے گھوسٹ ، کا کردار ادا کیا ۔ یُوں گورنمنٹ کالج کے اسٹیج نے لاہور کے باسیوں میں ترجمے کا ذوق پیدا کیا اور گورنمنٹ کالج کے اسٹیج کی سارے ملک میں دھُوم مچ گئی ۔

اسی زمانے میں اوپر تلے متعدد ڈراموں کے تراجم اسٹیج ہوئے مثلاً:

ڈرامہ ' مہارانی آف اراگان ' ۔ یہ ڈرامہ بنگالی سے انگریزی اور انگریزی سے اُردو میں ترجمہ ہوا ۔ اس ڈرامے میں مسٹر لہری نے مرکزی کردار ادا کیا تھا ۔ اسی زمانے کی یادگار ڈرامہ ' دی مین ہو ایٹ پوپو میک ' ہے ۔

سوندھی سوسائٹی کے لیے امتیاز علی تاج نے برنارڈشاہ کے ڈرامے ' آرمز اینڈ دی مین ' کا ترجمہ پطرس بخاری کی زیر نگرانی کیا ۔ یہ ترجمہ بہت مقبول

---

(۱) یہ ڈراما امتیاز علی تاج اور بلونت کی بیماری کے سبب اسٹیج نہ ہو سکا ۔

ہُوا اور اوپر تلے دو بار اسٹیج کیا گیا ۔ اس ڈرامے میں کپتان بلونٹشلی کا کردار پطرس بخاری اور سرجیمزسرانوف کا کردار سوندھی صاحب نے ادا کیا۔

۱۹۳۰ء میں گوگول کے مشہور ڈرامے ' انسپکٹر جنرل ' کا ترجمہ ڈاکٹر محمد صادق نے کیا ۔ یہ ڈرامہ بے حد مقبول ہُوا اور لاہور کے علاوہ کراچی میں بھی اسٹیج ہُوا ۔ ۱۹۳۳ء میں چیک مصنف کیرل چیک کے ڈرامے آر ۔ یو ۔ آر ، کا ترجمہ پطرس بخاری نے مکمل کیا ، اُن کے ساتھ امتیاز علی تاج نے مل کر کام کیا تھا ۔

محوّلہ بالا ڈراموں پر ترجمہ کرتے وقت جو سخت محنت کی گئی، اس کا اندازہ کرنے کے لئے امتیاز علی تاج کی ایک تحریر سے اقتباس ملاحظہ ہو:

' ایک ایک جملے کے ترجمے میں اس بات کا خیال رکھتے کہ اسے ادا کرنے کے جو امکانات انگریزی میں ہیں وہ بجنسہ اُردو میں منتقل ہو جائیں ۔ کئی بار صرف ' نو ' کا ترجمہ کرنے میں ہمیں دس دس پندرہ پندرہ منٹ لگ جاتے ۔ اچھی طرح غور کرتے ' نو ' کا ترجمہ یہاں ' نہیں' ہے ، ' نہ ' ہے یا ' اُوں ہوں ' طے نہ کر سکتے تو اُٹھ کر ڈرامہ ایکٹ کرنا شروع کر دیتے اور دیکھتے کہ کردار کی جو کیفیت چل آرہی ہے اُس میں ' نو ' کا کون سا ترجمہ موزوں ترین معلوم ہوتا ہے ۔ (۱)

مجلسِ ترقیٔ ادب ۔ لاہور ۔ ۱۹۵۰ء

یہ ادارہ مئی ۱۹۵۰ء میں حکومتِ پنجاب کے محکمۂ تعلیم نے زبان اُردو کی بقا اور اس کے ارتقا کی لئے ایک لاکھ روپے کی ابتدائی امداد سے ' مجلسِ ترجمہ ' کے نام سے قائم کیا ۔ اس زمانے میں اس ادارے کا کام صرف اتنا تھا کہ مشرق و مغرب کی بلند پایہ علمی کتب مُنتخب کر کے اُن کے اُردو ترجمے کرانے اور انہیں شائع کرنے کا اہتمام کرے ۔

۱۹۵۸ء میں حکومتِ مغربی پاکستان کے محکمۂ تعلیم نے اس ادارے کو ایک نئی شکل بخشی اور اس کا نام ' مجلسِ ترقیٔ ادب ' رکھا ۔ مجلس کے اغراض و مقاصد کی تفصیلات حسبِ ذیل ہے :

(۱) اُردو کے کلاسیکی ادب کی اشاعت ۔

(۲) مشرقی و مغربی زبانوں کی علمی کُتب کے تراجم اور (حسبِ ضرورت)متون کی اشاعت ۔

---

(۱) مضمون : ' گورنمنٹ کالج ڈرمیٹک کلب ' مطبوعہ ' صحیفہ ' لاہور تاج نمبر ۱۹۷۲ء۔

(۳) بلند پایہ تحقیقی اور تنقیدی ادب کی اشاعت۔

مجلس کے تحت تراجم کا کام اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب اس ادارے کا نام ’ مجلسِ ترجمہ ‘ تھا۔ لیکن بعد میں یہ طے پایا کہ علمی کتابوں کے تراجم کم اور عام فہم علمی کتابوں کے تراجم زیادہ شائع کئے جائیں۔

ادَبی کتب کے باب میں مجلس نے بالخصوص ڈرامے سے متعلق کُتب کی اشاعت کا اہتمام بڑے پیمانے پر کیا۔

امتیاز علی تاج (ناظم مجلسِ ترقیٔ ادب۔ ۱۹۶۷ء) مجلس کے تراجم کے باب میں رقمطراز ہیں:

’ عام فہم علمی کتابوں کے اکثر تراجم میں ایک عیب یہ دیکھا گیا تھا کہ اصل کتاب کو انگریزی میں پڑھیے تو دلنشینی اور روانی کا لطف ملتا ہے مگر ترجمہ پڑھیے تو عموماً قدم قدم پر ذہن کو ایسی ٹھوکریں سی لگتی ہیں جو طبیعت کو مُنغض کر دیتی ہیں۔ ترجمے کا اصل سے مقابلہ کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ عیب عموماً اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ مترجم کتاب کا لفظی ترجمہ کرنے کی کوشش ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے طے کیا گیا کہ لفظی ترجمے پر اصل کتاب کی لطافت کو قربان کر ڈالنا بے معنی بات ہے اور پھر عام فہم علمی کتاب میں لفظی ترجمے آخر کیا؟ یہ شیکسپیئر یا ایسے ہی کسی دوسرے ادیب کا شاہکار تو ہوتا نہیں جس میں ایک ایک جُملے کی ساخت اور ایک ایک لفظ کے معنی اور رنگ پر بہت شدّت سے غور کرنے کی ضرورت ہو۔‘ (۱)

مجلس کی کارکردگی واقعتاً قابلِ تحسین ہے۔ ۱۹۵۸ء کے آخر تک مجلس کی جانب سے ۲۲ کتابیں شائع ہوئیں جبکہ ۱۹۵۹ء کے آغاز سے ۱۹۷۲ء کے اختتام تک مجلس نے ۲۳۱ کتابیں شائع کیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل تراجم ہمیشہ یادگار رہیں گے:

(۱) حکایاتِ پنجاب (حصہ دوم، سوم) آر۔ سی۔ ٹمپل/ میاں عبدالرشید، مطبوعہ: ۱۹۶۲ء

(۲) مطالعہ تاریخ ((دو جلدوں میں) ٹائن بی/ غلام رسول مہر، مطبوعہ: ۱۹۶۳ء

(۳) جدید سیاسی نظریے کا تعارف سی۔ ای۔ ایم۔ جوڈ/ عبدالمحصی مطبوعہ: ۱۹۵۳ء

---

(۱) کتابچہ: مجلس ترقی ادب لاہور ’ تعارف اور خدمات ‘ مطبع عالیہ۔ لاہور ۱۹۶۷ء۔

(۴) مقدمہ تاریخ سائنس (جلد اوّل) سارٹن / سید نزیر نیازی ، مطبوعہ: ۱۹۵۸
ایضاً (جلد سوم) سارٹن/سید نزیر نیازی، مطبوعہ: ۱۹٦۰ء
(۵) مادام کیوری، / ابوالحسن نغمی، مطبوعہ: ۱۹٦۰ء
(٦) غیب و شہود، اڈنگٹن / سید نزیر نیازی، مطبوعہ: ۱۹۵۴ء
(۷) 'افکار حاضرہ' سی ۔ ایم ۔ جوڈ / محمد بن علی وہاب ، مطبوعہ: ۱۹٦۷ء
(۸) ' فلسفۂ مذہب ' ، ایڈون اے ۔ برٹ / بشیر احمد ڈار ، مطبوعہ: ۱۹٦۸ء
(۹) 'شاخِ زرین' (دو جلدیں) جیمس جارج فریزر /سید ذاکر اعجاز، مطبوعہ: ۱۹٦۵ء
(۱۰) ' مجرم کون ؟' جے ۔ بی ۔ پرسٹلے/اظہار کاظمی، مطبوعہ:۱۹٦٦ء
(۱۱) 'نفسیات وارداتِ روحانی' ولیم جیمز / خلیفہ عبدالحکیم، مطبوعہ: ۱۹٦۵ء
(۱۲) ' آر ۔ یو ۔ آر ' کارل چیک/ پطرس و تاج ، مطبوعہ: ۱۹٦۷ء

(نوٹ) مجلس کے دیگر تراجم کے لئے دیکھئے : کتابیاتِ تراجم ، جلد اوّل (علمی کتب) ۔ ۱۹۵۳ء میں مجلس کا سہ ماہی جریدہ ' صحیفہ ' منظرِ عام پر آیا ۔ پرچے کے مندرجات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ مجلس نے اس میں بھی ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا ۔ آج کل اس علمی ، ادبی اور تحقیقی پرچے کو مجلس کے ناظم احمد ندیم قاسمی مرتّب کرتے ہیں ۔

ریسرچ اکیڈمی ۔ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۱ء

سید احمد خان اور اُن کے جانشینوں کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک سے متعلق اس ادارے ' آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ۔ کراچی ' کی بنیاد ۱۸۸٦ء میں سید احمد خان نے رکھی تھی ۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں اسی نام کے ادارے کا احیاء کراچی میں ہوا ۔

کچھ ہی عرصہ بعد اس کے ذیلی ادارے، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ ، نے سہ ماہی مجّلہ ' العلم ' بھی جاری کیا ۔ پرچے کے مندرجات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ریسرچ اکیڈمی زبان و ادب کی ترویج و ترقی کے ساتھ ساتھ تراجم کے کام کو بھی آگے بڑھا رہی ہے ۔

کانفرس کے پہلے دور میں سیکرٹری و مدیر ' العلم ' و ڈائرکٹر اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ ، پروفیسر محمد حمید الدین خان تھے ۔ جبکہ دوسرے دور

میں سید الطاف علی بریلوی اس منصب پر فائز رہے۔

(نوٹ) آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی شائع کردہ کتب کے لئے دیکھئے : کتابیاتِ تراجم ' (علمی کتب) جلد اوّل مرتبہ: مرزا حامد بیگ، مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۱۹۸٦ء

پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۳ء

قیام پاکستان کے فوراً بعد ڈاکٹر سید معین الحقؒ کی تحریک پر اس سوسائٹی کی ضرورت محسوس کی گئی اور فضل الرحمنٰ (وزیر تعلیم سال ۱۹۵۰ء) کے ہاں اس سلسلے میں اولین جلسہ منعقد ہوا۔ ۱۹۵۳ء میں سوسائٹی کے قیام کے ساتھ اولین انتخاب ہوئے جن میں فضل الرحمنٰ سوسائٹی کے صدر اور ڈاکٹر سید معین الحق جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ یاد رہے کہ ۱۹٦۷ء میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس کے صدر منتخب ہوئے تھے۔ اس سوسائٹی کے قیام کے دو مقاصد تھے :

(۱) معیاری تصانیف و تالیف کا کام

(۲) تراجم

سوسائٹی کی ترجمے کے باب میں مساعی قابلِ ستائش ہے۔ سوسائٹی نے اپنے شائع کردہ تراجم کے ذریعے یہاں کے علمی کام کو یورپ میں متعارف کرانے کا فریضہ انجام دیا۔ ۱۹۵۳ میں سوسائٹی کا جریدہ ' جرنل آف دی پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی ' زیر ادارت ڈاکٹر سید معین الحق جاری ہوا۔ یہ پرچہ چیکوسلواکیہ، جاپان، اٹلی، مصر، ترکی، جرمنی، اور برطانیہ و امریکہ میں یکساں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ سوسائٹی کی شائع کردہ کتب میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ' دی ایڈمنسٹریشن آف دی سلطنت آف دھلی ' ہمیشہ یادگار رہے گی۔

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، نیویارک ۔ لاہور، ۱۹۵۴ء

انسانیت کے سب سے بڑے مسئلے غربت اور جہّالت کو سلجھانے کے لیے ۱۹۵۲ء میں امریکا کے چند ماہرینِ تعلیم، ناشرین، لائبریرین اور تجارت پیشہ حضرات نے اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ شروع میں اس ادارے کا نام ' فرینکلن پبلیکیشنز ان کارپوریٹڈ ' تھا جسے کچھ عرصے بعد ' فرینکلن بُک پروگیمز کارپوریشن ' کر دیا گیا۔

اس ادارے کا بنیادی مقصد انسانیت کی ضروریاتِ مطالعہ کے مطابق کتابیں فراہم کرنا تھا۔ یہ ادارہ (۱۹۵۴ء تا ۳۱ اگست ۱۹۷۲ء) ایشیا، افریقہ اور لاطینی امریکا کی نو آزاد اقوام میں ذوقِ تعلیم کو اُبھارنے کی خاطر مندرجہ ذیل دائروں میں متحرک رہا۔

(۱) نشر و اشاعت کتب کا فروغ اور استحکام۔
(۲) تقسیمِ کتب کے طریقوں کی اصلاح اور ترقی۔
(۳) کتب خانوں کا قیام۔

یاد رہے کہ اس ادارے کا نام بنجمن فرینکلن کے نام پر رکھا گیا تھا جو امریکا کا پہلا کامیاب ناشر و طابع اور ریاست متحدہ امریکا کی اوّلین پبلک لائبریری کا بانی تھا۔ فرینکلن کا قول ہے کہ: بہترین منافع اُس سرمائے سے حاصل ہوتا ہے جو حصول علم پر لگایا جائے ۔

فرینکلن بک پروگریمز کارپوریشن، کا مرکزی دفتر نیویارک (امریکا) میں تھا، جس کے سولہ ذیلی دفاتر تھے:

(۱) قاہرہ (جمہوریہ متحدہ عرب)، (۲) کوالالمپور (ملائشیا)، (۳) بیروت (لبنان)، (۴) جکارتا (انڈونیشیا)، (۵) بغداد (عراق)، (۶) لاگوس (نائجیریا) (۷) تہران (ایران) (۸) تبریز (ایران)،(۹) انوگو (نائیجیریا)، (۱۰) کادونا نائیجیریا)، (۱۱) کابل (افغانستان) (۱۲) نیروبی (کینیا)، (۱۳) لاہور (پاکستان)،(۱۴) ڈھاکہ (پاکستان) (۱۵) بیونس آئرس(ارجنٹائن) (۱۶) رابوڈی جنیرو (برازیل)۔

ہر دفتر کا عملہ مقامی لوگوں پر مشتمل تھا اور ہر دفتر اپنے انتظامی امور میں خودمختار تھا۔ اس عظیم منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سرمایہ امریکا اور دوسرے ممالک کی حکومتوں، رفاہی اداروں، فاؤنڈیشنوں، کارپوریشنوں اور مخیّر حضرات سے فراہم ہوتا تھا۔ امریکا کے علاوہ جن دوسرے ممالک نے سال ۱۹۶۶ء تک اس ادارے کی مالی اعانت کی، ان کے نام یہ ہیں:

افغانستان، برازیل، ارجنٹائن، فرانس، جرمنی، ایران، عراق، کویت، پرتگال، سعودی عرب، متحدہ عرب جمہوریہ اور برطانیہ۔

جولائی ۱۹۶۵ء تا جون ۱۹۶۶ء کے دوران فرینکلن کو کُل ۴.۲۸۲.۶۰۰ ڈالر یعنی تقریباً سوا دو کروڑ روپے مذکورہ بالا ذرائع سے موصول ہوئے۔

مطبوعہ کتابوں کی رپورٹ

(١٩٥٣ء - جون ١٩٦٦ء)

عمومی کتابیں	ایڈیشن		کاپیاں	
عربی	١٩٦٦ء	مجموعی تعداد	١٩٦٦ء	مجموعی تعداد
قاہرہ	٩٢	٨٢٠	٣٦١,١٠٠	٣,۷٣٨,٣٠٠
بیروت	١٥	١۷٠	۴٢,٠٠٠	۴٩٢,٨٠٠
بغداد	١٠	۷۷	٢٠,٥٠٠	١۷٣,٥٠٠
فارسی				
تہران	٦٣	٥٠١	١٦۷,٣٠٠	١,٩٦٣,۴٠٠
تبریز	١١	٦٥	١١,٨٠٠	۷٣,٢٠٠
کابل	١	١	١,٠٠٠	١,٠٠٠
اردو				
لاہور	١۷	۴٥٠	٣۷,٣٠٠	٩۴٨,٨٠٠
بنگالی				
ڈھاکہ	۴١	٣٢٥	١١٥,۷٠٠	١,٠١٦,١٠٠
ملاوی				
کوالالمپور	١٥	۷٣	۷٦,٠٠٠	۴٠٦,٠٠٠
انڈونیشی				
جکارتہ	٢۷	٢٢٩	١٥٨,٥٠٠	١,۴٩١,٠٠٠
ہسپانوی				
بیونس آئرس		٩	٢۴,٠٠٠	٢٨,٥٠٠
میکسیکو	٣	٣	٩,٠٠٠	٩,٠٠٠
انگریزی				
لاگوس	١	١	٥,٠٠٠	٥,٠٠٠
	٣٠٣	٢,۷٢٣	١,٠٣٠,٢٠٠	١٠,٢۴۷,٦٠٠

درسی کتابیں				
ایران فارسی	۲۴	۱۵۸	۸,۴۲۷,۰۰۰	۴۵,۶۹۰ ,۵۰۰
افغانستان فارسی اور پشتو	۶۵	۱۸۳	۹۹۵,۵۰۰	۳,۵۲۵,۹۰۰
جمہوریہ متحدہ عرب (عربی)	۲۹	۱۲۱	۶۳۵,۵۰۰	۱,۱۳۲,۱۰۰
میزان درسی کتب	۱۱۸	۴۸۲	۱۰,۰ ۵۸,۰۰۰	۵۱,۳۴۸,۵۰۰
کل تعداد	۴۲۱	۳,۱۸۶	۱۱,۰۸۸,۲۰۰	۶۱,۵۹۶,۱۰۰

فرینکلن کے مرکزی آفس کے لیے ہر چار سال بعد انتخابات ہوتے تھے ، جن کے ذریعے چیئرمین ، صدر اور نائب صدر چنے جاتے تھے ۔ مولانا حامد علی خان ڈائریکٹر مؤسسۂ مطبوعات فرینکلن ، لاہور شاخ کے زمانے میں اس ادارے کے مرکزی صدر مسٹر سمتھ تھے ۔

مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن، لاہور شاخ (۱۹۵۴ء)

مؤسسۂ فرینکلن کا دفتر لاہور اپنی عمر اور کارگزاری کے اعتبار سے فرینکلن کا تیسرا بیرونی دفتر تھا ۔ یہ ۱۹۵۴ء میں قائم ہو گیا تھا ۔ اس دفتر سے قبل قاہرہ آفس ۱۹۵۳ء اور تہران آفس ۱۹۵۴ء قائم ہو چکے تھے ۔

لاہور دفتر کے قیام کے وقت ادارے کو مرکزی نام یعنی فرینکلن پبلیکیشنز ان کارپوریٹڈ ، ہی کہا گیا ۔ لیکن لاہور دفتر کے پہلے مینیجر مقتدر کلیم الرحمٰن نے اس کا نام بدل کر ، مکتبۂ فرینکلن کر دیا ۔ مقتدر کلیم الرحمن کی وفات (۵۶-۱۹۵۵ء) کے بعد مولانا حامد علی خان نے بطور ڈائریکٹر چارج سنبھالا تو، مکتبۂ فرینکلن، کا نام بدل کر ' فرینکلن پبلیکیشنز ' کر دیا ۔ لیکن اس نام سے یہ تاثر قائم رہا کہ یہ ادارہ کتابیں خود شائع کرتا ہے ۔ اس غلط تاثر کو رفع کرنے کے لئے مولانا حامد علی خان نے اس کا نام ایک بار پھر تبدیل کر کے ، موسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن رکھا ۔ مرکزی آفس نے غالباً اسی سے تحریک پاکر مرکزی دفتر کا نام بھی ، فرینکلن بک پروگریمز کارپوریشن ، کر دیا ۔

ایک زمانے میں اس ادارے کو پاکستان میں سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اس زمانے میں عام تاثر یہ تھا کہ ، مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن در پردہ امریکی مفادات کی حفاظت کرتا ہے ۔ پاکستان میں اس ادارے کی جن لوگوں نے شدو مد کے ساتھ مخالفت کی ان میں حنیف رامے اور مظفر علی سید بہت نمایاں ہیں ۔ اب وقت گزرنے کے بعد یہ تاثر رفع ہوا ، جب یہ ادارہ نہ رہا ۔ ۱۹۶۶ء میں مولانا

حامد علی خان نے ' ماهنامہ کتاب ' لاهور کے نمائندۂ خصوصی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا تھا:

' آج تک کم از کم اردو زبان میں ایک کتاب بھی ایسی نہیں چھپوائی گئی ، جس کا مقصد سیاسی پروپیگنڈا ہو ۔ جب کتابوں کے انتخاب کی پہلی اور آخری ذمہ داری مقامی ناشرین کی ہے تو پروپیگنڈے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ پھر ترجمہ کراتے وقت ، ہمیں ایڈیٹنگ کی پوری آزادی ہے ۔ ہم مسوّدے میں اپنے ملکی حالات کے مطابق حکّ و اضافہ کر سکتے ہیں ۔ حواشی لکھ سکتے ہیں ۔ ہماری اکثر کتابیں ایسی ہیں جن میں اسلامی اور پاکستانی مواد کا اضافہ کیا گیا ہے ' ۔

زیرِ ترتیب ' انسائیکلوپیڈیا ' میں سینکڑوں نہیں ہزاروں اندراجات کا اضافہ کیا گیا ، اور غیر ضروری اندراجات کو حذف کر دیا گیا ہے ۔ '

اس بات میں کوئی کلام نہیں کہ ایسا ہی ہوا، فرینکلن کے تراجم اس بات کا ثبوت ہیں ۔ گو شروع میں ترجمے کے لیے منتخب کی جانے والی کتاب کا انتخاب صرف امریکا سے شائع ہونے والی کتب سے ہی کیا گیا لیکن بعد میں دیگر ممالک کی کتب کا انتخاب بھی کیا گیا، اور وہ ترجمہ ہو کر شائع بھی ہوئیں ۔ پاکستان میں مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن صرف اردو میں ترجمہ شدہ کتب کو شائع کرنے کے سلسلے میں پاکستانی ناشرین کو مالی امداد فراہم کرتا تھا ۔ اس ادارے نے کچھ عرصہ ناشرین کی سہولت کی خاطر کتب کی ترسیل کا فریضہ بھی انجام دیا جبکہ فروخت شدہ کتب کی تمام آمدن آخر کار متعلقہ کتاب کے ناشر کو ہی جاتی تھی ۔

یہ امریکی ادارہ پاکستان میں ایک مُدّت تک متحرک رہا اور یہاں کے ہر اہم ناشر نے اس ادارے کی تجویز کردہ کتابیں شائع کیں ۔ مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن کے زیرِ اہتمام کُتب کا انتخاب مولانا حامد علی خان کیا کرتے تھے، نیز مترجم کے سلسلے میں بھی اس ادارے کا فیصلہ حتمی ہوا کرتا تھا ۔

مولانا حامد علی خان نے ایک انٹرویو مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۸۳ء (لاهور) میں بتایا کہ ۳۱ اگست۱۹۷۲ء میں جب یہ ادارہ ٹوٹا تو اُردو میں انسائیکلوپیڈیا شائع کرنے کا ایک عظیم منصوبہ اَدھورا رہ گیا ۔

اس ادارے نے اپنی منتخب کردہ کتب کی کوئی فہرست آخری وقت تک شائع

---

(۱) بحوالہ : ماهنامہ ' کتاب ' لاهور، فروری ۱۹٦۷ء ، ص ۷۸

نہیں کی، لیکن ایک محتاط اندازے کے مطابق مؤسسۂ فرینکلن کے زیر اہتمام تقریباً چار سو چھوٹی بڑی اہم کتابوں کو انگریزی سے اُردو میں منتقل کر کے شائع کیا گیا ۔

(نوٹ) مؤسسۂ فرینکلن کی کتابوں کے لئے دیکھئے: الفہرست نیز ' کتابیات تراجم ' جلد اوّل دوم ، مرتبہ: مرزا حامد بیگ، مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۔

شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ ۔ کراچی یونیورسٹی ۔ ۱۹۵۷ء

کراچی یونیورسٹی کے اس ذیلی ادارے کے بنیادی مقاصد میں کُتب درسیہ کی تصنیف و تالیف کے ساتھ تراجم اور فرہنگ و وضع اصطلاحات کو یکساں اہمیت حاصل ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارے کے تحقیقی مجّلہ ' جریدہ ' نے اصطلاحات سازی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے ۔

شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کی شائع کردہ کتب میں ، معاہدۂ عمرانی ، از ژاں ژاک روسو (ترجمہ ڈاکٹر محمود حسین) طبع اوّل ۱۹۳۵ء دھلی کی اشاعتِ ثانی کے علاوہ ' تاریخ فلسفہ' از ویب ، 'مغربی تعلیم کی تاریخ ' از آر ۔ فری مین بیٹس ، قدر اور سرمایہ ، از ھکس ، اور ' طبعی کیمیا ' از گلاسٹن کے ترجمے ہمیشہ یاد رہیں گے ۔ دیگر تراجم کے لئے دیکھیے: کتابیات تراجم ، جلد اوّل (از مرزا حامد بیگ) مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ، ۱۹۸۶ء

ترقی اردو بورڈ ۔ کراچی ۔ ۱۹۵۸ء

یہ ادارہ وزارتِ تعلیماتِ پاکستان نے قائم کیا ۔ ابتداء میں بورڈ کے قیام کا صرف ایک مقصد تھا کہ ایک جامع اُردو لُغت تیار کی جائے، جو ملک کی سرکاری نیز پاکستان کی قومی زبان کی ہمہ قسم کی ضروریات کو پورا کر سکے جبکہ بعد میں بورڈ نے ترجمے کے فن سے متعلق امور کو بھی اپنے مقاصد میں شامل کر لیا ۔ واضح رہے کہ بورڈ کی لُغت 'محیط اُردو' تمام علوم و فنون کی اصطلاحات، الفاظ ، محاورات ، کہاوتوں اور ضرب الامثال پر محیط ہو گی ۔

بورڈ کے مستقل اور جزوقتی رُفقاء میں ڈاکٹر بیگم شائستہ اکرام اللہ ، ممتاز حسین ، جوش ملیح آبادی، شان الحق حقی ، پروفیسر حمید احمد خان ، علامہ رازق الخیری، پیر حسام الدین راشدی، سید وقارعظیم ، ھادی حسین، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری اور نسیم امروھوی جیسے اہم نام دکھائی دیتے ہیں ۔

بورڈ کا مجلّہ 'اُردو نامہ' علمی اور ادبی مضامین کے علاوہ مترادفات ، اصطلاحات اور تراجم پر تحقیقی و تنقیدی مضامین شائع کرتا ہے ۔

مرکزی اردو بورڈ ۔ لاہور ۔ ۱۹۶۲

مشرقی اور مغربی پاکستان کی دونوں زبانوں (اردو اور بنگلہ) کی ترقی کے لئے قومی تعلیمی کمشن کی سفارش پر یہ ادارہ ۲۴ مئی ۱۹۶۲ء کو وجود میں آیا اور اس کا اوّلین دفتر ۳۶ جی گلبرگ میں قائم ہوا ۔ بورڈ کا نظم و نسق ایک مجلسِ انتظامیہ کے سپرد ہے جسے حکومت پاکستان تین سال کے لئے نامزد کرتی ہے ۔ اوّلین مجلسِ انتظامیہ کے سر پرست صدرِ پاکستان محمد ایوب خان اور بورڈ کے چیئرمین جسٹس ایس ۔ اے رحمٰن تھے ۔ جبکہ اراکین کی فہرست میں پروفیسر حمید احمد خان، ممتاز حسین، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، اور ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی جیسے اہم نام دکھائی دیتے ہیں ۔

بورڈ کے قیام کا ایک اہم مقصد سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں اُردو کی ترقی بھی تھا تاکہ اُردو زبان اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بن سکے ۔ یہی سبب ہے کہ بورڈ نے سائنس کے متعدد مضامین کی کتابیں اُردو میں تیار کروائیں ۔ ادارے نے اصطلاحات سازی کے اصولوں کا جائزہ لیا اوز مختلف سائنسی علوم کی جو کتابیں اُردو میں شائع کیں ان میں اپنی وضع کردہ اصطلاحات کو برت کر اردو اصطلاحات سازی کا جواز فراہم کیا۔

مقتدرہ قومی زبان ، پاکستان ۔ ۱۹۷۹ء

کابینہ کے اعلان قرارداد نمبر ۲۷۵/ سی ۔ ایف /۱۹۷۹ء کے تحت مقتدرہ قومی زبان کا قیام ۴/اکتوبر ۱۹۷۹ء کو عمل میں آیا ۔ مقتدرہ قومی زبان کا اوّلین صدر مقام کراچی شہر طے پایا تھا ، اس لیے مقتدرہ کا پہلا اجلاس ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۹ء کو مقتدرہ قومی زبان کے اوّلین صدر نشین ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی رہائش گاہ ' زیبا منظر' شرف آباد ، کراچی میں انہیں کی زیر صدارت منعقد ہوا ۔

۱۹۸۳ء میں مقتدرہ کے دفتر کو کراچی سے اسلام آباد منتقل کرنے کا فیصلہ ہُوا تب سے مقتدرہ کا صدر دفتر کرائے کی ایک عمارت واقع مکان نمبر ۱۰ ، گلی نمبر ۳۲ ، ایف ۱/۸ اسلام آباد میں قائم ہے ۔

ترکیب کے اعتبار سے مقتدرہ دو حصوں میں منقسم ہے ، مگر یہ دونوں حصّے باہم مربوط ہیں:

۱ ۔ ہیئت انتظامیہ ۔
۲ ۔ ہیئت علمیّہ ۔

مقتدرہ زبان کے صدر نشین انتظامیہ کے سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ ہیئت علّمیہ کے بھی سربراہ ھیں ۔ انتظامی امور میں ان کے قریبی معاون مقتدرہ کے معتمد اور شعبۂ تصنیف و تالیف و شعبۂ ترجمہ کے دو سربراہ ہیں ۔

مقتدرہ قومی زبان کی ہیئت حاکمہ میں جامعاتی گرانٹس کمیشن ، کمیشن برائے وفاقی ملازمت ھائے سرکاری ، وزارت تعلیم ، کابینہ ڈویژن اور وزارتِ مالیات کے نمائندے اور ناظم عمومی ، قومی مجلسِ کتب پاکستان ، ہیئت انتظامین میں صدر نشین اور ان کے رفقائے انتظامیہ کے علاوہ نامزد اراکین بھی شریک ہیں ۔

مقتدرہ قومی زبان کے فرائض کار حسب ذیل ہیں:

۱ ۔ پاکستان کی قومی زبان کی حیثیت سے فروغ اردو کے لیے اقدامات ۔
۲ ۔ قومی زبان کو شعبہ ھائے زندگی میں رائج کرنے کے لئے صدر مملکت کے لیے سفارشات تیار کرنا ۔
۳ ۔ سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے عملے کے لیے تربیتی مواد کی فراھمی ۔
۴ ۔ جملہ اردو ترقیاتی اداروں کے کام میں باہم رابطہ قائم کرنا ۔
۵ ۔ اردو کو مقابلے کے امتحانات کی زبان کے طور پر رائج کرنے کے لیے سہولتیں پیدا کرنا ۔
٦ ۔ ایسی دیگر ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ، جو قومی زبان کے فروغ کے لیے صدر مملکت قومی زبان کے سپرد کریں ۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی اس ادارے کے اولّین صدرنشین تھے ۔ آپ مقتدرہ کے قیام ۴/اکتوبر ۱۹۷۹ء تا وفات ۲۱ جنوری ۱۹۸۱ء اس عہدے پر رہے ۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کے بعد ۷/اپریل ۱۹۸۳ء کو پروفیسر ڈاکٹر وحید قریشی نے اس عہدے کا چارج سنبھالا ۔ اس اثناء میں مقتدرہ کے اولّین معتمد میجر (ریٹائرڈ) آفتاب حسن قائم مقام صدر نشین کے فرائض انجام دیتے رہے ۔ میجر (ریٹائرڈ) آفتاب حسن معتمد کے منصب پر ۳/اپریل ۱۹۸۳ء تک فائز رھے ۔ آفتاب حسن صاحب کے بعد کچھ مدّت محمد افتخار احمد مفتی صاحب قائم مقام معتمد رھے ، آج کل اس عہدے پر ارشد قریشی صاحب کام کر رھے ہیں ۔

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے اس ادارے سے منسلک ہونے کے بعد مقتدرہ کے مقاصد کے حصول کی خاطر پاکستان بھر میں مقتدرہ کی ذیلی مجالس قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ جس کے تحت (۱) مجلسِ اصطلاحات (داعی: ڈاکٹر رضی الدین صدیقی اسلام آباد) ،۔

۲) مجلس رابطہ صوبجاتی مسائل (داعی: اسد اللہ بھٹو۔ سکھر) ،

۳) مجلس زبان دفتری، عدالتی ، کاروباری و دیگر اُمور (داعی: ڈاکٹر سید عبداللہ لاھور) ،

۴) مجلس ارتباط ادارہ جاتِ قومی زبان(داعی: پریشان خٹک ۔ پشاور) ۔

۵) مجلس ذریعۂ تعلیم(داعی: ڈاکٹر این ۔ اے بلوچ ۔ اسلام آباد) ،

اور (٦) مجلس ترجیحات و منصوبہ جات (داعی: صدر نشین اسلام آباد) کام کر رھی ہیں ۔

مقتدرہ قوی زبان اسلام آباد کا ماھانہ جریدہ ' اخبار اردو ' اسلام آباد مقتدرہ کی طرف سے اطلاعات اور خبریں مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ تحقیقی مقالات بھی شائع کرتا ہے ۔ یہ پرچہ جولائی ۱۹۸۱ء سے کراچی سے شائع کیا جاتا رہا ہے ۔ اب تعطل کے بعد جنوری ۱۹۸۴ء سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ھوتا ہے ۔

مقتدرہ کا شعبہ ' دارالتصنیف ' نفاذِ اردو کے ضمن میں معاون مواد فراھم کرنے کی خاطر کشاف اصطلاحات ، نصابی کتب کی تدوین ، کتابیات سازی اور لسانی امور سے متعلق کتابیں شائع کرتا ہے ۔

مقتدرہ قومی زبان کے شائع کردہ تراجم اور ترجمے سے متعلق حوالہ جاتی کتب کی تفصیل درج ذیل ہے:

مطبوعات : دارالترجمہ

۱) اصطلاحاتِ ڈراما، ڈاکٹر محمد اسلم قریشی/سید اظہار کاظمی

۲) اصطلاحات موسمیات، سرفراز شاھد

۳) اصطلاحاتِ ریاضی، ذیلی مجلس اصطلاحاتِ ریاضی کراچی

۴) دفتری مُراسلت، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی/مجیب الرحمنٰ مفتی

۵) سائنسی و تکنیکی اصطلاحات وفاقی وزارت تعلیم

٦) اصطلاحات حساب داری و محاسبی، مسعود احمد چیمہ

۷) وفاقی و صوبائی عہدوں کے نام، مجلس استناد

۸) بھارت میں قومی زبان کا نفاذ، مختار زمن/ پروفیسرانور بیگ اعوان
۹) اصطلاحات مساحت، سید علی عارف رضوی
۱۰) تعلیمی اصطلاحات، ذیلی مجلس اصطلاحات تعلیمات
۱۱) محکموں اور اداروں کے نام، مجلس استناد
۱۲) اصطلاحات فنیات، ذیلی مجلس اصطلاحات فنّیات
۱۳) دفتری ترکیبات، محاورات اور فقرات کی لُغت، مُجیب الرحمنٰ مفتی

مطبوعات : دارالتصنیف

۱۴) اردو اصطلاحات سازی (کتابیات) ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری/ سید جمیل احمد رضوی
۱۵) کتابیات قانون عطش درانی/ محمود الحسن
۱٦) The Language policy of India مختار زمن
۱۷) کتبِ لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ، حصہ اوّل جابر علی سید/وارث سرھندی
۱۸) فارسی اصطلاحات سازی، حصہ اوّل و دوم سید عارف نوشاھی /ڈاکٹر محمد باقر، ڈاکٹر مہر نور محمد خان
۱۹) کشاف اصطلاحات کتب خانہ، محمود الحسن ۔ زمرد محمود/سید جمیل احمد رضوی
۲۰) مختصر قانونی اصطلاحات، مولوی فیروزالدین ڈسکوی
۲۱) اصطلاحات عدلیہ و مالگزاری، ایچ ۔ ایچ ۔ ولسن
۲۲) کشاف اصطلا حات سیاسیات، حصہ اوّل محمد صدیق قریشی/محمد سعید
۲۳) عربی اصطلاحات سازی، محمد طاھر منصوری
۲۴) ترجمہ: روایت اور فن، ڈاکٹر نثار احمد قریشی/شریف کنجاھی
۲۵) کشاف تنقیدی اصطلاحات، ابوالاعجاز صدیقی/ڈاکٹر آفتاب احمد خان
۲٦) کتابیاتِ تراجم، (علمی کتب) جلد اوّل: ڈاکٹر مرزا حامد بیگ / ڈاکٹر سید عبداللہ
۲۷) کتابیاتِ تراجم، (ادب) جلد دوم : ڈاکٹر مرزا حامد بیگ
۲۸) ترجمے کا فن: نظری مباحث : ڈاکٹر مرزا حامد بیگ

چند دیگر ادارے مکتبۂ اردو لاہور ۔ پیپلز پبلیشنگ ہاؤس لاہور۔ مقبول اکیڈمی لاہور

پاکستان میں تراجم کے ان بڑے اداروں کے علاوہ مکتبۂ اردو ۔ سرکلر روڈ ۔ لاہور اور پیپلز پبلشنگ ہاؤس پلومر بلڈنگ ۲٦ ۔ شاہراہ قائد اعظم لاہور دو ایسے تجارتی ادارے رہے ہیں جنھوں نے سوشلسٹ فکر کی کتابیں نہ صرف درآمد کیں بلکہ اُردو میں ترجمہ کروا کے اُن کی ترسیل کا باعث بھی بنے ۔ مکتبۂ اُردو نے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۷ء تک باری علیگ ، سجاد ظہیر اور ساحر لدھیانوی جیسے معتبر ترقی پسند ادیبوں سے سوشلسٹ افکار کی کتابیں ترجمہ کروا کے شائع کیں ۔ ان ترجمہ شدہ کتب میں سوشلزم ۔ فریڈرک اینگلز/ باری علیگ مطبوعہ : س ۔ ن

سٹالن ۔ مارشل وار شلوف/ن ۔ ن مطبوعہ: س ۔ ن

لینن ۔ مرسکی / ڈاکٹر محمد اشرف، مطبوعہ: س ۔ ن

انقلابِ فرانس ۔ ن ۔ ن / باری علیگ، مطبوعہ : ۱۹۳۱ء

راجہ اور کسان ۔ لیونارڈ ایم ۔ سکو/ ن ۔ ن، دیباچہ : جواہرلال نہرو

ہمیشہ یادگار رہیں گی ۔ نذیر احمد چودھری اور چودھری برکت علی کا یہ مشترکہ ادارہ اب ٹوٹ کر کئی اداروں میں بٹ چکا ہے جیسے، ' نیا ادارہ '' میری لائبریری ' اور ' قوسین ' وغیرہ

(نوٹ) مکتبہ اردو کے تراجم کے لئے دیکھئے : 'الفرست'

پیپلز پبلشنگ ہاؤس پاکستان کا پہلا تجارتی ادارہ ہے جس نے پاکستان اور اشتراکی ممالک کے مابین تجارتی ، علمی اور ثقافتی تعلقات بڑھانے کا آغاز کیا اور یوں سوشلسٹ افکار کی کُتب کے تراجم کو فروغ حاصل ہوا ۔

پیپلز پبلشنگ ہاؤس کی شائع کردہ کتب میں حسب ذیل تراجم ہمیشہ یادگار رہیں گے :

داستانِ مُغلیہ ۔ نکولاؤمانوچی/سجاد باقر رضوی

مقتل کو چلا ۔ نگوین وان ترونی/ بدرالاسلام بٹ

مارکسی فلسفہ ۔ اسٹالن / سجاد ظہیر

کیمونسٹ مینیفسٹو ۔ مارکس ، اینگلز/ ن ۔ ن

عالمی مزدور تحریک ۔ ولیم زیڈ فاسٹر/ عبدالمجید (۱۸۳۸ء تا ۱۹۱۹ء عالمی مزدور تحریکوں کی تاریخ ۔)

سوشلزم ۔ فریڈرک اینگلز/ سبط حسن ۔ قاطع ڈوھرنگ ، کا ترجمہ ۔ گناہ اور سائنس ۔ ڈانی سن کارٹر / ن ۔ ن ۔ عصمت فروشی اور جنسی امراض سے متعلق
(نوٹ) ادارے کی دیگر کتب کے لئے دیکھئے: ' الفہرست ' اور کتابیات تراجم ، جلد اوّل ۔

مقبول اکیڈمی خصوصیت کے ساتھ بچوں کی کُتب کے تراجم میں سرِفہرست ہے ۔ اس ادارے کے بانی ملک مقبول احمد تھے ۔ انہوں نے ملک سلطان محمود کے اشتراک کے ساتھ ۱۹۵۵ء میں یہ ادارہ خالصتاً تجارتی بنیادوں پر شاہ عالم گیٹ، لاہور میں قائم کیا ۔ ۱۹۶۳ء میں یہ ادارہ سرکلر روڈ ادبی مارکیٹ میں منتقل ہو گیا ۔ اس ادارے نے مؤسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن کے اشتراک کے ساتھ یُوں تو متعدد اہم علمی کتب کے تراجم بھی شائع کئے لیکن بچوں کے ادب میں دیس دیس کا لوک ادَب شائع کرنے میں یہ ادارہ دیگر تمام اداروں پر سبقت لے گیا ۔ اس خصوص میں اس ادارے کی مندرجہ ذیل کتب یادگار رہیں گی: بہترین لوک کہانیاں ۔ مترجم : ارشد ملک

کبڑا جادوگر ۔ یوگوسلاویہ اور چیکوسلاویکہ کی لوک کہانیاں
ماں کی تلاش ۔ پیرا گوئے اور آسٹریلیا ایضاً
بیوقوف بھیڑیا ۔ کینیڈا اور میکسیکو ایضاً
لالچی مکڑی ۔ ال سلوے ڈور، جنوبی افریقہ، لائبیریا کی لوک کہانیاں
بوڑھا مکتب گیا ۔ یوکرین اور سوویٹ روس ایضاً
آگ کی دیوی ۔ ایتھوپیا اور نیوزی لینڈ ایضاً
سونے کا منبر ۔ پانامہ اور کیوبا ایضاً
چھوٹوں کا مقابلہ ۔ برما اور پاکستان ایضاً
مغرور عورت ۔ سویڈن اور نیدر لینڈ ایضاً
جادو کے جوتے ۔ برازیل ، پیرو اور چلی ایضاً
بیوی کی ضِد ۔ ناروے ، بلجئم اور فلپائن ایضاً
جادو کا درخت ۔ امریکہ اور کوریا ایضاً
چاچا بوکی کا گھوڑا ۔ ہائٹی ، ڈنمارک اور وینزولا ایضاً ۔
بکری اور بھیڑیا ۔ پولینڈ ، یونان ، نائیجیریا اور ایکوئے ڈورایضاً
کمہار کی بہادری ۔ انڈونیشیا ، ترکی ، اور بھارت ایضاً
ایک ننھا طوطا ۔ تھائی لینڈ ، گوئٹے مالا اور ایکوئے ڈورایضاً

دیس دیس کی کہانیاں۔ متعدد یورپی ممالک کی کہانیاں : بلیغ الدین جاوید ایضاً
آدم خور پرندے۔ ایضاً
دلچسپ کہانی۔ ایضاً

بھارت میں تراجم کے چند نئے ادارے:

آج بھارت میں انجمن ترقیٔ اُردو (ہند)، مکتبۂ جامعہ۔ دہلی اور ادارۂ ادبیاتِ اُردو، حیدرآباد (دکن) کے دوش بدوش مندرجہ ذیل نئی تنظیمیں اور ادارے متحرک دکھائی دیتے ہیں:

۱) ترقیٔ اُردو بیورو۔ ویسٹ بلاک ۸ آر۔ کے۔ پورم نئی دہلی ۱۱۰۰۶۶
۲) ساھتیہ اکیڈمی (ہند) ہر صوبے میں مختلف شاخیں کام کر رہی ہیں۔
۳) اکادمی آف آرٹ کلچر اینڈ لٹریچر۔ سرینگر
۴) انجمن اسلام ریسرچ انسٹیٹیوٹ۔ بمبئی
۵) بہار اردو اکیڈمی۔ پٹنہ
۶) غالب اکیڈمی۔ نئی دہلی
۷) مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی۔ بھوپال
۸) کرناٹک اُردو اکیڈمی۔ بنگلور
۹) مرتضویا ایجوکیشنل اینڈ کلچرل فاؤنڈیشن آف ساؤتھ انڈیا۔ مدراس
۱) راجستھان اُردو اکادمی۔ جے پُور
۱۱) دہلی اُردو اکادمی۔ نئی دہلی
۱۲) اتر پردیش اُردو اکادمی۔
۱۳) مغربی بنگال اُردو اکادمی
۱۴) نیشنل بک ٹرسٹ۔ نئی دہلی
۱۵) این۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی

محوّلہ بالا تمام اداروں میں ترقیٔ اُردو بیورو۔ نئی دہلی بہت نمایاں ہے۔ ترقی اُردو بیورو (قیام ۱۹۶۹ء) کے اشاعتی سلسلہ کے تحت سال ۱۹۸۳ء کے اواخر تک ۱۰۰ سے زاید ترجمہ شدہ کتابیں طبع ہو چکی ہیں، جن میں سے مندرجہ ذیل ہمیشہ یادگار رہیں گی:

شعریات۔ ارسطو /شمس الرحمٰن فاروقی
توضیحی لسانیات۔ ایچ۔ اے۔ گلیسن (جونئیر)/ عتیق احمد صدیقی
انقلابِ فرانس۔ جے۔ ایم۔ تھامپس/بی۔ جے۔ سنگھ

قدیم ہندوستان کی ثقافت و تہذیب ۔ ڈی ۔ ڈی ۔ کوسمبی/ بالمکند عرش ملیسانی
وادیٔ سندھ اور اس کے بعد کی تہذیبیں ۔ سرمور ٹیمر وھیلر/ زبیر رضوی
تاریخ فلسفہ اسلام ۔ ٹی ۔ جے ۔ بوئر/ سید عابد حسین
تعلیم میں نفسیات کی اہمیت ۔ ہربرٹ سورینسن/سلامت اللہ
فلسفہ کے بنیادی مسائل ۔ ای ۔ سی ۔ ایونگ ۔ /میر ولی الدین
آزادی ۔ جان اسٹوارٹ مل/ سعید انصاری

بیورو کا سب سے اہم منصوبہ عظیم (انگریزی ۔ اردو) فرہنگ شائع کرنے کا ہے ۔ اس فرہنگ ساز کمیٹی کے اوّلین نگران پروفیسر کلیم الدین احمد تھے۔

بیورو نے فرہنگ اصطلاحات معاشیات، فرہنگ ادبی اصطلاحات، فرہنگ اصطلاحات انسانیات اور فرہنگ اصطلاحات کیمیا بھی شائع کی ہیں ۔ آج کل لغت بورڈ کے چیف ایڈیٹر پروفیسر مسعود حسین خان ہیں ۔

بھارت کے آئین کا ترجمہ (' بھارت کا آئین ') بیورو نے ۴۰۲ صفحات پر ۲۶ ×۲۰ سائز پر شائع کیا ہے ۔ اس عظیم کارنامے کو یقیناً ایک مدّت تک یاد رکھا جائے گا ۔

بیورو کے ممبران میں قاضی سلیم ، ایس حامد ، جوگیندر پال ، مہیشوردیال اور مہندرسنگھ بیدی جیسے نام دکھائی دیتے ہیں ۔

ترقی اردو بیورو کیٔ فرہنگ ساز کمیٹی کے سابق نگران پروفیسر کلیم الدین احمد مرحوم ' فرہنگ ادبی اصطلاحات ' کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

ترقی اردو بیورو کے لٹریری کریٹی سزم پینلLiterary Criticism Panel نے یہ کام میرے ذمے سپرد کیاکہ میں ادبی اصطلاحات کی فرہنگ تیار کروں ۔ ابتدا میں خیال تھا کہ ایسے ادبی اصطلاحات اور تصّورات کی فہرست بنائی جائے جو انگریزی سے اردو تنقید میں آگئے ہیں اور جن کے لیے کوئی معیّن اصطلاحیں ابھی تک وضع نہیں ہوئی ہیں ۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر نقاد اپنے اپنے طور پر ان اصطلاحات کا ترجمہ کر لیتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت حال میں پراگندگی ، ابہام اور غلط فہمی کا امکان ہے ۔ میں فہرست بنانے لگا تو میں نے مقصد کو کچھ وسعت دی اور اس فرہنگ میں ان سارے اصطلاحات ، ان بوقلموں تصّورات کو سمیٹنے کی کوشش کی جو مغربی ادب میں پائے جاتے ہیں ۔ اس طرح اس فرہنگ کا دامن وسیع ہو گیا اور نتیجہ شاید زیادہ مفید اور دلچسپ ہے ۔ عام قارئین کو یہاں ایسی اصطلاحیں ملیں گی جن سے وہ واقف ہیں اور انہیں بعض

نئی اصطلاحوں کی جانکاری بھی ہو گی ۔ رہے ادیب ، وہ تخلیق میں دلچسپی رکھنے ہوں یا تنقید میں ، تو انہیں غور و فکر کے لیے کافی مواد ملے گا اور شاید وہ نئے نئے تجربے کرنے کی طرف توجہ کریں گے ۔

مثالیں تو انگریزی میں دی گئی ہیں چونکہ یہ ناگزیر تھا ورنہ مقصد فوت ہو جاتا۔ لیکن بہت سے ناقدوں کی رایوں کا ترجمہ یا خلاصہ بھی دے دیا گیا ہے۔

ان میں ایسی باتیں ہیں جو معلومات سے بھرپور بھی ہیں اور فکرانگیز بھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ قارئین کی دلچسپی کا باعث ہو گا'

کلیم الدین احمد

پٹنہ

' فرہنگ ادبی اصطلاحات ' سے نمونہ ملاحظہ ہو :

Authorised version

مصدقہ ترجمۂ بائبل جو ۱۶۱۱ء میں کیا گیا۔

Autobiography

آپ بیتی ، خود نوشت سوانح عمری ۔ آپ بیتی کا مصنف اہم واقعات (اور کبھی جزئیات) کا مسلسل بیان کرتا ہے ۔ آپ بیتی اور روزنامچے Diary Journal میں یہ فرق ہے کہ روزنامچے میں تسلسل نہیں ہوتا ہے اور اسے مصنف نجی مقصد کے لیے لکھتا ہے ۔ دیکھو Confessional Literature

Autochthonous

آزاد، غیر متعلق خیالات جو۔ خود بخود ذہن میں آجاتے ہیں اور جو سلسلۂ خیالات سے تعلق نہیں رکھتے ہیں بلکہ فطری طرز خیال کے لیے اجنبی سے ہوں، ایسے خیالات پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے

Autociesis

درخواست سے پہلے ہی انکار کر کے کسی خیال کو سننے والوں کے ذہن میں ڈال دینا تاکہ ان کی مانگ جاگ اٹھے دیکھو ۔

Automatism, Apophasis Automatic writing

بے مقصد اور غیر ارادی تحریر ، خاکہ یا نقشہ آنکھ بند کر کے خاکہ بنانا ، غیر ارادی طور پر لکھنا کیوں کہ لاشعور قلم یا موقلم کو ہاتھ میں لے کر تصویر یا تصنیف کو مکمل کر دے گا ۔ Surrealist فن کاروں کی یہ مقبول تکنیک ہے ۔

Autosacramental ایک ایکٹ کا متبرک (عشائے ربانی سے متعلق) ڈرامہ جو عید جسد کے روز کھیلا جاتا ہے ۔

باب ششم: علمی کتب کے چند لازوال تراجم

سائنٹیفک سوسائیٹیوں کے قیام کے ساتھ ساتھ ' علوم جدیدہ ' کی مقبولیت بڑھی ۔ ' علوم جدیدہ ' سے مراد ہے :

۱ ۔ ایسے علوم جو اھل یونان اور مسلم دانشوروں میں عام رہے، لیکن نئے زمانے نے ان کی ساری اصول سازی کو تھیوری اور پریکٹیکل کی سطح پر غلط ثابت کر دیا مثلاً تقویم مشرقی، علم ہیئت اور کیمیا میں زمین و آسمان کا فرق پڑ گیا ۔

۲ ۔ ایسے علوم جو ھمارے لیے نئے تو نہیں تھے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ انھیں وسعت ملی ۔ مثلاً علمِ جرِثقیل (علمِ آلات) نئے دور میں میکینکس کی وسعتوں سے آشنا ہوا یا علم حساب میں بے پناہ شعبوں کا اضافہ ہو گیا وغیرہ ۔

۳ ۔ ایسے علوم جن کا نام و نشان تک ھمارے ھاں نہیں ملتا ۔ مثلاً جدید دور کے نوایجاد شدہ مضامین خصوصاً الیکٹریسٹی اور جیالوجی وغیرہ ۔

ترجمہ کے باب میں انہی علومِ جدیدہ کے حصول کی خاطر شمس الامرا حیدرآباد دکن (۱۸۳۴ ء) اور شاھان اودھ لکھنئو (۱۶ ۔ ۱۸۱۴ ء) کی کوششوں کو اوّلیت حاصل ہے ۔ انگریزوں نے جب علومِ جدیدہ کو صرف انگریزی زبان سے مخصوص کرنا چاھا تو ھمارے ھاں کئی مقامات پر شمس الامرا اور شاھانِ اودھ کے تتبع میں علومِ جدیدہ کو اردو میں منتقل کرنے کی کوششیں ہونے لگیں ۔ جن میں اوّلین دور کی سائنٹیفک سوسائٹیوں کے ساتھ ساتھ ورنیکولر سوسائٹی دھلی کالج (قیام : ۱۸۴۰ ء) اور انجمن ترقی اردو (ھند) اورنگ آباد (۱۹۰۳ء) کی کوششوں کے بہت اھمیت حاصل ہے ۔ انفرادی کوششوں کے علاوہ تاریخی اعتبار سے بالترتیب ھمارے ھاں مندرجہ ذیل اداروں نے ترجمے کے کام کو آگے بڑھایا:

سیرام پور بپٹسٹ مشن (۱۷۹۳ ء) فورٹ ولیم کالج کلکتہ (۱۸۰۰ ء) شاھانِ اودھ کے تراجم برائے اسکول بک سوسائٹی لکھنئو (۱۶ ۔ ۱۹۱۴ ء) شمس الامرا حیدرآباد دکن کے تراجم برائے مدرسہ فخریہ (۱۸۳۴ ء) ۔ اسکول بک سوسائٹی دھلی کالج (۱۸۴۰ ء) طامس انجینئرنگ کالج رڑکی دکن (لگ بھگ ۱۸۵٦ ء) سائینٹیفک سوسائٹی غازی پور (۱۸٦۴ ء) روھیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی

(۱۸۶۵ ء) انجمن پنجاب لاہور (۱۸۶۵ ء) سررشتہ علوم و فنون (سلسلہ آصفیہ) حیدرآباد دکن (۱۸۹۷ ء) انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد (۱۹۰۳ ء) دارالمصنفین اعظم گڑھ (۱۹۱۳ ء) دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن (۱۹۱۹ء) ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد (۱۹۲۷ ء) جامعہ ملیہ دھلی (۱۹۲۰ء) ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد دکن (۱۹۳۱ء) مجلس ترقی ادب لاہور (۱۹۵۰ ء) ریسرچ اکیڈمی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی (۱۹۵۱ ء) پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی (۱۹۵۳ء) موسسۂ مطبوعاتِ فرینکلن نیو یارک ۔ لاہور (۱۹۵۳ء) شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی (۱۹۵۷ء) ترقیٔ اردو بورڈ کراچی (۱۹۵۸ء) مرکزی اردو بورڈ لاہور (۱۹۶۲ء) ترقی اردو بیورو نئی دھلی (۱۹۶۹ء)

ایک محتاط اندازے کے مطابق مغربی زبانوں خصوصاً انگریزی یا انگریزی کی معرفت اردو میں منتقل ہونے والی خالص علمی کتب کا ذخیرہ دو ہزار کتب و رسائل سے زاید ہے ، جب کہ اس گنتی میں ایسی نصابی کتب کو شمار نہیں کیا گیا جنہیں ترجمہ ظاہر ہی نہیں کیا گیا یا متن کو بہ ترمیم و اضافہ قبول کیا گیا ہے ۔

ان دوہزار کتب و رسائل میں سے یہاں محض چند اہم کتابوں کا تعارف مقصود ہے ۔ ان کتابوں کی اہمیت ان کی قدامت اور زمانی اعتبار سے خوبصورت ترجمہ ہونے کے سبب ہے ۔ نیز انتخاب کردہ کتب میں سے چند ایسی ہیں جو اپنے مترجمین کی ادبی اور علمی دنیا میں شہرت کے سبب اہمیت اختیار کر گئیں ۔

۱ ۔ ' بحرِ حکمت ' ، تخلیق و ترجمہ پادری پرکنس مطبوعہ مطبع مسیحانے لکھنئو طبع اوّل : ۱۷۹۸ء یہ علمی کتب کے اردو تراجم میں اوّلین کتاب شمار کی جاتی ہے ۔ بحرِ حکمت ، ۱۰" × ۶½" کی تقطیع میں ۵۸ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس کتاب کا اوّلین ایڈیشن مطبع مسیحانے کشمیری محلہ لکھنئو سے ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء طبع ہوا ۔ اس کتاب کے ناشر مسیح الزماں ولد مولوی نور محمد تھے ۔ فہرست اور دیباچہ شامل نہیں کیا گیا صفحہ نمبر ۲ سے ' مقدمہ ' کے عنوان کے تحت اصل کتاب شروع ہو گئی ہے ۔ باوجود اس کے کہ کتاب ۱۷۹۸ء میں طبع ہوئی ، اردو کو کہیں بھی ہندی یا ہندوستانی نہیں لکھا گیا ۔
سرورق کی عبارت درج ذیل عنوان ہے :

این رساله عجیب و غریب دربیان تحقیق ساختن سبب روانگی دریافتن قواعد حرکت دخانی کل مسمی به

بحر حکمت

که بسعی ، ترجمه صاحب والا مناقب پادری پرکنس صاحب ترجمه اش بزبان اردو عام فہم شده بتاریخ پنجم شعبان ۱۲۱۳ به بیت السلطنت لکھنو در مطبع مسیحائے باهتمام اضعف العباد مسیح الزمان ولد مولوی نور محمد مرحوم طبع گردید '۔

کتاب کے آخری صفحه کی عبارت درج ذیل ہے :

' حق سبحانهٗ تعالیٰ جل جلاله' کی برکت سے یه کتاب مسمی به بحرِ حکمت هیچ دریافت کرنے احوال حکمت روانگی اور ترکیب طیار کرنے دخانی بہل کے، جو تالیف کی هوئی پادری پرکنس صاحب کی حسب فرمائش بعضی صاحبان عالیشان کے در مطبع مشتہره مسیحائے میں اهتمام اضعف العباد و احقر الافراد مسیح الزمان ولد مولوی نور محمد مرحوم کے بیچ دارالسلطنت لکھنو کے کشمیری محله میں چھپائی گئی ' ۔

یه کتاب دُخان Steam سے متعلق ہے ۔

کتاب کی ایک سرخی ' بیان میں تحقیق دخان اور اطوار پیمایش کے ' تحت دخان اور دھوئیں کا فرق بتلایا گیا ہے اور ' پیمایش سطری یعنی طول ناپنے کے پیمانے ۔ ' پیمایش سطحی ' یعنی طول و عرض ناپنے کے پیمانے اور ' طول و عمق ' ناپنے کے پیمانوں کو درج کیا گیا ہے ۔ دوسری سرخی ' دخانی کل کابیان ' کے تحت اس کی اهمیت اور افادیت کو واضح کیا گیا ہے اور یه بیت لکھی ہے

ہے اس کل میں حکمت بھری تو بنو
بلاشک اسے چھوٹی دنیا گنو

صفحه (۱۳) کے حاشیه پر ' ابرپنپ ' کی اس طرح تعریف کی گئی ہے :

'۔ اورابرپنپ ایک آله نہایت مکلف بنا ہے که هوا اس کے وسیلے سے ظرفوں سے نکالی جاوے تاکه اس کی غیر حاضری کی تاثیر معلوم هو ' ۔

صفحه (۱٦) کے بعد ایک بڑا نقشه دیا گیا ہے جس کا نام ' نقشۂ کلاں دُخانی کل مع بیل وغیره ' ہے اس طرح صفحه نمبر ۷ پر ' نقشه دخانی کل خیالی ' کی سرخی کی تحت ایک دوسرا نقشه ہے ۔ ان نقشوں کی مدد سے دخانی کل کے اعمال کو سمجھایا گیا ہے صفحه (۲۱) کے حاشیه پر ' آله مسمی بنپ ' کا نقشه

دے کر اس کے اعمال کی تشریح کی گئی ہے۔ یہ پمپ کنویں سے پانی سینچنے کے کام آتا ہے۔ صفحہ (۲۳) پر ' بینوکومن صاحب کے دخانی کل کا ' نقشہ دے کر اس کی ساخت کے متعلق تفصیلی معلومات قلمبند کر دی گئی ہیں۔ اس آلہ کی مدد سے کنویں یا کان سے پانی باہر نکالا جاتا ہے۔ صفحہ (۲۷) پر بوائلر اور اس کے متعلقہ آلوں کو ایک نقشہ سے واضح کر کے دخان کے دباؤ کی مختلف شکلوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

حرارت کا احوال بیان کرتے ہوئے تھرمامیٹر سے متعلق یوں لکھا گیا ہے :

' تصور نے اس امر واقعی کے عالمان فن کو ایک نہایت مفید آلہ کی ایجاد کی طرف جو انگریزی میں تھرمومیٹر اور اس رسالہ میں تابدرجہ نما کہلاتا ہے متوجہ کیا جسکے بنانے کی یہ طریق ہے بالشت بھر لانبی ایک شیشی کی نے جس کا سوراخ بہت ہی باریک ہو لیتے ہیں اور اس کی ایک طرف کو آگ میں گلا کر گرہ جو فدار کی شکل بناتے ہیں پھر اس میں سیماب اتنا داخل کرتے ہیں کہ گرہ مذکور بھر جاوے اور سیماب نے کی تہائی تک پہنچتی پھر جتنی ہوا کہ اس نے میں باقی رہی بہ ہوشیاری تمام نکال کرنے دہانہ کو مضبوطی سی بند کرتے ہیں بعد اس کی گرہ مذکور کو گلتی ہوئی برف میں داخل کرتے ہیں تب سیماب اپنی حرارت کچھ کھو کر سمٹ جاتا ہے اور نزول کرنے لگتا ہے۔ پھر جس جگہ سیماب نزول کرتے کرتے ٹہر گیا ایک نشان کرتے ہیں اور اس کا نام نقطہ انجهاد آب رکھتے ہیں اس لئے کہ برودت کے اس درجہ پر پانی جم کر برف ہو جاتا ہے پھر اس گرہ پر سیماب کو کھولتے پانی میں داخل کرتے ہیں تب سیماب حرارت حاصل کر کے۔ درجہ بدرجہ نے مذکور میں چڑھتا جاتا ہے جب دیکھتے ہیں کہ چڑھتے چڑھتے ٹہر گیا تب عین نقطہ وقف پر ایک نشان کرتے ہیں اور اسے نقطہ جوس آب کہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ اس رسالے کے پڑھنے والے ان دو حساب کو یعنی نقطہ انجهاد بتیس اور نقطہ جوش دوسو بار باد رکھے کیونکہ آنے والے ورقوں میں استعمال ان کا اکثر ہے۔ '

' بیان اجزائے دخانی کل ' کی سرخی کے تحت بوائلر کی تعریف کی گئی ہے اور بتایا ہے کہ وہ تانبے یا لوہے سے بنایا جاتا ہے یہ ایک قسم کا برتن ہے. جس میں پانی گرم ہو کر بھاپ بن جاتا ہے بوائلر کے ایک دوسرے جزو ' حافظ ' کی تعریف ساخت اور اس کے اعمال کی تشریح کی گئی ہے پھر ' آلہ مانع ' کا ذکر ہے جس کا کام یہ ہے کہ حسب ضرورت آگ زیادہ یا کم روشن کرے۔ اس

کا نقشہ بھی وضاحت کے لئے دیا گیا ہے۔ بھاپ کے بننے سے پانی کی مقدار میں کمی ھوتی ہے اور آگ کے التہاب سے بھاپ کی طاقت رفتہ رفتہ زیادہ ھوتی جائے گی اور اندیشہ لگا رھتا ہے کہ پانی کی کمی کے سبب کہیں بوائلر پھٹ نہ جائے اس اندیشے کو دور کرنے کے لئے ایک آلہ استعمال کیا جاتا ہے جس کا نام ' ارزق ' ہے اس کے ذریعہ سے بوائلر میں اسی قدر پانی داخل کیاجاتا ہے۔ جتنا بھاپ کے بننے میں صرف ھوتا ہے اس آلے کو نقشے کے ذریعے سے واضح کیا گیا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ:

پانی بوائلر میں حسب ضرورت پہنچ رھا ہے یا نہیں دو نل لگائے گئے ہیں تاکہ پانی کی کمی و زیادتی معلوم ھوتی رہے۔ کثرت استعمال سے بوائلر میں ریت اور میل وغیرہ بہت جمع ھو جاتا ہے اس لیے بوائلر کے اوپر کی طرف ایک بڑا سوراخ بنایا گیا ہے۔ جب صفائی کرنی ھوتی ہے تو اس سوراخ کو ایک ' ڈھکنے ' سے بند کر دیا جاتا ہے تاکہ بھاپ کا راستہ بند ھو جائے اور آدمی آسانی سے بوائلر کو صاف کر سکے۔ غرض بوائلر کے تمام متعلقات پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور وضاحت کے لئے کئی نقشے کتاب میں درج ھیں جو لیتھو میں نہایت خوبصورت چھپے ہیں۔

کتاب میں برتے گیے متروک الفاظ کی مثالیں ملاحظہ ھوں:

کتاب میں برتا گیا لفظ	لفظ کی موجودہ صورت
جاوے	جائے
سینچنے	کھینچے
لامبی	لمبی
اوچائی	اونچائی
بہیتر	باھر
وے	وہ
یے	یہ
ویسا سہج	ویسا ھی
جانا چاھئے	جاننا چاھیئے
کہان	کان
جسی	جس سے
اسی	اس سے

کتاب میں ہر جگہ ' ٹ ' کو ' ت ' لکھا گیا ہے مثلاً ' فِٹ ' کو ' فت ' 'ٹونٹی ' کو 'تونٹی' اور ٹھنڈا ' کو ' تھندا ' وغیرہ اس طرح ' ڈ ' کو اکثر مقامات پر ' د ' لکھا گیا ہے مثلاً سیلنڈر کو ' سلندر '

علم طبیعات کی جو اصطلاحیں وضع کی گئیں ان میں چند یہ ہیں :

درجہ نُما 'دخانی کل ، ' نقطۂ جوش ، ' عمل تکثیف ، عمود علی الافق ، نقطۂ انجماد وغیرہ اکثر جگہوں پر انگریزی اصطلاحیں برتی گئی ہیں جیسے :

کیوبک فِت ، تھرمومیتر / تھرمومیطر / تھرمامیطر ، پستن ، اسکرو ، ایرپنپ ، اسکیل ، سلندر وغیرہ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے کتب خانے میں ب/٨١ ، ب/ ٥٣٦ نمبر پر دستیاب ہے ۔

٢ ۔ ستّہ شمسیہ ، از ریورنڈ چارلس

ترجمہ : میرامان علی دہلوی ، غلام محی الدین حیدرآبادی ، جونس اور موسیٰ تنڈرس

ڈاکٹر جان گلکرسٹ کا سب سے اہم کارنامہ گوشہ گمنامی میں سسکتے ہوئے میر امان علی دہلوی (المعروف میر امن دہلوی) جیسے نابغۂ روزگار ہندوستانی مصنف و مترجم کو منظر عام پر لانا ہے ۔ جس کا شکریہ نہایت عاجزی کے ساتھ 'باغ و بہار ' کے دیباچے میں ادا کر دیا گیا ہے ۔

میر امن دہلوی کا اصل نام میر امان علی دہلوی تھا ، ' باغ و بہار ' اور اخلاق محسنی کے بعد کے کارنامے آپ کو میر امان علی دہلوی ہی ثابت کرتے ہیں ، ملاحظہ ہو ، ستّہ شمسیہ ، رسالہ علم جرثقیل ، مطبوعہ : ١٢٥٦ ھ مطابق ١٨٣٠ء کے دیباچہ از نواب محمد فخرالدین خان المخاطب بہ شمس الامراء حیدرآباد ' دکن ' سے اقتباس :

' بندہ نیاز مند درگاہ ایزدی کا محمد فخر الدین خان المخاطب بہ شمس الامراء اس طور گزارش رکھتا ہے کہ اکثر اوقات کتابیں چھوٹی بڑی علوم فلاسفہ کی جو زبان فرنگ میں مرقوم ہیں اور بسبب میلان طبیعت کے کہ بہت اس طرف شوق رکھتا تھا ۔ میری سماعت میں آئیں ۔ اس جہت سے چند مسائل ونکے ازبر تھے اور اگرچہ بعضے علوم فلاسفہ زبان عرب و عجم میں بھی مشہور ہیں ۔ چنانچہ علم جرثقیل اور علم انظار وغیرہ مگر اس قدر نہیں ہیں کہ جیسا اب اہل فرنگ نے ان کو دلائل اور براہین سے بدرجہ کمال اثبات کیا ہے بلکہ بعضے علوم اہل فرنگ میں ایسے رواج پائے ہیں کہ ان کا نام بھی یہاں کے لوگوں نے نہیں سنا ۔

چنانچہ علم آب اور ہوا اور برقک اور مقناطیس اور کیمسٹری وغیرہ ۔ اس واسطے مدت سے ارادہ تھا کہ مبتدیوں کے فائدے کے لئے کوئی کتاب مختصر جامع چند علوم کی زبان فرنگ سے ایسی ترجمہ کی جاوے کہ فرصت قلیل میں اس کی معلومات سے طالبوں کو کچھ فائدہ میسر ہوئے ۔ چنانچہ ان دنوں میں بحسبِ مدعا چند رسالے مختصر علوم فلاسفہ کے بطریق سوال و جواب کے لکھے ہوئے ریوری رنٹ چالس صاحب کے انگریزی
زبان مین جو ۱۸۱۸ء میں بیچ شہر لنڈن کے چھاپے گئے تھے ۔ بہم پہنچے ۔ ان میں سے رسالہ علم جرثقیل ۔ علم ہیئت اور علم آب اور علم ہوا اور علم انظار کہ اس کے آخر میں مقناطیس کا رسالہ بھی شریک تھا اور علم برقک کا کہ ہر ایک ان میں سے بدرجۂ اوسط نہ بہت کم نہ بہت زیادہ لکھا ہوا تھا اور ہر چند ترجمہ ان علوم کا ہر ایک زبان میں قلمرو اہل فرنگ میں رواج پایا ہے مگر نظر کرتے فائدے ساکنان بلدہ فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے ۰۰۰۰۰۰۰ میر امان علی دھلوی اور غلام محی الدین حیدرآبادی اور مسٹر جونس اور موسیٰ تندوسی کو جو ملازمان سرکار ہیں حکم کرنے میں آیا کہ ان علوم مذکور کو زبان انگریزی سے اردو میں ہمارے روبرو ترجمہ کریں چنانچہ بفضل حق سبحانہ تعالیٰ کے یہ چھ (٦) رسالے ترجمہ ہوئے مگر بعضے اسماء انگریزی اصطلاح کے جو زبان عربی اور فارسی میں نہ میسر ہوئے ، ان کو اس زبان اصلی پر بحال رکھنے میں آیا اور یہ چھ رسالے جو ترجمہ کئے گئے چھ علم پر مشتمل ہیں اس واسطے نام ان کا ستہ شمسیہ رکھا گیامناسب جان کے علم مقناطیس کو علم انظار کی جلد سے علیحدہ کر کے آخر میں جلد برقک کے شریک کیا گیا اور مادۂ تاریخ اس رسالے کا گزرانا ہوا حافظ مولوی شمس الدین فیض کا یہ ہے ۔

' تالیف نواب شمس الامراء '
۱۲۵۳ء ' (۱)

۱) محوّلہ بالا دیباچے سے ثابت ہے کہ میر امان علی دھلوی ۱۸۳۷ء سے قبل حیدر آباد دکن میں شمس الامراء کے سرکاری ملازم تھے ، یعنی جب ۲۱ مئی ۱۸۰۶ء

---

۱) 'ستہ شمسیہ ' کے نام سے شمس الامراء ثانی محمد فخرالدین خان نے ریورنڈ جارلس کے چھ سائنسی رسائل (مطبوعہ ۱۸۱۸ ۔ لندن) کا انگریزی سے ترجمہ کروا کے ۸" × ۵" کی تقطیع پر ۱۲۵٦ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں اپنے سنگی چھاپہ خانے واقع حیدر آباد دکن سے طبع کروائے ۔

میں ھیلی بری (برطانیہ) کے مقام پر فورٹ ولیم کالج طرز کے ادارے کے قیام کے فیصلے کے ساتھ میر امان علی دھلوی ٦ ۔ جون ۱۹۰٦ ء میں مستعفی ھو کر حیدرآباد دکن چلے گئے ۔ اور نواب محمد فخرالدین خان شمس الامرائے ثانی کی قائم کردہ رصد گاہ ' جہاں نما ' میں ملازمت اختیار کی

۲) میر امان علی دھلوی انگریزی زبان سے واقف تھے۔

۳) میر امان علی دھلوی سائنسی علوم سے اچھی شد بد رکھتے تھے ۔

۴) میر امان علی دھلوی کی مطبوعہ کتب میں ستہ شمسیہ سلسلے کے مندرجہ ذیل کے رسائل شامل ہیں :

(۱) رسالہ علم جرثقیل (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدرآباد دکن ، ۱۲۵٦ ھ مطابق ۱۸۴۰ ء

(۲) رسالہ علم ھیئت (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدرآباد دکن ۱۲۵٦ ھ مطابق ۱۸۴۰ء

(۳) رسالہ علم آب (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدر آباد دکن ۱۲۵۴ھ مطابق ۱۸۳۸ء

(۴) رسالہ علم ھوا (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدر آباد دکن ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء

(۵) رسالہ علم مناظر (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدرآباد دکن ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ء

(٦) رسالہ علم برقک (ترجمہ) مطبوعہ : سنگی چھاپہ خانہ شمس الامراء حیدرآباد دکن ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۸۳۹ ء

(۷) ریورنڈ چارلس کا سوالات و جوابات سے متعلق مکمل رسالے کا ترجمہ اس کے علاوہ ہے ، جس کے چھ حصے الگ کر کے علم جرثقیل ، علم ھیئت ، علم آب ، علم ھوا ، علم مناظر اور علم برقک نامی رسائل کے آخر میں شامل کر دیا گیا ۔ یوں ان چھ رسائل میں ۱۷۸۱ صفحات کا انگریزی سے ترجمہ پیش کیا گیا ہے ۔

میر امان علی دھلوی ، غلام محی الدین حیدرآبادی، مسٹر جونس اور موسی تنڈرس کی مشترکہ کاوش ' ستہ شمسیہ ' از ریورنڈ چارلس کے سائنسی رسائل کی تفصیل درج ذیل ہے :

(۱) رسالہ علم جرثقیل :

یہ ' ستہ شمسیہ ' سلسلے کی پہلی جلد ہے جو ۸" × ۵" کی تقطیع پر ۳۰۷ صفحات کی کتاب ہے۔

صفحہ ایک اور دو سے اقتباس ملاحظہ ہو:

' اس میں ہیولا اور اس کے انقسامات بے نہایت اور کشش اجہاد اور کشش ثقل اور مرکز ثقل اور کمیات حرکت اور جرثقیل کی تمام قوتوں اور شاخوں کا بیان ہے '۔

' طلبا‌ء کے واسطے سرکارشمس الامراء بہادر امیر کبیر کے سنگی چھاپہ خانے میں شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے درمیان ۱۳۵٦ھ میں مطبوع ہوئی '۔

ابتدا میں ۳ صفحات کی فہرست ، کتاب کے آخر میں تین صفحات کا غلط نامہ اور ۴ صفحات میں علم جرثقیل کے آلوں کی ۳۰ اشکال کو لیتھو میں چھاپ کر شامل کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ' پوشیدہ نہ رہے ' کے عنوان کے تحت درج ذیل عبارت شامل کتاب ہے :

' حکیم ایوری رنٹ چالس صاحب نے ۱۸۱۸ء میں سات کتابیں علوم ریاضی کی تیار کر کے جو چھپوائی تھیں ان میں سے چھ کتابیں ۰۰۰۰۰ ترجمہ کر کے ستہ شمسیہ نام رکھا گیا اور باقی ساتویں کتاب تعریفات اور سوالات علوم مذکور میں اس واسطے لکھی تھی کہ علوم مذکور کی تحصیل کے بعد شاگردوں سے ہر ہر علم کے امتحان کے لئے سوال کر کے جواب اس کاون سے سنے کہ یاد ہے یا نہیں اور ہم نے اس حکیم کے آئین کو بہتر جان کے ساتویں کتاب کا بھی ترجمہ کیا مگر اس میں سے ہر ہر علم کی تعریفات اور کیفیات اور سوالات علیحدہ کر کے ہر علم کے رسالے میں اسطور شریک کئے کہ آغاز رسالے میں دیباچہ کے بعد تعریفات اور کیفیات اور آخر رسالے میں سوالات اس کے داخل کرنے میں آئے تا استاذ ہر علم کی تعلیم کے بعد اسی کتاب سے شاگردوں سے سوالات کر کے جوابات پوچھے تا دوسری کتاب سے سوالات کی احتیاج نہ ہو۔ تمت بالخیر

ترجمے سے مثالیں ملاحظہ ہوں :

' عرض خدمت رکھتا ہوں '

' آپ نے یہ بات پرسوں کے دن فرمائے تھے '۔

' متوجہ طرف تمہاری تعلیم کے ہوتا ہوں '

' ساتھ ایسے ہی اعلیٰ مراتب کے متصف ہے '۔

کتاب میں شامل اکثر الفاظ اور املا کا استعمال اب متروک ہے ، مثلاً

وہ کی بجائے وے
کو کی بجائے تئیں
مٹی کی بجائے ماٹی
کنویں کی بجائے کوے
بحث کی بجائے تکرار
کسی کو کی بجائے کسو کو
بند ہونا کی بجائے موندھنا
ان سے کی بجائے ون سے

اسی طرح عبارت میں شامل اکثر حروف اور الفاظ کا رسم الخط بھی مختلف ہے مثلاً

ٹ ۔ ت
ڑ ۔ ر
ٹوٹ ۔ توٹ
سننے ۔ سنے
فٹ ۔ فوٹ

چند انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ ملاحظہ ہو :

پڈین ۔Pudding
چوب شولہ ۔Cork
اسفنجSpunge
خطِ راہLine of direction
ایر پنپAir pump

(۲) رسالہ علمِ ہیئت:

یہ ' ستہ شمسیہ ' سلسلے کی دوسری جلد ہے جو ۸' / ۵' کی تقطیع پر ۳۴۴ صفحات کی کتاب ہے ۔ صفحہ ۲ سے اقتباس ملاحظہ ہو ۔

' دوسری جلد ستہ شمسیہ کی جو علم ہئیت میں ہے ۰۰۰ طلبہ کی تعلیم کے واسطے سرکار شمس الامراء بہادر امیر کبیر کی سنگی چھاپے خانہ میں شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد کے درمیان ۱۲۵٦ھ میں مطبوع ہوئی ' ۔

ابتدا میں دیباچہ اور فہرست کے ۳۱ صفحات ، آخر میں دو صفحات کا غلط نامہ اور ۴ صفحات پر کتاب کے متن سے متعلق ۲۰ اشکال کو شامل کتاب کیا

گیا ہے۔ جملہ کتاب ٢٦ گفتگووں پر مشتمل ہے۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو :

' پیش از طلوع آفتاب جب مشرق طرف نظر آتا ہے ستارۂ صبح گاھی. اور جب بعد از غروب آفتاب مغرب طرف دکھلائی دیتا ہے ستارۂ شام گاھی کہلاتا ہے۔ پس جب زهره اگلے مقام میں هوتا ہے بشرطیکہ نقطہ تقاطع پر نہووے ناظر زمین کی نظر سے بالکل محجوب '

پہلی گفتگو سے بھی ایک اقتباس دیکھتے چلیے۔

' تلمیذ کلان۔ قبلہ و کعبہ آج کی شب آسمان اس قدر صاف اور غبار سے پاک ہے کہ کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا '

' تلمیذ خرد۔ جناب واقعی بھائی نے سچ عرض کیا سبب کثرت صفائی کے بندہ بھی جس قدر چہار سو نظر کرتا ہے تارے بیحد نظر آتے ہیں ان کو کس طور شمار کرنا کیونکہ سناھوں استادوں نے ان کو شمار کیا ہے۔ ٠٠٠٠٠ اس مقدمۂ مشکل کی راہِ دریافت مجھ پر روشن فرمائیے۔ '

' استاد۔ ابھی نہیں چند روز توقف کرو ٠٠٠٠

بالفعل اور ایک امر کی تعلیم تم کو میری مدنظر ہے۔ سنو جب هم شب کو اوپر کی طرف یعنی منتہائے مم نظری سرپرکا جس کو آسمان کر تعبیر کرتے هیں ٠٠٠٠٠ فقط آنکھ سے دیکھتے ہیں وے نجوم بیحد جو هم کو نظر آتے ہیں صرف باصرے کا دھوکا ہے ٠٠٠٠٠٠٠٠٠٠٠

بدون استعانت دور بین کے هزار سے زیادہ تارے نہیں نظر آتے۔ پس یہاں سے ثابت هوا ظاهراً هم کو جتنے تارے نظر آتے ہیں دراصل وے سب تارے نہیں ہیں بلکہ تخیلہ باصرے کا ہے '۔

کتاب میں شامل غلظت۔ کسو۔ تئیں۔ کنکے۔ ونکے جیسے متروک الفاظ ہیں :

(٣) رسالہ علم آب :

یہ ' سنہ شمسیہ ' سلسلے کی تیسری جلد ہے جو ٨' /٥ ' کی تقطیع پر ٣١٢ صفحات کی کتاب ہے۔ آخر میں چار صفحات کا غلط نامہ اور تین صفحات پر علم آب سے متعلق ٣٦ اشکال کو شامل کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کے کچھ صفحات کے حاشیہ پر ' سنہ شمسیہ ' سلسلے کی دیگر کتب کے حوالے بھی شامل کتاب ہیں۔

نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

' کسب کیسا ہی آسان ہو نہیں سمجھنا اس کے عمل میں کچھ خطر ۔ نہیں چنانچہ لکھا ہوا دیکھنے میں آیا ہے ۔ حکیم اسپالڈین اور اس کا مددگار وے دونوں اپنے بنائے ہوئے آلے میں بیٹھ کر جہازِ شکستہ اور ڈوبے ہوئے مال کے نکالنے کے واسطے دوبار دریا کے اندر جا کر نکلے اور دفعہ سوم جو ڈوبے ایک ساعت تک رہے جب وقت بہت گزرا اور اوپر کے مددگاروں نے کچھ اشارہ مراجعت کا نہیں پایا آلہ غوطہ زنی کو اوپر کھینچا دیکھے دونوں کی روح پرواز ہو گئی تھی ۔ '

کتاب میں برتے گیے متروک الفاظ درج ذیل ہیں:

ماٹی ۔ مٹی
قیمت دار ۔ قیمتی
وسکا ۔ اس کا
دوڑنے لاگا ۔ دوڑنے لگا
جاگہ ۔ جگہ

عبارت میں بعض جگہوں پر ' نے ' کا استعمال ہی نہیں کیا گیا مثلاً ' اوپر آپ فرمائے تھے '

اسی طرح لفظ ' کر ' کا استعمال ملاحظہ ہو:

امتحان کر دکھلائیے ، (امتحان کر کے دکھلائیے)

کتاب میں برتی گئی چند انگریزی اصطلاحوں کا اردو ترجمہ دیکھتے چلیے :

زبردستی کا پمپ ۔Force pump
ہیڈرامیٹر Hydrametre
علم آب Hydrostatics
علم آب کی ترازو Hydrostatic Balance
چوسنے کا پمپ Sucking pump

(۴) رسالہ علم ہوا :

یہ 'ستہ شمسیہ ' سلسلے کی چوتھی جلد ہے جو ۸ ' / ۵ ' کی تقطیع پر ۳۳۵ صفحات کی کتاب ہے دیباچہ کے علاوہ آخر میں ۴ صفحات کا غلط نامہ اور ۵ صفحات پر علم ہوا سے متعلق ۳۴ آلوں کے نقشے شامل کتاب کیے گیے ہیں ۔ یہ کتاب بھی استاد اور شاگرد کی گفتگو کے انداز میں لکھی گئی ہے ۔

۲۳ویں گفتگو سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

' تلمیذ خرد ۔ حضرت پیرامیٹر کی معنی بیان کیجئے ۔

استاد ۔ یہ لفظ یونانی ہے اور اس کی معنی آتش پیما ہے اور یہ ایک آلہ ہے منجمد چیزوں علی الخصوص معدنیات کے بڑھاؤ کی پیمائش کے واسطے جو بہ سبب گرمی کے ان کو حاصل ہوتا ہے اور چیزیں کتنی بھی تھوڑی پھیلیں اس آلے کی استعانت سے تیسویں شکل کی مانند فقط آنکھ سے نظر آویں گی '

کتاب میں بعض مقامات پر حاصلِ مصدر کی بجائے مصدر کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً ' تعجب ہے کہ گونجنا اکثر سننے میں کیوں نہیں آتا ' بعض الفاظ کی جمع دکنی قاعدہ کے مطابق بنائی گئی ہے مثلاً سیخ سے سیخاں اور شاخ سے شاخاں ۔

(۵) رسالہ علم مناظر :

یہ ' ستہ شمسیہ ' سلسلے کی پانچویں جلد ہے جو ۸ ' /۵' کی تقطیع پر ۲۷۷ صفحات کی کتاب ہے ۔ شروع میں دیباچہ اور تعریفات علم مناظر کے علاوہ آخر میں ۸ صفحات کا غلط نامہ اور متن کے متعلق ۳۲ اشکال شامل ہیں ۔ ریورنڈ چارلس کی اصل کتاب میں علم مقناطیس سے متعلق مختصر رسالہ بھی شامل تھا جسے اس سے الگ کر کے '' ستہ شمسیہ '' سلسلے کی چھٹی جلد میں داخل کر دیا گیا ہے ۔

یہ کتاب بھی سوال جواب کے انداز میں لکھی گئی ہے ۔ ۱۵ویں گفتگو سے اقتباس ملاحظہ ہو ۔

' تلمیذ خرد ۔ حضرت بہتر بندہ ایسا ہی عمل کرے گا لیکن کچھ آپ نے اَبرو اور مژگاں کا ذکر نہ کیا. یہ کس کام پر آتی ہیں ۔

استاد ۔ ابرو بہت آنکھ کو پناہ دیتی ہے جس وقت کہ بہت روشنی آنکھ پر آتی ہے اور کوئی جسم اگر پیشانی پر سے پھسل کر آنکھ پر گرے آنکھ کو مضرت نہیں پہنچنے دیتی ہے اور مژگاں کام کرتی ہیں آنکھ کے پردے کی مانند کس واسطے کہ جب کوئی شخص سوتا ہے وہ سنبھالتے ہیں ۔ حادثہ روشنی کو یعنی زیادہ روشنی آنکھ میں جانے نہیں دیتی ہیں ۔ اور یہ مژگاں ہزاروں صدمات سے آنکھوں کو بچاتے ہیں اور جو گرد کہ ہوا میں بھری ہوتی ہے ان کو آنکھوں میں آنے نہیں دیتے ہیں '

چند انگریزی اصطلاحوں کا ترجمہ دیکھتے چلیے :

منہ دیکھنے کا آئینہ Looking glass

کلاں بین Microscope

منعکس دوربین Reflecting Telescope

موازی شعاعیں Convergent Rays

انبساطی شعاعیں Divergent Rays

منعکس روشنی Reflected Light

قندیل سحری Magic lantern

لنتر یالانتر Lantern

(٦) علم برقک :

یہ ' ستہ شمسیہ ' سلسلے کی چھٹی جلد ہے جو ٨'' /٥ '' کی تقطیع پر ٢٠٦ صفحات کی کتاب ہے۔ جس میں علم برقک (یعنی جھٹکے کا علم) اور مقناطیس سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ دیباچے کے علاوہ آخر میں ٣ صفحات پر ٣١ اشکال اور کتاب کے خاتمے پر متن سے متعلق آلوں کے ٦ نقشے شامل کتاب کیے گیے ہیں۔ کتاب میں علم برقک سے متعلق ١٦ مکالمے ، گیال وی نیزم اور علم مقناطیس کے متعلق چار چار مکالمے شامل کیے گیے ہیں۔ نمونہ عبارت ملاحظہ ہو:

تلمیذ کلاں

' حضرت آپ نے ابھی ذکر کیا تھا کہ سوئی کو مقناطیس دینے کے بعد وہ جھکتی ہے کیا جھکاؤ اس کا یکساں رہتا ہے یا کچھ کچھ فرق کرتا ہے '

استاد۔ یہ قریب الفہم ہے کہ اسی حالت میں ہو گی اسی جانے میں اور رابٹ صاحب نے کہ قطب نما بنانے والا تھا ناروے کے ملک میں ١٥٧٦ ء میں دریافت کیا کہ جھکاؤ سوئی کا قریب ٧٢ درجے کے تھا اور اس کی تحقیق بادشاہی مدرسے میں بھی ہوئی اور یہ بات راست نکلی '

کتاب کی عبارت میں ڈاکٹر کو ' ڈنکٹر ' اور تلوار کو ' تزوار ' لکھا گیا ہے۔ باقی وہ تمام خصوصیات اس کتاب میں بھی موجود ہیں جن کا ذکر دیگر رسائل کے ضمن میں ہوا ہے۔

٣ ـ ۴ اصول علم حساب ہندی زبان میں ،

اور ' رسالہ کسوراتِ اعشاریہ ' ترجمہ : میر امان علی دہلوی

ریورنڈ چارلس کے سات رسائل کے علاوہ شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانہ واقع حیدرآباد (دکن) سے طبع ہونے والی دیگر کتب میں دو کتابیں ایسی ہیں

جن پر مترجمین کے نام درج نہیں ۔

١) ' اصول علم حساب ہندی زبان میں ' مطبوعہ : ١٢٥٢ھ مطابق ١٨٣٦ء
٢) ' رسالہ کسورات اعشاریہ ' مطبوعہ : ١٢٥٣ھ مطابق ١٨٣٧ء

اوّلالذکر کتاب کے دیباچے میں اسے ' اہل فرنگ کے دستور پر ' لکھی گئی کتاب بتایا گیا ہے ، لیکن اس کتاب کا ترجمہ ہونا یوں ثابت ہے کہ کتاب میں سکّوں اور اوزان کی شرح برطانوی سکّہ اور اوزان کے مطابق دی گئی ہے ورنہ حیدرآبادی سکّہ اور حیدرآبادی اوزان استعمال کیے جاتے ۔ جبکہ ' رسالہ کسورات اعشاریہ ' کو ترجمہ بتایا گیا ہے نیز اس میں ' ستہ شمسیہ ' والا سوالات و جوابات کا انداز اختیار کیا گیا ۔

شمس الامراء کی مطبوعہ کتب سے یہ ثابت ہے کہ ١٨٣٠ء تک شمس الامراء کی رصدگاہ جہاں نما ، کے شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ میں شاہ علی رتن لعل ، میر امان علی دہلوی ، غلام محی الدین حیدرآبادی ، موسیٰ تنڈرس ، حافظ مولوی شمس الدین فیض ، مسٹر جونس اور مسٹر جوزہ کُل ١٦ منشی (مترجم) ملازم تھے ۔

جان مرقس ٣٧ ۔١٨٣٦ء کے لگ بھگ مترجم مقرر ہوئے جبکہ ابو علی ، رائے منولال ، شیرعلی بن محمد قاسم ، مرزا جان قندھاری، میر طفیل علی ، مولوی احمد اور سید عبدالرحمٰن بہت بعد میں مترجم مقرر ہوئے ۔

محوّلہ بالا دونوں تراجم کے مترجمین کی تلاش کے سلسلے میں ذرا سی کوشش بارآور ثابت ہوتی ہے ۔ مثلاً یہ کہ شاہ علی (متوطن ادھونی) اور رتنؔ لعل (ولد چنیا لعل) نے ' رسالہ علم و اعمال کرے کا ' (سنہ تالیف ١٢٥٥ ھ مطابق ١٨٣٦ء سنہ طباعت ١٢٥٧ ھ مطابق ١٨٣١ء) ترجمہ کیا ہے ۔ ان دونوں مترجمین کی زبان بھی سلیس ہے لیکن ' ستہ شمسیہ ' کی زبان اور ان کی زبان میں واضح فرق محسوس کیا جا سکتا ہے ۔ سب سے پہلے ' رسالہ علم و اعمال کرے کا ' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

' جب زمین چاند اور سورج کے درمیان میں حائل ہوتی ہے تو زمین کا سایہ چاند پر گر کر اس کا مانع نور ہوتا ہے ، اسی کو خوف قمر کہتے ہیں اور اس سبب سے خوف قمر حالت بدر میں ہونا ضروری ہے ۔'

(ترجمہ از شاہ علی و رتن لعل)

اب صرف شاہ علی کی زبان ملاحظہ ہو :

' اس ذرہ بے مقدار شاہ علی متوطن ادھونی نے

' مشہور شرح چغمنی کو کہ جس کی عبارت کی دقت اور معانی کی نزاکت باریک بینان نازک خیال پر ظاہر و باہر ہے ۔ زبان ہندی میں یہ عبارت سلیس و صاف ترجمہ کر کے اس مہر نیر (شمس الامراء) کی رائے روشن سے مسائل اصل میں تقدیم و تاخیر کی اور مسئلہ ضعیف کی قوی سے تبدیل '

(ترجمہ ' شرح چغمنی ' کے دیباچے سے اقتباس)

اس سے قبل شاہ علی نے مادری زبان کے ادھونی انگ میں تعلیم و تدریس کے فواید بیان کیے ہیں ۔ اس سلسلے میں وہ لکھتا ہے :

' دانایان روزگار اور عاقلانِ تجربہ کار پر پوشیدہ نہیں کہ جس قوم میں زبان مروج ہے جو فن تحریر وترقیم پاتا ہے ۔ صاحب زبان نہایت آسانی کے ساتھ اس فن کا فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ بہ نسبت دوسری زبان کے مدت قلیل میں حاصل اور کامل ہوتا ہے ۔ کیونکہ جو مدت وہاں معرفت الفاظ میں جاتی ہے ۔ یہاں وہ تحصیل معانی میں کام آتی ہے ۔'

(ترجمہ ' شرح چغمنی ' کے دیباچے سے اقتباس)

'شرح چغمنی ' کا ترجمہ ۱۲۵۰ ھ مطابق ۱۸۳۳ ء میں کیا گیا اس کا قلمی نسخہ ادارہ ادبیات اردو ، خیریت آباد ، حیدرآباد دکن میں محفوظ ہے ۔ اب صرف رتن لعل کی زبان ملاحظہ ہو:

' یہ رسالہ ہے موسوم بہ منتخب البصر بیج علم دورنما کے کہ اسے علم انظار بھی کہتے ہیں اور اس علم کی معلومات سے نقشے اجسام و سطوح کے کھینچے جاتے ہیں ۔ اس علم میں اگرچہ ایک کتاب مبسوط فارسی زبان میں موسوم بہ رفیع البصر لکھی ہوئی صاحبزادہ بلند اقبال عالی قدر محمد رفیع الدین خان المخاطب بہ عمدۃ الدولہ بہادر ۔ کی ہے ' اب ' رسالہ منتخب البصر ' کے متن سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

' حضرت اگر ہم کو شکل الٹی نظر آتی ہے تو ہمکو سیدھی کیوں نظر آتی ہے ۔'

جواب ۔ ' ہم لوگوں کو ایک مدت سے عادت ہو گئی ہے بہ سبب کثرت امتحان کے ذہن تمیز کرتا ہے کہ یہ سیدھی ہے بلکہ اس کے اوپر ایک برھان ساطع یہ ہے جو بچے شیرخوار ہیں ان کے سامنے جو شے آتی ہے اس کو بلاشبہ پکڑ لیتے ہیں اور حس لامسہ کے سبب سے اور لوگوں کے کہنے سے ان کو چند مدت میں تمیز سیدھے الٹے کی ہوتی ہے اور اس کی مفصل تکرار اور براہین علم مناظر میں لکھی ہوئی ہے اور یہ علم اسی میں سے وضع ہوا ہے اس کو علم انظار کہتے ہیں:

(رساله منتخب البصر ، سنه تالیف ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء سنه طباعت ۱۲۵۷ ھ مطابق ۱۸۴۱ء سے اقتباس)

اب شاه علی اور رتن لعل کے ترجموں کی زبان کے مقابلے میں ' اصول علم حساب هندی زبان میں ' اور ' رساله کسورات اعشاریه ' سے ایک ایک ٹکڑا دیکھیے :

۱) ' مرقوم ہے وه مثال که گزری اس میں معنی بخشی ہے ' ۔

۲) ' اس کسورات عشر کے اعمال مانند کسور مشهور کے هوتے ہیں ' ۔

مندرجه بالا پہلا ٹکڑا تو ایسا ہے که جیسے ' باغ و بہار ' میں سے اُچک لیا گیا هو ۔

دوسرا ٹکڑا ٹیکنیکل هونے کے باوجود اس بات کی چُغلی کھاتا ہے که میرامان علی دهلوی کا هی ہے ۔ اس لیے که اس میں جمع الفاظ کے ساتھ اشارۂ قریب ' ان ' کی بجائے ' اُس ' لکھا گیا ہے ، جو 'باغ و بہار ' والے منفرد اسلوب کی ایک پہچان ہے ۔ اس کے علاوه ' اصول علم حساب ' کے ترجمے میں میر امان علی دهلوی کی لفظیات اپنی صاف پہچان کرواتی ہے مثلاً:

بغیر کے بجائے بدوں
باوجود کی بجائے باوصف
اس کے بعد کی بجائے تس پیچھے
ضرورت کی بجائے حاجت
غلط کی بجائے خطا
طریقه کی بجائے ڈول

تیسرا مترجم غلام محی الدین حیدرآبادی ہے جس کی زبان کا دکنی انگ (جس کی مثال ' رساله علم هوا ' کے باب میں دی گئی ہے) ان دونوں کتابوں میں ناپید ہے ۔ جبکه حافظ مولوی شمس الدین فیض کی زبان مُعرّب ہے اور موسیٰ تنڈرس کی زبان مُفرس ۔ یه دونوں خصوصیات ان کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔

باقی رها مسٹر جونس اور مسٹر جوزه کا معامله ، تو یه طے ہے که یه دونوں انگریز منشی مقامی مترجمین کی سہولت کے لیے تھے ۔ ان کا کام صرف گنجلک انگریزی عبارت کو صاف کرنا تھا تاکه اردو میں ترجمه کرنا ممکن هو ۔ اب اگر ان دو حضرات میں سے کسی ایک نے میر امان علی دهلوی کی مدد کی تو کچھ بعید نہیں لیکن ان دو کتابوں کا اسلوبی تجزیه ثابت کرتا ہے که ان کا ترجمه میر

امان علی دھلوی نے ھی کیا۔

یوں میرامان علی دھلوی کی مطبوعہ کتب میں نو انگریزی سے ترجمہ کردہ کتب کا اضافہ اُس نابغۂ روزگار ھستی سے متعلق تحقیق کے دائرے کو وسیع کرتا ہے۔

۵) میر امان دھلوی سے متعلق سابقہ تحقیق (' فورٹ ولیم کالج اور اکرام علی ' از نادم سیتاپوری تک) سے پتا چلتا ہے کہ آپ ۱۱۶۲ھ مطابق ۱۷۴۸ء یا ۱۱۶۷ھ مطابق ۵۴ ۔ ۱۷۵۳ء کے محمد شاھی عہد میں پیدا ہوئے ۔ آباؤ اجداد بیرون ھند کے رھنے والے تھے ۔ جو خاندانِ مغلیہ کے دوسرے فرماں روا نصیرالدین ھمایوں کے عہد میں ھندوستان وارد ہوئے اور عظیم آباد (پٹنہ) میں قیام کیا ۔ میر امان علی کی پیدائش دھلی کی ہے ۔ ان کا بچپن اور جوانی عہد مغلیہ کے پر آشوب دور میں گزرا ۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں نے جب لوگوں کو دھلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو آپ عظیم آباد پٹنہ) واپس ہو لیئے جہاں ۳۵ برس تک قیام رھا اس کے بعد آپ نے کلکتہ کا رُخ کیا جہاں نواب دلاور جنگ نے آپ کو اپنے چھوٹے بھائی میر کاظم خان کا اتالیق مقرر کیا ۔ دو برس تک یہ فرائض نبھاتے رھے ۔ اسی زمانے میں سید بہادر علی حسینی نارنولی (سیکنڈ منشی فورٹ ولیم کالج) کے توسط سے فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے ریکارڈ کے مطابق ڈاکٹر جان گلکرسٹ نے انہیں ۱۹ اپریل ۱۸۰۱ء میں بطور منشی (مترجم) فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں جگہ دی ۔

فورٹ ولیم کالج میں ملازمت کے دوران میں آپ کی دو تصانیف ' چاز درویش ' المعروف ' باغ و بہار ' اور ' گنج خوبی ' (ملاحسین واعظ کاشفی کی فارسی تصنیف ' اخلاق محسنی ' کا چالیس ابواب میں ترجمہ) نے شہرت پائی ۔

میر امن دھلوی نے خود ' باغ و بہار' کے دیباچے میں اسے فارسی قصہ چہار درویش کا ترجمہ بتایا ہے ۔ یہ کام ۱۸۰۱ء میں شروع کر کے ۱۸۰۲ء میں مکمل کیا ۔ ' باغ و بہار ' کا اوّلین ایڈیشن ۱۸۰۲ء میں طبع ہوا ۔

سابقہ تحقیق میں میر امان علی دھلوی کا سالِ وفات ۱۸۰۶ء بتایا گیا ہے ۔ آگے چل کر نادم سیتاپوری نے میر امان علی دھلوی کو ۱۲۳۳ ھ مطابق ۱۸۱۷ء تک حیات بتایا ۔

لیکن اب یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ ۱۸۴۰ء (سال طباعت دیباچہ ستہ شمسیہ) تک تو یقیناً حیات تھے ۔ اس لیے کہ نواب محمد فخرالدین خان

نے ان کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا، اور اگر ' رسالہ کسورات اشاریہ ، (مطبوعہ: سنگی چھاپہ خانہ شمس الامرا حیدرآباد (دکن) ۱۸۳۷ء) کے مترجمین میں بھی میرامان علی دہلوی شامل تھے تو ان کی تصنیفی زندگی کا دائرہ بھی ۱۸۳۷ء تک پھیل جاتا ہے۔ جبکہ ۱۸۴۰ء کی مطبوعہ کتاب ' سنہ شمسیہ ' میں انہیں دارالترجمہ سے منسلک بتایا گیا ہے۔ اب آئیے سنہ ولادت کے طرف۔ یہ طے ہے کہ ۱۸۴۰ء تک آپ حیات تھے، اس طرح ۱۸۴۰ء میں آپ کی ۹۱ برس کی طویل عمر بنتی ہے، جبکہ یہ لازم نہیں کہ آپ اپنے ان سائنسی رسائل کے طبع ہوتے ھی (یعنی ۱۸۴۰ ء میں) چل بسے ھوں۔ یوں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے آپ کا سالِ ولادت ۱۷۵۴ ء کے بعد کا رھا ھو' گا۔

۵۔ ' رسالہ علم واعمال کرے کا '

از کیٹ، مترجمین : رتن لعل و جوزہ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۲۵۷ھ بمطابق ۱۸۴۱ء۔

یہ کتاب ۸½″ × ۵½″ کی تقطیع میں ۳۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو نواب شمس الامراء کے سرکاری مترجمین رتن لعل اور مسٹر جوزہ نے انگریزی سے ۱۲۵۵ھ بمطابق ۱۸۳۹ء میں ترجمہ کیا اور ۱۸۴۱ء میں شمس الامراء کے سنگی چھاپہ خانے سے طبع ہوئی۔

دیباچہ کے علاوہ کتاب کی فہرست ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے جس میں چار الگ الگ مقالات کی ذیلی سُرخیاں درج کی گئی ہیں۔ پہلا مقالہ کرہ مصنوعہ اور دوائر ' دوسرا ' کرۂ ارضی کے اعمال ' تیسرا ' کرۂ سماوی کے اعمال ' اور چوتھا ' سیاروں اور اجرام فلکی ' سے متعلق ہے۔ کتاب کے آخر میں فائدہ کے عنوان سے ایک صفحہ کے نوٹ کے ساتھ ۳ صفحات پر ' منازلِ قمر ' کی جدول شاملِ کتاب کی گئی ہے۔ اس جدول کے بعد ۴ صفحات کا غلط نامہ اور سب سے آخر میں ٦ صفحات پر کرۂ ارضی، کرۂ سماوی، قطب نما، محور، نصف النہار اور افق سے متعلق آٹھ نقشہ جات بھی شامل کتاب ہیں۔

' پوشیدہ نہ رھے ' کے عنوان سے کتاب کے مترجم رتن لعل دیباچے میں لکھتے ہیں:

' پوشیدہ نہ رھے کہ یہ رسالہ ہے۔ کرے کے علم اور اعمال میں کہ جس کو علم اصطرلاب کروی بھی کہتے ہیں۔ ۱۲۵۵ھ نبوی میں حضرت شمس الامراء بہادر۔ کے حسب الحکم مسٹر جوزہ اور بندہ رتن لعل نے کہ دونوں ملازم سرکار فیض

آثار نواب ممدوح کے ہیں انگریزی زبان سے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور یہ چند مسائل انتخاب کئے گئے ہیں اس کتاب سے کہ جس کو حکیم کیت صاحب نے تالیف کیا ہے اور اگرچہ وہ کتاب حاوی اکثر مسائل علم کرے کو ہے مگر اس میں سے چند مسائل ضرور یہ انتخاب کر کے لکھے گئے اور سوائے اس کتاب کے چند نقشے کرے وغیرہ کے بھی طالبوں کے سمجھانے کے واسطے شریک کیے گئے کس لئے کہ اگر کرہ بالفعل موجود نہ ہو تو ان نقشوں سے اس کی صورت ذہن طالبین میں متصوّر ہو'۔

کتاب میں شامل چاروں مقالات سے اقتباسات ملاحظہ ہوں :

پہلا مقالہ :

' نوویں تعریف خسوف قمر کی '

جب زمیں چاند اور سورج کے درمیان میں حائل ہوتی ہے تو زمیں کا سایہ چاند پر گرکے اس کا مانع نور ہوتا ہے اسی کو خسوف قمر کہتے ہیں اور اس سبب سے خسوف قمر حالت بدر میں ہونا ضروری ہے '

دوسرا مقالہ :۔

' آٹھواں سوال کسی دو مقام مفروض کے طول بلد معلوم کا تفاوت کیونکر معلوم کرنا ۔ قاعدہ دونوں کا طول بلد تیسرے سوال کے موافق معلوم کر کے دیکھنا کہ دن دونوں کا طول مشرقی ہے یا مغربی غرض ۔ بہرتقدیر اس وقت عدد ناقص کو عدد زائد سے وضع کرنا ۔ پس وضع کے بعد تفاضل کہ حاصل ہو گا وہی ون دونوں کے طول کا تفاوت ہو گا اگر ایک مشرقی ہو اور ایک مغربی تو ون دونوں کے طول کو جمع کرنا پس جمع کے بعد جو مجموع کہ حاصل ہو گا وہی تفاوت ہو گا '

تیسرا مقالہ :۔

گیارھواں سوال تاریخ ماہ اور عرض بلد معلوم کئے کے بعد آفتاب کے غروب کے بعد کون کون سیارے بالائے افق رہتے ہیں کیونکر معلوم کرنا ۔

قاعدہ قطب کو اپنے عرض بلد کے موافق بلد کرنا اور بعدہ آفتاب کا مقام طریقتہ الشمس پر معلوم کر کے اس کو دس بارہ درجے افق کے نیچے لے جانا اور پھر تقویم میں دیکھنا کہ کون کون سیارے اوپر کے برجوں میں ہیں پس وے سب نظر آویں گے ۔'

چوتھا مقالہ :۔

' مشتری کا بیان '

' یہ سیارہ تمام سیاروں سے بڑا ہے اور زمین و آفتاب کے درمیان میں جس قدر بعد ہے اس کی بہ نسبت یہ سیارہ بہت دور ہے اور جب اس کو بے استعانت آلہ دوربین کے دیکھے ہیں تو زہرہ کی مانند نظر آتا ہے لیکن زہرہ کی طرح روشن نہیں معلوم ہوتا ۔ جب اس کا طول آفتاب کے طول سے کم ہوتا ہے تو طلوع آفتاب کے قبل نظر آتا ہے اس وقت اس کو کوکب صباحی یعنی صبح کا تارا کہتے ہیں اور جب زیادہ ہوتا ہے تو غروب آفتاب کے بعد دکھلائی دیتا ہے اس وقت اس کو کوکب مسائی یعنی شام کا تارا بولتے ہیں اور یہ اپنا دورۂ محوری ۹ ساعت ۵۶ دقیقے میں تمام کرتا ہے ۔ اس کا حجم زمین کے حجم سے ۱۳۰۰ مرتبہ زیادہ ہے ' ۔

کتاب کے آخر میں ' منازلِ قمر ' کی جدول سے متعلق وضاحت کرتے ہوئے بتایا گیا کے کہ :

' یہ جدول منازل قمر کے طالبوں کے فائدے کے واسطے ہے کیونکہ یہ رسالہ اعمال کرے کا ہے اور اس میں یہ فائدہ نہ تھا اور کتابوں سے اخذ کر کے لکھنے میں آیا اور جملہ منازل قمر اٹھائیس ہیں اور اس جدول میں اسمائے منازل بزبان عربی اور ھندی اور تعداد ثوابت ہر منزل اور اسکا برج اور مقامات بے کتابوں سے دریارت کر کے لکھنے میں آیا ہے '' ۔

کتاب کی عبارت معرب و مفرس ہے ۔ بعض الفاظ کا املا بھی خاصا مختلف ہے مثلاً ' چھٹی ' اور ' ناب ' کو بالترتیب ' چھنٹی ' اور 'نانب ' لکھا گیا ہے ۔ یہی صورت مختلف ناموں کے سلسلے میں بھی دکھائی دیتی ہے مثلاً

' افریقہ کو ' افریکہ ' پیرس کو ' پاریز ' ایشیاء کو ' آزیہ ' اور پرتگیز کو ' پرتکیس ' لکھا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ عبارت میں ' تسہر ' اور ' ونہوں ' جیسے متروکات بھی نظر سے گزرتے ہیں ۔ یہ ترجمہ جامعۂ عثمانیہ اور ادارۂ ادبیاتِ اردو (دکن) کے کتب خانوں میں محفوظ ہے ۔

٦ ۔ ' تاریخ ممالکِ چین '

تخلیق و ترجمہ : جیمز فرانسس کارکرن (دو جلدیں)

جلد اوّل : مطبع بادری ٹامس ، کلکتہ طبع اوّل : ۱۸۳۱ء

ایضاً طبع دوم : ۱۸۳۸ء

جلد دوم : ایضاً طبع اوّل : ۱۸۵۲ء

یہ کتاب دو جلدوں میں ترجمہ کی گئی ۔ جلد اوّل کے یہ دونوں ایڈیشن چھپ چکنے کے بعد دوسری جلد طبع ہوئی ۔ کارکرن نے اپنی ہی کتاب کو بڑی خوبی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے ۔ جیمز فرانسس کارکرن مترجم عدالت دیوانی صدر کلکتہ تھے ۔ اُردو زبان کے مترجمین میں ان کا نام تاریخی اہمیت کا حامل ہے ۔ ان کی یہ کتاب آجکل نایاب ہے ۔

جلد اوّل کے سرورق سے عبارت من و عن نقل کی جاتی ہے :

' تاریخ ممالک چین اور دوسرے ممالک اور قوموں کی جو فرماں بردار یا باج گزار فغفورختا کے ہیں ۔
ابتدائے نو آبادی دنیا بعد طوفانِ نوح سے
لغایت
زمان عہد و پیمان و مصالحت میان سلاطین ختا و انگلستان ۱۸۴۳ء مسیحیہ میں
تالیفِ نحیف
خوشہ چیں خرمن ارباب سخن جیمس کارکرن مصنف ' جواہر اخلاق ' مترجم عدالت دیوانی صدر کلکتہ ۔ دو جلدوں میں تمام ہے پہلی جلد طبع مؤلف کے اہتمام سے بہ مطبع پادری تامس صاحب واقع شہر کلکتہ ۔ بماہ نومبر ۱۸۴۸ء ختم ہوئی

اب اس نایاب کتاب کے دیباچہ سے بھی ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

' صاحبانِ غورو تامّل علم تاریخ کو اکثر علوم پر اس واسطے شرف دیتے اور سمجھتے ہیں کہ تجربہ کاری اور مردم شناسی کے ملک میں پہنچنے کی راہ ہے ، اور وہاں کا سفر جس نے تھوڑا سا بھی کیا وہ کچھ ہو رہا ، کیوں کہ دنیا کے کارخانوں کی بے ثباتی اور اولادِ آدم کی بد نہادی اور نیک صفاتی سے آگاہ ہوتا اور انقلاب روزگار سے برت حاصل کرتا ہے اور اکثر امورِ دُنیوی میں ایسی آنکھ ہو جاتی ہے کہ تفرّس کو قوت پیشین گوئی کی اور زبان کو توانائی فال بیانی کی حاصل ہوتی ہے ، اور قیاس کو مزاولت کے باعث یہ ملکہ ہو جاتا ہے کہ سبب دریافت سے انجام کا حال آغاز میں کہ دیتا ہے ' ۔

آگے چل کر لکھتے ہیں :

' ۔ اہلِ دنیا کی عادات اور حرکات اور نیرنگی زمانے کی جو ہمیشہ دیکھنے اور سننے میں آتی اور نادانوں کے دل میں حیرت اور افسوس کو پیدا کرتی ہے اس شخص کو نئی اور اجنبی نہیں معلوم ہوتی کیوں کہ دنیا نے اپنی چال نہیں

بگاڑی اور آج کل کی باتوں کی نظریں سلف کے اخبار میں ملتیاں اور تسکین بخشتیاں ہیں ۔ چنانچہ جس کی ناقدردانی کا شکوہ حافظ شیراز پانچ سو برس پیشتر کرتا ہے اور فرماتا ہے ۔ بیت

ابلہاں را ہمہ شربت زگلاب و قند است
قوتِ دانا ہمہ از خونِ جگر می بینم

۷ ۔: رسالہ علم فلاحت '

از رابرٹ اسکاٹ برن / مترجمین سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور، طبع اوّل : ۱۸٦۵۔

یہ سائنٹیفک سوسائٹی کے تحت ترجمہ ہونے والی ساتویں کتاب ہے ۔ سوسائیٹی کے مترجمین ، جن میں سر سید احمد خان بھی شامل تھے ۔ ، نے اُردو میں اصطلاحات سازی نہ ہونے کے برابر کی ہے ۔ اس لئے ' نائٹ ریٹ آف سوڈا ' ' سلفٹ آف ایمونیا ' ' جیالوجی ' ' فزیالوجی ' اور ' سلفٹ آف سوڈا ' جیسی انگریزی اصطلاحات من و عن ویسی کی ویسی اُردو میں درج کر دی گئی ہیں ۔ کتاب میں اکا دُکا اُردو اصطلاحات بھی دکھائی دے جاتی ہیں جیسے 'NITRIC ACID' کی جگہ ' شورہ کا تیزاب ' لکھا گیا ہے ۔

کتاب کے آخر میں انگریزی الفاظ کی فرہنگ شامل کی گئی ہے جس میں ' فزیالوجی ' اور ' جیالوجی ' (علم طبقات الارض) کی حسب ذیل شرح کی گئی ہے ۔

۱ ۔ ' فزی آلوجی کے معنی اصل یونانی میں قدرتی چیزوں پر بحث کرنے کے ہیں ۔ یعنی اُس علوم کو کہتے ہیں جس میں حیوانوں اور درختوں کے تمام حصّوں اور اعضا کے کاموں کا حال معلوم ہوتا ہے ۔ '

۲ ۔ ' جیالوجی ایک نیا علم فرنگستان میں نکلا ہے ۔ جس میں مرکبات جمادیہ اور اجزائے زمین اور اُن کے تعلقاتِ باہمی اور ترکیب و صُورت کے حالات و عوارض بیان کئے گئے ہیں ۔ '

مندرجہ بالا اقتباسات سے جملوں کی ساخت اور املا میں قدامت صاف جھلکتی ہے ۔ ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

' نائیٹریٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف سوڈا اور سلفٹ آف امونیا کا بیان

وہ مصنوعی اور خالص کھاتیں کہ استعمال اُن کا فی زمانا رائج ہے ۔ منجملہ ان کے یہ کھاتیں بہت مستعمل ہیں اور ان کھاتوں میں سے نائٹریٹ آف سوڈا خصوصاً

ملک پرو سے ھاتھ آتی ہے اور یہ قسم صرف شورے کا تیزاب بنانے کے کام آتی ہے مگر باروت کے بنانے میں اس سبب سے صرف نہیں ہوتی کہ وہ نمی کو بہت مانتی ہے اور چراگاھوں میں چھڑکنے کے واسطے اور جٹی کے لیے نہایت مفید ہے

۸ ۔ تاریخ ہندوستان

از مونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن / مترجمین سائنٹیفک سوسائٹی
مطبوعہ : سائنٹیفک سوسائٹی ، غازی پور طبع اوّل: ۱۸۶۶ء

کتاب کے مترجمین میں سرسید احمد خان بھی شامل تھے البتہ کتاب پر کسی مترجم کا نام درج نہیں ۔ یہ 'History of India' کا ترجمہ ہے ۔ کتاب میں مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد سے قبل کی تاریخ سے لے کر ۱۸۶۱ء تک کے تاریخ کے اہم واقعات کا بیان ہے ۔ ترجمے سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو :

' ہندو اپنی اولاد کے ساتھ اُن کے بچپن میں بہت محبت کرتے ہیں ، لیکن جوان بیٹوں کے ساتھ ان کا لڑائی جھگڑا رہتا ہے جس کا سبب غالباً باپ کے اختیاروں کا اپنے مال ومتاع کی نسبت ازرُوئے قانون کے محدود ہونا معلوم ہوتاہے '۔

عوام الناس کے بال بچے گلی کونچوں میں خاک اڑاتے آپس میں دنگا فساد مچاتے پھرتے ہیں ، اور انگلستان کے عام لوگوں کے لڑکے بالوں سے بڑھ کر بے قید ہوتے ہیں ۔ اس عمر میں وہ سب علی العموم بہت خوب صورت ہوتے ہیں ۔ '

واضح رہے کہ آنریبل مونٹ اسٹوراٹ الفنسٹن سابق گورنر بمبئی تھے ۔ انہیں ہندوستان کی معاشرتی زندگی کو جاننے پرکھنے کا خوب موقع ملا جس کی ایک مثال عادی چوروں کے باب سے ملاحظہ ہو :

' ہندوؤں میں جو تمام پیشوں کے واسطے قومیں معیّن ہیں تو چوروں کی بھی ذاتیں خاص ہیں ، اور وہ اپنی اولاد کی پرورش اُسی نظر سے کرتے ہیں کہ اپنا موروثی پیشہ چوری کا اختیار کریں گے ۔ بہت سی پہاڑی قومیں جو اکثر ترقی یافتہ ملکوں کی حدوں پر بستی ہیں اس قسم کی ہوتی ہیں، اور میدانوں میں بھی ایسی قومیں آباد ہیں جو یورپ کے خانہ بدوش چوروں سے زیادہ تر چوری اور قزاقی میں مشہور ہیں ۔ پیشہ کے موروثی ہونے سے اگر ہند کو ترقی ہونی ہے تو وہ چوری کے ہی پیشہ میں ہونی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کسی اور مقام میں ایسے چالاک اور طرار چور نہیں ہیں جیسے کہ ہندوستان میں ' ۔

۹ ۔ ' تمدّن عرب

' از گستاؤلی بان، ترجمہ : سید علی بلگرامی، ناشر: محمد قادر علی خان صوفی،
مطبوعہ :مفید عام پریس آگرہ، طبع اوّل: ۱۸۹۸ء طبع دوم: مقبول اکیڈمی لاہور
صفحات طبع اوّل: ۵۵۹، صفحات طبع دوم : ۹۵۱

' تمدّن عرب ' کے ترجمے پر رائے دیتے ہوئے ممتاز حسین لکھتے ہیں:

' یُوں تو تاریخ اور تمدّن کی بہت سے کتابوں کا ترجمہ اُردو زبان میں ہوا ہے لیکن جو صحت خیال ، شگفتگی بیان اور سلاست وروانی سید علی بلگرامی کی کتاب ' تمدّن عرب ' میں ہے ، وہ مشکل ہی سے اس قبیل کی دوسری کتابوں میں ہو گی ۔' (۱)

کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے جیسے یہ صرف عرب تمدّن کی تاریخ ہو گی لیکن صرف ایسا کچھ نہیں ہے ، اس کتاب کو تمدّنِ اسلام کی حقیقت پسندانہ تشریح و تعبیر بھی کہا جا سکتا ہے ۔ ڈاکٹر لی بان نے کوشش کی ہے کہ قدیم ادوار کے تمدّن کو جدید (اسلامی) تمدّن سے مربوط دکھائیں ۔ سو انہوں نے موجودہ تمدّن کو قدیم ادوار کے تمدنی ڈھانچے کی ایک کروٹ ثابت کیا ہے ۔ چونکہ مصنف ڈاروں کے نظریۂ ارتقاء کو ساتھ لے کر چلا ہے اس لئے وہ اس نشوونما یا ارتقاء کو ثابت کرنے میں کامیاب ہوا ہے ۔

' تمدّن عرب ' میں بھی ' تمدّن ہند ' کی طرح قدیم لوک دانش ، قصّے کہانیوں اور اعتقادات کی اصل صورتوں کو بنیاد بنایا ہے ۔ واقعات کی تاریخی ضرورت اور اُن کا ربط قدیم دستاویزات سے ثابت ہے ۔

مترجم چونکہ لندن یونیورسٹی سے معدنیات میں ڈپلوما رکھتے تھے اور متعدد زبانوں پر حاوی بھی ، اس لئے وہ مزاجاً ڈاکٹر لی بان سے قریب تھے اور یہی سبب ہے کہ وہ ڈاکٹر لی بان کی اس فرانسیسی زبان میں اہم تصنیف 'Civilization des Arabs ' کا ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ۔

' تمدّن عرب ' دراصل پوری کی پوری تاریخ اسلام ہے ۔ مختصراً سیرت نبوی پر بھی لکھا گیا ہے ، مشہور عمارات کی تصاویر ، مکانات اور آبادیوں کی نقشہ کشی اور فنونِ لطیفہ اس کتاب کے دیگر خاص موضوعات ہیں ۔
عرب میں انصاف سے متعلق ڈاکٹر لی بان کہتے ہیں :

---

(۱) ' ماہ نو ' کراچی بابت : مارچ ۱۹۵۲ء ص ۔ ۳۲

' عدالتی انتظام اور کاروائی کا ضابطہ مسلمانوں میں بہت سادہ ہے ۔ مقدمات کا فیصلہ قاضی کرتا ہے ۔ فریقین اصالتاً عدالت میں حاضر ہوتے ہیں اوز واقعات کو زبانی بیان کر کے ثبوت پیش کرتے ہیں ، جس میں اقرارِ حلفی اور گواہ دونوں شامل ہیں ۔ فیصلہ سرِ اجلاس سنایا جاتا ہے ۔ '

مذہبیات سے متعلق لکھتے ہیں :

' مجھے ایک مرتبہ دریائے نیل پر ایسے گروہ عرب کے ساتھ سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہے جس میں ہر قسم کے مجرم تھے اور انہیں قید کر کے پابہ زنجیر لئے جاتے تھے ۔ مجھے نہایت تعجب ہوتا تھا کہ یہ لوگ جو سزائے سخت سے نہ ڈرے اور جنہوں نے ہر قسم کے تمدّنی قانون کو توڑا تھا مذہبی قانون کو توڑنے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے ۔ جب نماز کا وقت آتا تھا تو اپنی زنجیروں کو اٹھا کر رکوع و سجود اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے ۔ '

عربی خطّاطی سے متعلق لکھا ہے :

' خود عربی حروف اسقدر خوبصورت ہیں کہ مغرب کے صنعت کاروں نے ان نمونوں کو جو ان کے ہاتھ لگے محض آرایئش سمجھ کر نقل کر دیا ہے ۔ مثلاً اطالیہ ہی میں میلان کے بڑے کلیسا میں محراب دار دروازے پر ایک عربی لفظ متعدد بار لکھا ہوا ہے اور سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے کپڑوں پر بھی ایک ایک سطر عربی لکھی ہوئی ہے ۔ کیا عجب ہے کہ حضرتِ عیسیٰ کے سر کے گرد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہے ۔ '

ڈاکٹر لی بانِ نے کتاب کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے :

' ملکی لحاظ سے انہوں نے یورپ کو متمدن بنایا ۔ بہت کم اقوام اس قدر بلندی پر پہنچی ہیں اور بہت کم اقوام ہیں جو اس قدر پست ہو گئی ہیں اور کوئی قوم ان سے بہتر مثال ان مختلف اسباب کے اثر کی نہیں ہو سکتی جو حکومتوں کے قیام اور ان کی ترقی اور ان کے تنزل کا باعث ہوتے ہیں ۔ '

۱۰ ۔ ' معرکۂ مذہب و سائنس '

از ڈاکٹر ڈریپر ، ترجمہ : مولانا ظفر علی خان ، مطبوعہ: ۱۹۱۰ء

"History of the conflict between religion and science"

کا ترجمہ ہے ۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"A battle took place at yemuck; the right wing of the field by the fanatic expostulations of their women. The conflict ended in the complete

overthrow of the Roman army".
16th edition. London. 1882 page.89.

' یرموک کے میدان میں دونوں فوجوں کا سامنا ہوا۔ پہلے حملہ میں عربی فوج کے میمنہ کے پاؤں اکھڑ گئے لیکن عرب عورتوں نے ہزیمت کھائے ہوؤں کے لئے دلوں میں غیرت آفریں الفاظ سے نیا جوش پیدا کر دیا۔ وہ پلٹے اور اس بے جگری سے لڑے کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا۔ رُومی فوج ان کے حملہ کی تاب نہ لا سکی اور اُسے شکستِ فاش ملی '۔
' معرکۂ مذہب و سائنس ' ص۔ ۱۳۱

اصل اور ترجمے کا تقابلی جائزہ ثابت کرتا ہے کہ مولانا ظفر علی خان نے اپنے تئیں علمی ترجمہ کے معیار کو مدِنظر رکھا لیکن بعض مقامات پر یہ ترجمہ مترجم کی انشائی صلاحیتوں کا آئینہ دار بن گیا ہے۔ البتہ وضع اصطلاحات میں مہارت اور عبارت کی روانی و برجستگی مولانا کو غیر معمولی مترجم ثابت کرتی ہے۔ گو بعض مقامات پر فارسیت زدگی کا احساس ہوتا ہے لیکن بحیثیت مجموعی ' معرکۂ مذہب و سائنس ' بے تکلف اور رواں ترجمے کا عمدہ نمونہ ہے

۱۱۔ ' تمدن ہند '

از گستاؤ لی بان، ترجمہ: سید علی بلگرامی
مطبوعہ: انجمن ترقی اردو ہند اورنگ آباد، دکن طبع اوّل: مفید عام آگرہ: ۱۹۱۲ء طبع دوم: مطبع ہاشمی آگرہ: ۱۹۱۳ء مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ لاہور طبع سوم: ۱۹۶۲ء صفحات طبع اوّل: ۵۳۱

اس کتاب کے مترجم شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی ۱۸ زبانوں کے مستند عالم تھے۔ حیدرآباد دکن سے پنشن پا کر انگلستان چلے گئے جہاں ٹرنٹی کالج کیمبرج میں مرہٹی زبان پڑھاتے تھے۔ اُسی زمانے میں بیرسٹری کا امتحان بھی پاس کیا۔ ولایت سے واپسی پر مئی ۱۹۱۱ء میں وفات پائی اور اپنے وطن بلگرام میں مدفون ہوئے۔ سید بلگرامی نے یہ ترجمہ براہ راست فرانسیسی زبان سے کیا ہے۔ یاد رہے کہ کتابی صورت میں یہ ترجمہ مترجم کی وفات کے ٹھیک ایک برس بعد شائع ہوا۔ مفیدِ عام پریس آگرہ میں طباعت کی نگرانی مترجم کے بیٹے سید مجتبیٰ بلگرامی سول انجینئر نے کی۔

۱۸ ویں اور ۱۹ ویں صدی کے مغربی مفکرین نے فنِ تاریخ نویسی کا ایک معیار قائم کیا تھا اور اُن تاریخ دانوں میں فرانس کے ڈاکٹر گستاؤ لی بان کا نام

سرفہرست ہے ۔ بعینہ اس طرح والٹئیر اور مانٹسیکو (۱۸ ویں صدی عیسوی) کے نام اس روایت کی بنیادیں رکھنے والوں میں نمایاں ہیں ۔ ۱۹ویں صدی عیسوی میں جہاں ڈاکٹر لی بان نے تاریخ نویسی کو سائنس بنانے کا جتن کیا بعینہ اس طرح ہیگل اور کانت نے اپنے افکار کی تشریحی ضروریات کے تحت ، تاریخی واقعات کے ارتقاء میں انسانی زندگی کے عمرانی پہلوؤں کو فلسفیانہ مطالعے کے ذریعے بیان کرنے کے طریقۂ کار کو عام کیا ۔ یوں تاریخ نویسی میں پہلی بار افراد و اقوام کے رسوم و رواج ، مذاہب ، ثقافت اور طرزِ معاشرت کے ڈھکے چھپے گوشوں کی نقاب کشائی کو علمِ تاریخ کے نئے موضوعات تسلیم کروایا گیا ۔

ڈاکٹر لی بان کی خصوصی دلچسپی انسان کی نسل ، تمدّنی کیفیات و مدارج سے تھی سو وہ ڈارون کے نظریۂ ارتقاء میں تاریخ کے فلسفیانہ مطالعوں کے طریقِ کار کی آمیزش سے تمدّنِ انسانی کی داستان رقم کرتے رہے ۔

' تمدّن ہند ' ، میں ہندی تہذیب و تمدّن کے قدیم ادوار سے لے کر جدید دور تک کے عام مدارج کی تفصیل دی گئی ہے ۔ اپنے اس موضوع کی ضرورت کے تحت ڈاکٹر لی بان نے ہندوستان کے طول و عرض کی طویل اور تھکا دینے والی مُسافتیں طے کیں اور ہندوستان سے متعلق لکھی گئی یورپی مورخین کی تواریخ کا گہرا مطالعہ کیا نیز مشرقی زبانوں میں لکھی گئی کتابوں کی ایک ایک سطر کو نظر سے گزارا ۔ تب اس شاہکار نے جنم لیا ۔

سید علی بلگرامی نے یہ ترجمہ حیدرآباد دکن کے نواب میر عثمان علی خان کی فرمائش و سرپرستی کے تحت کیا ۔

' تمدّن ہند ' کُل بیس ابواب اور ایک سو اُنیس فُصول پر مشتمل ہے ۔ ڈاکٹر لی بان رقم طراز ہیں :

' ہندی تمدّن کی تاریخ بنی نوع انسان کی تاریخ ہے ۔ اس میں انسان کی ترقی کے کُل مدارج شامل ہیں ۔ تمدّن کی تمام صورتیں یہاں نظر آتی ہیں ۔ یہ صورتیں زندہ اور عظیم الشان آثار قدیمہ میں خوابیدہ ہیں ۔ یہیں ہمیں ہمارے نظامات، دستورات اور اعتقادات کے بہت سے قدیم اور ابتدائی مدارج اور جدید رُخ نظر آتے ہیں ۔ ' آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حیرت انگیز دنیا میں اہلِ بصیرت کے لئے تاریخِ انسانی کے عام پہلوؤں کا خلاصہ یہاں زندہ حالت میں موجود ہے۔

ترجمہ سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو :

' بُدھ مذہب کی ابتداء کا زمانہ قصص و حکایات کا زمانہ ہے ، اور اس مذہب کی ابتداء کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ، اُن کا شمار بھی کہانیوں میں ہے ۔
اسکندر کی فوج کشی کے بعد تقریباً ٢٥٠ قبل مسیح میں جب بُدھ مذہب تمام ہندوستان کا شاہی مذہب ہو گیا اُس وقت سے ہمیں اصلی حالات معلوم ہونے لگے اور کہانیوں کے کُہر میں سے تاریخ کا صاف میدان نظر آنے لگا ، لیکن یہ حالت زیادہ دنوں نہ رہی ، اسکندر کی فوج کشی کا زمانہ ٣٢٧ قبل مسیح ہے ۔
ایران کے ملک کو فتح کرنے کے بعد اسکندر نے ہندوستان کا ارادہ کیا اور اس کی غرض یہ تھی کہ تمام ایشیا کو فتح کر لے ۔ اُس وقت پنجاب چھوٹی چھوٹی خود مختار حکومتوں میں منقسم تھا ، جن میں باہمی سخت رقابت تھی ، اور اس وجہ سے اسکندر نے بآسانی انہیں زیر کر لیا ۔ '

١٢ ۔ ' تاریخ یونان '

از پروفیسر جے ۔ بی بیوری ، ترجمہ : سید ہاشمی فرید آبادی ، مطبوعہ دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ : دارالطبع سرکار عالی حیدرآباد دکن طبع اوّل : ١٩١٩ء ، صفحات جہازی سائز ٤١٦ جن میں چار صفحات ' فرہنگ اعلام ' اور چار صفحات ' غلط نامہ ' سے متعلق ہیں ۔

ذیل میں کتاب کے اولین صفحے کی عبارت ہُو بہو نقل کی جاتی ہے :
' بسلسلۂ نصاب تعلیم جامعۂ عثمانیہ

تاریخِ یونان

پروفیسر بیوری کی کتاب ' ہسٹری آف گریس ' (خورد) کا اُردو ترجمہ انٹرمیڈیٹ کے لئے

ترجمہ

مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی ، رکُن سررشتۂ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ

اس کتاب کے مصنف جے ۔ بی بیوری ایک زمانے تک یُونان اور روم کی تاریخ پر سند سمجھے جاتے رہے ہیں ، اور یہ اعزاز یورپ کی جدید تحقیق اُن سے ایک صدی بعد چھین پائی ہے ۔ کتاب کا ترجمہ ' میکمیلن کمپنی ' کی باقاعدہ اجازت کے ساتھ کیا گیا ہے :

' یہ کتاب میکمیلن کمپنی کی اجازت سے جن کو حقوق کاپی رائٹ حاصل ہیں ، طبع کی گئی ہے ۔ ' (اندر کے صفحہ سے اقتباس)

کتاب کا مقدمہ سررشتہ تالیف و ترجمہ کے ناظم مولوی عبدالحق نے لکھا ہے۔ مقدمہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

' دنیا میں ہر قوم کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے جبکہ اس کے قوائے ذھنی میں انحطاط کے آثار نمودار ہونے لگتے ہیں ۔ ایجاد و اختراع اور غور و فکر کا مادہ تقریباً مفقود ہو جاتا ہے ۔ تخیل کی پرواز اور نظر کی جولانی تنگ اور محدود ہو جاتی ہے ۔ علم کا دارومدار چند رسمی باتوں اور تقلید پر رہ جاتا ہے ۔ اس وقت قوم یا تو بے کار اور مُردہ ہو جاتی ہے یا سنبھلنے کے لئے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ دوسری ترقی یافتہ اقوام کا اثر قبول کرے ۔ تاریخ عالم کے ہر دور میں اس کی شہادتیں موجود ہیں ۔ ' آج کل یہ ترجمہ نایاب ہے ۔

۱۳ ۔ ' بادشاہ '

از نکولومیکاولی ، ترجمہ : ڈاکٹر محمود حسین ، مطبوعہ : مکتبہ جامعہ ملیہ دھلی طبع اوّل : ۱۹۴۷ ء اردو اکیڈمی سندھ کراچی طبع دوم : ۱۹۵۷ء شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی طبع سوم : جون ۱۹۷۰ء

نکولو میکاولی کی پیدائش ۳ مئی ۱۳۵۹ء فلورنس (اٹلی) کی ہے ۔ جب فلورنس میں بادشاہت کا خاتمہ ہوا اور میدیچی خاندان کی بجائے جمہوریت قائم ہوئی تو میکاولی مجلسِ دہ سَری کا معتمد بنا ۔ اسے کئی دوسری حکومتوں سے گفت و شنید کا موقع فراہم کیا گیا تو اُس نے بڑی عرق ریزی سے دوسری حکومتوں کی حکمت عملی کا عمیق مشاہدہ کیا ۔ ۱۵۱۳ء میں جب جمہوریت کا خاتمہ ہوا اور بادشاہت ایک بار پھر قائم ہوئی تو اُسے کچھ عرصہ تک قید و بند کے دن بھی دیکھنے پڑے ۔ ملازمت سے الگ ہونا اس کے لئے مبارک ثابت ہوا اور وہ اپنی یاداشتیں 'prince' کے نام سے لکھنے میں کامیاب ہوا ۔ یہ کتاب اس کی موت سے ٹھیک پانچ سال بعد یعنی ۱۵۳۲ء میں شائع ہوئی اور عالمگیر شہرت حاصل کر گئی ۔ اس کتاب کی شہرت کاباعث میکاولی کی شخصیت کے ردّ میں مخالفت کی گرم بازاری تھی ۔

فنِ جنگ پر ایک رسالہ ، تاریخِ فلورنس ، ناولٹ ، مزاحیہ ڈرامے اور شاعری کا ایک دیوان اُس نے یادگار چھوڑے ۔

۱۶ ویں صدی میں میکاولی کی ' بُری شہرت ' اچھی شہرت میں بدل گئی جب اطالیہ میں اتحاد کی تحریک اُٹھی اور ہر طرف آزادی کے نعرے گونجنے لگے ۔ اس تحریک کے ابتدائی علمبرداروں میں میکاولی کا نام سر فہرست شمار

کیا گیا اور وہ ایک قومی ہیرو بن کر ابھرا ۔

'Prince' کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انگلستان میں انقلاب کا بانی کراموبل اس کتاب کو ہر وقت ساتھ رکھتا تھا اور قدم قدم پر اس سے راھنمائی حاصل کرتا تھا ۔ دوسری طرف یہ پہلی کتاب (سیاسی اھمیت کی) ہے جسے پاپائے روم نے خود اپنے حُکم کے ساتھ ممنوع قرار دیا ۔

اس کتاب میں سیاسیات کے اصول اور حکومت کرنے کے گُر بتائے گئے ہیں۔ یوں یہ کتاب سیاسی فکر اور سیاسی نظریہ سازی میں ایک اہم اور نئے باب کا درباز کرتی ہے ۔ اس کتاب کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے بیکن نے کہا تھا کہ:

' میکاولی ھمارے شکریے کا اس وجہ سے مستحق ہے کہ اُس نے وہ کچھ بتایا جو حُکمران کرتے ہیں اور کرتے چلے آئے ہیں ، نہ کہ وہ جو اُنہیں کرنا چاہیے ۔ '

اس کتاب کی دوسری اھمیت اس بات میں مضمر ہے کہ میکاولی نے سیاسیات پر بات کرتے ہوئے اخلاقیات کے بارے میں بھی نظریہ سازی کی کے کتاب کے تیسرے باب میں وہ لکھتا ہے :

' یہ کلیہ ایسا ہے جو مُستثنیات سے بے خبر ہے یعنی یہ کہ دوسرے کی طاقت بڑھانا دراصل اپنی جڑ کاٹنے کے مُترادف ہے ۔ '

(غیر خالص حکومتیں : باب سوم سے اقتباس)

' قوم کی خواھش ھوتی ہے کہ شُرفاء اُس پر حکومت اور زیادتی نہ کریں اور شُرفاء یہ چاھتے ہیں کہ قوم پر حکومت کریں اور اُسے ستاتے رہیں ۔ یہ دونوں خواھشیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لئے نتیجہ کے طور پر اِن تین صورتوں میں سے ایک ظہور میں آتی ہے، بادشاہت یا جمہوریت یا نراج ۔'

یہاں میکاولی شُرفاء سے شریف الطبع لوگ مُراد نہیں لیتے بلکہ شرفاء یا اشراف اس کے نزدیک ایک سیاسی اصطلاح ہے جسے افلاطون نے رائج کیا اور جس کے معنی معاشرے کے سر برآوردہ لوگ ہیں ۔

چاپلوسوں سے بچنے کے لئے میکاولی نے جو مشورہ آج سے چار سو سال پہلے پیش کیا تھا اس کی صداقت کو تاحال چیلنج نہیں کیا جا سکا۔ وہ کہتا ہے :

' بادشاہ جو کچھ مشاھدہ کرے وہ قابلِ اعتبار نہیں اس لئے کہ ہر شخص اُسکی ھاں میں ھاں ملاتا ہے ۔ لوگ لمبے جوڑے وعدے کر لیتے ہیں ۔ جب جان دینے کا موقع نہیں ھوتا تو ہر شخص یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بادشاہ کی خاطر

جان ہتھیلی پر لئے پھرتا ہے مگر جب اس کا موقع آتا ہے اور مملکت شہریوں کی محتاج ہوتی ہے تب کوئی سامنے نہیں آتا ۔ یہ تجربہ خاص طور پر اس لئے بھی خطرناک ہے کہ یہ ایک ہی بار کیا جا سکتا ہے ۔ '

جس بات پر میکاولی کی مخالفت شروع ہوئی وہ انسان کی فطرت کا تاریک رُخ اچھالنے سے متعلق ہے ۔

' اس نے کہا محبت کا بندھن ہے احسان شناسی ، اور انسان جو عام طور پر بدی کی طرف مائل ہے ۔ جہاں ذرا بھی اُس کے مفاد کا سوال پیدا ہوتا ہے وہ اُسے پاش پاش کر دیتا ہے، مگر خوف کا تعلق سزا سے ہے اور یہ آسانی سے نہیں بھلائی جا سکتی ۔ بادشاہ سے محبت کا دارومدار ہے رعایا پر اور دہشت کا دارومدار ہے خود اس پر، تو عقلمند بادشاہ کو اُن بنیادوں پر عمارت کھڑی کرنی چاہئے جو اُسکے اختیار میں ہوں، نہ اُن پر جس پر دوسروں کا اختبار ہو، البتہ نفرت سے بچنے کی اسے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے ۔ '

' یہ اچھی بات ہے کہ بادشاہ رحمدل، دیانت دار، حلیم، دیندار اور راست باز معلوم ہو اور واقعی ہو بھی، مگر اس کا مزاج کچھ ایسا ہونا چاہئے کہ اگر کسی موقع پر اِن اوصاف سے بنتی نظر نہ آئے تو ان خصائل سے کام لے جو ان کی ضد ہیں ' (۱۸ویں باب سے اقتباسات)

میکاولی نے کتاب کے اختتام (۲۶ واں باب) میں یہ استدعا کی ہے کہ اطالیہ کو کرائے کے سپاہیوں اور خانہ جنگی سے آزاد کرایا جائے ۔ اور ایسا ہُوا بھی ۔ گیری بالڈی اور میزینی جیسے رہنماؤں نے اس کی اس آواز پر لبیک کہا اور آخر کار اطالیہ ایک طویل خانہ جنگی اور تباہی سے بچ گیا ۔

۱۴ ' تجزیہ نفس '

از برٹرنڈرسل ، ترجمہ : شجاعت حسین بخاری ، مطبوعہ : مجلس ترقیٔ ادب ، لاہور ، طبع اوّل : ۱۹۶۳ء صفحات ۳۶۰ ۔

یہ ' The analysis of mind ' کا ترجمہ ہے ۔ برٹرنڈرسل ایک مدّت تک مادہ اور ادراکِ مادہ پر غور و فکر کرتے رہے تھے لیکن دراصل انہیں منزلِ مادہ اور نفس، ہر دو کو ہمہ گیر فلسفہ میں سمو کر بیان کرنا تھا اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک کہ وہ نفس کا تجزیہ نہ کر لیتے ۔ یہ معرکہ انہوں نے اسی کتاب میں سر کیا ۔

اصل میں یہ کتاب رسل کے فلسفیانہ نکتہ نظر کو بنیادیں فراہم کرتی ہے ۔

یوں تو رسل نے اس کتاب میں نفسیاتی مسائل کا تجزیہ کیا ہے لیکن مقصود نفسیات کی تشریح نہیں بلکہ فلسفہ ہے ۔

نفس کے تمام مظاہر خصوصاً تصّورات ، حافظہ ، ملکۂ استدلال اور تخیلات کو محسوسات کے کسی وجود میں منتقل کرنا آسان کام نہیں ۔ رسَل نے اس معاملے کو نفسیات کے علم (یا مادی مکتبِ فکر) ' کرداریت ' سے حل کرنے کی کوشش کی ہے ۔

اس کتاب کو ترجمہ کرتے وقت شجاعت حسین بخاری نے اصطلاحات سازی کا کام بھی کیا ہے اور رسل کی نثر کا ابلاغ بھی بھرپور طور پر کروایا ہے ۔ ترجمہ کی مشکلات کے باب میں شجاعت حسین بخاری خود لکھتے ہیں :

' تاہم میں یہ دعوی نہیں کرتا کہ ترجمے میں یہی اُصول ہونا چاہئے یا یہ کہ میں نے اسے ہر جگہ کامیابی کے ساتھ برتا ہے ۔ ہاں جن مقامات پر خیالات بہت اُلجھے ہوئے تھے یا اتنے زیادہ تجریدی رنگ میں پیش کئے گئے تھے کہ اُردو ان کی متحمل نہ ہو سکتی تھی، وہاں کم و بیش یہی طریقہ اپنایا گیا ہے ' ۔

ترجمہ کے اس طریق کی وضاحت بھی لازمی ہے ۔ اس باب میں کتاب کے مقدمہ نگار پروفیسر عبدالقادر لکھتے ہیں :

' مضمون کے حد درجہ مشکل ہونے کے باوجود اتنا رواں ترجمہ پیش کر دینا اور پھر ساتھ ھی فلسفیانہ مباحث اور فنی پیچیدگیوں کی رعایت ملحوظ رکھنا اُردو زبان کو فلسفہ سکھانے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے ۔ '

یہ کتاب رسل کے پندرہ خُطبات پر مشتمل ہے اور ہر خطبہ ایک خاص قسم کی شعور کی رو کے تابع ہے ۔ اس باب میں مترجم لکھتے ہیں :

' لحظہ بہ لحظہ نئی نئی کیفیتیں مشاھدے میں آتی ہیں اور آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے وھی لب پر آتا جاتا ہے ۔ اُسے خود معلوم نہیں کہ آئیندہ کیا کچھ دکھائی دے گا یا دلیل اُسے کدھر کھینچ لے جائے گی ۔ ایسی صورت میں جو چیز اُس کے خیالات کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے وہ اُن کی رفتار ، ترتیب اور تسلسل ہے ۔ '

اس صورتِ حال میں مترجم کو پتہ ماری کرنا پڑی ہو گی وہ ڈھکی چھپی بات نہیں رہ جاتی ۔ کتاب میں ' شعور کی حالیہ تنقیدات ' ، جبلت اور عادت ، خواہش اور احساس ، معائنہ باطن ، ادراک کی تعریف ، اعتقاد، نفسیاتی، طبیعیاتی، تعلیلی قوانین، صدق اور کذب، قوتِ ارادی اور ذہنی مظاہر کی

خصوصیات جیسے مضامین پر گفتگو کی گئی ہے۔ ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

' فرض کیجئے کہ آپ رات کے وقت کسی مانوس کمرے میں ، ہیں اور اچانک روشنی بجھ جاتی ہے ۔ آپ کمرے کی اس تصویر کے سبب جو آپ کے ذہن میں ہے ، دروازے کا راستہ بہ آسانی دریافت کرلیں گے ۔ ایسی صورت میں بصری تمثالچے وہ مقصد پورا کرتے ہیں جو دوسری صورت میں بصری حِسوں نے پورا کرنا تھا ۔ '

۱۵)' تمدّن ہند پر اسلامی اثرات '

از ڈاکٹر تاراچند ، ترجمہ : محمد مسعود احمد، مطبوعہ : مجلسِ ترقیٔ ادب لاہور
طبع اوّل : ۱۹۵۸ء

ڈاکٹر تارا چند کی کتاب ' Influence of Islam on Indian culture ' انڈین پریس الہ آباد نے شائع کی تھی ۔ اس کتاب کا ۱۹۳۶ء کا ایڈیشن مترجم کے سامنے رہا ۔ کتاب کے بارے میں مترجم کا بیان ہے :

' ایک غیر مسلم فاضل کا اس موضوع پر قلم اُٹھانا اور پھر دامنِ انصاف ہاتھ سے نہ چھوڑتے ہوئے دیانت داری کے ساتھ حقائق کو واشگاف بیان کرنا لائقِ صد تحسین ہے ' ۔

کتاب کے تیرہ ابواب ہیں ، جن میں پاک و ہند کے ہندو مذاہب ، ادب ، فلکیات ، طب ، فنِ مُصوری اور فنِ تعمیر وغیرہ موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے۔

ڈاکٹر تارا چند نے پہلے باب میں ہندو تہذیب و تمدّن کا تفصیلی منظر نامہ پیش کر دیا ہے، جبکہ دوسرے باب میں رُومیوں، یونانیوں، ایرانیوں اور عربوں کے قبل مسیح اور قبل از اسلام کے تعلقات پر تفصیلی بحث کی ہے ۔

اس کتاب کے سامنے آنے سے پہلے ڈاکٹر گستاؤلی بان نے ' تمدّنِ عرب ' کے عنوان سے اسلامی تمدّن کا عظیم الشان تذکرہ کیا تھا ۔ تاہم انہوں نے اپنی کتاب ' تمدّن ہند ' میں اسلامی تمدّن کی تفصیلات بیان نہیں کیں جبکہ آٹھویں تا تیرھویں صدی عیسوی کے درمیانی عرصہ میں مسلمان ساری دنیا میں تہذیب و تمدّن کے علمبردار مانے جاتے تھے ۔

ڈاکٹر تاراچند نے اس کمی کو پورا کیا ۔ مصنف نے کمال تحقیق سے کام لے کر تاریخی حقائق کو من و عن پیش کر دیا ہے ۔ یہ یقیناً عمیق نظری ، وسعتِ قلبی اور ذہنی کشادگی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔

١٦ ـ ' تہذیب اور اس کے ہیجانات'

از سگمنڈ فرائڈ ، ترجمہ : احمد سعید مطبوعہ : اردو اکیڈمی سندھ کراچی س ـ ۵ ، اردو مرکز لاہور طبع دوم : ۱۹۵۹ء صفحات طبع دوم : ۱۲۹ ، یہ سگمنڈ فرائڈ ایم ڈی ـ ایل ایل ڈی کی تصنیف Civilization and its discontents کا ترجمہ ہے ـ فرائڈ نے اس کتاب میں لاشعور کی پیچیدگیوں ، دبی ہوئی جنسی خواہشوں اور اخلاقی نظام کی غلط اقدار کو تہذیب کے ہیجانات کے اسباب قرار دیا ہے ـ فاضل مترجم احمد سعید چونکہ خود نفسیات کے استاد رہے ہیں اس لئے انہوں نے اپنے قاری کو مشکل الفاظ اور اصطلاحوں کے الجھاووں سے بچائے رکھا ہے۔

احمد سعید صاحب نے پیش لفظ میں سوال اٹھایا ہے :

' کیا وجہ ہے کہ وہ (انسان) نیکی اور بدی میں تمیز کرنے اور زندگی کو بہتر بنانے کے درخشاں اُصول وضع کرنے اور تابندہ نصب العین رکھنے کے باوجود ہمیشہ بدی کی طرف راغب رہا ہے ـ ' اس سوال کا جواب دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :

کہ انسان کی خود پسندانہ سادہ لوحی کو کائنات میں انسان کی حیثیت کے تعین نے زبردست جھٹکا دیا ـ

دوم : انسان کی یہ ذہنی شکست کہ وہ محض عملِ ارتقاء کی ایک شکل ہے اور بندر کی اولاد ـ

سوم : اس کی خود پسندی اور تعلّی کو تجزیہ نفس سے اور ' اس دریافت سے کہ لاشعوری اعمال کے مقابلے میں عقل و خرد اور شعور کا حصّہ بہت کم ہوتا ہے وگرنہ اس کے عقائد اور عمل میں ناقابلِ عبور بُعد نہ پایا جاتا ـ '

١٧ ـ ' داستانِ فلسفہ '

(دو جلدیں) از ول ڈیوراں، ترجمہ : عابد علی عابد، مطبوعہ : مکتبہ اردو بہ اشتراک مؤسسۂ فرینکلن نیو یارک طبع اوّل ۱۹۵۹ء صفحات : ۳۲۰

اس کتاب میں وِل ڈیوراں نے افلاطوں سے جان ڈیوی تک تمام فلاسفۂ عالم کے حالاتِ زندگی اور اُن کی فکر کا نچوڑ پیش کیا ہے ـ البتہ اس کتاب میں بوعلی سینا ، عمرِ خیام اور فارابی جیسے مشرقی نام دکھائی نہیں دیتے ـ عابد علی عابد صاحب نے ترجمہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی تیسری جلد خود مرتّب کرنے کا فیصلہ بھی کیا تھا جو بوجوہ ممکن نہ ہو سکا ـ

' داستانِ فلسفہ ' کی اصطلاحات اکثر مقامات پر مترجم کی ذہانت کو دعوت

مبارزت دیتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ عابد صاحب نے انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ کرتے وقت اردو ، فارسی اور عربی زبان سے بیک وقت مدد لیتے ہیں اس کے باوجود اگر نعم البدل میسر نہ ہو تو نئی اصطلاحات سازی بھی کرتے ہیں ۔ اس جتن کے باوجود اگر اصل کتاب سے تقابلی جائزہ لیا جائے تو عابد صاحب نے بعض اہم جگہوں پر ترجمہ کرتے وقت ٹھوکر بھی کھائی ہے مثلاً

The will to live کے لئے ' تولید کا ارادہ ' The unknownable کے لئے ' ماورائے علم ' اور Pure reason کے لئے ' عقلِ محض ' کی اصطلاحیں برتیں جو اصل مفہوم سے بالکل مختلف معانی کی حامل ہیں ۔

ترجمے سے دو ایک نمونے ملاحظہ ہوں :

'پہلے اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ اس عنوان کے معنی کیا ہیں ۔ انتقاد سے محض انتقاد ھی مراد نہیں ۔ بلکہ انتقادی تحلیل ملحوظِ خاطر ہے کانٹ حقیقت میں عقلِ خالص کو ہدف انتقاد نہیں بنا رہا (البتہ خاتمہ پر وہ عقل کی حدود و قیود کی تشریح ضرور کرتا ہے) اس کا مقصد تو یہ ہے کہ عقل محض کے امکانات کا اظہار کرے اور ثابت کرے کہ عقل محض اس علم ناقص سے برتر ہے ، جو اس کے اینڈے بینڈے راستوں سے ہم تک پہنچتا ہے ۔ عقلِ محض کا مطلب وہ علم ہے جس کا مآخذ حواس نہیں جو تمام تجربات حسی سے ماوراً اور مستغنی ہے ۔ یہ وہ علم ہے جو ذہن کی ساخت اور اس کی فطرت داخلی کی بنا پر ھمیں حاصل ھوتا ہے ' ۔

''what is meant by this title crilique is not precisely a criticism, but a critical analysis; Kant is not attacking'' pure reason except, at the end, to show its possibility, and to exalt if above the impure knowledge which comes to us through the distorting channels of sense. For pure reason is to meant knowledge that does not come through our senses, but is independent of all sense experience; knowledge belonging to us by the inherent nature and structure of the mind.''

(The story of Philosophy–p201)

' داستانِ فلسفہ 'جلد دوم : ص ۳۲

' ذہن کی داخلی ساخت یا باالفاظِ دیگر فکر کے قوانین طبعی کے مطالعے کو کانٹ ماورائی فلسفہ کہتا ہے ۔ کیونکہ یہ مسئلہ تجرباتِ حسی سے ماوراً ہے ' جس علم کا تعلق بیشتر معروضات کے تعقلاتِ اولیٰ سے ھوتا ہے ۔ اسے میں

ماورائی علم کہتا ہوں ' یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں ان طریقوں سے بحث کی جاتی ہے۔ جو تجربات کو مرتب علم کی صورت عطا کرتے ہیں۔ احساسات کے موادِ خام سے فکر کی شکل کامل تک عملِ ذہنی دو مرحلوں سے گزرتا ہے پہلے مرحلے پر احساسات پر ادراکات کی صورتوں کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ احساسات مرتّب ہو جائیں ظاہر ہے کہ ادراک کی یہ صورتیں زمان و مکان میں دوسرے مرحلے پر ارتقاء یافتہ ادراکات پر تعقلات کی صورتوں کا اطلاق کیا جاتا ہے۔'

Or stages in this process of
working up the raw material of
sensation into finished product
of thoughts."
P - 203

(داستانِ فلسفہ (جلد دوم) ص ۔ ۳٦ سے اقتباس)

۱۸ ۔ ' میراث ایران '

از اے ۔ جے ۔ آربری ، ترجمہ : عابد علی عابد ، مطبوعہ : مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹٦۲ء ۔

یہ The Lagacy of persia کا ترجمہ ہے۔

کتاب میں ایرانی ثقافت اور علوم و فنون سے متعلق تیرہ مضامین شامل ہیں۔ عابد علی عابد نے اس کتاب کی طرف اس لئے بھی زیادہ توجہ دی کہ ایران کی میراث انہیں خُون اور مزاج کے ساتھ ارزانی ہوئی تھی۔ کتاب کو ترجمہ کرتے ہوئے عابد نے حواشی کا اضافہ کیا ہے ، یہ سو صفحات پر مشتمل ایک نیا باب ہے جو کتاب کے آخر میں شامل کر دیا گیا۔ انہوں نے آربری سے اختلاف کو بنیادیں فراہم کرنے کے لئے تاریخی شواھد سے مدد لی ہے مثلاً آربری نے اپنے مضمون ' فارسی ادب ' میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایران کا پہلا شاعر جس نے خوب غزلیں کہیں ، سنائی تھا ، جس نے متصّوفانہ مطالب کا اظہار کیا اور جس کی دیگر شعراء نے تقلید کی (۱) ۔ عابد صاحب نے اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سنائی کو پہلا شاعر کہنا دُرست نہیں ، آپ نے اس سلسلے میں

---

(۱) میراث ایران ص ۳۱٦.

' تاریخ ادبیات ایران ' (از عابد زبیع اللہ صفا) کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ رود کی کو اس ضمن میں اوّلیت حاصل ہے۔ اِس کی تاریخ وفات ۳۲۹ ھ ہے جبکہ سنائی چھٹی صدی ھجری میں فوت ھوا۔ (۱)

عابد علی عابد نے حواشی لکھ کر بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کر دیا ہے مثلاً حافظ کے بارے میں آربری نے لکھا ہے کہ وہ شیراز کے قریب ایک باغ میں دفن ہیں۔ عابد صاحب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حافظ خاک معلیٰ میں مدفون ہیں اور ان کے مزار سے کچھ ھی فاصلے پر ' آبِ رکنا آباد ' بہتا ہے۔[۲]

اس کے علاوہ زرتشت، حضرت عیسیٰ، سانپ، ساسانی، اللہ کا تصّور اور فردوسی، تسخیرِ ایران، کلمۂ دھقان، البیرونی اور ساسانی عہد کے بارے میں عابد علی عابد کی تصریحات توجہ طلب ہیں۔

فنِ ترجمہ نگاری کے بارے میں عابد علی عابد کا ایک انوکھا تصّور تھا، جس کے باعث عابد علی عابد صاحب نے ترجمہ کرتے وقت غیر ضروری باتوں کو حذف کر دیا۔ مثال کے طور پر آربری لکھتے ہیں:

"Considering the tremendous role which Aryan man has played in world history, how unfamiliar to us (his descendonsts)are his origins and the Greek, and Roman civilization is absorbed, more or less, by western man by his mother's milk; the vast Iranian panaroma is which our ancestors arose and flourished seams as remote to the majority as the moon. For us its early history is restricted to those occasions when it formed part of that of Israel of Grece." (۳)

چونکہ اس پیراگراف کا آخری حصہ اس کتاب میں دوھرایا گیا ہے اس لئے عابد علی عابد نے اسے حذف کر دیا ہے۔ ملاحظہ ھو:

' یہ بات ملحوظ رکھی جائے کہ تعجب ھوتا ہے کہ خود ھم لوگ جو بدون تردید اس قوم کی اولاد ہیں۔ ان امور سے بھی بہت کم آشنائی رکھتے ہیں کہ آریاؤں کی اصل کیا تھی، اور اس قوم کا اصلی وطن کہاں تھا۔ جہاں تک عبرانی، یونانی اور رومن تہذیب کا تعلق ہے مغرب کے باشندے اس کا جوہر گویا ماں کے دودھ کے ساتھ پیتے ہیں۔ لیکن ایران کے شاندار کارناموں سے جو، ہمارے آباؤ

---

(۱) ایضاً ص ۶۶۹

(۲) ایضاً ص ۶۸۲

(۳) The Lagacy of Persia –p.1

اجدادِ سے مربوط ہیں ، ہم بالکل ناآشنا ہیں'۔ (۱)
اب بامحاورہ ترجمہ کی ایک مثال ملاحظہ ہو

"To keep the discourse within reasonable bounds for literature of Persia and persians is vast in extent and reaches back for into the mists of early time- It has been proposed in this essay to discuss only the products of Islamic era(except that it is interesting to view these against the back- ground of the preceding ages); to consider the broad general characteristics of these product so as to see what is peculiarly persian about them." ۲

' فارسی کا ادب کمیت کے اعتبار سے وسیع ہے اور اسکے سر رشتے ماضی کے ان دھندلکوں تک پھیلے ہوئے ہیں ، جہاں نظر کام نہیں کرتی۔ اس لئے اس مقالے کا محدود حد تک رکھنا مقصود ہو تو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ صرف اُس ادب سے بحث کی جائے گی جو اسلامی عہد سے متعلق ہے ۔ البتہ ایران کا ماضی ایران کے حال کا پس منظر بن جائے گا اور یُوں شاید قارئینِ کرام کی دلچسپی میں اضافہ ہو ۔ تو اس مقالے کا منشا یہ ہے کہ عہد اسلامی کی فارسی کی تخلیقاتِ ادبی کے خصائصِ عمومی کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ متعین ہو سکے کہ اس ادب میں خالص عنصر کونسا ہے ۔' (میراث ایران ، سے اقتباس)

۱۹ ۔ ' غیب و شہود '
از آرتھر اسٹینلے اڈنگٹن ، ترجمہ: سید نذیر نیازی ، مطبوعہ : مجلس ترقیٔ ادب لاہور ، طبع دوم : ۱۹۶۲ء

یہ سرآرتھر اسٹینلے اڈنگٹن کے خطبۂ سوارتھ مُور ۱۹۲۹ء کا اُردو ترجمہ ہے سوارتھ مور لیکچر شپ کی بنیاد ۷ دسمبر ۱۹۰۷ء میں رکھی گئی ۔ یہ اہتمام
Woodbroke Extension Committee
نے کیا تھا ۔ سوارتھ مُور کا نام مارگریٹ فاکس کے گھر کی یاد میں تجویز کیا گیا ، جوہر ' جویائے حق ' کے لئے رات دن کھُلا رہتا تھا اور جس سے رفقائے کار کو ہمدردی اور محبت کے ساتھ راھنمائی اور مالی امداد بھی ملتی رہتی تھی ۔ زیرِ بحث خطبہ دارالاحباب 'Friends House' لندن میں ۱۹۲۹ کے سالانہ جلسہ سے قبل شام کے وقت دیا گیا۔

۱۔ میراث ایران ۔ ص نمبر ۱

The Legacy of Persia P- ۱۹۲ -۲

۲۰ ۔ ' تاریخ لبنان '

از فلپ ۔ کے ۔ حتّی، ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر، مطبوعہ : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک : مؤسسہ فرینکلن نیو یارک ، طبع اوّل : ۱۹۶۲ء صفحات : ۵۰۳

فلپ، کے حتّی ، ' تاریخِ شام ' اور ' تاریخِ ملت عربی ' کی طباعت کے ساتھ ساتھ عالمی سطع پر علمی حلقوں میں شہرت حاصل کر سکا ۔ ' تاریخِ لبنان ' نے اس کی بڑائی کو مُستحکم کر دیا ۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مُشتمل ہے ۔ (۱) تاریخ سے پیش تر کا دور (۲) قدیم سامی دَور (۳) یونانی رُومی دَور (۴) عربوں کا عہد (۵) عثمانی ترکوں کا عہد ۔ بقول کلب علی فائق رام پوری :

' شروع کے تین باب جو قبل تاریخ اور سامی اور یونانی و رومی دور سے تعلق رکھتے ہیں ، اُن میں مُصنف کا بیان حقیقت پسندانہ رہا ہے ۔ لیکن چوتھے اور پانچویں دور میں جو عربوں اور ترکوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ، مصنف کا روّیہ کہیں کہیں معاندانہ ہو گیا ہے ۔ فاضل مترجم (مولانا غلام رسول مہر) نے مصنف کی بے راہ روی کی اصلاح مُفید حواشی سے کر دی ہے ۔ لبنانی ، یونانی ، اور رُومی دور میں جو ارتقائی منازل طے کر چکا تھا اُس کا تصّور بھی ممکن نہیں ۔ مسلمانوں کے دورِ حکومت میں مقامی آبادی کو جو آزادی حاصل رہی اُس کا اندازہ مسیحی آبادی کی اکثریت سے کیا جا سکتا ہے ۔ اقتصادی ، ثقافتی اور سماجی عنوانات کے تحت لبنان کی ترقی کا جائزہ محتاط طور پر لیا گیا ہے ۔ ' [۱]

یہ کتاب لبنان سے متعلق ہے ، جسے مغربی ادیبوں اور شاعروں نے ' شاعر کا خواب ' اور قدیم بارگاھوں کی اس سرزمین کو خلیل جبران نے پیغمبروں کی روحُوں کی گزرگاہ کہا تھا ۔

خلیل جبران نے شکوہ کیا تھا کہ معاندانہ روّیہ نے بابل کو تباہ کیا، یروشلم کی بنیادوں کو ھلایا اور روم کو کھنڈرات میں بدل دیا ۔

' فلپ کے حتّی نے خلیل جبران کے وطن لبنان کے حالات کو قرن بہ قرن متشدد بین الاقوامی حالات کے پس منظر میں بیان کرنے کی سعی کی ہے ۔ حتّی کی کتاب کانام ہے ' Lebanon in History ' ۔ جیسا کہ بتایا گیا ، اس کتاب کے پانچ حصے ہیں اور چونتیس ابواب ۔ کتاب میں چار اہم تصاویر بھی شامل ہیں۔

---

(۱) تبصرہ ۔ ' صحیفہ ' لاہور جولائی ۱۹۶۳ء ص ۹۸ سے اقتباس

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحب: +92- 334 0120123

مولانا غلام رسول مہر دیباچہ میں رقمطراز ہیں :

' میری آرزو مدّت سے یہ تھی کہ عرب کے مختلف حصّوں کی سرگزشتیں اُردو میں منتقل ہو جائیں اور اُن میں عہدِ قدیم کے متعلق وہ تمام معلومات شامل ہوں جو نادر تاریخی دستاویزوں نیز آثارِ قدیمہ سے حاصل ہوئی ہوں ۔ اس لئے کہ انہیں قرآنِ مجید اور اسلامی تاریخ کے مطالعے کے لئے نہایت ضروری پس منظر کی حیثیت حاصل ہے ۔'

اس ترجمہ کے ساتھ مولانا کی آرزو پوری ہوئی ۔ واضح رہے کہ فلپ کے حتّی سے قبل کسی مؤرخ نے لبنان کی سرزمین سے متعلق اس قدر گہرے شعور اور تحقیق کا ثبوت نہیں دیا ۔

۲۱ ۔ ' سیاسیات ارسطو '

از ارسطو ، ترجمہ : سید نذیر نیازی ، مطبوعہ : مجلس ترقی ادب ، لاہور۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ : ' سیاسی نظریات کی تاریخ 'اس مفروضے کی روشنی میں لکھی جاتی ہے کہ علم سیاسیات کے نظریات بھی سیاسیات ھی کا جُزوِ لازم ہوتے ہیں ' ۔ ارسطو کی یہ کتاب اس کلیے کی تفسیر اور تشریح ہے ۔

ارسطو کا شمار مفکرینِ عالم کی صفِ اوّل میں ہوتا ہے اور اہلِ فکر و نظر انسانی زندگی کے عمرانی اور مدنی موضوعات پر لکھی گئی تحریروں میں صداقت اور زور پیدا کرنے کے لئے ارسطو کے اقوال کا حوالہ دیتے ہیں ۔

ارسطو یونان کی شہری ریاست کے انحطاطی دَور کا مفکر ہے لیکن آج بھی ارسطو سے کاملاً اختلاف کے باوجود اس کے ' رسالہ سیاسیات ' کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ۔ ' سیاسیاتِ ارسطو ' ، انگریزی زبان سے اُردو میں منتقل کی گئی ہے اور مترجم کے تفصیلی حواشی اور تشریحی اشاروں کے ساتھ شائع ہوئی ہے ۔

سید نذیر نیازی نے 'Immanual bekker ' کی مُرتّبہ ، اور William Elles کی مترجمہ کتاب کو ترجمے کی بنیاد بنایا ہے ۔ نیز احمد لطفی السید کے عربی اور Earnest Baker کے انگریزی نسخوں کو تفصیلی حواشی اور تشریحی اشاروں کے لئے استعمال کر کے ' سیاسیات ارسطو ' کو ایک اہم دستاویز میں تبدیل کر دیا ہے ۔

۲۲ ۔ ' جنگ ' (میکاولی سے ہٹلر تک)

از ایڈورڈ میڈرال ، ترجمہ : گلزار احمد (برگیڈیئر) مطبوعہ : مکتبۂ جدید پوسٹ بکس ۳۵۶ لاہور

عمرانی فلسفی ، والٹر لپ مان نے اس کتاب کے بارے میں لکھا تھا کہ :

' جو لوگ دیرپا امن کی تعمیر کے کام پر سنجیدگی سے غور کرتے ہیں ان کے لئے یہ مستند کتاب بہت مؤثر ثابت ہو گی ۔ '

مغرب میں بھی یہ تاثر عام ہے کہ جنگی مسائل سے متعلق ایسی دُور رس کتاب تاحال نہیں لکھی گئی ۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میڈرال نے دُنیا کے بیس عظیم جنگی مؤرخین کی زندگیوں کا نچوڑ اس کتاب میں پیش کر دیا ہے ۔

۲۳ ۔ ' فلسفۂ مذہب '

از ایڈون ۔ اے ۔ برٹ ، ترجمہ : بشیر احمد ڈار مطبوعہ : مجلس ترقی ادب لاہور
صفحات : ۵۰۰

مذہب کے تقابلی جائزوں کا ذکر چلے تو ابن حزم اور شہر ستانی کے نام فوراً ذہن میں در آتے ہیں لیکن اب وہ زمانہ آگیا ہے جب عرب اور ایران کے محققین کے ساتھ ساتھ مغربی مؤرخین اور محققین نے بھی سند کا درجہ حاصل کر لیا ہے ۔ مغرب میں بہ تدریج تاریخ، آثار، جغرافیہ، نفسیات، معاشیات، عمرانیات اور منطق کے باب میں جو تحقیق گزشتہ چند برسوں میں ہوئی ہے یہ اُس کا لازمی نتیجہ تھا ۔

فلسفۂ مذہب کے باب میں ایڈون اے برٹ نے ' مسئلے کا تاریخی پس منظر ' سے لے کر ' سائنس کا مذہب ' اور ' مذہبی فلسفے کے اساسی مسائل ' تک تمام موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے ۔ گو اس کا مدارِ فکر عیسائت ھی کے مطالعہ پر رہا ہے لیکن اس کے باوجود مذاہب کی عالمگیریت پر یہ مطالعہ اپنی نوع میں خاصے کی چیز ہے ۔ خصوصاً ' لاادریت ' اور ' جدید مافوق الفطریت ' کے ابواب میں مصنف نے تحقیق اور تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے ۔

آج کے اُلجھے ہوئے گمراہ اذہان کے لئے یہ کتاب رُوحانی غذا فراہم کر کے بیشتر الجھاؤوں کے رفع کرنے کا باعث بنتی ہے ۔

بشیر احمد ڈار کو فکرِ محض کی زبان لکھنے پر کامل عبور حاصل ہے اور یہی سبب ہے کہ یہ کتاب ترجمہ نگاری کا بھی معیار قائم کرتی ہے ۔ فاضل مترجم نے ترجمہ کرتے وقت شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی کی تالیف ' اصطلاحات فلسفہ ' سے مدد لی ہے اور جہاں ضرورت پیش آئی ہے اصطلاحات کے اُردو متبادل درج کر دیئے ھیں ۔

۲۴ ۔ ' ناقابلِ تسخیر ذہن انسانی '

از گلبرٹ ھائیٹ ، ترجمہ محمد صفدر، مطبوعہ : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک : مؤسسۂ فرینکلن نیو یارک طبع دوم: ۱۹۶۷ء

سب سے پہلے یہ وضاحت ضروری ہے کہ گلبرٹ اور ھائیٹ دو نفسیات دان ہیں جنہوں نے تصنیف و تالیف کے لیے ایک ھی نام اپنایا ۔ ان مصنفین کی دیگر دو کتابوں، فن تدریس، اور، جینے کے سلیقے، کو بالترتیب مشرف انصاری اور رئیس احمد جعفری نے اردو میں ترجمہ کیا ہے ۔

فلسفیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ کائنات ذہنِ انسانی کی تخلیق اور اس کا پرتو ہے ۔ ذہن سے باہر اس کا وجود نہیں ۔ خود اپنے وجود کی دلیل بھی یہی دی جاتی ہے :

' میں ہوں کیونکہ میں سوچتا ہوں ۔ '

دوسرا گروہ ذہنِ انسانی کی عظمتوں کو سراھتا تو ہے مگر کائناتِ کو ذہنِ انسانی کی تخلیق یا اس کا پرتو تسلیم نہیں کرتا ۔ اس لئے بھی کہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ کائنات خود انسان اور اس کے ذھن سے کروڑوں سال بیشتر وجود میں آگئی تھی ۔ یہ گروہ ذھن کو مادّے کی سب سے ترقی یافتہ شکل ضرور مانتا ہے ۔

تیسرا گروہ ایسا بھی ہے جو سرے سے ذھن کے وجود کا قائل ھی نہیں ۔ اس کی رائے میں جو کچھ ہے اعصاب ، رگ اور پٹھے ہیں ۔

گلبرٹ ھائیٹ ان فلسفیانہ موشگافیوں میں نہیں پڑے ۔ ان کا موضوع صرف ' مغربی تہذیب و ثقافت کی ترقی میں ذھن کی خدمات ہے ۔ '

کتاب میں محزب اخلاق عادات سے لے کرسیاسیات کے زیر اثر پلنے والے خطرناک میلانات پر بات کی گئی ہے لیکن اس بات پر حیرت ضرور ھوتی ہے کہ ایٹم بم اور ھائیڈروجن بم کے بنانے اور اسے استعمال کرنے پر کوئی بات نہیں کی گئی ۔ کتاب میں وضاحت کی گئی ہے کہ علم کے سامنے تین راستے ہیں :

(۱) پھیلاؤ کا ۔ مصنفین کو یقین ہے کہ علم پھیلے گا (۲) خود کُشی کا ۔ اس کی مثالیں پہلی اور دوسری جنگ عظیم سے دی گئی ہیں اور افیون، چرس، گانجہ، شراب، فحش کتُب ، فحش فلموں کے ذریعے قسطوں میں موت کے متعدد حوالے دیئے گئے ہیں ۔ (۳) فکرِ انسانی کی تنظیم اور تشدد کے ذریعے آزادی فکر کو تابع بنانا ۔ ان تین صورتوں کی وضاحت کرتے ہوئے مصنفین فکرِ انسانی کے

مستقبل سے مایوس نہیں ہیں۔ محمد صفدر (مترجم) کو فلسفے سے خصوصی دلچسپی اس کتاب کے ترجمے کی طرف لائی۔ یہی سبب ہے کہ مترجم کو اپنے موضوع پر کامل عبور حاصل ہے اور وہ ان فلسفیانہ مباحث کو دلکش پیرائے میں سمیٹنے پر قادر ہوئے۔

۲۵۔ ' افتادگانِ خاک '

از فرانزفینن، ترجمہ سجاد باقر رضوی و محمد پرویز، مطبوعہ : نگارشات ۱۷۶۔ انارکلی لاہور/ طبع اوّل : ۱۹۶۹ء، صفحات ۲۹۶

یہ کتاب 'Les Damne's De la Terre' کا ترجمہ ہے جو فرانس سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ کتاب کے پیش لفظ میں ژان پال سارتر نے لکھا ہے :

' مختصراً یہ کہ تیسری دنیا نے خُود کو پالیا ہے اور وہ فینن کی آواز میں اپنے لوگوں سے مخاطب ہے۔ ' یہ عظیم تصنیف پہلی بار اُردو میں منتقل ہوئی۔ کتاب میں (۱) کچھ تشدد کے بارے میں ' (۲) تشدد بین الاقوامی پس منظر میں (۳) بیساختگی۔ اس کی قوّت اور کمزوری (۴) قومی شعور کے خطرات (۵) کچھ قومی تہذیب کے بارے میں (۶) قومی تہذیب اور جدوجہدِ آزادی کی باھمی بنیادیں (۷) نو آبادیاتی جنگیں اور ذہنی امراض جیسے وقیع موضوعات پر مضامین شامل ہیں۔

۲۶۔ ' نفسیات کی بنیادیں '

از ایڈون گریگس بورنگ، ترجمہ: ہلال احمد زبیری، مطبوعہ : شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی طبع اوّل : ۱۹۶۹ء۔ یہ ایڈون گریگس بورنگ کی کتاب 'Foundation of Psychology' کا ترجمہ ہے۔ بورنگ، ھاورڈ یونیورسٹی کے استاد ہیں اور انہوں نے یہ کتاب پروفیسر ہربرٹ سڈنی لانگ فیلڈ (پرنسٹن یونیورسٹی) اور پروفیسر میری پورٹر ولڈ (کارنیل یونیورسٹی) کے تعاون سے ۱۹۴۸ء میں مکمل کی تھی۔ کتاب کے مُصنفین نے انگریزی زبان میں مختلف موضوعات (نفسیات سے متعلق) پر علمی مباحث کی عبارت جس انداز سے کھڑی کی ہے اور جو طرزِ بیان اپنایا ہے اسے ترجمہ میں بہرطور قائم رکھنے کا جتن کیا گیا ہے۔ ' اصطلاحات فلسفہ ' (کراچی یونیورسٹی) سے اس ترجمہ میں مدد لے کر اصطلاحات کا چلن عام کرنے کی کوشش مُستحسن عمل ہے۔

باب ہفتم : ادبی تراجم کا جائزہ :

اس باب میں میرا یہ مقصد قطعاً نہیں کہ اُردو ادب پر انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کے اثرات کو جیومیٹری کے قاعدے کلیّوں کی طرح حل کرنے بیٹھ جاؤں اور ایسا ممکن ہے بھی نہیں ۔ اس لئے کہ ایک زبان (اس کی ساخت اور اس کے قواعد و ضوابط) دیگر زبانوں سے اس طرح اثر قبول نہیں کرتی کہ دو + دو مُساوی چار قسم کے نتائج برآمد کر لئے جائیں ۔ البتہ جہاں تک مغربی زبانوں سے نثری تراجم کی روایت اور اس کی اثر پذیری کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں عرض کرتا چلوں کہ اردو اور مغربی زبانوں (خصوصاً انگریزی / اردو) کے لسانی رابطوں اور دیگر سطحوں پر ردّو قبول کے درجے نوٹ کرنے کی محض ایک کوشش کی جا سکتی ہے ، اور اس میں کامیابی معلوم؟

اردو میں نثری تراجم کا جائزہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اردو زبان و ادب کی وسعت اور گہرائی و گیرائی میں اخذ و ترجمے کا خاصا اہم کردار رہا ہے مثلاً ادبی تراجم نے نئے اسالیبِ بیان کو جنم دیا ، نئے طرزِ احساس کو اُبھارا ، نئی فکری نہج عطا کی ، پیرایۂ بیان میں صلابت ، متانت اور استدلال پیدا کیا اور پیرائیہ اظہار کے نئے نئے سانچے فراہم کیے ۔ نیز یہ کہ ادب کو نئی نئی اصناف سے آشنا ھی نہیں کیا بلکہ ان اصناف کو فنی وقار بھی بخشا ۔ ترجمے کی تہذیب کا سب سے بڑا اثر یہ ھوا کہ ھمارے دو بڑے ادبی مراکز یعنی لکھنئو اور دھلی کے اَدب پر سے اُداسی کے بادل چھٹ گئے اور رتن ناتھ سرشار اور منشی سجاد حسین نے ' ڈان کیخوتے ' کے انداز میں ' فسانۂ آزاد ' اور ' حاجی بغلول ' مکمل کیے ۔

نثر کے میدان میں تذکرے کی جگہ تنقید ، رھس اور نوٹنکی کی جگہ ڈرامہ ، داستان اور تمثیل کی جگہ ناول اور کہانی کی جگہ افسانے جیسی جدید اصناف نے لے لی اور ادبیاتِ عالم کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کا خواب ہم نے پہلی بار دیکھا ۔ یہ صرف ھیئت کی سطح پر ھی تبدیلیاں نہ تھیں بلکہ مضمون کے ساتھ اَدبی رویہ کی تبدیلیاں بھی تھیں اور قدامت پسندی کی زنجیروں سے آزاد ھو کر نئے زمانے میں سانس لینے کا جتن بھی ۔

ابتداء میں ادبی سطح پرھیئت ، تکنیک اور موضوعی کروٹوں سے یہ آشنائی

نئی نئی تھی اور مغربی ادبیات کی روایت کا شعور تقریباً ناپید تھا ۔ جس کے نتیجه میں تراجم ہوئے تو ، لیکن انتہائی بے سلیقگی کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ قاری کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ترجمے کے نام پر کاٹھ کباڑ کے ڈھیر لگا دیئے گئے ۔ ایسے ترجموں کا بڑا نقص یہ ہے کہ علاوہ غلط اور غیر معتبر ہونے کے وہ مستند اور اہم کتب کے ترجمے نہیں تھے ۔ بالخصوص ولیم ۔ ایم ۔ رینالڈز کے بیسیوں ترجمے ہوئے اور مختلف مترجمیں نے کیے اور اس پر غضب یہ کہ ترجمہ در ترجمہ ہوئے اور مترجمیں نے اصل متن دیکھنے کی زحمت تک گوارا نہ کی ۔ یہی صورت ' آزاد ترجمہ ' میں سامنے آئی اور ہمارے مترجمین نے لندن کے بازاروں میں جمن حلوائی اور لکھنئو کے بانکوں کو جدی پُشتی وہاں کا ثابت کر دیا ۔ کرداروں کے نام اور جگہوں کے آثار تو بتدیل ہوئے ہی ، اُن کے عادات و خصائل تک بدل گیے ۔

مترجمین کی اس بے شعوری کی حالت اور تن آسانی نے تراجم میں ایک نیا طرز تحریر بھی ایجاد کیا ، جس کے لئے انگریزی میں 'Journalese' کی اصطلاح موجود ہے ۔ یعنی ایک ایسی ناقص زبان لکھی جو نہ تو خیالات کے اظہار پر قادر ہے اور نہ ھی معنی کی ترسیل پر ۔ یہ اس لیے ھُوا کہ مشرقی دنیا میں ' لفظ ' خاصیت یا داخلی شینت کا نمائندہ ہے ۔ محمد حسین آزاد نے ' آب حیات ' میں لکھا تھا کہ :(۱)

> ' ہمارے بزرگ الفاظ و معانی اور استعاروں اور تشبیہوں کے ذخیرے تیار کر گئے ہیں اور وہ اس قدر زبان پر رواں ہو گئے ہیں کہ ہر شخص تھوڑے فکر سے کچھ نہ کچھ کر لیتا ہے ۔ اگر اور خیال نظم کرنا چاہے تو ویسا سامان نہیں پاتا ۔ اگر کچھ کہنا چاھیں تو اوّل اسے بھلائیں پھر اس کے مناسب مقام ویسے ھی نرالے استعارے ، نئی تشبیہیں ، انوکھی ترکیبیں اور لفظوں کی عمدہ تراشیں پیدا کیں اور یہ بڑی عرق ریزی اور جان کاھی کا کام ہے ۔ ھاں یہ کام نوجوانوں کا ہے ، جو کشور علم میں مشرقی اور مغربی دونوں دریاؤں کے کناروں پر قابض ہو گئے ہیں ۔ اُن کی ہمت آبیاری کرے گی ۔ دونوں کناروں سے پانی لائے گی ۔ '

اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے مہدی جعفر لکھتے ہیں :

' ملحوظِ خاطر رہے کہ بات پانی لانے کی ہے ، کناروں پر تیرتے ہوئے الفاظ اکٹھا

---

(۱) بحوالہ : 'اردو افسانے کے افق' از مہدی جعفر مطبوعہ : اوراق لاھور ، مئی جون ۱۹۸۳ء

(۲) ایضاً ۔ ص ۳۵۷

کرنے کی نہیں ۔ تخلیق اور ترجمے میں بہرحال فرق ہے ۔ خیر مغرب والوں نے تو اپنے پانی سے اپنے ہم مزاج الفاظ نکالے ہیں ۔ ہم نے ترجمے کے ذریعے انہیں الفاظ سے شعبدہ بازی یا چونکانے کا کام لیتے ہوئے بے اعتمادی کا ثبوت دیا ہے

جہاں تک اُردو ادب میں انگریزی ادب کی منتقلی کا معاملہ ہے تو شاید یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اُردو سے انگریزی یا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ مزاج کی سطح پر دو ضدین کا مقام اتصال ہے ۔ مہدی جعفر نے محولہ بالا مضموں میں مشرق اور مغرب کے مزاجوں کی سطح پر اس فرق کو ' کیمیاگری ' اور ' کیمیادانی ' کا فرق قرار دیا ہے ۔ لکھتے ہیں:

' ہم مشرقیت اور مغربیت کو کیمیا گری اور کیمیادانی والے فرق سے شناخت کر سکتے ہیں جو داخلیت اور خارجیت کا فرق پیدا کرتا ہے ۔ میرا خیال ہے کہ ادب سائنس کے برعکس ہے اور اسے کیمیاگری سے نزدیک ہونا چاہیے نہ کہ کیمیادانی سے ۔ کم از کم مشرقی ادب کا یہی طرۂ امتیاز رہا ہے ۔ (۱)

اُردو ادَب کو تراجم کی معرفت کیمیاگری سے کیمیادانی کی طرف لانے کا کام یُوں تو فورٹ ولیم کالج اور دھلی کالج میں ہونا قرار پایا تھا لیکن اس باب میں بھی سید احمد خان بازی لے گئے ۔ سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور کے قیام کے ساتھ فکر و ادب میں روایت کی تقلید محض سے ہٹ کر آزادیٔ رائے اور آزادیٔ خیال کی رسم جاری ہوئی ۔ بقول ڈاکٹر سید عبداللہ :

' سرسید نے اُردو ادب کو جو ذھن دیا اس کے عناصر ترکیبی کی اگر فہرست تیار کی جائے تو اس کے بڑے بڑے عنوان ہوں گے ۔ مادّیت ، عقلیت ، اجتماعیت اور حقائق نگاری ۔ سرسید کے مجموعی فکر و ادب کی عمارت انہی بنیادوں پر قائم ہے ۔ ' (۲)

مشرق کے لئے مغرب کی اس عطا کی کھوج میں نکلیں تو پتہ چلتا ہے کہ ' لفظ ' کی سطح پر ہم ' داخلیت ' سے اُسی زمانے میں دست کش ہونا شروع ہو گئے تھے جب سے یورپی اقوام نے ہمارے ساحلوں پر اوّل اوّل قدم رکھا تھا ۔ پرتگالی ، ڈچ اور فرانسیسی زبانوں کا اُردو کے ساتھ میل تجارتی منڈیوں

---

(۱) بحوالہ : ' اردو افسانے کے افق' ص ۲۹۲ '

(۲) بحوالہ : ' سرسید کا اثر ادبیات اردو پر ' مشمولہ بہترین ادب مرتّبہ میرزا ادیب ۔ مکتبۂ اردو ۔ لاہور ۱۹۵۵ ص ۱۱

(بالخصوص کلکتہ کے گرد و نواح) میں ہُوا اور یہ ربط لین دین کی زبان سے آگے نہ بڑھا، لیکن اس کے باوجود یہ تینوں زبانیں انگریزی زبان سے پہلے اردو لغت کا حصہ بننی شروع ہو گئی تھیں ۔ آج اُردو زبان کی لغت میں اس زمانے کی یادگار فرانسیسی، پرتگالی الفاظ از قسم : اچار، بسکٹ، کاجو، انناس ، پپیتا ، چاء ، ساگو، گوبھی، کمرہ، مستری، تمباکو، الماری، بجرا، بالٹی، بوتل، سایہ، صابون، کوچ، چاندی، نیلام، کارتوس، تولیہ، میز، گارد پادری، گرجا، قمیض، کاج وغیرہ آج بھی ہمارے روزمرہ ورتاوے میں شامل ہیں اور فرانسیسیوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کی یاد تازہ کر رہے ہیں‘ انگریز راج میں ہندوستان اور مغرب کے درمیان جو اختلاط ظہور میں آیا ۔ وہ فرنچ اور پرتگیزی اثر کی نسبت کہیں زیادہ گہرا اور دیرپا ثابت ہوا۔ وحید الدین سلیم نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا کہ ' فرہنگِ آصفیہ ' میں کم و بیش انگریزی کے ۵۰۰ الفاظ موجود ہیں ۔ یاد رہے کہ ' فرہنگِ آصفیہ ' پروفیسر سلیم مرحوم کے مذکورہ بالا مضمون سے ٹھیک تیس سال قبل مرتّب ہو چکی تھی ، سو اِسی سے اندازہ لگائیے کہ اب تک مزید کتنے دخیل الفاظ ہوں گے جنھوں نے اُردو میں جڑیں پکڑی ہوں گی ۔

حیدرآباد دکن کے تراجم و تالیفات سے دخیل الفاظ کا یہ سلسلہ جاری ہوا۔ یہی سبب ہے کہ قدیم تراجم کے علاوہ طبع زاد تصانیف میں بھی انگریزی اصطلاحات و تراکیب جا بجا دکھائی دیتی ہیں ۔ بالخصوص دفتری خط و کتابت میں ایسے بے شمار الفاظ و اصطلاحات ملتی ہیں جن سے اس امر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے اربابِ عِلم و فن انگریزی کو شجرِ ممنوعہ خیال نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے موزوں اُردو مترادفات و متبادلات دستیاب نہ ہونے کی صورت میں ناگزیر طور پر انگریزی الفاظ استعمال کیے یا انگریزی اردو الفاظ کے امتزاج سے نئی تراکیب وضع کیں ۔

سب سے پہلے مفرد الفاظ اور تراکیب ملاحظہ ہوں جو بعینہٖ استعمال کیے گئے : ریلوے ، لوکل فنڈ ، ٹرسٹ ، نوٹ ، میونسپالٹیّ ، نوٹس ، چالان ، ٹیلیفون ، رجسٹر ، رجمنٹ ، وارڈ ، مارکیٹ ، روڈ ، کمیشن ، رپورٹ ، برٹش انڈیا ، لائسنس ، کانفرنس ، موٹر ، اسکیل اور اسکالرشپ وغیرہ ۔ ان الفاظ و اصطلاحات میں سے اکثر ہم آج بھی استعمال کرتے ہیں ۔ اس کے بعد وہ تراکیب یا مرکب اصطلاحات ہیں جو انگریزی ، عربی ، فارسی اور اُردو کی آمیزش سے وضع کی گئیں :

(۱) سرکاری عہدہ داران : انچارج عہدہ دار ، عہدیدارانِ ڈویژن ، میڈیکل افسر ، مہتمم ڈیری فارم ، نان کمیشنڈ افسران ، گزیٹڈ عہدہ دار ، انسپکٹر شہری بینک اور اہلکار کورٹ وغیرہ (۲) قوانین و قانون امور : دستور العمل لوکلفنڈ ، عدالتی ڈگری اور ضابطۂ فینانس وغیرہ (۳) سرکاری دفاتر و محکمہ جات : تعلقہ بورڈ ، دفتر پولیٹیکل سیکرٹری ، سر رشتۂ پولیس ، محکمہ فینانس ، عدالت سیشن اور سرِ رشتہ ریلوے وغیرہ ۔ (۴) مالیات : ٹیکس ، سیونگ بینک ، مداتِ لیجر ، سودی ٹرسٹ فنڈ ، بیمہ فنڈ ، سرکاری بک کیپنگ ، امانت منی آرڈر اور رجسٹر مبادلہ وغیرہ ۔

اُردو زبان جو کئی زبانوں کا مجموعہ ہے ۔ ۱۹۶۴ء میں لیے گئے ایک جائزہ کے مطابق اس میں عربی کے ۳۵ ، فارسی کے ۳۰ سنسکرت کے ۵ انگریزی کے ۵ ترکی کے ۲ اور یونانی کے ۲ فیصد الفاظ موجود ہیں ۔ (۱)

انگریزی زبان کے روز افزوں اثرات اور تراجم کے تحت ہم نے بہت کچھ اپنی اصطلاحوں میں ترمیم بھی کی مثلاً انگریزی میں پولیٹکل اکانومی ایک علم کا نام تھا جسے ہم ' سیاستِ مُدن ' کہتے تھے بعد میں اس علم کی وضع قطع کے ساتھ اس کا نام بھی بدل گیا اور ہم بھی اسے اکنامکس یا معاشیات کہنے لگے ۔ اسی طرح جب ولایتی مال بحری جہازوں پر لد کر ہندوستان آنا شروع ہوا تو ' بل آف لیڈنگ ' ساتھ آنا ہی تھا ۔ اسے ضروری تصرف کے ساتھ بلٹی ہی کہا گیا ۔ لیکن جب ملک میں ریل جاری ہوئی تو ریلوے کے پارسل کو نہ جانے کیوں بلٹی ہی کہا گیا آج بھی ریلوے کے ذریعے آئے ہوئے پارسل یا مال گودام کی رسید کو بلٹی ہی کہا جاتا ہے ۔ کچھ عرصہ تو ایسا کچھ ہی رہا لیکن اس کے بعد ردِ عمل بھی سامنے آیا ۔ روزمرہ زندگی سے متعلق انگریزی الفاظ و اصطلاحات کے اُردو مترادفات کی عجیب و غریب صورتیں بھی سامنے آئیں ۔ اس باب میں الف المحراث مرحوم کا نام ہمیشہ یاد رہے گا ۔ ان کی کتاب ' حریفۂ میکالے ' (۲) کے صفحہ ۱۴۷ سے چند مثالیں دیکھتے چلیے :

---

(۱) بحوالہ : اُردو میں سائینسی تدریس کے امکانات ، از ممتاز حسین مشمولہ ' ذکرِ اُردو ' اردو کانفرنس ربوہ ۱۹۶۴ء تعلیم الاسلام کالج (مطبوعہ)

(۲) مطبوعہ مکتبۂ دین و دنیا ۔ چوک اردو بازار سرکلر روڈ لاہور طبع اوّل : ۱۹۵۹ ۔

ٹیلیوژن	بعید رویت	ٹیلی فون	بعید صوت
مائیکرو فون	صغیر صوت	پولس ایکشن	ہجوم شرطہ
راشننگ سسٹم	نظام کفاف	لانڈری	دارِ غسیل ، گازرخانہ
ٹیبل بیل	جرس طاولہ	فائل	انسلاک

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انگریزی کے ردّ میں کیا یہ ضروری ہے کہ اس قدر مفرّس مترادفات وضع کیے جائیں ؟ پولیس ایکشن ، میں پولیس ، اور ' ایکشن ' ہر دو الفاظ آج ہمارے لئے مانوس ہیں جبکہ ' ہجوم ' فارسی سے اور ' شرطہ ' عربی سے لے کر ' ہجوم شرطہ ' کی ترکیب وضع کرنا سمجھ میں نہیں آتا ۔

اب آئیے نثری اصنافِ ادب کے طرف ، جن میں انگریزی سے تراجم کے زیرِ اثر اُردو ادب نے منفی اور مثبت ہر دو طرح کے اثرات قبول کئے ۔

ناولوں کے متعدد تراجم کے باوجود شروع شروع میں ہمارے ہاں داستان ، تمثیل اور ناول کا فرق مٹا ہوا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ادب تک نذیر احمد دہلوی کے تمثیلی قصّوں کو ناول قرار دیتے رہے اور نذیر احمد کو اردو کا اوّلین ناول نگار ۔ جبکہ اُردو کا پہلا باقاعدہ ناول نگار عبدالحلیم شرر ہے ۔ نذیر احمد دہلوی کے فسانۂ مبتلا ، میں زہر دینے کے بعد کا قصّہ کسی حد تک واقعاتی معلوم ہوتا ہے اور ناول کی صنف کے قریب آیا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ نذیر احمد دہلوی کے ہاں ' اخلاقی ہما ہمی ' نے ناول سے قریب رہتے ہوئے بھی ان کی تحریروں کو تمثیلیں بنا کر رکھ دیا ۔ نذیر احمد دہلوی کی اس ناکامی کا ایک سبب تو ' حکایاتِ سعدی ' کی مقبولیت ہے اور دوسرا یہ کہ اس زمانے میں خود مغرب میں ناول اور تمثیل کا فرق مٹا ہوا تھا ۔ ہومر کی اوڈیسی کو ناول شمار کیا گیا ، ڈان کیخوتے ، کو میکاولے نے دنیا کا اوّلین ناول شمار کیا اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا ، جب تک بنین کو پہلا ناول نگار شمار کیا جاتا رہا ۔ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ نذیراحمد دہلوی کے اسم بہ مسمیٰ کردار انگریزی کی معرفت.ہمارے ہاں دَر آئے ۔

انگریزی سے تراجم کے طفیل ناول کی تکنیک اُردو میں متعارف ہوئی ۔ اس نئی تکنیک کو برتنے کی اوّلین کوشش خام ضرور ہیں تاہم ان کی اہمیت ان کی اوّلیت سے وابستہ ہے ۔ مغربی ناول نگاروں خصوصاً وکٹر ہیوگو ، الگزنڈر ڈوما ، ٹالسٹائی ، تورگنیف ، زولا ، بالزاک ، اناطول فرانس ، اسکاٹ وغیرہ کے تتبع میں شاد عظیم آبادی ، سجاد عظیم آبادی ، عبدالحلیم شرر لکھنوی ، راشد الخیری

دہلوی ، اور مرزا ہادی رُسوا لکھنئوی نے اُردو میں ناول نگاری کے چلن کو عام کیا ۔

رتن ناتھ سرشار لکھنوی کا ' فسانۂ آزاد ' نہ صرف یہ کہ ' ڈان کیخوتے ' کے واضح اثر کے تحت لکھا گیا ، بلکہ اسی تسلسل میں سرشار نے اپنے دیگر ناولوں کو بھی آگے بڑھایا ۔ ' فسانۂ آزاد ' کو داستان اور ناول کی درمیانی کڑی کہنا چاہیے ۔ کچھ یہی معاملہ سجاد حسین کے ' حاجی بغلول ' کا ہے ۔ نذیر احمد دہلوی کے ناول / تمثیلیں اسٹی ون سن کے ناول ' ٹریژر آیلینڈ ' کی طرح ہر قسم کے مخرب اخلاق عنصر حتیٰ کہ حسن و عشق سے بھی خالی ہیں ۔ نذیر احمد دہلوی کی تحریروں / تمثیلوں پر دوسرا بڑا اثر جارج ایلیٹ کے ناولوں کا تھا ۔ نذیر احمد دہلوی نے کردار نگاری میں جو طریقہ کار برتا وہ نفسیاتی تجزیہ نگاری میں جارج ایلیٹ سے مخصوص ہے ۔

ہمارے اوّلین ناول نگار عبدالحلیم شرر کا انداز اسکاٹ کی تاریخ نگاری سے مشابہ ہے حتیٰ کہ بعض اوقات ان کے کردار اسکاٹ ھی کے کردار نظر آتے ہیں ۔ جبکہ شرر نے نہ تو اسکاٹ کو ترجمہ کیا اور نہ ھی ان کے ناول اسکاٹ سے ماخوذ ہیں ۔ اسکاٹ کے انداز میں شرر نے نصرانیوں کی بجائے مسلمانوں سے لمبی لمبی تقریریں کروائی ہیں اور یہ انداز اس حد تک ملتا جلتا ہے کہ شرر نے بھی اسکاٹ کی طرح نظم کا سہارا لیا ہے ۔ شرر نے بے قافیہ شاعری کرتے ہوئے مصرعوں کو ایک آزاد تسلسل میں مربوط رکھنے کا جتن کیا ہے جو سراسر اسکاٹ سے مخصوص ہے ۔ اسکاٹ کا اثر شرر سے ہوتا ہوا حکیم محمد علی خاں تک چلا آیا ، جنھوں نے ناول کو ادب لطیف بنانے کی کوشش کی ۔

مرزا ہادی رسوا نے میری کوریلی کے متعدد ناولوں کے ترجمے کرنے کے ساتھ ہی جاسوسی ادب کو اردو میں متعارف کروا دیا تھا ۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے خود اپنی طبع زاد تحریروں میں جاسوسی عنصر کو شامل نہیں ہونے دیا ۔ یہ اثر پذیری ظفر عمر کے ہاں باقاعدہ سراغرسانی کے ادب کے ساتھ مخصوص ہو کر رہ گئی ۔ ظفر عمر نے جاسوسی ادب لکھتے ہوئے محکمۂ پولیس سے متعلق ہونے کے سبب مشرقی جرائم پیشہ افراد کی نفسیات اور ان کی عیاریوں کو خوب نباہا ۔ تیرتھ رام فیروز پوری کے طبع زاد ناول بھی اسی سلسلے کا اگلا قدم ہیں ۔ جاسوسی ادب میں یہ کوششیں آگے چل کر ابن صفی کی پیدائش کا باعث بنیں ۔

امتیاز علی تاج نے ,چچا چھکن, میں جیروم ۔ کے جیروم (Jerome K. Jerome) کے 'Three Men in A Boat' کے پورے دو ابواب اُچک لئے ۔ اور اسی معیار کو سامنے رکھتے ہوئے چچا چھکن کو بہت سے ملتے جلتے واقعات سے گزارا ۔ اس سے زیادہ واضح اثر پذیری کی مثال شاید ھی کہیں دیکھنے کو ملے ۔

ناول کے باقاعدہ تراجم کی طرف آئیں تو یہ کہنے میں باک نہیں کہ اردو میں تاحال مغرب (اور خصوصاً انگریزی ادب) کے عظیم ناولوں کا پچاس فیصد حصّہ بھی منتقل نہیں ہو پایا ۔ اناطول فرانس کے 'تائیس' (مترجمہ: عنایت اللہ دہلوی) فلابیئر کے 'مادام بواری' ، ستاں دال کے ، 'سرخ و سیاہ' ، اور ہرمن میلول کے 'موبی ڈک' (مترجمہ: محمد حسن عسکری) ہنری جیمز کے ، ہمیں چراغ ہمیں پروانے ، (مترجمہ: قرۃالعین حیدر) جارج آرویل کے ,۱۹۸۴، (مترجمہ: گوپال متّل) وغیرہ تراجم سے ہمارے ہاں نہ صرف یہ کہ ناول کا چلن عام ہوا بلکہ ناول کے عناصر ترکیبی کو بھی سمجھنے میں مدد ملی ۔

پارسی اسٹیج کے فروغ کے ساتھ ھی انگریزی سے اسٹیج ڈراموں کو اردو میں منتقل کرنے کا کام شروع ہوا ، جس کے ساتھ مغربی اسٹیج کی بھونڈی اور ادھوری نقالی ہمارے اسٹیج پر در آئی ۔ اس کی ایک بڑی وجہ تو ہمارے نئے اسٹیج کا ہندوستانی (خصوصاً سنسکرت) اسٹیج کی سپلائی لائین سے کٹ کر رہ جانا ہے ۔

پارسی تھیٹر کے وسیلے سے ہم نے یورپ سے اپنا رشتہ جوڑنے کی کوشش کی اور اس پیوند کاری میں نوٹنکی اور رہس کے معمولی قصّوں کو ناکافی خیال کیا گیا ۔ یوں ولیم شیکسپیئر کی شہرت سے باکس آفس پر کامیابی کا تصوّر بندھا ۔ لیکن افسوس کہ ناقص ترجموں کی وجہ سے شیکسپیئر بھی ہمارے ہاں مکمل طور پر منتقل نہیں ہو سکا ۔ شیکسپیئر کے بیشتر تراجم میں پلاٹ کی تبدیلیاں کی گئیں ، مقامی رنگ میں رنگا گیا یا پھر اپنی تجارتی ضروریات کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے بڑے پیمانے پر کانٹ چھانٹ کی گئی ۔ یہاں تک کہ شیکسپیئر ہمارے آغا حشر کاشمیری کی معرفت بھی اردو میں اپنی تمام جہات کے ساتھ منتقل نہیں ہوا ۔ اس بات کی تصدیق آغا حشر کے شہرت یافتہ ترجموں کو دیکھ کر ممکن ہے ۔ خصوصاً 'King Lear' کا ترجمہ ,سفید خون, 'Measure For Measure' کا ترجمہ ,شہید ناز, کو سرے سے ترجمہ ھی نہیں کہا جا سکتا ، جبکہ ہمارے ہاں آغا حشر کاشمیری کو اردو ڈرامے کا شیکسپیئر کہا

جانے لگا ۔ اس خراج تحسین کی خرابی اس وقت تک محسوس نہیں ہوتی جب تک شیکسپیئر کو انگریزی ڈرامے کا آغا حشر تصوّر کر کے نہ دیکھا جائے ۔ سو ڈرامے کے باب میں ہمارا پہلا قدم ہی غلط پڑا ۔ کہا جا سکتا ہے کہ باکس آفس پر کامیابی کی خواہش نے ہمیں انگریزی ڈرامے کی فنی خوبیوں سے دور رکھا ۔ 'فاؤسٹ' کا ترجمہ از ڈاکٹر عابد حسین، ،انطونی قلوپطرہ، کا ترجمہ از عزیز احمد، ،بگڑے دل، از مولیئر کا ترجمہ محمد عمر نور الٰہی، 'ظاہر و باطن' از شیریڈن کا ترجمہ از فضل الرحمٰن اور 'سلمیٰ' از آسکر وائلڈ کا ترجمہ از انصار ناصری جیسے تراجم انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں لیکن اس نوع کے وقیع تراجم کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوا اور آگے چل کر اردو ڈرامے کو رفیع پیر، خواجہ معین ، بانو قدسیہ ، اشفاق احمد اور کمال احمد رضوی جیسے ڈرامہ نگار مل گئے ۔

افسانے کی صنف مغرب میں ناول کے ارتقاء کے بعد وجود میں آئی اور تراجم کی معرفت یہی صورت اردو ادب میں بھی دکھائی دیتی ہے یعنی ناول پہلے آیا اور افسانہ اس کے بعد ۔ البتہ ہمارے ہاں ناول کی نسبت افسانے کا ارتقاء کہیں زیادہ تیز رفتار رہا ہے ۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ رہی ہو کہ ادب کی یہ صنف جس قدر تخلیقی فنکاروں میں مقبول رہی اسی قدر پڑھنے والوں میں بھی مقبولیت کی انتہائی حدوں کو چُھوتی رہی ہے ۔ افسانے کی پیدائش اور اس کا ارتقاء زیادہ سے زیادہ دو سو برس کی مختصر کہانی ہے لیکن ہمارے ہاں اسے محض چند سالوں ہی میں مقبول بنانے میں روس کے کلاسیکی افسانہ نگاروں کے ساتھ ساتھ روسی ادب کے نسبتاً نئے ناموں بالخصوص چیخوف کا بڑا حصہ ہے ۔

ہمارے ہاں ابتداء میں تین نام بہت ترجمہ ہوئے اور ان کا اثر بھی قبول کیا گیا یعنی چیخوف ، موپاساں اور رابندر ناتھ ٹیگور ۔ ٹیگور کو انگریزی کی معرفت اردو میں متعارف کروانے میں پریم چند پیش پیش تھے جبکہ سعادت حسن منٹو نے اپنی افسانہ نگاری کے ابتدائی دور میں ہی چیخوف اور موپاساں کو اردو میں متعارف کروایا ۔ کچھ یہی معاملہ کلاسیکی افسانہ نگاروں خصوصاً ٹالسٹائی اور گورکی کا ہے ۔ منٹو نے ان کی طرف بھی خصوصی توجہ دی اس دور کی یادگار منٹو کی کتاب 'گورکی کے افسانے' ہے ۔

چیخوف ، موپاساں اور مارس میٹرلنک کے اسلوبیاتی طریقۂ کار کی عطا

ہمارے ہاں بالترتیب راجندر سنگھ بیدی ، منٹو اور غلام عباس ہیں ۔ جبکہ ان کے بعد رڈیارڈ کپلنگ کی مقبولیت کا آغاز ہوتا ہے ۔ کچھ یہی سبب ہے کہ کپلنگ کے ناول . جنگل ، کو مولانا ظفر علی خاں جیسا عظیم مترجم نصیب ہوا ۔ ہمارے ہاں کپلنگ کی مقبولیت کا واحد سبب اس کا مشرقی منظرنامہ ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ کپلنگ کے 'اینگلوانڈین' ادب کے زیر اثر 'Rule Britannia' کے نغمے پر یہاں بھی والہانہ طرز میں جھوما گیا حتیٰ کہ اینگلو انڈین کرداروں کی جھلکیاں محمد حسن عسکری ، عزیز احمد ، اختر حسین رائے پوری اور غلام عباس کے بعد ابوالفضل صدیقی اور خان فضل الرحمٰن کے افسانوں میں بھی دیکھنے کو ملیں ۔

۱۹ ویں صدی کے دو امریکی افسانہ نگاروں ایڈگرایلن پو اور او ہنری کے فن اور موضوعی طریقۂ کار کو بھی ہمارے ہاں خصوصی اہمیت نصیب ہوئی ۔ ایڈگرایلن پو کے ابتدائی تراجم کے فوراً بعد اسی طریقۂ کار کی جھلک مسز عبدالقادر اور حجاب امتیاز علی (اسماعیل) کے ہاں دیکھنے کو ملی ۔

سمرسٹ ماہام جیسا دوسرے درجہ کا افسانہ نگار ہمارے ہاں اس لئے مقبولیت کی حدوں کو چُھو آیا کہ اس کی زبان سادہ اور سہل تھی اور اس کے ہاں تکنیکی پیچیدگی اور اظہار و بیان میں ابہام خال خال ہی دکھائی دیتا ہے ۔ ماہام سے اثر پزیری کی سب سے بڑی مثال ہمارے ہاں کرشن چندر کے افسانے ہیں ۔

وقار عظیم صاحب کے خیال میں: 'مغرب اور اس کے فن کا اثر ہمارے ادب پر تین مشہور لوگوں سے زیادہ تر ہے ۔ وہ ادب میں چیخوف ، نفسیات میں فرائیڈ اور معاشی حیثیت سے مارکس ، یہ تین نام ایسے ہیں جن کا اثر موجودہ دور کی ہر ادبی تحریک میں نمایاں ہے' ۔ ۱

وقار عظیم صاحب کی یہ رائے ایک آدھ جزوی اختلاف ۲ کے باوجود بہت اہم ہے ۔

اسی نکتہ نظر کی روشنی میں آگے بڑھیں تو سب سے پہلے ہماری نظر پریم چند کے افسانے ، کفن ، پر پڑتی ہے ۔ جس میں غربت کو اس حد تک قابلِ نفرت بنا دیا گیا ہے کہ اس پر ترس آتا ہے ۔ اس کے بعد پروفیسر محمد مجیب

---

۱ بحوالہ: ,مغرب اور اس کا فن, شمولہ: ,نیا افسانہ, ص ۵۲

۲ ۔ مثلاً افسانہ نگاروں میں صرف چیخوف ہی کیوں ؟ گورکی ، ٹالسٹائی ، زولا ، موپاساں اور مارس میٹرلنک کے نام بھی لئے جا سکتے ہیں ۔

کے دو افسانوی مجموعے ، (١) ، عورت ، (٢) ،کیمیا گر ، (١٩٣٢ء) کے افسانے ہیں جن پر روسی افسانے کا غالب اثر ہے ۔ خصوصاً ،کیمیا گر اور دوسرے افسانے، نامی کتاب کے نو کے نو افسانے چیخوف کے اثر کے تحت لکھے گیے ہیں خصوصاً افسانہ ،زندہ جاوید، تو چیخوف کا ہی لکھا افسانہ معلوم ہوتا ہے جبکہ افسانہ ، باغی ، پر بھی کسی قدر یہی بات صادق آتی ہے ۔

مجنوں گورکھپوری کے افسانوں پر ہیگل کی فلسفیانہ چھاپ اور ٹامس ہارڈی کا اسلوبِ نگارش غالب ہے ۔ ل ۔ احمد اکبر آبادی (لطیف الدین احمد) اور جلیل قدوائی بعض اوقات ترجمہ اور طبع ذاد افسانے کی مِلی جُلی صورتیں سامنے لاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر دو افسانہ نگاروں پر روسی افسانے کی چھاپ نمایاں ہے مثلاً ل ۔ احمد اکبر آبادی کا مکتوباتی افسانہ ، بیوی ، (مطبوعہ: نقوش لاہور) روسی افسانہ نگار P. Romanoy سے بحذف و اضافہ مستعار ہے ۔ شبیر محمد اختر اور ممتاز مفتی نے فرائیڈ کی کیس ہسٹریز کو خصوصی طور پر اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ۔ اختر حسین رائے پوری کا افسانوی مجموعہ ، محبت اور نفرت ، واضح طور پر روسی اثر کے تحت لکھا گیا ۔ میں نے بہت پہلے اس اثر پزیری کی وضاحت یوں کی تھی :

،اردو افسانے کا نیا موڑ اور روایت میں توسیع ، انگارے ، مرتّبہ احمد علی (مطبوعہ ١٩٣٢ء) کی اشاعت اور ضبطی ہے ۔ یہ دس افسانوں کا مجموعہ تھا ۔ پانچ سجاد ظہیر کے ، دو رشید جہاں ، دو احمد علی اور ایک محمود الظفر کا ۔ یہ تمام افسانے فرائیڈ کے ساتھ فرانسیسی فطرت نگاروں اور مارکس ازم کے اثرات کے تحت لکھے گئے تھے ، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ، انگارے ، کے افسانے تدبیرکاری کے اعتبار سے جیمزجوائس ، ڈی ۔ ایچ ۔ لارنس اور فلابیئر ، موضوعاتی سطح پر فرائیڈ اور نظریاتی اعتبار سے مارکس سے متاثرہ تھے اور مذہب پر حملے شدید پابندیوں کا شدید ردِ عمل تھا، ۔ ١

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ افسانہ کفن (از پریم چند) سے لے کر ،جنت کی حقیقت، (از نیاز فتح پوری) تک روسی افسانے ، سگمنڈ فرائیڈ اور کارل مارکس کا اثر بہت واضح تھا ۔

جہاں تک اردو افسانے میں انگریزی کے زیر اثر تخلیقی پیداوار کا تعلق ہے

---

[١] بحوالہ: .افسانے کا منظرنامہ، از مرزا حامد بیگ مطبوعہ: مکتبۂ عالیہ ۔ لاہور ١٩٨١ء ص ٣٧ ٣٨ .

تو گئے زمانے میں اُبھرنے والے بڑے ناموں میں سے کوئی بھی نام آج تکنیکی اور اسلوبیاتی حوالے سے درخورِ اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ یہاں تک ہوا ہے کہ اردو افسانے پر بات کرتے ہوئے آج ماضی کے ان بڑے ناموں کو ذہن پر بہت زور دے کر یاد کرنا پڑتا ہے۔ یہاں میرا اشارہ ل۔ احمد اکبر آبادی، جلیل قدوائی، مسز عبدالقادر، پروفیسر محمد مجیب، اختر حسین رائے پوری، مجنوں گورکھپوری، احمد علی اور شیر محمد اختر کی طرف ہے۔ تاریخِ ادب سے متعلق کتابوں کو ایک طرف رکھ کر اور خالی الذہن ہو کر اردو افسانہ نگاری پر بات کریں تو بھی حیران کن صورت حال سامنے آتی ہے۔

جہاں تک زولا نے اثر کے تحت لکھے گئے مشہور افسانوں کا معاملہ ہے تو اس حقیقت سے کون انکار کرے گا کہ زولا کی تحریروں کو خود اس زمانے کے یورپ میں 'زولائیت' قرار دیا گیا تھا۔ جبکہ اسی اثر کے تحت لکھے گئے افسانے ہمارے ہاں بڑے ہنگامہ خیز ثابت ہوئے۔ مختصراً یہ کہ اردو کے افسانوی ادب میں اس نوع کے افسانے فحاشی کی مثال بن کر زندہ ہیں اور بس۔

سو پتا چلا کہ گئے وقتوں میں انگریزی سے یا انگریزی کی معرفت ہمارے ہاں جو کچھ منتقل ہوا وہ اپنی کوئی روایت نہیں بنا سکا اور ہم نے مغرب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنے کا محض خواب دیکھا۔

ہم نے مختلف تکنیکی طریقہ ہائے کار تو درآمد کر لیے لیکن اسلوبیاتی میدان میں ہم کوئی بڑا کارنامہ سرِ انجام نہیں دے پائے۔ یہاں اس بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ طبع زاد افسانوں کی سطح پر ماضی میں جہاں فرائیڈ کی کیس ہسٹریز کا انداز غالب رہا، وہاں آج کے نئے نام رانخ، ایڈلر اور یونگ سے متاثر دکھائی دیتے ہیں۔ یہ یقیناً اس سے اگلا قدم ہے لیکن اس گورکھ دھندے سے حاصل کیا ہوا؟ محض فلسفیانہ اور نفسیاتی موشگافیاں، تکنیکی سطح پر احمد علی اور محمد حسن عسکری (یا اکادکا افسانوں کی سطح پر سجاد ظہیر، رشید جہاں اور محمود الظفر) سے لے کر ممتاز شیریں تک 'شعور کی رو' کا طریقہ کار برتا گیا۔ یہ بات تسلیم کہ ہمیں اس تکنیکی طریقۂ کار نے 'ہماری گلی' (از احمد علی) اور 'قیامت ہمرکاب آئے نہ آئے' (از محمّد حسن عسکری) جیسے دو اچھے افسانے دیئے، لیکن آج یہ طریقۂ کار ڈائجسٹوں میں لکھنے والی خواتین تک محدود ہو کر (یا ارزاں ہو کر) رہ گیا ہے۔ آج کی نئی نسل کے سامنے اس تکنیکی طریقۂ کار کا معیار تاحال جیمز جوائس ہی ہے، احمد علی اور عسکری

کے دو اہم افسانے نہیں۔

آج کا افسانہ نگار تو سرئیلزم تک ہو آیا ہے۔ جبکہ تکنیکی سطح پر اس طریقۂ کار کی اوّلین نشاندھی کرشن چندر (افسانہ: ‘ایک سرئیلی تصویر) کے ہاں ہوتی ہے۔ لیکن اب ماضی کی نسبت کہیں زیادہ توجہ کے ساتھ ردّ و قبول کا سلسلہ سامنے آیا ہے۔ ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

‘اردو افسانے میں سرئیلزم کے واضح اثرات بیسویں صدی کے گزشتہ عشرے میں نمایاں ہوئے۔ نئے افسانہ نگاروں نے جب اظہار و بیان کے پرانے سانچوں کو اپنے تجربے کے تخلیقی تقاضے کے مطابق نہ پایا تو انھوں نے بعض ایسے زاویے بھی اختیار کیے جن میں سرئیلی شعاعیں موجود تھیں۔ اس ضمن میں انور سجاد اور سریندر پرکاش کا ذکر بالخصوص ضروری ہے کہ ان کے ہاں نگیشن (Negation) کی تردید سے حقیقت کا اثبات کرنے کا رجحان موجود ہے۔ چنانچہ ‘استعارے’ (انور سجاد) اور ‘دوسرے آدمی کا ڈرائنگ روم’ کے افسانوں میں سرئیلی کیفیت جابجا جاگتی ہوئی نظر آتی ہے۔ انتظار حسین، مسعود اشعر، شفق، رشید امجد، شمس نغمان، مرزا حامد بیگ اور نجم الحسن رضوی کے افسانوں میں حقیقت سے ماورا ایک اور حقیقت کی تلاش کا زاویہ نمایاں ہے۔ تاہم اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ یہ افسانہ نگار اسے حقیقت کے طور پر ہی قبول کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں حیرت تو جاگتی ہے لیکن ماورائے حقیقت سرئیلی کیفیت پیدا نہیں ہوتی’۔ [۱]

سفر نامہ کی صنف ہمارے ہاں نئی نہیں اور نہ ہی ہمارے ہاں سفرناموں نے انگریزی سے تراجم خاطرخواہ حد تک ہوئے۔ لیکن ہمارے سفر نامہ لکھنے والوں پر مغربی سفرنامے کے اثرات نمایاں ہیں۔ شاید اس کی ایک وجہ جدید سفرناموں کی مغربی فضا بھی ہو، یہی وجہ ہے کہ آج کا سفر نامہ اپنی قدیم روایت کے مقابلے میں سفرنامہ کم اور ‚ویو کارڈ‘ زیادہ دکھائی دیتا ہے۔

اردو کے اوّلین سفرنامے ‚تاریخ یوسفی‘ (سفر نامہ انگلستان) از یوسف خاں کمبل پوش حیدر آبادی (مطبوعہ: ۱۸۴۷ء بہ اہتمام پنڈت دھرم نرائین۔ مطبع العلوم مدرسۂ دھلی ص ۲۹۷) سے ‚عجائبات امریکہ‘، مترجمہ منشی اللہ دتہ (سابق ایڈیٹر اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ) مطبوعہ ۱۸۹۳ء تک ہمارے ہاں مذہبی نوعیت

---

[۱] بحوالہ: ‚سرئیلی تحریک اور ادب‘ مطبوعہ: ‘جواز’ مالیگاؤں بھارت اپریل ۱۹۸۰ء ص ۵۶

کی روحانی وارداتوں پر مشتمل سفرناموں کے علاوہ کوئی قابل ذکر سفرنامہ دکھائی نہیں دیتا جبکہ میرزا ابوطالب خاں اصفہانی کی استثنائی مثال ('سفرِ فرہنگ '۔ آغاز سفر ۱۷۹۹ء) کے علاوہ سر شیخ عبدالقادر (سیاحت نامۂ یورپ) ابن انشا، جمیل الدین عالی، ڈاکٹر محمد اجمل اور محمد کاظم سے لے کر مستنصر حسین تارڑ تک ہمارے ہاں سفرنامے کے ساتھ ہندوستانی انگریزی ادب سے متاثر ہے۔ الطاف حسین حالی کا مقدمہ اس کی اوّلین مثال ہے، اور عمومی طور پر ہماری تنقید انگریزی ہی سے حاصل کئے ہوئے اصولوں اور نظریوں کے سائے میں پروان چڑھی ہے۔ جبکہ ارسطو اور ایلیٹ کے درمیان مغرب میں تنقید کے جو شاہکار وجود میں آئے ہیں ان میں سے بیشتر کے تراجم اردو کے ادبی رسائل میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

محوّلہ بالا اصنافِ ادب کے علاوہ فلسفۂ تعلیم اور صحافت کے شعبوں میں انگریزی سے تراجم کا اثر بہت نمایاں ہے۔ ہمارے ہاں پہلے پہل تعلیمی موضوعات اور شعبہ ہائے تعلیم پر لکھا جاتا تھا جبکہ آج وہ وقت آ گیا ہے کہ تعلیم (یا ترسیلِ علم) خود ایک بڑا موضوع ہے۔ سائنسی اور فنی علوم کے دائرہ کار کے پھیلاؤ کے ساتھ تعلیم کا دائرہ کار بھی بڑھا ہے۔ یہی سبب ہے کہ نفسیات دانوں نے ترسیلِ علم کو بطور ایک اہم موضوع کے چھانا پھٹکا ہے۔ یوں ماضی اور حال کا فرق واضح ہو گیا ہے۔ ماضی میں انسانی زندگی کے لئے معلومات کی اہمیت تھی جبکہ آج محض معلومات کے مقابلے میں ،انسانی آگہی، کی مخفی نفسیات بھی زیر بحث آئی ہے۔ مشرق میں صوفیا، بھگت اور بدھ مت کے پیرو کار 'تعلیمی فلسفہ' کے بانی شمار ہوں گے لیکن نئے زمانے میں اس موضوع پر مغرب میں قابلِ تقلید کام ہوا۔ ہمارے ہاں انگریزی سے یا انگریزی کی معرفت اس موضوع پر بہت سی کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ اب تعلیمی موضوعات سے متعلق ہماری طبع زاد تصانیف کا معیار بھی بلند ہوا ہے۔

صحافت کی سطح پر چند مستثنیات سے قطعِ نظر، زبان اور طرزِ بیان کے لحاظ سے قدیم ہندوستانی اخبارات میں ایک بڑا عیب یہ رہا ہے کہ کالم نگار بغیر سوچے سمجھے اور بے ضرورت اپنی تحریروں میں انگریزی الفاظ اور محاورات ٹھونستے آئے ہیں، جو اردو کے خمیر اور فطرت سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن آج ایسا کچھ نہیں ہے، صحافت بھی بجائے خود ایک علم کے طور پر ہمارے ہاں اپنی اہمیت منوا چکی ہے

جہاں تک جاسوسی ادب کا تعلق ہے تو اس کی جڑیں تلاش کرتے ہوئے ہم عہدِ قدیم کی مشرقی داستانوں خصوصاً ،الف لیلہٰ، (خصوصیت کے ساتھ بغداد اور مصر سے متعلق حصّے) ،طلسمِ ہوشربا، اور ،بوستانِ خیال، تک جا نکلتے ہیں ، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جارج ولیم ۔ ایم ۔ رینالڈز کی ناولیں خصوصاً ،الہ دین و لیلیٰ، (ترجمہ: منشی امیر حسن) یاد آتا ہے ۔ یوں مغرب اور مشرق ہر دو اطرافِ میں داستانوی حیرت و استعجاب کو جگانے والے محیر العقول قصّے ، یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسان ابتداء سے اس رُخ پر رواں ہیں ۔

جارج ولیم ۔ ایم ۔ رینالڈز کی 'Gothic Thrillers' نے مغرب اور مشرق میں تقریباً ایک صدی تک دُھومیں مچائی ہیں اور یہ سلسلہ آج کے سائنسی اور عقلی دور میں جاسوسی ادب کے ایک الگ شعبے کی حیثیت اختیار کر گیا ہے ۔

اردو میں جاسوسی ناول کے ترجمے کی روایت تاریخی تسلسل کے مطابق آگے نہیں بڑھی اور نہ ھی ترجمہ یا اخذ کرتے وقت ھمارے ہاں کے مترجمین نے اچھے بُرے ناول کی تمیز کو روا رکھا ۔ اردو میں جاسوسی ناول کو متعارف کروانے کا سہرا ظفر عمر کے سر ہے ، جنھوں نے فرانس کے مارس لیبلانک کے عالمی شہرت یافتہ جاسوسی ناول کا ،نیلی چھتری، کے نام سے ترجمہ کیا اور اس کے بعد مرزا ہادی رسوا ، تیرتھ رام فیروز پوری ، ندیم صہبائی اور پنڈت ملک راج شرما آنند اس راہ پر چل نکلے ۔

اردو میں جاسوسی ناول کے ترجمے کا چلن اس قدر عام ہوا کہ اردو کے پہلے بڑے کُل وقتی جاسوسی ناول نگار ابن صفی کے اوّلین ناول 'دلیر مجرم' (مطبوعہ: ۱۹۵۲ء) کی اشاعت تک جاسوسی ادب کا دائرہ کار خاصی حد تک ترجموں تک محدود تھا ۔

مغربی جاسوسی ادب کب تراجم کے زیر اثر جن لوگوں نے سب سے پہلے جاسوسی ادب تخلیق کیا ان میں پنڈت کشور چند مصنفہ 'رتنِ بے بہا' (پانچ جلدیں) 'پیاری' (دو جلدیں) 'جامِ دلربا' ، 'بدر النسا بیگم' 'پلیڈر کی کرتوت' ، 'پدماوتی' وغیرہ (طابع: لالہ دیوی داس جانکی داس ، تاجران کتب بازار مائی سیواں ۔ امرتسر) طالب بنارسی لکھنوی مصنفہ ،ایران کا چاند، (طابع: سیٹھ آدم جی عبداللہ اینڈ کمپنی بمبئی والے و نولکھا بازار لاہور طبع اوّل: اپریل ۱۹۳۹ء) نے بہت شہرت پائی ۔

مرزا ہادی رُسوا نے میری کوریلی کے ایک جاسوسی ناول کا ترجمہ 'خُونی

مصور' کے عنوان سے ۱۹۱۹ء میں کیا تو اس ترجمے کی مقبولیت کے سبب تقریباً ہر جاسوسی ناول کے ترجمے کا عنوان 'خُونی' کے اضافی لفظ کے ساتھ قائم کیا جانے لگا۔ خود مرزا ہادی رُسوا تک نے اپنے ترجموں میں بھی صورت برقرار رکھی۔ ۱

تیرتھ رام فیروز پوری کے تین تراجم 'خُوتی چکّر'، 'خُونی تلوار' (دو جلدیں) اور 'خُونی ہیرا' (دو جلدیں) میں 'خُونی' کا لفظ مشترک ہے۔ اسی طرح طبع زاد لکھنے والوں نے بھی مقبولیت کے پیش نظر اس .لفظ، کو خُوب برتا۔ ایک مختصر فہرست ملاحظہ ہو:

'خُونی بھائی' (ناول) از فدا علی خنجر مطبوعہ: ہمدم برقی پریس لکھنؤ ۱۹۲۲ء

'خُونی بہن' (ناول) از سید شہنشاہ حسین مطبوعہ: ' ' ۱۹۲۲ء

'خُونی ٹولہ' (ناول) از بی۔ ایس۔ نسیم مطبوعہ: خواجہ محمد شفیع لاہور، س۔ ن

'خُونی ملّاح' (ناول) مطبوعہ: انڈین پریس لکھنؤ، س۔ ن

'خُونی بہرام' (ناول) از نور محمد عشرت، مطبوعہ: فضل بک ڈپو لاہور، س۔ ن

'خُونی ہتھکڑی' (ناول) از احمد اللہ خاں، مطبوعہ: شمس المطابع آگرہ، س۔ ن

'خُونی کی پہچان' (ناول) از طالب الہ آبادی مطبوعہ: ۱۹۲۹ء

'خُونی کی پیاس' (ناول) مطبوعہ: دارالاشاعت پنجاب، لاہور، ۱۸۳۶ء

سو کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے ہاں جاسوسی ادب قاری کی پسند یا ناپسند کے زیر اثر ترجمہ ہوا۔ البتہ دلچسپ بات یہ ہے کہ .جاسوسی ادب، سے دلچسپی کا اظہار ۱۹۰۲ء میں علمی اور سائنسی تراجم کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا جب

'WORWOOD' کا ترجمہ

[1] 'خُونی عشق' از میری کوریلی مطبوعہ: ۱۹۲۰ء
'خُونی بھید' ' ' ۱۹۲۳ء
'خُونی جورو' ' ' انڈین پریس لکھنؤ، ۱۹۲۸ء
'خُونی شہزادہ' ' ' لیتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس، لکھنؤ ۱۹۲۱ء
مرزا ہادی رُسوا کے دو تراجم 'خُونی جورو' اور 'خُونی شہزادہ' کو گشتی کتب خانہ، انجمن ترقی اردو (ہند) حیدرآباد کی فہرست مطبوعہ ۱۹۴۳ء میں طبع زاد ناول ظاہر کیا گیا ہے۔

پانی پت سے (۱۹۰۲ء) 'جاسوسی قصے' نام کی ایک انتھالوجی شائع ہوئی ۔ لیکن ہمارے ادب کے ناخداؤں نے طبع زاد جاسوسی ادب کو تاحال مان کر نہیں دیا ۔

اردو رسائل میں شائع شدہ تراجم کے ذریعے اردو کی نثری روایت کو کسی حد تک تقویت حاصل ہوئی ہے ۔ اس ضمن میں خصوصاً دلگداز ، معارف ، مخزن ، ہندوستانی ، زمانہ، ادیب، نگار ، ادبی دنیا، ہمایوں، نیرنگ خیال، شاہکار، جامعہ، ساقی ، نیا دور، سویرا، فنون ، سیپ ، قند ، جواز اور اظہار (بمبئی) کی سعی قابل ستائش ہے ۔

ہندوستان میں بچوں کے رسالوں کا رواج بھی انگریزی کے رسائل کے تتبع میں ہوا ۔ چنانچہ اردو کے یہ پرچے جب نکلے تو عام طور پر ان کا ڈھنگ یورپ کے رسالوں کا سا تھا ۔ اس باب میں 'بچوں کا اخبار' لاہور اپنی نوعیت کا پہلا پرچہ تھا جبکہ رسالہ 'پُھول' نے بہت نام کمایا ۔

انگریزی کا اثر صرف ذخیرۂ الفاظ اور اصنافِ ادب میں نت نئی تبدیلیوں کے ساتھی ہی نہیں بلکہ اظہار خیال کے اسالیب اور پیرایہ ہائے بیان میں بھی خاص طور پر نمایاں ہے ۔ یہ انگریزی اور دیگر مغربی زبانوں کے اثر ہی کا نتیجہ ہے کہ ہم اردو میں زاویۂ نظر ، نقطۂ نظر، طریق بحث اور استدلال طرز کی بیشمار ترکیبیں دیکھتے ہیں ۔ اس نوع کی تراکیب بیشتر انگریزی کے ترجمے ہیں ۔ اس باب میں فورٹ ولیم کالج کے دور نثر کو اردو کا عبوری دور کہنا چاہیئے ۔ اس عہد میں انگریزی سے تراجم کا سلسلہ صرف مذہبیات اور مذہبی صحائف اور بائبل کے تراجم تک محدود تھا ۔

مرزا غالب کا ایجاد کردہ نیا نثری پیرایۂ اظہار مغربی ادب کا شرمندۂ احسان نہیں ، لیکن ان کے بعد آنے والے نثر نگاروں پر یہ بات صادق نہیں آتی ۔ سید احمد خان کے جاری کردہ رسالہ 'تہذیب الاخلاق' نے اوّل اوّل اس طرف پیش قدمی کی ۔ خود سید احمد خان ، شبلی ، حالی اور نواب محسن الملک کی تحریروں میں انگریزی کے الفاظ و تراکیب [۱] اس بات کی گواہ ہیں ۔ مقدمۂ شعر و شاعری میں بعض انگریزی زدہ فقرے پڑھ کر اُس عہد کی مجبوریوں کا

---

[۱] از قسم: میٹیریل ، آئیڈیل ، ان نیچرل ، مورل ، ام مورل ، کریمر ، سویلزیشن، ایسٹھاٹک پوئٹری وغیرہ الفاظ ۔

احساس دو چند ھو جاتا ہے مثلاً :

(۱) 'اگر ایسا ھوتا تو شیکسپیئر کے ورکس پر شرحیں لکھنے کی ضرورت کیوں ھوتی' ۔

(۲) 'مگر ایک مورلسٹ شاعر ان سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے' ۔

(۳) 'جس کے لٹریچر کی عمر پچاس برس سے زیادہ نہیں' ۔

(۴) 'سادیگ ایک اضافی امر ہے وھی شعر جو ایک حکیم کی نظر میں محض سادہ اور سمپل معلوم ھوتا ہے' ۔ وغیرہ

اردو میں تاثراتی تنقید کے بانی امداد امام اثر (۱۸۴۹ء، ۱۹۳۴ء) کہتے ہیں : 'مُجھ پر جس قدر شیکسپیئر کا اثر پڑا اتنا ھی میر حسن کا اور اسی طرح جس قدر ھومر اور والمیکی کا اسی قدر ملٹن اور میر انیس کا' ۔ ۲

افسانوی ادب میں رتن ناتھ سرشار ، منشی سجاد حسین اور عبدالحلیم شرر نے انگریزی کے اثر کے تحت نئے اسالیبِ بیان کی طرف قدم بڑھایا ۔ حتیٰ کہ مغربی اثرات کا یہ عالم یہ ہے کہ ،نئے، اور ،جدید، ادب تک آتے آتے نہ ھماری زمینی بُو باس اپنا پتا دیتی ہے اور نہ ھی ھمارے ہاں کے معاشرتی ، سیاسی اور معاشی حوالوں کا نشان ملتا ہے ۔ اردو میں انگریزی سے تراجم کے زیر اثر ھمارے افسانوی ادب کو مخصوص نوع کی مغربی روش کا سامنا رہا ، جس کے باعث ھمارے افسانوی ادب کا بیشتر حصّہ ایسا ہے کہ اسے 'اینگلو انڈین ادب' کے کھاتے میں بڑی آسانی سے ڈالا جا سکتا ہے ۔

ایسے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ھمارے ادیبوں کو اوائل ۲۰ ویں صدی کی قومی تحریکوں کا ھمنوا ھو کر ھی تراجم کی طرف آنا چاہیئے تھا بلکہ مقصد یہ ہے کہ ھمیں زرق برق مغربی تہذیب اور انگریزی ادبیات کا مطالعہ مخصوص معاشرتی اور سیاسی حوالوں ، ذہنی رویّوں ، ضرورتوں اور انگریزی زبان کے مخصوص پس منظر میں رکھ کر کرنا چاہیئے تھا ، نیز یہ کہ اردو زبان کی نئے عہد سے مطابقت رکھنے والی لسانی تشکیل اور اسلوبیاتی دائرہ عمل کے بارے میں منصوبہ بندی کی ضرورت تھی ۔

محمد حسن عسکری صاحب نے اپنے بعض مضامین میں مذکورہ بالا عوامل کا تجزیہ کرتے ھوئے اردو میں ترجمے کی روایت کو کھنگال ڈالا ، اور اس کا ردّ

---

۲ بحوالہ: ،نقوش، لاھور آپ بیتی نمبر ص ۵۷۲

عمل خود ان کے تراجم ہیں ۔ ترجمے سے متعلق عسکری صاحب کی نظریہ سازی اس لئے بھی بہت اہمیت رکھتی ہے کہ انھوں نے نہ صرف ترجمے کے فن پر تفصیل سے بات کی بلکہ خود ترجمے کے باب میں ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں ۔ اس باب میں ان کی تحریروں کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود ترجمہ برائے ترجمہ کے قائل نہیں اور انھوں نے اپنے تراجم سے پہلے اردو نثر کے تخلیقی اور اسلوبیاتی مسائل کو خُوب سمجھا ہے ۔ ایزراپاؤنڈ کی طرح محمد حسن عسکری کے نزدیک ترجمے کا عمل ادب کے لئے 'تخلیق' کی انتہائی ضرورت ٹھہرتا ہے

اردو میں ترجمہ نگاری کے مروجہ چلن پر عسکری صاحب نے سب سے بڑا اعتراض یہ کیا ہے کہ مجموعی طور پر ترجموں کے ذریعے ہمارے تخلیقی ادب کو زیادہ فائدہ نہیں پہنچا ۔ جس کی سب سے بڑی وجہ یہ رہی کہ ہمارے مُترجمین، ترجمے کی اہمیت سے ناواقفیت کی بنا پر اسے تخلیقی مسئلہ نہیں سمجھتے ۔ عسکری صاحب لکھتے ہیں :

> ' ـــ ابھی تک تو ہمارے یہاں ترجمے اس نقطہ نظر سے کئے اور پڑھے جاتے ہیں کہ اردو پڑھنے والوں کو بھی اصل کتاب کی کہانی معلوم ہو جائے ۔ ترجموں سے زیادہ سے زیادہ اثر ہم لوگ یہ لیتے ہیں کہ ہمارے ادیب بھی ویسے ہی موضوعات پر لکھنے لگتے ہیں ، لیکن ترجمے کی بدولت ہمیں ایسا تخلیقی جذبہ نہیں ملتا جیسا سرشار کو مل گیا تھا ۔ نہ ان کے ذریعے ہماری نثر کے اسالیب میں کوئی اضافہ یا تغیّر ہوتا ہے ' ۔ [۱]

ظاہر ہے کہ ترجمے کا جواز محض موضوع کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا نہیں ۔ اِصل بات تو ترجمہ کے ذریعے ترقی یافتہ زبانوں کے اسالیب کو اپنی زبان میں ڈھالنے سے پیدا ہوتی ہے ۔ یوں اسلوبیاتی سطح پر چراغ سے چراغ جلتا ہے اور زبانیں اپنی بنت میں پھولتی پَھلتی ہیں ۔

اسی مضمون میں عسکری صاحب نے اردو ترجمہ نگاری کے مختلف رجحانات کا جائزہ لیتے ہوئے رتن ناتھ سرشار کے 'خدائی فوجدار' تک پیچھے مڑ کر دیکھا ہے ۔ 'خدائی فوجدار' سروانتس کے 'ڈان کیخوتے' کا آزاد ترجمہ ہے ۔ محمد حسن عسکری اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے اور 'خدائی فوجدار'

---

[۱] بحوالہ: 'گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے' مشمولہ: ستارہ یا بادبان، ص ۱۷۱

کے جملہ نقائص ان سے ڈھکے چُھپے نہیں تھے ، اس کے باوجود وہ لکھتے ہیں:

'اس میں کچھ بھی نہ سہی اتنا تو ہے کہ اس کا تیس چالیس فیصد حصہ دلچسپی سے پڑھا جا سکتا ہے اردو میں مغربی ادب کے جو ترجمے ہوئے ہیں ان کی کیفیت نظر میں رکھیں تو اتنی بات بھی غنیمت معلوم ہوتی ہے ' ۔ ۱

میرے خیال میں یہی نکتہ تخلیقی ترجمے کی روایت میں گھپلے کا باعث بنا ہے ۔ اگر محض دلچسپی کی بات تھی تو ،لندن کے اسرار، ہمارے ہاں کتنی جلدوں میں چھپے ہیں اور وہ بہت دلچسپ بھی تھے ۔ قیسی رام پوری نے بہی کچھ تو کیا ۔ پھر قیسی رام پوری کیوں مطعون ہیں ؟

دراصل اس آزاد ترجمے کی روایت نے بڑے بڑے گُل کھلائے ہیں اور ترجمے کے مذاق کو خراب کرنے میں انہی آزاد ترجموں کا ھاتھ رہا ہے ۔ پھر اردو نثر اور بالخصوص افسانے پر آسکر وائلڈ اور دیگر مغربی جمال پرست ادیبوں کے غالب اثر کی مذمت کی جاتی ہے اور اسے اردو نثر کی اسلوبیاتی روایت کے لئے نقصان دہ قرار دیا جاتا ہے ۔ یہ بات مکمل طور پر قبول نہیں کی جا سکتی ۔ جہاں تک تراجم کے زیرِ اثر زبان کو بڑھاوا دینے کا معاملہ ہے ، اس میں سجاد حیدر یلدرم کے کام کو ھی دیکھا جائے تو پتا چلتا ہے کہ انھوں نے رومانی تخیل اور تصورات کو زبان دی ۔ بقول مولانا صلاح الدین احمد :

'یلدرم کا انتخاب الفاظ اور اس کا امتزاج تراکیب ھمارے اسلوب میں ایک یگانہ اور منفرد حیثیت رکھتا ہے اور اس نے نہ صرف اپنے عہد میں بلکہ ھمارے اسالیبِ ادب میں ایک چونکا دینے والا اضافہ کیا ہے ' ۔ ۲

یہ اضافہ جس کی طرف مولانا نے اشارہ کیا ترکی اور عربی کی مخصوص لفظیات ، تراکیب اور مرکبات کا ایک ایسا نظام تھا جو رومان پرستی کے حوالے سے اردو کے اسالیبِ بیان میں کوئی بہت بڑا معرکہ نہ سہی ، ایک اضافہ ضرور تھا ۔

افسوس کہ یلدرم کے ،اندازِ تُرکانہ ، اور ان کے ترکی سے براہ راست تراجم پر تفصیلی گفتگو ھمارے موضوع سے باہر ہے پھر بھی یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ زبان اور اسلوب کی سطح پر ان کی یہ عطا یاد رکھنے کے قابل ہے ۔ جہاں تک نیاز فتح پوری کا معاملہ ہے تو کیا تکنیکی اور موضوعی میدان میں بھی نیاز

---

۱ ۔ ایضاً ص ۱۶۹

۲ بحوالہ:' چند لمحے سجاد حیدر کے ساتھ' مطبوعہ : بگڈنڈی ۔ یلدرم نمبر ص ۱۱۳

نے اپنے تراجم کے ذریعے اردو ادب کو کچھ نہیں دیا؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ بھی کہ جہال پرست نسل سے تعلق رکھنے والے مترجمین میں مولانا حامد علی خاں، ل۔ احمد اکبر آبادی، جلیل قدوائی اور خواجہ منظور حسین کے نام آتے ہیں۔ اگر معاملہ نثر کی اسلوبیاتی روایت تک ہی محدود کر کے دیکھا جائے تب بھی ان معتبر مترجمین کی عطا سے کسی صورت انکار ممکن نہیں۔

محمد حسن عسکری صاحب نے ایک اعتراض یہ بھی کیا ہے کہ اردو کو اسلوبیاتی سطح پر روسی نثر کے ترجموں سے زیادہ فائدہ نہیں پہنچا۔ لیکن معاملہ یہاں بھی برعکس دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے روایتی افسانے نے تاحال اگر کوئی بڑا معرکہ مارا ہے تو وہ سعادت حسن منٹو اور راجندر سنگھ بیدی کا چُنیدہ کام ہے۔ منٹو تو خیر موپاساں اور زولا سے ذہنی قربت محسوس کرتے تھے لیکن بیدی تو سراسر چیخوف کی عطا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بیدی جیسے 'قد' تک پہنچنے میں تہذیبی اور لاشعوری عوامل بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں (اور جیسا کہ بیدی کے معاملے میں ہُوا) لیکن بیدی کی خصوص میں روسی طریقہ کار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

بعینہٖ یہ معاملہ محمد حسن عسکری کے چند افسانوں کا ہے۔ خصوصاً ،حرامجادی، اور ،چائے کی پیالی، پر چیخوف کا بہت گہرا اثر ہے۔ حتیٰ کہ اوّل الذکر افسانہ تو سراسر چیخوف کے 'School Mistress' کا چربہ ہے۔

اردو نثر کی اسلوبیاتی روایت پر بات کرتے ہوئے عسکری صاحب نے اپنے دو اور مضامین، (۱)'قحطِ افعال' اور (۲)،ادب میں صفات کا مسئلہ، میں بھی اسی نکتہ نظر کے تحت بات آگے چلائی ہے۔ لیکن شاید یہ اعتراضات اردو ترجمے کی روایت کے ضمن میں اتنی اہمیت کے حامل نہیں، جس قدر کہ اردو نثر کی مجمل اسلوبیاتی روایت کے باب میں اہم ٹھہرتے ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھیں تو پریم چند کے فوراً بعد مسزعبدالقادر اور حجاب امتیاز علی (حجاب اسماعیل) کے افسانوں میں ایڈگرایلن پو کے زیر اثر تحیّر اور اسرار کی جو انوکھی فضا بندی دیکھنے میں آتی ہے وہ تکنیکی اور موضوعی حوالوں کے ساتھ اسلوبیاتی سطح پر بھی خاصے کی چیز ہے جبکہ مجنوں گورکھپوری کے افسانے جہاں اسلوبیاتی سطح پر ،فکرِ محض، کی زبان کو اردو

---

۱ بحوالہ: 'گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے' ص ۱۶۹

'Wormwood' کا ترجمہ

میں پہلی بار متعارف کروانے کے سلسلے میں یادگار ہیں ، ویں پر ان کی .گہری سنجیدگی، اور .محسوسات کے بیان پر قدرت. انگریزی ادبیات سے گہرے شغف پر دال ہے۔

اسی طرح انتظار حسین کا داستانوی پس منظر کے ساتھ لکھا ہوا افسانہ 'کایا کلپ' اپنے اختتامیہ میں فرانز کافکا کے افسانے 'Metamorphosis ' کے جرمن زبان سے انگریزی ترجمے٭۱ از Willa & Edwin Muir کے زیرِ اثر لکھا گیا ہے۔

انتظار حسین ہی کے مشہور افسانے .آخری آدمی، پر آئینسکو (Ionesco) کے شہرہ آفاق ڈرامے .گینڈے، (Rhinoceros) کی پرچھائیں صاف دکھائی دیتی ہے ــ اور چونکہ .آخری آدمی، کو اردو کا ایک ایسا علامتی افسانہ شمار کیا جاتا ہے جس سے ہمارے ہاں علامت نگاری کا چلن عام ہوا تو کہا جا سکتا ہے کہ اردو ادب کے نئے دور میں علامت نگاری کی تحریک آئینسکو کی عطا ہے۔

اس ذیل میں انیس ناگی کا ناول .دیوار کے پیچھے، ۱ خصوصی طور پر قابل ذکر ہے۔ انیس ناگی یہ ناول لکھنے سے پہلے 'Le Mythe de sisyphe' یعنی .سیسیفس کی کہانی، از البیر کامیو کا ترجمہ ۲ کر چکے تھے ، اور یہی وجہ ہے کہ ان کے ناول پر البیر کامیو کے .فلسفۂ لایعنیت، کی چھاپ اس قدر گہری ہے کہ .دیوار کے پیچھے، کے مرکزی کردار کا جنم کامیو کی .لایعنی موت، سے ہوا ہے۔ ۳

کامیو کی تحریروں سے دو ایک اقتباسات دیکھتے چلئے :

ناول .دیوار کے پیچھے، اسی نوع کی داخلی خود کامیوں سے تکمیل پاتی ہے اور یوں اثر پذیری کی تمام تر صورت احوال کھل کر سامنے آ جاتی ہے۔

1. "What is happiness other than the simple harmony betweenthe being and the existence he leads?"

2. For myself I do not want to tell a lie before this world, or that some one should tell a lie to me."

۱٭۰ مشمولہ: 'Metamorphosis And Other Stories' پینگوئین برطانیہ

۱۔مطبوعہ: مارچ ۱۹۸۰ء ۔ خالدین پوسٹ بکس ۱۱۹۷ لاہور۔

۲۔مطبوعہ : سال ۱۹۸۰ء ۔ ص ۔ ن پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۳۲۹ لاہور۔

۳۔۳ جنوری ۱۹۶۰ء کو پیرس ریڈیو کی معمول کی نشریات کو روک کر یہ اعلان کیا گیا تھا کہ:

کامیو کے ,لایعنیت، کے ساتھ ساتھ فلسفۂ وجودیت، نے بھی اردو کے ,جدید، 'البیر کامیو مر گیا ــ جو لایعنیت کے بارے میں گفتگو کرتا تھا ۔ اب لایعنی موت سے ھمکنار ہو گیا ۔' واضح رہے کہ وہ پیرس جانے کے لئے اپنے پبلشر Michel Gallimard کی کار میں سوار جا رہا تھا کہ Villebievin کے قریب حادثے کا شکار ہو گیا ۔ اس کی جیب سے اسی سفر کے لئے پیرس تک کا خریدا گیا ریل کا ٹکٹ برآمد ہوا تھا ۔ جدید تر، اور ,نئے، افسانے کو بڑی حد تک متاثر کیا ۔ سچ پوچھئے تو بعض اوقات تو سرقہ کا گماں ھوتا ہے ۔ ہم اسے توارد کہہ لیں، لیکن محض دو ایک مثالیں دیکھتے چلئیے :

(١) 'میں نے دانتوں کو باھم بھینچنے کی کوشش کی اور میری مٹھیاں اس کوشش میں دُکھنے لگیں ، مگر اوپر تلے کے دانت ایک دوسرے سے جدا ھی رہے ۔ آخر میں نے جیب سے وہ شیشی نکالی اور ایک گولی منہ میں رکھی ، مجھے معلوم تھا کہ میرے اندر ایک ہزار پایۂ پل رہا ہے ۔ لمبے لمبے پنجوں والا کیڑا ، جو رفتہ رفتہ اپنی بے شمار شاخیں پھیلا رہا ہے ، میری رگوں میں گاڑ رہا ہے' ۔

(افسانہ: ,ہزار پایہ، از خالدہ اصغر (خالدہ حسین) مطبوعہ سویرا ۔ لاھور)

اب مندرجہ ذیل ٹکڑا ملاحظہ ہو:

"And somebody else will feel something scratching inside his mount. And he will go to a mirror, open his mouth, and his tongue will have become a huge living centipede, rubbing its legs together and scraping his palate. He will try to spit it out, but the centipede will be part of himself and he will have to tear it out with his hands."

('Nausea' by Jean-Paul Sartre)

٢) 'دیکھا، میں نے پہلے ھی کہا تھا کہ یہ دورہ مجھ میں نہیں سمندر میں ہے ۔ میرے ارد گرد ہے ۔ میں اس کے اندر ھوں' ۔

(افسانہ: ,مرگی، از انور سجاد ، مشمولہ: چوراہا ١ ۔ ص ٤٢)

اب مندرجہ ذیل ٹکڑا ملاحظہ ہو :

"The Nausea is not inside me. I can feel it over there on the walls, on the breas everywhere around me — it is I who are inside it."

('Nausea' by Jean-Paul Sartre)

یہ تو ھوئیں اثر و قبول کی چند ایسی مثالیں جن پر چربہ کا گمان ھوتا ہے ۔ لیکن جہاں تک اسلوبیاتی سطح پر ردّ و قبول کا معاملہ ہے تو ھمارے ہاں کے

---

١ طبع اوّل: مکتبہ نئی مطبوعات ، ۷ ۔ اے شاہ عالم مارکیٹ لاھور س ۔ ن

مترجمین نے ہمیشہ ‚روانی، اور ‚سلاست، کی ہی تمنا کی ہے۔ اور ہمارے اکثر ناقدین نے اسی ‚روای، اور ‚سلاست، کو ترجمے کی خوبی گنوایا ہے۔

محمد حسن عسکری اس باب میں کہتے ہیں:

‘صرف روانی کہہ دینے سے کام نہیں چلتا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ کیا چیز رواں ہے اور اس کی رفتار اپنی نوعیت کے اعتبار سے کس قسم کی ہے اور پھر رواں ہے تو کس جگہ۔ سیدھے سادھے ابتدائی جذبات کی رفتار اور ہو گی۔ پیچیدہ تجربات کی اور۔ پھر جب خیال اور جذبہ مل جائے تو اور۔ ان سب سے ایک ہی قسم کی روانی طلب کرنا تخلیق کا گلا گھونٹنے کے برابر ہے’۔ ۱

یہ بات ترجمے کے باب میں بھی سو فیصد درست ہے۔ ترجمہ میں بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ بڑا مترجم، بڑی ترقی یافتہ زبانوں سے ترجمہ کرتے وقت یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کی غریب زبان کے رَبے ہوئے کھانچے بھر جائیں۔ بالکل ایسے ہی۔ جیسے محمد سلیم الرحمٰن نے (انگریزی کی معرفت ہی سہی) ‚اوڈیسی، اور محمد حسن عسکری نے ‚مادام بواری، کو ترجمہ کرتے وقت گنجلک اور طویل جملوں کو اردو جیسی بے مایہ زبان میں منتقل کرنے کا جتن کیا ہے۔ یا محمد حسن عسکری نے فرینچ سے ستاں دال کئے ‚سرخ و سیاہ، کی طوالت اور خشونت کو قرینے کے ساتھ اردو میں سمونے کا کام کیا۔

اچھے ترجمے کی بڑی خوبیاں تو یہی ہیں کہ اصل متن کے جملوں کی ساخت اور لفظوں کی نشست تک اپنے مکمل مزاج کے ساتھ منتقل ہو۔ جبکہ ہمارے ہاں عام طور پر ‘چھوٹے چھوٹے’ اور ‚رواں جملوں، کی تحسینِ بیجا کے سبب مترجمین نے دوسری زبانوں کے پیچیدہ اور طویل جملوں کو بھی دو دو تین تین ‚چھوٹے، اور ‚رواں، جملوں میں بانٹ کر ترجمہ کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ اس سے ہوا یہ کہ اس پیچیدہ اظہار کا لطف جاتا رہا جو مصنف کی منشاء اور عزیز ترین متاع تھی۔

حیران کن بات یہ ہے کہ ہمارے بیشتر مترجمین نے اس نوع کے تجربات سے گزرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ اُردو نثر کا بڑا مسئلہ تو ‘طویل اور پیچیدہ جملہ’ لکھنے کا ہے۔ اور اگر کسی ترقی یافتہ زبان کے فن پارے میں تخلیق کار نے

---

۱ بحوالہ: ‚کچھ اردو نثر کے بارے میں، مشمولہ ‚ستارہ یا بادبان۔ ص ۱۵۷

پیچیدہ تر احساسات و جذبات کو لفظوں میں منتقل کرتے وقت یہ کارنامہ انجام دیا ہے ۔ تو کوشش کر کے اسے انھی قواعد و ضوابط کے ساتھ اردو میں کیوں نہ منتقل کر لیا ۔ کہ اس سے ہماری زبان میں بھی اسلوبیاتی سطح پر کوئی نئی راہ سُوجھنے کا امکان پیدا ہوتا ۔ یہ اس کے باوجود ہوا کہ اردو نثر میں گنجلک تجربات اور پیچیدہ جذبات کو سہارنے کی قوت نہ ہونے کے برابر ہے ۔ ,اور، ,اگر، ,لیکن، وغیرہ لگا کر جملوں کو جوڑتے چلے جانے سے بڑا جملہ نہیں بنتا ہے ۔ بقول عسکری صاحب :

> 'بڑا جملہ تو وہ ہے ، جس کی نشو و نما اپنے اندر سے ہو ' ۔ ۱

تخلیقی نثر اور تخلیقی ترجمہ ایک سطح پر آ کر ایک جیسی ہی خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے ۔ جبکہ مُجمل طور پر کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے بیشتر مترجمین نے ,سلاست، اور ,روانی، کے جوش میں اس طرف مناسب توجہ نہیں کی ۔ جس کی وجہ سے ہماری نثر نے ترجمے کے اس عظیم جوکھم سے نبردآزما رہنے کے باوجود خاطر خواہ حد تک فائدہ نہیں اٹھایا ۔

---

۱ بحوالہ : ,کچھ اردو نثر کے بارے میں، مشمولہ ,ستارہ یا بادبان، ص ۱۵۹

باب ہشتم : الفہرست (Bibliography)

[مع ۱۰۱ اہم ادبی تراجم کا تفصیلی تعارف]

حوالہ جات کے لئے ,الفہرست، کے اختتام پر دیکھیے فہرستِ ماخذ۔

آپ بیتی

۱ اپنا کیسا نونا : نئی صبح :

ترجمہ : ل۔ احمد (لطیف الدین احمد)،

بمبئی : قومی دارالاشاعت،

ص : ۱۷۴

خودنوشت۔ روسی خاتون کی خودنوشت کا براہ راست روسی زبان سے ترجمہ۔

(حوالہ : (۱۲، ۱٦)

۲ ایوب خان، فیلڈمارشل جنرل محمد : جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی :

ترجمہ : غلام عباس،

لاہور : آکسفورڈ یونیورسٹی پریس : محمود پرنٹنگ پریس ۱۹٦۷ء۔

ص : ۴۳۰

خود نوشت۔ سابق صدر تھی پاکستان کی آپ بیتی، 'Friends Not Masters' کا ترجمہ۔ اصل کتاب لکھنے میں ایوب خان کو الطاف گوہر کی معاونت حاصل تھی۔

(حوالہ : ۲، ۱٦)

یہ 'Friends Not Masters' کا ترجمہ ہے۔ نیم سیاسی و نیم ادبی سوانح عمری ہے، جس میں ہند و پاک سیاست کا پس منظر دلچسپ ہے اور زبان کی دروبست خصوصی توجہ چاہتی ہے۔ زبان و بیان کی انہی خوبیوں کے باعث شکوک و شبہات نے سر اٹھایا اور اصل مصنف کی تلاش شروع ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ بیان جنرل محمد ایوب خان کا ہے اور اسے احاطۂ تحریر میں الطاف گوہر لائے۔

ترجمے سے بھی دو ایک مثالیں دیکھتے چلئے :

1 'Friend to bring about a clash'

(ص ۱۸۱ ۔ باب ۱۰ آٹھواں حصّہ)

'سر بھٹول کرانے کی کوشش بھی کی

2 'Maj Dane was very upset.'

(ص ۸ ۔ باب اوّل)

'میجر ڈین سٹ پٹائے '

3 'I was taken aback'

(ص ۷ ۔ باب اوّل)

'میں بھونچکا رہ گیا ۔ '

4 'locked in confrontation .'

(ص ۱۳ ۔ باب اوّل)

'دست و گریباں کر رکھا تھا '

۳ بکرٹی ، واشنگٹن : حبشی غلام کی سرگزشت :

ترجمہ : رام داس ،
لاہور : کپور آرٹ پریس ، ۱۹۲۰ء
خود نوشت ۔

انگریزی سے ترجمہ : ایک ترجمہ 'آزادی کی جنگ، کے عنوان سے ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴ بکرٹی ، واشنگٹن : آزادی کی جنگ :

ترجمہ : غلام حیدر خاں ،
لاہور : نگینہ پریس ، طبع اوّل : ۱۹۳۶ء
ص : ۲۳۹

خود نوشت ۔ ایک امریکی حبشی واشنگٹن بکرٹی کی آپ بیتی ۔ ایک ترجمہ 'حبشی غلام کی سرگزشت' کے نام سے ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۱۴ ، ۱۶)

۵ تانگ ، لیوشا : سرخ چین سے فرار :

ترجمہ : ن ۔ ن ،
دھلی : جید پریس ، س ۔ ن
ص : ۲۵۸
آپ بیتی ۔ چینی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
ایک ترجمہ 'رہائی' کے نام سے بشیر حسین ضیائی کا ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۶ تانگ ، لیوشا : رہائی :
ترجمہ : بشیر حسین ضیائی ،
لاھور : اردو مرکز ، س ۔ ن
آپ بیتی ۔ چینی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
ایک ترجمہ ،سرخ چین سے فرار ، کے نام سے دھلی سے شائع ہو چکا ہے ۔ (حوالہ: ۲ ، ۱۰)

۷ ٹاسٹائی ، کاؤنٹ لیو : ٹالسٹائی کی کہانی :
ترجمہ : شیو چرن لال ، بابو
خود نوشت ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۸ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : ٹالسٹائی کی کہانی :
ترجمہ : یزدانی جالندھری ،
لاھور : نرائن دت سہگل ، ۱۹۳۱ء
خود نوشت ۔
(حوالہ : ۷)

۹ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : سرگزشتِ ٹالسٹائی :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاھور : مرکنٹائل پریس ، س ۔ ن
ص : ۱۵۸
آپ بیتی ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ :
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۰ ٹیگور، رابندر ناتھ : میرا لڑکپن :
ترجمہ : شیر محمد اختر،
لاهور: لاجپت رائے اینڈ سنز، س ـ ن
ص : ١٦٠
آپ بیتی ـ انگریزی سے ترجمہ ـ نوبل انعام یافتہ مصنف کی آپ بیتی ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ١٦)

۱۱ جے پرکاش نرائن : جدوجہد :
ترجمہ : یوسف مہر علی،
لاهور: مرکنٹائل پریس، ١٩٣٦ء
ص : ۲۷۹
خود نوشت ـ بھارتی سیاست دان جے پرکاش نرائن کی آپ بیتی ـ
(حوالہ : ۱۴ ، ١٦)

۱۲ چسمین، کیرل : جرم سے پھانسی تک :
ترجمہ : عابد رشید،
لاهور: نیشنل پبلشرز،
خود نوشت ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۱۳ ، ١٦)

۱۳ چیخوف : آپ بیتی :
ترجمہ : مشتاق بھٹی،
لاهور: سنگم پبلشرز، ١٩٣٦ء
آپ بیتی ـ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ـ جس کا ایک ایڈیشن کو آپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس لاہور نے بھی شائع کیا ـ ایک غیر مطبوعہ ترجمہ ساحر لدھیانوی کا نیا ادارہ لاہور کی ملکیت ہے ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۴ چیخوف : میری زندگی :
ترجمہ : ساحر لدھیانوی،
لاهور: قلمی : مملوکہ نیا ادارہ سرکلر روڈ۔

ص : ۱۶۰

آپ بیتی ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ایک ترجمہ مطبوعہ صورت میں بھی ملتا ہے جو مشتاق بھٹی نے کیا ۔

(حوالہ : ۲)

۱۵ ڈنکن ، آلیساڈورا : آلیسا ڈورا :

ترجمہ : فارغ بخاری و محمود رضوی ،

لاہور : آئینہ ادب ، ۱۹۶۱ء

آپ بیتی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۶ راجندر پرشاد ، ڈاکٹر : اپنی کہانی :

ترجمہ : گوپی ناتھ امن ،

دھلی : ساہتیہ اکیڈیمی ، ۱۹۶۱ء

ص : ۱۱۰۲

آپ بیتی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اس خود نوشت میں تحریکِ آزادی سے متعلق خاصا مواد موجود ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۹)

۱۷ روز ویلٹ : روز ویلٹ :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، ۱۹۴۰ء

آپ بیتی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ امریکی صدر کی خود نوشت ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۸ سکالمر ، جوزف : ورکتا :

ترجمہ : سنیجہ ، ایس ۔ ایم

دھلی : تاج آرٹ پریس ، س ۔ ن

ص : ۱۵۴

آپ بیتی ۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی جرمنی میں مصنف کی گرفتاری اور قید و بند کے حالات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

١٩ سولژے نیتسن ، الیگزنڈر : گلاگ مجمع الجزائر
(حصہ سوم و چہارم) :
ترجمہ : مظفر حنفی ،
نئی دھلی : نیشنل اکاڈمی ۔ انصاری مارکیٹ دریا گنج ، طبع اوّل:
١٩٧٨ء ،
ص : ٦٢٣

نوبل انعام یافتہ مصنف کی یاداشتوں پر مشتمل داستان جو روس کی جبری مُشقت سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے ۔ حصہ سوم ٢٢ ابواب اور حصہ چہارم ۴ ابواب پر مشتمل ہے ۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اس کتاب کے سبھی کردار اور واقعات حقیقی ہیں ۔ سولژے نیتسن نے اس کتاب میں روس کے جبری مشقت کے نظام کے علاوہ دوسری جنگ عظیم کے اتحادیوں کے باھمی تضادات پر روشنی ڈالی ہے ۔

(حوالہ : ٢)

٢٠ فلبرک ، ہربرڈانے : میری مختلف زندگیاں :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
دھلی : جید برقی پریس ، س ۔ ن
ص : ١٥٧
آپ بیتی ۔ 'I Lead Three Livess' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١ ، ٢)

٢١ فورڈ ، ہنری : میری زندگی کی کہانی :
ترجمہ : اوما دت بی ۔ اے ، پنڈت ،
دھلی : کارونیشن پرنٹنگ ورکس ،
ص : ٣٥٠
خود نوشت ۔ 'My Life & Work' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٦)

٢٢ کراوچنکو ، وکٹر : آزادی یا موت :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
کراچی : مطبوعاتِ کار[illegible]ں محمدی پریس ، ١٩٥١ء

ص : ۲۷۱
آپ بیتی ۔ ایک روسی افسر کی خود نوشت ۔ غالباً انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۲۳ کروچے : کروچے کی سرگزشت :
ترجمہ : محمد علی صدیقی ،
کراچی : ادارۂ عصر نو ، ۳۲ ہمایوں کالونی کراچی ۱۸ ، ۱۹۷۹ء
آپ بیتی ۔ اطالوی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

اس کتاب کو آر ۔ بی ۔ کالنگ وڈ نے پہلی بار انگریزی میں منتقل کیا ۔ یہ ترجمہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے ۱۹۲۷ء میں پہلی بار شائع ہوا ۔ محمد علی صدیقی نے اسی انگریزی ترجمہ سے استفادہ کیا ہے ۔

۲۰ ویں صدی میں یورپی ادب نے جس اطالوی فلسفی اور ادیب سے گہرا اثر قبول کیا وہ کروچے ہی ہے ۔ خود اردو ادب میں عینی رومانیت اور جمالیات کے ساتھ ساتھ تجریدیت، ساختیاتی مطالعے اور ہئیت پسندی کے پس منظر میں مغربی ادب کے توسط سے کروچے کے اثرات کا مطالعہ بجائے خود دلچسپ ہے ۔

کروچے نے یہ خود نوشت ۱۹۱۵ء میں لکھنی شروع کی تھی جو ۱۹۲۷ء میں انگریزی میں منتقل ہوئی جبکہ ہم چونسٹھ برس بعد محمد علی صدیقی کی معرفت براہ راست کروچے شناسی کی طرف آتے ہیں ۔ محمد علی صدیقی صاحب نے اس فلسفیانہ نوع کی خود نوشت کو فکرِ محض کی زبان میں ترجمہ کرنے کا جتن کیا ہے ، اور اس کا حق ادا کر دیا ہے ۔ کتابی صورت میں آنے سے پہلے صدیقی صاحب کا یہ ترجمہ 'افکار' کراچی بابت : مئی ۱۹۷۱ء تا جنوری ۱۹۷۲ء قسط وار شائع ہوتا رہا ہے ۔

۲۴ گاندھی ، مہاتما : تلاشِ حق (۲ جلدیں) :
ترجمہ : ڈاکٹر سید عابد حسین ،
نئی دہلی : مکتبہ جامعہ ملیّہ ، طبع اوّل : ۱۹۳۸ء

ص : ۶۹۹
آپ بیتی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ کتاب میں ہندوستان کی سیاسی تاریخ کو بھی مرتّب کر دیا گیا ہے۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۵ گاندھی ، مہاتما : آپ بیتی :
ترجمہ : حامد قریشی ،
لاہور : انڈین پرنٹنگ پریس ، س ۔ ن
ص : ۲۷۲
آپ بیتی۔ انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار کتابستان اردو لاہور نے شائع کیا۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۶ گاندھی ، مہاتما : طوق و زنجیر :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : گیلانی الکٹرک پریس ، ۱۹۳۳ء
خود نوشت۔ انگریزی سے ترجمہ۔ پنجاب پبلشرز لاہور نے بھی ایک ایڈیشن شائع کیا۔
(حوالہ : ۷)

۲۷ گاندھی ، مہاتما : جیل کی کہانی :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : پستک بھنڈار ، س ۔ ن
آپ بیتی۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۸ گورکی ، میکسم : گورکی کی آپ بیتی (۳ جلدیں) :
ترجمہ : اختر حسین رائے پوری ، ڈاکٹر ،
حیدر آباد
دکن : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ۱۹۳۰ء
آپ بیتی کا روسی زبان سے براہ راست ترجمہ۔ تیسری جلد ۱۹۳۵ء میں چھپی۔

(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۸)

۲۹ گورکی ، میکسم : میں ادیب کیسے بنا؟ :
ترجمہ: محمد حسن عسکری ،
لاہور: الجدید ، س ۔ ن
سوانحی
یاداشت ۔ انگریزی سے ترجمہ اصل کتاب روسی زبان میں ہے
ترجمہ تقریباً ۱۹۳۲ء میں طبع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

یہ ایک سوانحی یاداشت کا ترجمہ ہے ۔ اس کی اہمیت موضوعی اعتبار سے ہے اور جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہے یہ تحریر خود نوشت سوانح عمری کی سی ہے ۔ شاید یہی وجہ ہے کہ گورکی کی اصل تحریر میں بھی نثری اسالیب کے مسائل کا وہ ادراک دکھائی نہیں دیتا جو یہ تقاضا کرتا کہ یہ تحریر لازماً محمد حسن عسکری جیسا اہم مترجم ہی اردو میں منتقل کرے ۔ چنانچہ ترجمے کی نوعیت بھی عسکری صاحب کے دیگر اہم ترجموں کی نسبت مختلف نظر آتی ہے ۔ گورکی جیسے اہم نام کی خود نوشت ادیبوں اور عام قارئین کے لئے موضوعی اعتبار سے اہمیت رکھتی ہے ، سو ہے ۔

۳۰ گورکی ، میکسم : کڑوی کہانی :
ترجمہ : امیر اختر ،
دھلی : مکتبہ ضیاء ادب ۲۰۸۶ کوچہ ماہر خاں ، ۱۹۵۳ء
ص :۱۸۳ .
آپ بیتی ۔ گورکی کیG'Boss کا ترجمہ ۔ ایک طرح سے یہ.
آپ بیتی اس دور کی جگ بیتی بھی ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۶)

۳۱ گورکی ، میکسم : زندگی کی شاہراہ پر :
ترجمہ : رضیہ سجاد ظہیر ،
لاہور: پیپلز پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن
آپ بیتی ۔ ۱۸۶۸ء تا ۱۹۳۶ء تک کے زمانے میں گورکی کے لڑکپن

اور جوانی کے ساتھ ادھیڑ عمری کے ایام کی تفصیل۔ یہ کتاب 'بچپن' اور 'منزل کی تلاش' کے سلسلے کی درمیانی کڑی ہے۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۲ مسولینی : مسولینی کی آپ بیتی :
ترجمہ : بادشاہ حسین، سید ،
حیدر آباد
دکن : اعظم اسٹیم پریس ، ۱۹۳۹ء
خود نوشت۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کی آپ بیتی۔ ایک ترجمہ اکرام قمر کا بھی ملتا ہے۔
(حوالہ : ۸)

۳۳ مسولینی : مسولینی کی آپ بیتی :
ترجمہ : شیخ اکرام قمر ہوشیارپوری ،
لاہور : پنجاب لٹریچر کمپنی ،
خود نوشت۔ اٹلی کے ڈکٹیٹر کی آپ بیتی۔ ایک ترجمہ۔ بادشاہ چین کا بھی ملتا ہے جسے اس کتاب کا اوّلین ترجمہ کہنا چاہیے۔
(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۴ نپولین : نپولین بوناپارٹ شہنشاہِ فرانس :
ترجمہ : محمد مشتاق حسین ، گلزاری لال و گنگا پرشاد ،
لکھنؤ : نام مطبع ندارد ، ۱۸۷۱ء
ص : ۲۹۶
آپ بیتی۔ نپولین بونا پارٹ شہنشاہِ فرانس کی خود نوشت۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵ ، ۱۳)

۳۵ نہرو ، پنڈت جواہر لال : اٹھارہ مہینے ہندوستان میں :
ترجمہ : بشیر احمد انصاری ،
لاہور : نام مطبع ندارد ،
آپ بیتی۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۶ نہرو ، پنڈت جواہر لال : میری کہانی (دو جلدیں) :
ترجمہ : عابد حسین ، (ڈاکٹر) سید ،
دھلی: مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۳۶ء

آپ بیتی ۔ ۱۹۳۶ء تک کے سیاسی حالات کے ساتھ نہرو کی آپ بیتی ۔ اردو ترجمے میں لالہ لاجپت رائے ، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری جیسے مشاہیر کی تصاویر شامل کی گئی ہیں ۔ یہی ترجمہ زمانہ بک ڈپو کانپور نے ۱۹۳۷ء میں شائع کیا ۔ جیّد برقی پریس دھلی سے ۱۹۳۹ء میں طبع ہوا جس کی جلد اوّل ۳۶۷ اور جلد دوم ۵۴۸ صفحات پر مشتمل تھی ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۳)

۳۷ وجے لکشمی پنڈت : میری ڈائری :
ترجمہ : راجندر ،
لاھور : جے بند پبلشرز ،
ص : ۱۳

خود نوشت ۔ وجے لکشمی پنڈت کی نظر بندی ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۳ء کا روزنامچہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۲ ، ۱۳)

۳۸ ہٹلر ، اڈولف : میری جدوجہد :
ترجمہ : شانتی نرائن ،
لاھور : الیکٹرک پریس ، طبع اوّل : ۱۹۳۸ء
ص : ۳۸۶

خود نوشت ۔ یہ کتاب ۱۹۳۹ء تک انگریزی میں شائع ہو کر ۲۶ لاکھ کی تعداد میں فروخت ہو چکی تھی ۔ انگریزی میں چھپنے کے بعد ایک ماہ میں چھ ایڈیشن ھاتھوں ھاتھ بک گئے ۔ یہ ترجمہ نرائن دت سہگل لاھور نے بھی شائع کیا اس کتاب کا ایک ترجمہ تزکِ ہٹلری کے نام سے بھی شائع ہو چکا ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۹ ہٹلر ، اڈولف : تزکِ ہٹلری :
ترجمہ : ابراہیم علی چشتی ، محمد ،
لاہور : پاکستان ٹائمز پریس ، ۱۹۵۰ء
ص : ٦۹٦
آپ بیتی ۔ جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ ،میری جدوجہد، کے نام سے بھی ہوا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۰ ہوتست خانم ، مسز : امام غدر یعنی مسز ہوتست خانم انگلیسی کی درد ناک سرگزشت :
ترجمہ : سید ظفر احسن ،
لاہور : پنجابی پریس ، ۱۹۲۳ء
ص : ۱۷۲
۱۸۵۷ء کی ایک سرگزشت (آپ بیتی)
(حوالہ : ۱۱)

۴۱ ہیلن کیلر : میری داستانِ حیات :
ترجمہ : خادم محی الدین ،
لاہور : منظور عام پریس ،
ص : ۲۲۴

خود نوشت ۔ ہیلن کیلر کی آپ بیتی ۔ اس ترجمے کو اردو اکیڈمی لاہور اور قومی کتب خانہ لاہور والوں نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ١٦)

افسانہ

۴۲ آپ بیتیاں:

ترجمہ: تیرتھ رام فیروز پوری،

لاہور: کتابستان اردو، س ـ ن

افسانہ

(حوالہ: ۷)

۴۳ آسکر وائلڈ و دیگر: دھڑکتے دل:

ترجمہ: اختر شیرانی،

نام مطبع: ندارد،

افسانے ـ فرانسیسی، جرمن، روسی اور انگریزی افسانہ نگاروں جیسے آسکر وائلڈ، موپاساں، آئبون بیون، گالزوردی اور لامرتین کی تحریروں سے انتخاب و ترجمہ ـ

(حوالہ: ۲)

دھڑکتے دل ـ انتھالوجی نام مطبع و سن ندارد

متعدد نام / اختر شیرانی

یہ فرانسیسی، جرمن، روسی اور انگریزی افسانوں کے تراجم پر مبنی کتاب ہے ـ اس مجموعے میں بنگلہ اور فارسی افسانوں کے تراجم بھی شامل ہیں ـ

ہمارے موضوع سے متعلق آسکر وائلڈ (بیوہ کا راز) موپاساں (مردہ عورت) آئبون بیون (پہاڑی کھیت میں) نامعلوم (ماں کا دل) موپاساں (آرزو) گالزوردی (سیب کا درخت) نامعلوم (پاسپورٹ ـ نپولین کی محبوبہ ـ شہنائی ـ مولسری کے پھول) لامرتین (جدائی ـ سرودِ عشق) کے افسانے ہیں ـ

آسکر وائلڈ انگریزی رومانی تحریک کے دور آخریں کا نمائندہ اور رومانی بے راہ روی (شخصی) کی نمائندہ مثال ہے ـ آسکر وائلڈ کے افسانے

’بیوہ کا راز‘ کا جائے وقوع دھلی اور لکھنؤ ہے اور مرکزی کردار انہی شہروں سے متعلق ۔ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے کے مرکزی کردار Gerald اور لیڈی Alroy ہیں اور جائے وقوع لندن اور پیرس ۔ افسانے میں پیدا کردہ مشرقیت اختر شیرانی کا تصرف ہے ۔ اصل اور ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو :

"When mondy came round. I went to luch with my uncle, and about four O'clock found myself in the Marylebone road. My uncle, you know, lives in Regent's Park. I wanted to get to Piccadily, and took a short cut through a lot of shabby little streets. Suddenly I saw in front of me lady Alroy, deeply vaild and walking very fast."

’پیر کے دن مجھے صبح کا کھانا چچا جان کے ھاں کھانا تھا ۔ گیارہ بجے کے قریب میں نے اپنے آپ کو اجمیری دروازے کے قریب پایا ۔ تم جانتے ہو میرے چچا بلی ماراں میں رہتے ہیں ۔ مجھے جاوڑی پہنچنا اور مسافت سے بچنے کے لئے ایک دو مختصر اور غلیظ گلیوں سے گزرنا تھا ۔ ابھی میں پہلی گلی میں داخل نہ ہوا تھا کہ میں نے لیڈی شجاع کو برقع پہنے اسی زرد رنگ کی فٹن سے اتر کر گلی میں داخل ہوتے دیکھا‘ ۔ فرانسیسی افسانہ نگار موپاساں کے افسانے کا ترجمہ اختر شیرانی نے ’آرزو‘ کے عنوان سے کیا ہے ۔ یہاں بھی مشرقیت جگانے کی شعوری کوشش دکھائی دیتی ہے ۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

"Moon Light"

"Madame Julie Roubere was expecting her elder sister, Madame Henriethe Letore, who had just returned from a trip to Switzerland. The Letore household had left nearly five weeks before. Madame Henreathe had allowed her husband to return along to their estate in Calvadas, where some business required his attention, and had come to spend a few days in paris with her sister."

’شیریں رستم جی اپنی بڑی بہن فیروزہ کی منتظر تھی جو کشمیر کی سیاحت سے واپس آنے والی تھی ۔ دونوں بہنوں کو ایک دوسرے سے ملے پانچ ہفتے گزر چکے تھے اور آج فیروزہ اپنے شوہر کو راولپنڈی چھوڑ کر جہلم آرہی تھی ، تاکہ چند روز اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ گزارے‘ ۔

لامرتین کا تعلق فرانس کی رومانی تحریک سے تھا۔ مادام شارل کی موت سے متعلق اس کی مرثیہ نما نظم 'Meditations' اس کی شہرت کا اصل باعث ہے جبکہ "Les Confidence" (راز کی باتیں) "Le-Voyage en Orient" (مشرق کا سفر) "L'Histoire des Geradins" (زیروں دیں کی تاریخ) اور "Les Discours Politiques" (سیاسی خطبات) اس کی یادگار نثری تحریریں ہیں۔ اختر شیرانی نے ،جدائی، اور 'سرودِ عشق' کے نام سے اس کے انشائیوں کا ترجمہ کیا ہے۔ انشائیہ ،جدائی، سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

> 'ان مقامات میں ان سرچشموں سے جن کا میں اس قدر شیفتہ اور مشتاق ہوں، شرابِ لعل فام پیوں گا اور سرمست و سرشار ہو جاؤں گا۔ ان مقامات میں مجھے امیدوار عشق کی دولت حاصل ہو گی۔ اور ساتھ ہی وہ ایک وھمی اور تصوّری متاعِ عزیز، جس کی تمام روحیں آرزو مند رہتی ہیں اور جس کا ھماری فانی سرزمین پر کوئی نام نہیں '۔

۴۴ آلامِ حیات :
ترجمہ : ن۔ن،
کانپور : زمانہ بک ایجنسی، ۱۹۳۱ء،
افسانے۔ انگریزی کے معتبر افسانہ نگاروں سے انتخاب۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۴۵ آئرستان کے بہترین افسانے :
ترجمہ : رحیم،
لاهور : مکتبہ کائنات، س۔ن
افسانے۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰)

۴۶ ارونگ، واشنگٹن : نگارستان :
ترجمہ : نیاز فتح پوری،
لکھنؤ : نگار بک ایجنسی،
افسانے۔ انگریزی سے آزاد ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲، ۵)

۴۷ ارونگ، واشنگٹن : الحمرا کے افسانے :
ترجمہ : غلام عباس،
افسانے۔ 'Tales From Alhamra' سے ماخوذ و ترجمہ۔

کتاب میں 'عرب نجومی'، 'سنگ مرمر کی پریاں'، 'الحمرا کا گلاب'، 'شہزادہ احمد'، اور 'سحر زدہ سپاہی' ۵ افسانے شاملِ کتاب ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۸ اُس پار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : دائرہ ادبیہ ، س ۔ ن
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۴۹ انگریزی افسانے :
ترجمہ : عبدالقادر سروری ،
حیدر آباد
دکن : مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ ، ۱۹۳۱ء
افسانے ۔ انگریزی افسانوں کی انتھالوجی ۔ یہ ایک عظیم منصوبے کی تیسری جلد ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

یہ انتخاب مولوی عبدالقادر سروری نے کیا ۔ عالمی ادبیات سے تراجم کا یہ سلسلہ چودہ جلدوں میں شائع ہونا تھا ۔ ۱۹۳۱ میں کچھ جلدیں زیر طبع تھیں اور کچھ زیرِ ترتیب ۔ اس عظیم منصوبے میں اپنے عہد تک کے شاہکار تراجم کو یکجا کرنے کا جتن کیا گیا ۔ مثلاً تیسری جلد (انگریزی افسانوں سے متعلق) کا پہلا افسانہ 'معصوم شہزادی' جیوفری آف مان متھ (۱۱۵۴ ۔ ۱۱۰۰ء) کا ہے اور آخری افسانہ 'سیب کا درخت' کیتھرین مینسفیلڈ (۱۸۹۰ ۔ ۱۹۲۲ء) کا ۔
پہلی جلد 'قدیم افسانے' ۱۹۳۱ء سے قبل شائع ہوئی ۔
دوسری جلد 'چینی اور جاپانی افسانے' " " " " ۔
تیسری جلد 'انگریزی افسانے' " " " " ۔
اس کتاب میں افسانوں کے ساتھ عبدالقادر سروری صاحب نے مصنفین کے مختصر تعارفیے بھی شامل کئے ہیں ۔

۵۰ انگریزی افسانے :
ترجمہ : غلام عباس ،

افسانے۔ انگریزی افسانوں کے تراجم کی انتھالوجی۔
(حوالہ : ۲)

۵۱ بنے ، این۔ آر۔ کے : نیرنگ :
ترجمہ : ن۔ ن ،
نئی دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۳۲ء
افسانے۔ نئے دور کی خواتین سے متعلق افسانوں کا مجموعہ۔
انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲)

یہ کتاب آئنہ خانہ ہے جس میں زمانۂ حاضرہ کی انگریزی تعلیم یافتہ خواتین کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔

۵۲ بغیر اجازت :
ترجمہ : منٹو ، سعادت حسن ،
لاہور : ظفر برادرز ،
افسانے۔ روسی اور انگریزی افسانوں کا انتخاب و ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۳ بک ، پرل۔ ایس : عجیب لڑکی :
ترجمہ : قمر نقوی ،
لاہور : مقبول اکیڈمی ، ۱۹۶۳ء
ص : ۲۳۹
افسانے۔ 'Fourteen Stories' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳)

۵۴ بک ، پرل۔ ایس : زندگی بھر مسکرانی اور دوسری کہانیاں :
ترجمہ : یوسف ظفر ،
لاہور : مقبول اکیڈمی ، طبع اوّل ۱۹۶۵ء
افسانے۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۵ بلغارین افسانے :
ترجمہ : اظہر جاوید ،

لاہور: مطبوعاتِ تخلیق، ۱۹۷۱ء
افسانے۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۵۶ بوشر، ولف گینگ لینجن : جرمن ادب پارے :
ترجمہ : محمد اسلم فرخی، ڈاکٹر۔
لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ پاکستان، ۱۹۷۱ء
ص : ۳۸۸
افسانے۔ جرمن ادب سے مکمل انتھالوجی کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۵۷ بہترین ہسپانوی افسانے :
ترجمہ : رحیم۔
لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۴ء
افسانے۔ ۲۰ ویں صدی کے شاہکار افسانے۔ دوسری بار البیان لاہور نے شائع کیا۔
(حوالہ : ۲)

اس کتاب میں شامل افسانے انگریزی کی معرفت ترجمہ کئے گئے ہیں۔ ہسپانوی کہانیوں نے جو اسلوبیاتی اور موضوعاتی کروٹیں لی ہیں، ان کے نمونے ہسپانوی اور امریکی ہسپانیہ کی سرزمینوں سے فراہم کئے گئے ہیں۔

اصل ہسپانوی نژاد مختصر افسانہ میگویل دے سروانتس کے زورِ تخیل کا مرہون منت ہے اور اس کی ابتداء اس کی کتاب 'مثالی ناول' سے ہوتی ہے جو اوّل اوّل ۱۶۱۳ء میں شائع ہوئی تھی۔
بقول رحیم :

'اس مجموعے کا زیادہ حصہ اپنی ۲۰ ویں صدی کے ادباء کے شاہکاروں کا متحمل ہے۔ اختلافات کے باوجود ان میں ایک مشترک شے موجود ہے۔ آپ کو ان کی تحریروں میں روایتی ہسپانوی حسن کی مثالیت، تکمیل اور لطف و احتظاظ کم ہی ملے گا کہ ان کا پیغام زیادہ بھرپور، زیادہ انسانیت نواز اور ہمہ گیر ہو گیا ہے جس میں عالی ظرف

دل کی همدردی ، فہم و تفہیم اور ذهن و رُجحان شامل ہے ‘ ۔

(ص ۱۳ سے اقتباس)

کتاب میں هسپانوی افسانے کے ابتدائی خالقوں کارلوس وائلد اوک پینا، رامون ویل والئے انکلان اور میگونل دے سروانتس کے افسانوں بالترتیب ’گھر کی عزت‘ ، ’میری بہن انتونیا‘ اور ’خون کی کشش‘ کے علاوہ بین خامین سوبیر کاسو ، ایرناندوتیلنٹ ، رکاردوگیرالدیس ، ایملیا پار دوباثان ، پیوباروخا ، بیدرو انتونیو دے الارکون ، آرتورُوآلابارسے ، رومولوگالئے گوس اور رکاردوپالما کے افسانے شامل ہیں ۔

ترجمہ شدہ افسانوں سے دو ایک نمونے ملاحظہ ہوں :

۱ ’اس نے سر کو باڑ والے جنگلے کی بلندی سے اونچا اٹھایا اور هاتھوں کو خمیدہ کر کے ابروؤں پر یوں رکھا کہ مغفر کی اوٹ بن جائے اور پھر کمرے کے اندر جھانکنے لگا ۔ آدمی نیم اندھا تھا اور بینائی سے زیادہ حواس سے کام لے کر چولھے کی آگ کے سعلوں کو دیکھ رہا تھا ، جن کی لو کے آگے سے مبہم سائے بار بار آتے جاتے تھے ‘ ۔

(کارلو وائلد اوک پینا کے افسانے ’گھر کی عزت‘ ص ۱۵ سے اقتباس):

۲ ’موسم گرما کی ایک تپتی رات کا ذکر ہے ، ایک معمر شریف النفس هسپانوی اپنی بیوی، چھوٹے لڑکے ، سولہ سالہ لڑکی اور خادمہ کے ساتھ تولدو میں دریا کی سیر سے لوٹ رہا تھا ۔ رات درخشاں تھی اور گیارہ کا عمل تھا ۔ سڑک سنسان پڑی تھی ۔ چونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اس آسودگی کو تکان اتارنے کی خاطر برباد کر ڈالیں جو انہیں تولدو کے زیریں حصوں کے مرغزاروں میں آرام کرتے وقت نصیب ہوئی تھی ‘ ۔

(سروانتس کے افسانے ’خون کی کشش‘ ص ۴۷ سے اقتباس)

اب جدید هسپانوی افسانے سے ایک مثال ملاحظہ ہو :

’اگرچہ مجھے یاد نہیں رہا کہ وہ کون سا دن تھا مگر تھا وہ ۱۸۱۶ء کے اگست کا هی کوئی دن، جب غرناطہ کے کپتان جرنیل کے دروازے پر بردیا نامی ستر سالہ جپسی آیا ۔ اس کا پیشہ بھیڑیں مونڈنا تھا ۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کالے مریل گدھے پر سوار تھا ، جس کا ساز لے دے

کر ایک رسی تھی جو اس کی گردن میں پڑی ہوئی تھی ۔ گدھے سے اترتے ہی کہنے لگا :

'مجھے کپتان جرنیل سے ملنا ہے ' ۔

(پیدرو انتونیو دے الارکون کے افسانے "پیش گوئی" ۔ ص ۱۴۹ سے اقتباس)

۳ بین خامین سو بیر کاسُو کے افسانے کی ابتداء ملاحظہ ہو :

'کپتان جہاز کے دیدبان سے ادھر آ رہا تھا کہ چلّا اٹھا ۔ 'یہ کس کم بخت کے حکم سے راستے کا تختہ اوپر اٹھ رہا ہے؟ جہاز کی دستاویزات کے بغیر ہم کیسے سفر پر جا سکتے ہیں ؟' لہجے میں اک خشونت، اک تحکم تھا ۔ مگر اُفسر اوّل کے متین اور معمر چہرے پر نظر پڑتے ہی سب کچھ ماند پڑ گیا ۔

افسر بولا ۔ 'کپتان صاحب ! دمکلا سے دن بھر کا کام تو لیا جا چکا ہے ۔ ساری سہ پہر بھی مصروفیت ہی میں کٹی ہے ۔ اب اگر کام کرنے والے یہ لوگ جہاز کے ملازم نہیں ہیں تو سات تیس کے بعد آپ انہیں مزید ٹھہرا نہیں سکتے' ۔

دمکلے کے اوپر کے حصے کا عظیم حجم خوفناک نظر آتا تھا ۔ اس لمحے اس کے سرے پر کی تیز روشنی کے اجالے میں راستے کا تختہ ، جہاز اور بندرگاہ کے درمیان لٹکا ہوا ۔ بے حد خطرناک معلوم ہوتا تھا ۔

جہنم رسید کروا نہیں حضرت ! جہاز سرمایہ داروں کی سیاحت کا کوئی سفینۂ عیش نہیں ہے ' ۔ کپتان نے لال پیلا ہو کر لب کاٹتے ہوئے کہا ۔ ' اگر یہ لوگ اتنے ہی ناکارہ ہیں کہ ھمارا مال ٹھکانے پر نہیں لگا سکتے تو انہیں حاضر کرو میرے دفتر میں ۔ مجھے بھی تو کچھ معلوم ہو' !

افسر اوّل سایوں میں غائب ہو گیا اور ساری گودی پر خاموشی چھا گئی ۔ میل آلودہ جہاز پر مزدوروں کی ہائے و ہو تھم گئی تھی ۔ اس کی غیر مختتم جنبش پس و پیش اتنی جانی پہچانی چیز تھی کہ ادھر دھیان نہیں جاتا تھا ۔ جب دمکلے نے راستے کے تختے کو اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے جہاز اور بندرگاہ کو متحد کر دیا تو اسکی زور دار گھن گرج اور کپتان کی کرخت آواز سے چھائے ہوئے سکوت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ' ۔

(افسانہ .بحری نمک، سے اقتباس)

۵۸ پراسرار اجنبی :
ترجمہ : گوپال متل ،
لاہور : نیشنل اکاڈمی ، ۱۹۴۰ء
افسانے ۔
(حوالہ : ۷، ۹)

۵۹ پراسرار افسانے :
ترجمہ : سردار حسین ،
لکھنؤ : کتاب نگر ، دین دیال روڈ : طبع اوّل : ۱۹۷۸ء ،
ص : ۱۳۶
نو افسانوں
کا مجموعہ ۔ اس میں رابرٹ آئیک مین ، ولکی کانس ، ولیم ہائن
مین ، ایم ۔ آر جیمس ، موپاساں ، کارٹر ڈکسن ،
رچرڈ کانل ، ڈلسی گرے ، فلاڈیا رچرڈسن کے پراسرار
افسانے شامل ہیں ۔
(حوالہ : ۱۰، ۱۱)

۶۰ پو ، ایڈگرایلن : سانس کی پھانس :
ترجمہ : ابن انشا ،
لاہور : شیش محل کتاب گھر بہ اشتراک موسّسہ فرینکلن ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۶۱ پو ، ایڈگرایلن : وہ بیضوی تصویر :
ترجمہ : ابن انشا ،
لاہور : شیش محل کتاب گھر بہ اشتراکِ موسّسہ فرینکلن ،
افسانے ۔ ترجمہ دوسری بار کلاسیک دی مال لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۶۲ پو ، ایڈگرایلن : عطر فروش دوشیزہ کے قتل کا معمہ :
ترجمہ : ابن انشا ،

لاہور : شیش محل کتاب گھر بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

٦۳ پو ، ایڈگرایلن : چہ دلاور است دزدے :
ترجمہ : ابن انشا ،
لاہور : شیش محل کتاب گھر بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

٦۴ پو ، ایڈگرایلن و دیگر : پراسرار وادی :
ترجمہ : میرزا ادیب ،
لاہور : تخلیق مرکز ۳۳ شاہ عالم مارکیٹ ، س ۔ ن
افسانے ۔ ایڈگرایلن پو ، مارک ٹوین ، واشنگٹن ارون ،
ولیم جیمز ، ہرمن میلول اور ہاتھارن جیسے اہم ناموں
کے ۱۴ منتخب افسانوں کا انتخاب ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦۵ پو ، ایڈگرایلن : اندھا کنواں اور دیگر کہانیاں :
ترجمہ : ابن انشا ،
لاہور : شیش محل کتاب گھر ۔
افسانے ۔ یہ ترجمہ دوسری بار موسسہ فرینکلن کے تعاون کے
ساتھ لارک پبلشرز کراچی نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳ ، ۱٦)

'وہ بیضوی تصویر' اور 'اندھا کنواں'
(ترجمہ: ابن انشا) پر اظہار خیال کرتے ہوئے جیلانی کامران لکھتے ہیں :

'ایڈگر ایلن پو کی کہانیاں جس فضا، نفسیاتی تجزیے اور طرز تحریر کی نمائندگی کرتی ہیں، انہیں دنیا کے ادبی سرمائے میں رومانی تحریک سے منسوب کیا گیا ہے ۔ یہ کہانیاں ایک ایسے عجیب و غریب اور طلسمی حکایت نامے سے پیدا ہوتی ہیں، جنہیں افسانہ نگار کا ذہن اپنے داخلی

تجربے کی روشنی میں دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ انگریزی زبان میں ان کہانیوں کی تاثیر جادو کا اثر رکھتی ہے۔

جہاں تک ابن انشا کے ترجمے کا تعلق ہے، ابن انشا کی طرز تحریر صرف چند ایک واقعات کی طرز تحریر ہے، اور شاید اسی لئے بعض مقامات پر اس طرز تحریر سے ابہام پیدا ہو گیا ہے۔ بعض اوقات تو ترجمہ اردو کے بجائے انگریزی دکھائی دیتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ترجمہ کو انگریزی زبان پر کوئی خاص عبور حاصل نہیں ہے۔

زیر نظر تراجم کئی بار پڑھنے کے باوجود وہ طلسم قائم نہیں ہوتا جو انگریزی میں لکھی ہوئی ایڈگرایلن پو کی کہانیوں سے مخصوص ہے۔ ممکن ہے یہ تاثر صرف اس لئے پیدا ہوا ہو کہ بعض لوگ انگریزی کی کہانیوں کے مقابلے میں اردو کے تراجم سے ذرا کم متاثر ہوتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تراجم ایک عام اردو دان قاری کے لئے بھی کوئی جاذبیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اوّل تو ان کی زبان ناقابل فہم ہے اور دوسرے وہ فضا بھی پوری طرح ترجمے میں جذب نہیں ہوتی جس کے لئے ایڈ گرایلن پو کا نام افسانے کی دنیا میں مشہور ہے۔ ان دو باتوں کے باعث یہ تراجم قاری کو پوری طرح مطمئن کرنے میں ناکام ثابت ہوتے ہیں'۔

— 'صحیفہ' لاہور اپریل ۱۹۶۳ء سے اقتباس – ص ۸۵ – ۸۶

اب افسانہ، وہ بیضوی تصویر، (مشمولہ: 'وہ بیضوی تصویر' ص ۱۳۷) سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:
افسانے کا ابتدائیہ —

'میرے اردلی نے مجھے شدید زخمی حالت میں رات بھر باہر کھلے میں چھوڑنا پسند نہ کیا اور زبردستی ایک حویلی میں جا گھسا۔ یہ حویلیاں جن میں دھندلکے اور ہیبت کی کیفیتیں ملی جلی ہوتی ہیں، ایپی نائنزے کے نواحات میں پرانے وقتوں سے کھڑی ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس حویلی کو لوگ ابھی حال میں چھوڑ کے گئے ہیں اور عارضی طور پر ہم نے ایک چھوٹے سے کمرے میں ڈیرہ جمایا، جس میں فرنیچر کی قسم کی چیزیں بہت کم تھیں۔ یہ کمرہ عمارت کے ایک دور افتادہ برج میں واقع تھا۔ اس کے اندر جو آرائشی نقوش تھے وہ بہت سبک اور نفیس تھے۔ لیکن بہت

پرانے زمانے کے اور خستہ حالت میں۔ دیواروں پر پردے لٹک رہے تھے اور جہاں تہاں طرح طرح کے نقافتی نشانات آویزاں تھے۔ اس کے علاوہ بہت نفیس قسم کی جدید روغنی تصویریں بہت بڑی تعداد میں طلائی گلکاری کے کام کے فریموں میں جڑی ہوئی تھیں' ۔

افسانہ 'زندہ درگور' (مشمولہ: 'وہ بیضوی تصویر') کے اختتامیہ سے ایک اقتباس دیکھتے چلئے:

' ــــ ایسے لمحات ہماری زندگی میں آتے ہیں جب عقل و ہوش کی نگاہ سے ہی یہ پُر آلام دنیا دوزخ کا نمونہ نظر آتی ہے لیکن انسان کا تخیل کوئی کراتھس نہیں ہے کہ اس لئے ہر غار میں انسان کھوج لگانے کے لئے بے خوف اتر جائے۔ قبر کے خوف کے بھوتوں کو محض واہمے کی پیداوار تو نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ان عفریتوں کی طرح جن کی ہمراہی میں افراسیاب نے اوکس کا پُرآشوب سفر طے کیا تھا۔ ان کا سوئے رہنا ہی اچھا ہے ورنہ یہ ہمیں پھاڑ ڈالیں گے۔ چبا لیں گے۔ ان کے نیند میں مست رہنے ہی میں خیر ہے۔'

(ص ۱۳۴ سے اقتباس)

٦٦ پہلی کتاب:
مرتّبہ : اجمل کمال ،
حیدر آباد
سندھ : ۲۰۵ ۔ ای یونٹ ۹ لطیف آباد ، اگست ۱۹۸۱ء
افسانے/
شاعری۔ خورخے لوئس بورخیس کے تراجم شامل کتاب ہیں
(حوالہ: ۲)

اس تحریروں کے انتخاب میں خورخے لوئس بورخیس کی نظم، مضمون اور افسانے (ترجمہ) شائع کیے گئے ہیں۔

ہسپانوی دنیا کا عظیم ادیب، شاعر اور فلاسفر بورخیس ۲۴ اگست ۱۸۹۹ء میں بیونس آئرس، ارجنٹینا میں پیدا ہوا۔ اس نے ۱۹۲۱ء میں اسپین کی Ultraism تحریک کو متعارف کروایا۔ اس کی شہرت کا باعث کہانیوں کے مجموعے:

‘A Uuniversal History of Infamy’ (۱۹۳۵ء) ‘Ficciones’ اور ‘El Aleph’ ہیں ۔ انگریزی زبان میں وہ اوّل اوّل ۱۹۶۰ء میں ترجمہ ہوا اور عالمگیر شہرت حاصل کر گیا ۔ آج کل بینائی کے رفتہ رفتہ زائل ہو جانے کے سبب بیونس آئرس (آبائی وطن) میں مقیم ہے اور لکھنے کا عمل جاری ہے ۔ اس کی تحریروں میں اندھے آدمی کی نفسیات اور جزئیات نگاری خصوصی توجہ کی حامل ہیں ۔

اس انتخاب/مجموعہ میں اس کی نظم ‘Elegy’ کا نثری ترجمہ اسد محمد خان نے کیا ہے ، اس سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

‘میں جتنے برس تاریکی میں پڑا رہا ان کا شمار بھول چکا ہوں ۔ ہر چند کہ میں کبھی جوان تھا اور اس قید خانے میں چل پھر سکتا تھا، اب میں کچھ نہیں کرتا، بس اپنی موت کی مدار میں انتظار کرتا ہوں ، اس خاتمے کا جو انھوں نے میرے لئے تیار کر رکھا ہے ۔ میں نے اپنے وقت میں چقماق کے لانبے خنجر سے قربان کئے جانے والوں کے سینے چاک کئے ہیں ، مگر اب کسی افسوں کے بغیر میں خود کو خاک سے اٹھا بھی نہیں سکتا ۔‘

(‘دستِ خُداوند کی تحریر‘ ۔ ص ۱۶۹ سے اقتباس)

افسانہ ‘کرشمہ مخفی‘ گول کھنڈر (افسانہ)، ‘بابل کی لاٹری‘ (افسانہ) اور ‘مینار بابل کی لائبریری‘ (افسانہ) کے تراجم اجمل کمال نے پیش کئے ہیں ۔

حکایات کے تراجم میں ‘انفرنو ۔ ۱ ۔ ۳۲ ‘ (ترجمہ صلاح الدین محمود) ، ‘بورخیس اور میں‘ (ترجمہ: اجمل کمال) اور ‘سب کچھ اور کچھ نہیں‘ (ترجمہ: اجمل کمال) شامل کتاب ہیں ۔ بورخیس کے لکھے مضمون ‘کافکا اور اس کے پیشرو‘ کا ترجمہ اجمل کمال نے کیا ہے ۔
اجمل کمال کے کئے ترجمہ سے دو اقتباسات مّلاحظہ ہوں:

‘یہ دوسرا، جو بورخیس کہلاتا ہے ، وہ ہے جس کے ساتھ واقعات پیش آتے ہیں ۔ میں بیونس آئرس کی گلیوں سے گزرتے ہوئے کسی ہال کے دروازے کی محراب اور پھاٹک کی جالیوں پر ایک نگاہ کرنے کی غرض

سے ، اب شاید میکانیکی طور پر ، ایک لمحے کے لئے رک جاتا ہوں ۔ میں بورخیس کو اس کی ڈاک سے جانتا ہوں اور اس کا نام پروفیسروں کی فہرست یا کسی سوانحی لغت میں دیکھتا ہوں ۔ مجھے ریت گھڑیاں ، نقشے ، اٹھارویں صدی کے چھاپے کے حروف ، کافی کا ذائقہ اور سٹیونسن کی نثر پسند ہے ۔'

('بورخیس اور میں' ص ۲۰۳ سے اقتباس)

'ابتدا میں اس کے خواب منتشر تھے ، کچھ عرصے بعد ان کی نوعیت منطقی سی ہو گئی ۔ اجنبی نے خواب دیکھا کہ وہ ایک گول تماشاگاہ کے درمیان میں ہے جو کسی نہ کسی طرح یہ جلا ہوا معبد ہے ۔ نشستوں کی قطاریں خاموش طالبعلموں کے بادلوں سے پر ہیں ۔ آخر میں بیٹھے ہوؤں کے چہرے صدیوں دور اور ایک کائناتی بلندی پر آویزاں معلوم ہوتے تھے ، لیکن بالکل واضح اور مکمل تھے ۔ آدمی انہیں علم الابدان ، ترکیب کائنات اور طلسم کا سبق دے رہا تھا ۔ وہ چہرے اسے احتیاط سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے تھے ، جیسے وہ اس امتحان کی اہمیت سے باخبر ہوں جو ان میں سے کسی ایک کو اس بے حقیقت وجود کی حالت سے نکال کر اسے حقیقت کی دنیا میں داخل کر دے گا ۔ آدمی نے خواب میں ، اور خواب سے جاگ کر ، اپنے خیالی پیکروں کے جوابات پر غور کیا ۔ وہ عیاروں کے فریب کا شکار نہیں ہوا، اس نے بعض پیچیدگیوں میں ایک بڑھتی ہوئی ذہانت کو محسوس کیا ۔ وہ ایک ایسی روح کی تلاش میں تھا جو کائنات میں شرکت کی مستحق ہو ۔

نو یا دس راتوں کے بعد وہ کچھ تلخی سے اس نتیجے پر پہنچا کہ وہ ان طالبعلموں سے کوئی توقع نہیں کر سکتا جو اس کے نظریات کو مجہول انداز میں قبولتے، لیکن اسے ان سے کچھ امید ہو سکتی ھے جو کبھی کبھار کسی معقول اختلاف کا آغاز کرتے ہیں ۔ اوّل الذکر طلبا اگرچہ محبت اور شفقت کے مستحق ہیں لیکن افراد کے رتبے پر نہیں پہنچ سکتے ۔ آخرالذکر طلبا پہلے ھی سے ان سے کچھ زیادہ وجود رکھتے تھے ۔ ایک سہ پہر (اب اس کی سہ پہریں بھی نیند کی نذر ہوتی تھیں ، اب وہ صرف صبح کے وقت چند گھنٹوں کے لیے جاگتا تھا) اس نے اس خیالی درس

گاہ کو ہمیشہ کے لئے نابود کر دیا اور صرف ایک طالبعلم کو باقی رکھا۔ وہ ایک خاموش لڑکا تھا، زرد رنگت والا، کچھ کچھ ضدی۔ اس کے تیکھے نقوش خواب دیکھنے والے کے نقوش کو دوھراتے تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے یکایک معدوم ہو جانے سے بہت دیر تک پریشان نہیں رہا۔ چند خصوصی اسباق کے بعد اس کی ترقی نے اس کے استاد کو متحیر کر دیا۔ اس کے باوجود مصیبت تعاقب میں رہی۔'

('گول کھنڈر' از بورخیس سے اقتباس)

٦٧ ٹالسٹائی، کاؤنٹ لیو : ٹالسٹائی کے افسانے :
ترجمہ : اکرام قمر،
لاھور : لاجپت رائے، ۱۹۳۰ء
افسانے۔
(حوالہ : ۲، ۷)

٦٨ ٹالسٹائی، کاؤنٹ لیو : گناہِ غربت :
ترجمہ : ن۔ن،
لاھور : نرائن دت سہگل، ۱۹۳۱ء
افسانے۔
(حوالہ : ۷)

٦٩ ٹالسٹائی، کاؤنٹ لیو : مورکھ راج :
ترجمہ : ن۔ن،
لاھور : کتابستان اردو، س۔ن
افسانے۔ روسی افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ،
(حوالہ : ۷)

٧٠ ٹالسٹائی و ایم۔ لیول وغیرہ : نقوشِ ادب :
ترجمہ : اکرام قمر و پیر عبیدی،
لاھور : فیروز سنز لیمٹڈ پاکستان، ۱۹۵۴ء
افسانے۔ ٹاسٹائی کا الباس (ترجمہ : اکرام قمر) ایم۔ لیول کی 'بھکاری' (فرانسیسی سے ترجمہ : پیر عبیدی)۔

ایک نامعلوم مصنف کا افسانہ ،ایک پاؤنڈ کا نوٹ،
(ترجمہ : پیر عبیدی) شاملِ کتاب ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۷۱ ٹیگور ، رابندر ناتھ : ذراتِ مضطرب :
ترجمہ : منصور احمد ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
طویل
مختصر
افسانہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۷۲ ٹیگور ، زوناگیل ، سیتاچیٹرجی وغیرہ : افسانہائے عشق :
ترجمہ : حامد علی خاں ، مولانا ،
لاھور : مرکنٹائل پریسں چیمبرلین روڈ ، س ۔ ن
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

کتاب میں کل سات افسانے شامل ہیں ۔ دیباچہ منصور احمد نے لکھا ہے ۔ 'شاعر کی شکست' ، 'پوسٹ ماسٹر' اور 'جوگن' رابندر ناتھ ٹیگور کے تین افسانے ہیں جبکہ 'غم نصیب' ١ سیتا چیٹر جی اور 'ناکام' سیتا چیٹرجی کے دو افسانوں کے ساتھ 'عدنان' زوناگیل کے افسانے 'بیل نیب' کا تصرف کے ساتھ ترجمہ ہے ۔ 'بلاکِ آرزو' کے مصنف کا نام نہیں دیا گیا ۔

رابندر ناتھ ٹیگور ، سیتا چیٹر جی اور سیتا چیٹر جی (بنگالی اخبار نویس بابو راما نند چیٹر جی کی بیٹیاں) کے بنگالی افسانے انگریزی کی معرفت ترجمہ کئے گئے ــــ ٹیگور کے افسانے 'جوگن' سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

'جب میں اس کے کھانے کی چیزیں تیار کرتی تھی تو میرے ھاتھوں کے انگلیاں بھی گویا فرطِ مسرت سے گانے لگتی تھیں ۔'

کتاب میں شامل ساتوں افسانے محبت کی ناکامی کے موضوع پر غم و حرماں کی تصویریں ہیں۔

۷۳ ٹیگور ، رابندر ناتھ : خاموش حسن :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
افسانے ۔ بنگلہ افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۱۹۳۹ء
سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۷۴ ٹیگور ، رابندر ناتھ : اتیاچار :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
راول پنڈی : لکشمی دیو ناگیہ ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۷۵ ٹیگور ، رابندر ناتھ : خاموش محبت :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : نیشنل لٹریچر کمپنی ، ۱۹۴۳ء
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۷۶ ٹیگور ، رابندر ناتھ : بیوہ :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : فرنٹیر بکڈپو ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۷۷ ٹیگور ، رابندر ناتھ : پردیسی :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : رام دتہ مل ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۷۸ ٹیگور، رابندر ناتھ : سچی پوجا :
ترجمہ : ن – ن ،
لاہور : نیشنل پریس، ۱۹۳۴ء ،
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۷۹ ٹیگور، رابندر ناتھ : ناسور :
ترجمہ : ن – ن ،
دھلی : محبوب المطابع، س – ن ،
افسانے ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۸۰ ٹیگور، رابندر ناتھ : ٹیگور کے افسانے :
ترجمہ : ن – ن ،
لاہور : آزاد بکڈپو، س – ن ،
افسانے ۔ بنگلہ افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۸۱ جاسوسی قصّے :
ترجمہ : ن – ن ،
پانی پت : نام مطبع ندارد، طبع اوّل : ۱۹۰۲ء ،
جاسوسی افسانے ۔ انگریزی اور فرانسیسی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۸۲ جلاوطن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروزپوری ،
لاہور : جنرل بکڈپو، س – ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۸۳ جنت و جہنم :
ترجمہ : سیتا دیوی چٹرجی ،
لاهور : نرائن دت سہگل ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۸۴ چار سو بیس عورتیں :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاهور : دائرہ ادبیہ ، س ۔ ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۸۵ چیخوف ، تورگنیف وغیرہ : آسیہ اور دوسری کہانیاں :
ترجمہ : منظور حسین ۔ خواجہ ،
لاهور : وین گارڈ ، دی مال ، ۱۹۸۴ء ،
افسانے ۔ سہز مونیوف ، ترگنیف، چیخوف ، سولوکب ، کیتاریف اور ایوانوف کے روسی افسانوں کے تراجم انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ٦ ، ١٦)

۸٦ چینی جاپانی افسانے :
ترجمہ : عبدالقادر سروری ،
افسانے ۔ چینی اور جاپانی زبان سے افسانوں کا انتخاب ، انگریزی کی معرفت ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع هوا ۔
(حوالہ : ۴)

۸۷ حامد خلیل ، پروفیسر : ایک ترک کا روزنامچہ :
ترجمہ : انشاء اللہ ،
روزنامچہ : ترک پروفیسر جو ینگ ٹرکش پارٹی کا ممبر بھی تھا کے انگریزی روزنامچے کا ترجمہ معہ اسکے غلط بیانات کی تردید کے ۔ یہ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع هوا ۔
(حوالہ : ۴)

۸۸ خواب پریشاں :
ترجمہ : عنایت اللہ دهلوی ،
دهلی : شاہ جہان بک ایجنسی ، س ۔ ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۸۹ خودکشی کی انجمن :
ترجمہ : سالک ، عبدالمجید ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۳۸ء ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۹۰ داستان :
ترجمہ : عابد علی عابد ، سید
لاہور : ہاشمی بکڈپو ، س ۔ ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۹۱ دنیا کی رنگین مزاج عورتیں :
ترجمہ : مہدی علی خاں ، راجہ ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۹۲ دنیا کے بہترین افسانے :
انتخاب و ترجمہ : منصور احمد ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۹۲۵ء ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

۹۳ دنیا کے بہترین افسانے :
ترجمہ : بالکرشن موج ،
لاہور : راجپال اینڈ سنز ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ مختلف مغربی افسانہ نگاروں کے افسانوں کا انتخاب انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۹۴ دنیا کے شاہکار افسانے (تین جلدیں) :
انتخاب و ترجمہ : عبدالقادر سروری ، پروفیسر ،
حیدر آباد دکن : مکتبۂ ابراہیمیہ پریس ، ۱۹۲۷ء ،
جلد اوّل (قدیم افسانے) جلد دوم (انگریزی افسانے) جلد سوم (چینی اور جاپانی افسانے) تیسری جلد میں سروری کے ساتھ مخدوم محی الدین اور دوسری جلد میں افتخارالدین، معین الدین اور خواجہ میر بھی شریک کار رہے۔ تیسری جلد ۱۹۳۰ء اور دوسری ۱۹۳۱ء میں طبع ہوئی۔
(حوالہ : ۲، ۸)

۹۵ دنیا کے عظیم ترین سچے افسانے :
ترجمہ : گوپال متّل ،
لاہور : پنجاب لٹریچر کمپنی ، س ۔ ن ،
افسانے ۔
(حوالہ : ۷)

۹۶ دنیا کے قدیم افسانے :
انتخاب و ترجمہ : عبدالقادر سروری ،
حیدر آباد دکن : مکتبہ ابراہیمیہ پریس ، ۱۹۲۷ء ،
افسانے ۔ مصر ، یونان ، روم ، ایران ، عرب اور ہندوستان کے قدیم منتخب افسانے ۔ ۲۵ افسانوں میں سے بیشتر انگریزی کی معرفت ترجمہ ہوئے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۸)

۹۷ دھارنن، ایڈتھ : بدلا ہوا زمانہ و دیگر افسانے :
ترجمہ : صلاح الدین احمد ، مولانا ،
لاہور : پبلشرز یونائیٹڈ لیمٹڈ انارکلی ، ۱۹۶۰ء ،
افسانے ۔ ۷ افسانوں کے مجموعے کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ , ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

اس مجموعے میں 'رُوسی بخارا' ، 'بُلاوا' ، شب گرفتہ مسافر ' ، بدلا ہوا زمانہ' ، 'دُوسرے دونوں' اور 'زنگو' وغیرہ کل سات افسانے شامل ہیں:

آخرالذکر افسانے کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

'اس خاموشی میں دروازے پر کسی نے دستک دی اور قلی نے اپنا سر اندر داخل کرتے ہوئے کہا: 'میں صرف یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ صبح جہاز پر کتنے عدد لادے جائیں گے ؟ '

ان الفاظ کو سن کر اسے احساس ہوا جیسے اس باریک پردے کے پرخچے اڑ گئے ہیں اور وہ ایک دفعہ پھر حقیقی ماحول میں حرکت کر رہی ہے ۔

'خدایا، مجھے کبھی یاد ہی نہیں رہتا ۔ ایک منٹ ٹھہرو، میں اپنی خادمہ سے پوچھ کر بتاتی ہوں ۔ '

اس نے خواب گاہ کا دروازہ کھولا اور آواز دی -- 'آینٹ' !

۹۸ ڈلنز ، چارلس : ارغوان زار :
ترجمہ : احمد حسین خاں ، خاں ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۳ ، ۱۶)

۹۹ ڈیٹرشن ، وولف (مرتّب) : بُھوٹ :
ترجمہ : ممتاز شیریں ،
لاہور : فیروز سنز لیمٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن ،
افسانے ۔ جرمن افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ .. مختلف افسانہ نگاروں سے متعلق انتھالوجی ۔

(حوالہ: ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۰ رابنسن ، فرینک و دیگر : خلانوردوں کے افسانے :
ترجمہ : محمد سلیم الرحمٰن ،
لاہور : نیا ادارہ سرکلر روڈ ،
افسانے ۔ فرینک رابنسن ، والٹ شیلڈن ، آرتھر ، سی کلارک ، بل براؤن ، رے بریڈ بری ، آئزک ازیموف اور روبرٹ مورولیمز وغیرہ کی سائنس فکشن سے انتخاب و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۰ روسی افسانے :
ترجمہ : منٹو ، سعادت حسن ،
لاہور : دارالادب پنجاب ، ۱۹۳۴ء ،
افسانے ۔ روسی افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰ روسی افسانے (دو جلدیں) :
انتخاب و ترجمہ : محمد مجیب ، پروفیسر ،
دھلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ۱۹۴۰ء ،
افسانے ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۸)

۱۰۱ روسی افسانے :
ترجمہ : راحت ،
لاہور : کتابستان اردو ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ روس کے نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا انتخاب ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰۲ سنبلستان :
ترجمہ : انتظار حسین ،

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : گیلانی الیکٹرک پریس ، ۱۹۲۶ء ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ اصل افسانے بنگلہ زبان میں ہیں ۔
(حوالہ : ۲، ۷، ۱۱)

۱۰۵ سیر گُل :
ترجمہ : جلیل احمد قدوائی ،
کانپور : زمانہ بک ایجنسی ، ۱۹۳۸ء ،
افسانے ۔ روسی افسانوں کا انتخاب و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۰۶ عشق اور موت :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
راول پنڈی : لکشمی دیو ناگیہ ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے
(حوالہ : ۷)

۱۰۷ فرانسیسی افسانے :
مرتّبہ : عبدالقادر سروری ،
ترجمہ : عزیز احمد ،
افسانے ۔ فرانسیسی سے انگریزی کی معرفت انتخاب و ترجمہ
۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۰۸ فریبِ نظر :
ترجمہ : طاہر جمیل ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۰۹ کاروانِ خیال :
ترجمہ و ترتیب : شعبہ تصنیف و تالیف فیروز سنز لمیٹڈ ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن ،
ص : ۲۴۴

افسانے ۔ انگریزی، بنگلہ، روسی اور فرانسیسی افسانوں کا انتخاب ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۱۰ کاروانِ زار :
ترجمہ و ترتیب : شعبہ تصنیف و تالیف فیروز سنز لمیٹڈ ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن ،
ص : ۲۳٦
افسانے ۔ انگریزی ، فرانسیسی ، بنگلہ اور روسی افسانوں کا انتخاب ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۱۱ کاشنٹر ، ماری (مرتب) : موٹی بچّی :
ترجمہ : ممتاز شیریں ،
لاہور : فیروز سنز لیمٹڈ پاکستان ،
افسانے ۔ (انتھالوجی) جرمن افسانوں کا انتخاب ، انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱، ۱٦)

۱۱۲ ۱۱۲ کافکا، فرانز : کافکا کے افسانے :
ترجمہ : نیّر مسعود ،
لکھنؤ : ادبستان، دین دیال روڈ، طبع اوّل : ۱۹۷۸ء ،
ص : ۹٦

کتاب میں جرمن کہانی کار کی چھوٹی بڑی ۲۰ تحریریں ترجمہ کرنے کے ساتھ مصنف کے بارے میں سوانحی و دیگر معلومات شامل کی گئی ہیں ۔

۱۱۳ کانن ڈائل،سرآرتھر : بحر جاسوسی :
ترجمہ : نوازش علی خاں لاہوری ،
افسانے ۔ شرلاک ہومز سلسلے کی جاسوسی کہانیو کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا
(حوالہ : ۱۱۳)

۱۱۴ کرین ، اسٹیفن و دیگر : ناؤ اور دوسری کہانیاں :

لاہور : آئینہ ادب ، ۱۹۵۸ء ،
افسانے ۔ سٹیفن ونسٹ بینٹ ، اسٹیفن کرین اور ٹرومین کپوٹ کے
چار افسانے شاملِ کتاب ہیں ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۶)

اس مجموعے میں سٹیفن ونسٹ بینٹ، سٹیفن کرین اور ٹرومین کپوٹ کی چار کہانیاں شامل کی گئی ہیں ۔ بینٹ (وفات: ۱۹۴۳ء) کی دو کہانیاں اس مجموعے کی زینت ہیں ۔ (۱) شیطان اور (۲) دانیال ویبسٹر

یہ دونوں کہانیاں امریکہ میں فلمائی بھی جا چکی ہیں اور اسٹیج پر اوپیرا کے طور پر خاصی مقبول رہی ہیں ۔

سٹیفن کرین کی کہانی 'ناؤ' اور ٹرومین کپوٹ کی کہانی 'سالگرہ' اس مجموعے کی دیگر دو کہانیاں ہیں جو بنیادی صداقتوں اور انسانی نفسیات پر گرفت کے باعث دونوں افسانہ نگاروں کو اہمیت دلاتی ہیں ۔ انتظار حسین نے اس کتاب میں ترجمے کو تخلیق کا درجہ دلانے کا جتن کیا ہے ۔

کرین ، اسٹیفن : دلہن :
۱۱۵ ترجمہ : جاوید صدیقی ،
لاہور : یونائیٹڈ بک ڈپو لیمٹڈ ، ۱۹۶۰ء ،
ص : ۲۸۸
افسانے و کہانیاں ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

اسٹیفن کرین نے امریکی خانہ جنگی کی داستان ایک عینی شاہد کی طرح لکھی ہے ۔ اس موضوع سے متعلق اس کے دو افسانے
The Open Boat اور Bride Comes To Yellow Sky
خاصے مقبول ہوئے ۔ یہ دونوں افسانے اس کتاب میں 'کشتی' اور 'دلہن' کے ناموں سے شامل ہیں ۔ ان دو افسانوں کے علاوہ سات دیگر افسانے اور کہانیاں انسان کی چھوٹی موٹی کمزوریوں اور فطری نیک دلی و سادگی جیسے عام موضوعات سے متعلق ہیں ۔ لیکن کرین نے ان کہانیوں کو لکھتے وقت اپنے اخبار نویسی کے تجربے کو کچھ اس

طرح شامل کیا ہے کہ وہ شاہکار بن گئی ہیں ۔

ان شاہکار کہانیوں کے ترجمہ کو گوارا کہا جا سکتا ہے ۔ نظرثانی سے ترجمے کی چھوٹی موٹی کوتاہیاں دور کی جا سکتی ہیں ۔ لاپرواہی سے کئے گئے ترجمہ کی ایک مثال ملاحظہ ہو :

'سیاہ چہرے والے کھانستے ڈین کے عین سامنے جو ایک عفریت کی طرح آگے بڑھ رہا تھا ۔ ایک زخمی آدمی شکستہ جسم کو اٹھائے ہوئے نظر آیا اور سپاہیوں کے اس غول کو اپنی طرف بڑھتے دیکھنے لگا ۔ اسے یہ محسوس ہوا کہ اس کا روندا جانا یقینی ہے ۔ اس نے بچنے کی ایک مایوسانہ اور ترس آلود کوشش کی ---'

۱۱۶ کویلے ، سیگرڈ (ترتیب و انتخاب) : ہمعصر جرمن افسانے :
ترجمہ : ممتاز شیریں ، محمد سلیم الدین ،
لاہور : فیروز سنز لیمٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن ،
افسانے ۔ جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۱۷ کبرو : سنگم اور سائے :
ترجمہ : عبدالقدیر رشک ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۱۸ گاشہ ، تھیوفیل وغیرہ : دنیا کے شاہکار افسانے (تین جلدیں) :
مرتّبہ : عبدالقادر سروری ،
حیدر آباد دکن : مکتبہ ابراہیمیہ ، طبع اوّل ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۳ ۔ ۱۹۲۲ء
افسانے ۔ انتھالوجی ۳ جلدوں پر مشتمل تھی ۔ جرمن افسانے ۔ فرانسیسی افسانے ۔ انگریزی افسانے نیز چینی ، جاپانی ، رومی اور ولندیزی افسانے نامی جلدوں میں غلام عباس ، عزیز احمد ، ڈاکٹر تاثیر ، مخدوم محی الدین ، خواجہ میر ، صوفی تبسّم ، معراج الدین شامی ، افتخار الدین ، معین الدین اور بدرالدین بدر کے تراجم شامل تھے ۔ تیسری جلد ۱۹۳۰ء اور دوسری جلد ۱۹۳۱ء

میں شائع ہوئی ۔

۱۱۹ (حوالہ : ۲ ، ۸)
گناہ بے لذت :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نیشنل لٹریچر کمپنی ، ۱۹۴۳ء ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۱۲۰ گورکی ، میکسم : گورکی کے افسانے :
ترجمہ : سعادت حسن منٹو ،
لاہور : مکتبہ شعر و ادب سمن آباد ، طبع دوم: س ۔ ن ،
افسانے ۔ منٹو نے دیباچے کے طور پر گورکی کی شخصیت اور فن پر ۳۱ صفحات کا مقالہ رقم کیا ہے ۔ کتاب میں ،میدانوں میں، ، ،چھبیس مزدور اور دوشیزہ، خان اور اس کا بیٹا، اور ،خزاں کی ایک رات ، نامی افسانے شامل ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲۱ گیسر ، گرڈ (مرتّب) : سبز جیکٹ :
ترجمہ : ممتاز شیریں ،
لاہور : فیروز سنز لیمٹڈ (پاکستان) ،
افسانے ۔ جرمن افسانوں کی انتھالوجی کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۲۲ لنڈن ، جیک : برف ، آگ اور انسان :
ترجمہ : انور عنایت اللہ ،
کراچی . اردو اکیڈمی سندھ ،
ص: ۲۰۲
افسانے ۔ ۱۸ افسانوں کا انگریزی سب ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۲۳ لیول ، مورس : ہیبت ناک افسانے :
ترجمہ : امتیاز علی تاج ، سید ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، طبع دوم ۱۹۳۱ء ،

افسانے ۔ مغربی ادبیات سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
کتاب پہلی بار ۱۹۲۷ء میں شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲، ۷)

۱۲۴ ماہام ، سمرسٹ : بارش :
ترجمہ : شاہد احمد دہلوی ،
لاہور : شاہکار سیریز ،
طویل مختصر افسانہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

ماہام کا پورا نام ولیم سمرسٹ ماہام ہے اور ۱۸۷۴ء پیرس کی پیدائش ۔ وہ برطانوی سفارت خانے میں مشیر قانونی کے عہدے پر فائز رہا ۔ اگر ماہام کی تحریروں میں فکری گہرائی کو (اس کے ہمعصر ناقدین کی طرح) نہ بھی تسلیم کیا جائے تو بھی اس کی فنی چابکدستی کو ماننا ہی پڑتا ہے ۔ اس کے ہاں موضوعی سطح پر انوکھا پن بھی خصوصی توجہ چاہتا ہے ۔ 'بارش' بھی موضوعی سطح پر انوکھے پن کی نمایاں مثال ہے ۔ اس پر مُستزاد ماہام کے اشارے اور کنائے ہیں اور بعض مقامات پر زولا کی روایت میں عریاں نگاری بھی ۔

گو یہ طویل مختصر افسانہ قاری کو تخلیقِ کائنات کے مطالعے کے لئے ایک غیر جانبدار آنکھ مہیا کرتا ہے لیکن یہ اخلاقی شعور میں وسعت کا باعث بھی بنا ہے ۔ اس تحریر کی یہ دوہری اثر پذیری قابل توجہ ہے ۔

ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

'دن سُست رفتاری سے گزرتے رہے ۔ سب گھر والے اس نیچے رہنے والی بدنصیب ، مبتلائے اذیت عورت کے تصوّر سے غیر فطری برانگیختگی میں مبتلا رہے ۔ وہ اس قربانی کی طرح تھی جسے خون آشام بت پرستی کی وحشیانہ رسوم ادا کرنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہو ۔ خوف نے اسے بے حس و حرکت کر دیا تھا ۔ وہ اسے گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ ڈیوڈسن اس کی نظروں کے سامنے نہ رہیں ۔ جب وہ اس کے ساتھ ہوتے تب ہی اس میں ہمت رہتی اور وہ غلامانہ محتاجی سے ان سے چمٹی رہتی ۔'

۱۲۵ ماؤزے تنگ : منتخبات :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : پیپلز پبلشنگ ہاؤس ،
متفرق اصناف (بیشتر شاعری)
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲٦ محبت کی مسیحائی :
ترجمہ : عابد حسین ، ڈاکٹر ،
لاہور : مکتبہ ادب جدید ، ۱۹۴۴ء ،
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۱۲۷ مشرق و مغرب کے افسانے :
ترجمہ : عاشق حسین بٹالوی ،
لاہور : تاج کمپنی ، ۱۹۳۳ء ،
افسانے ۔ انتھالوجی ، انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۵)

۱۲۸ معیاری افسانے :
ترجمہ و انتخاب : حفیظ جالندھری، ابوالاثر ،
لاہور : مجلس اردو ۔ کتاب خانۂ حفیظ اردو بازار ، س ۔ ن ،
افسانے ۔ (انتھالوجی) ۔ کتاب پر نظرثانی ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے کی تھی ۔
(حوالہ : ۲)

اس کتاب پر حفیظ جالندھری کا دیباچہ جنوری ۱۹۳۳ء کا لکھا ہوا ہے ۔ جس سے ثابت ہے کہ کتاب ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی ہو گی ۔ خود بقول حفیظ جالندھری اس کتاب میں شامل افسانوں کے تراجم رسالہ 'ہزار داستان' ۱۹۲۴ء اور 'مخزن' ۱۹۲۷ء تا ۱۹۲۹ء کی ادارت کے دوران انہیں موصول ہوئے ۔ ان تراجم پر ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے نظر ثانی کی ۔

اگر کتاب میں مترجمین کے نام بھی شامل کر دیئے جاتے تو اس کتاب کی اہمیت اور بڑھ جاتی ۔ اس مجموعے میں 'داستان چنگیز خان

اور اس کے پوتے کی' ، 'شہزادی کا معمہ' ، 'پتھر کا دل' ، 'زندگی کا سانس' ، 'جاں نثار دوست' ، 'شکستہ پر ' ، 'شک کی فتح' ، 'شرط' (یہ کہانی چیخوف کی ہے) محتاج کا دل ، لختِ جگر ، انوکھا انتقام، بربطی مُغنّی ، اور 'مسافر کہانی' کے نام سے ترجمہ شدہ افسانے شامل کئے گئے ہیں ۔

١٢٩ مغرب کی حسین اور گنہگار عورتیں :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
راول پنڈی : لکشمی دیو ناگیہ ، ١٩٤٣ء ،
افسانے ۔
(حوالہ : ٧)

١٣٠ موپاساں ، گائے ڈی : موپساں کے افسانے :
ترجمہ : نصیر حیدر ، سید ،
لاهور : ہاشمی بک ڈپو انارکلی ، ١٩٤٠ء ،
افسانے ۔ فرانسیسی افسانوں کا ترجمہ ۔ اس کا ایک ایڈیشن دارالادب پنجاب نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ٧ ، ١٠ ، ١١)

اصلی نام ہنری رینی البرٹ المعروف گائے ڈی موپاساں 5 اگست کو میرومیسنل67Meromesnil میں پیدا ھوا ۔ بچپن ایٹی ریٹاٹ (Etretat) میں گزرا ۔ اسے ادبی دنیا سے فلابئیر نے متعارف کروایا ۔

موپاساں ١٩ ویں صدی عیسوی کا ایک ایسا فرانسیسی ادیب ہے جس کے ناولوں اور افسانوں کی کاٹ نے اردو کے افسانوی ادب کو ایک نیا لحن دیا خصوصاً افسانے میں تو سعادت حسن منٹو موپاساں ھی کی عطا شمار ھوتا ہے ۔

موپاساں فرانس کے فطرت نگار ادیبوں میں ایک ایسا نام ہے جو اپنے قلم کی نشتریت کے باعث الگ پہچانا جاتا ہے ۔ اس کے قریبی معاصرین میں فلابئیر کے علاوہ زولا اور تورگینف تھے ۔ اس کی اوّلین اھمیت کی حامل کہانی 'Boule De Suif' تھی جسے ١٨٨٠ء میں زولا کے قریبی حلقے نے فرانس اور جرمنی کی جنگ کے بارے میں لکھی جانے والی کہانیوں کے انتخاب میں شامل کیا گیا ۔

فلابئیر نے اسے همیشه شاعری کرنے کی تلقین کی تھی ۔ یہی وجه ہے که موپاساں کی اوّلین کتاب اس کی شاعری کا مجموعه تھا جو ۱۸۸۰ء میں شائع هوا ۔ اس کی اوّلین کہانی 'Prunier' کے فرضی نام سے شائع هوئی تھی ۔ لیکن اس کی کھری حقیقت نگاری نے اسے بہت جلد عالمی سطح پر منوا لیا ۔ اپنے بارے میں اس نے کہا تھا که ادبی دنیا میں اس کی آمد ایک شہابِ ثاقب کی مانند ہے ۔ اس کا کہنا سچ ثابت هوا ۔ وہ ٦ ، جولائی ۱۸۹۳ء کو صرف بیالیس برس کی عمر میں شہابِ ثافب کی طرح جل بجھا ۔ وہ جتنا عرصه جیا آنکھوں کے درد اور پریشان کن درد سر میں مبتلا رہا ۔ اس کا صرف ایک سبب تھا که وہ همیشه آسیب زدہ شخص کی طرح اپنے کام میں جٹا رہا ۔ اناطول فرانسس نے کہا : ' اس کی ہر کہانی اسقدر منظم هوتی ہے جیسے وہ افسانه نہیں تاریخ لکھ رہا هو ۔ ' همارے هاں منٹو جس نوع کے اعتراضات کا سامنا کرتا رہا تھا ، ان کو سہنے میں اوّلیت کا سہرا موپاساں کے سر بندھتا ہے ۔ موپاساں نے خواہ مخواہ نیکو کاروں کو بدمعاش بنا کر پیش نہیں کیا ۔ اس نے تو معاشرے کے تاریک پہلوؤں کو ان کی اصل حالت میں پیش کر دیا ہے اور بس ۔

نصیر حیدر نے موپاساں کے ایسے هی افسانے منتخب کر کے ترجمه کر دیئے ہیں ۔ ان افسانوں میں موپاساں کی نجی زندگی کے المناک سانحات اپنی چہرہ نمائی کرواتے ہیں ۔ اس نوع کی المناک کہانیوں کے بارے میں بات کرتے هوئے فرانسیسی ناقد تین (Taine) نے اسے قدیم یونانی ڈرامه نگار سکانی لس کے مماثل قرار دیا تھا ۔

موپاساں کے ان افسانوں پر اور اس کے سسکتے هوئے کرداروں کی زندگی پر تقدیر کا المناک سایه بہت گہرا ہے ۔

۱۳۱ موپاساں ، گائے ڈی : سحر فرانس :
ترجمه : طاہر قریشی ،
لاهور : کتب خانه ادبی دنیا ، ۱۹۴۰ء

افسانے ۔ فرانسیسی افسانوں کے مجموعے کا ترجمه ۔ دیباجه شاهد احمد دهلوی اور تعارفیه عاشق حسین بٹالوی نے لکھا ہے ۔

(حوالہ ٢، ١٠، ١١)

١٣٢ موپاساں ، گائے ڈی : موپاساں کے افسانے :
ترجمہ : نصیر حیدر، سید
لاہور : دارالادب پنجاب ، س ۔ ن
افسانے ۔ فرانسیسی افسانوں کا براہ راست اور انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ٧ ، ١٠ ، ١١)

١٣٣ نظارۂ لندن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : کتابستان اردو ، ١٩٤٣ء
افسانے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٧)

١٣٤ نئے بنگالی افسانے :
انتخاب و ترجمہ : الطاف گوہر ،
کراچی : مطبوعات پاکستان ، ١٩٥٥ء
افسانے ۔ (انتھالوجی) بیشتر افسانے انگریزی کی معرفت ترجمہ ہوئے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١١)

١٣٥ ہارڈی ، ٹامس وغیرہ : ہتیا اور دوسرے افسانے :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
گورکھپور : ایوان پریس ، س ۔ ن
افسانے ۔ ٹامس ہارڈی ، ہاتھارن ، ٹالسٹائے ، موپاساں اور چیخوف کے افسانوں سے ماخوذ و ترجمہ ۔ افسانہ ،ہتیا ، ہارڈی کے ناول 'Tess' ،حسنین کا انجام، ہاتھارن کے افسانے 'The Searlelletter' ،مراد، ٹالسٹائی ، ،بڑھاپا، چیخوف اور ،کلثوم، موپاساں کے افسانوں سے ماخوذ و ترجمہ ہیں ۔
•(حوالہ : ٢ ، ٥)

١٣٦ ہسپانوی افسانے :

ترجمہ : رحیم ،
لاہور : پیپلز پبلشنگ ہاؤس ،
افسانے ۔ انگریزی کی معرفت ہسپانوی افسانوں کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۳۷ ہنری ، او : لاکھوں کا شہر :
ترجمہ : ابن انشاء ،
کراچی : لارک پبلشرز ،
'The Four Million' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۳۸ ہیمنگوے ، ارنسٹ : ہیمنگوے کے افسانے :
ترجمہ : مظفر احمد ،
لاہور : لاہور پبلشرز یونائٹڈ ، ۱۹۶۰ء
افسانے ۔ نوبل ادبی انعام یافتہ مصنف کے افسانوں کا انتخاب و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

تاریخ ادب

١٣٩ براؤن ، ایڈورڈ ۔ جی : تاریخِ ادبیات ایران :
ترجمہ : سجاد حسین ، سید
اورنگ آباد : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ١٩٣٢ء
تنقیدی تاریخ ادب ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ دوسرے حصے
کا ترجمہ سید وہاج الدین نے کیا تھا
جسے انجمن نے ١٩٣٩ء میں دہلی سے شائع کیا

Literary History of Persia کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ٧)

١٤٠ براؤن ، ایڈورڈ ۔ جی : تاریخ ادبیاتِ ایران (عہد جدید) :
ترجمہ : سید وہاج الدین ،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ١٩٣٩ء
تاریخ ادب ۔ انگریزی سے ترجمہ ، پہلے حصے کا ترجمہ سجاد حسین
نے کیا تھا ، جو انجمن نے ١٩٣٢ء میں اورنگ آباد
دکن سے شائع کیا ۔
(حوالہ : ٧)

١٤١ براؤن ، ایڈورڈ ۔ جی : آثارِ عجم :
ترجمہ : رشید احمد ،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ،
تاریخ ادبیات کا خلاصہ ۔ ایران کی ادبی تاریخ ۔
(حوالہ : ١٤)

١٤٢ براؤن ، ایڈورڈ ۔ جی : تاریخ ادبیات ایران بعہد مغولان :
ترجمہ : محمد داؤد رہبر
حیدر آباد دکن : انجمن ترقی اردو (ہند) ١٩٣٩ء
ایران کی ادبی تاریخ
(حوالہ : ٧)

١٤٣ بیلی ، گراھم : ہسٹری آف اردو لٹریچر :
ترجمہ : حمیدہ ملک ،
لاھور : قلمی : پنجاب یونیورسٹی اردو سیکشن ،
تنقیدی تاریخ ۔ انگریزی سے ترجمہ برائے ایم ۔ اے اردو ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۰)

١٤٤ چیز ، رچرڈ : امریکی ناول اور اس کی روایت :
ترجمہ : وقار عظیم ، (پروفیسر) سید
لاھور : آئینہ ادب بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ، ۱۹٦۱ء
تنقیدی تاریخ ۔ امریکی ناول کی تاریخ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

١٤٥ دتاسی ، گارساں : ہندوستانی مصنفین اور ان کی تصنیفات :
ترجمہ ذکاء اللہ دھلوی ، مولوی
طبع اوّل : ۱۸۵٦ء
تحقیق و تنقید ۔ اصل کتاب فرانس سے ۱۸۵۵ء میں شائع ھونی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

١٤٦ دتاسی ، گارساں : طبقات الشعراء :
ترجمہ : فیلن ، ڈاکٹر و مولوی کریم الدین ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
تنقیدی تاریخ 'History of Urdu Literature' کا ترجمہ ۔
اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ہے ۔ یہ ترجمہ ۱۸٤٦ء سے قبل
شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

١٤٧ دتاسی ، گارساں :
ترجمہ : یوسف حسین خاں، ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری و عزیز احمد
اورنگ آباد : انجمن ترقی اردو (ہند) جلد اوّل طبع اوّل : ۱۹۳۵ء
جلد دوم طبع اوّل : ۱۹٤۳ء
تنقید ۔ فرانسیسی زبان سے 'Hindustanies En 1871 – 1877
'La Langue Etla Litterature' کا ترجمہ ۔ نظرثانی :
ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے کی ۔ پہلی جلد ہندوستانی

زبان پر لیکچرز ۱۸۵۰ء تا ۱۸٦۹ء کا ترجمہ یوسف حسین خاں نے کیا جبکہ دوسری جلد ہندوستانی زبان پر لیکچرز ۱۸۷۴ء تا ۱۸۷۷ء کا ترجمہ اختر حسین رائے پوری اور عزیز احمد نے کیا۔

یہ کتاب دوسری بار انجمن نے کراچی سے ۱۹۷۷ء میں شائع کی۔
(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۸ ، ۱۴)

۱۴۸ گلکرسٹ ، ڈاکٹر جان بارتھوک : اوریجن آف ماڈرن ہندوستانی لٹریچر:
ترجمہ : محمد عتیق صدیقی ،
کراچی : نام مطبع ندارد ،
تنقیدی تاریخ ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲)

۱۴۹ ڈیمز ، لانگ ورتھ : قدیم بلوچی شاعری :
ترجمہ : خدا بخش بجارانی ،
کوئٹہ : بزم ثقافت ، ۱۹٦۳ء
تحقیق و تنقید ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰ سکسینہ ، رام بابو : تاریخ ادب اردو :
ترجمہ : مرزا محمد عسکری،
لکھنؤ : نگار بک ایجنسی ، ۱۹۲۹ء
تنقیدی تاریخ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ متعدد ایڈیشن شائع ہوئے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۱۰)

تنقید

۱۵۱ ارسطو : فن شاعری (بوطیقا) :
ترجمہ : عزیز احمد ،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی ، ۱۹۷۷ء
ص : ۱۲۶

بوطیقا کا ترجمہ ۔ آخر میں بطور ضمیمہ مترجم کی طرف سے اشارات و تلمیحات کی وضاحت کر دی گئی ہے ۔ ایڈیشن نمبر اور تعداد اشاعت درج نہیں ۔ اسی کتاب کا 'شعریات' کے نام سے فاروقی نے بھی ترجمہ کیا ہے ۔ عزیز احمد کا یہ ترجمہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی نے ۱۹۴۱ء میں پہلی بار شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲، ۱۴)

'بوطیقا' ارسطو کا ایک مختصر رسالہ ہے جس کی آج بھی وہی اہمیت ہے جو تین سو سال قبل مسیح تھی ۔ ارسطو نے اس کتاب میں شاعری کے فن کے اصول مرتّب کئے اور فصاحت و بلاغت کی حدود مقرر کیں ۔ اس کتاب کا اصل نام 'Poetica' ہے جو عربی میں 'بوطیقا' کے نام سے مشہور ہوئی ۔ ارسطو اس کتاب کے لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے 'تمہید' میں رقم طراز ہے :

'اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد شاعری اور اس کی مختلف قسموں کے متعلق یہ تحقیق کرنا ہے کہ تمام شاعری کُل کتنے حصّوں میں تقسیم ہے اور ہر حصّے کا خاص حاصل کیا ہے ، اور ایک بہترین نظم کے لئے خیالات واقعات یا روداد کی ترکیب و ترتیب کس طرح ضروری ہے ۔'

یہ واقعہ ہے کہ مغرب کی تنقید یا تو ارسطو سے اختلاف کے نتیجہ میں پیدا ہوئی یا اختلاف میں ۔ نقد و نظر خواہ کوئی راستہ اختیار کر لے ارسطو کے حلقۂ اثر سے باہر نہیں ۔

'بوطیقا' کا کامیڈی سے متعلق حصّہ تاحال دریافت نہیں ہو سکا اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ سریانی زبان سے عربی میں منتقل

کرتے وقت عرب مترجمین نے ‘المیہ’ کو تو خاص اہمیت دی لیکن ‘کامیڈی’ کو ترجمہ تک نہ کیا۔

‘بوطیقا’ میں ارسطو نے شاعری کی تعریف کرتے ہوئے اس کے عناصر ترکیبی پر تبصرہ کیا ہے، جبکہ ‘المیہ’ کے باب میں طب کی ایک اصطلاح ‘کیتھارسس’ (جس کے معنی ہیں، صحت و اصلاح) کو شاعری میں تزکیہ بنا دیا۔ تب سے یہ اصطلاح اپنے حقیقی معنوں سے کہیں زیادہ ‘کیتھارسس بمعنی تزکیہ’ کے حوالے سے مشہور ہے۔

کتاب میں اپنے عہد کے جن نقادوں پر ارسطو نے گرفت کی ہے انھوں نے ارسطو کو بھی نہیں بخشا۔ اس نے ‘المیہ’ یا ‘ڈرامے’ میں واضح الفاظ میں وحدتِ عمل کا ذکر کیا تھا، معاصر ناقدین نے اس کے الفاظ کو نئے معانی پہنا کر ‘وحدتِ زماں’ کے صورت نکالی۔ لیکن ارسطو کی ‘بوطیقا’ خود اس بات کا ثبوت ہے کہ ارسطو نے کہیں ایک جگہ بھی ‘وحدتِ مکاں’ کا ذکر نہیں کیا۔ یہ نظریہ ارسطو سے چپک کر رہ گیا ہے اور اس کی واحد وجہ قدیم یونان کی معاصرانہ چشمک ہے۔

المیہ کے باب میں ترجمہ سے ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو:

‘زبان کی خوبی یہ ہے کہ اس میں صفائی ہو مگر سوقیانہ پن نہ ہو، سب سے زیادہ صاف زبان تو وہ ہو گی جس میں صرف روزمرہ کی بول چال کے الفاظ استعمال کئے جائیں۔ لیکن ایسی زبان میں سوقیانہ پن ضرور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس شاعری کی زبان فصیح اور اعلیٰ ہوتی ہے اور عامیانہ محاورات سے احتراز کرتی ہے۔’

کتاب میں حرف، حرف عطف، رکن تہجی، اسم، فعل، گردان غرضیکہ پوری قواعد کا تذکرہ موجود ہے اور تمام شاعرانہ اصطلاحات کی تعریف بھی۔ اب اگر اس کتاب کو مغرب والے ‘شاعریٰ کی بائبل’ قرار دیتے ہیں تو کچھ غلط نہیں کہتے۔

واضح رہے کہ ارسطو (ب ۳۸۳ ق م) افلاطون کا شاگرد اور سکندر اعظم کا استاد تھا۔

۱۵۲ ارسطو : شعریات :
ترجمہ : شمس الرحمٰن فاروقی،

نئی دھلی : ترقئ اردو بورڈ ، ۱۹۷۸ء

ص : ۱۰۰

بوطیقا کا ترجمہ ۔ فاروقی کے مقدمہ اور ایک مبسوط تعارف کے ساتھ ۔ تعداد اشاعت ایک ہزار، طباعت آفسٹ ، اس کتاب کا پہلا ترجمہ عزیز احمد نے 'فن شاعری یا بوطیقا' کے عنوان سے ۱۹۳۱ء میں کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۵)

۱۵۳ ارسطو : بوطیقا :

ترجمہ : بدر منیر ڈار ،

لاہور : لاہور اکیڈمی ،

تنقید ۔ اس کتاب کا پہلا ترجمہ عزیز احمد نے کیا تھا ۔ ایک اور ترجمہ . شعریات. کے عنوان سے شمس الرحمٰن فاروقی نے کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۴ ارسطو و دیگر ناقدین : ارسطو سے ایلیٹ تک :

ترجمہ : جمیل جالبی ، ڈاکٹر

کراچی : نیشنل بک فاؤنڈیشن ، طبع اوّل ۱۹۷۶ء

تنقید ۔ مضامین کی انتھالوجی ، ارسطو سے ایلیٹ تک اہم ناقدین کے مضامین کا ترجمہ ۔ کتاب میں ہر ناقد پر مختصر نوٹ خصوصی اہمیت کے حامل ہیں ۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن نے دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں شائع کیا ۔ تیسری بار یہ ترجمہ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نئی دھلی نے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۵۵ ارنسٹ ہم ، تھامس : کلاسیکیت اور رومانیت :

ترجمہ : انجم حفیظ ،

لاہور : غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم ۔ اے اردو ، ۱۹۷۵ء

تنقید ۔ مقالہ برائے پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۔

(حوالہ : ۱۱)

۱۵۶ افلاطون ، ارسطو وغیرہ : مغربی شعریات :

ترجمہ : ھادی حسین ، محمد

لاھور : مجلس ترقی ادب ، طبع اوّل : مارچ ۱۹۶۸ء

تنقید ۔ افلاطون سے ٹی ۔ ایس ایلیٹ تک نامور مغربی ناقدین کی تنقیدیں ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۱)

یہ کتاب ورڈزورتھ اور شیلے کی تنقیدی آراء (شاعری کے بارے میں) سے آغاز ھوتی ہے اور ۲۰ ویں صدی عیسوی کے نمایاں ناقدین کی تنقید تک آتی ہے ۔ ناقدین کے چناؤ میں انگریزی اور فرانسیسی ناقدین کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ۔ کتاب انگریزی اور فرانسیسی کی کتابوں اور مقالوں کے اھم اقتباسات کے ترجموں پر مشتمل ہے ۔ تنقیدی کتب کے تراجم کو ملخص کہنا چاہئے ۔ اس کام میں جو عرق ریزی ھادی حسین صاحب کو کرنا پڑی ھو گی وہ اس نوع کے کام کرنے والے ھی جانتے ہیں ۔

'مغربی شعریات' افلاطون اور ارسطو سے دورِ حاضر تک کے مغربی تنقید شعر کی مختلف النوع کروٹوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ھوئے ہے ۔

کتاب کے اوّلین مضمون کا عنوان ہے 'مغربی شعریات کے اھم سنگ ھائے میل' -- یہ مضمون ڈیوڈ ڈیشز کا ہے جس میں افلاطون ، ارسطو ، لانجائنس ، فلپ سڈنی ، ڈرائڈن، پوپ ، جانسن، ورڈز ورتھ ، کولرج ، شیلے ، میتھوآرنلڈ ، آئی ۔ اے رچرڈز ، ٹی ۔ ایس ایلیٹ وغیرہ ناقدین کے اھم تنقیدی کارناموں کا احاطہ کیا گیا ہے ۔ گو ڈیوڈ ڈیشز نے اپنے مضمون میں دیگر مغربی ناقدین (خصوصاً جرمنی ، اٹلی اور فرانس) کی تنقیدی آراء کو شامل نہیں کیا لیکن جہاں تک ممکن ھوا متذکرہ بالا اھم ناقدین کے تنقید شعر سے متعلق نظریات و تصورات کو سمیٹنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے جو اپنی جگہ ایک اھم کارنامہ ہے ۔

یوں یہ کتاب تنقیدِ شعر سے متعلق اھم سوالوں کی تشرح کرنے میں معاون ثابت ھوتی ہے خصوصاً شاعری کیا ہے ؟ آخر شاعری ھی کیوں ؟ اور شاعری کیوں کر؟

یہ بحث جیسے جیسے جدید ناقدینِ ادب تک آتی ہے اپنی فکری گہرائی میں عمیق سے عمیق تر ہوتی جاتی ہے۔

کتاب میں فرانسیسی ناقد اور فلسفی جیکس ماری تین (Maritain Jacques) کی معرکۃالآرا ''he creative intuition in Art and Poetry'' تصنیف کے باب کا ملخص ترجمہ خاصے کی چیز ہے۔ 'شاعرانہ وجدان' کے ذیلی عنوان کے تحت تَین کہتا ہے کہ :

شاعری میں علم کی دو اقسام سے کام لیا جاتا ہے۔

(۱) اکتسابی ۔ یعنی خارجی وسائل کے ذریعے حاصل کردہ معلومات ، روایتی پس منظر اور سابقہ معلومات وغیرہ

(۲) وہبی ۔ یعنی رُوحِ انسانی میں ودیعت کردہ علم کے ذریعے جو تمام انسانی معلومات کا اصل جوہر ہے۔

اس کتاب میں شیلے کا مضمون ' شاعری کا جواز' اور لیوس کی کتاب: 'A Hope For Poetry' کا ملخص ترجمہ دیگر اہم چیزیں ہیں۔

۱۵۷ افلاطون ، لانجائنس وغیرہ : تنقیدی نظریے :
ترجمہ : ملک حسن اختر ،
لاہور : جدید بک ڈپو ، اردو بازار ، ۱۹۶۶ء

تنقید ۔ تنقیدی افکار کے بیان میں کئی پیراگراف ترجمہ ملتے ہیں ۔ مغربی تنقید کی تاریخ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

افلاطون ، لانجائنس ، ڈرائیڈن ، ورڈز ورتھ ، کولرج ، میتھیو آرنلڈ ، آئی اے رچرڈز ٹی ۔ ایس ایلیٹ وغیرہ کے افکار اردو میں منتقل کرتے وقت مختلف پیراگراف کے تراجم بھی شاملِ کتاب کر لئے گیے ہیں ۔ مثال دیکھئے :

'جیسا کہ Ribot نے بتایا ہے کہ 'مسرت کی تلاش ، مسرت کی خاطر ایک مریضانہ شکل ہے اور اپنی ذات کے لئے تباہ کن ہے ۔ اس لحاظ سے مسرت ایک ایسا انجام ہے جو ظاہر کرتا ہے کہ کچھ منفی یا مثبت خواہشات نے فطری طور پر حصولِ مقصد کے بعد تسکین پالی ہے ۔

ص ۱۶۲ سے اقتباس

١٥٨ اوکنر ، ولیم وان : ولیم فاکنر :
ترجمہ : محمد سلیم الرحمٰن ،
لاہور : میری لائبریری بہ اشتراک مُوسسّۂ فرینکلن ، ١٩٦٥ء
شخصیت اور فن ۔ تعارفی کتابچے کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٧)

١٥٩ ایبرو کرومبی ، لیسل : اصولِ تنقید :
ترجمہ : عبدالسلام و جلیل احمد ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ بندر روڈ ، ١٩٦٣ء
تنقید ۔ انگریزی سے ۔ 'Principles Of Criticism' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١٣)

١٦٠ ایبروکرومبی ، لیسل : ادبی تنقید کے اصول :
ترجمہ : عبدالحمید شیخ ،
لاہور : قلمی ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری اردو سیکشن ،
تنقید ۔ مقالہ برائے ایم ۔ اے اردو ۔
(حوالہ : ٢ ، ١١)

١٦١ ایڈمن ، ارون : فنون لطیفہ اور انسان :
ترجمہ : عابد علی عابد ، سید
لاہور : موسسٔہ فرینکلن ، طبع اوّل ١٩٦٣ء
تنقید ۔ اس کتاب میں مشہور شعراء ، فلسفیوں اور مصوّروں کی فنونِ لطیفہ سے متعلق آراء کو یکجا کر دیا گیا ہے ۔
"Art and the Man"
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١٦٢ ایلیٹ ، ٹی ۔ ایس : ایلیٹ کے مضامین :
ترجمہ : جمیل جالبی ، ڈاکٹر
دھلی : ایجوکشنل پبلشنگ ھاؤس دھلی ٦ ، ١٩٧٨ء
ص : ٣٢٠

یہ کتاب پہلی بار پاکستان سے ١٩٦٠ء میں، دوسری بار لکھنؤ سے ١٩٦٦ء میں تیسری بار پاکستان سے ١٩٧١ء میں طبع ہوئی ۔ چوتھا ایڈیشن نظرثانی و اضافے کے ساتھ شائع ہوا ہے ۔ مختلف مضامین کا

مجموعہ ہے ۔

(حوالہ : ٢ ، ٩ ، ١٥)

کتاب ایلیٹ کے چیدہ تنقیدی مضامین کے ترجموں پر مشتمل ہے ۔

کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ابن فرید رقم طراز ہیں:

'---- مجھ جیسا ہر قاری یہ جاننا چاہتا ہے کہ ایلیٹ کون ہے ؟ کیا لکھتا ہے ؟ کیسا لکھتا ہے ؟ یہ ترجمہ ایسے ہی قاریوں کے لئے ہے ۔

جالبی کے ذہن میں بھی شاید ان قاریوں کا لحاظ تھا چنانچہ یہ کتاب صرف ایلیٹ کے مضامین کا ہی ترجمہ نہیں ہے بلکہ ایلیٹ پر عمدہ تعارفی کتاب بھی ہے ۔ دو دیباچوں کے بعد کتاب کا پہلا حصہ ایلیٹ کا ہمہ پہلو مطالعہ ہے ۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ جالبی نے جب تنقیدی مضامین کا ترجمہ کیا ہے تو وہ ایلیٹ کو صرف بحیثیت ناقد متعارف کراتے لیکن اس طرح ایلیٹ کا مطالعہ نامکمل رہتا ۔ اس لئے انہوں نے اسے ہر پہلو سے متعارف کرایا ہے جس سے وہ انگریزی ادب میں اپنا مقام رکھتا ہے ۔ یعنی بحیثیت شاعر ، ڈرامہ نگار اور ادیب بھی ۔ ان مطالعوں میں جالبی نے اس کا اہتمام بھی کیا ہے کہ ایلیٹ کی تحریروں کا مختصر اور جامع تعارف بھی ہو جائے ۔ دوسرے حصہ میں جالبی نے ایلیٹ کے اہم مضامین کے ترجمے پیش کئے ہیں ۔ ان مضامین کو انہوں نے شعوری طور پر تین ضمنی حصوں میں تقسیم کر دیا ہے ۔ پہلا حصہ شاعری سے، دوسرا حصہ نظریہ و فکر سے اور تیسرا حصہ تنقید سے متعلق ہے ۔ '

'الفاظ' علی گڑھ بابت : جنوری فروری ١٩٧٩ء ۔ ص ۔ ١٢١

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ان ترجموں میں فکرِ محض کی زبان برتنے پر جس دسترس کا مظاہرہ کیا وہ بہت کم دیکھنے میں آیا ۔ ترجمہ کرتے وقت انہوں نے مضمون کے ہر اہم اور قابل مطالعہ (اردو دان طبقے کے لئے) حصوں کا ترجمہ کچھ اس طرح کیا ہے کہ ترجمہ پن کا احساس نہیں ہوتا ۔

١٦٣ تھورو ، ہنری ڈیوڈ : انگریزی ادب :
ترجمہ : علی عباس حسینی ،
نئی دہلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ١٩٦٠ء

تنقیدی مقالات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۵)

۱۶۴ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : خیالاتِ ٹالسٹائی :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : نام مطبع ندارد ، س ۔ ن
تنقیدی نظریات ۔ ٹالسٹائی کی فکر و فلسفہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۶۵ چیز ، رچرڈ : والٹ وہٹمین :
ترجمہ : سجاد حارث ،
لاہور : مکتبہ میری لائبریری بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
فن و شخصیت ۔ تنقیدی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۶۶ ڈائشز ، ڈیوڈ : ادب اور تنقیدی نظریے :
ترجمہ : مبارکہ انجم ،
لاہور : قلمی ۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری اردو سیکشن ۔
تنقید ۔ مقالہ برائے ایم ۔ اے اردو
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۶۷ ڈاؤلر ، ایلن : موجودہ ڈراما :
ترجمہ : عابد علی عابد ، سید
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
تنقید ۔ امریکن ڈرامے سے متعلق تحقیق و تنقید ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۶۸ راس ، ڈینفرتھ : مختصر افسانہ :

ترجمہ : عابد علی عابد، سید
لاهور : شیخ غلام علی اینڈ سنز به اشتراک موسسه فرینکلن ،
تنقید ۔ اصل کتاب امریکه سے شائع هوئی ۔ انگریزی سے ترجمه ۔
(حواله : ٢ ، ١٧)

١٦٩ رچرڈز ، آئی ۔ اے وغیرہ : نئی تنقید :
مرتّبه : صدیق کلیم و ظهور الحق شیخ ،
لاهور : سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی گورنمنٹ کالج ، ١٩٦٩ء
تنقید ۔ آئی ۔ اے رچرڈز ، ایف ۔ آر لیوس، کرسٹوفر کارڈویل ، ماڈ باڈکن ، ولیم ایمپسن ، ایلن ٹیٹ ، ایڈمنڈ ولسن وغیرہ متعدد ناقدین کے مضامین کا ترجمه ۔ آخر میں اصطلاحات دی گئی ہیں ۔
(حواله : ٢ ، ١١)
مرتّب : صدیق کلیم ۔ معاون : ظهور الحق شیخ

کتاب میں شامل ترجمه شده مضامین کی تفصیل مندرجه ذیل ہے :

(١) ادبی قدر کا نفسیاتی تجزیه ۔ آئی اے رچرڈز/ صبیح الدین احمد ، رچرڈز ، انگریزی تنقید کا معتبر نام ہے ۔ جس نے نفسیاتی تنقید کو ایک قدر کا درجه بخشا اور عملی تنقید کا سائنسی طریق اپنایا ۔

(٢) روایت اور نئی تخلیق ۔ ٹی ۔ ایس ایلیٹ/ صدیق کلیم
ایلیٹ ، امریکی ادب خصوصاً شاعری اور تنقید کا نمایاں نام ہے ۔ جس کے 'حسی ادراک کے انقطاع' اور 'معروضی ارتباط' کے نظریات نے جدید دور کی ادبیات پر نه صرف گہرے اثرات مرتّب کئے بلکه روایت کا وہ شعور بھی بخشا جو زمانی بُعد کی دوریوں کو سمیٹتا ہے ۔

(٣) شاعری اور جدید دنیا ۔ ایف ۔ آر لیوس/ظهورالحق شیخ
تنقید میں ایلیٹ کے کام کو آگے بڑھانے والا نام ۔ جس نے نئے ناقد کو .شارح، کی اضافی ذمه داری بھی سونپی ۔

(٣) شاعری کی ابتداء ۔ کرسٹوفر کارڈویل/محمد تاثیر علی
مارکسی تنقید کا ایک نام ۔ جس نے ترقی پسند تنقبد کو بنیادیں فراهم کیں ۔

(٥) المیّه شاعری میں انسانی کردار کے بنیادی پیکر ۔ ماڈل

باڈکن/صادق ندیم شاعری میں 'بنیادی کرداری پیکر' کی نظریہ ساز خاتون ناقد۔ اس کی تنقید میں اجتماعی لاشعور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔

(٦) ابہام کی ایک صورت۔ ولیم ایمپسن/خالد احمد

شاعر اور ناقد۔ جس نے آئی۔ اے رچرڈ کی اصولی تنقید کو عملی تنقید میں ڈھالا۔ بالخصوص اسالیبِ بیان پر خصوصی مطالعے پیش کئے۔

(٧) شاعری کی تین قسمیں۔ ایلن ٹیٹ/عبدالرؤف انجم

امریکی شاعر اور ناقد 'نئے ادب' کے معماروں میں سے ایک

(٨) علامتی اظہار۔ ایڈمنڈ ولسن/ ظہور الحق شیخ و سہیل صفدر

(٩) ادب اور مارکیست۔ ایضاً/ضیاء الرحمان خان

ایڈمنڈولسن۔ جدید امریکی ناقد، جس نے شعری اسالیب کا بھرپور جائزہ لیا۔

(١٠) ادب اور فرائڈ۔ لائنل ٹرلنگ/عبدالعزیز بٹ

فرائڈین مکتبِ فکر کا جدید امریکی ناقد

(١١) حسی ادراک کا انقطاع۔ فرینک کرموڈ/سہیل صفدر

رومانی ادب کو نئی کروٹ دینے والا جدید برطانوی ناقد

(١٢) ادب کیا ہے ؟۔ ژاں پال سارتر/ڈاکٹر لئیق بابری

فرانس کا فلسفی اور ناقد، جس نے مارکیست اور وجودیت میں رابطے تلاش کئے۔ 'وجودی اسکول' کا بانی۔

(١٣) ادب اور فن۔ ماؤزے تنگ/رفیق محمود۔ ظہورالحق شیخ

نئے چین کا معمار اعظم، شاعر، فلسفی اور جرنیل

(١٤) ادب کیا ہے ؟۔ طٰہٰ حسین/محمد منوّر

جدید مصر کا مفکر اور ناقد

اس کتاب میں ادبی تنقید کے علاوہ فلسفیانہ مسائل پر بھی تراجم شامل کئے گئے ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(١٥) قرونِ وسطیٰ کے انسان کا منتہائے مقصود۔ جان برمن رینڈل/صدیق کلیم

(١٦) وجودیت اور انسان دوستی۔ ژاں پال سارتر/ظہور الحق شیخ

(١٧) وجودیت اور سارتر۔ میری وارناک/بختیار حسین صدیقی

وجودی خاتون ناقد ۔ اپنی ذات میں اخلاقیات کا مکتبِ فکر

(۱۸) اسطور سسی فس ۔ البیر کامیو/بشیر احمد چشتی

فرانسیسی ناول نگار اور ناقد ۔ جس کے لئے وجودی فلسفہ ایمان کا درجہ رکھتا تھا ۔ وہ جب تک جیا 'لایعنیت' کا پرچار کرتا رہا ۔

کتاب 'نئی تنقید' کے آخر میں اصطلاحات کی ایک فہرست شامل کی گئی ہے جس کی وجہ سے مضامین کی فلسفیانہ اور ناقدانہ بصیرت کے قاری تک پہنچانے میں آسانی ہوتی ہے ۔

۱۷۰ ژید ، آندرے وغیرہ : باقی ماندہ خواب :

ترجمہ : کشور ناہید ،

لاھور : سنگِ میل پبلیکشنز سرکلر روڈ ، ۱۹۸۲ء

تنقید ۔ ۲۱ مضامین کا مجموعہ جس میں نئے کلاسیک کو نمائندگی دی گئی ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰)

کتاب میں ادب، فنونِ لطیفہ اور نظریہ فن سے متعلق مضامین اور مکالمے شامل ہیں ۔ حروف تہجی کے اعتبار سے مندرجہ ذیل اہم شخصیات کی تحریروں کے تراجم شاملِ کتاب ہیں ۔

(۱) آندرے ژید

مضمون: 'ادب میں متاثر ہونے سے کیا مراد ہے ۔

(۲) آندرے مالرو

'فن اور تہذیبی ارتقا'

(۳) آرکیبالڈ میکلیش

'شاعر اور زمانہ'

(۴) ایزرا پاؤنڈ

'شعر میں نثر کی روایت'

(۵) اینا سیکسٹن

'ذاتی واردات ۔ تسلیماتی شاعری'

(۶) اکتا و یو یاز

‘شاعری اور تاریخ’

(۷) البیر کامیو

‘تین آوازیں’

(۸) انائس نن

‘خواب اور تخلیق کا رشتہ’

(۹) ایڈرن رچ

‘جب ہم مردے زندہ ہوتے ہیں’

(۱۰) ایریکا یونگ

‘تخلیقی فعالیت’

(۱۱) اینا اخمانووا

‘اور یہ میں ہوں’

(۱۲) برنارڈ ملامود

‘افسانے کا فن’

(۱۳) پاسترناک

‘شاعری میرا پیشہ ہے’

(۱۴) پابلو نرودا

‘شاعری میرا پیشہ ہے’

(۱۵) ٹی ۔ ایس ۔ ایلیٹ

‘روایت اور انفرادی ذہانت’

(۱۶) لارنس ڈریل

‘ادبی شخصیات اور مناظر فطرت’

(۱۷) جارج لوئس بورخس

‘میں اور میرا فن’

(۱۸) جین کو کتو

‘فکشن کا فن’

(۱۹)ولیم فاکنر

‘ادیب کی ذمہ داری’

(۲۰) یوتے شنکو

rekhta

'ضیافت انصاف'

(۲۱) یو جین آئنسکو

'ڈائری کے چند اوراق' کے علاوہ سال بیلو، یونگ ، لارنس، برمن ہیس ، ہنری ملر وغیرہ کے مضامین شاملِ کتاب ہیں ۔ ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو :

'مسلسل غصّہ ۔ میرا گلا بند کر دیتا ہے ۔ میں بھلا اب بھی موت سے کیسے ڈر سکتا ہوں ۔ بلکہ میں موت کی خواہش کیوں نہیں کرتا؟ میں نے ہمیشہ خدا میں یقین رکھنے کی کوشش کی ہے ۔ مگر وہ خلیج جو میرے اور اس کے درمیان ہے وہ پُر نہیں ہوتی ہے ۔'

۱۷۱ فورسٹر ، ای ۔ ایم : ناول کا فن :
ترجمہ : ابوالکلام قاسمی ،
علی گڑھ : ایجوکیشنل بک ہاؤس، پہلا ایڈیشن ۱۹۷۸ء
صفحات ۱۴۰

قصّہ ، کردار ، پلاٹ ، فنتسی ، پیش گوئی ، پیٹرن اور آہنگ وغیرہ موضوعات پر ، پیش لفظ میں مترجم نے کتاب کی اہمیت واضح کی ہے

طباعت لیتھو، تعدادِ اشاعت ایک ہزار ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۵)

۱۷۲ کامیو ، البیر : سیسیفس کی کہانی :
ترجمہ : انیس ناگی ،
لاہور : ص ۔ ن پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۳۲۹ ، ۱۹۸۰ء

تنقید/لایعنیت پر ایک مقالہ ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ دعوٰی فرانسیسی زبان سے براہ راست ترجمے کا کیا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

نقاد ، افسانہ نگار ، ناول نگار ، ڈرامہ نگار اور فلاسفر البیر کامیو (۱۹۱۳ء ـ ۱۹٦۰) کے تین بڑے موضوعات (۱) ایک لایعنی استدلال (۲) لایعنی فرد اور (۳) لایعنی تخلیق پر نوٹس کا مجموعہ ہے ۔ اس کتاب میں 'لایعنیت اور خودکشی' ، 'لایعنی دیواریں' ، 'فلسفیانہ خود کشی' ، 'لایعنی آزادی' [ایک لایعنی استدلال]

ڈان جانسزم، 'ڈرامه' اور تسخیر [لایعنی آدمی] 'فلسفه اور فسانه'، 'کری لوف'، فانی تخلیق'، 'سیسیفس کی کہانی' [لایعنی تخلیق] شامل ہیں ۔

کتاب کے ضمیمه کے طور پر 'کافکا کی تخلیقات میں امید اور لایعنیت' نامی مضمون شامل ہے ۔ کتاب کا دیباچه کامیو نے ۱۹۵۵ء میں لکھا ۔ انیس ناگی کا چھ صفحات پر مشتمل دوسرا دیباچه کامیو کی زندگی اور اس کے فکر و فن کا تعارفیه ہے ۔

ترجمه کا نمونه ملاحظه ہو :

'بہرکیف ہم دیکھتے ہیں که کافکا کی تخلیقات تصّور کی کس روایت میں اپنا مقام بناتی ہیں ۔ 'مقدمه' سے 'قلعه' کو ناگزیر پیش قدمی سے تعبیر کرنا ذہانت پر دلالت کرتا ہے ۔ جوزف 'K' اور 'زمین پیما' دو قطب [۱] ہیں جو کافکا کو اپنی طرف کھینچتے ہیں ۔ میں اس کے لہجے میں بات کرتا ہُوا یه کہوں گا که اس کی تخلیق غالباً لایعنیت کی حامل نہیں ہے ۔ لیکن یه ہمیں اس کی شان و شوکت اور اس کی آفاقیت کے مشاہدے سے محروم نہیں کرتی ہے [۲] ۔ وہ امید سے غم اور بے جگر [۳] سے ارادی نابینے پن کے روزمرہ راسته کو بھرپور طریقے سے پیش کرنے سے جنم لیتی ہے ۔'

ص ۱۵۷ سے اقتباس

ترجمے کی یه خامیاں البیر کامیو کی فکر تک رسائی ناممکن بنا دیتی ہیں ۔ کاش یه کتاب واقعتاً فرانسیسی زبان سے براہ راست اردو میں منتقل ہوتی (جس کا محض دعویٰ انیس ناگی نے کیا ہے) اور فرانسیسی زبان سے کلی واقفیت رکھنے والا مترجم اس کتاب کا حق ادا کرتا ۔

---

۱ ـ یہاں لفظ 'قطبین' برتا جانا چاہئیے تھا ۔ جملے کی بنت بھی جمع کے صیغے کی متقاضی تھی ۔

۲ ـ جملے کے آخر میں 'ہے' کا لفظ زائد ہے ۔ اس جملے سے پہلے کا اختتامیه بھی 'ہے' سے ہوتا ہے ۔

۳ ـ 'بے جگری' بے خوفی کے معنوں میں آیا ہے ، 'بے جگر' کی ترکیب کم از کم اردو میں نه دیکھی نه سنی ۔

۴۔ یہاں 'نابینے بن' کی جگہ 'نابینا بن' برتا جانا چاہیے تھا۔

۱۷۳ کرانسکی، سگمنڈ: ہلاک فریب:
ترجمہ: جعفر علی خاں اثر،
دھلی: کتابی دنیا لیمٹڈ،
تنقید۔ آن ڈیوائن کامیڈی، کا ترجمہ۔ یہی ترجمہ لاھور سے 'آن ڈیوائن کامیڈی' کے نام سے شائع ھوا۔
(حوالہ: ۱۴، ۱٦)

۱۷۴ کرانسکی، سگمنڈ: آن ڈیوائن کامیڈی:
ترجمہ: جعفر علی خاں اثر،
لاھور: نام مطبع ندارد،
تنقید۔ 'آن ڈیوائن کامیڈی' کا ترجمہ یہی ترجمہ دھلی سے 'ہلاک فریب' نے نام سے شائع ھوا۔
(حوالہ: ۲، ۱۰، ۱۱)

۱۷۵ کیمبسن، گلاکو: حالیہ شاعری امریکہ میں:
ترجمہ: قیوم نظر،
لاھور: شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسٔہ فرینکلن، س۔ ن
تنقید۔ امریکی شاعری سے متعلق کتاب کا انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: ۲، ۱۷)

۱۷٦ گریبانیئر: تھارنٹن وائلڈر:
ترجمہ: کمال احمد رضوی،
لاھور: مکتبہ میری لائبریری بہ اشتراک موسسٔہ فرینکلن،
شخصیت و فن۔ کتابچہ۔ امریکی ادیب سے متعلق۔
(حوالہ: ۲، ۱۷)

۱۷۷ گلیسن (جونیئر)، ایچ۔ ایس: توضیحی لسانیات۔ ایک تعارف:
ترجمہ: عتیق احمد صدیقی،
دھلی: ترقی اردو بورڈ: جے۔ کے آفسٹ پرنٹرز۔ دھلی، ۱۹۷۹ء
صفحات ۵۸۹
لسانیات/تنقید۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں شائع ھوا۔
(حوالہ: ۲، ۹، 15)

۱۷۸ لانجائنس : ارفع ادب :
ترجمہ : عبدالحمید چودھری ،
لاہور : قلمی ، پنجاب یونیورسٹی اردو سیکشن
تنقید ۔ مقالہ برائے ایم ۔ اے اردو نمبر T۸۸۸ ،
۱۷۵J ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۷۹ لڈوگ ، جیک : جدید ناول نگار :
ترجمہ : سجاد باقر رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
تنقید ۔ امریکہ کے جدید ناول نگاروں سے متعلق کتابچہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۸۰ لوئیس ، میری : واشنگٹن ارونگ :
ترجمہ : میرزا ادیب ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
شخصیت اور فن ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۸۱ لوئیس ، میری : مارک ٹوین :
ترجمہ : سجاد حارث ،
لاہور : میری لائبریری بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
شخصیت اور فن ۔ مشہور مزاح نگار سے متعلق انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۸۲ ماؤزے تنگ : فن اور ادب کے مسائل :
ترجمہ : عبدالرؤف خاں ،
لاہور : مکتبہ میری لائبریری ، س ۔ ن ۔
تنقید ۔ ادبی مسائل پر عظیم چینی راہنما کے افکار ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۸۳ مجتبی مینوی : اقبال :

ترجمہ : غلام مصطفیٰ تبسم ، صوفی
لاہور : بزم اقبال ، ۱۹۵۵ء
شخصیت اور فن
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۸۴ موردا ، آندرے : آرٹ آف یونگ :
ترجمہ : محمد اسلم ،
حیدر آباد سندھ : ایجوکیشنل بک ڈپو ، ۱۹۵۶ء
تنقید ۔ نفسیات دان یونگ کے فن سے متعلق کتاب کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۸۵ ولنگر ، لیونارڈ : ٹی ۔ ایس ۔ ایلیٹ :
ترجمہ : قیوم نظر ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
شخصیت اور فن ۔ اصل کتابچہ امریکہ سے شائع ہوا ۔
(حوالہ: ۲ ، ۱۷)

۱۸۶ ورڈز ورتھ ، ولیم : ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری :
انتخاب و ترجمہ : میر حسن ، مولوی
حیدر آباد دکن : ادارۂ ادبیاتِ اردو : مکتبہ ابراہیمیہ مشین پریس ، س ۔ ن
تنقید مع ترجمہ ۔ اس کتاب میں مولوی میر حسن نے ورڈز ورتھ کی تقریباً تمام اہم نظموں کا نثری ترجمہ پیش کر دیا ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۱۸۷ ویگز ، ھائی ایٹ ۔ ایچ : نتھینئل ہاتھارن :
ترجمہ : عابد علی عابد ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مُوسسّہ فرینکلن ،
شخصیت اور فن ۔ امریکی مصنف سے متعلق معلوماتی کتابچہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۸۸ ہاورڈ ، لی آن : ہرمن میلول :
ترجمہ : محمد عثمان ، پروفیسر

لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
شخصیت اور فن ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۸۹ ہڈسن ، ولیم ہنری : مقدمہ مطالعۂ ادب :
ترجمہ : محمد رفیع الدین (ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی) ،
لاہور : غیر مطبوعہ

تنقید ۔ مقالہ برائے ایم ۔ اے (اردو) پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور ۔
(حوالہ : ۲)

۱۹۰ ہڈسن ، ولیم ہنری : ادبی تنقید :
ترجمہ : عصمت جاوید ،
الہ آباد : اردو رائٹرس گلڈ ، ۱۹۷۷ء
ص : ۱۱۲

تنقید اور ادب کی قدر و قیمت کا تعین ، تنقید کے وظائف ، مطالعۂ تنقید ، تنقید کے تاریخی پہلو ، ادب کی قدر شناسی وغیرہ موضوعات پر ۔ تعدادِ اشاعت ۶۰۰ طباعت آفسٹ ۔

(حوالہ : ۹ ، ۱۵)

۱۹۱ ینگ ، فلپ : ارنسٹ ہیمنگوے :
ترجمہ : محمد سلیم الرحمٰن ،

لاہور : میری لائبریری بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ، ۱۹۶۵ء
شخصیت اور فن ۔ اصل کتابچہ امریکہ سے شائع ہوا ، انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۹۲ ٹمپل ، آر ۔ سی : حکایاتِ پنجاب (تین جلدیں) :

ترجمہ : عبدالرشید ، میاں
لاہور : مجلس ترقی ادب ، ۱۹۶۲ء
ص : ۳۸۷
حکایات ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۱)

۱۹۳ ڈفران ، لارڈ : حکایتِ ڈفرینہ :
ترجمہ : رتن ناتھ سرشار ، پنڈت ،
نام مطبع و سنہ اشاعت نامعلوم ،

حکایت ۔ رام بابو سکسینہ نے اس ترجمے کو 'LetterFrom High Latitude' کا ترجمہ بتایا ہے ، چکبست کے مضامین ، نولکشور پریس کی فہرستیں اوزر جوبلی پرنٹنگ ورکس سے متعلق معلومات اس ترجمے کے باب میں خاموش ہیں ۔

(حوالہ : ۲)

۱۹۴ گاندھی ، مہاتما : حکایاتِ گاندھی :
ترجمہ : حامد اللہ افسر ،
دہلی : سنگم کتاب گھر ، ۱۹۵۴ء
حکایات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۹۵ لقمان ، حکیم : حکایات لقمان :
ترجمہ : نظام الدین ،
بمبئی : نام مطبع ندارد ، ۱۸۴۳ء
حکایات ۔ یونانی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۹۶ لقمان، حکیم : حکایات لقمان :
ترجمہ : محبوب عالم ،
لاہور : پیسہ اخبار ، ۱۸۹۳ء
حکایات ۔ یونانی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۹۷ لقمان ، حکیم : جوہر لقمان :

ترجمہ : جیمز فرانسس کارکرن ،
لاهور : مجلس ترقیٔ ادب ، ۱۹۶۰ء
حکایات ۔ یونانی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
نظرثانی : شاہ الفت حسین موسوی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱٦)

جیمز فرانسس کارکرن اپنی تالیف و ترجمہ 'تاریخ ممالک چین' کے باعث مشہور ہیں ۔ وہ عدالت دیوانی صدر کلکتہ میں ایک زمانے تک مترجم کی حیثیت سے رہے وفات : کلکتہ ۱۸۶۴ء ۔ انہیں اردو ، عربی اور فارسی پر کامل عبور حاصل تھا اس کے باوجود انھوں نے اس ترجمہ کو اغلاط سے پاک رکھنے کے لئے شاہ الفت حسین موسوی صاحب کی نظر سے گزارا ۔

یہ کتاب مشہور نصیحت آمیز تمثیل نگار ایسب کی بعض حکایات کا اردو ترجمہ ہے ۔ تاحال یہ طے نہیں ہو سکا کہ ایسب، ایک تاریخی شخصیت ہے یا نہیں ۔ مشرق میں اس کی حکایات 'حکایاتِ لقمان' کے نام سے مشہور ہیں ۔ لقمان سے متعلق معلومات کے لئے 'قصص القرآن' تالیف حفظ الرحمنٰ سے رجوع کرنا چاہئیے ۔ تاحال یہ طے نہیں ہو پایا کہ مشرق میں جو حکیم لقمان مشہور ہے آیا وھی مغرب میں ایسپ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یا نہیں ۔

۱۹۸ داستان سرائے :
ترجمہ : صادق الخیری ،
کراچی : شہناز بک ڈپو کلب ،
داستان/ناول/افسانہ/ڈراما/کہانی/خطوط/آپ بیتی کا انتخاب ۔
انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۱٦)

۱۹۹ دانتے : داستانِ جہنم :
ترجمہ : عنایت اللہ دهلوی ،
دهلی : ساقی بکڈپو ،
داستان/ ڈراما ۔ 'Inferno Divine Commedia' کا ترجمہ ۔

ایک ترجمہ عزیز احمد کا ,طربیۂ خداوندی ، کے

نام سے ملتا ہے۔ محمد حسین غازی نے ،دوزخ کی
سیر، کے نام سے Divine Commedia کے ایک
منظر کا ترجمہ کیا جو رسالہ ،ہمایوں، اپریل ۱۹۳۶ء
کے صفحہ ۲۸۳ تا ۲۹۵ پر مولانا حامد علی خاں کے
ابتدائیے کے ساتھ شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۰۰ دانتے : طربیہ خداوندی (دو جلدیں) :
ترجمہ : عزیز احمد ،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، طبع اوّل ۱۹۴۳ء
داستان : 'Inferno: Divine Commedia' کا جرمن زبان سے
براہِ راست ترجمہ مع مقدمہ و حواشی ۔ انجمن نے دوسری
بار کراچی سے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۴)

۲۰۱ ہملس ، مس : دخترِ وزیر :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
گجرات : صُوفی منڈی بہاؤالدین ، س ۔ ن
داستان ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۲۰۲ آسکر وائلڈ : جمیل (ارنسٹ)
ترجمہ : تمکین کاظمی ،
لاہور : طبع اوّل : ۱۹۲۸ء
ڈراما ۔ 'The Importance Of Being Earnest' کا ترجمہ ۔
اس ڈرامے کا ایک ترجمہ مجنوں گورکھپوری نے بھی کیا
تھا ۔ ڈاکٹر محمد دین تاثیر نے ،مخزن، افسانہ نمبر
اگست ستمبر ۱۹۲۹ء میں اس ترجمے پر اظہار خیال

کیا تھا ۔ آئینہ ادب لاہور نے دوسری بار ۱۹۵۷ء میں ۱۱۲ صفحات کی ضخامت میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰ ، ۱۱)

ڈاکٹر محمد دین تاثیر اپنے تبصرہ مطبوعہ ،مخزن، اگست ستمبر ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں:

'ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانا عیب نہیں ۔ لیکن سیاق و سباق سے ظاہر ہو گا کہ ان تراجم سے اصل مطلب بالکل خبط ہو جاتا ہے اور کوئی نئی بات بھی پیدا نہیں ہوتی ۔

القصّہ جتنی خوشی سے میں نے اس کتاب کو مطالعہ کے لئے اٹھایا اتنی ہی مایوسی سے اسے ختم کر کے پھینک دیا ۔ ترجمہ میں نہ صحت لفظی ہے نہ معنوی ۔ اصل کے 'اسلوب بیان' کا شائبہ بھی نہیں ہوتا اور خوامخواہ 'نامانوس زبان' استعمال کی ہے ۔ قریباً ہر صفحہ پر کوئی نہ کوئی غلطی ہے ۔ میری رائے میں ایسے تراجم کرنے سے نہ کرنا بہتر ہے ۔ کیونکہ اس طرح اردو دان پبلک میں وائلڈ کے متعلق غلط 'تاثرات' پیدا ہونے لازمی ہیں ۔ میں تو حیران ہوں کہ جس شخص نے انگریزی میں ڈرامہ نہ پڑھا ہو وہ اس اردو عبارت سے کس طرح لطف تو درکنار کوئی مطلب بھی اخذ کر سکتا ہے ! اور سب سے زیادہ حیرت مجھے اس ترجمے کے متعلق دارالترجمہ حیدرآباد کے رکن جوش ملیح آبادی کی اس رائے پر ہے کہ : 'انگریزی طرز بیان کی تمام خصوصیتوں کا حامل ہے ۔' مگر شاید اس کی وجہ جوش صاحب کا اردو شاعر ہونا ہے ۔

شاید چند سطور اردو ترجمے میں غیر زبانوں کے اسمائے معرفہ کے استعمال کے متعلق بے محل نہ ہوں ۔ کسی تصنیف کے اخذ نہ کرنے اور اردو ترجمہ کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اسمائے معرفہ جو ضرب‌المثل ہو چکے ہوتے ہیں ، جوں کے توں رہتے ہیں ۔ شیکسپیئر کی مخلوق ہیملٹ میکبتھ ، لیئر ، اوتھیلو وغیرہ کے نام بدلنا ایسا ہی واہیات ہے جیسے لوئی ، اکبر ، شیر شاہ ، صلاح الدین اور اشوک کے

۔ مگر انگریزی اور فرانسیسی زبان میں تلفظ بہت بے اصولی سے کیا جاتا ہے ۔ لکھتے کچھ ہیں اور پڑھتے کچھ ہیں ۔ اردو ، فارسی ، عربی کی طرح مقررہ قاعدے نہیں ۔ گو اردو میں بھی معدودے چند بے قاعدگیاں موجود ہیں ۔

انگریزی اور فرانسیسی سے ترجمہ کرتے ہوئی اسمائے معرفہ کے تلفظ کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے ۔ اس بارے میں ہمارے مترجمین نے (یہاں دونوں کا نام اس لئے لیتا ہوں کہ دوسرے صاحب بی ۔ اے ہیں) زیادہ احتیاط نہیں فرمائی ۔ چنانچہ ایک شخص کا نام الگرنان رکھا ہے ۔ (میں نے لفظی ترجمہ دیتے ہوئے یکسانیت کے خیال سے اس کو یونہی رہنے دیا ہے) ۔ حالانکہ اس نام کا کوئی فرد ڈرامے میں نہیں ۔ منقولہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ Algemon کی مسخ شدہ صورت ہے جس کا تلفظ ایلجنن ہو سکتا ہے ۔ ایلجرنان بھی ناقابل معافی نہ ہوتا کیونکہ ہم جا و بے جا راہ کی آواز کو استعمال کرنے کے عادی ہیں ۔ R کی آواز محض Vowel آوازوں کے پہلے نکلتی ہے ، اور کسی جگہ نہیں ۔ مثلاً انگریز Robert کو روبٹ کہے گا ، روبرٹ نہیں ۔ بہر حال Algemon کوالگرنان کہنا بالکل غلط ہے ۔

۲۰۳ آسکر وائلڈ : ارنسٹ :
ترجمہ: مجنوں گورکھپوری ،
لاہور : آئینہ ادب ، س ۔ ن
ڈراما ۔ 'The Importance Of Being Earnest' کا ترجمہ ۔
گورکھپور سے پہلی بار ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
ایک ترجمہ تمکین کاظمی کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۲۰۳ آسکر وائلڈ : سالومی :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
الہ آباد : کتابستان ، ۱۹۲۵ء

ڈراما ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ایک ترجمہ شاہد احمد دھلوی نے بھی کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۰۵ آسکر وائلڈ : سالومی :
ترجمہ شاھد احمد دھلوی ،
دھلی : ساقی بکڈپو

یہ شہرہ آفاق ڈرامہ پہلے پہل ۱۸۹۶ء میں پیرس (فرانس) میں اسٹیج کیا گیا ۔ نیو اسٹیج لندن سے ۱۹۰۵ء اور برلن(جرمنی) میں ۱۹۵۱ء میں کھیلا گیا ۔ پلے ھاؤس لاھور (پاکستان) والوں نے مارچ ۱۹۶۱ء میں اسٹیج کیا ۔ یہ ترجمہ دوسری بار پیپلز پبلشنگ ھاؤس لاھور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۰۶ آسکر وائلڈ : ویرا :
ترجمہ : سعادت حسن منٹو و حسن عباس ،
امرتسر : دارالاحمر ، طبع اوّل : ۱۹۳۴ء
ڈراما ۔ دوسری بار مکتبہ شعر و ادب سمن آباد لاھور نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا ۔ چار ایکٹ میں المیہ ڈراما ۔ انقلابِ روس کی خونچکاں داستان ۔ مقام : روس ، زمانہ : ۱۷۹۵ء افراد تمثیل پیٹریبوروف : سرائے کا مالک ۔ ویرایبوروف : اس کی بیٹی ۔ مجل : ایک دہقان
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۲۰۷ آندریف : انسان کی زندگی :
ترجمہ : ابو سعید قریشی ،
لاھور : مکتبہ اردو ، ۱۹۳۳ء
ص : ۱۳۵
ڈراما ۔ دوسری بار چودھری اکیڈمی لاھور نے سائع کیا ۔

۲۰۸ (حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

ابسن ، ہنرک : گڑیا گھر:
ترجمہ : عبدالشکور ،
علی گڑھ : نام مطبع ندارد، ۱۹۲۸ء
ڈراما ۔ ,ڈالس ہاؤس، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۰۹ البسن ، ہنرک : دریائی خاتون :
ترجمہ : شیدا محمد ،
حیدر آباد دکن : تاج پریس،
ڈراما ۔ تلخیص و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۸)

۲۱۰ ابسن ، ہنرک : گڑیا گھر :
ترجمہ : قدسیہ انصاری ،
دهلی : آزاد کتاب گھر ، ۱۹۵۷ء
ڈراما ۔ ,ڈالس ہاؤس، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۲۱۱ البسن ، ہنرک : معمار اعظم :
ترجمہ : عزیز احمد ،
دهلی : انجمن ترقی اردو (ہند) طبع اوّل : ۱۹۴۰ء
ص : ۳۲۰

ڈراما ۔ نارویجن زبان سے 'The Master Builder' کا ترجمہ انگریزی زبان کی معرفت ۔ پہلے انجمن کے رسالہ ,اردو، دهلی ۱۹۳۸ء میں طبع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۴)

۲۱۲ البسن ، ہنرک : حشرات الارض :
ترجمہ : فضل الرحمنٰ ،
ڈراما ۔ اردو ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۱۳ البسن ، ہنرک : جمہور دشمن :
ترجمہ : محمد صفدر ،
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی، س ۔ ن
ڈراما ۔ 'The Enemy Of The People' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۲۱۴ اسکاٹ ، سر والٹر : شہید وفا :
ترجمہ : عبالحلیم شرر، مولانا
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۱۵ انصاری ، ظ (مؤلف ، مرتّب و مترجم) : جارج برنارڈ شا ایک نظر میں:
دہلی : مکتبہ برہان ، اردو بازار ، طبع اوّل ۱۹۵۱ء
ڈراما ۔ برنارڈشا کی سوانح مع چار ڈراموں کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۶)

۲۱۶ انگریزی ڈرامے :

ترجمہ : مترجمین دہلی کالج ،

دہلی : دہلی کالج ، س ۔ ن

ڈرامے ۔ انگریزی کے منتخب ڈرامے برائے نصاب دہلی کالج ۔

ترجمہ ۱۹۵۷ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۲۱۷ بائرن ، لارڈ : قابیل :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،

گورکھ پور : ایوان اشاعت ، س ۔ ن
ص : ۱۹۸
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ، آدم کے بیٹوں کی ازلی آویزش ڈرامے کا موضوع ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۱)

۲۱۸ براانڈن ، تھامس : ہنسی ہنسی میں :
ترجمہ : عشرت رحمانی ،
لاہور : آئینہ ادب ، س ۔ ن
ص : ۱۵۰
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۱۹ پتوار :
ترجمہ : پریمی، بڑی کرشن ،
لاہور : گیلانی الیکٹرک پریس ، ۱۹۳۳ء
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۲۲۰ پرسیٹلے ، جے ۔ بی : آئینہ ایام :
ترجمہ : محمد خلیق ،
نئی دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۵۷ء
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۲۲۱ پرسیٹلے ، جے ۔ بی : مجرم کون ؟ :
ترجمہ : اظہار کاظمی ،
مرتّب : نعیم طاہر ،
لاہور : مجلس ترقئ ادب ، ۱۹٦٦ء
ص : ۱۵٦
ڈراما ۔ 'An Inspector Calls' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۲۲

تاج :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لکھنؤ : مکتبہ اردو ، ۱۹۵۵ء
ص : ۱۳۳
ڈراما ۔ فرانسیسی ڈرامے کا عربی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۲۲۳ ٹارکنگٹن ، بوتھ : ایک حمام میں :
ترجمہ : عشرت رحمانی ،
لاہور : مکتبہ جدید بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ، ۱۹۶۱ء
ص : ۱۷۴
ڈراما ۔ انگریزی سب ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۲۲۴ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : ابوالخمر :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
لکھنؤ: یونائیٹڈ انڈیا پریس ، س ۔ ن
ڈراما ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ۱۹۳۳ء سے
قبل شائع ہوا ۔ یہ ترجمہ پہلی بار ,نگار، دسمبر ۱۹۲۷ء
میں شائع ہوا ، نگار کے ۳۸ صفحات ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷)

۲۲۵ ٹیگور ، رابندر ناتھ : چترا :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
حیدر آباد دکن : شمس المطابع ، ۱۹۲۶ء
ڈراما ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ طبع دوم :
دارالاشاعت پنجاب لاہور ۱۹۲۶ء ۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ اس
ترجمے سے پہلے شائع ہو چکا تھا مترجم تھے آصف علی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۸)

۲۲۶ ٹیگور ، رابندر ناتھ : چترا
ترجمہ : آصف علی ،
دهلي :مشمولہ رسالہ ,تمدن، دهلی ، ۱۹۲۶ء
ڈراما ۔ انگریزی سے اس ڈرامے کا اوّلین ترجمہ ۔ دوسرا ترجمہ

مولانا عبدالمجید سالک نے اسی نام سے کیا تھا جو ۱۹۲۶ء
میں ھی شائع ھوا ۔ بقول سالک آصف علی کا ترجمہ عربی
آمیز ، ٹھوس اور بے جان ہے ۔ بحوالہ 'سرگزشت' مطبوعہ قومی
کتب خانہ ریلوے روڈ لاھور ۱۹۶۶ء ص ۶۳
(حوالہ : ۲)

۲۲۷ ٹیگور ، رابندر ناتھ : منزل عشق :
ترجمہ : یزدانی جالندھری ،
لاھور : کتابستان ، س ۔ ن
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۲۸ ٹیگور ، رابندر ناتھ : سچی پوجا :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاھور : اردو اکیڈمی (سندھ) ، س ۔ ن
ڈراما ۔ بنگلہ ڈرامے کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۲۹ جمنا :
ترجمہ : کیشرود چٹرجی ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۳۳
ڈراما
(حوالہ : ۷)

۲۳۰ چپیک ، کیرل : جاہ و جلال :
ترجمہ : غلام مصطفےٰ تبسّم ، صوفی
لاھور : گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب ، ۱۹۳۰ء
ص : ۱۵۹
ڈراما : انگریزی سے 'Power And Glory' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۳۱ چپیک ، کیرل : آر ۔ یو ۔ آر :
ترجمہ : امتیاز علی تاج و پطرس بخاری ،
لاھور : مجلس ترقی ادب ، ۱۹۶۷ء

ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱٦)

۲۳۲ چیخوف : پھول بن :
ترجمہ : مخدوم محی الدین ،
نام مطبع و سنہ ندارد ۔
ڈراما ۔ 'The Cherry Orchard' کا روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۳۳ چیخوف: تین بہنیں:
ترجمہ : محمد سلیم الرحمن ،
لاہور : مجلس ترقیٔ ادب ، ۱۹۷٦۔
ڈراما ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۳۳ چیخوف : وارڈ نمبر ٦ :
ترجمہ : شاہینہ بدر انصاری،
لاہور : مکتبہ شاہکار پوسٹ بکس نمبر ۱۷۵۴،
ڈراما ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۳۵ خوش حال نگر:
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : قومی کتب خانہ ، ۱۹۳۸۔
ڈراما
(حوالہ : ۷)

۲۳٦ دوستو فسکی : جرم و سزا:
ترجمہ : کمال احمد رضوی،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈسنز بہ اشتراک مؤسسہ فرینکلن،
ص: ۲۳۲
ڈراما ۔ 'Crime and punshment' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۲۳۷ ڈور، شیری : طلوع
ترجمہ : کمال احمد رضوی،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن،
ص : ۱۴۴
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ تین ایکٹ کا ڈراما :
(حوالہ : ۲، ۱۷)

۲۳۸ راکھی :
ترجمہ : پریمی، ہری کرشن
لاہور : ادارۂ مصنفین اُردو محل، ۱۹۴۳ء
ڈراما
(حوالہ : ۷)

۲۳۹ سرویان، ولیم : زندگی کی مہلت :
ترجمہ : رضی ترمزی، سید
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مؤسسہ فرینکلن،
ص : ۲۰۴
ڈراما ۔ امریکی ڈرامے کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۷)

۲۴۰ سماج کے ستون :
ترجمہ : قیسی رامپوری،
بمبئی : کتابستان، ۱۹۴۳ء
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۲۴۱ سموتوف : اخبار نویس :
ترجمہ عبداللہ ملک،
لاہور : قومی دارالاشاعت پنجاب،
ڈراما ۔ روسی ڈراما کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۲۳۱ سوفو کلیز: ایڈی پس :
ترجمہ : شاھدہ حمید خان ،
لاھور : شاھکار کتاب نمبر ۸ جیبی سلسلہ پوسٹ بکس ۱۷۵۴
ڈراما ۔ ۴۹۵ قبل مسیح کے یونانی ڈرامانگار کی عظیم تخلیق کا انگریزی کی معرفت ترجمہ :
(حوالہ : ۲)

یونان کے عظیم ڈرامہ نگار سوفوکلیز کی مستند تاریخ پیدائش ۴۹۵ قبل مسیح ہے اور پیدائش ایتھنز سے ایک میل کے فاصلہ پر قصبہ کولونس کی ۔ عجیب بات ہے کہ سوفو کلیز کے اوّلین ڈرامے نے ھی اپنے وقت کے دوسرے عظیم ڈرامہ نگار ایس کائی لس (Aeschylus) کے مقابل اوّل انعام حاصل کیا ۔ اس وقت اُس کی عمر ستائیس برس کی تھی ۔

' ایڈی پس ' المیہ ڈرامہ ہے ۔ اس کا مرکزی کردار ایک ایسی ذھنی اُلجھن کا شکار رھا ہے جو جدید نفسیات میں 'ایڈ پس کمپلکس ' کے نام سے زندہ ہے ۔ وہ عظیم سلطنت تھیبز کا حکمران تھا اور اپنے فیصلوں میں اٹل ، لیکن قدرت کے فیصلوں کے سامنے بے بس ھو گیا ۔ اس نے حکم جاری کیا تھا کہ اس سے پہلے حاکم کے قاتلوں کو تلاش کیا جائے لیکن تحقیق سے ثابت ھوا کہ سابق حاکم لیوس کو قتل کرنے والا تو وہ خود تھا ۔ اور لیوس کی بیوہ اب اُس کی بیوی ہے جو دراصل اُس کی سگی ماں ہے ۔ آخر کار وہ اس سزا پر عمل درآمد کرنے کا حُکم دیتا ہے جو ایک بادشاہ کی حیثیت سے اُس نے لیوس کے قاتل کے لئے تجویز کی تھی ۔

سوفیوکلیز اپنے کرداروں کے تشکیل بعینہہ ویسی کرتا ہے، جو اُن کی ھونی چاھئے نہ کہ جیسے وہ ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ سوفوکلیز کے ھمیشہ زندہ کرداروں میں ' ایڈی پس ' کے کردار سرِ فہرست ہیں ۔

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ھو :

' چرواھا ' : خدا کے نام پر آقا ! اور سوالات مت کرو ۔

ایڈی پس : اگر مجھے دوبارہ سوال کرنا پڑا تو تم اس وقت تک مر چُکے ھو گے ۔

چرواھا : اس بچے کی پیدائش لیوس کے گھر میں ھونی تھی ۔

ایڈیپس : کیا وہ غلام تھا ؟ بادشاھی خاندان کا فرد ؟

چرواہا : اوہ خُدایا، یہ بھیانک سچائی ہے لیکن مجھے بتانا پڑے گا۔

ایڈیپس : اور مجھے سننا پڑے گا، لیکن میں سنوں گا۔

چرواہا : جیسا کہ مجھے بتایا گیا تھا وہ لیوس کا بیٹا تھا، لیکن جو خاتون، تمہاری بیوی اندر ہے، وہ زیادہ بہتر بتا سکتی ہے۔

ایڈیپس : کیا اس نے وہ بچّہ تمہیں دیا تھا ؟

چرواہا : ھاں میرے آقا اس نے ھی دیا تھا۔

ایڈیپس : کس مقصد کے لئے ؟

چرواہا : ھلاک کرنے کے لئے۔

ایڈیپس : خود اپنے بچے کو ؟

چرواہا : وہ خوفناک پیشین گوئیوں سے خوفزدہ تھی۔

ایڈیپس : وہ پیشین گوئیاں کیا تھیں ؟

چرواہا : بچّہ اپنے والدین کو ھلاک کر دے گا۔ یہی کہانی تھی۔

ص ٦٧ ، ٦٨ سے اقتباس

۲۴۲ سوفر کلیز : انٹی گونی :
ترجمہ : قیصر زیدی،
نئی دھلی : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، ۱۹۸۴ء
ڈراما ۔ قدیم یونان کے عظیم ادب پارے کا انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ : ۹)

۲۴۳ شا ، جارج برنارڈ : آغاز ھستی :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
گورکھپور : ایوانِ اشاعت ، س ۔ ن
ص : ۴۷
ڈراما ۔ یہ ترجمہ اوّل اوّل رسالہ نگار، جنوری ۔ فروری ۱۹۲۷ء میر طبع ھوا ۔ یہ Back to mathew cila کا ترجمہ ہے۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۴۴ شا ، جارج برنارڈ : ھوش کے ناخن :
ترجمہ : مخدوم محی الدین و مولوی میر حسن ،
حیدرآباد دکن : نام مطبع و سنہ ندارد

ڈراما ۔ انگریزی سے اسٹیج کے لئے دکنی زبان میں ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۴۵ شا ، جارج برنارڈ : بھید
ترجمہ : نورالحسن ہاشمی ،
لکھنو :نسیم بکڈپو ، ۱۹۵۴ء
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۴۶ شا ، جارج برنارڈ : مالن :
ترجمہ : محمد اکبر و قاقانی ،
نام مطبع و سنہ ندارد
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۲۴۷ شا ، جارج برنارڈ : محبت اور جنگ:
ترجمہ : خورشید نگہت ، لاہور :
حامد برادرز ، طبع دوم :۱۹۶۶ء
ص ۱۶۰
ڈراما ۔ پہلی بار مکتبہ کائنات لاہور سے شائع ہوا
۔ 'Arms and the man' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۴۸ شا ، جارج برنارڈ : اسلحہ اور انسان :
ترجمہ : ابو یوسف ،
گیا : اثر پبلی کیشنز ، ۱۹۸۱ء ص : ۱۴۴
ڈراما ۔ 'Arms and the man' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

یہ کتاب 'Arms and the man' کا ترجمہ ہے ۔ اس ترجمہ کو اعلیٰ درجہ کے تراجم میں شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کا سبب وہ اتار چڑھاؤ ، ماحول کی وہ شدّت اور جزبوں کی وہ فراوانی کم دیکھنے میں آتی ہے جو اصل ڈرامے کا لازمہ ہے ۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لغت کے بل بوتے پر ترجمہ کیا گیا ہو لیکن یہ

ڈرامہ اس سے پہلے اُردو میں منتقل نہیں کیا جا سکا تھا اور یہی چیز ' اسلحہ اور انسان ' کو اہمیت دلاتی ہے ۔

کتاب کے صفحہ چھ پر کرداروں کی فہرست دی گئی ہے ، جہاں دو نام یوں لکھے گئے ہیں : (۱) بلنٹشلی اور (۲) رائنا ۔ جبکہ ڈرامہ میں ان کے نام یوں ملتے ہیں ۔ (۱) بلنشلی اور (۲) راھنا ۔

ظاہر ہے کہ بلنشلی میں ' T ' آواز نہیں دیتا اور یہ درست ہے ۔ بعینہ اسی طرح ' راھِنا ' کی بجائے ' رائنا ' ہونا چاھئے تھا مترجم کو رائنا کے نام کے سلسلے میں غلط فہمی اُس وقت پیدا ہوئی جب یہ رائنا کی ماں اسے ' راھینا ' کے نام سے پکارتی ہے ۔ ظاھر ہے ماں نے اسے بلاتے وقت پیار سے پُکارا ہے اور نام بگڑ گیا ہے لیکن اس سے کردار کا نام ھی بگاڑ دینا ترجمہ کے ساتھ انصاف نہیں ۔ مترجم نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائی ہیں مثلاً 'Pail ' کا ترجمہ ' مٹکا ' کیا گیا ہے جبکہ اس سے ' بالٹی ' مُراد ہے ، یورپ میں مٹکے کا تصّور نہیں ملتا ۔ 'Shrine ' کا ترجمہ عبادت گاہ ہونا چاھئے تھا ، نہ کہ ' مندر ' جبکہ ڈرامہ میں برنارڈ شا نے اس لفظ کے معنی ' خانہ ' یا 'Case ' کے لئے ہیں ۔ اور اسی لئے 'Shrine ' کے ساتھ رنگوں کی وضاحت بھی کی ہے ۔

ص ۴۹ پر درج ہے :

' رائنا ۔ اس کی تصویر مجھے لوٹا دیجئے '

جبکہ برنارڈ شا نے یہاں 'Sternly ' کا لفظ بھی لکھا تھا ۔ یہ جملہ اس طرح ہونا چاھئے تھا :

' رائنا ۔ (سختی سے) اِس کی تصویر مجھے لوٹا دیجئے ۔ '

یوں ' رائنا ' کے مُوڈ کی خبر بھی قاری کو مل جاتی ہے ۔ ص ۵۳ کے آخر میں درج ہے :

' آدمی ۔ خُدا را مجھے بُرا بھلا نہ کہئے ، اس لئے کہ حالات نے مجھے بالکل پراگندہ خاطر کر دیا ہے ۔ '

جبکہ ترجمہ کچھ یوں ہونا چاھئے تھا :

' آدمی ۔ مجھے معاف کر دیجئے ۔ میں اتنا تھک گیا ہوں کہ مجھ میں سوچنے کی صلاحیت نہیں رھی ۔ دراصل موضوع کی تبدیلی میرے لئے بھاری پڑ رھی تھی ۔ خُدا را مجھے ڈانٹئے مت ۔ '

' اسلحہ اور انسان ' اس نوع کی غلطیوں سے پٹی پڑی ہے ۔ تفصیلات کے لئے

کئی صفحات درکار ہیں ۔

۲۴۹ شلر ، فریڈرک : قزاق :
ترجمہ : نورالٰہی محمد عمر
نام مطبع و سنہ ندارد ۔

ڈراما ۔ جرمن ڈرامے کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ڈراما ہندوستان کا منظر نامہ لئے ہوئے ہے ۔ تفصیل کے لئے دیکھئے ' ناٹک ساگر ' از نورالٰہی محمد عمر ۔ ترجمہ ۱۹۳۵ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۲۵۰ شیروڈ ، رابرٹ : روح سیاست :
ترجمہ : نورالٰہی محمد عمر ، لاہور : اردو بک سٹال ، ۱۹۳۲ء
ص : ۱۰۳
ڈراما ۔ انگریزی سے ' ابراہام لنکن ' کا ترجمہ اردو کا اولین ایپی سوڈ ڈراما ۔ ایک ترجمہ خلیل صحافی نے بھی کیا ہے ، ابراہام لنکن کے نام سے (حوالہ ۲ ، ۱۰ ، ۱۲)

۲۵۱ شیروڈ ، رابرٹ : ابراہام لنکن :
ترجمہ : خلیل صحافی، کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، ۱۹۵۷ء
ڈراما ۔ تین ایکٹ کا ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ، اس ڈرامے کا اوّلین ترجمہ نورالٰہی محمد عمر نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۶)

۲۵۲ شیریڈن ، رچرڈ : ظاہر و باطن : ترجمہ ، فضل الرحمن ، محمد
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ اسکول فار اسکینڈل ، سے ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۵)

۲۵۳ شیریڈن ، رچرڈ : نئی روشنی : ترجمہ : فضل الرحمن ، محمد
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ ' The Rivals ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۲۵۴ شیریڈن ، رچرڈ : رقیب ،
ترجمہ : شمیم قریشی ، محمد
پشاور : عظیم پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن
ص: ۱۳۲
ڈراما ۔ انگریزی کی معرفتThe Rivals کا ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۲۵۵ شیکسپیر، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : سید غلام اجمد رضوی تسخیر ،
لاہور : مکتبہ جدید پریس ، ۱۹۷۹ء
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا منظوم ترجمہ
(حوالہ : ۱٦)

۲۵٦ شیکسپیر، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : محمد یونس سیٹھی فدا
پشاور:یونیورسٹی بک ایجنسی ،
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ ٹیلیوژن اور فلم کے اداکار سیٹھی نے کیا ہے ۔

(حوالہ : ۱٦)

۲۵۷ شیکسپیئر ، ولیم : تلاطم ایران :
ترجمہ : سہراب جی پستن جی کانگا ،
حیدر آباد دکن : انوار الاسلام پریس ، طبع اوّل ۱۹۳۱ء
ص : ۱۰۳
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۸)

۲۵۸ شیکسپیر، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : قمر جمیل ،
کراچی : غیر مطبوعہ برائے ریڈیو پاکستان ، جنوری ۱۹٦۳ء
ڈراما ۔ جشنِ تمثیل ریڈیو پاکستان کراچی کے لئے 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۲۹ شیکسپیر ، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : محمد شمیم قریشی ۔
پشاور: ندیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار، س ۔ ن۔
ص : ۱۵۲
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲٦۰ شیکسپیر، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : قاسم محمود ، سید
لاہور : کلاسیک دی مال لاہور ، س ۔ ن
ڈراما 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲٦۱ شیکسپیر ، ولیم : وہم و گمان :
ترجمہ : مرزا تقی حسین تقی ۔
حیدرآباد دکن .: اختر دکن پریس ۱۹۳۴ء
ص : ۳۵
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲٦۲ شیکسپیر ، ولیم : میکبتھ
ترجمہ : عنایت اللہ دہلوی ، دہلی:
مشمولہ 'ساقی' دہلی سالنامہ ، ۱۹۳۸ء
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲٦۳ شیکسپیر، ولیم : فریب ہستی :
ترجمہ : آغا حشر کاشمیری۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۸ء ۔
ڈراما ۔ 'Macbeth' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲٦۴ شیکسپیر ، ولیم : شاہ لیئر:
ترجمہ : بابو سیام سندر لال برق وکیل سیتاپوری ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۲۱ء
ڈراما ۔ 'King lear' کا منظوم ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۲٦۵ شیکپیر ، ولیم : سفید خون :

ترجمہ : آغا حشر کاشمیری ، کراچی : اردو اکیڈمی سندھ س ۔ ن
ڈراما ۔ 'King Lear' کا ترجمہ پہلی بار ۱۹۰۶ء میں طبع ھوا ۔
(حوالہ : ۲)

۲۶۶ شیکسپیر ، ولیم : ہارا جیتا (یا ہار جیت)
ترجمہ : مراد علی لکھنوی،
م مطبع ندارد، ۱۹۰۵ء
ڈراما ۔ ' [illegible] ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۶۷ شیکسپیر ، ولیم : سفید خون
ترجمہ : سردار محمد ،
بمبئی : غیر مطبوعہ
ڈراما ۔ ' King Lear ' کا ترجمہ ۔ مشہور اداکار سردار محمد نے البرٹ کمپنی بمبئی کے لئے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲)

۲۶۸ شیکسپیر ، ولیم : سفید خون :
ترجمہ : عبدالغنی خلیل بدایونی ،
نام مطبع و سنہ ندارد ، ڈراما '
King Lear ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۲۶۹ شیکسپیر ، ولیم : شاہ لیئر :
ترجمہ : عنایت اللہ دھلوی ،
دھلی ماھنامہ ساقی دھلی کا سالنامہ ۱۹۳۹ء
ڈراما ۔ ' King Lear ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۴)

۲۷۰ شیکسپیر ، ولیم : کنگ لیئر :
ترجمہ : لالہ سیتا رام ،
لکھنو: نولکشور پریس ، س ۔ ن
ڈراما ۔ ' King Lear ' کا ترجمہ
(حوالہ: ۲)

۲۷۱ شیکسپیر ، ولیم : کنگ لیئر :

ترجمہ : مجنون گورکھپوری ،
دھلی : انڈین اکیڈمی ، س ۔ ن
ص : ١٧٢

ڈراما ۔ ' King lear ' کا ترجمہ

(حوالہ : ٢)

٢٧٢ شیکسپیر، ولیم : دی ونٹرزٹیل :

ترجمہ : محمد شاہ ،

نام مطبع ندارد ،

ڈراما ' The Winter's Tale ' کا ترجمہ ١٩٠١ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ١ ، ٢)

٢٧٣ شیکسپیر ولیم ، : مریدِ شک :

ترجمہ : آغا حشر کاشمیری

دھلی : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ١٩٠٠ء

ڈراما ۔ ' The Winter's Tale ' کا ترجمہ

(حوالہ : ٢)

٢٧٤ شیکسپیر، ولیم : زھری ناگن عرف داغ جگر

ترجمہ : عبدالغنی خلیل بدایونی ،
نام مطبع و سنہ ندارد

ڈراما ۔ ' The Winter's Tale ' کا ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا
(حوالہ : ٣ ، ١٢)

٢٧٥ شیکسپیر، ولیم : اوتھیلو :

ترجمہ : مفتی اشتیاق حسن عثمانی ،

پشاور: نام مطبع ندارد ،

ڈراما ۔ ' Othelo ' کا ترجمہ
(حوالہ : ٢)

٢٧٦ شیکسپیر، ولیم : اوتھیلو :

ترجمہ : قاسم محمود . سید
لاھور : کلاسیک دی مال لاھور ، س ۔ ن
ص : ١٧٢

ڈراما ۔ ' Othelo ' کا ترجمہ (حوالہ : ٢)

٢٧٧ شیکسپیر، ولیم : اوتھیلو :
ترجمہ : عزیز حامد مدنی ،

پشاور: غیر مطبوعہ

ڈراما ۔ 'Othelo' کا ترجمہ برائے ایڈورڈ کالج پشاور

(حوالہ : ٢)

نظم آزاد میں یہ ترجمہ ایڈورڈ کالج پشاور شہر کے لئے کیا گیا تھا ۔ ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو :

اس منظر میں اوتھیلو پر ایاگو کی سازش کا اثر ہو چکا ہے ۔ اوتھیلو کے جذبات کی عکاسی دیکھئے :

الوداع اسپ تازی تری تُند خیزی کے اوقات آخر ہوئے
الوداع طبل و قرنا کے اے رُوح پرور سُرور
الوداع میرے دمامۂ جنگ
رُخصت اے پرچمِ کامرانی
الوداع اے مبارز طلب زندگی
الوداع باب جاہ و حشم
الوداع اے تفنگو
رعد کے دیوتا کی حریفو
خاک برسر ہوئے حوصلے
زندگی تیری بازی گری دیکھ لی
الوداع میری تیغ دودم
اے مصاف حیات الوداع ۔ ''

٢٧٨ شیکسپیر، ولیم : مار آستین :
ترجمہ : دینا ناتھ فتح آبادی،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ١٩٠٣ء

ڈراما 'Othelo' کا ترجمہ ۔ دوسری بار ١٩٠٣ء اور تیسری بار ١٩٠٣ء میں طبع ہوا ۔

(حوالہ : ٢)

دینا ناتھ فتح آبادی نے مقفّیٰ نثر میں ترجمہ کیا ہے ۔

ڈرامے ک اغاز اس سعر سے ہوتا ہے

بھر دیں عجب ادائیں اس شوخ سیم تن میں
اک ٹیڑھ سادگی میں اک سیدھ بانکپن میں

اختتام اس مصرعہ پر ہوتا ہے

کیا اعتبار ہستی ناپائیدار کا

٢٧٩ سیکسپیر، ولیم : اوتھیلو عرف چغل خور آئینہ :

ترجمہ : سجاد حسین جوہر بنارسی ،
ڈراما ۔ 'Othelo ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۸۰ شیکسپیر، ولیم : وهمی جنگی :
ترجمہ : نازاں دہلوی ،
نام مطبع ندارد ، س ۔ ن
ڈراما ۔ ' Othelo ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۸۱ شیکسپیر، ولیم : شیر دل :
ترجمہ : نظر دہلوی
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۱۸ء
ڈراما ۔ ' Othelo ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۸۲ شیکسپیر، ولیم ، : اوتھیلو :
ترجمہ : گوپال گوئل
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۱۱ء
ڈراما ۔ 'Othelo ' کا ترجمہ ،
حوالہ : ۲)

۲۸۳ شیکسپیر، ولیم : شہید وفا :
ترجمہ : مہدی حسن خان احسن لکھنوی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۸ء
ڈراما ۔ 'Othelo ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۸۴ شیکسپیر، ولیم :اوتھیلو :
ترجمہ منشی جوالا پرشاد برق سیتاپوری ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۶ء
ڈراما ۔ 'Othelo ' کا ترجمہ ۔ مترجم نے وکٹورین عہد کی خصوصیات بتاتے ہوئے ڈرامے کا تاریخی پس منظر بھی بیان کیا ہے
(حوالہ: ۲)

rekhta

۲۸۵ شیکسپیر، ولیم : جعفر :
ترجمہ : احمد حسین خان
لاہور : پیسہ اخبار لاہور ' طبع اوّل ۱۸۹۶ء
ڈراما ۔ 'Othelo' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

یہ ترجمہ احمد حسین خاں صاحب نے ۱۸۹۳ء میں مکمل کیا تھا ۔ اشاعتِ اوّل کے دیباچہ میں احمد حسین خان لکھتے ہیں ۔

' اس کتاب میں ، میں نے اوتھیلو کا من و عن ترجمہ نہیں کیا ۔ بلکہ ایک انگریزی قصّے کو ایشیائی پیرائے میں بیان کیا ہے ، یا یوں کہو کہ انگریزی متن کو ' نون مرچ ' لگا کر ہندوستانیوں کے مذاق کا بنایا ہے ۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ اس میں وہ خوبیاں اور عظمت نہیں جو شیکسپیر کے اصل کلام میں پائی جاتی ہے مگر پھر بھی میں نے حتی الوسع اس کو دلچسپ بنانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا ۔ میں نے ان دوستوں کی سہولت کے لئے جو انگریزی زبان سے بالکل ناواقف ہیں اور انگریزی زبان کے کرخت اور دندان شکن ناموں کا تلفظ بہ آسانی ان کی زبان پر نہیں چڑھ سکتا ، اشخاص ناٹک کے نام بھی ویسے ھی آسان رکھ لیے ہیں ۔ غرض انگلستان کا ایک مشہور ایکٹر ہے جس کو ہندوستانی لباس پہنا کر آپ سے ملاقات کراتا ہوں ، مُصافحہ کیجئے ۔

۲۸۶ شیکسپیر، ولیم : اوتھیلو :

ترجمہ : احسان اللہ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۰ ء
ڈراما ۔ ' Othelo ' کا اولین اردو ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۸۷ شیکسپیر، ولیم : آتھیلو :
ترجمہ : سجاد ظہیر۔
دھلی : ساھیتہ اکیڈمی، ۱۹٦۸ء
ص : ۱٦۸
ڈراما ۔ ' Othelo ' کا نہایت عمدہ ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۵)

۲۸۸ شیکسپیر، ولیم : انطونی اور کلوپٹرا
ترجمہ : شان الحق حقی ۔
دھلی: ساقی دھلی، بابت ۱۹۴۳ء
ڈراما ۔ ' Antony And Cleopatra ' کا ترجمہ ، پابند نظم میں کیا گیا ہے ۔ مشمولہ ' تارِ پیراھن ' از شان الحق حقی ۔
(حوالہ : ۲)

یہ ترجمہ منظوم ہے ۔ پابند نَظم میں اس ڈرامے کے کچھ ایکٹ حقّی صاحب نے ترجمہ کئے تھے جن میں ایک ایکٹ سالنامہ ' ساقی ' دھلی بابت : ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا تھا ۔ بعد میں دیگر حصّوں کے ساتھ یہ حصہ بھی حقّی صاحب کے مجموعۂ کلام ' تارِ پیراھن ' میں شائع کیا گیا ہے ۔
ترجمے سے دو بند ملاحظہ ہوں :
(' کلو پٹرا کے آخری لمحات ' سے اقتباسات)

دلہن بناؤ مجھ کو سجاؤ ، پہناؤ تاج
سکھیو ! میں اپنے پی کے نگر جا رہی ہوں آج
پینی تھی جتنی پی چُکی اس چمن کی مے
ہونٹوں کو آج آبِ بقا کی اُمنگ ہے
(افعی سے مخاطب ہو کر)
آ !اے حریفِ جان ، ذرا دندانِ تیز سے
یہ زندگی کا عقدۂ پیچیدہ کھول دے !

اے بے شعور رینگتے ۔ زہریلے جانور
ہاں پیچ و تاب کھا کے ذرا جلد وار کر '

۲۸ شیکسپیر، ولیم : انٹنی اور کلوپٹرا :
ترجمہ : منیب الرحمٰن ۔ ڈاکٹر
دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ۔

ڈراما ۔ ' Antony and Cleopatra ' کا ترجمہ ۱۹۸۰ ء سے قبل شا
ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۲۰ شیکسپیر، ولیم :انطونی و کلاپطرہ :
ترجمہ : عنایت اللہ دہلوی ۔
دہلی : ساقی بکڈپو ۔
ڈراما ۔ ' Antony and Cleopatra ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۹ شیکسپیر، ولیم : کرشمۂ شباب عرف مار آستین :
ترجمہ : حیران شکوہ آبادی ۔ ایم ۔ ایچ
نام مطبع ندارد ۔
ڈراما ۔ ' Antony and Cleopatra ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۲۰ شیکسپیر، ولیم : کالی ناگن عرف زن مُرید :
ترجمہ منشی انور الدین مخلص و منشی محشر
نام مطبع ندارد ۔
ڈراما ۔ ' Antony and Cleopatra ' کا ترجمہ ۔
پروفیسر یجنک نے اسے دو الگ الگ تراجم بتایا ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۲۹۳ شیکسپیر، ولیم : قہر عشق :
ترجمہ : شان الحق حقّی ۔
کراچی : انجمن ترقی اردو پاکستان ۔ طبع اوّل ۱۹۸۴ء
۱۸۹ ۔

ڈراما ۔ ' انطنی کلوپطرہ' کا منظوم و مقفیٰ ترجمہ
(حوالہ : ٦)

۲۹۴ شیکسپیر، ولیم : سمبلین :
ترجمہ : محمد عبدالعزیز ،
ڈراما ۔ ' Cymbeline ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۲۹۵ شیکسپیر ، ولیم : میٹھا زہر :
ترجمہ : مصطفیٰ سیّد علی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۱ء
ڈراما ۔ 'Cymbeline ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۲۹٦ شیکسپیر، ولیم : میٹھا زہر عرف زیب محبت :
ترجمہ : پنڈت نرائن پرشاد بیتاب ،
نام مطبع ندارد
ڈراما ۔ 'Cymbeline ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۲۹۷ شیکسپیر، ولیم : ظلم ناروا :
ترجمہ : ن ۔ ن
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۹ء
مطبع ن ۔ ن
ڈراما ۔ 'Cymbeline ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۲۹۸ شیکسپیر، ولیم : آئینہ عصمت:
ترجمہ : لالہ دیناناتھ ،
لاہور : حکیم رام کرشن ، ۱۹۱۴ء
ص : ۳۷
ڈراما ۔ 'Cymbeline ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۲ ، ۱۳)

۲۹۹ شیکسپیر، ولیم : تیرنگاہ :

rekhta

ترجمہ : شفیع الدین خان مراد آبادی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۷ء
ڈراما ۔ ' The Tempest ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۳۰۰ شیکسپیر، ولیم : خداداد
ترجمہ : پنڈت نرائن دت پرشاد بیتاب
نام مطبع ندارد ،
ڈراما ۔ ' The Tempest ' کا ترجمہ ۱۸۹۱ء سے قبل کیا گیا ۔ اس ترجمے پر مبنی ڈرامہ پارسی کمپنی بمبئی نے ۱۸۹۱ء میں اسٹیج کیا تھا لیکن کہانی میں بیتاب نے اس قدر تبدیلیاں کر دی ہیں کہ The Tempest کا ترجمہ معلوم نہیں ہوتا ۔
(حوالہ : ۲)

۳۰۱ شیکپیر، ولیم : خدا داد
ترجمہ : کریم الدین کریم بریلوی ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ ' Pericles ' کا ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔ ایک ترجمہ داد دریا کے نام سے نوشیرواں جی محربان جی آرام کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۰۲ شیکسپیر، ولیم : داد دریا :
ترجمہ : نوشیرواں جی مہربان جی آرام ،
نام مطبع ندارد ، ۱۸۷۱ء
ڈراما ۔ ' Pericles ' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ ' خداداد ' کے نام سے کریم الدین کریم بریلوی کا بھی ملتا ہے ۔ آرام کا یہ ترجمہ کتابی صورت میں شائع ہونے والا شیکسپیر کا اوّلین ترجمہ ہے ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۰۳ شیکسپیر، ولیم : شہید ناز عرف اچھوتا دامن :
ترجمہ : آغا حشر کاشمیری،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۲ء
ڈراما ۔ ' Measure for Measure ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

٣٠٤ شیکسپیر، ولیم : جیسے کو تیسا :
ترجمہ : احسان اللہ ۔
نام مطبع ندارد ۔ طبع اوّل ١٨٩٠ء
ڈراما ۔ ' Measure for Measure ' کا ترجمہ
(حوالہ : ١ ، ٢)

٣٠٥ شیکسپیر، ولیم : سردیوں کی ایک رات :
ترجمہ : آغا بابر
راولپنڈی : غیر مطبوعہ ۔
ڈراما ۔ ' A Mid Summer night dream ' کا ترجمہ ۔
ترجمہ بر مبنی ڈراما اوپن ایئر تھیٹر راول پنڈی صدر میں سال ١٩٦٥ء میں کھیلا گیا ۔
(حوالہ : ٢)

٣٠٦ شیکسپیر، ولیم : موسم گرما کا خواب :
ترجمہ : احسان اللہ ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ١٨٩٠ء
ڈراما ۔ ' A Midsummer night's dream ' کا اوّلین اردو ترجمہ
(حوالہ : ١ ، ٢ ، ٥)

٣٠٧ شیکسپیر، ولیم : خواب پریشان :
ترجمہ : امیر احمد علوی ۔
لکھنؤ : اودھ پنچ اخبار پریس ، ١٩٣٣ء
ڈراما ۔ ' A Midsummer night's dream ' کا ترجمہ پہلی بار
اودھ پنچ اخبار لکھنؤ میں ١٦ اگست ١٩٠٠ء تا ٢٢ نومبر ١٩٠٠ء قسط وار شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٥)

٣٠٨ شیکسپیر، ولیم : جام الفت :
ترجمہ : محمد اظہر علی آزاد کاکوروی ۔
علی گڑھ : بکڈپو مدرسۃ العلوم ، ١٩٠٣ء

rekhta

ص : ١٢٨
ڈراما ۔ 'A Midsummer night's dream' ۔
(حوالہ : ٢)

٣٠٩ شیکسپیر، ولیم : ساون رین کا سپنا :
ترجمہ : غلام مصطفی تبسّم ، صوفی
لاہور : گورنمنٹ کالج ڈرامیٹک کلب ، س ۔ ن
ڈراما 'A Midsummer night's Dream' کا ترجمہ
(حوالہ : ٢)

٣١٠ شیکسپیر، ولیم : بارھویں رات :
ترجمہ : مسعود پرویز ،
لاہور : غیر مطبوعہ
ڈراما ۔ 'Twelfth night' کا ترجمہ ۔ مسز نجم الدین کی فرمائش پر فلمساز ، اداکار ، ھدایت کار مسعود پرویز نے کنیرڈ کالج لاہور کے اسٹیج کے لئے کیا ۔
(حوالہ : ٢)

٣١١ شیکسپیر، ولیم : بارھویں رات یا جو آپ چاھیں :
ترجمہ : شریف الدین شہاب ،
کراچی : طبع اول ١٩٥٥ء
ڈراما ۔ 'Twelfth night' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢)

یہ ترجمہ انگریزی ادب کے طلبہ کے لئے تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر کیا گیا ہے ۔ کتاب کے آخر میں امتحانی سوالات اور فرہنگ بھی دی گئی ہے ۔ نیز مترجم نے تدریسی ضرورتوں کے پیش نظر وضاحتی نوٹ /حواشی لکھ کر اس ترجمے کی افادیت کو اور بڑھا دیا ہے ۔

یہ ترجمہ سعید الحق عاشق دسنوی کے ترجمے (جس میں نام و مقام کی تبدیلیاں نہیں کی گئی تھیں) کے بعد اس ڈرامے Twerfth Night کا سب سے اہم ترجمہ ہے ۔ شیکسپیر کا یہ ڈرامہ ١٦٢٣ء سے پہلے دستیاب نہیں ھُوا ۔ اس لئے

مترجم نے ١٦٢٣ء کے انگریزی ایڈیشن کو بنیاد بنایا ہے۔

مغربی محققین کے خیال میں ' Twelfth night ' ستمبر ١٥٩٨ء تک شیکسپیئر نے مکمل نہیں کیا تھا۔ ' Palladis Tamia ' کی شائع کردہ فہرست (مطبوعہ : ستمبر ١٥٩٨ء) میں اس ڈرامے کا حوالہ موجود نہیں ہے۔

برطانیہ کے ایک وکیل John Mannigham کی ڈائری (بابت : جنوری ١٦٠٢ء تا اپریل ١٦٠٣ء) میں لکھا ہے کہ ٢ فروری ١٦٠٢ء کو یہ ڈرامہ اُس نے اسٹیج پر خُود ملاحظہ کیا۔ یوں اس ڈرامے کی تصنیف کے بابت تحقیق ١٦٠٢ء سے پیچھے نہیں گئی۔

ڈرامے کے عنوان 'Twelfth night ' کا ڈرامے کے بنیادی خیال سے کوئی تعلق نہیں. کہا جاتا ہے کہ شیکسپیر نے یہ ڈرامہ ' بارھویں شب ' کی مخصوص تقریب . (جو باھمی میل ملاپ اور خوش دلی کی باتوں سے متعلق ہوا کرتی تھی) کے لئے لکھا۔ ضمنی عنوان ' What you will ' یعنی جو آپ چاھیں بھی اس بات کا غمآز ہے کہ ڈرامہ نگار عنوان کے بارے میں سنجیدہ نہیں۔

یہ ڈراما محبت کی داستان ہے ڈرامے کا سب سے اہم کردار وائیلا ہے جو محبت اور معاشرے کے باھمی اُلجھیڑوں کی شکار ہے۔ اس ڈرامے میں رومان اور کامیڈی کا باھمی امتزاج حیران کن ہے۔

٣١٢ شیکسپیئر ، ولیم : خوش انجام :
ترجمہ : سعید الحق عاشق دسنوی .
ڈراما ۔ ' Twelfth night ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢)

٣١٣ شیکسپیر ، ولیم : هنری چہارم :
ترجمہ : خلیل ،
لاھور : پنجاب بکڈپو ، س ۔ ن
ڈراما ۔ (بچوں کے لئے) بچوں کا شیکسپیر . سلسلے کا ڈراما ۔
Henry IV کا ترجمہ
(حوالہ : ٢)

٣١٤ شیکسپیر، ولیم : هنری چہارم :
ترجمہ : وقار احمد سید

ڈراما ـ Henry IV کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ـ
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۳۱۵ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمہ : شمشاد حسین صدیقی ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ـ 'Julius Caesar' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ۹ ، ۱۳)

۳۱۶ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمہ : سید تفضل حسین ،
حیدر آباد دکن : اختر دکن پریس افضل گنج ، ۱۹۲۳ء
ڈراما ـ یہ ترجمہ نواب دکن کی فرمائش اور سرپرستی کے تحت شائع ہوا ـ کتاب میں علی حیدر نظم طباطبائی اور مولانا وحید الدین سلیم کے دیباچے شامل ہیں ـ
'Julius Caesar' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲)

یہ ترجمہ نواب دکن کی فرمائش اور سرپرستی کے تحت شائع ہوا ـ کتاب میں علی حیدر طباطبائی اور مولانا وحید الدین سلیم کے دیباچے شامل کئے گئے ہیں ـ جبکہ دونوں مشاہیر نے ترجمے کی سلاست اور روانی کی تعریف کی ہے ـ سید تفضل حسین دیباچے میں لکھتے ہیں :

' اس ترجمے سے میری غرض اپنی زبان کی خدمت ادا کرنے کے علاوہ یہ بھی ہے کہ طلاب اور ایسے اہل ذوق اور سخن پرور حضرات کے لیے ملک الشعرائے انگلستان کے کمال سے بہرہ اندوز ہونے کا ذریعہ مہیا کروں جو انگریزی زبان سے واقف نہیں ہیں ـ اس کے مطالعے اور عام اشاعت سے اُردو خواں پبلک کو فن ڈراما کی حقیقی عظمت اور اس کے صحیح احوال سمجھنے میں آسانی ہو گی ـ کیا عجب ہے کہ آئندہ ہمارے تھیٹروں میں مخرب اخلاق کھیلوں اور ناقص ترجموں کے بجائے تاریخی اور اخلاقی کھیل دکھائے جانے لگیں جو ملک کی ترقی اور معاشرے کی اصلاح و ترقی کا بہت بڑا ذریعہ بن

جائے۔

۳۱۷ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمہ : غلام مصطفیٰ ،
پشاور : یونیورسٹی بک ایجنسی ،
ڈراما 'Jul ins caesar' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۱۸ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمہ : سید فیضی ،
لاہور : مکتبہ کارواں ،
ڈراما۔ 'Julius caesar' کا منظوم و منثور ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

شیکسپیر کا ڈرامہ 'Julius caesar' رومن تاریخ سے تراشا گیا ہے۔ شیکسپیر کے اس ڈرامہ سے پہلے متعدد زبانوں، فرانسیسی اور لاطینی وغیرہ میں اس موضوع پر کئی ڈرامے لکھے گئے لیکن اس ڈرامے میں جس نوع کا شان و شکوہ شیکسپیئر نے پیدا کیا ہے وہ اس سے پہلے کبھی ممکن نہ ہو سکا۔

شیکسپیر کا یہ کھیل ۱۵۹۹ء میں مکمل ہُوا اور اُسی سال اسٹیج بھی ہو گیا۔ یہ ڈرامہ پہلی بار ۱۶۰۱ء میں طبع ہوا۔ اس کا پلاٹ پلوٹارک کی تصنیف 'Parallel Lines' سے ماخوذ ہے۔ جو ولادتِ مسیح سے کئی سال قبل لکھی گئی اور دُنیا کی اوّلین سوانح عمری شمار ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیکسپیئر پر سرقہ کا الزام آیا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ڈرامے کی تعریف نُکتہ چینی پر غالب آتی گئی۔

'جولیس سیزر' اُس تاریخی فضا میں جنم لیتا ہے جب پامپی کو شکست دے کر رومن فاتح جولیس سیزر روم پہنچا اور اس کا تاریخی استقبال کیا گیا۔ کیسیس اور بروٹس کو یہ استقبال ناگوار ہُوا۔ اُن دونوں کے خیال میں یہ آمریت اور شخصیت پرستی کی نشانی تھی۔ اس نظریاتی اختلاف کا ہی نتیجہ ہے کہ جولیس سیزر کے قریبی دوست بروٹس نے عظیم فاتح پر آخری وار خود کیا۔ قتل کے بعد جولیس سیزر کو انطونی نے جن الفاظ میں یاد کیا وہ سیزر کو ابدی زندگی سے ہمکنار کر گئے۔

سیّد فیضی نے اس ڈرامے کا منظوم و منثور ترجمہ کیا ہے۔ شیکسپیر کی تقلید میں بعض مقامات کی تفصیل نثر میں پیش کی گئی ہے۔ سید فیضی کی کوشش رہی ہے کہ وہ شیکسپیر کے لہجے کو من و عن اردو میں منتقل کرنے میں کامیاب ہوں۔ یہی سبب ہے کہ شیکسپیر کی ڈرامائی گھن گرج کو کافی حد تک اردو میں منتقل کر پائے ہیں۔

ایک موقع پر بروٹس، سیزر سے ہمخیالی محسوس کر کے کہتا ہے۔

‘ کیسیئس اُس کی حکومت تو مجھے / کیوں پسند آئے گی لیکن یہ ہے اک بات عجیب / جاگزیں پاتا ہوں اُس شخص کی اُلفت دل میں / ہاں اگر ایسی کوئی بات ہے جس کا مفہوم / عام لوگوں کی بھلائی ہے برومندی ہے / تو مجھے دیکھو گے تم اُس کے لئے / موت اور زیست مری آنکھوں میں یکساں ہو گی / عزّتِ نفس ہے دراصل حیات میں سمجھتا ہوں کہ اس جینے سے / عزّت نفس پہ کٹ مرنا کہیں بہتر ہے ’

اس ڈرامے کا نقطۂ عروج وہ گھڑی ہے جب بروٹس کی اجازت سے انطونی، سیزر کی میّت پر الوداعی کلمات ادا کرتا ہے۔ وہ دشمنوں میں گھرا ہُوا ہے اور اسے دوست کی تعریف بھی کرنا ہے، اور وہ بھی اس خوش اسلوبی سے کہ سیزر زندہ ہو جائے اور دشمنوں کی زندگی کا چراغ گُل ہو جائے۔ اس موقع پر انطونی کی تقریر جوش خطابت اور معاملہ فہمی کا شاہکار ہے۔

‘ میں یہاں ماتمِ سیزر کے لئے آیا ہوں
اُس کی تعریف و ستائش مجھے منظور نہیں
مرنے والوں کی بداعمالیاں رہ جاتی ہیں
نیکیاں۔ موت کے سیلاب میں بہ جاتی ہیں
یہی سیزر کا مقدر بھی ہُوا
آبروکیش بروٹس نے بتایا ہے تمہیں
خواہشِ نفس کا سیزر تھا غلام
یہ اگر سچ ہے تو فی الواقعہ ہے جُرمِ عظیم
اور سیزر نے بھی تلخ اس کا مزا چکھا ہے
وہ مرا دوست تھا، ساتھی تھا، وفاپرور تھا

(حواله : ۹)

اور کہنا ہے ، بروٹس کہ وہ تھا بندۂ نفس
یاد ہے جنگ سے کتنے وہ اسیر
اپنے همراہ یہاں لایا تھا
کہ زر فدیہ سے
اس حکومت کے خزانے بھر جائیں
کیا یہ سیزر کی ہوس کاری تھی ؟

اس نوع کے رواں اور پُرجوش ترجمے کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ اس ڈرامے کا سید فیضی سے بہتر ترجمہ تاحال نہیں ہُوا ۔

۳۱۹ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر
ترجمه : باسط سلیم صدیقی ،
راولپنڈی : قلمی / غیرمطبوعه برائے ریڈیو پنڈی ،
ڈراما ـ 'Julius Caesar' کا ترجمہ راولپنڈی ریڈیو کے لئے کیا گیا ۔ یہ نثری ترجمہ ہے جس میں ڈرامے کی تلخیص کر دی گئی ہے ۔
(حواله : ۲)

۳۲۰ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمه : حفیظ جاوید ،
راولپنڈی : قلمی / غیر مطبوعه برائے ریڈیو پاکستان ،
ڈراما ـ 'Julius Caesar' کا ترجمہ نثری ترجمہ جس میں ڈرامے کی تلخیص کر دی گئی ہے ۔
(حواله : ۲)

۳۲۱ شیکسپیر، ولیم : جولیس سیزر :
ترجمه : عنایت الله دهلوی ،
ڈراما ـ 'Julius Caesar' کا ترجمه
(حواله : ۲)

۳۲۲ شیکسپیر، ولیم : عالم محبت :
ترجمه : راجه رشید احمد،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۲۸ ،
ڈراما ـ ' As you like it ' کا ترجمہ ـ

۳۲۳ شیکسپیر ۔ ولیم : جو آپ پسند کریں :
ترجمہ : بیتاب ۔ نرائن پرشاد
بمبئی: ماھنامہ ' شیکسپیر ' جون تا اکتوبر ۱۹۰۶ء
ڈراما ۔ ' As you like it ' کا ترجمہ اس ڈرامے کا احسان اللہ ۔
ولایت حسین ۔ عبدالعزیز خالد اور سعید الحق عاشق دسنوی
نے بھی ترجمہ کیا ہے ۔

(حوالہ : ۲)

۳۲۴ شیکسپیر، ولیم : دل پذیر :
ترجمہ : چرن داس ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۱ء
ڈراما ۔ ' As you like it ' کا ترجمہ ۔ اس ڈرامے کا اوّلین ترجمہ
احسان اللہ نے ' قصۂ مرغوب طبع ' ۔ کے نام سے کیا تھا ۔
دیگر تراجم میں ولایت حسین ۔ بیتاب ، عبدالعزیز خالد اور
سعید الحق عاشق دسنوی کے ترجمے ملتے ہیں ۔

(حوالہ : ۲)

۳۲۵ شیکسپیر، ولیم : قصۂ مرغوب الطبع :
ترجمہ : احسان اللہ ۔ مولوی
نام مطبع ندارد ۔ طبع اوّل ۱۸۹۰ء

ڈراما ۔ ' As you like it ' کا اردو میں اوّلین ترجمہ ۔ دیگر ترجمے
چرن داس ، بیتاب ۔ ولایت حسین ۔ عبدالعزیز خالد اور
سعید الحق عاشق دسنوی کے ملتے ہیں ۔
(حوالہ : ۲)

۳۲۶ شیکسپیر، ولیم : من کی چاہ :
ترجمہ : سعید الحق عاشق دسنوی ۔
نام مطبع و سنہ ندارد ۔

ڈراما ۔ 'As you like it' کا ترجمہ ۔ دیگر کئی ترجمے اس
ڈرامے کے ملتے ہیں ۔
(حوالہ : ۲)

۳۲۷ شیکسپیر، ولیم : پسند خاطر :
ترجمہ : ولایت حسین ،
لکھنؤ : اشاعت العلوم ، ۱۹۲۷ء
ص : ۱۴۰

ڈراما ۔ 'As you like it' کا ترجمہ ۔ اس ڈرامے کے دیگر
ترجموں میں احسان اللہ ، بیتاب ، چرن داس ،
سعید الحق اور عبدالعزیز خالد
کے تراجم ملتے ہیں ۔
(حوالہ ۲ ، ۳)

شیکسپیر کے تراجم کے سلسلے میں یہ اولین سنجیدہ کوشش ہے ۔ ولایت حسین صاحب نے خصوصی طور پر شیکسپیئر کے اسلوبیاتی نظام کو سمجھنے کی کوشش کی اور تراجم کی ضرورت پر غور و خوض کیا ۔ اپنے ترجمے کے ساتھ ولایت حسین نے ۱۸ صفحات پر مشتمل ایک خوبصورت مضمون بھی شائع کروایا ۔ یہ الگ بات ہے کہ ڈاکٹر عبدالحق نے اس ترجمے کو ' من بھانے کا سودا ' کہا ، شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی رہی ہو کہ ولایت حسین نے کرداروں کے نام بھی بدل دئے تھے ۔

ڈراما 'As you like it' کا منظوم ترجمہ کرنے کی ایک کوشش عبدالعزیز خالد نے بھی کی تھی ، جو صرف 'As you like it' کی ایک مشہور سطر 'This world is a stage' کا ترجمہ ہے ۔ اس ترجمے کا عربی اور فارسی آمیز لفظیاتی نظام ایک بھاری پردے کی طرح محسوس ہوتا ہے جس کے نیچے میں شیکسپیئر دب کر رہ گیا ہے ۔ ایک لائن سے مثال ملاحظہ ہو :

" ہر اک انسان رکھتا ہے ایاب اپنا ذہاب اپنا "

۳۲۸ شیکسپیئر ، ولیم ، حسن آرا ،
ترجمہ : ن ۔ ن ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۰ء

ڈراما ۔ "All's well that ends well" کا ترجمہ ،
اس ترجمے کا حوالہ ڈاکٹر سید بادشاہ حسین نے
دیا ہے ۔ یہ کھیل پارسی کمپنی بمبئی نے
۱۹۰۰ء مین اسٹیج کیا ،
(حوالہ : ۲)

۳۲۹ سیکسپیر، ولیم : انجام بخیر تو سب کچھ بخیر:
ترجمہ : احسان اللہ ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۰ء
ڈراما ۔ 'All's Well that ends well' کا اردو میں اوّلین ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲) ۔

۳۳۰ سیکسپیر، ولیم : تسخیر فرانس :
ترجمہ : تفضل حسین اثر، سند
لکھنؤ : الناظر پریس امین آباد، طبع اوّل ۱۹۱۳ء
ص ۔ ۹۶
ڈراما ۔ یہ ڈراما 'Henery II' کا ترجمہ ہے ، جو رسالہ 'الناظر'

لکھنؤ بابت جولائی ۱۹۱۲ء تا دسمبر ۱۹۱۳ء میں
بطور ضمیمہ کے قسط وار شائع ہوتا رہا ۔ اس ڈرامے کا
یہ ترجمہ دیگر تمام تراجم پر اس اعتبار سے فوقیت رکھتا
ہے کہ اس میں کہانی جُوں کی تُوں بیش کی گئی ہے اور
فقروں میں ردوبدل محض اس لئے کیا گیا کہ بیان کی
خُوبیوں میں اضافہ ہو ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۳۳۱ شیکسپیر، ولیم : ہنری پنجم :
ترجمہ : سعید الحق عاشق دسنوی ایم ۔ اے
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ ' Henry.V ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۳۳۲ شیکسپیر، ولیم : رچرڈ سوم :
ترجمہ : محمد شاہ ،
نام مطبع و سنہ ندارد
ڈراما ۔ 'Richard.III ' کا ترجمہ تفصیلات کے لئے دیکھیے :
' اردو نامہ ' کراچی شمارہ ۱۷
(حوالہ : ۲)

۳۳۳ شیکسپیر، ولیم : رچرڈ سوم :
ترجمہ ، آغا محمد ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ ' Richard.III ' کا ترجمہ ۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے :
شیکسپیر کے 'اردو تراجم' از خاطر غزنوی مطبوعہ اردو نامہ کراچی
شمارہ ۱۷
(حوالہ : ۲)

۳۳۴ شیکسپیر، ولیم : رچرڈ سوم :
ترجمہ : نرائن پرشاد بیتاب ، پنڈت طبع اوّل ۱۹۰۶ ۔
بمبئی : ماہنامہ شیکسپیئر اکتوبر ۱۹۰۶ء تا جون ۱۹۰۶ء
ڈراما ۔ ' Richard.III ' کا ترجمہ ۔ اس ڈرامے کے دیگر ترجمے آغا محمد
، محمد شاہ ، آغا حشر کاشمیری اور کیقباد پُستن جی نے
کئے ۔ کتابی صورت میں ترقی پریس بمبئی سے ۱۹۰۷ء ،
میں طبع ہوا ۔ ص ۱۵۰ ہے.
(حوالہ : ۲)

۳۳۵ شیکسپیئر ، ولیم : صید ہوس :

ترجمہ : آغا حشر کاشمیری ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۶ء
ڈراما ۔ ' Richard.III ' کا ترجمہ ۔ اس ڈرامے کے دیگر مترجمین
میں ۔ بیتاب ، آغا محمد ۔ محمد شاہ اور کیقباد پُستن جی
منشی کے نام ملتے ہیں ۔ اتفاق سے یہ تمام تراجم ۱۹۰۶ء یا
اس کے لگ بھگ ہوئے ۔ آغا حشر نے ترجمہ کرتے ہوئے
ڈرامے کا المیہ پہلو بالکل دبا دیا ہے ۔ ڈاکٹر نامی کے مطابق
آغا حشر نے کنگ جان ، اور ، رچرڈ سوم ، کو باھم ایک کر دیا
ہے ۔ آغا حشر کے ترجمے میں انجام المیہ نہیں طربیہ ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۴۳۶ شکسپیر، ولیم : کنگ رچرڈ سوم :
ترجمہ : کیقباد پُستن جی منشی ۔
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۶ء
ڈراما ۔ ' Richard.III ' کا ترجمہ ۔ اس ڈرامے کے دیگر تراجم
آغا حشر کاشمیری ۔ بیتاب آغا محمد اور محمد شاہ کے ملتے
ہیں طبع دوم ۱۹۰۷ء کی ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۴۳۷ شکسپیر، ولیم : خون ناحق عرف مارِ آستین :
ترجمہ : مہدی حسن خان احسن لکھنوی ۔
ڈراما ۔ ' Hamlet ' کا ترجمہ ۱۹۳۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۴۳۸ شیکسپیر، ولیم : ھندوستانی زبان کے قواعد
(ھیملٹ اور ھنری ھشتم) :
ترجمہ : گلکرسٹ ، ڈاکٹر جان
کلکتہ : نام مطبع ندارد ، طبع اول ۱۷۹۶ء
ص : ۳۱۴
ڈرامے ۔ ولیم شیکسپیر کے دو ڈراموں کے ٹکڑوں کا اردو میں اولین
ترجمہ شامل کتاب ہے ۔ دوسری بار کرانکل پریس کلکتہ سے

(۳۳۸ صفحات) ۱۸۰۹ء میں طبع ہوئی ۔ اس کتاب کو تیسری بار مجلس ترقیٔ ادب لاہور نے ' قواعد زبان اردو ' کے نام سے شائع کیا ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱٦)

ولیم شیکسپیر کا اوّلین اُردو (یا ہندوستانی) ترجمہ اس کتاب میں پیش کیا گیا ۔ شیکسپیر کے باب میں یہ اولیت ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی ہے ۔ ' ہندوستانی زبان کے قواعد ' یا

'A grammar of a Hindustani language' بنیادی طور پر اُردو قواعد کی کتاب ہے لیکن اس میں شیکسپیر کے دو مختلف ڈراموں ' ہنری ہشتم ' اور ' ہیملٹ ' سے دو اقتباسات ترجمہ کر کے شامل کئے گئے ۔

یہ دو ترجمہ شدہ اقتباسات ادبیات میں انگریزی سے اُردو ترجمے کی اوّلین مثال ہیں ۔ اس سے پہلے اناجیل اور بائبل کے اُردو تراجم تو یقیناً سامنے آئے تھے لیکن اَدبیات کے میدان میں ترجمے کا یہ پہلا قدم ہے ۔

ڈاکٹر گلکرسٹ نے ترجمہ شدہ اقتباسات کے ساتھ ایک تعارفیہ بھی لکھا تھا ۔ اس تحریر کی اہمیت کے پیش نظر ' ہندوستانی زبان کے قواعد ' سے وہ تعارفیہ نقل کیا جاتا ہے ۔

' یہ اَمر طالب علم کو غالباً گراں نہ گزرے گا کہ اس کی زبان کے ایک ٹکڑے کا ہندوستانی نثر میں ترجمہ بطور نمونے کے پیش کیا جائے تاکہ اس کا اندازہ ہو سکے کہ دونوں زبانوں کے محاورات ان حسین مکالمات کی ادائیگی میں کس حد تک ایک دوسرے سے مختلف ہیں جو لافانی شیکسپیئر نے کارڈی نل لزے 'Cardinal Wilsey' اور شہزادہ ہیملٹ ' Hamlet ' کی زباں سے عالمِ خیال میں ادا کرائے ہیں ۔ ان دونوں مکالمات کا بول چال کی مُہذب زبان میں زیادہ سے زیادہ لغوی ترجمہ کرنے کی میں نے کوشش بھی کی ہے تاکہ سلاست کے ساتھ ساتھ ہندوستانیوں کا وہ اندازِ بیان بھی قائم رہے جو ایسے مسائل میں وہ اختیار کرتے ہیں ۔ میں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ جہاںَ تک ہو سکے مشکل الفاظ استعمال نہ کروں جس سے فہم سے زیادہ مُنشی گری کا مظاہرہ ہوتا ہے ۔ س ترجمے کا گھٹیا پن اور اس کی بے نمکی سے ناظرین کو اس کا اندازہ بھی ہو سکے گا کہ ترجمے میں اصل کی روح اور اس کے حسن کو برقرار رکھنا بسا

اوقات کس درجے مشکل ہو جاتا ہے اور اس سے یہ راز بھی کھل جائے گا کہ ہندوستانی زبان میں حد درجہ لطافت و صلاحیت ہونے کے باوجود اس زبان زہندوستانی زبان) کے ان ترجموں میں جو جا بجا اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں کیوں بے لُطفی محسوس ہوتی ہے۔

جان گلکرسٹ کے اس ترجمے کی اصل اہمیت تاریخی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سلاست اور روانی ہے جو آگے چل کر ' باغ و بہار ' کے حوالے سے میرامن کی پہچان بنی۔

شیکسپیر کے اولین اردو ترجمہ (از جان گلکرسٹ) کا نمونہ ملاحظہ ہو :

"To be, or not to be,– that is the question:
Whether 'tis nobler in the mind to suffer
The slings and arrows of outrageous fortune,
Or to take arms against a sea of troubles,
And by opposing end them.– To die?– to sleep,–
No more; and by a sleep to say we end
The heart–ache and the thousand natural shocks
That flesh is heir to,–'its a consummation
Devoutly to be wish'd. To die,– to sleep:–
To sleep! perchance to dream: ay, ther's the rub;–
For in that sleep of death what dreams may come,
When we have shuffled off this mortal coil,
Must give us pause: ther's the respect
That makes calamity of so long life;
For who would bear the whips and scorns of time,
The oppressor's wrong, the proud man's contumely,
The pangs of despis'd Love, the law's delay,
The insolence of office and the spurns
That patient merit of the unworthy takes,
When he himself might his quietus make
With a bare bodkin? Who would– friendless bear,
To grunt and sweat under a weary life,
But that the dread of something after deat,–
The undiscover'd country, from whose bourn
No traveller returns,– Puzzles the will,
And makes us rather bear those ills we have
Than fly to others that we know not of,
Thus conscience does make cowards of us all;
And thus the native hue of resolution
Is sicklied o'er with the pale cast of thought."

' جینا ۔ خواہ نہ جینا ۔ سوال یہی ہے کہ / بہتر ہے دل میں برداشت کرنا / قہر آلود قسمت کے فلاخن و تیر باراں کو / یا سن مکھ دست بہ شمشیر ہونا دریا مصیبتوں کے / و تمام کرنا اُون کو ۔ مرنا کیا ہے ؟ سونا ہے ۔ / کچھ اور نہیں ۔ یہ کہنا کہ ایک نیند سے ہم مل میٹ کرتے ہیں / دردِ دل اور ہزار صدمات فلکی / جن کا متحمّل ہر ایک متنفس ہے / یہ مُراد ایک ہے / جس کو یہ آرزو چاہا چاہیے ۔ مرنا ۔ درست ۔ سونا ہے / ہاں سونا ہے ۔ شاید سپنا دیکھنا ۔ فی الواقعہ سدِراہ یہی ہے کہ / جب ہم نے اس کش مکش دُنیوی سے نجات پائی تب اس موت کی نیند میں / کیسے خواب نظر آویں گے / یہی تشویش ہم کو خوف و رجا میں رکھتی ہے ۔ امتیاز یہی ہے / جو اذیت کی اینہاں (۱) تک عمر دراز کرتی ہے / والا کون سہتا زمانے کی کوٹک و اہانت / ظالم کے ظُلم ۔ مغرور کی حقارت / جگر سوزی عشق خام کی ۔ قید عدالت کی / غُرور عہدے بادشاہی کا ۔ اور لات بیزار / نُبذلوں کی ۔ جو صابر قدر انگیز کرتا ہے / ۔ ہر گاہ وہ آپ اپنی مُخلصی کر سکتا ہے / ۔ خالی ایک جُھوری (۲) سے ۔ کون بوجھ اُٹھانا دُکھ بھرنے اور لہو پانی کرنے کے لئے بیچ مکدر زندگی کے / ۔ جو بعد مرگ کسی چیز کی دہشت نہ ہوتی ۔ وہ مُلک ان دیکھا ۔ جس کی منزل سے / کوئی مسافر پھرتا نہیں ۔ یہی اختیار انسان گھبراتا ہے وہم کو سہاتا ہے وے خرابیاں جو موجود ہیں ۔ / بہلے اس کے کہ بھاگیں اوروں کی طرف کہ وے نامعلوم ہیں / یُوں ہی عبرت ہم سب کو بُزدلا بناتی ہے ۔ / اور اسی طرح اصل رنگ استقلال کا بدلا ہو جاتا ہے فکر کے زرد عکس سے ۔

(ہندوستانی زبان کے قواعد ' سے اقتباس ')

"Farewell, a long farewell, to all my greatness
This is the state of man: today he puts forth
The tender leaves of hope; tomorrow blossoms,
And bears his blushing honours thick upon him:
The third day comes a frost, a killing frost,
And,–when he thinks, good easy man, full surely
His greatness is aripening, –nips his root,
And,–then he falls, as I do. I have ventur'd,
Like little wanton boys that swim on blades.

---

(۱) 'یہاں' مراد ہے ۔ 'اینہاں' کا لفظ اب متروک ہو گیا ۔
(۲) 'جھری' مُراد ہے ۔

This many summers in a sea of glory;
But far beyond my depth: my high-blown pride
At length broke under me; and now has left me
Weary and old with service, to the mercy
Of a rude stream, that must for ever hide me.
Vain pomp and glory of this world, I hate ye:
I feel my heart new opened. O,how wretched
Is that poor man that hangs on princes' favours
There is, betwixt that smile we would aspire to
That sweet aspect of princes, and their ruin,
More pangs and fears than wars or women have.
And when he falls, he falls like Lucifer,
Never to hope again."

‘ حرینا اے عُمدگی ! لے اب تو ایک مدت خُوش رهیو /
یہی انسان کی حالت ہے ۔ جیوں درخت آج ملائم پاتوں /
کے سے سرسبز هوا ۔ و گل مُراد کے سرخ غنچوں سے شگفتہ رُو هوا /
اور رنگ برنگ ترقی کی ۔ پھولوں پر آیا ۔/
تیسرے دن ایسا ایک جاڑا آتا ہے ۔ هائے کیسا سخت جاڑا ! /
کہ جس وقت اُوس نادان بے چارہ انسان نے یقین جانا کہ/
اب میری زندگی کا پھل پکتا ہے ۔ بت اُوس کو سُکھاتا ہے جڑ تک/
تب کرتا ہے میری طرح ۔ میں نے دریائے شان میں، کتی ایک/
موسم گرما کے جیسے شوخ لڑکے، جو گھوڑوں پر تیرتے ہیں/
بنی تھا کہ حد سے بہت پرے آزمایا ہے/
آخر میرے نیچے پُھولا هوا بلند غرور کا گھڑا مانجھ دار (۱) میں پھوٹا .
و ضعیف پیر مرد، خدمت رسیدہ کو خُون خوار دھارے کی موَج .
پر کیہہ رنت (۲) مُجھے ڈبونے رکھے گی، چھوڑا ہے ۔

---

(۱) یہ لفظ بھی اب متروک هو گیا ۔ مُراد ' منجدھار ' ہے ۔
(۲) مُراد ' همیشہ ' ۔

کیونکہ میں نے اپنا دل فی الحال منور پایا بھی ہے / وہ کیا کمبخت آدمی ہے جو کہ آسرا رکھتا ہے بادشاہوں کی توجہّات کا / جس شیریں تبسم اور خوش نظر کو سلاطینوں کی ہم بخواھش تاکتے ہیں / ان دونوں کو اپنے ذلت کے عرصہ میں زیادہ جانکندن و تشویش ہے / عورتوں کے دل و لڑائیوں کے میدان سے ، غرض وہ بے کس اپنے درجے سے گرتا ہے ۔ ابلیس کی طرح گرتا ہے ، و پھر اُٹھنے کا نہیں ۔ '

(' ھندوستانی زبان کے قواعد ' سے اقتباس)

بقول خاطر غزنوی:

' گلکرسٹ کے ترجمے کے کوئی پینسٹھ برس بعد بمبئی میں بے شمار ناٹک منڈلیوں (۱) میں سے کئی ایک نے خصوصی طور پر شیکسپیر کے ڈراموں کے ترجمے کرا کے اُنہیں کھیلا ۔ منڈلیوں میں جنٹلمین امیچورس کلب ، اوریجنل زورو آسٹرین کلب ، وکٹوریا ناٹک منڈلی اور سب سے زیادہ شیکسپیر ناٹک منڈلی قابل ذکر ہے ۔ ان میں سے اکثر منڈلیوں نے شیکسپیر کے گجراتی ترجمے کئے ، اور بعد میں بعض ڈراموں کی زیادہ کامیابی کے پیش نظر اُردو ترجمے بھی کیے گئے ۔ ' (۲)

خاطر غزنوی صاحب کی تحقیق کے مطابق شیکسپیر کے مکمل ڈرامے کا اولّین ترجمہ ' داد دریا ' ' Pericles ' کا ترجمہ) ۱۸۷۱ء میں دادا بھائی پٹیل نے خانصاحب نوشیرواں جی مہربان جی آرام سے کروایا ۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر نامی نے ' اُردو تھیٹر ' میں اس ترجمے ناکام ' وادیٔ دریا ' لکھا تھا جو دُرست نہیں ۔ بقول خاطر غزنوی: ' موجودہ معلوم ڈراموں کی فہرست کے مدِ نظر آرام کو ' داد دریا ' کے ترجمے کا حق نہ بھی دیا جائے تب بھی آرام ھی کو ' جواں بخت '' Merchant of vevice ' کے ترجمے ھی کے سبب شیکسپیر کے پہلے مترجم کا درجہ دیا جا سکتا ہے ۔ '

بحوالہ: شیکسپیر کے اُردو تراجم ص ۲۳

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ڈاکٹر نامی نے پیر کلیس ' Pericles ' کے ۱۸۷۰ء کے ایک ترجمے ' وادیٔ دریا ' کو دو سا بھائی فرام جی

---

(۱) ۱۸۶۱ء میں بمبئی میں کوئی ۱۹ ناٹک منڈلیاں موجود تھیں (خاطر)

(۲) ' شیکسپیر کے اُردو تراجم ' از خاطر غزنوی مطبوعہ ' اُردو نامہ ۔ ' کراچی شمارہ ھملٹ :

رانڈھلیا کے نام سے منسوب کیا تھا اور پروفیسر یجنیک نے اپنی تصنیف ' دی انڈین تھیٹر ' میں لکھا تھا کہ ۱۸۹۱ء سے پہلے شیکسپیر کا کوئی ترجمہ نہیں کیا گیا ۔ جبکہ محمد عمر نور الہی صاحبان کی تصنیف ' ناٹک ساگر ' میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ شیکسپیر کو ہندوستانی اسٹیج سے آشنا کرنے کا فخر مہدی حسن خاں احسن لکھنوی کو حاصل ہے ۔

جس طرح یہ تمام آرا آج کی جدید تحقیق نے غلط ثابت کر دی ہیں بعینہ شیکسپیر کے تراجم کی تعداد کا معاملہ بھی ہے ۔ پروفیسر یجنیک نے تراجم کی کل تعداد اکتالیس بتائی تھی اور ڈاکٹر نامی کی ' اُردو تھیٹر ' کے بعد کی تحقیق کے مطابق تراجم کی تعداد ایک سو اُنتیس بتائی گئی ۔ ڈاکٹر نامی نے شیکسپیر کے ۳۷ ڈراموں میں سے ۲۲ ڈراموں کے انسٹھ اُردو ترجموں کا ذکر کیا ہے ۔ جبکہ سال ۱۹۸۳ء تک کتابی شکل میں مطبوعہ ، اسٹیج ، کالجوں کے اسٹیج اور ریڈیائی ڈراموں کی صُورت میں کئے گئے تراجم کے تعداد دو سو کے لگ بھگ بنتی ہے ، اور اس کی تفصیل کے لئے ایک الگ دفتر درکار ہے ۔ صرف احسان اللہ نے ہی ۱۸۹۰ء تک شیکسپیر کے ۱۹ ڈرامے ترجمہ کر لیے تھے ۔ شیکسپیر کی ہمارے اسٹیج پر مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیکسپیر کے نام سے تھیٹر سے متعلق ایک ماہنامہ (مرتب : پنڈت نرائن پرشاد بیتاب) بہت پہلے جاری کیا گیا اور اسی پرچے میں بیتاب کے تراجم (ایز یو لائک اِٹ ' اور ' کنگ رچرڈ سوم ') قسطوں میں شائع ہوئے ۔

بقول خاطر غزنوی : ' تھیٹر کا زمانہ گیا تو اُردو فلم میں بھی شیکسپیر نے بار پایا ۔ لیکن فلم سے زیادہ موجودہ دور میں بجا طور پر ریڈیو نے شیکسپیر کی قدر افزائی کی اور سینکڑوں اُردو ترجمے ریڈیو پاکستان ، بی بی سی اور آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں ۔ '

(' شیکسپیر کے اُردو تراجم ' ص ۲۳ ، ۲۳)

یہ حقیقت ہے کہ ولیم شیکسپیر ہمارے اسٹیج اور ریڈیو پر ۱۸۷۱ء سے تاحال راج کر رہا ہے اور اُس کا کوئی مدِ مقابل نہیں ۔

۳۳۹ شیکسپیر، ولیم : ہملٹ :
ترجمہ : مصطفی زیدی ،
لاہور : مشمولہ : موج مری صدف صدف ، لاہور اکیڈمی ، ۱۹۶۰ء

ڈراما ـ ' Hamlet ' کے ایک حصے کا منظوم ترجمہ ـ
(حواله : ١٠ ، ١١ ، ١٦)

٣٤٠ شیکسپیر ، ولیم : هملٹ :
ترجمه : سید عبدالباقی ، پروفیسر
قلمی : غیر مطبوعه ـ
ڈراما ـ 'Hamlet' منظوم ترجمه ـ

٣٤١ شیکسپیر ، ولیم : هیملٹ :
ترجمه : امتیاز علی ، مولوی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ١٨٨٨ء
ڈراما ـ ' Hamlet ' ترجمه ـ
(حواله : ٢ ، ٣)

٣٤٢ شیکسپیر ، ولیم : شہزاده هیملٹ :
ترجمه : احسان الله ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ١٨٩٠ء
ڈراما ـ ' Hamlet ' کا ترجمه ـ
(حواله : ١ ، ٢ ، ٥)

٣٤٣ شیکسپیر ، ولیم : خون ناحق عرف هیملٹ :
ترجمه : تلسی داس دت شیدا ،
لاهور : دیاسنگھ پبلشرز ، طبع اوّل ١٩١٢ء
ص : ٢٢.
ڈراما ـ ' Hamlet ' کا ترجمه ـ
(حواله : ١٠ ، ١٢)

شیکسپیر ، ولیم : هیملٹ :
٣٤٤ ترجمه : فراق گورکھپوری ،
نئی دهلی : ساهیته اکیڈمی ، طبع اوّل ١٩٧٦ء
ڈراما ـ ' Hamlet ' کا ترجمه ـ
(حواله : ٢ ، ٩)

٣٤٥ شیکسپیر ، ولیم : هیملٹ :

ترجمہ : عابد نواز جنگ ۔
دھلی : سہ ماھی ' اردو ' بابت جنوری ۱۹۳۹ء
ڈراما ۔ سہ ماھی ' اردو ' دھلی میں ' شیکسپیر کے چند
بند کا ترجمہ ' کے عنوان سے 'Hamlet' کے چند
اقتباسات کا ترجمہ نظم معریٰ میں ۔ عزیز احمد نے اسی
ترجمے سے متاثر ھو کر ھیملٹ کا منظوم ترجمہ کیا ۔
(حوالہ : ۱۴)

۳۴۶ شیکسپیر ، ولیم : یوں رام کریں :
ترجمہ ' اکرام بریلوی '
راولپنڈی : غیر مطبوعہ برائے ریڈیو پاکستان پنڈی ۔
ڈراما ۔ 'The taming of the shrew' کی تلخیص و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۴۷ شیکسپیر ، ولیم : ھٹیلی دلہن :
ترجمہ : ن ۔ ن
نام مطبع و سنہ ندارد ۔
ڈراما ۔ 'The Taming of the shrew' کا ترجمہ غالباً ۱۹۲۰ء کے
لگ بھگ ھوا ۔
(حوالہ : ۲)

یہ ترجمہ (بقول سید بادشاہ حسین) مختلف ناٹک منڈلیوں نے اسٹیج کیا ۔ اپنے وقت کا مقبول ترین کھیل تصور کیا گیا ۔ بعد میں مدن تھیٹر کلکتہ نے اسی ترجمے کو بنیاد بنا کر فلم بھی تیار کی ۔ سید بادشاہ حسین کا خیال ہے کہ مَدن تھیٹر والوں نے مشہور فلم ساز اور اداکار 'Douglas Fairbanks' کی بنائی فیچر فلم 'The Taming of shrew' کی باکس آفس پر کامیابی کو مدِنظر رکھا سید بادشاہ حسین صاحب کا یہ قیاس کرنا اس لئے درست ثابت نہیں ھوتا کہ مَدن تھیٹرز والوں نے سال ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۹ کے درمیانی عرصے میں فلم مکمل کی جبکہ اُس وقت تک ڈگلس نے نہ تو بطور فلمساز (۱) اس ڈرامے پر مبنی فلم بنائی تھی اور نہ ھی ۱۹۲۹ء تک وہ بطور اداکار اس ڈرامے پر مبنی کسی فلم میں اُس نے کام کیا تھا ۔ ڈگلس کی پیدائش ۱۸۸۳ء کی ہے جبکہ وہ ۱۹۳۹ء میں وفات پا گیا ۔ اس کی آخری فلم 'The Iron Mask' (۱۹۲۹ء) تھی ۔ اس کی ذاتی فلم

کمپنی کا نام : ' Douglas fairbanks pictures corporation ' جس میں اُس نے ' D Artagnan ' کا مرکزی کردار ادا کیا تھا ۔ اس طرح یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ مدن تھیٹر کلکتہ والوں نے ' ہٹیلی دُلہن ' نامی ترجمے کی مقبولیت کے پیش نظر فلم بنانے کا فیصلہ کیا ۔

۳۴۸ شیکسپیر ، ولیم : بدمزاج کا سفر کرنا :
ترجمہ : احسان اللہ ، مولوی
نام مطبع ندارد ، ۱۸۹۰ء
ڈراما ' The Taming of the shrew ' کا اوّلین ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۴۹ شیکسپیر ، ولیم : تاجر وینس :
ترجمہ : نذر محمد ابن فتح علی ،
بمبئی : نام مطبع ندارد ، ۱۸۸۳ء
ڈراما ۔ ' The Merchant of venice ' کا ترجمہ جسے بمبئی کے گورنر سر جیمز فرگوسن کے نام معنون کیا گیا ہے ۔
نذر محمد صاحب دیباچے میں لکھتے ہیں :

' ایک روز اس حقیر نے وقتِ فرصت اپنے اہل خانہ کو شیکسپیر کے اس کھیل کا انگریزی سے ترجمہ کر کے سنایا ، از بسکہ دلچسپ و خیالات نادر ہیں ، اُن کو حد سے زیادہ پسند آیا ، مجھ سے کہا کہ اگر اس شاھد انگلیسی کو پیرایۂ ھندی میں سنوارا جائے تو شک نہیں کہ مرغوب اہل ھند ھو جاوے ۔ '

(حوالہ : ۲)

۳۵۰ شیکسپیر ، ولیم : وینس کا سوداگر :
ترجمہ : بابو بالیشو پرشاد بی ۔ اے
لکھنؤ : جے ۔ پی ورما اینڈ برادرز ، طبع اوّل ۱۸۸۷ء
ڈراما ۔ ' The Merchant of Venice ' کا ترجمہ ۔ دوسری بار ۱۸۸۸ء میں طبع ہوا ۔ ترجمے پر نظرثانی حافظ محمد حنیف ایف ۔ اے کی ہے ۔
(حوالہ : ۲)

اس کتاب کے سرورق پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے :

'جو اولاً بسعی و کوشش جناب بابو بالیشو پرشاد صاحب بی ۔ اے حال ڈپٹی کلکٹر بنارس و سابق ہیڈماسٹر نارمل سکول بنارس ، شیکسپیر کے مشہور ناٹک مرچنٹ آف وینس سے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ۔'

'اب از سرِ نو بعد از نظرِ ثانی و ترمیماتِ ضروری حافظ محمد حنیف ایف ۔ اے سابق مدرس نارمل سکول بنارس و حال کلرک دفتر جناب لفٹنٹ جنرل صاحب ممالکِ مغربی و شمالی و اودھ مطبع نامی جے پی ورما اینڈ برادرس لکھنؤ سے زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ۔'

۳۵۱ شیکسپیر، ولیم : چاند شاہ سُود خور :
ترجمہ : ن ۔ ن
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۵ء
ڈراما ۔ 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۵۲ شیکسپیر، ولیم : دلفروش :
ترجمہ : مہدی حسن خاں احسن لکھنوی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۰ء
ڈراما ۔ 'Merchant of Venice' کا ترجمہ جس میں مغربی فضا کو مشرقی اور کرداروں کو مسلمانی ظاہر کیا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۳۵۳ شیکسپیر ، ولیم : وینس کا سوداگر :
ترجمہ : عاشق حسین ، سید
دھلی : مشہور بکڈپو ، طبع اوّل ۱۸۹۶ء
ص : ۱۳۸ .
ڈراما ۔ 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ ۔ دوسری بار لکھنؤ سے ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۵۴ شیکسپیر ، ولیم : دلفروش عرف یہودی سوداگر :
ترجمہ : افسوں شاھجہانپوری ، اکبر علی خاں

نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۸ء
ڈراما ۔ 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳)

۳۵۵ شیکسپیر ، ولیم : آئینہ دلفروش :
ترجمہ : مرزا نظیر بیگ نظیر اکبر آبادی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۸ء
ڈراما ۔ 'The Merchant of venice' کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۲)

۳۵٦ شیکسپیر ، ولیم : مرچنٹ آف وینس یعنی دلفروش :
ترجمہ : سہراب جی پستن جی کانگا ،
نام مطبع ندارد ،
ڈراما 'he Merchant of Venice' کا ترجمہ ۱۹۳۰ء کے لگ بھگ
شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۳۵۷ شیکسپیر ، ولیم : جواں بخت :
ترجمہ : نوشیرواں جی مہربان جی آرام ،
ڈراما ۔ 'The Merchant of venice' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۵۸ شیکسپیر ، ولیم : عشق قاسم و شیریں عرف اصلی دلفروش :
ترجمہ : گوہر رامپوری ،
ڈراما ۔ 'The Merchant of Venice' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۵۹ شیکسپیر ، ولیم : بُھول بُھلیاں :
ترجمہ : غنی بدایونی ،
ڈراما ۔ 'The Comedy of Errors' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳٦۰ شیکسپیر ، ولیم : بھول بھلیاں :

ترجمہ : محمد افضل خان ہمدم
لاہور : چمن داس ، ۱۹۱۰ء
ص : ۲۸
ڈراما ۔ 'The Comedy of Errors' کا ترجمہ ۔ دوسری بار ۱۹۲۱ء میں طبع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۲ ، ۱٦)

۳٦۱۔ شیکسپیر ، ولیم : بھُول بھلیاں :
ترجمہ : عبدالکریم ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۱۳ء
ڈراما ۔ 'The Comedy of errors' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۳٦۲ شیکسپیر ، ولیم : ربط و ضبط عرف بھول بھلیاں :
ترجمہ : افسوں شاہجہانپوری ، علی اکبر خاں
نام مطبع ندارد ،
ڈراما ۔ 'The comedy of errors' کا ترجمہ
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۳٦۳ شیکسپیر ، ولیم : بھول چوک
ترجمہ : احسان اللہ ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۰ء
ڈراما ۔ 'The comedy of errors' کا اوّلین اردو ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵)

۳٦۴ شیکسپیر ، ولیم : بھُول بھُلیاں :
ترجمہ : مرزا نظیر بیگ نظیر اکبر آبادی ،
نام مطبع ندارد ، ۱۸۹٦ء
ڈراما ۔ 'The comedy of errors' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵)

۳٦۵ شیکسپیر ، ولیم : بھول بھلیاں :
ترجمہ : فیروز شاہ خاں ،

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحبہ: +92- 334 0120123

گورکھ پور : نام مطبع ندارد ، ۱۸۹٦ء
ڈراما ۔ ' The comedy of errors ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵)

۳٦٦ شیکسپیر ، ولیم : گورکھ دھندا :
ترجمہ : نرائن پرشاد بیتاب ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۱ء
ڈراما ۔ ' The comedy of errors ' اور ' Twelfth Night ' کو باہم ایک کر دیا گیا ہے ۔ اس ترجمے پر مبنی ڈراما الفرڈ ناٹک منڈلی نے پہلی بار لاہور کے بریڈلے ہال میں پیش کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲)

۳٦۷ شیکسپیر ، ولیم : گورکھ دھندا :
ترجمہ : گینشرداس گوہر ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۲۱ء
ڈراما ۔ ' The comedy of errors ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۲)

۳٦۸ شیکسپیر ، ولیم : بھول بھلیاں:
ترجمہ : لالہ سیتارام الہ آبادی ،
مراد آباد : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰٦ء
ڈراما ۔ ' The comedy of errors ' کا ترجمہ لالہ سیتارام اسسٹنٹ انسپکٹر مدارس الہ آباد کا یہ ترجمہ زبان و بیان پر قدرت نہ ہونے کے سبب شیکپیر کا اچھا تاثر پیش نہیں کرتا ۔
دوسری بار الہ آباد سے طبع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۳٦۹ سکسپیر ، ولیم : رومیوجیولیٹ :
ترجمہ : احسان اللہ ،
مینیجر کریمی لائبریری ، ۱۸۹۰ء

ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا اوّلین اردو ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۷۰ شیکسپیر ، ولیم : معشوقۂ فرنگ عرف گلنار فیروز :
ترجمہ : جوالا برشاد برق سیتاپوری ،
لکھنؤ : نولکشور ، طبع اوّل ۱۸۹۶ء
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۷۱ شیکسپیر ، ولیم : گلنار فیروز:
ترجمہ : شیر خان ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۶ء
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet'
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۷۲ شیکسپیر ، ولیم : بزم فانی عرف گلنار فیروز :
ترجمہ : مہدی حسن خاں احسن لکھنوی ،
لاھور : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۸ء
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ دوسری بار لاھور ھی سے
۱۹۰۲ء میں طبع ھوا ۔ ھمایوں ، جولائی ۱۹۳۴ء کے ص
۵۲۵ پر تبصرہ مو جود ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۳۷۳ شیکسپیر ، ولیم : بزم فانی عرف دھوکا دھڑی :
ترجمہ : عبدالغنی خلیل بدایونی ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ ' رومیوجولیٹ ' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۳)

۳۷۴ شیکسپیر ، ولیم : بزم فانی :
ترجمہ : آغا حشر کاشمیری ،
دھلی : نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۰ء

ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۷۵ شیکسپیر ، ولیم : رومیو جولیٹ عرف عشق فیروز لقا گلنار سیر:
ترجمہ : مرزا نظیر بیگ نظیر اکبر آبادی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۳ فروری ۱۹۰۴ء
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

مرزا نظیر بیگ اس ڈرامے کے دیباچہ میں رقمطراز ہیں :

> ' اس ناٹک کا قصہ میں نے خاص ایک تصنیف شدہ کتاب جناب مسٹر شیکسپیر صاحب مرحوم کے نامی گرامی ڈرامے ، رومیو اینڈ جولیٹ ، سے لے کر ترتیب دیا ہے ۔ اور اس کا نام رومیو جولیٹ آف شیکسپیر معروف بہ ، عشق فیروز لقا گلنار سیر ، موسوم کیا ۔ اگرچہ یہ ناٹک بظاہر کھیل تماشے کی کتاب ہے مگر حقیقتاً پند نامۂ لاجواب ہے ، اور اس میں حسن و عشق کی سیر ہے ۔ اس وجہ سے عاشق و معشوق کا حال غیر ہے ۔ '

۳۷۶ شیکسپیر ، ولیم : رومیوجولیٹ و میکبتھ
ترجمہ : ستار طاہر
لاہور : مکتبۂ شاہکار ، ۱۹۷۵ء
ص : ٦٦
دو ڈرامے ایک جلد میں ۔
(حوالہ : ۵ ، ۱۱)

۳۷۷ شیکسپیر ، ولیم : بزم فانی عرف گلنار فیروز :
ترجمہ : محمد افضل ہمدم
نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۷ء
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۷۸ شیکسپیر ، ولیم : گلنار فیروز :
ترجمہ : سیٹھی ، جی ۔ ایل
نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۹ء

ڈراما ۔ ‘Romeo and Juliet’ کا ترجمہ ۔
(حوالہ ۱ ، ۲)

۳۷۹ شیکسپیر ، ولیم : تاجدار جوگن :
ترجمہ : عبدالطیف شاد
نام مطبع ندارد ، ۱۹۲۲ء
ڈراما ۔ ‘Romeo and Juliet’ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۸۰ شیکسپیر ، ولیم : رومیو جولیٹ :
ترجمہ : عنایت اللہ دھلوی ،
ڈراما ۔ ‘Romeo and Juliet’ کا ترجمہ

اس ترجمے سے متعلق عزیز احمد لکھتے ہیں :

‘ عیب جوئی میرا مقصد نہیں لیکن شیکسپیر کا ترجمہ بڑی ذمہ داری کا کام ہے ۔ سب سے دقیق مسئلہ تو زبان کا ہے ۔ شیکسپیر کے زمانے میں ایک لفظ کے ایک معنی تھے تو اب اسی لفظ کے معنی بدل کر کچھ اور ہو گئے ہیں ، محاورات کے معنی بدل گئے ھیں ۔ زندہ زبانوں میں تعمیر و ترمیم کا یہ قدرتی سلسلہ ھمیشہ جاری رھتا ہے ۔ اس باعث مترجم کو اگر صحیح ترجمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے اسے چاھیے کہ اس زمانے کی زبان کو اچھی طرح سمجھے ۔ اس کے بعد ڈرامے کے پورے پس منظر سے ، شیکسپیر کے عہد کی تاریخ اور ادب سے واقفیت ھونا بھی ضروری ہے ۔ بہت سے ٹکڑے جو یُوں سمجھ میں نہیں آتے اگر ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو واضح ھو جاتے ہیں ۔ ’

یعنی عزیز احمد کے نزدیک مولوی صاحب نے ان تمام باتوں کا خیال نہیں رکھا ۔
(حوالہ : ۲)

۳۸۱ شیکسپیر ، ولیم : رومیوجولیٹ :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : مشورہ بکڈپو ، س ۔ ن
ڈراما ‘Romeo and Juliet’ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۸۲ شیکسپیر ، ولیم : رومیو جولیٹ :

ترجمہ : امراؤ سنگھ ،
آگرہ : مطبع الہی ، ۱۹۱۲ء
ص : ۳۲
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۲۸۳ شیکسپیر ، ولیم : رومیو جولیٹ :
ترجمہ : عزیز احمد ،
دھلی : انجمن ترقی اردو (ھند) طبع اول : ۱۹۳۱ء
ص : ۲۸۵
ڈراما ۔ 'Romeo and Juliet' کا ترجمہ مع مقدمہ و حواشی
اس ترجمے کو انجمن نے کراچی سے ۱۹۶۱ء میں دوبارہ شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۸ ، ۱۳)

اس منثور و منظوم ترجمے سے متعلق عزیز احمد صاحب لکھتے ہیں :

' اس ترجمے کے پڑھنے میں کہیں کہیں اور بھی دقتیں ہوں گی ۔ کہیں کہیں ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک کردار نظم میں بات کرتا ہے اور دوسرا نثر میں جواب دیتا ہے ، لیکن میں نے شیکسپیر کی پیروی کی ہے ، اور ترجمے میں بھی اس گفتگو کو اسی طرح رہنے دیا ۔ اس طرح کوئی شخص نظم میں باتیں کرتے کرتے نثر بولنے لگتا ہے لیکن یہ سب ضمنی باتیں ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ناظرین اس کے عادی ہو جائیں گے ۔ ' دیباچہ سے اقتباس

عزیز احمد صاحب کا ترجمہ انجمن ترقیٔ اردو (ہند) نے اوّل اوّل ۱۹۳۱ء میں شائع کیا تھا ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ عزیز احمد نے جو اعتراضات مولوی عنائت اللہ دھلوی کے ترجمے پر کئے تھے بعد میں خُود اُنہیں اُسی نوع کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا ۔

اس ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے جیلانی کامران لکھتے ہیں :

' عزیز احمد نے ، رومیو جولیٹ ، سے متعارف کرانے کی جو کوشش کی ہے ، وہ قابلِ قدر ضرور ہے مگر غیر معمولی نہیں ہے ۔ کیوں کہ نرگس آرٹ کنسرن کے ، رومیوجولیٹ ، کے بعد اردو زبان میں اس ڈرامے کی پیش کش کسی نئے باب کا

اضافہ نہیں کرتی اور کمال امروہوی کے مکالموں کے بعد عزیز احمد کے مکالمے اس عشقیہ ڈرامے کی عظمت میں کوئی قابلِ قدر اضافہ نہیں کرتے ۔ اگر عزیز احمد کا ترجمہ لندن اسکول آف افریکن اینڈ اورینٹل سٹڈیز کے کسی پروگرام کا حصہ ہے تو نہایت افسوس کی بات ہے کہ عزیز احمد کی نظر سے وہ نئی تنقیدی کتابیں نہیں گزریں جو شیکسپیر کے فن پر غیر روایتی روشنی ڈالتی ہیں ۔ مؤلف کی حیثیت سے عزیز احمد کا کام رومیو جولیٹ کی ایسی تنقید کا بھی تھا جو بتاتی کہ یہ ڈرامہ کس طرح بنیادی انسانی صورتِ حال کی عیسائی مذہبی طرزِ فکر کے مطابق شرح اور تفسیر کرتا ہے ۔ کیا عشق کی قوت ایک ایسے معاشرے میں اس لیے کامیاب نہیں ہوتی کیوں کہ معاشرہ ، انسان کو انسان کے قریب لانے کے بجائے انسان اور انسان کے درمیان منافرت کے جذبات کو ہوا دیتا ہے ، اور اس فضا میں اپنے مصنوعی استحکام کو ڈھونڈتا ہے ؟ یہ اندھی تلاش دراصل رومیو جولیٹ کے المیے کو پیدا کرتی ہے ، اور شاید یہی وہ ' اندھی تلاش ' تھی جس نے رومیوں کے زمانے میں ' ابن آدم ' کو مصلوب کیا تھا ۔

عزیز احمد نے ' رومیو جولیٹ ' کے مقدمے میں کوئی نئی بات نہیں کہی ۔ ساری باتیں پرانی ہیں ۔ مثلاً عزیز احمد نے ' رومیو جولیٹ ' کو ' رومان ڈی لاروز ' کی روایت کے پس منظر میں نہیں پرکھا؛ علاوہ ازیں ' فلورس اور بلانشے فلور ' کو مشرقی اصل کی داستان کہا ہے ، حالاں کہ اس داستان کا تمام سلسلہ شمالی افریقہ اور اسلامی ہسپانیہ سے تعلق رکھتا ہے ۔

عزیز احمد اگر اس ڈرامے کا نثر میں ترجمہ کرتے تو شاید یہ ڈرامہ پڑھا جا سکتا اور اسے اسٹیج پر کھیلا بھی جا سکتا ، مگر جس نوع کا بلینک ورس استعمال کیا گیا ہے ، وہ نہایت بے جان ہے ۔ ' (۱)

واضح رہے کہ شیکسپیر نے 'رومیو جیولیٹ' کا پلاٹ بھی پُرانی حکایات اور داستانوں سے اخذ کیا ہے خصوصاً آرتھر بُروک کی ۱۵۶۲ء میں شائع ہونے والی ایک نظم کو بنیاد بنا کر اس کی کہانی میں چند تبدیلیاں کر لی ہیں ۔ مثلاً یہ کہ عشق کی کئی مہینوں پر پھیلی ہوئی داستان کو صرف چار دنوں تک سمیٹ لیا ہے ۔ گو اس ڈرامے میں شیکسپیر وہ نہیں ہے جو ہیملٹ ، میکبتھ اور ، اوتھیلو ،

۱۔ ماھنامہ ''صحیفہ'' لاہور ، بابت : اپریل ۱۹۶۳ء ، ص نمبر ۸۶، نمبر ۸۷

میں دکھائی دیتا ہے لیکن شیکسپیر کا تخیل یہاں بھی اپنے عروج پر ہے اور ڈرامانیٹ میں ذرا برابر کمّی نہیں ۔

یہ ڈرامہ اٹلی کے شہر ویرونا میں عمل پزیر ہُوا ۔ زمانہ چودھویں صدی عیسوی کا ہے ۔ رومیو (ہیرو) مانٹیگو گھرانے کا لڑکا ہے اور جولیٹ کیپولٹ گھرانے کی لڑکی ۔ یہ دونوں خاندان ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں ۔ رومیو جولیٹ ایک دوسرے کو چاھتے ہیں لیکن اُن کے ستارے آپس میں نہیں ملتے ۔ آخرِ کار دونوں چاھنے والے ایک دوسرے کی خاطر جان دے دیتے ہیں ۔

جولیٹ ، نوخیز نسوانیت کی دھڑکتی ہوئی تصویر ہے اور رومیو کا مزاج انتہا کا عاشقانہ ۔ بقول عزیز احمد رومیو کے کردار میں نرمی اور شگفتگی عاشقانہ مزاجی پر اضافی چیزیں ہیں ۔ اکثر رومیو اور ہیملٹ میں نسبت ڈھونڈی جاتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ رومیو کا کردار ہیملٹ کا ابتدائی خاکہ ہے ۔

عزیز احمد صاحب کے مطابق : ‘ اس ڈرامے میں موت اور محبت میں بڑا تعلق ہے ۔ موت اور عشق کا باھمی تعلق ۔ ’ عزیز احمد نے دیباچہ میں برطانوی شاعر مارِول کی ایک نظم ‘ شرمیلی معشوقہ ’ کا حوالہ دیتے ہوئے ، نظم کی ایک لائین نقل کی ہے :

‘ دنیا دو دن کی ہے ۔ پھر موت آجائے گی ، پھر قبر کے کیڑے تمہارے مدت سے محفوظ کنوار پن کو چھین لیں گے ۔ ’

دراصل رومیو جولیٹ ، کا مضمون اس زمانے کے مافوق الفطرت پسند شاعروں کے گروہ کا پسندیدہ موضوع رہا ہے ۔ ترجمے سے ایک نمونہ دیکھتے چلئے :

‘ محبت وہ دھواں ہے ، جو دُودِ آہ سے پیدا
دُھواں کم ہو تو بن کر آگ یہ آنکھوں میں ہے جاتا
انہیں تکلیف ہو تو آنسوؤں کا بحر بن جائے
محبت اور کیا ہے ؟ وہ جنوں ہے جس میں ھُشیاری
وہ زہرِ تلخ جس سے دم گھٹے اور پھر ہے شیرینی

برادر اب خدا حافظ ’

۳۸۴ شیکسپیرؔ ، ولیم : داؤ پیچ :
ترجمہ : ن ۔ ن

نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۲ء
ڈراما ۔ 'King John' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۸۵ شیکسپیر ، ولیم : ذرا سے کام کا اتنا طومار :
ترجمہ : احسان اللہ ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۹۰ء
ڈراما ۔ 'Much ado about nothing' کا اوّلین اردو ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۳۸۶ شیکسپیر ، ولیم : جام الفت :
ترجمہ : لالہ سیتا رام ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۰۶ء
ڈراما ۔ 'Much ado about nothing' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۸۷ شیکسپیر ، ولیم : جامِ الفت :
ترجمہ : فانی بدایونی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۳۱ء
ڈراما ۔ 'Much ado about nothing' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۸۸ شیکسپیر ، ولیم : جنون وفا :
ترجمہ : عبداللطیف شاد ، اے ۔ بی
نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۰ء
ڈراما ۔ 'Titus and ronicus' اور 'Romeo and Juliet' دونوں کو ملا دیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر نامی نے اسے اول الذکر ڈرامے کا ترجمہ بتایا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۲ ، ۱۳)

۳۸۹ شیکسپیر ، ولیم : یاروں کی محنت برباد :
ترجمہ : محمد سلیمان ،

گورکھ پور : نام مطبع ندارد ، طبع اول ۱۸۹۹ ۔
ڈراما ۔ ' Love's labour's lost ' کا ترجمہ
(حوالہ : ۲)

۳۹۰ شیکسپیر ، ولیم : آبشار :
ترجمہ : احمد حسین خاں ۔
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ پاکستان ، س ۔ ن
افسانے ۔ شیکسپیر کے ۱۶ ڈراموں کا افسانوی روپ
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۳۹۱ شیکسپیر ، ولیم : شیکسپیر کی کہانیاں :
ترجمہ : علی سردار جعفری ۔
بمبئی : کتب پبلشرز
ڈراما ۔ مشہور انشائیہ نگار چارلس لیمب اور اس کی بہن میری نے یہ کہانیاں شیکسپیر کے ڈراموں کو بنیاد بنا کر لکھی تھیں ۔ یعنی مکالموں کو افسانوں میں ڈھالا ۔
(حوالہ : ۲)

۳۹۲ شیکسپیر کی کہانیاں :
ترجمہ و تلخیص : ڈی ، اے ، ہریسن قربان
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوس روڈ ، طبع دوم : ۱۹۷۸ ۔
ص : ۱۵۸
ڈراما ۔ کتاب میں بارھویں شب ، وینس کا سوداگر ، شاہ لیئر ، رومیو جولیٹ ، پیریکلس ، میکبتھ ، سملین ، طوفان اور اوتھیلو وغیرہ ڈراموں کی تلخیص شامل کی گئی ہے ۔

۳۹۳ شیکسپیر ، ولیم : شیکسپیر کے افسانے :
ترجمہ : خان احمد حسین خاں ۔
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن
ص : ۴۳۶
ڈراما ۔ ۱۴ ڈراموں کی تلخیص ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۳۹۴ شیکسپیر ، ولیم : بچوں کا شیکسپیر :

ترجمہ : پنجاب بکڈپو ،
لاہور : پنجاب بکڈپو ، س ۔ ن
ڈرامے ۔ شیکسپیر کے اہم ڈراموں پر کتابچے (بچوں کے لئے)
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱)

۳۹۵ شیکسپیر ، ولیم : نکات شیکسپیر :
ترجمہ : تلوک چند محروم ،
ڈرامے ۔ یہ کتاب شیکسپیر کے ڈراموں کے معض اہم حصوں کے منظوم تراجم پر مشتمل ہے ۔
(حوالہ : ۲)

یہ کتاب شیکسپیر کے ڈراموں کے بعض اہم حصوں کے منظوم تراجم پر مشتمل ہے ۔ کتاب میں ' ایزیو لانک اِٹ ' کے دوسرے ایکٹ کا چوتھا منظر ، ' میکبتھ ' کے دوسرے ایکٹ کے پانچویں منظر اور ' ہنری ہشتم ' کے تیسرے ایکٹ کے دوسرے منظر کے علاوہ ' ہیملٹ ' کے پہلے ایکٹ کے پانچویں منظر کے منظوم تراجم خاصے کی چیزیں ۔
نمونہ ملاحظہ ہو :

الوداع ! اے عظمت و جاہ و جلال
آدمی کا ہے یہی دنیا میں حال
آج اس کے بوتۂ اُمید میں
پھوٹتی ہیں نرم و نازک کونپلیں
کل دکھاتا ہے وہ پھولوں کی بہار
شرمگیں اعذار کا رنگیں نکھار

بہرطور سیکپیر کے ڈرامے انسانی فطرت کے سر بستہ رازوں کے ایسے خزائن ہیں جنہیں اپنے اپنے طور پر ہمارے مترجمین ہمیشہ کھوجتے رہیں گے ۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے سیکسپیر کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا ۔

حفظِ اسرار کا فطرت کو ہے سودا ایسا
راز داں پھر نہ کرے گی کبھی پیدا ایسا

۳۹۶ شیکسپیر ، ولیم : تیغ ستم :
ترجمہ : جینشور پرشاد ، پنڈت
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن

ڈراما
(حوالہ : ۷)

۳۹۷ گالزوردی ، جان : سیب کا درخت :
ترجمہ : قاضی عبدالغفار ،
لاہور : آئینہ ادب ، طبع دوم : س ۔ ن
ڈراما ۔ 'The Apple tree' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ وشوامتر عادل کا
بھی ملتا ہے ۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ پطرس بخاری نے
بھی کیا تھا جو رسالہ ' کاروان ' میں شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۹۸ گالزوردی ، جان : سیب کا درخت :
ترجمہ : وشوامتر عادل ،
بمبئی : کتب پبلشرز ،
ڈراما ۔ 'The apple tree' کا ترجمہ ا۔ ایک ترجمہ قاضی عبدالغفار
کا بھی ملتا ہے ۔ پطرس بخاری کا ترجمہ رسالہ . کاروان ،
میں شائع ہوا تھا ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۶)

۳۹۹ گالزوردی ، جان : فریب عمل :
ترجمہ : جگت موہن لال رواں ، منشی
الہ آباد : ہندوستانی اکیڈمی طبع اوّل : ۱۹۳۰ء
ڈراما ۔ انگریزی سے 'Skin – Game' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۰۰ گالزوردی ، جان : پیکار :
ترجمہ : باری علیگ ،
ڈراما ۔ ' اسٹرائف ' کا ترجمہ ۔ جس میں سرمایہ داری کے
فسادات کو افشا کیا گیا ہے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۴۰۱ گالزوردی ، جان : انصاف :
ترجمہ : دیانرائن نگم ، منشی
الہ آباد : ہندوستانی اکیڈمی ، ۱۹۳۹ء

ڈراما ۔ 'Justice' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ قاسم محمود کا
بھی ملتا ہے جو ۱۹۵۹ء میں لاہور سے شائع ہوا ۔ لفظوں کے
الٹ پھیر سے ترجمہ اپنا بنانے کی کوشش کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۰۲ گالزوردی ، جان : انصاف :
ترجمہ : قاسم محمود ، سید
لاہور : مکتبہ کائینات ، ۱۹۵۹ء
ص : ۲۷۲
ڈراما ۔ 'Justice' کا ترجمہ ۔ اصل ترجمہ منشی دیانرائن نگم
کا ہے جو ۱۹۳۹ء میں ہندوستانی اکیڈمی الہ آباد نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۰۳ گو گول : انسپکٹر جنرل :
ترجمہ : ن ۔ ن
اسلام آباد : ادارۂ ثقافت پاکستان ، ۱۹۸۲ء
ڈراما ۔ انگریزی زبان کی معرفت ترجمہ ۔ اس ڈرامے کا اوّلین
ترجمہ گورنمنٹ کالج لاہور کی سوندھی ' ٹرانسلیشن
سوسائٹی ' سے شائع ہوا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۳۰۴ گولڈونی ، کارلو : دغاباز :
ترجمہ کمال احمد رضوی ،
لاہور : مکتبہ میری لائبریری بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ،
ص : ۱۱۲
ڈراما ۔ 'The Liar' کا ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ میں شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۳۰۵ گولڈ سمتھ ، اولیور : غلط در غلط :
ترجمہ : عصمت اللہ بیگ ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۳۶ء
ڈراما ۔ "She stops to conquer" کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ : ۱۰ : ۱۱)

۴۰۶ گوئٹے ، جوھن ولف گینگ فان : فریبِ حسن :
ترجمہ : ن ۔ ن
لکھنؤ : مینجر منروا کمپنی ، س ۔ ن
ڈراما ۔ ' فاؤسٹ ' کا اردو میں اوّلین ترجمہ ، ۱۹۲۳ء سے
قبل شائع ھوا ۔ اس ڈرامے کے دیگر مترجمین میں
ڈاکٹر سید عابد حسین ، شاھد احمد دھلوی ،
منشی جوالا پرشاد ، عبدالقیوم باقی اور منّور لکھنوی
کے نام ملتے ہیں ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

جوھن ولف گینگ فان گوئٹے ۱۴/ اگست ۱۷۴۹ء میں جرمنی میں پیدا ہوئے ۔ ۴۷ برس کی عمر میں قانون کی ڈگری لی ۔ لائبزک یونیورسٹی کا یہ گریجویٹ ، کیمسٹری ، تشریح اعضاء اور فن تعمیر کا ماہر تھا ۔ ۱۷۹۲ء میں فرانس کے خلاف جنگ میں حصہ لیا ۔ ۱۸۲۸ء میں سیاست اور عام معاشرتی زندگی سے کٹ کر صرف تصنیف و تالیف کا ہو رہا ۔ ۲۲/مارچ ۱۸۳۲ء میں انتقال کیا ۔

' فاؤسٹ ' ایک قدیم داستانوی قصّے کی بنیاد پر بار بار لکھا گیا اور قرونِ وسطی کے یورپ میں مقبولیت کا معیار بن گیا ۔ اس کی جڑوں کی تلاش محققین کو عہد نامۂ جدید کے ایک جادوگر سیمون میگس کی سرگزشت تک کھینچ لے گئی ہے ۔ جبکہ اس فرضی قصّے پر مبنی ۱۶ ویں صدی عیسوی کے انگریز ڈرامہ نگار کرسٹوفر مارلو کا ڈرامہ :
'Tragical history of doctor foustus' ۱۵۸۸ء میں سامنے آیا اور تقریباً ایک سو برس تک جرمنی اور برطانیہ میں یکساں مقبول رہا ۔ اسی فرضے قصّے پر مبنی گوئٹے کا عظیم کارنامہ ' فاوسٹ ' 'Faust' جرمن زبان میں ظہور پذیر ہُوا ۔ ' فاوسٹ ' قدرت کی دو متضاد قوتوں کی کشمکش کا دوسرا نام ہے ۔ اس کی ایک حد انسان ہے تو دوسری حد شیطان ۔ ان دو انتہاؤں کے بیچ عشق ہے ۔ انسان اور شیطان کے درمیان اس جدل کا فیصلہ مختلف نکتہ ھائے نظر کے ساتھ کیا گیا ہے ۔ کچھ نے انسان کو یا خیر کو فتح مند قرار دیا ہے تو کچھ کے نزدیک شیطان یا بدی کی طاقتیں کامیاب دکھائی دیتی ہیں ۔

اس عظیم ڈرامے کے تین نمایاں کردار ہیں یعنی فاؤسٹ ، شیطان اور مارگریٹ ۔ ' فاؤسٹ ' لکھتے وقت گوئٹے نے ان تینوں کرداروں کو علمِ انسانی کے تین مختلف شعبوں کی روح قرار دیا ہے ۔ فاوسٹ جذبۂ ناکامی کی پیداوار ہے اور شدید ردِعمل ، جبکہ شیطان ھی در حقیقت جذبہ ناکامی کا دوسرا نام ہے اور قدرت کے بندھے ٹکے اصولوں کے خلاف باغیانہ لحن ۔ مارگریٹ ، عشق اور محبت کی علامت ہے اور دو عظیم قوتوں کے درمیان ' خیر ' کی واحد آواز ۔

اس اعتبار سے گوئٹے کا ' فاؤسٹ ' کرسٹوفر مارلو کے ' فاوسٹس سے مختلف ہے کہ وہ اپنی ذات پر ایقان کا متلاشی یا طالب ہے جبکہ مارلو کا فاوسٹس خُدا پر یقین مُستحکم کر رہا ہے ۔ مارلو کے ھاں روایتی (عیسائیت کی) اخلاقیات اور الٰہیات کا ایک مربوط نظام ہے جبکہ گوئٹے محض تمثالوں کے ذریعے روایتی مذہبی حوالوں کو سامنے لاتا ہے ۔ گوئٹے اپنے اعتقادات کے اعتبار سے وجودی ہے اور اس کا اخلاقی نظام بھی اپنے اندر ایک خاص نوع کی لچک رکھتا ہے ۔
گوئٹے نے ۱۳۳ تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں لیکن اُس کی عالمی شہرت کا باعث ' فاؤسٹ ' ھی کو قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اس کی دیگر دو نمایاں کتب :
'The sorrows of young werther' (ناول) اور
'Wilhelm meister's apprenticeship' کے علاوہ خودنوشت ، سفرنامے ، سائنسی ، علمی و تنقیدی مقالات کے مجموعے ، اور شعری مجموعے غرض کہ بہت کچھ ہے ۔ لیکن ھمارے ھاں ' فاوسٹ ' نے ھی مقبولیت حاصل کی یا دوسرے درجہ پر ' نوجوان ورتھر کی داستانِ غم ' ہے ۔

' فاوسٹ ' کے دو حصے ہیں اور بنیادی موضوع انسانی امکانات پر فطرت کی طرف سے عائد کردہ جکڑبندیوں سے پیدا ہونے والی شدید بے اطمینانی ہے ۔ ' فاؤسٹ ' کا مرکزی کردار (ایک عظیم دانشور) وجود کے معنی اور انسانی امکانات کی جُستجو میں مگن ہے اور حقیقتِ اُولیٰ کی دُرست پہچان کا آرزو مند ۔ اس رُوحانی سفر میں وہ شیطان سے ایک عجیب و غریب مُعاہدہ کرتا ہے کہ وہ اسے تجربے کا ایک قیمتی لمحہ عطا کرے گا اور اس کے بدلے میں فاوسٹ اپنی رُوح شیطان کے ھاتھ گروی رکھتا ہے ۔ اب ایک نئے سفر کی ابتداء ہوتی ہے جس کے پہلے مرحلے میں ھی فاوسٹ فطرت کے ھاتھوں بے بس ہو جاتا ہے ۔ وہ گریچن سے محبت کرتا اور گریچن ہار جاتی ہے ۔ یہ ہار دراصل فاوسٹ کی

ہے یا فطرت کے مقابل انسان کی ۔

دوسرے حصے میں فاوسٹ اپنے آپ کو دنیوی جاہ و جلال کی طرف لے جاتا ہے اور خارجی لذتوں سے ھمکنار ھوتا ہے ۔ وہ ھیلن آف ٹرائے سے معاشقہ لڑاتا ہے اور عظیم فتوحات حاصل کرتا ہے ۔ لیکن وہ ذھنی طور پر مطمئن نہیں ۔ سکون تو کسی اور شے کا نام ہے ۔

آخر کار وہ تمام انسانی ناآسودگیوں کے ساتھ اس جہان سے رُخصت ھوتا ہے ۔ لیکن موت کے بعد اُس شیطان خصلت پر جنت کے دروازے کھُل جاتے ہیں ۔ یہ اس بات کا انعام ہے کہ اُس نے خیر طلبی میں عمر گزاری اور صداقت کی پہچان کا طالب رہا ۔

گوئٹے کا ایمان تھا کہ انسان اس عظیم کائناتی نظام میں ایک متحرک قوت ہے اور اسے زندگی کی مثبت اقدار کی جستجو کرتے رہنا چاھئے ۔

اس ڈرامے کے منثور ترجمے ڈاکٹر عابد حسین ، شاھد احمد دھلوی اور منشی جوالا پرشاد برق نے کئے ۔ منثور ترجموں میں ڈاکٹر عابد حسین کا ترجمہ محض اولین ترجمہ ھی نہیں منثور ترجمے کا معیار بھی قائم کرتا ہے ۔ جبکہ شاھد احمد دھلوی نے پیٹر پرسٹن اور ھنری لے کوج کے انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا ۔ یہ انگریزی ترجمہ ' فاوسٹ ' کے کچھ حصوں کا انتخاب تھا ۔ انگریز مترجمین نے ' فاوسٹ ' کو اصل حالت میں نہیں رہنے دیا ۔ انہوں نے ڈرامے کے بعض بہت نمایاں اور اہم حصوں کو حذف ھی نہیں کیا بلکہ مناظر کی ترتیب بھی بدل دی ہے ۔ یوں دھلوی صاحب کا ترجمہ اپنے بنیاد سے ھی کمزور پڑ جاتا ہے ۔ کچھ یہی کیفیت منشی جوالا پرشاد کے ترجمے کی ہے ۔ اسے منثور ترجمہ بھی نہیں کہا جا سکتا بیشتر حصے منظوم یا خاص ' ردم ' میں ہیں ۔

منظوم تراجم میں منوّر لکھنوی اور عبدالقیوم خان باقی کے نام نمایاں ہیں ۔ منوّر لکھنوی کے ھاں روانی اور بے ساختگی ہے ۔ انہوں نے مختلف مواقع سے مناسبت رکھنے والی بحروں کا انتخاب خوب کیا ہے مثال دیکھئے :

عالم عقل بھی بنا فاضل بھی بنا
ماہر بھی بنا کامل بھی بنا
جو عقل و فراست تھی پہلے
جتنی بھی ذکاوت تھی پہلے
کچھ بھی نہ اضافہ اس میں ہوا
میں جیسا تھا ویسا ہی رہا
میں کامل بھی کہلاتا ہوں
میں فاضل بھی کہلاتا ہوں
پھر بھی یہی عقل میں آتا ہے
دل مجھ کو یہی سمجھاتا ہے
لاعلمی بس تقدیر میں ہے
اک رنگ یہی تصویر میں ہے

اب روحوں کا ترانہ بھی سنتے چلئے :

منتشر ہو جاؤ تاریکی بھری اے بادلو
راہ لو ہاں راہ لو اپنی کالے کالنے بادلو
روشنی تاروں کی رقصاں ہو نظر کے سامنے
یہ نظارہ کیف ساماں ہو نظر کے سامنے

مولوی عبدالقیوم خاں باقی کا ترجمہ Bayard taylor کے انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنائے ہوئے ہے ، اور یہ ' فاؤسٹ ' کے اولّین حصّے کا مکمل منظوم ترجمہ ہے ۔ بیارڈ ٹیلر کا ترجمہ " فاؤسٹ ' ۱۸۷۰ء میں شائع ہُوا تھا۔ یہی ایڈیشن باقی صاحب نے بنیاد بنایا نیز ڈاکٹر عابد حسین کے اُردو ترجمے سے مدد لی گئی ہے۔

۴۰۷ گوئٹے ، جوھن وولف گینگ فان : شیطان کا غلام
ترجمہ : جوالا پرشاد برق ، منشی
ڈراما ۔ 'Faust' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۰۸ گوئٹے ، جوھن وولف گینگ فان : فاوسٹ :
ترجمہ : سید عابد حسین ، ڈاکٹر

اورنگ آباد دکن : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ۱۹۳۱ء
ڈراما ۔ فاوسٹ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۴)

۳۰۹ گوئٹے ، جوھن وولف گینگ فان : فاوسٹ :
ترجمہ : شاھد احمد دھلوی ،
دھلی : ساقی بکڈپو ، س ۔ ن
ڈراما ۔ فاوسٹ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۱۰ گوئٹے ، جوھن وولف گینگ فان : فاوسٹ :
ترجمہ : عبدالقیوم خان باقی ،
کراچی : انجمن ترقی اردو (پاکستان) ، طبع اوّل ۱۹۶۱ء
ڈراما ۔ فاوسٹ کا منظوم ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۴)

۳۱۱ گوئٹے ، جوھن وولف گینگ فان : فاؤسٹ :
ترجمہ : منوّر لکھنوی ،
کراچی : پاکستان جرمن فورم ، طبع اوّل ۱۹۶۵ء
ڈراما ۔ فاؤسٹ کا منظوم ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۳ ، ۱۶)

۳۱۲ گوئٹے ، جوھن وولفگینگ فان : فاؤسٹ
ترجمہ : فضل حمید ،
بہاولپور : اردو اکیڈمی ، ۱۹۶۴ء
ڈراما ۔ فاؤسٹ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۳۱۳ لفنگے کی ڈائری :
ترجمہ : کمال احمد رضوی ،
لاھور : میری لائبریری ، س ۔ ن
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۴۱۴ لورا ، کلی فورڈ بارنے : حشر بداماں :
ترجمہ : صادق الخیری ،
کراچی : شہناز بک ڈپو کلب ، طبع اوّل ۱۹۸٦ء
ص : ۱۵۳
ڈراما ۔ قرۃ العین طاہرہ کے عروج و زوال کی المیہ تمثیل کا فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱٦)

۴۱۵ لونے ، ڈرو : ایک لڑکی چار تابوت :
ترجمہ : طارق علی صابر ،
لاہور : المحراب ، س ۔ ن
ڈراما ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۱٦ لیسنگ : ناتن :
ترجمہ : محمد نعیم الرحمان ، منشی فاضل
الہ آباد : ہندوستانی اکیڈمی ، ۱۹۳۰ء
ڈراما ۔ جرمن زبان سے 'Nathan der weise' کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ایک ترجمہ منشی جگت موہن لال رواں نے بھی کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱٦)

۴۱۷ لیسنگ : ناتن :
ترجمہ : جگت موہن لال رواں ، منشی
الہ آباد : ہندوستانی اکیڈمی ، ۱۹۳۰ء
ڈراما ۔ 'Nathan der weise' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ محمد نعیم الرحمن کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱٦)

۴۱۸ ماہام ، سمرسٹ : زندگی :
ترجمہ : محمد اکبر وفاقانی ،
نام مطبع ندارد ،

ڈراما ۔ انگریزی سے آزاد ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۱۹ مولیئر : بخیل :
ترجمہ : نور الٰہی محمد عمر ،
نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۹ء
ڈراما ۔ طربیہ ڈراما ترجمہ ہو کر ۱۹۰۹ء میں اسٹیج ہوا
تفصیلات کے لئے دیکھیے ماہنامہ ' اردو ' انجمن ترقی اردو
بابت اکتوبر ۱۹۵۶ء
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۲۰ مولیئر : جان ظرافت :
ترجمہ : نور الٰہی محمد عمر ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ فرانسیسی کے طربیہ ڈرامے سے ماخوذ و ترجمہ ، ۱۹۳۳ء سے
قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۲۱ مولیئر : نکاح بالجبر :
ترجمہ : وہاج الدین
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ فرانسیسی ڈرامے 'Forced mariage' کا ترجمہ ۱۹۳۹ء
سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۲۲ مولیئر : بگڑے دل :
ترجمہ : نور الٰہی محمد عمر ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ فرانسیسی ڈرامے کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
فرانسیسی ڈرامے کا نام ہے : 'Le Misanthrope'
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۴۲۳ مولئیر : کلیات مولیئر (جلد اوّل) :

انتخاب و ترجمہ : محمد عمر ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈرامے ۔ فرانسیسی سے چار طربیہ ، ڈراموں بالترتیب
شوہروں کا مکتب ۔
بیویوں کا مکتب، بیویوں کے مکتب کا تجزیہ اور گنبد صدا کا ترجمہ

(حوّالہ : ۲)

۱) شوہروں کا مکتب ۔ ڈراما طربیہ
۲) بیویوں کا مکتب ۔ ڈراما طربیہ
۳) بیویوں کے مکتب کا تجزیہ ۔ ڈراما طربیہ
۴) گنبدِ صدا ۔ ڈراما طربیہ

یہ چاروں تراجم ' کلُیات مولیئر ' سلسلے کی پہلی جلد میں شامل تھے ۔ مولیئر کے ان تراجم کے بارے میں منشی محمد عمر لکھتے ہیں :

' میرا اور منشی نور الہی مرحوم کے ادبی اشتراکِ کار کا آغاز مولیئر کی کومیڈی ' بخیل ' سے ہوا جسے ہم نے ۱۹۰۹ء میں اردو میں منتقل اور اسٹیج کیا ۔ یہ ایک کھیل تھا جس نے ہوتے ہوتے ہمارے مقصدِ حیات کے شکل اختیار کی اور ہم نے مولیئر کے چند ایک اور ڈرامے خالص ہندوستانی سانچے میں ڈھالے ۔ ' (ماھنامہ ' اردو ' اکتوبر ۱۹۵۶ء)

محوّلہ بالا ڈرامہ ' شوہروں کا مکتب ' میں یہ دکھایا گیا ہے کہ عورتوں پر ناروا پابندیاں عائد کرنے سے کیا ردِ عمل جنم لیتا ہے ۔ اس ڈرامے میں مولیئر کومیڈی کو تفریح طبع کے علاوہ اصلاحِ اخلاق کے لئے کام میں لایا ہے ۔ ترجمہ دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ڈرامے میں طنز، ہجوِ ملیح اور ضلع جگت کو مولیئر نے بطور ہتھیار برتا ہے ۔

ڈرامہ ' بیویوں کا مکتب ' میں شوہروں کے مکتب کی تصویر کا دوسرا رخ ہے ۔ اس ڈرامے میں بے جوڑ شادیوں کے خلاف آواز اُٹھائی گئی ہے ۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ اس وقت کے سماجی نظام کے خلاف تھا ۔ اس لئے مولیئر کو شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا ۔ مولیئر کے ہمعصر فرانسیسی اسٹیج ڈرامہ کے ناقد ماؤنٹ فلوری نے اپنے تنقیدی مضامین میں اسے گالیاں تک دیں ۔ بومانٹ جیسا بزرگ ادیب اس کی مخالفت میں یوں اترا کہ اس نے ' تصویر مصور ' کے نام

سے ایک کامیڈی فوری طور پر لکھی اور اسٹیج بھی کر دی ۔ تصویر مصور میں مولیئر کی ذاتی زندگی کو موضوع بحث بنایا گیا تھا ۔ واضح رہے کہ مولیئر نے ادھیڑ عمری میں ایک نوخیز لڑکی سے کچھ ہی عرصے پہلے بیاہ رچایا تھا ۔

یہ معاملہ اس حد تک بڑھا کہ ماؤنٹ فلوری شاہِ فرانس کے دربار میں عرض گزار ہُوا کہ مولیئر کُھلے بندوں بھرتا ہے اسے بے جوڑ شادی کرنے کے جرم میں سزا دی جائے ۔ لیکن اس کا اثر الٹا ہوا اور شاہِ فرانس نے مولیئر کے نوزائیدہ بچّے کا گاڈ فادر بننا منظور کر لیا ۔ اُس کے بعد مخالفت تھم گئی ۔ لیکن یہ مخالفت مولیئر کو عالمگیر شہرت عطا کر گئی ۔

ڈرامہ ' بیویوں کے مکتب کا تجزیہ ' اپنے نوع کی اولین تحریر ہے ۔ اس میں اٹھائے گئے تمام اعتراضات کا جواب دینے کے لئے مولیئر نے ڈرامہ ہی کو اپنا وسیلہ بنایا ۔

ڈرامہ ' گنبد کی صدا ' بھی تجزیہ طرز کا ڈرامہ تھا ۔ اس میں مولیئر نے اپنی ڈرامہ کمپنی پر اور اس کی اداکاری پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے ان کا جواب دیا ہے ۔ واضح رہے کہ اس کی ڈرامہ کمپنی پر فحش ہونے کا سب سے بڑا اعتراض عائد کیا گیا تھا ۔

۴۲۴ میترلنک ، مارس : شب تار :
ترجمہ : پریم چند ، منشی
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ بلجیم کے ڈراما نگار کے ایک ڈرامے کا ترجمہ ۔
۱۹۲۰ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۲۵ میترلنک ، مارس : ظفر کی موت :
ترجمہ : نورالٰہی محمد عمر ،
لاہور : کریمی پریس ، ۱۹۲۳ء
ص : ۴۷
ڈراما ۔ بلجیم کے ڈرامانگار کا مکمل ڈراما ۔ ۱۹۲۳ء میں
اس ترجمے کا دوسرا ایڈیشن رام نگر جموں سے بھی شائع

ھوا ۔
(حوالہ ١ ، ٢ ، ٥ ، ١٠)

٤٢٦ میٹرلنک ، مارس : پروین و ثریا :
ترجمہ : شاھد احمد دھلوی ،
دھلی : ساقی بکڈپو ،
ڈراما ۔ 'Agledun and celiset' کا ترجمہ ١٩٣٤ء کے
لگ بھگ شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٥)

یہ Agle din and celiset کا ترجمہ ہے ۔ اس ڈرامے میں میٹرلنک نے اپنے پسندیدہ موضوع ' خُدا کی ذات اور اس کی بہترین مخلوق ' میں سے ھی ایک انوکھا پہلو ڈھونڈ نکالا ہے ۔ میٹرلنک مزاجاً مشرقی تھا اور شاھد احمد دھلوی نے اس ڈرامے کے ترجمہ کے ذریعے مشرق والوں کو اُن کی پسندیدہ چیز سے نوازا ہے ۔

٤٢٧ میٹرلنک ، مارس : نرگس جہال :
ترجمہ : شاھد احمد دھلوی
دھلی : ساقی بکڈپو ، ١٩٣٤ء
ص : ١٦٩
ڈراما ۔ 'Jaisley' کا ترجمہ ۔ یہ ڈراما شیکسپیر کے
'Tempest' سے ملتا جلتا ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ٧)

یہ بلجیم کے ڈرامہ نگار میٹرلنک کا ایک ایسا ڈرامہ ہے جو ولیم شیکسپیر کے 'Tempest' سے ملتا جلتا ہے ۔ میٹرلنک کے ڈرامے کا نام 'Jeisley' ہے ۔ یہ روحانی اور معاشرتی عقدہ کشائی ہے ۔ میٹرلنک کا یہ ڈرامہ بھی اس کے دیگر ڈراموں کی طرح اسٹیج کی چیز نہیں ہے ۔ اس میں میٹرلنک کی روحانیت سے دلچسپی اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہے ۔ اس ڈرامے میں بھی میٹرلنک نے انسان کی خون آشامیوں اور دھشت گردی کو اپنا موضوع نہیں بنایا ، اس کا مرکزی محور یہاں بھی محبت کا جذبہ ھی ہے ۔

٤٢٨ میٹرلنک ، مارس : پیلی یاس و میلی ساند :

ترجمہ : تمنائی ،
دھلی : پنجاب بک ڈپو ، س ۔ ن
ڈراما ۔ بلجیم کے ڈراما نگار کی خزینہ تمثیل کا ترجمہ
۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

۴۲۹ میٹرلنک ، مارس : مریم مجدلانی :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
گورکھ پور : ایوان اشاعت ، ۱۹۴۷ء
ڈراما ۔ اس ڈرامے میں تمثیل کی ایک نئی جمالیات پیش
کی گئی ہے ۔ یہ ترجمہ پہلے رسالہ ماہنامہ ، ایوان ،
گورکھ پور ماہ اکتوبر ۱۹۳۴ء تا دسمبر ۱۹۳۴ء قسطوں میں
شائع ہوا تھا ۔ اس ڈرامے کا ایک ترجمہ وحشی محمود آبادی
کا بھی ملتا ہے جسے مجنوں کے ترجمے کا چربہ کہا جا سکتا
ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۳۰ میٹرلنک ، مارس : مریم مجدلانی :
ترجمہ : وحشی محمود آبادی ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ،
ص : ۱۳۲
ڈراما ۔ اس ڈرامے کا اوّلین ترجمہ اسی نام سے مجنوں گورکھپوری
نے ۱۹۳۴ء میں کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۶)

۴۳۱ میٹرلنک مارس : مونا وانا :
ترجمہ : جلیل احمد قدوائی ،
ڈراما ۔ بلجسم کے ڈراما نگار کا شاہکار ، انگریزی کی معرفت
ترجمہ ۰ ڈرامے میں محاصرہ پیسا کے دوران ایک خاتون کی
شجاعت اور وطن پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے ۔ ترجمہ
۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴)

۴۳۲ میترلنک ، مارس : مونا وانا :
ترجمہ : اے ۔ این سہرو
لکھنؤ : اتر پردیش اردو اکیڈمی ، طبع اوّل ۱۹۷۸ء
ص : ۹۶
بلجیم کے ڈرامہ نگار کا شہرہ آفاق ڈرامہ مصنف کو نو بل ادبی انعام مل چکا ہے۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۵)

۴۳۳ میری چیز : پیارا پالتو :
ترجمہ : کمال احمد رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مؤسسہ فرینکلن ،
ص : ۱۳۶
ڈراما ۔ امریکی ڈرامے کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۴۳۴ وائلڈر ، تھارنٹن : ہماری بستی :
ترجمہ : انتظار حسین ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، ۱۹۶۷ء
ص : ۱۶۶
ڈراما ۔ امریکی ڈراما ، انگریزی سے 'Our town'
کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۳۵ وائلڈر ، تھارنٹن : مشاطہ :
ترجمہ : عشرت رحمانی ،
کراچی : اردو اکیڈمی (سندھ) ، س ۔ ن
ڈراما ۔ 'The Makh Maker' کا ترجمہ دوسری بار مکتبہ اشاعت ادب عنایت اللہ بلڈنگ لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۳۶ ہارٹ ، ماس و کافمین ، جارج ۔ ایس : میں تیرا مہمان :

ترجمہ : رضی ترمذی ، سید
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۱۸۰
ڈراما ۔ تین ایکٹ کا طربیہ ڈراما ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۴۳۷ ہارٹ ، ماس و کافمین ، جارج ۔ ایس : سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا :
ترجمہ : کمال احمد رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک مؤسسہ فرینکلن ،
ڈراما ۔ تین ایکٹ کا طربیہ ڈراما ۔ مارٹن وینڈر ہوف کے متوسط درجے کے گھرانے کا احوال اور ان کے جینے کا جتن ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۴۳۸ ہٹن ، رچرڈ : آہنی پردہ :
ترجمہ : بدر جہاں آراء
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ڈراما ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۳۹ یوری پیڈیز : میڈیا :
ترجمہ : ن ۔ ن ۔
نئی دہلی : ساہتیہ اکیڈمی ، طبع اوّل : ۱۹۷۷ء
ص : ۹۲
۴۸۰ قبل مسیح کے ڈرامہ نگار ، جس کی تصانیف کی تعداد ۹۲ تک بتائی جاتی ہے کا المیہ ڈرامہ ۔ مقدمہ نثار احمد فاروقی نے لکھا ہے ۔

rekhta

روزنامچہ

۴۴۰ گورکی، میکسم: میکسم گورکی کی ڈائری:
ترجمہ: حسن عباس،
لاہور: مکتبہ اردو سرکلر روڈ، ۱۹۴۱ء
ڈائری ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ،
(حوالہ: ۲، ۷)

۴۴۱ گویرا، چے: ڈائری چے گویرا:
ترجمہ: رحیم،
لاہور: نیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۷/فروری ۱۷۶۹ء
روزنامچہ ۔ اصل کتاب کا دیباچہ فیڈرل کاسترو نے لکھا ہے
جبکہ اس ترجمے کے ساتھ معراج خالد کا دیباچہ بھی
شامل کتاب ہے ۔
(حوالہ: ۲، ۱۰، ۱۱)

دُنیا بھر کی عوامی طاقتوں کی عالمی سامراج کے خلاف جنگ میں چی گویرا کا انقلابی کردار مثالی حیثیت رکھتا ہے ۔ وہ فطری طور پر جبر و استحصال کا دشمن اور آزادی اور انصاف کا پرستار تھا ۔ وہ کاسترو کے ساتھ مل کر کیوبا میں سالہا سال تک گوریلا جنگ لڑتا رہا ۔ حتیٰ کہ ۱۹۵۹ء میں کیوبا کو آمریت اور سامراج سے نجات دلانے میں فتح یاب ہو گئے ۔

چے گویرا کی ڈائری کے ان اوراق پر مبنی ہالی وڈ کی فیچر فلم 'Che' یادگار ہے ۔ جس میں عمر شریف (مصری اداکار) اور جیک پیلنس نے مثالی اداکاری کی تھی ۔:

۴۴۲ وجے لکشمی پنڈت: میری ڈائری:
ترجمہ: راجندر،
لاہور: جے ہند پبلشرز، سن
ص: ۱۳۱
روزنامچہ ۔ نظر بندی ۱۹۴۲ء کے زمانے کا روزنامچہ ۔
انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ: ۲، ۱۰، ۱۱)

رزمیہ

۴۴۳ ملٹن : شمسون مبارز :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ۔
گورکھ پور : ایوان اشاعت ۔
رزمیہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۴۴ ملٹن : فردوس گم گشتہ :
ترجمہ : شوکت واسطی ۔
پشاور : مارچ ۱۹۷۹ء
رزمیہ ۔ ' Paradise Lost ' کا اولین منظوم ترجمہ ۔
انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۳)

یہ ' Paradise Lost ' کا منظوم ترجمہ ہے البتہ مترجم نے ہر باب کے آغاز میں اس کی تلخیص / ترجمہ نثر میں پیش کر دیا ہے ۔
' فردوس گم گشتہ ' کو انگریزی زبان کا سب سے عظیم رزمیہ شمار کیا جاتا ہے ۔ ملٹن نے اس میں عہد نامۂ عتیق کی کتاب پیدائش کے قصہ کو بنیاد بنایا ہے لیکن جُوں کا تُوں نظم نہیں کر دیا ۔ ملٹن دراصل زوالِ آدم کی روداد رقم کر کے انسان کے سامنے خُدا کی مشیت برحق ثابت کرنا چاھتا ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ پیدائش کے باب میں شیطان کے کردار کو اپنی طرف سے شامل کر کے ملٹن دُنیا کی نظروں میں ایک باغی بن کر اُبھرا اور یوں محسوس ہوا جیسے وہ انسان کے گناہ کو فطری مطالبہ تسلیم کرتا تھا اور انسان کو اپنے اعمال میں برحق جانتا تھا ۔

ملٹن کے ناقدین میں سے بیشتر کے خیال میں ' فردوس گم گشتہ ' کا شیطان اس قدر قوی و جلیل ہے کہ اسے اس رزمیہ کا ھیر و تسلیم کرنا پڑتا ہے ۔ ولیم بلیک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ملٹن خود شیطان کی جماعت کا ایک اہم رکن تھا اگرچہ اس کو خود اس بات کا علم نہیں تھا ۔ اس کے مخالفین میں ڈاکٹر

جانسن پیش پیش رہے اور انہوں نے اسے ' اُول جلُوُل ' اور ' دُرُشت ' تک کہہ دیا ۔

فردوس گم گشتہ کا موضوع مذہبیات کے باب میں ہمیشہ سے اہم رہا ہے ، گو اس موضوع پر مبنی ادب تخلیق کرنے کے سلسلے میں اوّلیت ایک اطالوی شاعر اور ڈرامہ نگار کو ھی حاصل ہے ۔ اس اطالوی ڈرامے کی اوّلیت کے سبب ملٹن پر سرقہ کا الزام بھی عائد کیا جاتا رہا ہے ۔

' فردوسؔ گم گشتہ ' کے بارہ ابواب ہیں جبکہ باب اوّل میں (رزمیہ میں زیر بحث آنے والے) تقریباً سبھی اہم موضوعات کی صراحت کر دی گئی ہے ۔

ملٹن کا یہ رزمیہ ۔ مذہبیات ، شاعرانہ تخیل اور دیومالا کا ایک ایسا مرکب ہے جس میں ملٹن کے عہد کی سیاست تک در آئی ہے ۔

قہر خُداوندی کے خوف سے جب سب کو چپ سی لگ جاتی ہے تو شیطان اپنے تمام تر باغیانہ لحن کے ساتھ پکارتا ہے :

' اس نظریہ پہ میں تو پہنچا ہوں :
راج نیتی اُمنگِ لیلا ہے چاہے دوزخ ھی کے یہ اندر ہےحُکم دوزخ میں گر چلے میرا
دست بستہ نہ جاؤں جنت میں ہے جنہم میں پاس جو اپنے وہ اگر ہم نے ھار بھی
ڈالا تو بھی ہم لوگ کیا گنوائیں گے '

ملٹن کے عہد کا انگلستان اپنی واضح پہچان کے ساتھ اس رزمیہ میں موجود ہے ۔ اسی طرح چارلس اوّل کے خلاف انقلابی تحریک (ملٹن اس تحریک کا حامی تھا) اور چارلس اوّل کو موت کے گھاٹ اتارنے کی فضا اس رزمیہ کی عصریت ہے جو اس شاہکار کے ریشہ ریشہ سے پھوٹی پڑتی ہے ۔

۴۴۵ ہومر : الیڈ :
ترجمہ : باسط علی خاں ،
آگرہ : مفید عام پریس ، طبع اول ۱۹۰۰ء
رزمیہ ۔ یونانی رزمیہ کا اوّلین اردو ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۴۶ ہومر : الیڈو اُڈسے :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاھور : پنجاب ریلیجس سوسائٹی ۔ انارکلی ، ۱۹۲۲ء
رزمیہ ۔ یونانی فن پارہ (لگ بھگ ۱۰۰۰ قبل مسیح) کا اولین

اردو ترجمہ ، تلخیص ۔ آخری ترجمہ ڈاکٹر اطہر پرویز نے کیا ہے جو تاحال غیر مطبوعہ ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۳۴۷ ہومر : جہاں گرد کی واپسی :
ترجمہ : محمد سلیم الرحمن ،
لاہور : مکتبہ جدید ، ۱۹۶۳ء
ص : ۳۸۴
رزمیہ ۔ 'Odyssey' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

کتاب کے اختتامیہ میں محمد سلیم الرحمن لکھتے ہیں :

' یہ ترجمہ میں نے اس وقت کیا تھا جب میں اس کا پوری طرح اہل نہیں تھا ۔ میرے مدِ نظر یہ خیال تھا کہ ' اودسی ' کو یورپ کا پہلا ناول بھی کہا جاتا ہے ، لہذا اس کا نثر میں ترجمہ جائز ہے ۔ اگلا سوال یہ تھا کہ کس طرح کی نثر میں ترجمہ کیا جائے ؟ میں نے سیدھی سادی نثر کو ترجیح دی ، مگر اس میں عیب یہ ہے کہ اِدھر آدمی چُوکا اُدھر نثر سیدھی سادی کے بجائے محض سپاٹ ہو کر رہ گئی ۔ سچ تو یہ کہ ' اوَدسی ' اور ' ایلیاد ' جیسی تصانیف کا ترجمہ ، نظم میں یا نثر میں ، انیسویں صدی میں ہو جانا چاہئے تھا ۔ '

جہاں گرد کی واپسی : ص نمبر ۳۸۳ ، ۳۸۴

محمد سلیم الرحمن صاحب تو یہ کہہ کر آگے بڑھ گئے کہ اس کا ترجمہ ۱۹ ویں صدی میں ہو جانا چاہئے تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا کوئی اہل بھی تھا ؟ یہ یقیناً قیسی رام پوری کے بس کی بات نہیں تھی (اور اس نوع کے بڑے کاموں کو انہیں نے ہاتھ ڈالا ہے) البتہ لارڈ کرزن کی تصنیف 'Persia and the persian question ' رائیڈر ہیگرڈ کی ' سیر ظلمات ' اور ایڈگرایلن پو کے سنہری گھونگھا ' کے اضافے ' ستارۂ صبح ' کے ترجمے دیکھ کر صرف اور صرف مولانا ظفر علی خان کا نام ذہن میں آتا ہے اور بس ۔ باسط علی خان ' الیڈ ' کے ترجمے میں بری طرح ناکام رہے ۔

ہومر کی ' اوڈیسی '(Odessey) مسافرت اور جلاوطنی کا ایک جہان ہے جسے گرفت میں لینا ناممکن نہیں تو انتہائی پتہ ماری کا کام ضرور ہے ۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ یونانی ایک مردہ زبان ہے اور اس کے حروف اور

بالخصوص حروف علت کی صحیح اصوات کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا ۔

محمد سلیم الرحمن کے نثری ترجمے کا آھنگ رُک رُک کر آگے بڑھتا ہے اور ہر ہر قدم پر اپنا دائرہ مکمل کرتا ہے ۔ اس میں وہ ' بے ساختگی ' اور ' روانی' دیکھنے کو نہیں ملتی جس کی نذر اُتارتے اُتارتے ھمارے مترجمین ھلکان ھو گئے ۔ محمد سلیم الرحمنٰ کے اس ' بنائے ہوئے ' ترجمے کا جواز ھومر کے ھاں ' اسمائے صفت ' کا استعمال ہے اور دوسری چیز ہے ان اسمائے صفت کی ساخت ۔ ' بلند آواز نقیب ' ' گلابی انگلیوں والی صبح ' اور گیسو دراز ہم وطن ' وغیرہ قسم کی ترکیبیں اُردو زبان میں یقیناً نئی ہیں ۔

اس ترجمے پر رائے دیتے ہوئے اعجاز احمد سوال اُٹھاتے ہیں :

' اگر آپ بنی بنائی نثر میں اضافے کے روادار نہیں یا لفظوں کو نئے سانچوں میں ڈھالنا پسند نہیں کرتے تو ترجمے کا فائدہ کیا ہے ؟ اگر بلاغت کے مروجہ اصولوں سے انحراف جائز نہیں تو آدمی ترجمہ کیوں کرے ۔ ' (۱)

یوں دیکھا جائے تو محمد سلیم الرحمن نے انتہائی نیک دلی کے ساتھ محض اس ترجمے کا حق ھی ادا نہیں کیا بلکہ بڑی خوش اسلوبی سے ترجمے کا جواز بھی فراہم کیا ہے ۔ ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ھو :

' ادھر تیلیما خوس نیزہ لے کر دالان پار کر کے باھر نکلا ۔ دو چست و چالاک کتے اس کے پیچھے پیچھے ھو لئے ۔ اتھینہ نے اسے ایسا مسحور کُن حسن عطا کیا کہ جب وہ چوک میں پہنچا تو لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے ۔ دل کے بُرے ، زبان کے میٹھے ، عالی نسب خواستگاروں نے اسے گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے ۔ '

(ص نمبر ۳۲۳ سے اقتباس)

یہ ترجمہ چوبیس ابواب (یا کتابوں) پر مشتمل ہے جبکہ کتاب کے آخر میں اختتامیہ ' کے عنوان سے مترجم نے اس دریا صفت تمثیل کی معنوی تفسیر لکھی ہے ۔ ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ھو :

---

۱ ۔ بحوالہ : ' سویرا ' لاھور شمارہ ۳۵ ، ص ۲۰۳ ۔

سفرنامہ

۴۴۸ آسٹن، (سر) اورل : مشرقی ترکستان :
ترجمہ : محمود اعظم فہمی ترمذی، سید
لکھنؤ : دائرہ ادبیہ، س ۔ ن
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۴۴۹ ابن بطوطہ : سفر نامہ ابن بطوطہ (۲ جلدیں) :
ترجمہ : حیات الحسن، محمد
لاہور : نام مطبع ندارد، جلد اوّل : ۱۸۷۱ء
جلد دوم : ۱۸۹۸ء
سفر نامہ ۔ دوسری بار امرت سر سے ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۴۵۰ ابن بطوطہ : سفر نامہ ابن بطوطہ
ترجمہ : رئیس احمد جعفری،
لاہور :

سفر نامہ ۔ اس کا ایک ترجمہ محمد حیات الحسن (جلد اوّل) اور محمد حسین (جلد دوم) نے بھی کیا تھا جو بالترتیب لاہور سے ۱۸۷۱ء اور ۱۸۹۸ء میں شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲)

مُستشرقینِ فرنگ نے بڑی تلاش و جُستجو کے بعد اس سفرنامے کو یکجا کیا اور مختلف نُسخوں کے تقابلی جائزے کے بعد تصحیح کا فریضہ انجام دیا ۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ ابن بطوطہ کا اصل سفرنامہ اب ناپید ہے ۔ یہ تصحیح شدہ نسخہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے ۔ رئیس احمد جعفری کے سامنے انگریزی نسخہ تھا ۔ اب اگر محمد حیات الحسن اور محمد حسین کے ترجمہ کردہ نسخوں سے رئیس احمد جعفری کے ترجمے کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو پہلے کے ترجموں میں زبان و بیان کی خامیاں جا بجا دکھائی دیں گی ۔ پہلے کے

ترجموں میں تفصیلی حواشی بھی دیکھنے کو نہیں ملتے۔ رئیس احمد جعفری نے متن کے مُبہم مقامات کے تفصیلی اور توضیحی حواشی لکھے ہیں۔

یہ سفرنامہ ابن بطوطہ کے ۲۵ سالہ سفرِ مصر، بغداد، شام، عراق، ایران، تُرکستان، بلخ، بخارا، بدخشاں، افغانستان، چین، لنکا (یا سیلون) سرالدیپ اور آذر بائجان کے علاوہ متعدد ممالک کی سیاحت سے متعلق ہے۔

ابنِ بطوطہ کا یہ سفر نامہ صرف اس کی آپ بیتی ہی نہیں جگ بیتی بھی ہے اور یوں یہ سفر نامہ ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے جس میں سفرنامہ نگار نے اپنے طویل سفر اور مشاہدے کا سرمایہ یکجا کر دیا ہے۔ ملک یمن کے شہر زبید کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

' یہ یمن کا ایک شہر ہے۔ اس کے اور صفا کے مابین چالیس فرسخ کی مسافت ہے۔ یمن میں صفا کے بعد اس سے بڑا کوئی شہر نہیں۔ یہاں کے اہل ثروت اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں باغات بہت ہیں، پانی کی کثرت ہے۔ پھل پھلواریاں بہت کثرت سے ہوتی ہیں۔ یہ شہر صحرائی ہے، ساحلی نہیں۔ جو شہر یمن کے پایہ تخت رہ چُکے ہیں، ان میں سے ایک ہے۔ '

اس سفر نامے کا کمال یہ ہے کہ ابن بطوطہ نے ہر ہر مقام کا باریک بینی سے مطالعہ پیش کیا ہے مکہ معظمہ میں ماہِ رمضان کے عقیدت مندانہ استقبال کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

جب رمضان کا چاند دیکھا جاتا ہے تو امیرِ مکہ کے یہاں نقارے بجائے جاتے ہیں اور مسجدِ حرام میں فرش بچھا کر بکثرت شمعیں اور مشعلیں روشن کر کے زیبائش کر دی جاتی ہے۔ جس سے تمام حرم نور اور جگمگاہٹ کا منظر بن جاتا ہے۔ تمام مسجد قاریوں کی آواز سے گونج اٹھتی ہے۔ دل بھر آتے ہیں۔ حضورِ قلب حاصل ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ '

ابن بطوطہ کو اہل اللہ سے خاص اُنس تھا۔ اپنے قیامِ اسکندریہ کا ایک واقعہ لکھتا ہے۔ وہاں وہ ایک صوفی بزرگ شیخ ابی عبداللہ مرشدی کا مہمان ہے:

' رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑے پرندے پر سوار ہوں۔ وہ پرندہ پہلے تو مجھے قبلے کی سمت اُڑا لے گیا۔ پھر دائیں طرف یعنی جانب مشرق، پھر بائیں جانب اور اس کے بعد ایک اندھیرے سبزہ زار میں اتار کر چھوڑ دیا۔ اس خواب سے میں بہت متحیّر ہُوا اور دل میں سوچا کہ اگر شیخ نے میرے خواب کا مکاشفہ کیا تو بے شک وہ ویسے ہی ہیں، جیسے مشہور ہیں۔

۴۵۱ احمد شاہ : سیر تبت :
ترجمہ ، انیس شاہ ،
دھلی : مخزن پریس ، ۱۹۰۹ء
سفر نامہ ۔ انگریزی ۔ ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰)

۴۵۲ اسٹینلے ، ھنری ۔ ایم : اسٹینلے سیاحِ افریقہ :
ترجمہ : ن ۔ ن
فیروزپور : مطبع فیض بخش اسٹیم پریس ، ۱۹۰۸ء
ص : ۸۳
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۵۳ البرٹ ، پرنس : تزک جرمنی :
ترجمہ : پنڈت بشمھبر ناتھ ،
لکھنؤ : نولکشور ، ۱۸۷۶ء
ص : ۷۶
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۵۴ اووڈ ، مسز ھنری : آئینہ عبرت :
ترجمہ : خجستہ اختر بانو مہر وردیہ بیگم
کلکتہ : حبل المتین پریس ، ۱۹۱۰ء
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۵۵ اوون ، رسل : قطبی برفستان :
ترجمہ : مرتضیٰ احمد خاں میکش ،
لاھور : مجلس ترقی ادب ، طبع دوم : ۱۹۶۲ء
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰)

یہ کتاب بہت پہلے چھپ کر مقبول ہو چکی ہے ۔ مجلس کے ایڈیشن میں متعدد تصاویر اور نقشہ جات شامل ہیں ۔

rekhta

اس تالیف میں شمالی اور جنوبی برفستانوں کی دریافت اور سیاحت کا احوال درج ہے ۔ مشہور امریکی مفتش پیری اور برڈ نے جو کارنامے سر انجام دیئے ہیں ، وہ پڑھنے تو دل میں ولولہ پیدا ھوتا ہے ۔ انسان کی سعی و کاوش کی داستان کا یہ حصہ تسخیرِ کائینات کی مُہم کا ایک ضروری جزو ہے ۔

۴۵٦ ایڈمنڈ ، اسٹیونس : یہ روس ہے :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : پروگریسو پبلشرز : نعمانی پریس ، س ۔ ن
ص : ۳۸۳
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۵۷ ایلجن ، لارڈ : تاریخ چین و جاپان :
ترجمہ : فریڈرک ، نندی
لکھنؤ : اودھ اخبار : نولکشور ، پریس ، ۱۸۱۷ء
ص : ۲۱۳
سفرنامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ۰ ۱۳)

۴۵۸ برٹن ، کپتان رچرڈ فریڈرک : سفر دارالمصطفیٰ :
ترجمہ : محمد انشاء اللہ ، مولوی
لاھور : مینجر اخبار وطن حمیدیہ پریس ، س ۔ ن
ص : ۲۵٦
سفر نامہ ۔ ' پلگریمیج ٹو المدینہ اینڈ مکہ ' کا ترجمہ ! ۱۹۲۹ء سے قبل شائع ھوا
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۴۵۹ برکھارٹ ، جان لوئس : سفر نامۂ حجاز :
ترجمہ : علی شبیر ،
حیدر آباد دکن : تاج پریس ، ۱۳۲۴ھ
ص : ۱۸۰
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ نے

کروایا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۸)

۳۶۰ برنیرؔ ، ڈاکٹر : وقائع سیر و سیاحت (دو جلدیں) :
ترجمہ : خلیفہ سید محمد حسین و (کرنل) ہنری مور
آگرہ : مفید عام پریس : ناشر سید محمد حسن خاں ، ۱۳۲۱ھ
ص : ۸۲۹
سفرنامہ ۔ جلد اوّل مراد آباد سے ۱۸۸۸ء میں شائع ہوئی ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔ عہد عالمگیری کے حالات کا بیان ہے ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۰ ، ۱۱، ۱۳)

۳۶۱ برنیر ، ڈاکٹر : سفر نامہ برنیئر (کامل)
ترجمہ : خلیفہ محمد حسین و (کرنل) ہنری مور
سفر نامہ ۔ شاہجہاں تا اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا سفرنامہ ۔
ترجمہ ۱۹۳۹ء قبل سے شائع ہوا ۔ مکمل سفرنامہ دو جلدوں میں شاہجہان کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیب کے نام سے نفیس اکیڈمی کراچی نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۳۶۲ بنین ، جان : پلگرمس پروگرس :
ترجمہ : ن ۔ ن ۔
نام مطبع ندارد ، ۱۸۳۸ء
سفر نامہ ۔ مذہبی سفر نامے کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ ٹی ہیری و یونس سنگھ کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵)

۳۶۳ بنین ، جان : مسیحی کا سفر :
ترجمہ : ٹی ہیری و یونس سنگھ ،
لاہور : پنجاب ریلیجنس بک سوسائٹی ، ۱۹۲۰ء
سفر نامہ ۔ مذہبی سفرنامے " پلگرمس پروگرس " کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۳۶۴ پارک ، منگو : سفرنامہ منگو پارک صاحب :
ترجمہ : ن ۔ ن

کلکتہ : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل : ۱۹۵۰ء
سفر نامہ ۔ انگریزی سے 'Mungo park travels' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۶۵ پرنس آف ویلز : سفرنامہ پرنس آف ویلز صاحب بہادر:
ترجمہ : صاحبزادہ محمد مصطفیٰ علی خاں ،
لکھنؤ : نولکشور ، س ۔ ن
ص : ۲۹۸
سفر نامہ ۔ ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۶۶ پیارے لعل : گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں :
ترجمہ : عابد حسین ، ڈاکٹر
نئی دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۵۰ء
سفر نامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۳۶۷ تھیونیو ، موسیو : سیاحت موسیو تھیو نیو (دو جلدیں):
ترجمہ : سید علی بلگرامی
آگرہ : سلسلۂ آصفیہ : مفید عام پریس ، ۱۸۹۶ء
ص جلد اوّل : ۱۶۶
ص جلد دوم : ۱۲۸

سفر نامہ ۔ فرانسیسی سیاح کا سفر دکن (۱۶۵۵ء تا ۱۶۶۸ ء) کا بیان اردو ترجمہ میں اے ۔ لیول کے انگریزی ترجمے مطبوعہ ۱۶۸۷ء کو بنیاد بنایا گیا ہے ۔ ترجمے کی دوسری جلد ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۴)

۳۶۸ ٹاؤن شنڈ ، میجر جنرل : کمال ترکی :
ترجمہ : معین الدین ، مولوی

سفر نامہ ۔ جنگ عظیم میں ترکی فوج نے میجر جنرل ٹاؤن شنڈ کو گرفتار کر لیا اور پھر بلاشرط رہا بھی کر دیا ۔ یہ مختصر سفرنامہ ایک طویل یادداشت کے طور پر لکھا گیا تھا ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

۳۶۹ ٹیونیر ، جے ۔ بی : سیاحت ٹیونیر :
ترجمہ : سررشتہ علوم و فنون جامعہ عثمانیہ ۔
آگرہ : مفید عام پریس ، ۱۸۹۶ء
ص : ۱۶۶

سفرنامہ ۔ فرانسیسی تاجر کی سیاحت ۱۶۵۴ کی روداد ۔ ترجمہ پر نظرثانی سید علی بلگرامی کی ہے ۔

(حوالہ : ۲)

یہ کتاب دارالترجمہ المعروف سررشتہ علوم و فنون جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے مترجمین نے ترجمہ کی ۔ علاقہ دکن میں ایک فرانسیسی تاجر کی سیاحت ۱۶۵۴ء سے متعلق کتاب ترجمہ پر نظرثانی سید علی بلگرامی کی ہے ۔

فرانسیسی تاجر ، ٹیونیر نے ۱۶۵۳ء سے ۱۶۵۴ء تک کا وقت دکن کی سیاحت میں گزارا تھا ۔ ذیل میں ترجمہ کے دیباچے سے عبارت نقل کی جاتی ہے :

' اس سفرنامے کے ترجمے تمام یورپی زبانوں میں ہوئے یعنی ڈچ ، جرمن اور اطالیہ ، انگریزی زبان میں اس کا پہلا ترجمہ ۱۶۷۷ء میں چھپا اور ۱۸۱۱ء تک انگریزی میں نو مرتبہ ترجمے ہوئے اور چھپے ۔ اب حال میں مسٹر وی پال ڈائرکٹر سائنس اینڈ آرٹ ڈبلن مصنف کتاب ' طبقات الارض ہند ' نے انگریزی میں صرف اسی سیاحت کا ترجمہ ۱۸۸۶ء میں بہت سے حواشی اور تشریحات کے ساتھ چھاپا جو ہندوستان سے متعلق ہے ۔ اگرچہ اس اردو ترجمے کی اصل پال صاحب کی کتاب ہے لیکن اس کا مقابلہ اس انگریزی ترجمہ سے بھی کر لیا گیا ہے جو ۱۶۷۸ء میں طبع ہوا ۔ اور اب نہایت درجہ کمیاب ہے ۔ '

اب ترجمہ سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو :

' پچاس برس ہوئے کہ جب سے یہاں ایک عظیم الشان معبد بن رہا ہے ۔ اگر یہ پورا بن گیا تو تمام ہندوستان کے معبد سے بڑا ہو گا ۔ اس میں ایسے بڑے پتھر لگائے گئے ہیں کہ دیکھنے سے ایک حیرت ہوتی ہے ۔ خاص کر وہ محراب جہاں وہ نماز پڑھتے ہیں ، سب سے زیادہ تعجب انگیز ہے ۔ وہ ایک ہی عظیم الشان پتھر کی بنی ہوئی ہے ۔ جس کو پانچ چھ سو آدمیوں نے علی التواتر پانچ برس کام کر کے کان سے بنا کر نکالا ہے ، اور اس کو اس معبد تک لانے میں اس سے بھی زیادہ مدّت لگی ہے ۔ وہ لوگ بیان کرتے تھے کہ اسے ایک ہزار چار سو میل کھینچ کر لائے ہیں ۔ میں آئندہ بیان کروں گا کہ یہ عمارت ابھی تک نامکمل

پڑی ہوئی ہے۔ اگر یہ بن گئی تو یقیناً تمام ایشیا کی عمارات سے بہتر ہو گی '

' سیاحت ٹیونیر ' ص ۲۴، ۲۵ سے اقتباس

۴۷۰۔ جاپان :

ترجمہ : چمن لال،

دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ، ۱۹۳۵ء

سفرنامہ۔

(حوالہ : ۷)

۴۷۱ میلکم، (سر) جان: تاریخ ایران (۴ جلدیں)۔

ترجمہ: سائنٹیفک سوسائٹی غازی پور،
غازی پور : سائنٹیفک سوسائٹی، ۱۸۷۲ء

سفرنامہ۔ ' History of Persia ' کا ترجمہ۔ مترجمین میں سرسید احمد خاں بھی تھے۔ پہلی جلد ۱۸۷۲ء، دوسری ۱۸۷۴ء، تیسری اور چوتھی ۱۸۷۵ء میں طبع ہوئیں۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ محبوب عالم نے ' حالات ایران قدیم ' کے نام سے ۱۹۰۵ء میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔

(حوالہ : ۲، ۵)

یہ ' History of Persia ' کا ترجمہ ہے۔

میجر جنرل سر جان میلکم (سابق گورنر بمبئی) نے اس تاریخ اور ثقافت سے متعلق کتاب میں قدیم ایران کے مذاہب، رسوم و رواج، عادات و خصائل اور سیاسیات سے متعلق معلومات فراہم کی ہیں۔

اقتباس ملاحظہ ہو :

' آخر کار ان میں سے ایک کوھستان کے حاکم کے نام اس شہزادے نے اس مضمون کا فرمان ارسال کیا کہ بمجرد پہونچنے، اس فرمان کے حکیم ناصر الدین فلسفی کو بھیجدو۔ اس حاکم نے موافق حکم نامے کے حکیم فلسفی کو طلب کیا۔ اتفاقاً اس روز حکیم ناصر الدین بخارا کے باغوں کی سیر کر رہا تھا کہ دفعتاً چند سواروں نے وہاں پہنچ کر اس کو محصور کر لیا اور ایک گھوڑا پیش کیا کہ آپ کو کوھستان کے حاکم نے طلب فرمایا ہے۔ اس پر سوار ہو کر تشریف لے چلیے۔ اگر آپ چلنے میں حجت نہ کریں گے اور بے تکلف چلے چلیں گے تو ہم آپ سے کچھ تعرض نہ کریں گے اور اچھی طرح سے پیش اویں گے۔ اس نے ہر چند اپنے نہ جانے کی بہت دلیلیں پیش کیں مگر ان لوگوں نے کچھ التفات نہ کیا اور اس کے لیجانے پر آمادہ رہے۔ جس وقت کوھستان کے روانہ ہونے کا اس نے قصد کیا اس وقت اس کے دوستوں میں سے کسی کو اس کے جانے کی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ رفتہ رفتہ جب کوھستان آدھی دور رہ گیا۔ اس وقت ان لوگوں کو اطلاع ہوئی۔ جب یہ کوھستان میں پہنچا اور وہاں کے حاکم ناصر

الدین عبدالرحیم کو اس کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو وہ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور جو تشدد اور تحکم اس کے لانے میں اس کی جانب سے ظہور میں آیا تو اس کی نسبت اس نے ہزارہا عذر پیش کئے اور عفو تقصیر چاہا ۔ بعد اس کے عرصے تک اس نے اس حکیم کو کوہستان میں قید رکھا ۔ '

۴۷۲ میلکم ، سر جان : حالات ایران قدیم (دو جلدیں) :
ترجمہ : محبوب عالم ۔
لاہور : کارخانہ پیسہ اخبار : مطبع خادم التعلیم ، ۱۹۰۵ء
ص : ۳٦۷

سفر نامہ ۔ 'History of Persia' کا ترجمہ ۔ دوسری بار ۱۹۰٦ء میں شائع ہوا ۔ یہی ترجمہ الناظر بک ڈپو لکھنؤ نے ۱۹۲۳ء سے قبل شائع کیا ۔ اس سفر نامے کا قدیم ترین ترجمہ مترجمین غازی پور سائنٹیفک سوسائٹی نے کیا تھا جو ۱۸۷۲ء میں طبع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۷۳ خالدہ ادیب خانم : اندرون حیدر آباد :
ترجمہ : ہاشمی فرید آبادی ، سید
حیدر آباد دکن : انجمن اشاعت اردو : احمدیہ پریس ، ۱۹۳۹ء
ص : ۲۴
سفر نامہ ۔ 'Inside India' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۴)

۴۷۴ ڈفرن، لیڈی: لیڈی ڈفرن کی چند روزہ سیر حیدر آباد :
ترجمہ : محمد مظہر ،
حیدرآباد دکن : انجمن ثمرہ العلوم : تاج پریس ، ۱۸۸٦ء
ص : ۲۴

سفر نامہ ۔ حیدر آباد دکن کا سفر نامہ بابت سال ۱۸۸٦ء کا انگریزی سے ترجمہ

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۵)

۴۷۵ ڈی ویرا : محشر ستانِ آئرلینڈ :

ترجمہ : احمد سعید خاں شوق ،

نام مطبع و سنہ ندارد ،

سفر نامہ ۔

(حوالہ ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۷۶ سانیگو ، کارلو : ماؤزے تنگ کے دیس میں :
ترجمہ : جیلانی ،
لاہور : مکتبہ چراغ راہ ،
سفر نامہ ۔ ' In the land of Mao-tse-tung ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۴۷۷ سفر نامہ انگورہ :
ترجمہ : آغا رفیق بلند شہری ۔

سفر نامہ ۔ ایک فرانسیسی خاتون کا سفر نامہ ۔ جنگ ترکی و یونان کے چشم دید حالات ۔ ترک مشاہیر کا ذکر ۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۴)

۴۷۸ سفرنامہ بلوقیا :
ترجمہ : عبدالاول ، مولوی
لکھنو: صدیق بک ڈپو ،
سفرنامہ ۔
(حوالہ : ۴)

۴۷۹ سفرنامہ شہنشاہ جرمن :
ترجمہ : احمد علی خاں شوق ،
رام پور : مطبع احمدی ، ۱۹۰۰ء
ص : ۳۳۸
سفر نامہ ۔ جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۸۰ سیاحوں کی کہانیاں :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاہور : ۱۹۲۶ء
مختصر سفرنامے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۱)

۴۸۱ شاہ بیگ ، کرنل : سفرنامۂ حجاز :
ترجمہ : محمد فاضل ،

لاهور : اسلامیه پریس ، س ـ ن
سفر نامه ـ انگریزی سے ترجمه دیکھیے ذخیرهٔ محبوب عالم پنجاب یونیورسٹی (اردو سیکشن) لاهور ـ
(حواله : ٢ ، ١١)

٣٨٢ شیرنگ : مغربی تبت :
ترجمه : ن ـ ن
لکھنؤ : نولکشور ، س ـ ن
ص : ٥١٣
سفرنامه /تحقیق ـ انگریزی سے ترجمه ـ
(حواله : ١ ، ٢)

٣٨٣ فتح نواز جنگ ، نواب : گلگشت فرنگ یعنی میرے روزنامچه یورپ کے چند صفحے :
ترجمه : عزیز مرزا ، (مولوی) محمد
آگره : مفید عام پریس ، طبع اوّل : ١٨٨٩ء
سفر نامه ـ انگریزی سے ترجمه ، ١٨٨٨ ء تا ١٨٨٩ء کی روداد ـ
(حواله : ٢ ، ١٣)

ترجمه سے نمونه :

' ١٠ فروری ، آخر کار میری روانگی کا دن آپهنچا ، اسباب صبح هی سے درست کر لیا تھا ـ دو بجے کوک کے لوگوں نے جهاز پر رکھدیا ، شام کے تین بجے دوستوں کے ساتھ هوٹل سے روانه هوئے اور سوا تین بجے دخانی کشتی پر سوار هوئے تھوڑی دیر کے بعد هی کیا دیکھتے هیں که ایک عالی شان جهاز پر کھڑے هوئے هیں ـ مجکو حیرت هوتی هے که مهذب قوموں میں علم کو کس قدر ترقی هوئی هے ـ فن جهازرانی تو خصوصاً ترقی کے درجه کمال پر پهنچ گیا هے ـ سمندر میں جهاز کا ٹھیک مقام اس آسانی اور صحت سے دریافت کر لیتے هیں جیسے کسی گھوڑا گاڑی کا کرهٔ زمین پر ـ کپتان نے مجھ سے بیان کیا که اگر اس ساحل کے پاس کوئی چیز پھینک دی جائے اور عدن میں جا کر کسی جهاز کے کپتان سے کهوں تو وه اس نهایت آسانی سے نکال لے گا ـ جب که برقی تار سمندر کی ته میں ٹوٹ جاتا هے تو تار والے تسلسل برقی کے امتحان سے فوراً دریافت کر لیتے هیں که کهاں ٹوٹا هے ، اور جهاز بھیج کر جوڑ دیتے هیں ـ

۲۴ ۔ اکتوبر ، آج ہم نیپلز کی خوشنما مضافات کو دیکھنے گئے ۔ شہر سے دو میل چل کر ایک لمبے تہ زمین کے پل میں داخل ہوئے جس کا نام گروٹوڈی پاس لیپو ہے ۔

اس پُل کا نصف میل طُول ہے اور پہاڑ کاٹ کر بنایا ہے ۔ قدیم رومیوں کی صناعی کا ایک عمدہ ثبوت ہے ۔ پل سے نکل کر ہم نے بہت سے رومی مکانات دیکھے ، وہاں سے لاگو ڈی اگین نو کی طرف گئے جو پہلے ایک پُر فضا جھیل تھی مگر اب خشک پڑی ہے ۔ یہاں بھی ایک کھوہ ہے جس کا نام گروٹو ڈوکان ہے ، اس کے اندر زمین سے کوئی دو فٹ اونچا ایک نشان ہے جس کی نسبت یہ مشہور ہے کہ اس سے نیچے ہوا میں سمّیت ہے ۔ ہمارے رہبر کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی اس نے امتحاناً اس کو نشان سے نیچے کیا فوراً گل ہو گئی ۔ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ بھی کہا کہ ہم ایک کتے پر اس کا تجربہ کر کے آپ کو دکھاتے ہیں وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے گا لیکن میں نے ایسے ظالمانہ اور بے فائدہ تجربے کی اجازت نہ دی ۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ نواب صاحب کو ۱۰ فروری سے ۲۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء تک سفرنامہ کے لئے ڈائری لکھنے کی مہلت نہ مل سکی ۔ نواب صاحب ۹ جنوری ۱۸۸۹ء کو یورپ کے سفر سے ہندوستان واپس لوٹے تھے ۔

۳۸۴ فورسیاتھ ، ٹی ۔ ڈی : سفر یاقند :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۸۷۱ء
سفر نامہ ۔ انگریزی میں ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۳۸۵ قسطنطنیہ :
ترجمہ : انشاء اللہ ،
سفر نامہ ۔ اسلامی دارالخلافت کا تاریخی تذکرہ اور نوازشات سلطانی کا تذکرہ انگریزی سے ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۳۸۶ کرزن ، (لارڈ) جارج نتھینبل : خیابانِ فارس (چار جلدیں):
ترجمہ : ظفر علی خاں ، مولانا

حیدر آباد دکن : مطبع شمسی جلد اوّل : ۱۹۰۲ء
ص جلد اوّل : ۶۱۲
سفر نامہ ۔ ' Persia and the persian question ' کا ترجمہ سابق وانسرائے ہند کے سفر نامے کا ترجمہ ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۰)
انگریزی سے ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو

'مشرق کے اس قسم کے سفر کی ، جو بہت سی غیر معمولی یادگاریں مسافر اپنے ساتھ لے جاتا ہے ان میں شاید سب سے زیادہ وحشت خیز اور پر اثر یاد ان اونٹوں کے قافلوں کی ہے جن سے وہ رستے میں رات کے وقت دوچار ہوتے ہیں ۔ شب تاریک میں دور سے فریاد جرس سنائی دیتی ہے ۔'

' خیابان فارس ' ص ۵۶۰

" Perhaps the weirdest and most impressive of the many unwanted memories that the traveller carries away with him from such-like travel in the east in recollection of the camel carvans which he has encountered at night. Out of the darkness is heard the distant boom of a heavy bell."

P. 275 " PERSIA" by G.N.CURZON – 1892

لارڈ کرزن ، وانسرائے ہند کا یہ سفرنامہ مولانا نے چار جلدوں میں ترجمہ کیا تھا۔ مطبوعہ جلد ۶۱۲ صفحات پر مشتمل ہے ۔ کتاب کے بارے میں مولانا ظفر علی خان دیباچہ میں لکھتے ہیں :

' قلمروِ ایران کے حالات کے متعلق متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اس موضوع کی مسلسل و عمیق دل چسپی اور وسیع اہمیت نے ایک عرصۂ دراز سے اس کو ان ذی رتبہ سیاحوں اور مقیمِ ملک مصنفوں کا مبحث بنا رکھا ہے جنہیں اپنے شوقِ سفر یا تعلقاتِ سفارت کی وجہ سے اس مسئلے پر رائے زنی کرنے کے مواقع حاصل ہوئے ، چناں چہ اس سرزمین کے مختلف پہلوؤں کو عالم و فاضل و تجربہ کار لوگوں نے وقتاً فوقتاً اپنے زور قلم کا تختہ مشق بنایا ۔ کسی نے اس کی تاریخ لکھی ، اور کسی نے اس کی اقوام اور اس کے آثار قدیمہ پر خامہ فرسائی کی ۔ بعض مصنفین نے دولتِ ایران کے ان تعلقاتِ سیاسی کو جو اسے دولِ خارجہ سے ہیں اور نیز اس کے اندرونی طرزِ نظم و نسق اور اس کی تدبیرِ مملکت کے مالہ وما علیہ کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ۔ لیکن آج تک کسی ایک کتاب میں

ان تمام امور پر اس وضاحت ، سلاست اور امعانِ نظر سے بحث نہیں کی گئی جو لارڈ کرزن کی جامع تصنیف کی حقیقی خصوصیات ہیں ۔ '

ترجمے سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو :

' ڈاک کی سڑک ' ۔

قدیم ڈاک کی سڑک جس پر ' جاپار ' کا شیدائی جانا پسند کرے گا ، گاڑی سڑک کے جنوب کو جاتی ہے اور ' جاپار خانوں ' کے نام عبداللہ آباد سفر خوجہ (جسے سفر خواجو بھی کہتے ہیں) اور شنکر آباد اور میاں جب اس راہ پر مقام کریج میں، جو دو موخرالذکر منزلوں کے مابین طہران سے ۲۶ میل کے فاصلے پر ہے، ایک محل یا شکار منزل سلیمانیہ نامی جوشاہ کی ملک سے ہے اور جسے اس کے پردادا فتح علی شاہ نے ۱۸۱۲ء میں تعمیر کیا تھا واقع ہے ۔ سلیمانیہ نہر کریج کے کنارے پر جو کوہستان سے نکلتی ہے اور جس کا مصفیٰ اور پاکیزہ پانی فتح علی شاہ مشکوں میں بھروا کر ہر روز طہران منگوایا کرتا تھا ، واقع ہے اور اس میں دو بڑی تصویریں آغا محمد علی شاہ اور اس کے بھتیجے فتح علی شاہ کے درباروں کی عبداللہ خاں کے ہاتھ کی کھچی ہوئی ہیں جو ابتدائے شاہانِ قاچار کے دربار کا مشہور نقاش تھا ۔

سفر ایران کے لیے بہترین موسم کے انتخاب کے دو اختیاری پہلو ہو سکتے ہیں ، یا تو موسمِ خزاں کا آخری اور یا فصلِ بہار ۔ '

۴۸۷ گارڈن ، (جنرل) سرٹامس ایڈورڈ : سفرنامۂ ایران :
ترجمہ : انشاء اللہ ۔
لاہور : وطن اخبار : حمیدیہ مشین پریس ، ۱۹۰۶ء
سفر نامہ ۔ معہ حالات مظفر الدین شاہ قاچار و کوائفِ ایران ۔
مینیجر قریشی بک ڈپو لاہور نے یہی ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع کیا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۳)

۴۸۸ گبسن ، ہنری : ہلال کے سائے میں :
ترجمہ : عبدالسلام خورشید ، ڈاکٹر
راولپنڈی : تعمیر پرنٹنگ پریس ، ۱۹۵۳ء
سفر نامہ ۔ مشرق وسطی کے اسلامی ممالک کی سیاحت سے متعلق ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۴۸۹ گفرڈ ، ولیم : حالات نجد والحساء :

ترجمہ : انشاء اللہ ،
لاہور : وطن اخبار : حمیدیہ پریس ، ۱۹۰۵ء
سفر نامہ ۔ وسط و شرق عرب میں ایک انگریز کی ایک سالہ سیاحت کی روداد ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

۴۹۰ لوسگنان ، شہزادی این ۔ ڈی : عہد حکومت السلطان عبدالحمید خاں ثانی الغازی ٹرکی :
ترجمہ : محمد انشاء اللہ ، مولوی
لاہور : اخبار وطن : حمیدیہ پریس ، طبع اوّل ۱۸۹۳ء
ص : ۲۲۴
سفر نامہ / تاریخ ۔ ۱۹۱۰ء تک اس ترجمے کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے تھے ۔ ۵ ویں ایڈیشن کے ۲۵۶ صفحات ہیں مترجم نے اس ایڈیشن میں حواشی اور حوالہ جات کا اضافہ کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

یہ کتاب شہزادی این ۔ ڈی ۔ لوسگنان کی ۱۸۸۸ء میں برطانیہ سے شائع ہونے والی کتاب کا ترجمہ ہے ۔ شہزادی نے ترکی میں کئی برس قیام کر کے یہ تاریخ رقم کی تھی ۔ اس کتاب کے مترجم اخبارِ وطن لاہور کے مالک و ایڈیٹر تھے ۔ واضح رہے کہ اس ترجمے کے ۱۹۱۰ء تک پانچ ایڈیشن طبع ہوئے تھے ۔ اس ترجمے اور کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے ۔ کتاب کا اوّلین ایڈیشن ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ پانچویں ایڈیشن کے صفحات ۲۵۶ ہیں ۔ پانچویں ایڈیشن تک آتے آتے مترجم نے حواشی اور حوالہ جات میں مسلسل اضافہ کیا ۔

یہ کتاب سلطان عبدالحمید خاں ثانی کے دورِ حکومت کے ابتدائی بارہ برسوں کا احاطہ کرتی ہے ۔ ترجمہ شدہ کتاب میں شہزادی لوسگنان کا دیباچہ بھی شامل کیا گیا ہے ۔ محض چند سطریں ملاحظہ ہوں :

' میں نے اپنا یہ فرض جانا ہے کہ نوجوان نسل کو وہ حالات اور سچے واقعات بتاؤں جو میں نے ٹرکی میں بہت سال رہ کر حاصل کئے ہیں اور ساتھ ہی ان الفاظِ کریمانہ اور عنایاتِ خُسروانہ اور اس عزت و امتیاز کے شُکر و امتنان کے خیالات ظاہر کروں جو مجھے اس ملک میں نصیب ہوئے ۔ خاص کر اس نامور شہنشاہ کے ہاتھوں ، جو اُس وقت استنبول کے تختِ قیصری پر جلوہ

افروز تھے۔

کتاب کا آغاز سلطان عبدالحمید خان ثانی کے والد سلطان عبدالعزیز خاں کے ڈرامائی واقعہ سے ہوتا ہے اور تخت کے لئے رسہ کشی کی تفصیلات کو سمیٹے ہوئے ہے۔ مصنفہ نے سلطان عبدالعزیز خاں کے قتل، روس اور ترکی کے درمیان ہونے والی جنگ اور ترک ثقافت کو بھی اپنا موضوع بنایا ہے۔

۴۹۱ ماری تان، ژاک: یہ امریکہ ہے:
ترجمہ: محمود مسعود،
کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، س ۔ ن
ص: ۱۸۸
سفر نامہ۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ: ۲، ۱۰، ۱۱)

۴۹۲ مانوچی، نکولائی: فسانہ سلطنت مغلیہ:
ترجمہ: مظفر علی خاں، سید
لکھنو: آگرہ اخبار اودھ لکھنو، س ۔ ن
ص: ۳۷۶

سفر نامہ۔ اطالوی، سیاح کا تہلکہ خیز سفرنامہ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔ مانوچی ۱۶۵۶ء میں ہندوستان آیا تھا۔ ' اسٹوریادی موگور ' نامی اس سفر نامے کے دو دیگر ترجمے ملک راج شرما اور سجاد باقر رضوی نے کئے ہیں۔
(حوالہ ۱، ۲، ۳)

۴۹۳ مانوچی، نکولائی: ہندوستان عہد مغلیہ میں:
ترجمہ: ملک راج شرما۔
لاہور: ناولسٹ ایجنسی، س ۔ ن

سفر نامہ۔ اطالوی سیاح کی سیاحت ہند ۱۶۵۶ء کی روداد۔ اس کتاب کے دیگر ترجمے سید مظفر علی خاں اور سجاد باقر رضوی نے کئے ہیں۔
(حوالہ: ۱، ۲)

۴۹۴ مانوچی، نکولائی: داستان مغلیہ:
ترجمہ: سجاد باقر رضوی، پروفسر
لاہور: نگارشات، انارکلی، طبع اوّل: اپریل ۱۹۶۸ء

سفرنامہ ۔ چیدہ حصوں کا ترجمہ ۔ اس کتاب کے دیگر دو ترجمے ملک راج شرما اور سید مظفر علی خاں نے کئے تھے
(حوالہ : ۲)

مذکورہ بالا تینوں تراجم مشہور اطالوی مورخ نکولانی مانوچی کے ہندوستان میں قیام کی روداد ہے ۔ مانوچی ١٦٥٦ء میں ہندوستان آیا ۔ اس کا انتقال ١٧١٧ء میں ہوا۔

مانوچی کی یہ کتاب عہد عالمگیری کا سب سے اہم اور سب سے متنازعہ روزنامچہ/سفرنامہ ہے ۔ اسے مغلیہ عہد کی معاشرتی، درباری اور محلاتی ماحول کی مستند دستاویز کہنا چاہیے، جس پر ہندوستان کے سنی طبقہ نے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے ۔ اس کتاب کے تاحال آخری مترجم سجاد باقر رضوی صاحب ایک زمانے تک ' نوائے وقت' گروپ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی میں مصروف رہے ۔ جس کا سبب یہ تھا کہ 'نوائے وقت' گروپ کے اخبارات نے اس ترجمے کو گمراہ کن کہا تھا ۔ ترجمے کے باب میں سجاد باقر رضوی صاحب کا یہ ترجمہ ہمیشہ یاد رہے گا۔

۴۹۵ مولر، مسز میکس: سیاحت قسطنطنیہ:
ترجمہ : رشید الدین، سید
آگرہ: نام مطبع ندارد، ۱۹۰۳ء
سفرنامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ : ۲، ۳)

۴۹۶ میکنزی، (ڈاکٹر) والس: اعمال نامۂ روس:
ترجمہ : رتن ناتھ سرشار، پنڈت
لکھنو : نولکشور پریس، طبع اوّل: ۱۸۸۷ء
ص: ۱۲۸۲
سفرنامہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۴۹۷ میو، مس کیتھرائن: بھارت ماتا معہ جواب:
ترجمہ : مرزا محمد عبدالحمید،
لاہور : انڈین سوشل بک سوسائٹی، ۱۹۲۸ء
ص: ۳۲۸

سفرنامہ ـ "Mother India" کا ترجمہ معہ جواب ۔ اس کتاب میں مرزا صاحب نے مس میو کے خیالات کی تردید کی ہے ۔ اس کتاب کے دیگر ترجمے بھی 'مدر انڈیا' اور 'مادر ہند' کے نام سے ہو چکے ہیں ۔

(حوالہ: ۲، ۲۲)

۴۹۸ میو، مس کیتھرائن: مدر انڈیا:
ترجمہ: ن ۔ ن
لاہور: سول ایجنٹ نیرنگ خیال بکڈپو شاہی محلہ، ۱۹۳۳ء
ص: ۶۳۲

سفرنامہ ـ "Mother India" کا ترجمہ ۔ اس کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ ۱۷ویں اور ۱۸ویں صدی عیسوی کے زمانے میں مغرب والے ہندوستان کو کن کن عیوب کا مرقع سمجھتے تھے ۔ اس کتاب کے دو ترجمے اس کے علاوہ ہیں ایک محبوب عالم کا اور دوسرا خالد کے بیگ کا ۔

(حوالہ: ۲)

۴۹۹ میو، مس کیتھرائن: مادر انڈیا:
ترجمہ : محبوب عالم،

سفرنامہ ـ 'Mother India' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ خالد ۔ کے بیگ کے علاوہ ایک تیسرا ترجمہ بھی ۱۹۳۳ء میں شائع ہو چکا ہے ۔

(حوالہ : ۴)

۵۰۰ میو ، مس کیتھرائن: مادر ہند:
ترجمہ: خالد ۔ کے بیگ،

سفرنامہ ۔ مس کیتھرائن میو نے ہندوستان کا سفر ۱۹۲۶ء میں کیا تھا ۔ اندرون ملک کی سماجی حالت کا نقشہ کشی قابل داد ہے ۔ اس کتاب کے دیگر تراجم بھی ملتے ہیں ۔ اس کتاب کا نام "Mother India" ہے ۔ یہ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ: ۴)

۵۰۱ نہرو ، جواہر لال : سوویٹ روس :

ترجمہ : ن ۔ ن

سفرنامہ ۔ روس کی معاشرتی اور تمدنی حالت پر رواں تبصرہ ۔ نہرو کے سفر

روس کی یادگار۔ انگریزی سے ترجمہ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ ۰ ۳)

۵۰۲ ویمبری، پروفیسر : پروفیسر ویمبری کا سفرنامہ :
ترجمہ : محبوب عالم، منشی
لاہور : منشی عبدالعزیز : خادم التعلیم پریس، ۱۹۰۳ء
ص : ۲۹۵

سفر نامہ۔ انگریزی سے ترجمہ۔ دوسری بار پیسہ اخبار لاہور نے ۳۰۰ صفحات کی ضخامت میں شائع کیا۔

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۱)

۵۰۳ ویول : انوکھا حاجی :
ترجمہ : مرزا حسین احمد بیگ،
حیدر آباد دکن : اعظم اسٹیم پریس، ۱۹۲۳ء
ص : ۲۱۲

سفر نامہ۔ انگریزی سے ترجمہ۔ ایک انگریز نے خود کو مسلمان ظاہر کر کے حجاز اور اسلامی ممالک کا سفر کیا۔

(حوالہ : ۸ ، ۱۳)

۵۰۴ همبولڈ، الگزینڈر : سیاح جرمنی :
ترجمہ : ن ـ ن
لاہور : پیسہ اخبار : خادم التعلیم پریس لاہور، ۱۸۹۵ء
سفر نامہ، جرمن زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ،
(حوالہ نمبر ۷)

۵۰۵ ہیون ٹی سُنگ : ایک چینی سیاّح کا سفر نامہ :
ترجمہ : ن ـ ن
لاہور : پنجاب ریلیجیسؔ بک سوسائٹی، ۱۹۰۹ء

سفر نامہ۔ ' Travels of Hiuent siang ' کا ترجمہ۔ یہ ترجمہ لاہور ہی سے مینجر مترو بک کمپنی نے بھی ۱۹۲۳ء سے قبل شائع کیا۔

(حوالہ ۰ ۱ ، ۲)

سوانح

۵۰۶ آرگسٹ : حیات پال :
ترجمہ : اجودھیا پرشاد و پنڈت سورج بھان ،
نام مطبع ندارد : ۱۸۶۱ء
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ۱ ، ۲ ، ۱۳ ، ۱۶)

۵۰۷ آرنلڈ ، (سر) ایڈون : نور مشرق :
ترجمہ : گوربخش سنگھ ، سردار
لاہور : گیلانی الیکٹرک پریس ، ۱۹۳۲ء
ص : ۲۶۴
سوانح و تعلیمات – گوتم بدھ سے متعلق – انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۲ ، ۱۴ ، ۱۶)

۵۰۸ آلرج ، الفرڈ اوون : ایک انقلابی مفکر :
ترجمہ : مرتضے شفیع و سراج ادیب
کراچی اردو اکیڈمی سندھ ،
ص : ۱۴۰
سوانح ۔ امریکی مفکر ، صحافی اور ادیب ٹامس پین کی سوانح عمری ۔
(حوالہ ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۰۹ آنااولیا نووا و ایلزا رودا : لینن گھر والوں کی نظر میں :
ترجمہ : نوح فاروقی ،
ماسکو : بدیسی زبانوں کا اشاعت گھر ،
ص : ۲۹۴
سوانح ۔ لینن سے متعلق معلومات
حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۱۰ ارسکن ، ولیم : ظہیرالدین بابر اور انکا عہد :
ترجمہ ، حسین انور ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مُوسسۂ فرینکلن ، س ـ ن
ص : ۵٦۸
سوانح و تاریخ ـ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵۱۱ اسٹینفلڈ ، سارجنٹ : عظیم علمائے نفسیات :
ترجمہ : ن ـ ن
کراچی : آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ، ۱۹٦۲ء
ص : ۵٦۰
سوانح و کارنامے ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۵۱۲ الانا غلام علی : قائداعظم جناح : ایک قوم کی سرگزشت :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، ۱۹٦۷ء
ص : ٦۳۲
سوانح ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۱۳ المیراویٹ ، ہیلن : بینا نابینا :
ترجمہ : سید ابو الخیر کشفی ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ،
ص : ۱٦۸
سوانح ـ ہیلن کیلر سے متعلق ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱٦)

۵۱۴ اونز پیر ، کیتھرائن : میری میکلوڈ بیتھون :
ترجمہ : ن ـ ن
لاہور : ہول لائبریری : سویرا آرٹ پریس ، ۱۹۵۱ء
ص : ۱۳۵

سوانح ۔ مشہور زمانہ نابینا موسیقار کی سرگزشت کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۱۵ ایبٹ ، ای : نپولین بونا پارٹ (۵ جلدیں)
ترجمہ : معین الدین شاہجہانپوری ،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند)
سوانح ۔ انگریزی ترجمہ ۔ کتاب کا ترجمہ ۱۹۱۲ سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۴)

۵۱۶ ایچ ۔ بی : عیسٰی کی سیرت :
ترجمہ : پادری ویکیفلڈ

لدھیانہ : نام مطبع ندارد ، ۱۸۷۶ء
سیرت ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۵۱۷ ایچبسن ، چارلس اسفرٹسن : کارنامہ لارڈ لارنس :
ترجمہ : کنج بہاری تھاپر
لاہور : اسلامیہ پریس ، ۱۸۹۴ء
ص : ۲۷۵
سوانح و کارنامے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳، ۱۴)

۵۱۸ ایڈورڈ ، بربرٹ : سوانح عمری لارڈ لارنس :
ترجمہ : محمد حنیف دہلوی ،
لکھنؤ : نولکشور پریس ، س ۔ ن
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
حوالہ : ۱ ، ۲)

۵۱۹ ایڈورڈ ، بربرٹ : سوانح عمری لارڈ لارنس :

ترجمہ : سورتھ صاحب
علی گڑھ : ڈیوٹی پریس ، س ۔ ن
سوانح : انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۵۲۰ ایسٹ مین ، ایسٹ : رفقائے عظیم :
ترجمہ : محمد حامی الدین خان ،
کراچی : آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس ریسرچ اکیڈمی ،
سوانح معلومات : انگریزی میں 'Great Companions' کا ترجمہ ۔
(حوالہ ۲ ، ۱۳ ، ۱۶)

۵۲۱ ایک ادیب کے حالات زندگی :
ترجمہ : مرزا حامد بیگ ،
حیدرآباد دکن : رحیم پریس ، ۱۹۲۴
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ، مترجم کا تعلق حیدرآباد دکن سے تھا ۔ ان کا کوئی اور ترجمہ دستیاب نہیں ہو سکا ۔ اس کتاب کے مصنف کے ساتھ نام کی مطابقت محض اتفاق ہے ۔
(حوالہ : ۸)

۵۲۲ ایلز روز ویلٹ : بیتے دن :
ترجمہ : خلیل احمد
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی لیمیٹڈ ، س ۔ ن
سوانح ۔ فرینکلن کی سوانح عمری ہے جسمیں روس اور امریکہ کے تعلقات کی نوعیت ، چرچل سے ملاقات ۔ مصنفہ کی انگلستان روانگی اور جنگ عظیم دوم کے دوران میں مصروفیات وغیرہ ابواب دلچسپ ہی نہیں خبرت انگیز بھی ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵۲۳ اینسٹ ، جے ۔ ای : بہاء اللہ و عصرِ جدید :
ترجمہ عباس علی بٹ ،

دهلی : کمال پرنٹنگ ورکس ، ۱۹۳۵ء
ص : ۳۸۳
سوانح و تعلیمات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۴ ، ۱۶)

۵۲۴ بارٹلٹ ، رابرٹ میرل : استقلال کے پیکر :
ترجمہ : حبیب اشعر دهلوی
لاہور : آئینہ ادب بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
سوانحی خاکے ۔ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ۲ ، ۱۷)

۵۲۵ برگر ، تھیوڈور ہارن : بنجمین فرینکلن :
ترجمہ : احسان بی ۔ اے
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ، س ۔ ن
سوانح ۔ مختصر کتاب امریکہ میں طبع ہوئی ۔
(حوالہ ۲ ، ۱۷)

۵۲۶ برنیئر ، ڈاکٹر : شاہجہان کے ایام اسیری اور عہد اورنگ زیب :
ترجمہ : خلیفہ سید محمد حسین ،
کراچی : نفیس اکیڈمی طبع دوم : ۱۹۶۰
سوانح / تاریخ ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۲۷ بریجندرناتھ بنرجی : بیگمات اودھ :
ترجمہ : ذی النورین ، (مولوی) سید
لکھنؤ : نولکشور پریس ، ۱۹۱۹ء
ص : ۵۶
سوانح :
(حوالہ : ۹ ، ۱۴)

۵۲۸ بنارسی داس چترویدی و مارجوری سائکس : سی ۔ ایف ۔ اینڈریوز :
ترجمہ : ضیاءالدین احمد برنیؔ ،
کراچی : مشہور آفسٹ پریس ، ۱۹۵۲

ص : ۲۶۴

سوانح ۔ دھلی کے مشہور پادری ، استاد اور مصنف کے حالات زندگی ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۲۹ بولائتھو ، ہیکٹر : محمد علی جناح ،

ترجمہ : زبیر صدیقی ، لاھور : مجلس ترقی اردو کلب روڈ ، ۱۹۶۵
ص : ۳۵۳

سوانح ۔ حکومت پاکستان کے ایما پر لکھی گئی کتاب 'Jinnah' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۵۳۰ بولٹن ، سارہ ۔ کے : لڑکیاں جو نامور ھوئیں :
ترجمہ : اختر عزیز احمد ،
لاھور : بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ۔

سوانحی خاکے ۔ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵۳۱ بیچکیسن ، گ ۔ او و دیگر : لینن :
ترجمہ : ن ۔ ن
ماسکو : داراشاعت ترقی ، ۱۹۶۹ء
ص ۔ ۲۷۶

سوانح ۔ لینن کے حالات زندگی ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۳۲ بیڈلی بی ۔ ایچ : سرگزشت ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند :

ترجمہ : ن ۔ ن
لکھنؤ : میتھیو ڈسٹ پبلشنگ ہاؤس ، ۱۸۸۹ء
ص : ۵۰
سوانح : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۳۳ پاڈور ، سال ۔ کے : دستور ساز مدبّر
ترجمہ : ذاکر اعجاز ، سید
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ،
ص : ۳۵۲
سوانح : انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۵۳۴ پاول ، بیڈن : سکاؤٹوں کا بادشاہ :
ترجمہ : عبدالکریم ،
لاہور : گلاب سنگھ اینڈ سنز ، ۱۹۳۶ء
سوانح : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۳۵ پستالوزی و جوہان ہنرج : لیونارڈوگر ٹروڈ :
ترجمہ : غلام حسین ،
دھلی : جیّد پریس ، ۱۹۳۶ء
سوانح : انگریزی کی معرفت ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۳۶ پلو ٹارک : سوانح سکندراعظم :
ترجمہ : سید ہاشمی فریدآبادی
دھلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ۱۹۳۹ء
سوانح : مشاہیر یونان و روما کے ایک باب کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۳)

۵۳۷ پلو ٹارک : مشاہیر یونان و روما (۳ جلدیں)
ترجمہ : ھاشمی فریدآبادی ، سید
لاہور : مفید عام پریس ، جلد اوّل طبع دوم : ۱۹۴۳ء
ص : ۴۳۸
علی گڑھ : انسٹی ٹیوٹ پریس ، جلد دوم طبع اوّل : ۱۹۱۹ء
ص : ۳۷۸
دھلی : انجمن ترقی اردو (ہند) جلد سوم : طبع اوّل : ۱۹۳۵ء

ص : ۴۲۴

دھلی : انجمن ترقی اردو (ہند) جلد چہارم : طبع اوّل : ۱۹۳۶ء

ص : ۳۶۸

سوانحی خاکے ۔ 'Lives Of Eminent Greeks And Romans'
کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۴)

۵۳۸ پیٹی ، ڈونالڈ کلراس : شناسائے منزل :
ترجمہ : محمد حبیب اللہ اوج
لاھور : یونائٹیڈ بک ڈپو بہ اشتراک مُوسسہ فرینکلن ،
سوانح : 'Lives Of Destiny' کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵۳۹ تھیٹر ، میری وان : جیکولین کینڈی :
ترجمہ : بانو قدسیہ
لاھور : آئینہ ادب ، استقلال پریس ، ۱۹۶۲ء
ص : ۱۵۸
سوانح ۔ امریکہ کی ۳۱ ویں خاتون اوّل کے روزنامچوں ، نجی خطوط،
تصاویر اور اخباری تراشوں سے مرتّب کردہ کتاب ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵۴۰ ٹامس ، ہنری : دنیا کا سب سے بڑا موجد :
ترجمہ : محمد سعید ،
لاھور : معین الادب : نفیس پرنٹنگ پریس ، ۱۹۶۰ء
ص : ۱۸۸
سوانح ۔ ٹامس ایلوایڈلیسن کے حالات زندگی ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۴۱ ٹامس ، ہنری : ایڈیسن :
ترجمہ : محمد سعید ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۵۴۲ ٹیلر ، میڈوز : سوانح امیر علی ٹھگ :

ترجمہ : محب حسن ،
حیدرآباد دکن : نام مطبع ندارد
سوانح ۔ ہندوستان کے معروف ٹھگ امیر علی کی سوانح حیات ۔ میڈوز ٹیلر نے اسی پر ناول بھی لکھا ۔
(حوالہ : ۸)

۵۴۳ جان وانی : پودوں کا جادوگر
ترجمہ : آر ۔ ایس بھاردواج ،
دھلی : حالی پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن
ص : ۱۶۰
ماھر نباتیات لوتھر بنک کے حالات زندگی اور اسکے تجربات کی داستان ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۳)

۵۴۴ جوفے : غازیان تہذیب :
ترجمہ : ہاشمی فریدآبادی ، سید
لاھور : اردو پریس ، ۱۹۵۹ء
ص : ۶۵۰
سوانح : ہیروز آف سویلائزیشن ، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۴۵ چیمبرلین :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

۵۴۶ چوپڑہ ، بی ۔ این : شہیدان آزادی (حصہ دوم):
ترجمہ : تفضل حسین ، سید
نئی دھلی : ترقی اردو بورڈ ، طبع اوّل ۱۹۷۸ء
ص : ۳۸۰
سوانح : 'Who's who of Indian Martyrs' کا ترجمہ

(حوالہ : ۱۵)

۵۴۷ خادمات خلق :
ترجمہ : سیدہ خاتون بنت خواجہ غلام الثقلین ،
دہلی : جامعہ برقی پریس ، ۱۹۳۲ء
ص : ۱۲۱
سوانحی معلومات ۔ امریکہ کی دس نامور خواتین کے حالات ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۵۴۸ خود آموز شخصیات :
ترجمہ : فیض ،
لاہور : پیسہ اخبار : خادم التعلیم اسٹیم پریس ، ۱۹۰۹ء
ص : ۱۳۳
سوانحی معلومات : یورپ کے ۱۸ موجدوں کا تذکرہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۳ ، ۱۶)

۵۴۹ ڈرائیڈان ، جان : کلوپیٹرا :
ترجمہ : محسن احسان ،
پشاور : یونیورسٹی بک ایجینسی ، س ۔ ن
افسانوی سوانح ۔ 'All for love' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۵۰ ڈیوٹ ، ولیم : سو بڑے آدمی :
ترجمہ : عبد المجید سالک ، مولانا
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ پاکستان ، طبع اوّل ۱۹۵۹ء
ص : ۱۰۸
سوانحی خاکے ۔ ابتدا سے دور حاضرہ تک کی اہم شخصیات کے سوانحی خاکے ۔ کتاب کا نصف آخر مولانا نے خود تصنیف کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۵۱ ڈیوڈ تھورو ، ہنری : والڈن :
ترجمہ : علی عباس حسینی ،

دھلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ۱۹۶۰ء
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۵۵۲ ڈیوڈ لانگ سٹون :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : خادم التعلیم پریس ، ۱۸۹۵ء
ص : ۳۱
سوانح ۔ مشہور سیاح لانگ سٹون کے حالات زندگی اور وسط افریقہ میں عیسایت کی اشاعت کا بیان ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۱)

۵۵۳ ڈی ویرا:
ترجمہ : جے ۔ ایم ۔ پیچل
لاہور : نرائن دت سہگل ، ۱۹۳۰ء
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

۵۵۴ رابنسن ، ایڈورڈ : کرنل لارنس :
ترجمہ : مشیرالدین ،
حیدرآباد دکن : نفیس اکیڈمی ، ۱۹۳۵ء
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ حیات اور کارنامے ۔ کرنل لارنس کی حیات پر مشہور زمانہ فیچر فلم لارنس آف عریبیہ ، بن چکی ہے ۔ جسمیں لارنس کا کردار چارلٹن ہسٹن نے ادا کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۵۵ رانٹ ، جے : فیدرس لانلیبس اور بروطا غورس :
ترجمہ : محمد ہادی حسین ، مرزا
حیدرآباد دکن : دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ، ۱۹۳۳ء
سوانح و افکار ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۴)

۵۵۶ رش بروک ولیمز، ایل ۔ ایف : ظہیرالدین محمد بابر :
ترجمہ : رفعت بلگرامی،
نئی دہلی : ترقیٔ اردو بیورو، ۱۹۸۰ء
ص : ۲۲۳
سوانح ۔ مغل بادشاہ کے مفصل حالات
(حوالہ : ۲، ۱۵)

۵۵۷ راہنمایانِ ہند :
ترجمہ : نرائن پرشاد مہر،
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند)، ۱۹۳۲ء
سوانح ۔ ,پرافٹس آف انڈیا، کا ترجمہ نرائن پرشاد مہر انسپکٹر جنرل تعلیم ریاست گوالیار نے کیا ہے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ یہ زمانہ سلف کے رہنمایانِ ہند کا تذکرہ ہے ۔
(حوالہ : ۲، ۴، ۸)

۵۵۸ زٹکن کلارا : لینن بحیثیت انسان :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ، س ۔ ن
سوانح : مختصر کتاب ۱۹۴۷ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲)

۵۵۹ غریب لڑکے جو نامور ہوئے :
مرتب سالک، عبدالمجید :
ترجمہ : شاہد احمد دہلوی،
لاہور : اردو پریس، ۱۹۴۸ء
صفحات ۲۵۶
سوانح : انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ : ۱۳، ۱۴، ۱۶)

۵۶۰ سائم، (ڈاکٹر) جے : ملکہ معظمہ وکٹوریہ :
ترجمہ : تیج رام، لالہ

لکھنو : مفید عام پریس ، ۱۹۰۷ء
ص : ۴۲۷
سوانح : برطانیہ کی ملکہ کے حالات زندگی ۔
(حوالہ : ۱۳)

۵۶۱ سٹاکر ، جیمز : حیات پولوس :
ترجمہ : علی بخش ، جے ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۹ء
سوانح ۔ حیات پال (پولوس) سے متعلق ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۵۶۲ سکو ، ایڈورڈ : ابو ریحان البیرونی :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : پیسہ اخبار پریس ، س ۔ ن
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ مشہور مسلمان دانشور کی حیات اور کارنامے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۶۳ سیاہ کارانِ اعظم :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور لکشمی اسٹیم پریس ،
سوانحی خاکے ۔
(حوالہ : ۷)

۵۶۴ شائیرر ، ولیم ۔ ایل : ہٹلر کا عروج و زوال (۳ جلدیں) :
ترجمہ : غلام رسول مہر ، مولانا
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مُوسّسۂ فرینکلن ، جون ۱۹۶۸ء
ص جلد اول : ۴۹۵
ص جلد دوم : ۶۰۴
ص جلد سوم : ۶۱۹
سوانحی تاریخ ۔ انگریزی سے امریکن کتاب کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۵٦۵ شریم ، سٹیورٹ : ماؤزے تنگ :
ترجمہ : انتظار حسین ،
لاہور : نگارشات ، طبع اوّل ۱۹٦٦ء
سوانح/افکار ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ دوسری بار پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵٦٦ شیکسپیئر :
ترجمہ : صدیق کلیم ، محمد
لاہور : سوندھی ٹرانسلیشن سوسائٹی گورنمنٹ کالج ۱۹٦۹ء
حالات زندگی مع فہرست اصطلاحات ۔
(حوالہ : ۱۱ ، ۱۳ ، ۱٦)

۵٦۷ عطیہ بیگم : اقبال :
ترجمہ : ضیاء الدین احمد بری ،
کراچی : اقبال اکیڈمی ، ۱۹۵٦ء
شخص اور شاعر ۔ عطیہ فیضی ڈاکٹر محمد اقبال کی ہمعصر اور دوست تھیں نیز ہندوستان کے عالمی شہرت یافتہ مصور فیضی رحیمن کی شریک حیات ۔ اقبال کی شخصیت اور فن سے متعلق انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۳)

۵٦۸ فریزئیر ، جیمز : نادر شاہ :
ترجمہ : حسن عابدی جعفری ،
کراچی : کراچی کتابخانہ ، ۱۹۵۱ء
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵٦۹ فورسٹر ، جین : ابراہام لنکن :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی ، ۱۹۵۰ء

سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۷۰ کارک ، جی ۔ گلین وڈ : تھامس الوا ایڈیسن :
ترجمہ : مکین احسن کلیم ،
لاہور : یونائیٹڈ بکڈپو لمیٹڈ بہ اشتراک مُوسسۂ فرینکلن،
سوانح ۔ 'T.A Edison' کا ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی تھی ۔

۵۷۱ کارنیگی ، ڈیل : انتالیس بڑے آدمی :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : مکتبہ میری لائبریری ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۷۲ کارنیگی ، ڈیل : ابراھم لنکن :
ترجمہ : سی ۔ ایف رحمان ،
لاہور : میری لائبریری ، ۱۹۸۴ء
ص : ۲۹۲
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٦)

۵۷۳ کراسمین ، رچرڈ : مایوس پجاری :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ہوم لائبریری پبلی کیشنز اردو بازار ، س ۔ ن
سوانحی خاکے ۔ آرتھر کونسلر ، رچرڈ رائیٹ ، اگنایستوں سیون ، آندرے ژید اور اسٹیفن اسپینڈر کے سوانحی خاکوں کی ہم کتاب ۔
(حوالہ : ۲)

مصنف نے کتاب کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب وہ شمالی ویلز میں آرتھر کونسلر کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا تو ایک شام کونسلر سے ہلکی پھلکی گفتگو کے بعد اس کتاب کو لکھنے کا خیال پیدا ہوا ۔

اس کتاب میں (۱) آرتھر کوئسلر (مصنف : "Arrival and Departure"
"Darkness at Noon" ، Scum of the earth"
("The Yogi and the Commissar" اور "Insight and outlook"
(۲) اگنالیستوں سیون (مصنف : ناول "Fontamara" ۱۹۳۰ء ، '
ناول "Bread and Wine" ۱۹۲۷ء ، مکالمے :
"The School for Dictators": ناول ۱۹۳۸ : ناول
The Seed Benbath the Snow": ۱۹۴۰ء ڈرامہ :
"He did hide himself" ۱۹۴۴ء)
(۳) رچرڈ رائیٹ (مصنف : "Uncle Toms Children" "Black Boy's"
("Native Son" اور "How Begger was Born"
(۴) آندرے ژید ۔ نوبل انعام یافتہ ادیب (مصنف : ۔
"Journal Less Nourritures terrestre."
(۵) اسٹیفن اسپینڈر ۔ جس کی نظمیں ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئیں ، ادبی تنقید کی اولین کتاب ۱۹۳۵ء میں چھپی جبکہ 'یورپ کی گواہی' نامی کتاب ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی ۔
'Collected Poetry' نظموں کا مجموعہ ۱۹۳۶ء کے بعد شائع ہوا ۔

کتاب محوّلہ بالا اہم ناموں کی سوانح عمریوں پر مشتمل ہے ۔

۵۷۴ کرائف ، پال ۔ ڈی : چند عظیم علمائے جراثیم :
ترجمہ : عبدالحمید قریشی ،
کراچی : ایجوکیشنل ریسرچ اکیڈمی ، ۱۹۶۰ء
ص : ۳۳۶

سوانحی معلومات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ۱۳ ، ۱۶)

۵۷۵ کسٹ ، رابرٹ : وقائع رام چندر :
ترجمہ : سورج بھان اجودھیا پرشاد ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۸۸۰ء
ص : ۳۳

سوانح و تعلیمات ۔ رام چند جی کے حالات و تعلیمات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۴)

۵۷۶ کسٹ ، رابرٹ : وقائع بابا نانک :
ترجمہ : سورج بھان ، اجودھیا پرشاد ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، طبع اوّل : ۱۸۸۰ء
ص : ۲۴
سوانح و تعلیمات ۔ سکھ مذہب کے بانی گرو نانک کے حالات و تعلیمات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۴)

۵۷۷ کورا ، میسن : سقراط :
ترجمہ : صبیحہ حسن ، آنسہ ،
لاہور : اردو پریس ، س ۔ ن
ص : ۲۰۸
سوانح و فلسفہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۷۸ کین ، ایچ ۔ بی : مہادیو جی سندھیا :
ترجمہ : ایس ۔ اے سلام ،
حیدر آباد دکن : دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۴)

۵۷۹ کینڈی ، جان : جرأت کے پیکر :
ترجمہ : محمد مسعود ،
لاہور : آئینہ ادب ، چوک انار کلی بہ اشتراک موسسٔہ فرینکلن ،
خاکے ۔ امریکی سیاست دانوں کے شخصی خاکوں کا مجموعہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۲ ، ۱۶ ، ۱۷)

۵۸۰ کیوری ، ای : مادام کیوری :
ترجمہ : ابوالحسن نغمی ،
لاہور : مجلس ترقی ادب : الائیڈ پریس : ۱۹۵۹ء
سوانح ۔ مادام کیوری کی سب سے چھوٹی بیٹی کی تصنیف ۔

پولینڈ کی سائنس دان مادام کیوری کے حالات اور
سائنسی خدمات ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۸۱ گابا ، کے ۔ ایل : پروفٹ اف دی ڈیزرٹ :
ترجمہ : محمد علی جعفری ،
لاہور : نواب پیلس ، ۱۹۳۴ء
ص : ۸۰
سیرۃ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ یہ اس کتاب کا اوّلین ترجمہ ہے ۔
دوسرا ترجمہ احمد الدین کا مکتبہ شاہکار لاہور نے ۱۹۷۶ء
میں شائع کیا تھا جسے واضح طور پر اس ترجمے کا چربہ
کہنا چاہیے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۵۸۲ گابا ، کے ۔ ایل : پیغمبرِ صحرا :
ترجمہ : احمد الدین ،
لاہور : مکتبہ شاہکار ، ۱۹۷۶ء
ص : ۷۴
سیرۃ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اصل ترجمہ محمد علی جعفری کا
ہے جو ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا ۔ اس ترجمے کو اس کا
چربہ کہا جا سکتا ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۵۸۳ گالٹ ، ٹام : آئین جوامردی :
ترجمہ : آفتاب احمد ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ،
سوانح ۔ پیٹر رینجر کی داستانِ حیات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۶)

۵۸۴ گراہم ، سٹیفن : سٹالن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ،

سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۵۸۵ گراھم ، سٹیفن : سٹالن :
ترجمہ : محمد آصف علی ،
دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ لاہور سے بھی شائع ہو چکا ہے ۔
اس کتاب کا اوّلین ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷)

۵۸۶ گیری بالڈی :
ترجمہ : لاجپت رائے ،
لاہور : لاجپت رائے ، س ۔ ن
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

۵۸۷ گریفن ، (سر) ایل: سوانح عمری رنجیت سنگھ :
ترجمہ : مولوی فاروق ،
حیدر آباد دکن ، دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۵۸۸ گریفن ، (سر) ایل : رنجیت سنگھ :
ترجمہ : لطیف احمد ،
سوانح ۔ پنجاب کے سکھ حکمران کے حالات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۵۸۹ گریفن، (سر) ایل : رنجیت سنگھ :
ترجمہ : مظفر حسین فاروقی ،
حیدر آباد دکن : دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ: دارالطبع سرکار عالی،
سوانح ۔ 'رنجیت سنگھ' کا انگریزی سے ترجمہ ، تاریخ و سوانح

(حوالہ : ۹)

۵۹۰ لاجپت رائے ، لالہ: آریہ سماج کی تاریخ :
ترجمہ : کشور سلطان ،
نئی دھلی : ترقی اردو بورڈ ، طبع اوّل ۱۹۷۷ء
ص : ۲۵۲
سوانح و تعلیمات ۔ ،اے ہسٹری آف آریہ سماج، کا ترجمہ ۔ سوامی دیانند کی سوانح اور تعلیمات سے متعلق ۔ کتاب پر نظرثانی سری رام شرما نے کی ہے ۔ ضمیمے بھی شامل کئے گئے ہیں ۔ سماجی مقاصد اور نصب العین ، اریہ سماج کی شدھی تحریک اور آریہ سماج کی تنظیم وغیرہ موضوعات ۔
(حوالہ : ۱۵)

۵۹۱ لارسن : وہ لوگ جنھوں نے دنیا بدل ڈالی :
ترجمہ : غلام رسول مہر ، مولانا
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک فرینکلن ،
ص : ۲۶۹
سوانح و کام ۔ موجدین اور ان کی ایجادات سے متعلق ۔
(حوالہ : ۱۷)

۵۹۲ لنڈن بی جانسن :
ترجمہ : مکین احسن کلیم ،
لاھور : آئینہ ادب ،
سوانح ۔ امریکی صدر کے حالات زندگی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳، ۱۶)

۵۹۳ لوڈوگ ، ایمانل : ابراہیم لنکن :
ترجمہ : بدرالاسلام فاضلی ، محمد
لاھور : یونائیٹڈ بکڈپو لمیٹڈ ،
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ دوسری بار میری لائبریری لاھور نے شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲، ۱۷)

۵۹۴ لیڈوف ، پی : تانیا :
ترجمہ : ساحر لدھیانوی ،
لاہور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ۔ ۱۹۴۲ء
سوانحی خاکہ/تقریر/روداد ۔
(حوالہ : ۲)

کتاب میں 'لینن کے پرچم تلے' کے عنوان سے پی ۔ لیڈوف کے دیباچہ کے ساتھ تانیا (ایک سوانحی خاکہ) ، ایک ریڈیائی تقریر اور محاذِ جنگ سے ایک خط شاملِ کتاب ہیں ۔

'تانیا' اس کتاب کی خاص تحریر ہے ۔ افسانوی انداز میں لکھی ، ایک اٹھارہ سالہ انقلابی لڑکی کی کہانی ، جسے دسمبر ۱۹۴۱ء کے ابتدائی ایام میں جرمنوں نے گاؤں پیٹروشکوف میں پھانسی دے دی ۔

'تانیا' سے اقتباس ملاحظہ ہو :

'تانیا بغیر کسی جھجک کے بلند اور واضح آواز میں افسر کے سوالوں کا جواب دے رہی تھی ۔
'تم کون ہو؟'
'میں نہیں بتاؤں گی ۔'
'کل تم نے ہمارے اصطبلوں میں آگ لگائی تھی؟'
'ہاں'
'تم نے ایسا کیوں کیا ؟'
'تمہارے ذخائر برباد کرنے کے لئے ۔'
ایک لمحہ کے لئے کمرے میں خاموشی چھا گئی ۔'

ص ۱۵، ۱۶ سے اقتباس

۵۹۵ لین پول ، اسٹینلے : اورنگ زیب :
ترجمہ : لطیف احمد ، محمد
لکھنؤ : نولکشور ، ۱۹۰۰ء
سوانح ۔ عالمگیر کے دور کے جائزے کے ساتھ ۔ اس کتاب کا ایک اور ترجمہ محمد معین الدین نے کیا تھا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۹۶ لین پول ، اسٹینلے : اورنگ زیب :
ترجمہ : معین الدین ،محمد
لکھنو : تاجر کتب ، ۱۹۰۲ء
سوانح و تاریخ ۔ اس کتاب کا اوّلین ترجمہ محمد لطیف احمد نے نولکشور لکھنؤ کے لئے ۱۹۰۰ء میں کیا تھا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۵۹۷ لین پول ، اسٹینلے : مسلمان شاہی خاندان اور ان کے سلسلے :
ترجمہ : محمد عبدالرحمنٰ ،
حیدر آباد دکن : رفیق مشین پریس ،
ص : ۳۶۴
سوانحی معلومات و کارنامے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱)

۵۹۸ لینن کے بارے میں:
ترجمہ : حبیب الرحمنٰ،
ماسکو : دارالاشاعت ترقی ،
ص : ۲۲۹
سوانح ۔ لینن سے متعلق سوانحی معلومات ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۵۹۹ مآثرالنساء :
ترجمہ : تفضل حسین ، منشی سید
آگرہ : آگرہ اخبار ، س ۔ ن
ص : ۲۴۷
سوانح ۔ مشہور عالم خواتین کے حالات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۴)

۶۰۰ محمد توفیق : کمال اتاترک :
ترجمہ : کرم الٰہی خاموش ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن،

ص : ۳٦۸
سوانح ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦۰۱ مرسکی : لینن :
ترجمہ : محمد اشرف ، ڈاکٹر :
لاہور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، ۱۹۳٦ء
سوانح ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اصل کتاب روسی زبان میں ہے ۔
(حوالہ : ۲)

٦۰۲ مزدوروں کا پیغمبر :
ترجمہ : بردیال ،
لاہور : لاجپت رائے ، ۱۹۳۹ء
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

٦۰۳ مشاہیر عالم :
ترجمہ : کے ۔ اے حمید
لاہور : جوبلی کتب خانہ ، ۱۹۳۹ء
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

٦۰۴ مشاہیر عالم کی داستان مصیبت :
ترجمہ : آتش گوجرانوالیہ ،
لاہور : پنجاب آرٹ پریس ،
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

٦۰۵ مغرب کی عیش پرست عورتیں:
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : کتاب محل ، س ۔ ن
سوانح/خاکے ، انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۷)

٦٠٧ مکے ، ایم ۔ اے : نٹشے :
ترجمہ : مظفرالدین ندوی ، سید
اعظم گڑھ : نام مطبع ندارد ۔
سوانح و فلسفہ ۔ اس جرمن فلاسفر کا نام ڈاکٹر محمد اقبال نے سب سے پہلے اپنی تحریروں میں لیا اور وہیں سے اردو میں نام کا غلط تلفظ عام ہوا ۔ اس نام کا درست تلفظ ، نِیّٹے ، ہے ۔
(حوالہ : ۲)

٦٠٨ مورلینڈ ، ڈبلیو ۔ ایچ : شیر شاہ سوری اور اس کا عہد :
ترجمہ : رام آسرے شرما ۔
نئی دھلی : ترقئ اردو بیورو ، ۱۹۸۱ء
ص : ۲۰۴
سوانحی تاریخ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۵)

٦٠٩ مون ، ای ۔ پی : وارن ہیسٹنگز اور انگریزی راج :
ترجمہ : اولاد علی گیلانی ، سید محمد
لاہور : کتاب منزل ۔
ص : ۳۸٦
سوانحی تعارف اور پالیسی سے متعلق تفصیلات ۔
(حوالہ : ۵)

٦١٠ میلی سن ، (کرنل) جی ۔ بی : لارڈ کلائیو :
ترجمہ : لطیف احمد محمد ۔
سوانح ۔ انگریزی حکومت کے بانی کے حالات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

٦١١ میلی سن ، (کرنل) جی ۔ بی : اکبر :
ترجمہ : لطیف احمد محمد ۔
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۶۱۲ میمنتھ ناتھ دت : راہنمایان ہند :
ترجمہ : نارائن پرشاد مہر ،
علی گڑھ : علی گڑھ انسٹیٹیوٹ پریس ، ۱۹۱۸ء
سوانحی خاکے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ دوسری بار انجمن نے ۱۹۳۳ء میں شائع کیا ۔ شری کرشن ، شنکر اچاریہ ، رامانند اور بھگت کبیر کے حالات و تعلیمات پر ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰)

۶۱۳ نارتھ ، سٹرلنگ : ابراہام لنکن :
ترجمہ : حامد حسن قادری ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، س ۔ ن
ص : ۲۲۰
سوانح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۶۱۴ نلسن :
ترجمہ : امجد حسین خاں ،
دھلی : کمال ہند برقی پریس ،
سوانح ۔
(حوالہ : ۷)

۶۱۵ وار شلوف ، مارشل : سٹالن :
ترجمہ ن ۔ ن
لاھور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، س ۔ ن
سوانحی خاکہ ۔ ترجمہ ۱۹۴۷ سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲)

۶۱۶ وان تروئ ، نکوین : مقتل کو چلا :
ترجمہ : بدرالسلام بٹ ،
لاھور : پیپلز پبلشنگ ہاؤس
انار کلی ، س ۔ ن

سوانح ۔ جنوبی چین کے ایک جری نوجوان کی کہانی جسے امریکی سامراج نے موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ جنوبی ویت نام کی نجی اور اجتماعی زندگی اور نفسیات پر امریکی اثرات کا مطالعہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۶۱۷ ول ڈیوراں : داستانِ فلسفہ :
ترجمہ : عابد علی عابد ، سید
لاہور : مکتبہ اردو ،
سوانح و افکار ۔ دنیا کے پانچ جلیل القدر فلسفیوں سے متعلق ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۶۱۸ وویکانند : میرا رہبر :
ترجمہ : بشیر احمد صدیقی ،
لاہور : آزاد ہند پریس ، س ۔ ن
سوانح ۔ 'My Master' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۶۱۹ ہٹلر اعظم :
ترجمہ : چندر شیکھر شاستری ،
دھلی : سیاسی لٹریچر کمپنی ، ۱۹۳۸ء
سوانح و سیاسیات ۔
(حوالہ : ۷)

۶۲۰ ہٹن ، ڈبلیو ۔ ایچ : سوانحعمری ولزلی :
ترجمہ : شوکت ، ایم ،
حیدر آباد دکن : دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ،
سوانح ۔ لارڈ ولزلی کی سوانح کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۶۲۱ ہرش ، ایڈورڈ : ہنری ویڈز ورتھ لانگ فیلو :
ترجمہ : نجمہ فاروقی ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسٔہ فرینکلن ،

سوانح ۔ تعارفی کتابچہ ۔ شخصیت اور فن سے متعلق ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۶۲۲ بنٹر ، ڈبلیو ۔ آر : سوانح عمری ڈلہوزی :
ترجمہ : احمد ، ایس ۔ ایم
حیدر آباد دکن : دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ ،
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۶۲۳ یجنک ، اندولال ۔ کے : پیر سابرمتی :
ترجمہ : ظفر احمد انصاری ، مولانا
دہلی : دانش محل ، ۱۹۴۳ء
سوانح/تبصرہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

قصّہ

۶۲۴ آرویل ، جارج : گدھا ، گھوڑا اور لیڈر :
ترجمہ : وزیر علی ،
لاہور : وین گارڈ دی مال ، ۱۹۸۴ء
تمثیلی قصّہ ۔ ، اینیمل فارم، سے ماخوذ و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۶)

از عالم بالا :
۶۲۵ ترجمہ : سرشار ، رتن ناتھ ،
نام مطبع ندارد ، ۱۸۸۹ء
قصّہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۶۲۶ امتحان وفا :
ترجمہ : مسعود حسن رضوی ادیب ، پروفیسر
تمثیلی قصّہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۶۲۷ ڈے ، ٹامس : ہسٹری آف سینڈفورڈ اور مرٹن :
ترجمہ : بابو شو پرشاد ،
بنارس : نام مطبع ندارد ، ۱۸۵۵ء
تمثیلی قصّہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۶۲۸ ڈیفو ، ڈینئیل : بزرگ رابنسن کروسو :
ترجمہ : ن ۔ ن
بنارس : نام مطبع ندارد ، ۱۸۶۲ء
قصّہ ۔ 'Robinson Crusoe' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۶۲۹ ڈیفو ، ڈینئیل : واقعات رابنسن کروسو :

rekhta

ترجمہ : ن ۔ ن
بنارس : نام مطبع ندارد ، ۱۸۷۷ء
قصّہ ۔ 'Robinson Crusoe' کا ترجمہ ۔ اس کتاب کے ،بزرگ رابنسن کروسو، اور ، رابنسن کروسو ، کے نام سے دو دیگر ترجمے بھی ملتے ہیں ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۶۳۰ ڈیفو ، ڈینئیل :رابنسن کروسو :
ترجمہ : ن ۔ ن
قصّہ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۶۳۱ ڈیفو ، ڈینئیل : رابنسن کروسو :
ترجمہ : ندیم ، م
نئی دھلی : ترقیٔ اردو بیورو ، س ۔ ن
ص : ۸۰
قصّہ ۔ 'Robinson Crusoe' کا ترجمہ ۔ اس کتاب کا قدیم ترین اردو ترجمہ ۱۸۶۲ء کا ہے ،بزرگ رابنسن کروسو، کے عنوان سے بنارس سے شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲، ۱۵)

۶۳۲ رُسکن ، جان : مجسمۂ وفا :
ترجمہ : شوکت حسین ، سید
نام مطبع و سنہ ندارد،
قصّہ ۔ رومانی قصّے کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۶۳۳ سوئفٹ ، جوناتھن : بالشتیوں کی دنیا :
ترجمہ : سید فخرالدین،
کلکتہ : مطبع بند ۱۷ ساگر دت لین، ۱۹۳۸ء
تمثیلی قصّہ/فینسٹی ۔ 'Gulliver's Travels' کا اوّلین اردو ترجمہ ۔ م ۔ ندیم کا ایک ترجمہ اس کے علاوہ ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

٦٣٤ سوئفٹ ، جوناتھن : للی پٹ کا سفر :
ترجمہ : م ۔ ندیم
نئی دھلی : ترقی اردو بیورو ، طبع دوم : ۱۹۸۳ء
تمثیلی قصّہ/فینسٹی ۔ 'Gulliver's Travels' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۵)

٦٣٥ لقمان ، حکیم : قصصِ مشرقی :
ترجمہ : جان گلکرسٹ ، ڈاکٹر
کلکتہ : فورٹ ولیم کالج ، ۱۸۰۳ء
تمثیلی قصّے ۔ یونانی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

٦٣٦ گے : فیبلس :
ترجمہ : راجہ کالی کرشنا بہادر ،
کلکتہ : نام مطبع ندارد ، ۱۸۳٦ء
تمثیلی قصّے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

٦٣٧ مور ، تھامس : لالہ رخ :
ترجمہ : ل ۔ احمد اکبر آبادی ، (لطیف الدین احمد)
لکھنؤ : نگار بک ایجنسی طبع اوّل : ۱۹۲۲ء
منظوم قصّہ ۔ یہ ترجمہ نثر میں ہے اور بالاقساط ،نگار، ۱۹۲۲ء میں شائع ہو چکا ۔ طبع دوم: کتب خانہ علم و ادب دھلی اور طبع سوم: آئینہ ادب لاھور ۱۹٦۷ء ۔ 'Lalla Rookh: An Oriental Rommance' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

اس ترجمہ سے پہلے نادر کاکوروی 'لالہ رخ' کی آخری مثنوی 'لائٹ آف دی حرم' کا ترجمہ نظم میں پیش کر چکے ہیں ، جبکہ ضامن کنتوری نے مکمل ترجمہ نظم میں کیا تھا ۔ تھامس مُور (یا ٹامس مُور)

آئرستان کا مصنف ہے ۔ 'لالہ رخ' (ترجمہ ل ۔ احمد اکبر آبادی) کے دیباچہ میں نیاز فتح پوری لکھتے ہیں :

'لالہ رخ' چونکہ اس کی انتہائی عروجِ ذہنیت کی پیداوار تھی اس لئے وہ اس کی قوتِ شاعری کی ایک مرموز صورت (Symbol) بن گئی ۔ یہاں تک کہ اب جب ''لالہ رُخ'' کا نام لیا جاتا ہے تو فوراً مُور کا نام بھی زبان پر آ.جاتا ہے ۔''

مُور نے اس مثنوی میں فرامرز کی زبان سے چار کہانیاں کہلوائی ہیں جنہیں ایک حد تک تاریخی پس منظر کا حامل کہا جا سکتا ہے ۔ ان میں 'مقنع' اور 'نور محل' بہت نمایاں ہیں ۔ 'آتش پرستانِ فارس' محض ایک رومان ہے جبکہ مثنوی 'پری دروازۂ بہشت' یکسر تخیلی چیز ہے ۔

نیاز فتح پوری کی رائے میں :

'مُور کی یہ تصنیف اگر نثر میں ہوتی تو شاید اس کے ترجمے میں اتنی زحمت نہ ہوتی لیکن چونکہ نظم ہے ، اس لئے تخیل کی نزاکتیں اس میں از حد دقیق و پیچیدہ ہو گئی ہیں ۔'

باقی یہ طے شدہ حقیقت ہے کہ 'لالہ رخ' ایک فرضی بستی ہے اور مثنوی کی بنیاد تاریخ سے نہیں اٹھائی گئی ۔

تھامس مُور کی شہرت اس مثنوی کے علاوہ 'آئرش میلوڈیز' اور 'ایپی کیورین' پر قائم ہے ۔ اس نے لارڈ بائرن (جو اس کا قریبی دوست تھا) کی سوانح بھی لکھی ۔ مثنوی 'لالہ رخ' اوّل اوّل تین ہزار گِنی کے معاوضے کے عوض 'لانگ مین کمپنی' نے شائع کی تھی ۔

تھامس مُور کی اس مثنوی کی شہرت کا باعث کہانی کا ایشیاء کی سرزمین سے متعلق ہونا ہے ۔ مشرق کی رومان پرور فضا نے اہل مغرب کے دل موہ لئے ۔ مثنوی کا آغاز وادیٔ کشمیر کی ایک گہری جھیل کے بارے میں معلومات مہیا کرنے سے ہوتا ہے ۔ یکلخت تھامس مُور کا طلسم بولنے لگتا ہے :

ویران کھنڈر سے نکل کر ایک نحیف و نزار درویش یہ بتاتا ہے کہ یہ سامنے 'لالہ رخ: کا باغ ہے ۔

اس وقت فضا میں فرامرز (مثنوی کا ہیرو) کے نغموں کی گونج ابھرتی ہے۔ قاری یوں محسوس کرتا ہے جیسے لالہ رخ بھی کہیں موجود ہے اور اپنے خوبصورت چہرے پر نقاب ڈالے، باغ کے کسی گوشے میں ان نغموں کو سن کر بیتاب ہوئی جا رہی ہے۔

اس کہانی کا آغاز عہدِ عالمگیری، گیارہویں سال جلوس سے ہوتا ہے جب خاندانِ زنج کا بادشاہ ملک عبداللہ ایشیائے کوچک سے ہوتا ہوا کشمیر کی وادیوں کی سیر کرتا دہلی پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں اس چند روزہ قیام کے نتیجہ میں ملک عبداللہ کے بیٹے کی نسبت اورنگ زیب عالمگیر کی صاحبزادی لالہ رخ سے ٹھہر جاتی ہے۔ نیز یہ بھی طے پایا کہ مراسم عروسی کشمیر جنت نظیر میں ادا ہوں گی، پھر دُولہا دلہن بخارا کی طرف سفر کر جائیں گے۔ شاہِ بخارا نے جو خدّام اور کنیزیں عروس کی معیت کے لئے روانہ کیں ان میں کشمیری مغنّی فرامرز بھی تھا۔ وہ ہر منزل پر لالہ رخ کو گا کر کہانیاں سناتا جاتا تھا۔

لالہ رخ اس سے دل ہی دل میں محبت کرنے لگی اور بعد میں یہ راز کھلا کہ لالہ رخ جسے کشمیری مغنّی سمجھ رہی تھی وہی دراصل اس کا شوہر اور بخارا کا والی ہے۔

مثنوی کی رومان پرور فضا بندی تھامس مُور کے رومانی جوہر کو ظاہر کرتی ہے۔ مثنوی کا ایک اہم کردار فضل الدین ناظر اعظم ہے جس کے حد درجہ خشک فلسفیانہ بیانات رومانوی فضا بندی کو توازن بخشتے ہیں۔

یہ کردار واشنگٹن ارونگ کے فسانے 'Pilgrim of Love' کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس افسانے میں بھی بعینہ یہی صورتِ حال سامنے آتی ہے جب شہزادہ احمد کا بوڑھا اتالیق اسے عشق سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن شہزادہ بچ نہیں سکتا اور اسی عشقِ نابنجار کے سبب مجنوں کہلاتا ہے۔ ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

'شاہزادی کی نہایت محبوب کنیز ایک ایرانی خادمہ تھی جو اکثر شاہزادی کو بسترِ خواب پر اپنے لطیف گیتوں سے سلانے کی کوشش

کیا کرتی تھی ۔ یہ کنیز اپنے نشہ آور لحن میں کبھی تو وامق و عذرا کا فسانۂ عشق سنایا کرتی تھی اور کبھی شیریں و فرہاد کی داستانِ محبت ۔ مگر اب لالہ رخ کو اس کے افسانوں میں بھی کوئی لطف نہ آتا تھا ۔ دورانِ سفر بعض اوقات پر کرشن کے پجاریوں نے شوالوں کی مُغنّیہ مرلیوں کو بھی شاہزادی کا جی بہلانے کے لئے بھیجا ، مگر لالہ رخ کے تکدّر کو یہ بھی دور نہ کر سکیں اور قیام کی گھڑیاں تو خصوصیت کے ساتھ بے مزہ گزرنے لگیں ۔'

۶۳۸ واشنگٹن ، ارونگ : الحمرا :
ترجمہ : غلام عباس
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۳۹ء
قصّے ۔ اس کتاب کے دیگر دو ترجمے سید وقار عظیم اور سردار علی علوی نے کئے ۔
(حوالہ : ۷)

۶۳۹ واشنگٹن ، ارونگ : قصص الحمراء:
ترجمہ : وقار عظیم ، سید
لاہور : آئینہ ادب،
قصّے ۔ ان قصّوں کے مزید دو ترجمے دستیاب ہیں جنہیں غلام عباس اور سردار علی علوی نے ترجمہ کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۶۴۰ واشنگٹن ، ارونگ : الحمرا کی داستانیں :
ترجمہ : سردار علی علوی،
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی ، س ۔ ن
قصّے : دیگر دو ترجمے غلام عباس اور سید وقار عظیم نے کئے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۶۴۱ ویلز ، ایچ ۔ جی : بے بس سائنسدان :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی گلبرگ ، س ۔ ن
تمثیلی قصّہ ۔ 'Invisible Man' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

کہانی

٦٤٢ اسٹیونسن ، رابرٹ لوئی : قصر ساحل :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
کہانیاں (بچوں کے لئے) امریکی کہانیاں انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦٤٣ اسٹیونسن ، رابرٹ لوئی : راجا کا ہیرا :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
کہانیاں ۔ (بچوں کے لئے) انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۷)

٦٤٤ اسٹیونسن ، رابرٹ لوئی : خود کشی کی انجمن :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاہور : نام مطبع ندارد بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
کہانیاں ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ بچوں کے لئے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦٤٥ اشرف صدیقی و میریلین سرچ : پاکستان کی لوک کہانیاں:
ترجمہ : احمد ندیم قاسمی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۲۳۲
کہانیاں و تمثیلی قصّے ۔ بیشتر کہانیاں مزاحیہ ہیں ۔ ندیم نے
ترجمہ کرتے ہوئے نظموں کا ترجمہ نظم
میں کیا ہے ۔ مصوّر ایڈیشن ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٤٦ اکیس کہانیاں :
ترجمہ : عبدالحیات بدایونی ،

دھلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ۱۹٦۲ء
ص : ۳۴۷
کہانیاں ۔ ۲۱ کہانیوں کی انتھالوجی
(حوالہ : ۲ ، ۹)

٦۴۷ ایلن ، جے ۔ سی : ہندوستان کی تاریخی کہانیاں :
ترجمہ : لالہ موہن لال ،
بمبئی : لانگ مین گرین اینڈ کو ، ۱۹۱٦ء
کہانیاں ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

٦۴۸ اینڈرسن : اینڈرسن کی کہانیاں :
ترجمہ : ریاض جاوید ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسٗہ فرینکلن ،
کہانیاں/حکایات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦۴۹ بنگالی کہانیاں :
ترجمہ : راجیشور ناتھ زیبا ،
لاہور :
کہانیاں ۔ بنگلہ زبان سے ترجمہ بیشتر کہانیاں انگریزی کی معرفت ترجمہ ہوئیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦۵۰ پشکن ، الگزینڈر : چند ہم‌عصر :
ترجمہ : ابوالقاسم ،
ماسکو : ادارۂ نشریا بزبانہائے خارجی ، ۱۹۴۷ء
کہانیاں/مضامین ۔ روسی زبان سے براہِ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦۵۱ پشکن ، الگزینڈر : تابوت ساز اور دوسری کہانیاں :
ترجمہ : مجتبائی عباس ،

لاہور : ادارۂ ادبیاتِ نو ، ۱۹۵۸ء
افسانے/کہانیاں ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٥٢ پشکن ، الگزینڈر : منتخب تصانیف نظم و نثر :
ترجمہ : انصاری ، ظ
ماسکو : دارلاشاعت ترقی ، س ۔ ن
ص : ۳۵۲
کہانیاں/نظمیں ۔ روسی زبان سے براہِ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٥٣ پشکن ، الگزینڈر : حکم کی بیگم :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ادارۂ ادبیات نو ، ۱۹٦۳ء
افسانے/کہانیاں ۔ یہ ترجمہ دوسری بار سندھ ساگر اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٥۴ پورٹر ، ایلیز ۔ ایچ : پولیانا :
ترجمہ : فہمیدہ نیاز احمد ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسٰہ فرینکلن ، ۱۹٦۴ء
ص : ۳۲۸
کہانی ۔ انگریزی سے ترجمہ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦٥٥ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ ۔ لیو : کہانیاں :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی گلبرگ ۲ ، س ۔ ن
کہانیاں ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٥٦ ٹیگور، رابندر ناتھ : ٹیگور کی دلچسپ کہانیاں :
ترجمہ : عشرت رحمانی ،

لاهور : فیروز پرنٹنگ ورکس ، ۱۹۳۰ء
کہانیاں ۔ (بچوں کے لئے) اصل کہانیاں بنگلہ زبان میں ہیں ، انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

٦٥٧ ٹیگور ، رابندر ناتھ : ٹیگور کی کہانیاں :
ترجمہ : ن ۔ ن
امرتسر : کنول بکڈپو ، ۱۹۴۲ء
کہانیاں ۔ بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

٦٥٨ چین کی بہترین کہانیاں :
ترجمہ : انصاری ، ظ۔
دهلی : مکتبہ شاہراہ ، ۱۹۵۴ء
کہانیاں ۔ چینی کہانیوں کا انتخاب و ترجمہ ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٥٩ چینی کہانیاں :
ترجمہ : محمد یونس حسرت ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۷۲
کہانیاں ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔ انگریزی سے ترجمہ ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦٦ دیس دیس کی کہانیاں :
ترجمہ : اطہر پرویز ، ڈاکٹر
نئی دهلی : ترقی اردو بیورو ، ۱۹۸۰ء
ص : ۳۵
کہانیاں ۔ بچوں کے لئے ، انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۵)

٦٦١ راسپ ، روڈلف ایرک : کارنامے تیس مار خان کے :
ترجمہ : ابن انشا ،
کراچی : نام مطبع ندارد ،
کہانیاں ۔ امریکی کتاب کا انگریزی سے ترجمہ (بچوں کے لئے)
(حواله : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٦٢ رینالڈز ، ولیم ۔ ایم : رینالڈس کی کہانیاں :
ترجمہ : گردھاری لال ، پنڈت
لاہور : قدیمی کتب خانہ ، س ۔ ن
جاسوسی کہانیاں ۔
(حواله : ۷)

٦٦٣ سچا خواب اور دوسری کہانیاں :
ترجمہ : سیدہ نسیم ہمدانی ،
لاہور : بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۸۴
کہانیاں ۔ (بچوں کے لئے) یہ کتاب ممبران چائلڈ سٹڈی ایسوسی ایشن امریکہ نے مرتّب کی ہے ۔
(حواله : ۲ ، ۱۷)

٦٦۴ جاپانی لوک کہانیاں :
انتخاب و ترجمہ : شفیع عقیل ،
کراچی : انجمن ترقی اردو (پاکستان) ،
کہانیاں ۔ جاپانی کہانیوں سے انتخاب و ترجمہ ۔
(حواله : ۱۴)

٦٦۵ فرض شناس بیٹی اور دوسری کہانیاں :
ترجمہ : سیدہ نسیم ہمدانی ،
لاہور : بہ اشتراک موسسہ فرینکلن،
ص : ۸۱
کہانیاں ۔ (بچوں کے لئے) کتاب چائلڈ سٹڈی ایسوسی ایشن امریکہ نے مرتّب کی ہے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

٦٦٦ فریڈرک ، ایوی ایلن : تغیر عظیم :
ترجمہ : خالد لطیف ،
لاہور : آئینہ ادب ، چوک مینار ،
کہانیاں ۔ امریکی کہانیوں کے مجموعے 'The Big Change'
کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

٦٦۷ فیرس ، ہیلن : پھول کی پتی ، ہیرے کا جگر :
ترجمہ : بلال احمد زبیری ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ، ۱۹٦۱ء
ص : ۳۳٦
کہانیاں ۔ پاکباز اور بہادر دوشیزاؤں کی جانبازی کے قصّے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱٦ ، ۱۷)

٦٦۸ قصور کس کا ہے؟ اور دوسری کہانیاں :
مرتّبہ: چائلڈ سٹڈی ایسوسی ایشن ، امریکہ،
ترجمہ : سیدہ نسیم ہمدانی ،
لاہور : بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
کہانیاں ۔ (بچوں کے لئے) انسانی رسوم و رواج سے متعلق چھ سبق آموز امریکی کہانیوں کا مجموعہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱٦ ، ۱۷)

٦٦۹ کوٹس ورتھ ، الزبتھ : بوڑھا بگولا :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۳۰
کہانی ۔ (باتصویر) بچوں کے لئے بارہ سالہ ڈیوی کراکٹ کی کہانی جو ایک اکھڑ اور بے رحم گلہ بان کے ھاں ملازم تھا ۔
(حوالہ: ۲)

۶۷۰ کورلینڈر ، ہیرلڈ : سورج کے ساتھ ساتھ :
ترجمہ : عشرت رحمانی ،
لاہور : گوشۂ ادب بہ اشتراک فرینکلن ،
ص : ۳۱۰
لوک کہانیاں ۔ اقوام متحدہ کے ساٹھ ممالک کی لوک کہانیوں کا انتخاب ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۶۷۱ کولوری ، کارلو : پناکو کے کارنامے :
ترجمہ : سعید لخت ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن
کہانیاں (بچوں کے لئے) انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۶۷۲ لاسن ، رابرٹ : ناشکرا خرگوش :
ترجمہ : اشرف صبوحی ،
لاہور : مقبول اکیڈمی سرکلر روڈ : بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
س ۔ ن
ص : ۸۸
کہانی ۔ (بچوں نے لئے) امریکی کہانیوں کا مجموعہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۶۷۳ لوہشون : ایہ کیو کی سچی کہانیاں :
ترجمہ : ہنس راج رہبر ،
دھلی : مکتبہ شاہراہ ، ۱۹۵۳ء
کہانیاں ۔ چینی افسانہ نگار کی کہانیوں کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۶۷۴ لوہشون : آج چاند روشن ہے :
ترجمہ : نصریٰ فاطمہ ،
راول پنڈی : آئی شو پبلشرز ، طبع اوّل ۱۹۸۴ء
ص : ۶۰۸

کہانیاں ۔ چینی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ٦)

٦٧۵ ملک ملک کی لوک کہانیاں :
ترجمہ : ریاض جاوید ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ٢٣٢
لوک کہانیاں ۔ مختلف ممالک کے لوک ادب سے انتخاب و ترجمہ ۔ اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٧)

٦٧٦ وارڈ ، لینڈ : بڑا ریچھ :
ترجمہ : اشرف صبوحی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
باتصویر کہانی (بچوں کے لئے) اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٧)

٦٧٧ وائس گارڈ ، لیونارڈ : نٹ کھٹ ھاتھی بچہ :
ترجمہ : سیدہ نسیم ہمدانی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۴٠
باتصویر کہانی (بچوں کے لئے) اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٧)

٦٧٨ ھارتھارن ، نتھینئل : حیرتناک کہانیاں :
ترجمہ :شاھد احمد دھلوی ،
کراچی : ساقی بکڈپو ، طبع اوّل مئی ١٩۵۵ء
ص : ٢٦٨
کہانیاں ۔ 'A Wonder Book' مطبوعہ ١٨۵٢ء امریکہ کا ترجمہ ۔ دیومالائی عناصر لئے ہوئے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

٦٧٩ ھاتھارن ، نتھینیئل : انوکھی کہانیاں :

ترجمہ : شاہد احمد دہلوی ،
لاہور : آئینہ ادب طبع اوّل ۱۹۵۷ء
ص : ۱۶۹

کہانیاں ۔ 'Tangle Wood Tales' مطبوعہ ۱۸۵۳ء امریکہ کا ترجمہ ۔ غمناک ، تکلیف دہ اور نفرت انگیز واقعات پر مشتمل دیو مالائی عناصر لئے ہوئے کہانیاں ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

rekhta

مضمون (انشا/مزاح/انشائیه)

٦٨٠ ارونگ ، واشنگٹن : خیالات ارونگ :
ترجمه : محمد یحییٰ تنہا ، مولوی
دهلی : جامعه ملیه پریس ، ١٩٢٨ء
مضامین ۔ انگریزی سے ترجمه ۔
(حواله : ٢ ، ۵ ، ٩ ، ١٦)

٦٨١ افلاطون : مقالاتِ افلاطون :
ترجمه : محمد حسن ، سید
نام مطبع ندارد
مضامین ۔ یه ترجمه ١٩٣٩ء سے قبل شائع هوا ۔
(حواله : ١ ، ٢)

٦٨٢ ایمرسن : ایمرسن کے مضامین :
ترجمه : وقار عظیم ، سید
لاهور : آئینه ادب به اشتراک موسسٔه فرینکلن
تنقید/فلسفه/مذهب/الهیات اور تصوّف پر مضامین ۔
(حواله : ٢ ، ١٧)

٦٨٣ برگساں : نفسیاتِ خواب :
ترجمه : ولی الرحمنٰ ،
تنقید/تقریر ۔ مسئله خواب کی فلسفیانه تشریح ۔ جرمن زبان سے
انگریزی کی معرفت ترجمه ۔ اس کتاب کا ایک ترجمه عبدالمالک
آروی نے بھی کیا تھا ۔
(حواله : ۴)

٦٨۴ بیکن ، فرانسس : مضامین بیکن :
ترجمه : سائیں داس ،
راول پنڈی: نام مطبع ندارد ، ١٨٩١ء
مضامین ۔ انگریزی سے ترجمه ۔

حوالہ : ۱ ،۲)

۶۸۵ تانگ ، لِن ۔ یو : جینے کی اہمیت :
ترجمہ : مختار صدیقی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
طبع اوّل : ۱۹۵۶ء
انشا پردازی ۔ چینی فلسفی کی کتاب ۱۹۳۷ء میں طبع ہوئی تھی ۔
انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

چینی فلسفی ڈاکٹر لِن ۔ یو ۔ تانگ کی یہ تصنیف زندگی کے الجھاوؤں کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرتی ہے ۔ پہلی بار کتاب چینی زبان میں ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی ۔ دوسری جنگِ عظیم اس کتاب کے ٹھیک دو برس بعد چھڑ گئی ۔ یعنی ڈاکٹر لِن جب زندگی کا مفہوم بیان کر رہے تھے تو عالمی سطح پر اسلحہ کے کارخانے دن رات اسلحہ سازی میں مصروف تھے ۔ جنگ کے دوران میں بزدلی اور شجاعت کی ایسی ایسی محیرالعقول مثالیں سامنے آئیں کہ جینے کا مفہوم ہی بدل گیا ۔ لِن ۔ یو ۔ تانگ اس تمام عرصے میں بیکار نہیں رہے بلکہ انھوں نے جنگ کے ہنگامہ خیز چھ برسوں میں جینے کے عملی فلسفے کو اپنا موضوع بنایا اور حقیقی زندگی کے معنی متعین کرنے کی کوشش کی ۔ اس ضمن میں ان کی دیگر تصانیف یادگار ہیں ۔

'جینے کی اہمیت' میں زندگی سے متعلق جن اہم پہلوؤں کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے ان کی تفصیل درجِ ذیل ہے :

انسان کیا ہے ؟ ، ہمارا حیوانی ورثہ ، انسانیت پرستی ، زندگی سے کون زیادہ حظ اُٹھا سکتا ہے ؟، زندگی کی نعمتیں ، فراغت کے مزے ، گھر گھرستی کے مزے ، خدا سے ناتا، جینے کے مزے ، فطرت کے مزے ، سفر کے مزے ، ثقافت کے مزے ، سوچنے کا فن اور زندگی کا مقصد --- جینا ۔

کتاب میں لِن ۔ یو ۔ تانگ کا اچھوتا طرزِ تحریر ایک خاص طرح کا نشاطیہ آہنگ لئے ہوئے ہے ، جسے مختار صدیقی نے بڑی محنت کے

ساتھ اردو میں منتقل کرنے کی سعی کی ہے۔

ترجمہ کرتے وقت مختار صدیقی صاحب نے حواشی بھی لکھے ہیں اور دیگر چینی شاعروں اور مفکروں (خصوصاً: یوآن، چنگ لان اور یوآن ست سائی وغیرہ) کے حوالوں کے ساتھ ورڈزورتھ، ہربرٹ سپنسر، آسکر وائلڈ اور چارلس لیمب جیسے یورپی اور امریکی اُدباء اور یونان کے ارسطو اور افلاطون کے نظریات بھی شاملِ کتاب کر دیئے ہیں۔ منثور ترجمے سے ایک مثال دیکھئے:

'ایک شخص دوزخ میں تھا۔ اس کے آواگون کا وقت آچکا تھا۔ اس نے خدائے تناسخ سے کہا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک بار پھر آدمی کی شکل میں دنیا کو جاؤں تو میری چند شرطیں ہیں۔

خدائے تناسخ نے پوچھا، وہ کیا شرطیں ہیں بھائی؟۔ اس نے جواب دیا، شرط یہ ہے کہ اب کے میں ایک وزیر کے یہاں جنم لوں اور میرے یہاں جو بیٹا پیدا ہو وہ ایک 'ادبی دھوکا' ہو۔ یعنی وہ ایسا ہو کہ قومی امتحانات میں اوّل نمبر پر آئے۔ میرے گھر کے ارد گرد دس ہزار ایکڑ زرخیز زمین ہو۔ گھر کے پہلو میں مچھلیوں کا تالاب ہو، پائیں باغ میں ہر قسم کے پھلوں کے درخت ہوں، مجھے ایک نہایت خوبصورت بیوی دی جائے اور میرے لئے ماہ پیکر کنیزیں ہوں جو سب کی سب مجھ سے والہانہ محبت کرتی ہوں ------ یہ شرائط سننے کے بعد خدائے تناسخ نے جواب دیا۔ بھائی اگر زمین پر ایسی زندگی ممکن ہو تو خود جا کر یہ زندگی اختیار کروں۔ تمہیں بھلا ایسی زندگی میں کیوں دینے لگا؟'

کتاب میں شامل نظموں اور اشعار کا ترجمہ مختار صدیقی صاحب نے نظم میں ہی کیا ہے جس کی دو ایک مثالیں دیکھئے:

(۱) عمر آدھی سے زیادہ گزری!
'نصف' کا لفظ بھی کیا چیز ہے
معنی کے طلسماتِ نہاں ہیں اس میں
(ص ۲۰۶ سے اقتباس)

(۲) اب سُونے وطن جاتا ہوں میں ---میری کھیتی ہے اجاڑ،

میری پھلواری بھی ہے ویراں، کیوں نہ اپنے وطن جاؤں؟
میں نے خود اپنی روح کو اپنے جسم کا چاکر بنایا تھا ،
اب پشیمانی ہو کیوں؟
اور ماتم ہو تو کیسا؟

(ص ٢١٦ سے اقتباس)

لِن ۔ یو ۔ تانگ کی اس تصنیف میں چائے اور تمباکو نوشی کے باب میں انشائیہ کا رنگ نُمایاں ہے ۔ چائے کی کشید کے بارے میں مصنف کی نازک خیالیاں ملاحظہ ہوں ، یہاں مصنف نے چائے کی خصوصیات کو صنفِ نازک کی نازک مزاجیوں سے باہم ایک کر دیا ہے:

'پہلی کشید کو سیزدہ (١٣) سالہ لڑکی سے تشبیہہ دی جاتی ہے مگر دوسری کشید کو سولہ (١٦) برس کی میٹھی عمر کی دوشیزہ کہا جاتا ہے اور تیسری کشید کو پوری عورت کے مشابہ قرار دیا جاتا ہے ۔ ویسے اہل ذوق اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ انہی پتّیوں سے تیسری بار بھی چائی کشید کی جائے ۔ مگر آخر 'عورت' (تیسری کشید) کے ساتھ بھی تو لوگ زندگی بسر کرتے ہیں ۔'

لِن ۔ یو ۔ تانگ شراب نوشی اور منشیات کے باب میں سٹالن ، ہٹلر اور مسولینی کو مثالی انسان کہتے ہیں ، محض اس لئے کہ وہ نشہ آور اشیاء کا استعمال نہیں کرتے تھے ۔ لیکن انشائیہ کی ترنگ جب غلبہ پاتی ہے تو وہ لکھتے ہیں:

'پی کر جو اعتماد اور آزادی کا احساس پیدا ہوتا ہے وہ تخلیق کیلئے بہت معاون اور ضروری ہوتا ہے ۔'

(ص ٣٢٥ سے اقتباس)

٦٨٦ ٹوئن ، مارک : حوا، آدم اور شیطان :
ترجمہ : منظور ممتاز ،
لاہور : ممتاز پبلی کیشنز ، ١٩٦٣ء
مزاح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ: ٢ ، ١٠ ، ١١)

٦٨٧ ٹوئن ، مارک : ٹام سائر کی مہمات :
ترجمہ : انصار ناصری ،
لاہور : مکتبہ میری لائبریری ، س ۔ ن
مزاح ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

٦٨٨ جانسن ، ڈاکٹر و دیگر : نیرنگِ خیال (حصہ اوّل و دوم):
ترجمہ : آزاد ، محمد حسین
لاہور : مفید عام پریس ، جلد اوّل، طبع اوّل: ۱۸۸۰ء
طبع دوم : ۱۸۸۳ء
انشائی ادب/انشائیے ۔ جلد دوم وکٹوریہ پریس لاہور ، طبع اوّل:۱۹۲۳ء
حصہ دوم آغا محمد باقر کے دیباچے اور اضافے کے ساتھ شائع ہوئی ۔

ڈاکٹر محمد صادق کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی دونوں جلدوں میں ڈاکٹر جانسن ایڈیسن، پارنل وغیرہ کے مضامین کا بغیر نام لئے ترجمہ کیا گیا ہے ۔
(حوالہ: ۲ ، ۱۱)

نیرنگِ خیال (حصہ اوّل اور حصہ دوم) دونوں بڑی تقطیع ۲۲ x ۸/۱۸ پر چھپی ہیں ۔ حصہ اوّل میں محمد حسین آزاد کا لکھا دیباچہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ بقیہ مواد کل ۹۸ صفحات پر محیط ہے ۔ طبع دوم ، کل ۱۰۴ صفحات پر مشتمل ہے ۔ دوسرے ایڈیشن میں 'ھائے مخلوط' کے علاوہ 'ھائے لٹکن' کا استعمال کیا گیا ہے ۔ ترمیم شدہ 'نیرنگِ خیال' کے مسودہ کو سید محمد سالم مینجر آزاد بکڈپو کی فرمائش پر رفاہ عام سٹیم پریس لاہور نے شائع کیا تھا ۔ اس پر سنہ طباعت ۱۹۱۳ء درج ہے جبکہ اسے کاٹ کر ۱۹۱۴ء کی مہر ثبت کی گئی ہے ۔ ۲۰ ویں صدی میں چھپنے والے دیگر ایڈیشنوں پر سنہ طباعت درج نہیں ۔ بعد میں چھپنے والے چھوٹی تقطیع کے ایڈیشن زیادہ تر جہال پریس دہلی ، کریمی پریس لاہور اور خواجہ برقی پریس دہلی سے شائع ہوئے ہیں ۔ ان نسخوں کے سرورق پر ناشر کے طور پر آزاد بکڈپو کوچہ چیلاں دہلی یا آزاد بکڈپو اکبری منڈی لاہور درج ہے ۔

'بیان مافی الضمیر' کے عنوان کے تحت محمد حسین آزاد لکھتے ہیں :

'اللہ اللہ عجب عالم ہے ۔ علوم و فنون کی فصل بہار پر ہے ۔ لیبل گریفن صاحب بہادر کشور پنجاب کے سکرتر اعظم ہیں ۔ کرنیل ہالرائڈ صاحب بہادر تعلیم پنجاب کے ڈائرکٹر ہیں ۔ میں نے ڈائرکٹر صاحب کی قدردانی سے بہت کتابیں لکھیں کہ ہزاروں چھپ گئی ہیں اور ہندوستان کے گھر گھر میں پھیلی ہوئی ہیں ۔ مگر یہی پہلی کتاب ہے کہ اپنے دل کے ذوق سے لکھتا ہوں اور شوق سے چھپواتا ہوں ۔'

'نیرنگ خیال' میں سوائے 'شہرتِ عام اور بقائے دوام کا دربار' (مضمون) کے تمام مضامین انگریزی مضامین سے ترجمہ ہیں ۔ جن کی تفصیل ڈاکٹر محمد صادق صاحب کی تحقیق ۱ کے مطابق درج ذیل ہے، جبکہ 'شہرت عالم اور بقائے دوام کا دربار' ایڈیسن کے مضمون سے ماخوذ کہا جا سکتا ہے :

(حصہ اوّل)

۱ 'آغازِ آفرینش میں باغ عالم کا کیا رنگ تھا اور رفتہ رفتہ کیا ہو گیا'

' An Allegorical History of rest and Labour.' Dr.Johnson.

۲ 'سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ '

' Truth, Falsehood and Fiction, an Allegory.' Dr. Johnson.

۳ 'گلشنِ امید کی بہار'

' The Garden of Hope.' Dr. Johnson.

۴ 'انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا'

The Endeavour of Mankind to get rid of their burdens.' Addison.

۵ 'سیرِ زندگی' 'The Voyage of Life' . Dr. Johnson.

۶ 'علوم کی بدنصیبی' ' The Conduct of Patronage '. Dr. Johnson.

۷ 'علمیت اور ذکاوت کے مقابلے'

"An Allegory of Witt and Learning. " Dr. Johnson.

۸ 'شہرت عام اور بقائے دوام کا دربار'

'The Vision of the Table of Fame.' Addison.

(حصه دوم)

۹ 'جنت الحمقا' ' Paradise of Fools ' – Parnell
۱۰ 'خُوش طبعی' ' On True and False Humour. ' Addison .
۱۱ 'نکته چینی' 'An Allegory of Criticism.' Dr. Johnson.
۱۲ 'مرقع خوش بیانی' 'Allegory of Several Schemes of Witt.' Addison.
۱۳ 'سیرِ عدم' ایک مضمون جو 'The spectator' میں چھپا ۔

۶۸۹ کینڈی، جان : ایک صدر کی میراث :
ترجمه : حبیب اشعر دہلوی ۔
لاہور : آئینه ادب چوک انارکلی به اشتراک موسسه فرینکلن ۔
مزاح ۔ مشہور امریکی شگفته نگار کی تحریر کا انگریزی سے ترجمه ۔
(حواله : ۲ ، ۱۷)

۶۹۰ مجموعه مضامین اسپکٹیٹر :
ترجمه: محمد مرتضےٰ علی،
حیدر آباد دکن : تاج پریس ، ۱۸۹۳ء
انگریزی مضامین کی انتھالوجی ۔
(حواله : ۸)

۶۹۱ میریاین : کیسا باغ کیسی بہار :
ترجمه : جمیله ہاشمی و سعیده عروج ۔
لاہور : اردو اکیڈمی سندھ ، س ۔ ن
ص : ۶۲۶
مضامین/انشائیے ۔ فرض اور محبت کی کشمکش کے علاوہ جذبۂ حب الوطنی اور رسوم و رواج کے بندھن مضامین کا موضوعِ خاص ہیں ۔
(حواله: ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

---

۱ 'محمد حسین آزاد: حیات و کارنامے' قلمی ص ۶۹ پنجاب یونیورسٹی لائبریری لاہور ۔

ناول

٦٩٢ آپنز، برونو : پھول اوز سموم :
ترجمہ : رضیہ سجاد ظہیر ،
لاھور : آئینہ ادب ، ١٩٦٥ء
ص : ٣٣٣
ناول ۔ جنگ کی نفسیات سے متعلق
(حوالہ : ٢ ، ٩)

٦٩٣ آپنہم، ای ۔ فلپس : حور ظلمات :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : نرائن دت سہگل ، طبع دوم: ١٩٣٣ء
ناول ۔ 'اے ڈالر آف آسٹریا' کا ترجمہ ۔ آسٹریا کے ستارہ شناسوں سے متعلق ۔ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٣ ، ٧)

٦٩٤ آپنہم ، ای ۔ فلپس : کرنی کا پھل :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
دھلی : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ص : ٣٧٦
ناول ۔ 'دی پیٹر اینڈ دی وومن' کا ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٣ ، ٩)

٦٩٥ آپنہم ، ای ۔ فلپس : سرائے والی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
جالندھر : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ اسراری ناول کا ترجمہ ١٩٣٣ء کے بعد شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

٦٩٦ آرتھر، ولسن: آدم خور :
ترجمہ : مظہرالحق علوی.

لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۱ء ص : ۳۸۱
ناول ۔ آدم خور شیروں سے متعلق ۔
(حوالہ: ۹ ، ۱۰)

۶۹۷ آرونز، ایڈورڈ ۔ ایس : غدار جاسوس :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Assignment To Treason' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۶۹۸ آرونز، ایڈورڈ ۔ ایس : گھر کا بھیدی :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Assignment White Rajah' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۶۹۹ آرونز ، ایڈورڈ ۔ ایس : ستاروں کی چوری :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Stars Stealers' کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۱۸)

۷۰۰ آرونز ، ایڈورڈ ۔ ایس : زہریلی گیس :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Assignment Angelina' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۰۱ آرونز ، ایڈورڈ ۔ ایس : انقرہ کی مہم :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ، جولائی ۱۹۸۰ء
ص : ۱۶۰
جاسوسی ناول ۔ 'Assignment Ankara' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۷۰۲ آورنز ، ایڈورڈ ۔ ایس : بھیانک انتقام :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Assignment Sorento Siren' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۰۳ آرویل ، جارج : انیس سو چوراسی :
ترجمہ : ابوالفضل صدیقی ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، س ۔ ن
ص : ۴۶۲
ناول ۔ (فینٹسی) ، ۱۹۸۴ء ، کا ترجمہ ۔ ناول کا ایک اور ترجمہ سہیل واسطی نے کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۰۴ آرویل ، جارج : انیس سو چوراسی :
ترجمہ : سہیل واسطی ،
دھلی : نیشنل اکاڈمی ۔ انصاری مارکیٹ دریا گنج ، س ۔ ن
ص : ۳۴۰
ناول ،۱۹۸۴ء، کا باتصویر ترجمہ ۔ ناول میں کمیونزم اور اشتراکیت کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۷۰۵ آرویل ، جارج : جانورستان :
ترجمہ : جمیل جالبی ،
کراچی : مشتاق بکڈپو ، س ۔ ن
ص : ۱۴۴
ناول ۔ فینٹسی 'The Animal Farm' کا ترجمہ ۔ دوسری بار مکتبہ نیا دور کراچی نے ۳۰۰ صفحات میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۰۶ آسکر وائلڈ : ڈورین گرے کی تصویر :

rekhta

ترجمہ : ن ـ ن
لاہور : بک لینڈ
ناول ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۰۷ آسکر وائلڈ : سلمیٰ :
ترجمہ : انصار ناصری ،
ناول ـ حزنیہ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ـ
(حوالہ : ۴)

۷۰۸ آگی ، جیمز : ایک مرگ ناگہانی :
ترجمہ : ابوضیاء اقبال ،
لاہور : تخلیق مرکز ، ۱۹۶۸ء
ص : ۳۵۶
ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ , ۱۰ ، ۱۱)

۷۰۹ آندریف ، ل : پھانسی :
ترجمہ :شاھد احمد دھلوی،
دھلی : ساقی بکڈپو ، س ـ ن
ناول 'The Seven Who Hanged' کا ترجمہ ـ ناول میں سات دہشت گردوں کی زندگی کی آخری رات کا احوال اہم ہے ـ ترجمہ کرتے وقت شاھد احمد دھلوی نے آندریف کے لہجے اور تکنیکی مہارت کو خوبی کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

ناول کے ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو ' وہ پردہ جس نے ابدیّت میں رازِ زندگی اور رازِ موت چھپا رکھا تھا کسی گستاخ و بے ادب ھاتھ نے ایک دم سے ھٹا دیا تھا ــــ اور راز راز نہیں رہے تھے - پھر بھی ناقابل فہم تھے جیسے کسی غیر زبان میں حقیقت لکھی ہو ـ '

۷۱۰ آندھی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

لاہور : نیشنل لٹریچر کمپنی ، ۱۹۴۳ء
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۱۱ آنند، (ڈاکٹر) ملک راج : سات سال :
ترجمہ : رضیہ سجاد ظہیر ،
نئی دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، طبع اوّل ۱۹۶۲ء
ص : ۳۶۶
ناول ۔ بھارتی ادیب ڈاکٹر ملک راج آنند کے انگریزی ناول 'Seven Summers' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۷۱۲ آئینہ عبرت :
ترجمہ : محمود علی خاں ،
دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۳۴ء
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۱۳ اجالے کے دشمن :
ترجمہ : ن ۔ ن
کراچی : ماھنامہ ،سی ۔ آئی ۔ اے ، پرویز پبلی کیشنز ،
جمشید روڈ ، کراچی ۔ ۵
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۱۴ احمد علی : دلی کی شام :
ترجمہ : بلقیس جہاں ،
کراچی : آکاش پریس ، ۱۹۶۳ء
ناولٹ ۔ 'Twilight In Delhi' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۱۵ اسپلین ، مکّی: مگر مچھ کی تلاش :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،

rekhta

راول پنڈی : کامران سیریز ، کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Big Kill' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۱٦ اسپلین ، مکّی : خوفناک سانپ :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز ، کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Snake' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۱۷ اسٹوکر ، بیرام : ڈراکیولا :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹٦۳ء
ص : ۵۵۱
ناول ۔ عجیب و غریب واقعات سے معمور ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۱۸ اسٹو ، لی لینڈ : یورپ لال شکنجہ میں :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : آدھنگ ساہتیہ پرکاشن ، ۱۹۵۲ء
ص : ۱۳۹
ناول ۔ روسی اقتدار کے شکنجہ میں یورپی ممالک کی حالت زار کا نقشہ پیش کیا گیا ہے .
(حوالہ : ۹ ، ۱۰)

۷۱۹ خودکشی کی انجمن :
اسٹیونسن ، آر ۔ ایل :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا
لاھور : ، ۱۹۲٦ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۲۰ اسٹیونسن ، آر ۔ ایل : قصر ساحل :
ترجمہ : عبدالمجید سالک، مولانا ،
لاھور : ۱۹۲٦ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۲۱ اسٹیونسن ، آر ۔ ایل : راجا کا ہیرا :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا۔
لاہور : ۱۹۲۶ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۲۲ اسد مختار : بہنیں :
ترجمہ ن ۔ ن
دہلی : آزاد کتاب گھر ، کلاں محل ، ۱۹۶۳ء
ص : ۶۳۸
ناول ۔ ازبک ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ناول میں
۱۹۱۷ء کے انقلاب میں ازبکستان کی عورتوں کی حالت
بیان کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۷۲۳ اسکاٹ ، (سر)والٹر : طلسمات :
ترجمہ : عبدالحلیم شرر، مولانا
ناول ۔ انگریزی سے 'The Talisman' کا ترجمہ ۔
۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۷۲۴ اسکاٹ ، (سر) والٹر : ڈاکٹر کی بیٹی :
ترجمہ : جے نرائن ورما :
ناول ۔ ،سرجنس ڈاٹر، کا ترجمہ ۔ ناول میں ایسٹ انڈیا کمپنی
اور ٹیپو سلطان کے زمانے کے تاریخی حالات توجہ طلب
ہیں ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۷۲۵ اسکاٹ ،(سر)والٹر : اوبینہ :
ترجمہ : شاہدہ بیگم ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ پاکستان ، س ۔ ن
ص : ۲۱۴

rekhta

ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۷۲۶ اسکاٹ ، (سر) والٹر : بنت کلیسا :
ترجمہ : مقصود رضا،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ پاکستان ، س ۔ ن
ص : ۲۳۰
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۲۷ اسمتھ ، بھیٹی : صبح نشاط :
ترجمہ : بی ۔ ایم بھلّہ
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ، نریندر پبلس ، ۱۹۶۳ء
ص : ۳۹۸
ناول ۔ جس میں ۲۰ ویں صدی کی تیسری اور چوتھی دھائی میں امریکی زندگی کی تصویر کشی کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۷۲۸ اسمتھ ، ولبر : سورج کا لہو :
ترجمہ : مظہر الحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۸ء
ص : ۵۹۸ .
انگریزی ناول کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۷۲۹ اسیر تقدیر :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : دائرہ ادبیہ ، ۱۹۳۳ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۷)

۷۳۰ اسیر ھوس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

کراچی : ماہنامہ ،آتش، کچہری روڈ ، اپریل ۱۹۵۳ء
ناول ـ یہ اسراری ناول تیرتھ رام فیروز پوری کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا تھا بعد میں ،آتش، کراچی کے خصوصی شمارے میں شائع ہوا ـ
(حوالہ : ۲)

۷۳۱ افسانہ بنگال :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، ۱۹۱۳ء
افسانے ـ بنگال کے آٹھ افسانہ نگاروں کے آٹھ منتخب افسانوں کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۷۳۲ افشائے راز :
ترجمہ : غلام حسین خاں،
دہلی : محبوب المطابع ، س ـ ن
ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ کتاب ۱۹۳۳ء سے قبل شائع ہوئی ـ
(حوالہ : ۷)

۷۳۳ الف لیلیٰ :
ترجمہ : منشی عبدالکریم ،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ـ
داستان ـ انگریزی سے عربی داستان کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۷۳۴ لکاٹ ، لوئز : ننّھی بیبیاں :
ترجمہ : حجاب امتیاز علی ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، س ـ ن
ناول ـ 'Little Women' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۷۳۵ الکاٹ ، لوئیز : دھوپ چھاؤں :
ترجمہ : اشرف صبوحی دہلوی ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۵۹ء

ص : ۵۱۲
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۳۶ الماس یعنی بیروں کا بادشاہ :
ترجمہ : غلام حسین پشاوری ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۷۳۷ امریکہ کی نازنین :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : کتب خانہ پیسہ اخبار ، ۱۹۳۵ء
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۳۸ انقلاب زندگی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۳ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۷۳۹ انقلاب سمرنا :
ترجمہ : ایم ۔ جہانگیر ،
لاہور : جہانگیر بکڈپو ، ۱۹۴۰ء
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۴۰ انکل سام :
ترجمہ : کنہیا لال ،
لاہور : مرکنٹائل پریس ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۴۱ انوکھی سازش :

ترجمہ : ن ۔ ن
کراچی : ماہنامہ ،سی ۔ آئی ۔ اے ، پرویز پبلی کیشنز،
جمشید روڈ ۔ کراچی ۔ ۵
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۷۴۲ انتھونی ، لیونس : آواز دو انصاف کو :
ترجمہ : حبیب اللہ اوج ،
بہ اشتراک مُوسسۂ فرینکلن ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۷۴۳ اندور ، ایس ۔ گائی : بھیڑیا :
ترجمہ : مظہر الحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹۶۳ء
ص : ۴۵۸
ناول ۔ انگریزی ناول جو ہیبت ناک درندگی کے واقعات سے معمور ہے ، 'The Were Wolf of Paris' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰)

۷۴۴ اونسٹوٹ ، کیلے و ھارنر، لانس : دامِ ہرموج :
ترجمہ : مظہر الحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۷ء
ص : ۷۵۸
عرب کے منظرنامے سے متعلق انگریزی ناول کا ترجمہ ۔ کتاب میں نورالحسن ہاشمی ، نسیم انہونوی، وارث علوی اور معصوم بڑودوی کے تاثرات بھی شاملِ اشاعت کئے گئے ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۷۴۵ اوون ، والٹر : رات گئی دن نکلا :
ترجمہ : بال کرشن ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس ، س ۔ ن

ص : ۵۳۲
ناول ۔ امریکی زندگی کے بارے میں ایک معاشرتی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۷۴۶ ایپروڈ ، ایلن : لعل مقدس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
ناول ۔ 'The Accused Prince' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔ دوسری بار یہ کتاب خالد بکڈپو لاہور نے شائع کی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۴۷ ایلن :
ترجمہ : برکات احمد ،
ناول ۔ انگریزی ، ایلن، کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۷۴۸ ایلن جیز، میری : بوسٹن کا سفر :
ترجمہ : محمود نظامی ،
دھلی : شہزاد بک ھاؤس ۔ ترکمان گیٹ دھلی ۶ ، ۱۹۶۷ء
ص : ۱۱۲
ناولٹ ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۷۴۹ ایلیٹ ، جارج : سائلاس مارنر :
ترجمہ : محمد سعید ،
لاہور : معین الارب ، ۱۹۶۱ء
ناول 'Silas Marner' کا ترجمہ ،
مصنفہ کا اصل نام میری این ایونز ہے اور قلمی نام جارج ایلیٹ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۵۰ اینا کسیا نوفا : نئی صبح :
ترجمہ : ل ۔ احمد اکبر آبادی ،
ماسکو : ترقیٔ دارالاشاعت ، ۱۹۳۶ء

ص : ۱۸۴

ناول ۔ روسی زبان سے براہ راست ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۵۱۔ اینڈرسن ، اشروڈ : آخری سلام :

ترجمہ : محمد حسن عسکری ،

لاہور : مکتبہ جدید : سویرا آرٹ پریس ، ۱۹۴۸ء

ناول ۔ 'Good Bye To Berlin' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

اس ترجمہ کی بابت خود محمد حسن عسکری لکھتے ہیں :

'میرے بعض کرم فرما مجھ سے کہتے کیں کہ میرا سب سے اچھا ترجمہ 'آخری سلام' ہے ۔ اس رائے سے میری ہمت افزائی تو بہت ہوتی ہے لیکن میں اسے اپنا کوئی کارنامہ نہیں سمجھتا ۔ اشروڈ کی یہ کتاب حقیقت نگاری کی روایت سے متعلق ہے ، لیکن اس کی نثر موپاساں کی نثر نہیں ہے ۔ اس کی زیادہ تر دلچسپی واقعات یا کردار نگاری میں ہے ۔ اس کی نثر بس کام چلاؤ قسم کی ہے ۔ ایسی عبارت کو کسطرح اردو میں منتقل کیا جائے ۔ اس کا طریقہ منٹو نے ۳۶ء کے قریب اپنے ترجموں میں بتا دیا تھا ۔' (پیش لفظ ص ۔ ۹ سے اقتباس)

آخری سلام Good Bye To Berlin کا ترجمہ ہے ۔ مذکورہ کتاب کو افسانوں اور ناول کی ملی جلی شکل کہا جا سکتا ہے ۔ یہ ناول کی طرح شروع ہوتی ہے لیکن اس میں ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ رکھی گئی افسانہ نما تحریریں افسانہ کہلانے کی بھی حقدار ہیں ۔ اس کتاب کا سب سے بڑا وصف بقول محمد حسن عسکری کے 'کردار نگاری' ہے ۔ اشروڈ نے انسانی طبائع کا مختلف حالات میں ردِ عمل پیش کرنے کی سعی کی ہے ۔

ایک اعتبار سے یہ ناول اور اس کے افسانہ نما ٹکڑے اپنے عہد کے معاشرتی بکھراؤ اور سیاسی بدحالی کا نقشہ پیش کرتے ہیں ، لیکن شاید اشروڈ کا منشا یہ نہیں تھا ۔ اس نے تو اس شکست و ریخت میں شخصی رویّوں ، جذباتی کوائف اور متنوع ذہنی حالتوں کو واضح

کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اشروڈ کا یہی وہ انوکھا طریقۂ واردات ہے جس نے اس ناول کو صحافت کے درجہ پر گرنے سے بچا لیا ہے ۔ اور شاید اسی میں اس کتاب کی اہمیت مضمر ہے ۔ یوں بھی 'آخری سلام' میں اسلوبیاتی مہارت پر داد نہیں چاہی گئی ۔ اشروڈ اپنے عہد کے لکھنے والوں کو یہ باور کرواتا ہے کہ فن کار کے لئے سیاسی اور معاشرتی حالات کی رستخیزی میں بھی مطالعہ اور توجہ کا موضوع فرد ہی رہتا ہے (جس کی سب سے خوبصورت مثال بورژس پیسترناک کا ناول 'ڈاکٹرژواگو' ہے) محمد حسن عسکری کے کہے کے مطابق :

' جیمز جوائس ، ورجینا وولف اور ڈی ۔ ایچ لارنس کی نسل کے بعد نوجوان نسل کے جس ناول نگار نے نام پیدا کیا ہے ۔ اس میں اشروڈ کی حیثیت سب سے ممتاز ہے ۔ '

ص ۹ سے اقتباس

دو ایک اقتباس دیکھتے چلئے :

'اس کے کردار میں ایک بڑا ناعاقبت اندیشانہ اور مہلک عُنصر تھا ۔ اس میں یہ عجیب صلاحیت تھی کہ اپنی زندگی کی نامیدی اور مایوسی کے خلاف بیٹھے بیٹھے یکایک بھڑک اٹھتا تھا ۔ جرمن لوگ اسے جنوں کہتے ہیں ۔ وہ اپنے کونے میں چپ چاپ بیٹھا جلدی جلدی شراب پیتا رہتا ، اور مُکوں سے میز بجاتا رہتا ۔ اس کے انداز میں بڑا تحکم اور ساتھ ہی اضمحلال ہوتا ۔ پھر وہ یکایک اُچھل کے کھڑا ہو جاتا اور کہتا 'آخ تُھو ، لعنت ۔ '

ص ۱۹۹ سے اقتباس

' چیزوں کا عکس اتار رہا ہوں ۔ سوچ نہیں رہا ہوں ۔ سامنے والی کھڑکی میں ایک آدمی حجامت بنا رہا ہے ۔ ایک عورت جاپانی کمونو پہنے ہوئے بال دھو رہی ہے ۔ میں ان دونوں کا عکس اتار رہا ہوں ۔ کسی دن ان سب تصویروں کو دھو کر احتیاط سے کاغذ پر چھاپا جائے گا ۔'

ص ۱۴ سے اقتباس

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ محمد حسن عسکری نے . آخری سلام، کے متعدد حصوں میں اصل متن کی انگریزی ساخت

اور جملوں میں لفظوں کی نشست بدل کر ترجمے کا ایک مخصوص مزاج وضع کرنے کی کوشش کی ہے جو اشروڈ سے مخصوص خیال کیا جاتا ہے ۔

۷۵۲ ایوالون، مچل : موت کی وادی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Brutal Cook' کا ترجمہ ۔ (حوالہ : ۱۸)

۷۵۳ بالزاک : بڈھا گوریو :
ترجمہ : نسیم ھمدانی ، سیدہ
لاھور : مکتبہ جدید ، جولائی ۱۹۵۳ء
ناول ۔ 'Old Gorio' کا ترجمہ انگریزی کی معرفت ۔
دیباچہ : محمد حسن عسکری ، دوسرا ایڈیشن البیان لاھور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۵۴ بالزاک : سرد ویران اندھیرا گھر :
ترجمہ : نسیم ھمدانی ، سیدہ
لاھور : مکتبہ جدید ، ۱۹۵۶ء
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۵۵ بالزاک : لامیرینا :
ترجمہ : یوسف عباسی ،
لاھور : آئینہ ادب ، ۱۹۶۰ء
ناول ۔ فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۵۶ بائیسویں صدی :
ترجمہ : ن ۔ ن
الہ آباد : کتاب محل ، س ۔ ن
ص : ۱۳۷
ناول ۔ سائنس فکشن ۔ سنہ ۲۱۲۳ء سے متعلق تخیلاتی ناول ۔

(حوالہ : ۹)

۷۵۷ بائیکوف، واسل : آلپس کے گیت :
ترجمہ : قرۃ العین حیدر ،
نئی دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، س ۔ ن
ناولٹ ۔ روسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ , ۹)

۷۵۸ بحری لاش :
ترجمہ : مرزا فدا علی خنجر ،
لاھور : بھارگو اسکول ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۵۹ بخیل کی دولت :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاھور : ماھوار ناول ھوس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۷۶۰ بدبخت لیڈی (تین جلدوں میں) :
ترجمہ : نوازش علی خاں لاھوری
لاھور : جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'East Lady' کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ھوا ۔
حوالہ : ۳ ، ۷)

بدلہ :
۷۶۱ تلخیص و ترجمہ : مخمور جالندھری ،
نئی دھلی : آبلو والیہ بکڈپو قرول باغ ، س ۔ ن
ص : ۲۶۴
ناول ۔ انگریزی ناول کی تلخیص و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۷۶۲ براؤن ، کارٹر : بزدل قاتل :

ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Lament For Lousy Lover' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۶۳ براؤن ، کارٹر : ریشمی جال :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Silken Night Mare' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۶۴ براؤن ، کارٹر : دس لاکھ کی حسینہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'One Million Babe' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۶۵ براؤن ، کارٹر : خونی وصیت :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریک : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Grieves Idic' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۶۶ براؤن ، کارٹر : اغوا کا فریب :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Long Tine, No Leola' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۶۷ براؤن ، کارٹر : ہمدرد دشمن :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'So Move The Body' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۷٦۸ براؤن ، کارٹر : ہرجائی جاسوس :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Catch Me A Phoenix' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷٦۹ براؤن، کارٹر : گھر کا چراغ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Terror Comes Creeping' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۷۰ براؤن ، کارٹر : کھوجی لڑکی :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
ص : ۱۵۰
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۷۱ براؤن ، کارٹر : قدیم زیورات :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Only The Very Rich' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۷۲ برک ، جان : دہشت کا جہنم :
ترجمہ : نسیم سحر ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Dr. Terrors House of Horrors' کا ترجمہ ۔

۷۷۳ برمنگھم ، جارج ۔ اے : قسمت کا شکار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

لاہور : نرائن دت سہگل ، طبع اوّل : ۱۹۴۳ء

جاسوسی ناول ۔ 'کنگ ٹامی' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۳ ، ۷)

۷۷۴ برمنگھم ، جارج ۔ اے : آزادی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
جالندھر : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
ص : ۲۸۳

ناول ۔ ' دی لاسٹ لانر ' کا انگریزی سے ترجمہ ۔ ناول میں آئر لینڈ کی تحریک آزادی کو پس منظر بنایا گیا ہے ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۹)

۷۷۵ بروز ، ایڈگر رائس : مریخی دیوتا :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹۶۴ء
ص : ۳۳۱

ناول ۔ سائنس فکشن ۔ زمین اور مریخ کی مخلوقات کی باہمی دوستی اور دشمنی سے متعلق 'A Princes of Mars' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۷۶ بروز ، ایڈگر رائس : خونخوار مریخی :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹۶۵ء
ص : ۲۵۹

ناول ۔ ایک خیالی مریخی مخلوق جّان کارٹر کی تخیلی داستان ، جو دوبارہ زمین پر آتا ہے ۔

(حوالہ : ۹)

۷۷۷ بروز ، ایڈگر رائس : مریخی حسینہ :

ترجمہ : ایم ـ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، س ـ ن
ص : ۱۹۱
ناول ـ سائنس فکشن ـ ناول میں مریخی حسینہ کی مہمات اور معاشقوں کا بیان ہے ـ
(حوالہ : ۹)

۷۷۸ بروز ، ایڈگر رائس : مریخی جانباز :
ترجمہ : ایم ـ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹۶۵ء
ص : ۲۴۰
ناول ـ سائنس فکشن ـ مریخ کی دنیا میں پہنچنے والے انسان کی داستان ـ
(حوالہ : ۹)

۷۷۹ بروز ، ایڈگر رائس : مریخ کی شہزادی :
ترجمہ : ایم ـ جے عالم ،
لکھنؤ : مکتبہ کلیان ، س ـ ن
ص : ۲۴۴
ناول ـ سائنس فکشن ـ ایک مریخی انسان کی رودادِ حیات خود اس کی زبانی ـ خوفناک جنگوں میں اس کی شرکت کی داستان ـ
(حوالہ : ۹)

۷۸۰ بروز ، ایڈگر رائس : پر اسرار دنیا :
ترجمہ : ایم ـ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ۱۹۶۷ء
ص : ۲۳۸
ناول ـ افریقہ کے صحراؤں میں مہم جوئی کی داستان ـ
(حوالہ ۹)

۷۸۱ بروس ، جین : خونی مائیکروفون :

ترجمہ : سراج الدین شیدا ۔
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول ۔ 'Hot Line' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۸۲ بروم فیلڈ ، لوئیس : بمبئی کی شام :
ترجمہ : عنایت اللہ دھلوی ۔
لاہور : ادارۂ ادبیات نو ، س ۔ ن
ص : ۲۳۸
ناول ۔ امریکی ناول جس میں بمبئی کی زندگی کو پیش کیا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۲)

۷۸۳ برونٹی ، ایملی : محبت کا انتقام :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ۔
ناول ۔ 'Wuthering Heights' کا ترجمہ ۔
خاطر غزنوی ، قاسم محمود اور سیف الدین حسام نے بھی اس ناول کے ترجمے کئے ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۲)

۷۸۴ برونٹی ، ایملی : ودرنگ ہائیٹس :
ترجمہ : سیف الدین حسام ۔
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسٔہ فرینکلن نیو یارک
ناول ۔ 'Wuthering Heights' کا ترجمہ ۔
ناول کے دیگر تراجم میں خاطر غزنوی ، رئیس احمد جعفری اور قاسم محمود کے تراجم ملتے ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۷۸۵ برونٹی ، ایملی : ودرنگ ہائیٹس :
ترجمہ : خاطر غزنوی ۔
پشاور : یونیورسٹی بک ایجنسی : بک لینڈ لاہور ۔
ناول ۔ 'Wuthering Heights' کا ترجمہ ۔ اس ناول کے چار ترجمے ملتے ہیں یعنی خاطر غزنوی کے علاوہ رئیس احمد جعفری ، قاسم محمود ، اور سیف الدین حسام کے تراجم ۔

(حوالہ ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۸۶ برونٹی ، ایملی : عشق بلاخیز :
ترجمہ : قاسم محمود ، سید
لاہور : مکتبہ کائینات ،
ص : ۵۱۲

ناول ۔ 'Wuthering Heights' کا ترجمہ ۔ اس ناول کے دیگر مترجمین میں خاطر غزنوی ، سیف الدین حسام اور رئیس احمد جعفری کے نام ملتے ہیں ۔ یہ ترجمہ شمع بکڈپو دہلی سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۸۷ برونٹی ، شارلٹ : جین آئر :
ترجمہ : حسام ، سیف الدین ،
لاہور : مکتبہ شاہکار ، ۱۹۷۵ء
ص : ۸۲

ناول ۔ انگریزی زبان کی اہم ناولوں میں سے ایک 'Jane Eyer' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

اس ناول کا شمار ہمیشہ زندہ رہنے والے ناولوں میں ہوتا ہے ۔ یہی ناول شارلٹ برونٹی کی شہرت کا باعث ہے ۔ یارک شائر (برطانیہ) کی اس ناول نگار خاتون نے اپنے ناول میں ان آرزوؤں اور حسرتوں کو لفظی پیکر عطا کئے ہیں جو انسان کی ذاتی محرومیوں ، اقتصادی ناہمواریوں اور معاشرتی گھٹن کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ شارلٹ برانٹے کی نجی زندگی کا تجربہ اس ناول کی ایک ایک سطر سے بولتا ہے ۔

. جین آئر، انگریزی کا پہلا ناول ہے جس نے جنس کا حسن و جوانی سے روائتی تعلق توڑ دیا اور یوں رومان اور جنس پر لکھنے کی ایک نئی روایت کی بنا ڈالی ۔

ناول کا ہیرو روچسٹر جوانی کی حدود سے اُدھیڑ عمری کی سرحد

تک پہنچ آیا ہے اور ہیروئین جین آئر کا ناک نقشہ روائتی حسن کے معیارات پر پورا نہیں اترتا ۔ اس پر طُرّہ یہ کہ ناول کا 'بُرا آدمی' (ولن) انتہائی شریف اور خوبصورت نوجوان ہے ۔

اس ناول میں محبت کے نئے معیارات وضع کئے گئے ہیں اور ناول کی روائتی پراسراریت ایک نئے روپ میں ڈھل کر سامنے آتی ہے ۔ تھارن فیلڈ کی بالائی منزل سے اٹھنے والے انسانی قہقہے مافوق کی گپھاؤں سے نکل کر انسانی بڑبڑاہٹ اور جھلاہٹ میں ڈھلتے ہیں اور بالآخر ایک عام عورت کی شبیہہ سامنے لاتے ہیں ۔

ناول کا علامتی انداز علامت نگاری کی تحریک تو نہ بن سکا لیکن ناول کے روائتی پس منظر کو اسلوبیاتی سطح پر ایک نیا لحن دے گیا ۔ اس کی ایک خوبصورت مثال اس وقت سامنے آتی ہے جب اس شاہ بلوط پر آسمانی بجلی گرتی ہے ، جس کے نیچے جین اور روچسٹر نے اقرارِ محبت کیا تھا ۔ ترجمے سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو :

'ہوا ساکن تھی اور راستہ تنہا تنہا سا ۔ پہلے میں تیز چلی کہ جسم ذرا گرم ہو جائے ، پھر رفتار کم کر دی اور ماحول کا لطف اُٹھانے لگی ۔ یہ راستہ گرمیوں میں اپنے پھولوں کی خوبصورتی اور خزاں میں پردار جھاڑیوں کے لئے مشہور تھا ۔ لیکن سردیوں میں بھی اس میں ایک خاص حسن تھا ۔ شام ہونے کو تھی ۔ میں ڈوبتے سورج کو دیکھنے لگی ، جو آہستہ آہستہ مغرب میں غائب ہو گیا اور اپنے پیچھے سرخ و قرمزی رنگوں کی لہر چھوڑ گیا ۔' اس داخلی خود کلامی کے بعد مکالمے کی ایک صورت ملاحظہ ہو : روچسٹر نجومی کے بھیس میں گفتگو کرتا ہے ۔ 'تمہاری آنکھ میں چمک ہے ، شبنم کے قطرے جیسی چمک ۔ اس چمک میں ایسی خاموشی بھی ہے جو تنہائی پر دلالت کرتی ہے ۔

تمہارا مُنہ ایسا ہے جو صرف خاموش رہنے کے لئے نہیں بنا ۔'

واضح رہے کہ اس کہانی پر مبنی بھارتی فلم 'سنگدل' (دلیپ کمار ۔ مدھو بالا) کے علاوہ عالمی شہرت کی حامل ہالی وڈ کی چھ فلمیں یادگار ہیں ۔ جن کی تفصیل یہ ہے ؟

۱ رابرٹ اسٹیونسن کی ھدائت کاری میں ۔ آرسن ویلز اور جان فاؤنٹین کے مرکزی کرداروں کے ساتھ ۱۹۳۳ء۔

۲ جارج سی ۔ سکاٹ اور سوسنا یارک کے مرکزی کرداروں کے ساتھ ، لیکن یاد رہے کہ اِرونگ کمنگز اور ایتھل گرنڈائن جیسے اداکاروں کے ساتھ ۱۹۱۳ء، ایلن ھال اور لوئیس والی کے ساتھ ۱۹۱۵ء ، نارمن ٹریور اور مابل بالائین کے ساتھ ۱۹۲۱ء میں بھی شاھکار فلمیں تخلیق کی جا چکی ہیں ۔ نیز ۱۹۱۸ میں اسی کہانی پر مبنی ایک فیچر فلم 'Woman And Wife' کے نام سے بنی تھی ۔

۷۸۸ بریٹ ، مائک : دشمن دوست :
ترجمہ : اثر نعانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Screaming Street' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۷۸۹ بک ، پرل ۔ ایس : دھرتی ماتا :
ترجمہ : ابو سعید قریشی ،
لاھور : ھاشمی بکڈپو انارکلی ، ۱۹۳۰ء

ناول ۔ مشہور امریکی ناول ,گڈ ارتھ، کا ترجمہ ، مصنف کو اس کتاب پر نوبل ادبی انعام ملا ۔ اس ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے رسالہ ,زمانہ، کانپور نے اسے کسانوں کی زمین سے محبت ، ان کی غربت اور مظلومیت کی جیتی جاگتی تصویر قرار دیا تھا ۔ اس ناول کا دوسرا ترجمہ اختر حسین رائے پوری نے کیا تھا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۹۰ بک ، پرل ۔ ایس : پیاری زمین :
ترجمہ : اختر حسین رائے پوری ،
دھلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، س ۔ ن
ص : ۳۳۲

ناول ۔ مشہور امریکی ناول 'Good Earth' کا ترجمہ ، جس
میں چین کی دیہاتی زندگی پیش کی گئی ہے ۔ ایک ترجمہ
ابو سعید قریشی نے بھی کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۹۱ بک ، پرل ۔ ایس : بیٹے :
ترجمہ : احسان علی ، سید ،
لاہور : آئینہ ادب ، ۱۹٦۰ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳)

۷۹۲ بک ، پرل ۔ ایس : نئے پرانے :
ترجمہ : یوسف عباسی ،
لاہور : آئینہ ادب ، طبع اوّل 1958ء
ناول ۔ امریکن ناول کا ترجمہ ۔ طبع دوم ۱۹٦۷ء 'West Wind
'The East Wind, کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

بک ، پرل ۔ ایس :صنم اندر صنم :
۷۹۳ صنم اندر صنم :
ترجمہ : علوی ،
لاہور : اردو اکیڈمی سندھ گنبت روڈ ، س ۔ ن
ص : ۱۸۸
ناول ۔ امریکی ناول 'Our Gods' کا ترجمہ ۔
(حوالہ :۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۷۹۴ بک ، پرل ۔ ایس : شمع فروزاں :
ترجمہ : صادق الخیری ،
کراچی : شہباز بکڈپو کلب ،
ناول ۔ المیہ ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱٦)

۷۹۵ بک ، پرل ۔ ایس : زندگی بھر مسکرائی :

ترجمہ : یوسف ظفر ،
لاہور : مقبول اکیڈمی بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن، س ۔ ن
ناول ۔ امریکی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۷۹۶ بک ، پرل ۔ ایس : امی میں تمہاری ہوں :
ترجمہ : ن ۔ م ۔ راشد ،
لاہور : مکتبہ معین الادب ، س ۔ ن
ناول ۔ امریکی ناول کا ترجمہ ۔ معین الادب کے مالک حزیں کاشمیری کے مطابق درحقیقت یہ ترجمہ یوسف ظفر نے کیا تھا جبکہ ناول راشد کے نام کے ساتھ شائع ہوئی ، محض اس لئے کہ راشد کا نام نمایاں تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۷۹۷ بک ، جان سٹین : دُرِشہوار :
ترجمہ : ممتاز شیریں ،
کراچی : مکتبہ شعور بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن ، ۱۹۵۸ء
ناول ۔ نوبل ادبی انعام ۱۹۶۲ء کے امریکی ناول نگار کے ناول 'The Pearl' کا ترجمہ ۔ ممتاز شیریں نے ستر صفحات کا دیباچہ شامل کتاب کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۷۹۸ بک ، جان سٹین : شکست ناتمام :
ترجمہ : زہرہ سیدین ،
نئی دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۵۸ء
ص : ۱۷۶
ناول ۔ 'The Moon is Down' کا ترجمہ ۔ دوسرا ترجمہ ابن انشاء نے ,شہر پناہ، کے نام سے کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۷۹۹ بک ، جان سٹین : شہر پناہ :
ترجمہ : ابن انشاء ،

لاہور : مکتبہ معین الادب بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ، ۱۹۵۸ء

ناول ۔ 'The Moon is Down' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ زہرہ سیدین نے مکتبہ جامعہ دہلی کے لئے کیا ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

یہ 'The Moon is Down' کا ترجمہ ہے ۔ اس ناول کا منظرنامہ حالتِ جنگ میں یورپ کا ایک شہر ہے ۔ کوئی سا شہر ۔ جس کی وضاحت نہیں کی گئی ۔ اس بے نام شہر پر غنیم قابض ہو چکا ہے لیکن اسے اہل شہر کے دلوں پر فتح حاصل نہیں ہوئی وہ محض در و دیوار پر قابض ہے ۔ اہل شہر نے دلوں میں آزاد رہنے کی جو بے پناہ تڑپ ہے وہی دراصل شہر پناہ ہے ایک ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار جسے کبھی کسی نے محض طاقت کے بل پر سر نہیں کیا ۔

انسانی دِلوں میں موجیں مارتی آزادی کی اُمنگ اس ناول کا خاص موضوع ہے ۔

ابتدائیہ سے نمونہ ملاحظہ ہو :

'پونے گیارہ بجے تک سارا قصہ تمام ہو چکا تھا ۔ شہر پر غنیم قابض ہو گیا تھا ۔ مدافعین مفتوح ہو چکے تھے اور جنگ ختم ۔ حملہ آوروں نے اس چھوٹی سی مہم کے لئے بھی اسی حزم و احتیاط سے تیاری کی تھی جو وہ بڑے معرکوں کے لئے روا رکھتے تھے ۔ اتوار کا دن تھا اور قصبے کا ڈاکیا اور پولیس مین علی الصباح قصبے کے ہر دلعزیز دوکاندار مسٹر کوریل کی کشتی میں مچھلیاں پکڑنے نکل گئے تھے ۔'

جان سٹین بک کو ۱۹۶۲ء میں ادب کا نوبل انعام دیا گیا ۔

۸۰۰ بک ، جان سٹین : آرزو کی کلیاں :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۶/بی ایگل بلڈنگ ، س ۔ ن
ص : ۱۵۹

ناول ۔ ناول کا آغاز ۱۹۱۱ء سے ہوتا ہے ۔ مرکزی کردار ایک کلرک ہے ۔ جنگ عظیم کے اثرات مرتّب ہوتے ہوئے دکھائے گئے ہیں ۔

(حوالہ : ۹)

۸۰۱ بک ، جان سٹین : تارتیلا فلیٹ :
ترجمہ : مظہر انصاری ۔
لاہور : کتاب محل ،
ناول ۔ انگریزی سے امریکن ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۰۲ بل ، لوئی : مغربی دوشیزہ :
ترجمہ : وجیہہ ملک ،
لکھنؤ : ناول پبلشنگ ہاؤس ۔ گوتم بدھ مارگ ، ۱۹۵۴ء
ص : ۲۰۵
ناول ۔ امریکی ناول ، براڈوے اربن ، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۰۳ بلوری آنکھیں :
ترجمہ : رحمت بی ۔ اے
ناول ۔ انگریزی زبان کے ناول ،تھری گلاس آرو، کا ترجمہ ۔ ایک کروڑ پتی اور پادری کی چالبازیوں کے قصے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۸۰۴ بلنو ، لیٹن : قاتل روح :
ترجمہ : غلام محمد انجام فیروز پوری ،
لاہور : بہار بکڈپو ۔ اندرون لوہاری گیٹ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ مترجم تیرتھ رام فیروز پوری کی شاگردی کے دعوے دار ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۸۰۵ بلیک ، نکولس : مقتولہ کی سرگزشت :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'End of Chapter' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۸۰٦ بنت فرعون :
ترجمہ : محمد یعقوب خاں ،
نام مطبع و سنہ ندارد
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۸۰۷ بنجارے :
ترجمہ : نذیر مرزا برلاس :
پشاور : یونیورسٹی بک ایجنسی ،
ناول ۔ روسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۸۰۸ بنیّن ، ایوان : ہلاکو خان :
ترجمہ : نذر صدیقی ،
لاہور : انار کلی کتاب گھر ،
ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۰۹ بوتھبی ، گئی : ڈاکٹر نکولا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ ,اے بڈ فور فور چون، کا ترجمہ ۔ نکولا جادوگر کے کارنامے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ ایک ایڈیشن ادارہ عروج اردو کراچی نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ ۲ ، ۴ ، ۷)

۸۱۰ بوتھبی ، گئی : سنہری ناگن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : فرنٹیر بکڈپو ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۴ء سے قبل

rekhta

شائع ہوئی ۔ ایک ایڈیشن مکتبہ عظمت لاہور
کا بھی ملتا ہے ۔ ,دی کونس لونڈا ، کا
ترجمہ ہے ۔
(حوالہ : ۲، ۷)

۸۱۱ بوتھبی ، گنی : لعل شب چراغ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، ۱۹۲۸ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ,مائی اسٹرینجسٹ کیس، کا
ترجمہ ۔ ایک نوجوان کے قتل کے بارے میں ۔
یہ ترجمہ مکتبہ آغوش لاہور نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۱۲ بوتھبی ، گنی : مصری جادوگر :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری
لاہور : لال برادرس ، ۱۹۳۰ء
ص : ۳۹۸
ناول ۔ انگریزی سے ,فیروز دی اجپشین، کا ترجمہ ۔ ایک
ایڈیشن مکتبہ عظمت لاہور نے بھی شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ۷ ، ۹)

۸۱۳ بوتھبی ، گنی : تلاش اکسیر :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ ۱۹۴۴ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ :۲ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۱۴ بوسۂ صنم :
ترجمہ : رام نرائن ،
لکھنؤ : نولکشور ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

٨١۵ بونوں کی شہزادی :
ترجمہ : سراج الدین احمد :
لاھور : گیلانی بکڈپو ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ١٩۴۴ء سے قبل شائع ھوئی ۔
(حوالہ : ۷)

٨١٦ بھابی :
ترجمہ : رام سروپ کوشل ،
لاھور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

٨١ بہار دانش :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

٨١٨ بیل ، تھیلما : ساحل اور پہاڑ :
ترجمہ : کے ۔ چندرا ،
دھلی : انڈین اکیڈمی نمبر ٢٩ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ٢٠۷
ناول ۔ معاشرتی ناول 'The Two World of Davy Blount' کا ترجمہ ۔ اصل ناول کے مطابق یہ ترجمہ بھی ١۵ ابواب پر مشتمل ہے ۔
(حوالہ : ٩ ، ١١)

٨١٩ بیس عظیم ناول :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاھور : مکتبہ جدید ، ١٩٦١ء
ناولوں کی انتھالوجی ۔ مختلف زبانوں کے عظیم ناولوں کا انتخاب و ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۲۰ بیلانی ، ڈان : وادیٔ مہمات :
ترجمہ : قدیر احمد ،
دھلی : ناز پبلشنگ ھاؤس پہاڑی بھوجلہ دھلی ٦ ، س ۔ ن
ص : ۲۸۸
ناول ۔ پراسرار ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۱۲ بیلانی ، ڈان : خونی گھڑی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Opera House Murders' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۸۲۲ پاسبان :
ترجمہ : ن ۔ ن
کراچی : ماھنامہ ،سی ۔ آئی ۔ اے ، پرویز پبلی کیشنز ، جمشید روڈ ۔ کراچی ۵
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۸۲۳ پچکوڈی ڈے : خونی طوفان :
ترجمہ : شانتی نرائن ،
لاھور : نام مطبع ندارد ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۸۲۴ پراسرار اجنبی :
ترجمہ : ابن صفی ،
لاھور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے کہانی کا پلاٹ مستعار ہے ۔ تفصیل

کے لئے دیکھئے ابن صفی کا دیباچہ .زمین کے
بادل، ۔
(حوالہ : ۲)

۸۲۵ پراسرار جواری :
ترجمہ : صدیق حسن لکھنوی ، مولوی
کراچی : جنرل پبلشنگ ہاؤس،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۸۲٦ پراسرار شادی :
ترجمہ : رحمت بی ۔ اے
ناول ۔ لندن کے ایک جعلی لارڈ کی عیاری سے متعلق ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۸۲۷ پراسرار قتل :
ترجمہ : صابر علی ،
ناول ۔ جاسوسی ناول انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۳)

۸۲۸ پریووس ، ایبے : راہیں شباب کی :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : دفتر رسالہ بیسویں صدی ، ۱۹۵۹ء
ص : ۱۵۲
ناول ۔ رومانی ناول جس میں ایک فرانسیسی لڑکی کے معاشقوں کی داستان ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۸۲۹ پستالوزی ، جوھان ہنرچ : لیونارڈوگر ٹروڈ :
ترجمہ : غلام حسین ،
حیدر آباد دکن : حیدر آباد بکڈپو ، ۱۹۳۷ء
ناول ۔ جرمن اصلاحی ناول ۔ کہا جاتا ہے کہ جرمن قوم کو فکری

سطح پر فرانس کے پنجے سے چھڑانے میں اس کتاب کا بڑا حصہ ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۸۳۰ پسترناک ، بورژس : ڈاکٹر ژواگو :
ترجمہ : یوسف صدیقی ،
کراچی : ٹرانس لکس پبلی کیشنز ، ۱۹۵۸ء
ص : ۶۰۳
ناول ۔ روسی ناول نگار کا اجتماعی زندگی پر طنز ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

انقلاب روس کے پس منظر میں لکھی گئی انفرادی زندگی سے متعلق فکرانگیز کہانی ۔ ڈاکٹر ژواگو اور لارا کے ملنے اور بچھڑنے کے دوران وقت چپکے سے گزر جاتا ہے ۔ ہالی وڈ کی متعدد ایوارڈ جیتنے والی فلم 'Doctor Zhivago' اسی عظیم ناول پر مبنی ہے ۔ فلم کے لئے سکرپٹ رابرٹ بالٹ نے لکھا تھا ۔ فلم ۱۹۶۵ء میں پردۂ سیمیں پر پیش ہوئی ۔ مرکزی اداکاروں میں عمر شریف (مصری اداکار) نے
Yuri Zhivagi
جولی کرسٹی (امریکن اداکارہ) نے Lara
ٹام کورٹینی (ایضاً) نے Pasha
راڈسٹیگر (ایضاً) نے Komarovsky
کے کردار ادا کئے جبکہ دیگر اداکاروں میں ایلک گنس ، گیرالڈائن چپلن اور ریٹاٹوشنگھم نمایاں تھے ۔

۸۳۱ پشکن ، الگزینڈر : کپتان کی بیٹی :
ترجمہ : خدیجہ عظیم ،
ماسکو : بدیشی زبانوں کا اشاعت گھر ، س ۔ ن
ص : ۲۶۳
ناول ۔ روس کے قومی شاعر کے رومانی ناول کا ترجمہ ۔ دوسری بار الجدید المینار مارکیٹ چوک انار کلی لاہور نے شائع کیا ۔ تیسری بار پیپلز پبلشنگ ہاؤس لاہور نے شائع

کیا ۔
The Captains Daughter کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳)

۸۳۲ پکتھال ، محمد مارما ڈیوک : صبح ترکی یا ترکی دوشیزہ :
ترجمہ : اشتیاق حسین قریشی ۔
دھلی : دائرہ علمیہ ادبیہ ، طبع اوّل : ۱۹۳۴ء
ناول ۔ پکتھال سابق ایڈیٹر ،بمبئی کرانیکل ، کا ترک معاشرت سے متعلق ناول ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

۸۳۳ پکتھال ، محمد مارما ڈیوک : جہاد ترکی :
ترجمہ : آغا رفیق بلند شہری ،
دھلی : کارکن مشائخ ، طبع اوّل : ۱۹۲۳ء
ناول ۔ ترک مجاھدین کے سرفروشانہ کارناموں سے پُر ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اسی ناول کا ایک ترجمہ اشتیاق حسین قریشی نے ، صبح ترکی ، کے نام سے کیا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

۸۳۴ پو ، چاؤلی : طوفان :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : ملک اینڈ کو پبلشرز ، اردو بازار ، ۱۹۶۱ء
ص : ۳۶۴
ناول ۔ ۱۹۳۶ء کے شمال مشرقی چین کے کسانوں اور جاگیرداروں کے تصادم کی نقشہ کشی ۔ چینی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۳۵ پورٹر ، ایلیز ۔ ایچ : پولیانا :
ترجمہ : فہمیدہ نیاز احمد ،
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز
ناول ۔ 'Pollyaanna' کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۸۳۶ پول ، آر ۔ ایچ : مصنوعی بیوی :
ترجمہ : عباس حسین لطفی ، مولوی
اورنگ آباد دکن : انجمن ترقی اردو (ہند) ، طبع اوّل : ۱۹۲۷ء
ناول ۔ انگریزی سے 'His Make – Believe Wife' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۸)

۸۳۷ پو لیوائے ، بورژس : چراغ جلتا رہا :
ترجمہ : ظ ۔ انصاری ،
ماسکو : دارالاشاعت ترقی ، س ۔ ن
ناول ۔ روسی زبان سے براہ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۳۸ پونان ، کنگ : اور یانگسی بہتا رہا :
ترجمہ : جلیس عابدی ،
دھلی : نیشنل اکاڈمی ۹ ۔ انصاری مارکیٹ دریا گنج ، ۱۹۶۲ء
ص : ۲۸۰
ناول ۔ چینی ناول میں انقلاب دشمنی کے جذبات کو ابھارا
گیا ہے ۔ 'The River Flows East' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۶)

۸۳۹ پھانسی :
ترجمہ : تسکین ،
لاھور : کتابستان اردو ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۳ سے قبل شائع ھوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۸۴۰ پہاڑوں کی ملکہ :
اخذ و ترجمہ : ابن صفی ،
لاھور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ صرف ایک کردار ،بن مانس ، انگریزی سے مستعار
ہے ۔ کہانی ابنِ صفی کی اپنی ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۸۳۱ پیرس کا غنڈہ :

ترجمہ : احمد رضا ۔

ناول ۔ انگریزی ناول کا ترجمہ جس میں پیرس کے ایک امیر زادے کی عیاشی کے انجام کو دکھایا گیا ہے نیز لندن کی ملکہ الزبتھ کے دربار کی شان و شوکت دکھائی گئی ہے ۔ کتاب ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔

(حوالہ : ۳)

۸۳۲ پیرس کے اسرار :

ترجمہ : ن ۔ ن

لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۳۳ء

فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔

(حوالہ : ۷)

۸۳۳ پیلا ہیرا :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ۔

جاسوسی ناول ۔ 'The Orange-Blue Diamond' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۸۳۴ تاج شاہی حُسن کے قدموں پر :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ۔

لاہور : عالمگیر بک ڈپو ، ۱۹۳۰ء

ناول ۔

(حوالہ : ۷)

۸۳۵ تار عنکبوت :

ترجمہ : مظہرالحق علوی ۔

لکھنؤ : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۲ء

ص : ۶۳۲

ناول ۔ ۳۰ ابواب پر مشتمل ایک اسراری ناول ۔

(حوالہ : ۹)

۸۴۶ ترجمہ رابن سن کروسو :
ترجمہ : حمید احمد انصاری ،
لاهور : ریلیجیس سوسائٹی انارکلی ، س ۔ ن
ناول ۔ (مختصر پمفلٹ) بچوں کے لئے ۔
(حوالہ : ۸)

۸۴۷ تگڑم :
ترجمہ : دوارکا پرشاد افق ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۸۴۸ تورگنیف ، ایوان : نئی پود :
ترجمہ : انتظار حسین ،
لاهور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، ۱۹۵۲ء

ناول ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ انور عظیم نے 'باپ بیٹے' کے نام سے کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۴۹ تورگنیف ، ایوان : باپ بیٹے :
ترجمہ : انور عظیم ،
دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ لیمٹڈ ، ۱۹۵۳ء
ص : ۳۹۹

ناول ۔ ۱۸۶۰ء کے بعد روس میں ابھرنے والی نوجوانوں کی تحریک 'نیل ازم' کے حوالے سے ۔ اس ناول کا اولین اردو ترجمہ انتظار حسین نے 'نئی پود' کے نام سے کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۵۰ تورگنیف ، ایوان : سوادِ شام :
ترجمہ : کمال احمد رضوی ،
لاهور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ،
ص : ۳۷۸

ناول ۔ 'On The Eve' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ رابعہ

۸۵۳ توسوف ، نکولائی : ویتامالیف کی کہانی:
ترجمہ : ن ۔ ن
ماسکو : بدیسی زبانوں کا اشاعت گھر ، س ۔ ن
ص : ۲۶۱
ناول : ۲۱ ابواب پر مشتمل روسی ناول کا براہ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۸۵۴ تین حسن : چینی گاؤں :
ترجمہ : ظ ۔ انصاری ،
بمبئی : کتب پبلشرز لمیٹڈ ، ۱۹۵۰ء
ص : ۳۶۴
ناول : چینی ناول کے انگریزی ترجمے ' Village In Rigus ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۵۵ ٹارزن :
ترجمہ : انور کمال حسینی ،
دہلی : پنجابی پستک بھنڈار ، دریبہ کلاں ، ۱۹۵۶ء
ص : ۲۳۸
ناول : مہماتی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۱)

۸۵۶ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : محبت :
ترجمہ : عبدالرزاق ملیح آبادی ،
کلکتہ : ہند بک ایجنسی ، ۱۹۲۲ء
ص : ۴۰
ناول : روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۵۷ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : آخری راستہ :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ہندی پستک مندر ، س ۔ ن
ناول : روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ، ۱۹۴۳ء سے قبل

rekhta

شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۸۵۸ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : حاجی مراد :
ترجمہ : قیسی رام پوری ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ص : ۳۰۰
ناول : روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اس ناول کا اوّلین اردو ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۵۹ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : حاجی مراد :
ترجمہ : مظفر کاظمی ،
لاہور : مکتبہ شاہکار، ۱۹۷۵ء
ص : ۸۲
ناول : روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اس ناول کا اوّلین اردو ترجمہ اسی نام سے قیسی رام پوری نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۵ ، ۱۱)

۸۶۰ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : اینا کرنیتا :
تلخیص و ترجمہ : ن ۔ ن
الہ آباد : مکتبہ پروین ، س ۔ ن
ص : ۲۰۸
ناول : مشہور زمانہ روسی ناول کی تلخیص و ترجمہ ۔ ۱۹۷۵ء سے قبل شائع ہوا ۔ اس ناول کا اہم ترجمہ انعام الحق نے کیا ہے جو لاہور سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۹)

۸۶۱ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو: ایناکرنینا :
ترجمہ : انعام الحق ،
لاہور : چودھری فضل حق : ۳۲ کمرشل بلڈنگ دی مال ، ۱۹۶۶ء
ص : ۸۷۴

ناول : ۱۸۷۷ء میں مکمل ہونے والے اس عظیم روسی ناول کی ایک تلخیص و ترجمہ مکتبہ پروین الہ آباد سے شائع ہوئی ہے۔ انعام الحق کا ترجمہ دوسری بار فرنٹیر ایکسچینج پریس راول پنڈی (ص ۷۸۳) سے شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

روسی ادیب کی اس عالمگیر شہرت کی حامل ناول پر متعدد فلمیں بن چکی ہیں اور لاتعداد ڈراموں میں اس کی کہانی کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

ناول آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ انعام الحق نے اس ناول کے لکھنے کا سبب بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ

۵ ، جنوری ۱۸۷۲ء وسطی روس میں یاسنکی کے ریلوے سٹیشن پر اینا نامی ایک جوان عورت نے اپنے تئیں مال گاڑی کے نیچے گرا دیا۔ اس کی خود کشی کا سبب اس کے عاشق کی بے وفائی تھی۔ اس روز ارباب اختیار نے اس چھوٹے اسٹیشن سے ملحقہ جھونپڑے میں اینا کا پوسٹ مارٹم کروایا۔ اس دُھوئیں سے بھرے ، نیچی چھت والے جھونپڑے میں پولیس اور ڈاکٹر کے علاوہ ایک گٹھے ہوئے جسم کا آدمی بھی تھا۔' اس کی بھنویں گھنی ، لمبی داڑھی اور ناک چپٹا تھا اور ڈاکٹر کے معائنہ کی ایک ایک تفصیل کو بغور دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں شیشے کی چمک کی مانند روشن ہو رہی تھیں —— یہ شخص کاؤنٹ لیو ٹالسٹائی تھا۔'

لیو ٹالسٹائی ۱۸۷۵ء سے ۱۸۷۷ء تک اینا کرنینا لکھنے میں مشغول رہا۔ ناول میں ہیروئین کا انجام خود کشی کرنے والی اینا سٹیپانو ونا سے بہت حد تک ملتا جلتا ہے۔

ٹالسٹائی اس ناول سے پہلے اپنا عظیم کارنامہ "War And Peace" مکمل کر چکا تھا۔ 'اینا کرنینا' کا ابتدائیہ اسے ایک زمانے تک پریشان کرتا رہا حتیٰ کہ ۱۹ مارچ ۱۸۷۳ء کی ایک شام اس نے اپنے بیٹے کے کمرے میں الگزینڈر پشکن کا ایک ناول پڑا دیکھا۔ حصہ دوم کے اوّلین صفحہ پر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ لکھا تھا :

'جشن کے موقع پر مہمان آنا شروع ہو گئے —'

اور پھر یوں بغیر تمہید کے ٹالسٹائی نے اس ناول کا ابتدائیہ لکھا :

'ایلونسکی کے گھر میں طوفان بپا تھا —'

۱۸۷۷ء میں جب یہ ناول مکمل ہو گیا تو ٹالسٹائی نے اپنی ڈائری میں لکھا :

'میں نے محبت کی اور کسی نے مجھ سے محبت کی ۔ میرے بچے بہت اچھے ہیں ۔ بڑی جاگیر کا مالک ہوں ۔ شہرت ، صحت ، جسمانی اور اخلاقی قوت سے سرفراز ہوں ۔ بلاتکان دس گھنٹے مسلسل کام کر سکتا ہوں ۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یکایک زندگی کی رو جیسے تھم گئی ہے ۔ مجھے کوئی خواہش نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی بالکل فضول ہے ۔ میں ایک گہرے کھڈ کے کنارے آ کر کھڑا ہو گیا ہوں ۔ میرے سامنے موت ہے ۔ میں صحت مند دولت مند ضرور ہوں مگر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں اور زندہ نہیں رہوں گا ۔'

(ترجمہ : انعام الحق)

۸۶۲ ٹالسٹائی ، کاؤنٹ لیو : کزاک :
ترجمہ : ن ۔ ن
ماسکو : بدیسی زبانوں کا اشاعت گھر ،س ۔ ن
ص : ۲۷۷
ناول : قفقاز کی زندگی کے بارے میں روسی ناول کا براہ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۶۳ ٹرانسوال :
ترجمہ : بہاری لال شفق ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۹۰۰ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۸۶۴ ٹوین ، مارک : ایک دریا ایک کہانی :
ترجمہ : آر ۔ کے سکسینہ ،

نئی دھلی : انڈین اکیڈمی نمبر ۲۹ نریندرا پیلس ، ۱۹٦۷ء
ص : ۵۲۸
ناول : امریکن ناول 'Life of The Mississippi' کا ترجمہ طنزیہ ، مزاحیہ و رومانی ناول ، دریا کے حوالے سے ۔
(حوالہ : ۹)

۸٦۵ ٹیگور ، رابندر ناتھ : الجھن :
ترجمہ : یزدانی
دھلی : پنجاب پبلشرز ، س ۔ ن
ص : ۲۴۰
ناول : 'The Wreck' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸٦٦ ٹیگور ، رابندر ناتھ : اندھیرے میں :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : نرائن دت سہگل اینڈ سنز تاجران کتب چوک فتح پوری ، س ۔ ن
ص : ۱۸۴
ناول : ٹھاکرانی کی ھاٹ ، کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۸٦۷ ٹیگور ، رابندر ناتھ : باغبان :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ،
لاھور : دارالاشاعت ، ۱۹۲٦ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔ اس کتاب کا اوّلین ترجمہ شیام سندر منوّر نے اسی نام سے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸٦۸ ٹیگور ، رابندر ناتھ :باغبان :
ترجمہ : شیام سندر منوّر ،
نامِ مطبع و سنہ ندارد ۔

۸٦۹ ٹیگور ، رابندر ناتھ : بغاوت :

ترجمہ ن ۔ ن
امرتسر : بھارت پستک بھنڈار ، ۱۹۴۳ء
ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۸۷۰ ٹیگور ، رابندر ناتھ : پتھریلے راستے :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : آبلو والیہ بکڈپو ۳/۴ سی نیو روہتک روڈ ، س ۔ ن
ص : ۲۰۴
ناول : بنگلہ معاشرتی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۸۷۱ ٹیگور ، رابندر ناتھ : پریم پجاری :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : خاتون کتاب گھر ، ۱۹۴۳ء
ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۸۷۲ ٹیگور ، رابندر ناتھ : جیون پربھات :
ترجمہ : پریم چند ،
امرتسر : بھارت پستک بھنڈار ، س ۔ ن
ص : ۲۳۶
ناول : ٹیگور کے بنگلہ ناول ,جو کھیر والی, کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ یہ ترجمہ مشہور افسانہ نگار پریم چند نے نہیں کیا ۔ یہ ایک غیر معروف پنجابی ادیب ہیں ۔
(حوالہ : ۹)

۸۷۳ ٹیگور ، رابندر ناتھ : دنیا سے دور :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : آبلو والیہ بکڈپو ۔ نیو روہتک روڈ ، س ۔ ن
ص : ۲۷۸
ناول : ٹیگور کے سماجی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔

(حوالہ : ۹)

۸۷۴ ٹیگور ، رابندر ناتھ : راج رشی :
ترجمہ : بالک رام جونڈی دیوی ۔
امرت سر : مکتبہ لال دھرماتھر ٹرسٹ ، س ۔ ن
ص : ۲۰۸
ناول : ٹیگور کے تاریخی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۸۷۵ ٹیگور ، رابندر ناتھ : سنجوگ :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ۱۹۶۲ء
ص : ۳۷۵
ناول : ٹیگور کے مشہور بنگلہ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۸۷۶ ٹیگور ، رابندر ناتھ : شیاما :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ہندوستانی کتاب گھر ، ۱۹۳۱ء
ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۸۷۷ ٹیگور ، رابندر ناتھ : طوفان زندگی :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : کتابستان اردو ، ۱۹۳۳ء
ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۸۷ ٹیگور ، رابندر ناتھ : گورا :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ۱۹۶۲ء
ص : ۶۶۲
ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ٹیگور کے اس

rekhta

طویل ناول میں ذات پات کی تفریق کی مذمت کی گئی ہے۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۸۷۹ ٹیگور ، رابندر ناتھ : کانٹوں کا تاج :
ترجمہ : ایشور چندر دیال ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۹۱۹ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲)

۸۸۰ ٹیگور ، رابندر ناتھ : ماسٹر جی :
ترجمہ : ن ۔ ن
امرتسر : کنول بکڈپو چوک گھنٹہ گھر ، س ۔ ن
ص : ٦٣
ناولٹ : ٹیگور کے بنگلہ ناولٹ کا انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
(حوالہ : ۹ ، ١٦)

۸۸۱ ٹیگور ، رابندر ناتھ : ماہ نو :
ترجمہ : حامداللہ افسر ،
دھلی : کتابخانہ عزیزیہ ، ۱۹۲۳ء
ناول : بنگلہ ناول ، ششو، کا انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۸۸۲ ٹیگور ، رابندر ناتھ : منزل عشق :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : حالی پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن
ص : ۹۵
ناولٹ : ٹیگور کے 'Four Chapters' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۹)

۸۸۳ ٹیگور ، رابندر ناتھ : میرا بچپن :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
سوانحی ناول : بنگلہ زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ۔

(حوالہ : ۷)

۸۸۴ ٹیگور ، رابندر ناتھ : نیا چاند :
ترجمہ : عبدالمجید سالک ، مولانا ،
لاہور : دارالاشاعت ، ۱۹۲۶ء
ناول : بنگلہ ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۸۸۵ ٹیلر، (کرنل)میڈوز : اقبال ٹھگ :
ترجمہ : پرشوتم لال ، پنڈت ،
متھرا : مطبع شیام کاشی ، ۱۸۹۳ء
ناول : 'The Confession of A Thug' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱، ۲)

۸۸۶ ٹیلر ،(کرنل)میڈوز : امیر علی ٹھگ کے کارنامے :
ترجمہ : حسن عابدی جعفری ،
کراچی : کراچی کتابخانہ ، ۱۹۵۰ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۸۸۷ ٹیلر ،(کرنل)میڈوز : سیتا :
ترجمہ : رئیس الزماں خاں ، محمد ،
لکھنؤ : نولکشور ، طبع اوّل : ۱۹۰۱ء
ص : ۳۶۰
ناول : ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے پس منظر میں ۔ رئیس الزماں کا دیباچہ ۱۹۰۱ء کا لکھا ہوا ہے ۔ دوسری بار ۱۹۰۲ء ، تیسری بار ۱۹۱۱ء اور چوتھی بار ۱۹۵۶ء میں طبع ہوا ۔ بعض حوالوں میں ۱۹۰۳ء کے ایڈیشن کا ذکر بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۲، ۹ ، ۱۰، ۱۱)

۸۸۸ ٹیلر ،(کرنل)میڈوز : سیتا :
ترجمہ : پرشوتم لال،

لاہور : کتب خانہ پیسہ اخبار ، س ۔ ن

ناول : ترجمے کے چار ایڈیشن طبع ہوئے ۔ کرنل میڈوز ٹیلر نے عموماً بھارت میں جرائم سے متعلق لکھا ہے ۔

(حوالہ : ۷)

۸۸۹ ٹینی سن ، الفرڈ : سوگوار یاد :

ترجمہ : رحم علی الہاشمی،

علی گڑھ : انجمن ترقی اردو (ہند)،

ص : ۱۱۱

ناول ۔ 'In Memoriam' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۱۴)

۸۹۰ جارئرس ، لیسلی : سرفروش :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

جالندھر : نرائن دت سہگل ،

جاسوسی ناول : انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۴)

۸۹۱ جانسن ، ڈاکٹر : قصّہ راسیلس ولادیتِ حبش کے شہزادے کا :

ترجمہ : محمد میر ، سید ،

نام مطبع ندارد ، ۱۸۳۹ء

ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

۸۹۲ جفا وفا :

ترجمہ : دوارکا پرکاش افق ،

ناول : ۱۷۷۳ء کے ایک سچے واقعہ پر مبنی انگریزی ناول کا ترجمہ ۔ ناول میں ایک باوفا حسینہ اپنا قول نبھاتی ہے ۔ انگریزی سے ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل طبع ہوا ۔

(حوالہ : ۴)

۸۹۳ جلوہ :

ترجمہ : آغا شاعر قزلباش ،

کراچی : س ـ ن
جاسوسی ناول : انگریزی سے آزاد ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۸۹۴ جوانی کے دن :
ترجمہ : تسکین ،
لاہور : کتابستان اردو ، ۱۹۴۴ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۷)

۸۹۵ جور فلک :
ترجمہ : انعام اللہ خاں ،
ناول : کارلائل اور مس کارنیلیا سے متعلق حزینہ ناول ، ایسٹ لن، کا
ترجمہ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۳)

۸۹۶ جوزف ، ہنری : مفرور :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ،
لاہور : مکتبہ خاور چوک مینار بہ اشتراک فرینکلن ، ۱۹۵۹ء
ناول : انگریزی سے ترجمہ۔ اصل ناول 'The Desperate Hours'
امریکہ سے شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۸۹۷ جولیس ، فیوچک : پھانسی کے پھندے :
ترجمہ : ن ـ ن
بمبئی : کتب پبلشرز ، ۱۹۳۹ء
ناول : انگریزی کی معرفت ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۸۹۸ جھیل کے کنارے :
ترجمہ : اشوک پجاری ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ـ نریندرا پیلس ، س ـ ن
ص : ۲۲۲

ناول : رومانی ناول جس میں امریکی دیہات اور مضافات کی رنگین
زندگی پیش کی گئی ہے۔
(حوالہ : ۹)

۸۹۹ جیمز، ہنری : ھمیں چراغ، ھمیں پروانے :
ترجمہ : قرۃ العین حیدر،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن، طبع دوم ۱۹۶۷ء
ص : ۶۰۰
ناول : 'Portrait of A Lady' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ منوہر سہائے نے
,خون تمنا, کے نام سے دو جلدوں میں کیا ہے۔
(حوالہ : ۲، ۱۷)

یہ ناول اپنی تکنیک (شعور کی رو) کے سبب اہمیت رکھتا ہے لیکن یہ ترجمہ قرۃ العین حیدر کے ادبی مرتبے سے کمتر درجے کا ہے۔ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ ہنری جیمز کا نثری اسلوب انتہائی پیچیدہ ہے اور ترجمہ کرتے وقت اردو زبان کے نثری اسالیب ساتھ نہیں دیتے۔ یہ ترجمہ کرنے کی ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ محمد حسن عسکری صاحب کی طرح (سرخ و سیاہ ۔ ستاں دال) نیا نثری اسلوب وضع کرنے کا جتن کیا جائے۔

۹۰۰ جیمز، ہنری : خون تمنا (دو جلدیں) :
ترجمہ : منوہر سہائے،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی نمبر ۲۹ ۔ نریندرا پیلس، س ۔ ن
ص جلد اوّل : ۳۸۰
ص جلد دوم : ۳۸۰
ناول : اٹھائیس ابواب پر مشتمل انگریزی ناول 'The Rortrait of A Lady' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ قرۃ العین حیدر نے ' ھمیں چراغ، ھمیں پروانے ' کے نام سے کیا ہے۔
(حوالہ : ۹)

۹۰۱ حس کارلیٹن : چندر مکھی کی بیل :
ترجمہ : کیول سوری،

نئی دهلی : انڈین اکیڈمی ـ نریندرا پبلس ، ۱۹۶۲ء
ص : ۳۹۴

ناول : اس انگــریـزی ناول میں خدا ، مذهب اور توهم پرستی کو موضوع بنایا گیا ہے ـ
(حواله : ۹)

۹۰۲ ۴۲۰ :

ترجمه : شوکت تهانوی :
لاهور : س ـ ن
جاسوسی ناول ـ انگریزی سے ترجمه ـ
(حواله : ۲)

۹۰۳ چانگ ، (مس)آئی لن : دهان کا کهیت :
ترجمه : شاهد احمد دهلوی ،
کراچی : مکتبه نیا دور ، ۱۹۵۷ء
ص : ۲۷۲

ناول : چینی ناول 'Rice Sprout Song' کا ترجمه ـ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن نوکیتن نئی دهلی نے ۲۲۸ ص میں شائع کیا ـ

پاکســــتــان سے ایک اور ایڈیشن مشتاق بکڈپو کراچی نے شائع کیا ـ

(حواله : ۲ ، ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

اس چینی ناول کا اوّلین انگریزی ترجمه ۱۹۵۵ء میں نیویارک سے شائع هوا ـ ناول میں چینی انقلاب اور معاشرتی زندگی پر اس کے اثرات خصوصی طور پر توجه چاہتے ہیں ـ اس ترجمه کے ذریعه شاهد احمد دهلوی نے ۱۹۵۷ء میں کرداری سطح پر الجهی هوئی نفسیات کو پہلی بار اردو میں متعارف کروایا ـ شاهد احمد دهلوی نے کرداروں کے نام تک ترجمه کر دئیے ہیں مثلاً زربیخ ، عطر چاندی اور زرگل چند اهم کرداروں کے نام ہیں ـ

۹۰۴ چانگ ، (مس)ـ ائی لن : تنگی دنیا :
ترجمه : اشرف صبوحی ،

ربِ لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحب: +92- 334 0120123

کراچی : کتاب خانہ علم و ادب ،
ناول : چینی زبان سے ترجمہ ۔ دوسری بار مکتبہ میری لائبریری لاہور نے "ننگی دھرتی" کے نام سے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲، ۱۰، ۱۱)

۹۰۵ چٹان :
ترجمہ : مسعود جاوید ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، س ۔ ن
ص : ۳۲۸
ناول : چین سے متعلق انگریزی ناول "ڈریگن سیڈ" کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۹۰۶ جرخوف ، یوجین : سحر ہونے تک :
ترجمہ : ابن انشا،
لاہور : طبع اوّل : ۱۹۵۸ء سے قبل شائع ہوا ۔
ناول : دوسرا ایڈیشن لاہور اکیڈمی نے ۱۹۵۸ء میں "مجبور" کے نام سے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲)

۹۰۷ چرخوف ، یوجین : مجبور :
ترجمہ : ابن انشاء ،
لاہور : لاہور اکیڈمی ، طبع دوم ۱۹۵۸ء
ص : ۱۲۸
ناول : آپ بیتی کے انداز میں ایک بے قرار روح کی کہانی ۔ ۱۹۵۸ء سے قبل بہی ترجمہ "سحر ہونے تک" کے نام سے شائع ہوا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۰۸ چشم نم :
ترجمہ : اکرام جاوید ،
حیدر آباد دکن : پیکر پبلی کیشنز ریڈہلز ، س ۔ ن
ص : ۱۷۵
ناول : فرانسیسی سماجی ناول 'A Love Affair' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۹)

چکنے چکنے پات : ۹۰۹
ترجمہ : بال کرشن ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۲۹ ۔ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ۳۱۸
ناول : ایک جرأت مند ، مُہم جُو لڑکے کی حکایت جو امریکی جوان نسل کا نمائندہ کردار ہے ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

چمکتا ستارہ : ۹۱۰
ترجمہ : جمنا داس ،
امرتسر : پریم کٹیا ، س ۔ ن
ناول :
(حوالہ : ۷)

چنگیز ، اعتماتوف : ماں کی کھیتی : ۹۱۱
ترجمہ : قرۃ العین حیدر ،
دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۶۶ء
ص : ۱۳۲
ناول : روسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ کھیتی ایک ایسی باہمت عورت ہے جو ساری مشکلات کا تن تنہا مقابلہ کرتی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

چور سینہ زور : ۹۱۲
ترجمہ : خان احمد حسین خاں،
لاہور : گلاب چند کپور چند ، ۱۹۳۳ء
جاسوسی ناول :
(حوالہ : ۷)

چینی ، پیٹر : کالے چہرے : ۹۱۳
ترجمہ : مظہر انصاری ،
لاہور : کتاب نما ۔ چوک انارکلی ، س ۔ ن

rekhta

جاسوسی ناول : 'Black Faces' کا ترجمہ ۔ قدم قدم پر گولیوں کی بوچھاڑ ، مار پیٹ اور لاشوں کے ڈھیر ۔ ایسے میں ایجنٹ لیمی کاشن اپنے مشن پر دکھائی دیتا ہے ۔ حسین ، حرافہ عورتیں پیٹر چینی کی عمدہ کردار نگاری کا ثبوت ہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۹۱۴ حسن کا جادو :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
دھلی : کتابستان ۔ کوئنز روڈ ، س ۔ ن
ص : ۱۷۵
ناول : اسراری ناول جس میں ایک عورت کے معاشقے بیان کئے گئے ہیں ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۱)

۹۱۵ حق بحقدار :
ترجمہ : عبدالغفور ،
دھلی : خادم التعلیم پریس ، ۱۹۲۳ء
ناول :
(حوالہ : ۷)

۹۱۶ حیرت انگیز ڈاکے :
ترجمہ : میر بسمل ، سید
نام مطبع ندارد ، ۱۹۱۳ء
جاسوسی ناول :
(حوالہ : ۷)

۹۱۷ خالدہ ادیب خانم : ربیعہ :
ترجمہ : شبلی ایم ۔ کام ،
لاھور : سنگ میل پبلی کیشنز ،
ص : ۴۰۰
ناول : انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۱۸ خوفناک قبیلہ :

ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ۔
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۱ء
ص : ۳۵۰
ناول : افریقہ کے بعض قبائل کی زندگی کے حوالے سے اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۹۱۹ خوفناک ہنگامہ :

اخذ و ترجمہ : ابن صفی ۔
لاہور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول : اس ناول کا صرف ایک کردار پروفیسر درّانی انگریزی سے مستعار ہے ۔ کہانی ابن صفی کی ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۹۲۰ خواب فراموش :

ترجمہ : رزم اناوی ،
ناول : انگریزی ناول کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۹۲۱ خونی انتقام :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ۔
دھلی : کتابستان ۔ کوئنز روڈ ، س ۔ ن
ص : ۱۷۶
ناول : اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۹۲۲ خونی پتھر :

اخذ و ترجمہ : ابن صفی ۔
لاہور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول : انگریزی سے پلاٹ مستعار ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۹۲۳ خونی سازش :
ترجمہ عذرا انصاری ،
کراچی : انور پبلشرز ، نکل روڈ ،
جاسوسی ناول : اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۹۲۴ خونی وکیل :
ترجمہ : وحید الحق ،
ناول : انگریزی سے 'بینڈ اینڈنگ' کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۹۲۵ خیالی پلاؤ :
ترجمہ : قرۃ العین حیدر ،
دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ لمیٹڈ ، ۱۹۶۷ء
ص : ۱۴۱
ناول : حقیقت پسندانہ روسی ناول کا ترجمہ ، انگریزی کی معرفت ۔
(حوالہ : ۹)

۹۲۶ ڈیلگلیش ، ایلس : سارہ کی بہادری :
ترجمہ : انتظار حسین ،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مُوسسۂ فرینکلن نیویارک ،
ص : ۶۴
ناول ۔ (باتصویر ۔ بچوں کے لئے) آٹھ سالہ لڑکی جو ریڈ انڈین وحشیوں کے ہتھے چڑھ گئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۹۲۷ طاعوت :
ترجمہ : مسعود جاوید ،
لکھنؤ : کتابی دنیا ۔ نظیر آباد ، س ۔ ن
ص : ۶۰۷
ناول : انگریزی ناول 'دی ڈے ول رائٹس آؤٹ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۹۲۸ طرحدار بنگالن :
ترجمہ : خنجر ، مرزا فدا علی ،
لکھنؤ : بہارگو اسکول : ۱۹۳۳ء
ناول :
(حوالہ : ۷)

۹۲۹ طلسمی آئینہ :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، س ۔ ن
ص : ۱۹۱
ناول : اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۹۳۰ طوفان بہار :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : رسالہ بیسویں صدی ، س ۔ ن
ص : ۲۳۲
ناول : معاشرتی ناول ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲ ، ۱۶)

۹۳۱ ظلِ ہما :
ترجمہ : ن ۔ ن
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، س ۔ ن
ناول ۔ فرانسیسی ناول کے انگریزی روپ 'کونٹ آف مانٹے کرسٹو' کا ترجمہ ۔ ناول میں نپولین کی زندگی اور فتوحات کو پس منظر بنایا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۹۳۲ عالم اسفل :
ترجمہ : ن ۔ ن
لکھنؤ : مکتبہ کلیان ، س ۔ ن
ص : ۳۹۱
ناول : اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ و تلخیص ۔

(حوالہ : ۹)

۹۳۳ عالم گم گشتہ :

ترجمہ : ن ۔ ن

لکھنؤ : نسیم بکڈپو ،لاٹوش روڈ ، س ۔ ن

ص : ۲۹۵

ناول : رومانی ناول جس میں سائنسی دنیا کے عجیب و غریب واقعات کو جگہ دی گئی ہے ۔

(حوالہ : ۹)

۹۳۴ دالیسی ، لیو: ابن حور :

ترجمہ : ن ۔ ن

لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز لوہاری گیٹ ، س ۔ ن

ناول : اس ناول پر مبنی ہالی وڈ کی فیچر فلم میں ایمن نوبرد نے ابن حور اور فرانسس ایکس بشن مین نے مرکزی کردار ادا کئے ۔

(حوالہ : ۲)

۹۳۵ درس عشق :

ترجمہ : مرزا خاں دہلوی ،

جاسوسی ناول : انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

۹۳۶ دوستوفسکی ، فیورر : ذلتوں کے مارے لوگ :

ترجمہ : ن ۔ ن

ماسکو : دارالاشاعت ترقی ،

ناول : روسی زبان سے براہِ راست ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۳۷ دوستو فسکی ، فیورر : بے چارے لوگ :

ترجمہ : ن ۔ ن

ماسکو : بدیسی زبانوں کا اشاعت گھر ، س ۔ ن

ص : ۳۴۰

ناول : روسی زبان سے براہِ راست ترجمہ ۔ مفلوک الحال لوگوں کی

کہانی ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۹۳۸ دوستوفسکی ، فیودر : جواری :
ترجمہ : قاسم محمود ، سید ،
لاہور : مکتبہ جدید ، طبع اوّل ۱۹۵۷ء
ص : ۲۲۸
ناول : روسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)
ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو :

'مجھے یاد ہے کہ وہ اپنی نشست سے معمولی بھی جنبش کیے یا وضع تبدیل کیے بغیر میرے چہرے کو برابر تک رہی تھی ۔

نوٹوں کی آخری گڈی میز پر ڈالتے ہوئے میں نے ذرا زور سے کہا ۔ 'پورے دو لاکھ فرانک جیتے ہیں میں نے ۔'

نوٹوں کی گڈیوں اور طلائی سکوں کا ایک ڈھیر میز پر پڑا تھا ۔ میں کوشش کے باوجود اپنی نگاہیں اس ڈھیر سے نہ ہٹا سکا ۔ اپنی جیتی ہوئی دولت دیکھنے میں اس قدر محو تھا کہ چند لمحات کے لئے تو میں پالینا کو بھی بھول گیا ۔ اچانک پتا نہیں مجھے کیا ہوا ، میں بنک کے نوٹ ترتیب سے رکھنے لگا اور سکے ایک جگہہ جمع کر کے چھوٹی چھوٹی ڈھیریوں میں جمانے لگا ۔'

باب ۱۵ کا ابتدائیہ

۹۳۹ دوستوفسکی ، فیودر : ریت کا محل :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دہلی : آہلووالیہ بکڈپو ۔ قرول باغ ، س ۔ ن
ص : ۲۲۴
ناول ۔ روسی ناول ،جرم و سزا، کی تلخیص و ترجمہ ۔ کرداروں کو ہندوستانی ماحول میں ڈھال دیا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۹۴۰ دستو فسکی ، فیودر : جرم و سزا :

ترجمہ : کمال احمد رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
ناول : روسی ناول 'Crime & Punishment' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱)

۹۳۱ دلیر مجرم :
اخذ و ترجمہ : ابن صفی ،
لاہور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، طبع اول ۱۹۵۲ء
جاسوسی ناول : جرمن زبان کے جاسوسی ناول کا آزاد ترجمہ ۔
مقامات اور تفصیل میں رد و بدل کر دیا گیا ہے ۔
اس کہانی کو انگریزی میں بھی پیٹرشینی اور وکٹرگن نے لکھا تھا ۔ ہندی ناول .قیامت کی رات، بھی اسی کہانی پر مبنی ہے ۔ ابن صفی نے اس ترجمے کے ذریعے پہلی بار حمید اور فریدی کے کردار متعارف کروائے ۔
(حوالہ : ۲)

۹۳۲ دو بجلیاں :
ترجمہ : عبدالجبار ،
دھلی : نو بہار بکڈپو ، س ۔ ن
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۴ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۹۳۳ دو رنگی چال :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نامی پریس ، س ۔ ن
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۴ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۹۳۴ ڈرائیڈن ، جان : کلیوپیٹرا :
ترجمہ : محسن احسان ،
پشاور : یونیورسٹی بک ایجنسی ،
'All for Love' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۳)

۹۳۵ ڈکنز ، چارلس : دو شہروں کی کہانی :
ترجمہ : فضل الرحمٰن ،
دہلی : پبلی کیشنز ڈویژن ۔ منسٹری آف انفارمیشن حکومت ہند ، ۱۹۶۱ء
ص : ۶۳۷
ناول : مشہور زمانہ ناول 'A Tale of Two Cities' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۹۳۶ ڈکنز ، چارلس : شعلہ زار :
ترجمہ : خان احمد حسین خاں ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ ، س ۔ ن
ص : ۲۰۹
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۶)

۹۳۷ ڈنگ ، کلفورڈ : جنگل میں لاش :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : مکتبہ آغوش ،
جاسوسی ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۹۳۸ ڈوما ، الگزینڈر : تیغ زن (دو جلدیں) :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۶ء
ص جلد اوّل : ۵۹۲
ص جلد دوم : ۶۳۳
ناول : ۶۷ ابواب پر مشتمل ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۹۳۹ ڈوما ، الگزینڈر : وطن پرست :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، ۱۹۲۲ء

ناول : ‘ایجنٹس ڈاٹر’ کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۵۰ ڈونل ، پیٹر ۔ او : شیطانی منصوبہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Sabre Tooth' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۵۱ ڈے ، بریٹ ہال : خونی ڈائری :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول : اردو ترجمہ ، ۱۹۶۲ سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۹۵۲ ڈے ، کلئیرنس : ذات گرامی :
ترجمہ : جاوید شاہین ،
لاہور : انونیکو پبلشرز ۲٦ مال روڈ ، ۱۹۵۸ء
ص : ۲۲۴
ناول : مزاحیہ ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲، ۱٦)

اس ناول کا مرکزی کردار ‘والد صاحب’ ایک بین الاقوامی شہری ہے جو ہر زمانے اور ہر عہد میں موجود رہا ہے ۔ اس نوع کے کردار کا اوّلین تعارف منشی سجاد حسین نے حاجی بغلول کی صورت کروایا تھا اور اس نوع کا آخری کردار امتیاز علی تاج نے ‘چچا چھکن’ کے نام سے تخلیق کیا ۔

‘والد صاحب’ ایٹمی دور کے نیو یارک، ماسکو یا شکاگو میں ہی نہیں رہتے ہمارے ہاں کے پچاس فیصد گھرانوں کا لازمہ ہیں ۔ اس ناول میں وہ اونچی فیلٹ کیپ پہنتے ہیں ۔ پیدل چلتے ہیں اور چھڑی ہاتھ میں سجاتے ہیں ۔ جدید آلات تشخیص سے انہیں چڑ ہے ۔ بے فکر ، بے باک ، بد مزاج اور ضدی ہونے کے ساتھ ساتھ دل کے بڑے سادہ،

مہربان اور شفیق بھی ہیں ۔ ان کی مضحکہ خیز حرکات سے نہ تو کسی کی تضحیک ہوتی ہے اور نہ خود ان کی ۔ جاوید شاہین نے 'ذات گرامی' کو ترجمہ کر کے ہمارے مزاح نگاروں کے لئے ایک ایسے میدان کی نشاندھی کی ہے جہاں پاسِ ادب کا دامن ھاتھ سے نہ چھوڑتے ہوئے بے ضرر مزاح کے خزینے ہم اپنے ھاں سے دریافت کر سکتے ہیں ۔

۹۵۳ ڈیویز ، ارنسٹ : نولکھا ھار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
'The Windows Necklace' کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
یہ ترجمہ نیشنل لٹریچر کمپنی دھلی نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۱۱)

۹۵۴ باربرٹس ، کینتھ : بادبان :
ترجمہ : قاسم محمود ، سید
لاھور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، ۱۹۶۰ء
ص : ۳۷۲
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳)

۹۵۵ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : غبن کا کیس :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ.
جاسوسی ناول 'Dead Heat' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۵۶ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : قیدی حسینہ :
ترجمہ : مسلم رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'The Case of the Vanishing Beauty' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۵۷ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : قاتل کا اغوا :

ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Slab Happy' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۵۸ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : گمشدہ عورت :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Find The Woman' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۵۹ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : مصنوعی خود کشی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راول پنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'The Cockeyed Corpse' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۰ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : مجرم قانون :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Too Many Crooks' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۱ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : نشے کا دھندا :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Dig That Crazy Grave' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۲ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : وطن کے غدّار :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ۔
راول پنڈی : کامران سیریز، کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'The Trojen Hearse' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۹۶۳ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : سنگدل مجرم :
ترجمہ : مسلم رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Over Her Dead Body' نا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۴ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : حادثوں کا چکّر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'The Scrambled Yeggs' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۵ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : خونی دستاویز :
ترجمہ : مسلم رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Darling It is Death' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۶ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : بوتل کا جن :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز ، کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Patteron For Panic' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۷ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : بے باک قاتل :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Lie Down Killer' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۸ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : پراسرار جزیرہ :
ترجمہ : مسلم رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Dead Man's Walk' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۶۹ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : تالاب میں لاش :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول : 'Way of a Wanton' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۷۰ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : جنت میں شیطان :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Kill Me Tomorrow' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۷۱ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : جوکر :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'Kill The Clown' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۷۲ راتھر ، رچرڈ ۔ ایس : جاسوس جج :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'The Kubla Khan Caper' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۷۳ راز عشق :
ترجمہ : ایڈیٹر اودھ ریویو ، لکھنؤ ،
لکھنؤ : نولکشور بریس ، طبع اول : ۱۹۱۷ء

ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۴)

۹۷۴ راسکو ، مانک : موت کی نیند :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول : 'One Tear For' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۹۷۵ رالفگز ، مارجوری کنن : بروا :
ترجمہ : محمد صادق ، ڈاکٹر ،
لاہور : تخلیق مرکز ، س ۔ ن
ص : ۳۱۶
ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۷۶ رائس ، کریگ : ڈھائی لاکھ :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۱ء
ص : ۲۸۸
ناول ۔ 'The Sunday Pigeon Murders' کا ترجمہ ۔ اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۹۷۷ رچی ، ریٹا : چنگیز خاں کے سنہری شاہین :
ترجمہ : اشفاق احمد ،
لاہور : مکتبہ معین الادب بہ اشتراک موسسہ فرینکلن ، ۱۹۶۰ء
ناول : 'The Golden Hawks of Genghis' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۹۷۸ رسل ، ڈبلیو کلارک : ستم ہوشربا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول : 'از بی دی مین' ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

rekhta

(حوالہ : ۴ ، ۷)

۹۷۹ رسل ، ہیرلڈ و روزن ، وکٹر : عزمِ جواں :
ترجمہ : راج نرائن ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۔ ریگل بلڈنگ ، ۱۹۵۷ء
ص : ۱۱۵
ناولٹ : دو مصنفین کی مشترکہ پیشکش کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۹۸۰ رشیدوف : جیالے :
ترجمہ : ن ۔ ن
ماسکو : بدیسی زبانوں کا اشاعت گھر ، ۱۹۴۹ء
ص : ۳۵۵
ناول : ازبکستان کے نئے اشتراکی معاشرے سے متعلق روسی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۹۸۱ رقاصہ کا قتل :
اخذ و ترجمہ : ابن صفی ،
لاہور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول : انگریزی ناول سے مستعار ۔
(حوالہ : ۲)

۹۸۲ رکٹر ، کونرڈ : گھاس کا سمندر :
ترجمہ : قاسم محمود، سید
لاہور : شیش محل کتاب گھر بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن ، ۱۹۶۰ء
ناول : 'The Sea of Grass' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۹۸۳ رکٹر ، کونرڈ : شجر :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : ہوم لائبریری پبلی کیشنز اردو بازار ، س ۔ ن
ناول : امریکی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

کونرڈ رکٹر پینسلوانیا امریکہ کے ناول نگار۔ جو صحافی سے ناول نگار بنے۔ وہ ایک زمانے تک ایک ایسے اخبار سے متعلق رہے جو جانسن ٹاؤن پنسلوانیا (امریکہ) سے شائع ہوتا تھا۔ اس اخبار سے متعلق رہنے کا تجربہ ان کے ناولوں میں بولتا ہے۔

'شجر' کونرڈ رکٹر کا اولین ناول تھا جبکہ اس کے بعد انہوں نے 'کھیت' اور 'شہر' کے ناموں سے دو عظیم ناول لکھے۔

'شجر' میں شمالی اور وسطی پنسلوانیا کے پہاڑی لہجے کو انہوں نے جوں کا توں گرفت میں لینے کا جتن کیا ہے۔ یہ ناول ان ابتدائی آباد کاروں کی طرزِ معاشرت اور عادات و اطوار سے متعارف کرواتا ہے، جو پنسلوانیا کی ریاست میں سب سے پہلے وارد ہوئے۔ ابتدائیہ سے ایک سطر ملاحظہ ہو:

'وہ جھومتے جھامتے جا رہے تھے۔ یہ کنبہ یوں جنگل میں چلا جا رہا تھا جیسے لوگ سمندر عبور کرتے ہیں۔'

٩٨٤ روز، انا پیرٹ: شریف گھر:
ترجمہ: ن۔ ن
نئی دھلی: سینجھ بک سینٹر، ١٩٥٠ء

ص: ٢٠٨
ناول۔ امریکی ناول 'The Gentle House' کا ترجمہ۔
ناول کا موضوع و مقصد کمیونزم اور اشتراکیت کی مذمت اور امریکی پالیسی کی حمایت ہے۔
(حوالہ: ٩)

٩٨٥ روز، سی۔ ایف: جوش محبت:
ترجمہ: مظہر الحق علوی،
لکھنؤ: نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، ١٩٦١ء
ناول: فرانسیسی ناول کا ترجمہ۔ اس ناول میں کوہ آلپس کے

گردونواح میں رہنے والے بھولے بھالے لوگوں کی کہانی پیش کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ٩ ، ١٦)

٩٨٦ روھمر ، سیکس : فومانچو کی تلاش :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول : اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢)

٩٨٧ روھمر ، سیکس : سنہری بچّھو :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ ، دی گولڈن اسکورپین ، کا ترجمہ ۔ ایک ایسے شخص کی داستان جو اس دنیا کے نظام کو ناکارہ تصوّر کر کے تبدیلی لانا چاہتا ہے ۔ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٣)

٩٨٨ روھمر ، سیکس : ڈاکٹر فومانچو :
ترجمہ : کشن چند ماتھر ،
دھلی : رتن اینڈ کو بک سیلرز ۔ دریبہ کلاں ، س ۔ ن
ص : ٣١٧
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٩)

٩٨٩ روھمر ، سیکس : ڈاکٹر فومانچو :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : دین محمدی پریس ، ١٩٤٤ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ ایک ترجمہ کشن چند ماتھر کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ٧)

٩٩٠ روھمر ، سیکس : گوریلا انسان :

ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Moon is Red' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

٩٩١ روھمر ، سیکس ، ھائی لیڈی :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Nude in Mink' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

٩٩٢ ریزن ہوشربا :
ترجمہ : خنجر ، مرزا فدا علی ،
لاھور : جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٧)

٩٩٣ ریمارک ، ایرک میریا : محاذ خاموش ہے :
ترجمہ : احسن طاہر ،
لاھور ، مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، س ۔ ن
ناول ۔ 'All Quite on The Western Front' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

اس ناول کا شمار ٢٠ ویں صدی کے مقبول ترین ناولوں میں ہوتا ہے ۔ ریمارک فرانسیسی نژاد تھا لیکن اس کے اجداد انقلابِ فرانس کے دوران میں جرمنی میں آباد ہو گئے تھے ۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران اُس کی عمر بہ مشکل اٹھارہ برس کی ہو گی جب اس نے اسکول کی تعلیم چھوڑ کر مغرب کے محاذ پر لڑنے کو ترجیح دی ۔ اس کی متلون مزاجی نے اسے نہ تو پوری طرح موسیقار بننے دیا اور نہ ہی ڈرامہ نگار اور صحافی ۔ یہاں تک کہ اس نے 'All Quite on The Western Front' کے نام سے ناول لکھ مارا ۔

اس ناول میں ناول کی صنف کے تکنیکی تقاضے پورے نہیں کئے گئے اور صرف یادداشتوں کے سہارے مختلف ابواب کو ایک تسلسل

میں جوڑا گیا ہے پھر بھی یہ ناول اپنے تاثر کی شدت کے اعتبار سے صفِ اول میں شمار ہوا ۔

اس ناول میں جنگ کی ہولناکیوں کے مناظر محسوس کرنے کی چیز بن گئے ہیں ۔ انسانیت کی پسپائی اور جذباتی رشتوں کی شکست و ریخت ناول کا موضوع ہیں ۔

اجڑے ہوئے شہر اور تباہ شدہ صنعتی مراکز تو تعمیر ہو ہی جاتے ہیں لیکن وہ خلا مدتوں پُر نہیں ہوتا جو روح پر گھاؤ لگنے سے پیدا ہوا تھا ۔

٩٩۴ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : اسرار (٢ جلدیں) :
ترجمہ : صدیق احمد ،
لکھنؤ : نگار بک ایجنسی ، ١٩٢١ء

ناول ۔ ،نیکرو مینسر، کا انگریزی سے ترجمہ ۔ اس ترجمے کو لال برادرس لاہور نے بھی شائع کیا تھا ۔ ایک ایڈیشن منروا کمپنی لکھنؤ کا بھی ملتا ہے جو ١٩٢٣ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ١ ، ٢)

٩٩٥ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : اسرارِ حرم :
ترجمہ : منشی احمد الدین ،
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٠ ، ١١)

٩٩٦ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : باپ کا قاتل :
ترجمہ : شمیم بلہوری ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ناول : ایک نوجوان کی گناہ آلود زندگی کی کہانی ، ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ 'پیراسائٹ' کا انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۴)

۹۹۷ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : پاداش عمل (۵ جلدیں)
ترجمہ : صدیق حسن لکھنوی ، مولوی
لاہور : لال برادرس ،
جاسوسی ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔ صدیق حسن صاحب مولانا عبدالحلیم شرر کے فرزند ہیں ۔
(حوالہ : ۱۱ ، ۱۳ ، ۱٦)

۹۹۸ رینالڈس ، جارج ایم ۔ ڈبلیو : پراسرار مکان :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
انبالہ چھاؤنی : لکشمی دیوناگہ اینڈ سنز ۔ سبزی منڈی ، ۱۹۳۹ء
ص : ۱۱۵
ناول ۔ نیم اسراری سماجی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۹۹۹ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : جنت الفردوس :
ترجمہ : جے نرائن ورما ،
ناول ۔ تاریخی حوالوں کے ساتھ عشق اور جانبازی کے قصے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۰۰۰ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : جھیل کی معشوقہ :
ترجمہ : لالہ دینا ناتھ ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
'Fisher Man' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۰۰۱ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : چاک گریباں :
ترجمہ : بابو پرشاد ، منشی
مراد آباد : ناول بک ایجنسی ، ۱۸۹٦ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

١٠٠٢ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : حرم سرا (دو جلدیں) :
ترجمہ : ریاض خیر آبادی ،
ناول ۔ ، لانٹ آف دی حرم ، کا ترجمہ سلاطین قسطنطنیہ کے حرم سرا کے حالات ہیں ۔ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

١٠٠٣ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : حسرت وصل :
ترجمہ : خورشید حسن بجنوری ، شیخ ،
لاہور : لال برادرس ،
ص : ١١۴
رومانی و اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ، ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴ ، ١٣ ، ١٦)

١٠٠۴ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : خوبیٔ قسمت :
ترجمہ : عبدالحلیم شرر ،
لاہور : گیلانی الیکٹرک پریس ، س ۔ ن
ناول ۔ 'May Madilton' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١ ، ٢)

١٠٠٥ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : خونی تلوار (دو جلدیں)
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، ١٩٢٣ء
جاسوسی ناول ۔ ،میسیکر آف گلینکو، کا ترجمہ ۔ ایک ایڈیشن مکتبہ عظمت لاہور نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

١٠٠٦ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : دربار پیرس کے اسرار :
ترجمہ : غلام قادر فصیح ،
لاہور : لالہ رام داس ،
ناول ۔ ، مسٹریز آف دی کورٹ آف پیرس ، کا ترجمہ ، ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

١٠٠٧ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : دھوکہ یا طلسمی فانوس :
ترجمہ : سجاد حسین ، منشی
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ ،ماسٹر ٹموتھیز بک کیس ، کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١٠٠٨ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : روز المبرٹ :

ترجمہ : امیر حسن کاکوروی ،
لکھنؤ : نولکشور ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ٩ ، ١٣)

١٠٠٩ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : روز المبرٹ :
ترجمہ : ن ۔ ن

لاہور : بھارگو اسکول ، ١٩٣٣ء
ناول ۔
(حوالہ : ٧)

١٠١٠ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : روز المبرٹ (خورد) :
تلخیص و ترجمہ : جے نرائن ورما و اثر لکھنوی ،
لکھنؤ : نولکشور ، ١٩٢٠ء

ناول ۔ ایک پادری کی بدطنت بیٹی کی داستان حیات جسے مجبوراً حسن فروشی کرنا پڑی ۔ یرجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ مرزا حیرت دہلوی نے بھی کیا تھا ، وہ ترجمہ بھی ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہو چکا ۔ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن لال برادرس لاہور نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ١ ، ٢ ، ٣)

rekhta

۱۰۱۱. رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : روز المبرٹ (کلاں) :
ترجمہ : جے نرائن ورما و اثر لکھنوی ،
لکھنؤ : نولکشور ، ۱۹۲۰ء

اول ۔ ایک پادری کی بدطینت لڑکی کی داستانِ حیات ۔ یہ ترجمہ مکمل ناول کا احاطہ کرتا ہے ۔ اس کتاب کی تلخیص بھی شائع ہو چکی ہے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن لال برادرس لاہور نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۳)

۱۰۱۲ ینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : رزو المبرٹ (دو جلدیں) :

ترجمہ : مرزا حیرت دھلوی ،
لکھنؤ : مطبع نولکشور ، س ۔ ن
ناول ۔ پادری کی حسن فروش لڑکی کے سیاہ کارنامے ۔ عبرت آمیز کہانی ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔ اس ناول کا ایک

ترجمہ جے نرائن ورما نے بھی کیا تھا ۔
(حوالہ : ۳)

۱۰۱۳ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم :
سپاہی کی دلہن :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ 'Soldiers Wife' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳)

۱۰۱۴ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : سرگزشت (چار جلدیں) :
ترجمہ : نوازش علی خاں لاہوری ، منشی
لاہور : لال برادرس ،
ناول ۔ ،میری پرانس، کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴)

۱۰۱۵ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : شاد کام :
ترجمہ : امجد حسین ، منشی ،
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۱۰۱٦ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : شام جوانی (۲ جلدیں) :
ترجمہ : نوبت رائے نظر لکھنوی ،
لکھنؤ : نولکشور ، ۱۹۲٦ء
ناول ۔ اسراری و رومانی ناول کا ترجمہ ۔ طبع دوم : ۱۹۳۸ء ایک ایڈیشن لال برادرس لاہور کا بھی ملتا ہے ۔
'The Young Witches' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۴ ، ۷)

۱۰۱۷ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : شام غربت :
ترجمہ : انبالداس ،
لاہور : جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۴ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰۱۸ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : شام غربت :
ترجمہ : کرامت اللہ امرتسری ،
لاہور : لال برادرس ،
ص : ۴۳۹
اسراری ناول ۔ "پوپ جان" کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۴ ، ۱٦)

۱۰۱۹ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : شکستہ دل :
ترجمہ : کمار ، بی ۔ ایم ،
لاہور : لال برادرس ، پارسنز روڈ نولکھا ،
ص : ۱۳٦
اسراری ناول ۔ "مے مڈلٹن" کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۳ ، ۱۴)

۱۰۲۰ رینالڈس ،جارج ولیم ۔ ایم : طلسمی فانوس یا دھوکہ :
ترجمہ : سجاد حسین ، منشی
لکھنؤ : نولکشور پریس ، طبع اوّل : ۱۹۲۵ء
ناول ۔ ایڈیٹر ،اودھ پنچ، لکھنؤ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷ ، ۸)

۱۰۲۱ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : عمر پاشا فاتح کریمیا (چار جلدیں) :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : حمیدیہ پریس ، ۱۹۰۲ء
تاریخی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ غالباً یہ ترجمہ انشاءاللہ خاں کا ہے ۔ لال برادرس لاھور نے ایک نامکمل ترجمہ احمد الدین کا بھی شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۰۲۲ رینالڈس ، جارج ۔ ڈبلیو : عمر پاشا فاتح کریمیا (چار جلدیں) :
ترجمہ : انشاء اللہ خاں ،
لاہور : ایشیاء بک ڈپو خاک خانۂ وطن ، ۱۹۳۲ء
ناول ۔ جنگ دریائے دینوپ و محاربہ کریمیا کی تاریخی داستان ۔
ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۳)

۱۰۲۳ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : عمر پاشا :
ترجمہ : احمد الدین ، منشی
لاہور : لال برادرس ، س ۔ ن
ص : ۲۸۸
تاریخی ناول ۔ غالباً مکمل ناول کا ترجمہ نہیں ہے ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۰۲۴ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : عذرا :
ترجمہ : محمد خلیل الرحمٰن ، منشی ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، طبع اوّل : ۱۹۳۸ء
ناول ۔ اسراری ناول ‘She’ کا ترجمہ دراصل ناول کی پہلی جلد کا

ترجمہ ہے۔

دوسری جلد ظاہر حسن نے ترجمہ کی تھی۔ ہر دو ترجمے ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہو چکے تھے۔ اس ناول کے دونوں حصوں کا ایک ترجمہ ذوالفقار احمد تابش نے بھی کیا ہے جسے فیروزسنز لاہور نے ,سلمیٰ، اور سلمیٰ کی واپسی، کے ناموں سے شائع کیا۔

(حوالہ : ۴، ۷)

۱۰۲۵ رینالڈس، جارج ولیم۔ ایم : عذرا کی واپسی :
ترجمہ : محمد ظاہر حسن، منشی
لاہور : دارالاشاعت پنجاب، طبع اوّل : ۱۹۳۸ء

ناول۔ اسراری ناول ایک ایسی عورت کی کہانی جو ہزار ہا برس سے زندہ تھی۔ یہ ترجمہ کتاب کی دوسری جلد کا ہے پہلی جلد کا ترجمہ خلیل الرحمٰن نے کیا۔ ہر دو ترجمے ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہو چکے تھے۔

یہ ترجمہ 'The Return of She' کا ہے۔

(حوالہ : ۴، ۷)

۱۰۲۶ رینالڈس، جارج ولیم۔ ایم : غرور حسن (جلد ایک تا ۲۸)
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری،
لاہور : لال برادرس، س۔ ن

جاسوسی ناول۔ ۱۴ جلدوں میں ہے۔ فی جلد دو ابواب پر مشتمل ہے۔ 'Beauty And Pleasure' کا ترجمہ۔ اس ترجمے کو ایشیا بکڈپو لاہور نے ۱۹۳۲ء میں شائع کیا تھا۔ لال برادرس والا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔

(حوالہ : ۲، ۴، ۷)

۱۰۲۷ رینالڈس، جارج ولیم۔ ایم : فسانۂ الہ دیّن و لیلےٰ :
ترجمہ : امیر حسین کاکوروی، منشی
لکھنؤ : نولکشور، طبع اوّل ۱۹۱۵ء
ص : ٦٦٢

ناول۔ 'Starof Magrelia' کا ترجمہ۔ دوسری بار نولکشور نے

١٩٢٥ء میں شائع کیا ۔ یہی ترجمہ لال برادرس لاهور نے ٦٣٧ صفحات میں شائع کیا ۔ ایک اور ایڈیشن نگار بک ایجنسی لکھنؤ نے ١٩٢٩ء میں شائع کیا ۔ ناول میں دوزخ اور بہشت کی نقشہ کشی کی گئی ہے جو مقبولیت کا سبب بنی ۔
(حوالہ : ١ ، ٢)

١٠٢٨ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فسانۂ حسرت و وصل :
ترجمہ : امیر حسین ، منشی
لکھنؤ : نولکشور پریس ،
اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٤)

١٠٢٩ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فسانۂ سوزن عشق :
ترجمہ : امیر حسین ، منشی
لکھنؤ : نولکشور پریس ،
اسراری ناول ۔ ،سٹمبرس، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٤ ، ١٦)

١٠٣٠ رینالڈس ، جارج ۔ ولیم ۔ ایم : فسانہ سوزن عشق :
ترجمہ : پنڈت بشمبر ناتھ ،
ناول ۔ بوس پرستوں کی دست درازیوں اور فریب کاریوں سے متعلق ۔ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٤)

١٠٣١ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فسانۂ لارنس ورتھ (٢ جلدیں) :
ترجمہ : امیر حسن کاکوروی ، منشی
لکھنؤ : نولکشور ، ١٩٢٧ء
ص : ١٢٢٠
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١ ، ٢)

١٠٣٢ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فسانۂ لندن (جلد اول) :
ترجمہ : ظفر علی خاں ، مولانا
علی گڑھ : بکڈپو مدرسۃ العلوم ، س ۔ ن

ص : ۳۳۴

ناول ۔ مشہور زمانہ اسراری ناول کی جلد اوّل کا ترجمہ پہلی بار دکن ریویو حیدر آباد دکن میں شائع ہوا ۔ 'Mysteries of London' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری نے بھی کیا تھا ۔ دونوں ترجمے ۱۹۲۳ء سے قبل شائع ہوئے ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۰۳۳ رنیالڈس ، جارج ۔ ڈبلیو ۔ ایم : فسانۂ لندن (۸ جلدوں میں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، جلد اول : ۱۹۲۴ء

جاسوسی ناول ۔ جلد اوّل ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی جبکہ دیگر ۷ جلدیں ۱۹۲۵ء میں طبع ہوئیں ۔ 'Mysteries of London' کا یہ ترجمہ نرائن دت سہگل لاہور نے بھی شائع کیا ۔ اس کا تیسرا ایڈیشن ایشیا بکڈپو لاہور نے ۱۹۲۷ء میں شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۰۳۴ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فسانۂ لندن (۱۰ جلدیں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ص : ۱۷۰۰

ناول ۔ سلسلۂ اوّل : ۱۷ حصے چار جلدوں میں ۔ سلسلۂ ثانی : ۲۵ حصے چھ جلدوں میں ۔ 'Mysteries of London' کا ترجمہ ۔ یہی ترجمہ ۱۳ جلدوں میں بھی دستیاب تھا ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۰۳۵ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : فریب حسن :
ترجمہ : امیر حسن کاکوروی ، منشی
لکھنؤ : نگار بک ایجنسی ، ۱۹۲۹ء

ناول ۔ بدکاری کے زبوں نتائج پر مبنی ناول 'فاسٹ' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲)

١٠٣٦ رینالڈس، جارج ۔ ڈبلیو : فریب حسن :
ترجمہ : اکبر حسین، خواجہ
ناول ۔ آٹو اور یوکریزا کی محبت کی داستان ,فاسٹ, کا ترجمہ ۔ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ امیر حسین کاکوروی نے بھی کیا تھا جو ,نگار, نے ١٩٢٩ء میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ٢، ٣)

١٠٣٧ رینالڈس، جارج ولیم ۔ ایم : قدیم لندن کے اسرار (دو جلدیں) :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : پیسہ اخبار، ١٩٢٣ء
ناول ۔
(حوالہ : ٧)

١٠٣٨ رینالڈس، جارج ۔ ولیم ۔ ایم : گردش آفاق (سات جلدیں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری،
دھلی : نرائن دت سہگل اینڈ سنز، س ۔ ن
ص جلد اوّل : ٥٠٦
ص جلد سوم : ٣٩١
ص جلد چہارم : ٣٧٦
ص جلد پنجم : ٣٣٢
ص جلد ششم : ٣٣٨
ص جلد ہفتم : ٣٧٢
ناول ۔ ,جوزف ویلمٹ, کا ترجمہ ۔ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ پہلی بار لال برادرس لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ٢، ١١)

١٠٣٩ رینالڈس، جارج ولیم ۔ ایم : لعبت فرنگ :
ترجمہ : رام نرائن،
لاہور : لال برادرس،
ص : ٣٢٧
ناول ۔ ,برونز اسٹیچو, کا ترجمہ، ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴، ۱۳)

۱۰۳۰ رینالڈس، جارج ولیم ـ ایم : مارگرٹ :
ترجمہ : گرجاسہائے، منشی
لاہور : لال برادرس،
ص : ۱۴۸
اسراری ناول ـ انگریزی سے اسی نام کے ناول کا ترجمہ ـ امیر حسین اور جے نرائن ورما کے دیگر دو تراجم بھی ملتے ہیں ـ
(حوالہ : ۱۴)

۱۰۳۱ رینالڈس، جارج ولیم ـ ایم : مارگریٹ :
ترجمہ امیر حسین، منشی
لکھنؤ : نولکشور پریس،
اسراری ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ جے نرائن ورما اور گرجا سہائے کے دو ترجمے بھی ملتے ہیں ـ

۱۰۳۲ رینالڈس، جارج ولیم ـ ایم : مارگریٹ :
ترجمہ : جے نرائن ورما،
ناول ـ اسکاٹ لینڈ کے بادشاہ کی دھوکہ دھی ـ پوپ کا آخری فیصلہ اور حق کا انجام ـ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ـ منشی امیر حسین اور منشی گرجاسہائے کے دیگر دو تراجم بھی ملتے ہیں جو اسی نام سے کئے گئے تھے ـ
(حوالہ : ۴)

۱۰۳۳ رینالڈس، جارج ولیم ـ ایم : محبوب محترم یا پوپ جان :
ترجمہ : نظیر حسین فاروقی،
حیدر آباد دکن : نام مطبع ندارد
ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۸)

۱۰۳۴ رینالڈس، جارج ولیم ـ ایم : مسٹریز آف لندن :
ترجمہ : کندن لال شرر، منشی
نام مطبع ندارد،

ناول ۔ 'Mysteries of London' کا مکمل ترجمہ ۔ شرر کے علاوہ مکمل ترجمہ صرف تیرتھ رام فیروز پوری نے کیا تھا ۔

(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۰۴۵ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : نظارۂ پرستان (۱۲ جلدوں میں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، ۱۹۲۴ء

ناول ۔ ۲۵ ابواب پر مشتمل ناول ۱۲ جلدوں میں شائع ہوا ۔ پہلی چھے جلدیں ۱۹۲۴ء اور آخری چھے جلدیں ۱۹۲۵ء میں شائع ہوئیں ۔ 'مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن' کا ترجمہ ۔ ایشیا بکڈپو لاہور نے ۱۹۴۰ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن ۳ جلدوں میں شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۱)

۱۰۴۶ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : نیرنگ :
ترجمہ : احمد شاہ لکھنوی ، سید
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ ،فشرمین، کا ترجمہ ۔

(بحوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۰۴۷ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : ولائتی پرستان (دوسرا حصہ)
ترجمہ : فہم لکھنوی ،

ناول ۔ ،مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن، کے دوسرے حصے کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴)

۱۰۴۸ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : ولائتی پرستان (تیسرا حصہ) :
ترجمہ : عظمت علی حسرت ،

ناول ۔ ، مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن ، کے تیسرے حصے کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴)

۱۰۴۹ رینالڈس ، جارج ولیم ۔ ایم : ویگز و نسیڈا :

ترجمہ : امیر حسین ، منشی
لاہور : لال برادرس ،
اسراری ناول ۔ ،ویگز دی ویر ولف، کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١٠٥٠ ریہنارٹ ، میری رابرٹس : خونی جگر :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ ، دے سرکلرکیس، کا ترجمہ ۔ پراسرار مکان کا بیان۔ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ ایک ترجمہ نیشنل لٹریچر کمپنی دہلی نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٣ ، ٧)

١٠٥١ زرتشت اعظم کا رومان :
ترجمہ : احمد علی شاہ ، سید
لاہور : عالمگیر بکڈپو ، ١٩٣١ء
ناول ۔
(حوالہ : ٧)

١٠٥٢ زرد دیوتا :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ١٩٦٥ء
ص : ٣٦٨
ناول ۔ افریقہ کے عجائبات سے متعلق ٢٠ ابواب پر مشتمل اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٥٣ زلزلہ :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
الہ آباد : نیر برادرز پبلشرز ، نخاس کہنہ ، س ۔ ن
ص : ٢٨٧
ناول ۔ تحیّر خیز امریکی ناول کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ٩ ، ١١)

١٠٥۴ زولا ، ایمائل : بھیگی راتیں :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : رسالہ بیسویں صدی ، ١٩٦١ء
ص : ١٦٨
ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٥٥ زولا ، ایمائل : نانا :
ترجمہ : محبوب اللہ مجیب ،
الہ آباد : نیا ادارہ ، س ۔ ن
ص : ٢٢۴
ناول ۔ مشہور زمانہ ناول ۔ ایک طوائف کی داستانِ حیات ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٥٦ زولا ، ایمائل : ناناں :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاھور ۔ شیخ عدنان : ایم شمس الدین تاجر کتب چوک مینار لاھور ١٩٥٨ء
ناول ۔ فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ محبوب اللہ مجیب نے نیا ادارہ الہ آباد کے لئے کیا ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

ایمائل زولا/ ن ۔ ن ناشر: شیخ عدنان ۔ ١٢ گلبرگ روڈ لاھور ۔ ١٩٥٨ء ناناں ۔ ناول سول ایجنٹ : ایم شمس الدین تاجر کتب ۔ چوک مینار لاھور ۔ اس کتاب پر مترجم کا نام نہیں دیا گیا ۔ استقلال پریس لاھور سے شائع ھونے والی یہ کتاب ,ناناں، کا انتہائی بھدّا ترجمہ ہے ۔ مترجم نے ترجمہ کرتے وقت آغاحشر کے عہد کی یاد تازہ کر دی ہے ۔ کتاب میں اپنی طرف سے شامل کردہ روایتی اشعار نے اس ترجمے کو اور زیادہ پوچ اور لچر بنا دیا ہے ۔ اس نوع کی ایک مثال صفحہ ٢۴ پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے ۔ دوسرے ایکٹ کی ابتداء اس مصرع سے

ہوتی ہے :

ع صورت وہ روبرو ہے کہ دیکھا کرے کوئی

کتاب میں مترجم اردو زبان سے اپنی ناواقفیت کا اعلان جگہ جگہ کرتا ہے مثلاً صفحہ ۴۲ پر ,خواتین، کی جگہ ,خاتونوں، لکھا گیا ہے اور یہی صورت صفحہ ۴۴ پر بھی دیکھنے میں آتی ہے ۔

ناول کے پہلے باب میں ناناں پہلی بار اسٹیج پر آتی ہے ۔ عمر اٹھارہ برس کی ، قد لامبا ، جسم کسا ہوا ۔ بال کھولے ، سفید براق لباس زیبِ تن کئے وہ ظاہر ہوتی ہے ۔ اس کی آواز سپاٹ اور مہین تھی اور گاتے ہوئے وہ اپنے بدن کو مستانہ وار جنبش دیتی تھی ۔ پہلی نظر میں تو لوگوں نے اسے اپنی توقعات کے مطابق نہیں پایا (اور بعض ناشائستہ افراد نے فقرے بھی کسے) لیکن عین اسی لمحے وہ لوگوں کے دل میں گھر بھی کر گئی ۔ پھر اس نے یکلخت سر کو پیچھے کی طرف جھکا کر اپنی چھاتیوں کی نمائش کی اور اپنے گھیرے دار لباس کو ایک لمحے کے لئے اوپر اچھال دیا ، جس سے اس کی سڈول سفید اور گول تنی ہوئی رانوں کی نمائش بھی ہو گئی ۔ لوگ پاگل ہو گئے اور ناناں کا جادو چل گیا ۔

اس وقت تک پال (ناناں کا محبوب) گھبرایا گھبرایا پھر رہا تھا کہ نہ جانے ناناں کامیاب ہو یا ناکام ۔ اب سینہ پھلا کر لوگوں سے مبارک باد وصول کرنے لگا ۔

تیسرے باب کے شروع میں ناناں اپنے بدن پر صرف مہین ململ کا ٹکڑا لپیٹے (جو اس کی رانوں اور ابھری ہوئی چھاتیوں اور چوڑے کولہوں کی نمائش میں معاون بنتا ہے) اسٹیج پر ظاہر ہوتی ہے اور لوگ تالیاں بجانا بھی بھول جاتے ہیں ۔
یہاں سے ناناں کی کامیابی کا آغاز ہوتا ہے ۔

یہ کامیابی ناناں نے نہ صرف ناول میں کرداری سطح پر حاصل کی بلکہ مغربی مصوروں کو نیوڈ پینٹنگ کی ایک نئی راہ بھی سمجھا گئی ۔

١٠٥٧ زولا ، ایمائل : دل ہی تو ہے :
ترجمہ : مخمور جالندھری ۔

دھلی : مکتبہ شاھراہ ،س ۔ ن
ص : ۱۲۵
ناول ۔ ،تھریسا، کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ناول میں زوال پذیر فرانسیسی معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰۵۸ زولا ، ایمائل : تھریسا :
ترجمہ : حسن رضوی ، سید
کراچی : سید اینڈ سید ٹمپل روڈ کراچی ۱ ، ۱۹۶۰ء
ناول ۔ ۱۹ ویں صدی کے فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

ایمائل زولا کی شہرت کا آغاز ،تھریسا، کے انگریزی ترجموں کے ساتھ ہوا جبکہ اس کے اولین مترجم اور پبلشر پر لندن میں فحش کتابیں ترجمہ کرنے اور چھاپنے کے الزام میں مقدمہ چلا ۔ اس سے زولا کو عالمگیر شہرت تو مل گئی لیکن اس ناول کو دیگر زبانوں میں ترجمہ کرنے کی ہمّت ایک زمانے تک کسی نے نہ کی ۔ ۲۰ ویں صدی میں ۱۹ ویں صدی کا یہ ناول نگار چند عظیم ناموں میں سے ایک ہے ۔ زولا نے فرانس کے ایک چھوٹے سے قصبے میں آنکھ کھولی ، اس کا باپ ہولینڈ کا تھا اور ماں فرانسیسی ۔ پیرس کے ایک اشاعتی ادارے میں ملازمت کے بعد زولا نے بیس ناول لکھے ، جن میں ،تھریسا، سب سے نمایاں ہے ۔

ناول کی ہیروئین تھریسا ۔ ایک بساط خانے کی مالکن مادام راکوئین کی بہو ہے اور اس کا شوہر کیلس سدا کا بیمار ۔ تھریسا ، مادام راکوئین کے بھائی کپٹن ڈیکنس کی نشانی تھی ۔ بچپن میں اس کی ماں مر گئی اور باپ اسے مادام راکوئین کے سپرد کر کے کہیں کھویا گیا ۔ کیلس اور تھریسا ایک ہی گھر میں ، ایک ہی بستر پر سو کر جوان ہونے تھے لیکن کیلس سدا کا بیمار تھا اور وہ اسے بوسہ دیتا جس طرح اپنی ماں کو دیتا تھا ۔

'تین سال اسی یکسانیت سے گزر گئے ۔ کیلس اپنے دفتر سے کبھی

غیر حاضر نہیں ہوا ، اس کی ماں اور تھریسا نے مشکل ہی سے دوکان کو چھوڑا اور سیلن ، تاریکی اور غمناک سکوت میں گھری ہوئی تھریسا نے سوچا کہ زندگی اس کے لئے ایک سنسان صحرا کی طرح پھیلی ہوئی ہے ، جس کی ہر صبح اس کے لئے ایک بے کیف اور سنسان دن اور ہر رات ایک سرد بستر لے کر آتی ہے ۔'

اس کے بعد کہانی اس گھٹے گھٹے ماحول میں رنگینیاں لاتی ہے ۔ تھریسا کی زندگی میں لارنٹ بہار کا ایک جھونکا بن کر آتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ان کا ناجائز تعلق ناگزیر اور فطری امر تھا۔

تھریسا نے لارنٹ کے ساتھ وحشیانہ محبت کی اور اس محبت میں اپنے شوہر کو کھو بیٹھی ۔ لیکن لارنٹ کے جرم نے محبت کو دہشت میں بدل دیا اور کیلس کے قتل کے بعد وہ دونوں خطرناک دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ باندھ دیئے گئے ۔

ناول میں کیلس کے قتل کے ساتھ ہی تھریسا اور لارنٹ کی بیتاب اور بھیانک خواہشات کا خاتمہ ہو گیا ۔

١٠٥٩ زویگ ، سٹیفن : وداع آخر :
ترجمہ : محمد جمیل احمد ،
دھلی : رائل ایجوکیشن بکڈپو ۔ اردو بازار ، ١٩٥٠ء
ص : ٩٣
ناول ۔ جرمن ناول کا ترجمہ ۔ ایک خاتون کا طویل خط اپنے محبوب کے نام جس کے سامنے اس کا اکلوتا بچہ مردہ حالت میں پڑا ہے ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٦٠ زہرہ الخلا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : نرائن دت سہگل ، ١٩٤٣ء
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٧)

۱۰٦۱ سادھو کی کٹیا :
ترجمہ : رگھو پتی سہائے فراق گورکھپوری ،
الہ آباد : ساہتیہ کلابھون ۔ مہاتما گاندھی مارگ ، ۱۹٦٦ء
ص : ۲۲۹
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

ساقی :
ترجمہ : آتش گوجرانوالیہ ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، ۱۹۳۱ء
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

ساگاں ، فرانسسوا : رنگ بھرے بادل :
ترجمہ : ستار طاہر ،
لاہور : خاتون سیریز : رائٹرز بک کلب سینٹ جونز پارک ، ۱۹۷۵ء
ناولٹ ۔ فرانسیسی ناول کا انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

رنگ بھرے بادل (ناولٹ) خاتون سیریز ۱۵ ، دسمبر ۱۹۷۵ء
مرتّبہ : عائشہ احمد ، جمیلہ ہاشمی
ترجمہ سے نمونہ :

'جب دوسرے لوگ واپس آئے تو انھوں نے ان دونوں کو ریت پر لیٹے ہوئے پایا ۔ جوسی کا سر ایلن کے کندھے پر تھا اور وہ بڑے جوش و جذبے سے کتابوں کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ۔ کتنے ہی خالی گلاس ان کے آس پاس بکھرے ہوئے تھے ۔ برانڈن کینل نے خاموش نگاھوں کے ساتھ اپنی بیوی کو ان بکھرے ہوئے گلاسوں کی طرف متوجہ کیا ۔ ابو کینل بیک وقت ذھین اور بدصورت عورت تھی ، جو جُوسی کو پسند کرتی تھی ۔ جب کہ اس کے شوہر کو ایلن پسند تھا ۔ حالانکہ ابو اپنی ذھانت کے بل بُوتے پر جانتی تھی کہ اس کا شوہر کینل دل ہی دل میں جُوسی سے خفیہ محبت کرتا ہے ۔'

دوسرے باب کا ابتدائیہ ص ۵ سے اقتباس

١٠٦٣ سالٹن ، فیلکن : بامبی :
ترجمہ : ظہورالحسن ڈار ،
لاہور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ، ١٩٥٢ء
ناول ۔ انگریزی سے 'Bombi' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١٠٦٥ ساؤمنگ : زندگی کی لہر :
ترجمہ : محمد خلیق ،
دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ١٩٥٢ء
ص : ٢٣٢
ناول ۔ چینی ناول کے انگریزی روپ 'Moving Force' کا ترجمہ جو دس ابواب پر مشتمل ہے ۔ ناول میں شمال مشرقی منچوریا کے مزدوروں کی زندگی پیش کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ٩ ، ١٦)

ساؤمنگ کا سماج اس طاقتور اور ہمہ گیر روحِ بیداری کا مظہر ہے جو آج کل مشرق میں ہر جگہ بروئے کار ہے ۔ یہ روحِ بیداری زندگی کی نئی لہر ہے ۔

ساؤمنگ کا ناول شمال مشرقی منچوریا کے مزدوروں کی اس جد و جہد کے گرد گھومتا ہے جو وہ گرول جھیل کے بجلی گھر کی یخ بستہ مشینوں کو صحیح حالت میں لانے کے لئے کرتے ہیں ۔ ان مشینوں کو پہلے جاپانیوں نے تباہ کیا تھا پھر کامن تانگ کی حکومت نے بگاڑا لیکن آزادی کے بعد انہیں دوبارہ حرکت میں لانے کی جد و جہد جاری ہے ۔

١٠٦ سپلین ، مکّی : پانچواں قتل :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز ، کتاب گھر ، اقبال روڈ ، جنوری ١٩٨١ء
ص : ١٦٨
جاسوسی ناول ۔ 'The Jury' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١٠٦ ستاں دال : سرخ و سیاہ :

ترجمہ : محمد حسن عسکری ،
لاہور : البیان چوک انارکلی : سویرا آرٹ پریس ، ۱۹۶۲ء
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے 'The Scarlet & Black' کا ترجمہ ۔
ناول کو ترجمہ کرتے وقت عسکری نے اسکاٹ مونکرینی کے
انگریزی ترجمے سے بھی مدد لی تھی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۶)

ایزرا پاؤنڈ نے کہا تھا کہ 'سرخ و سیاہ میں نثر نگاری کا مرتبہ شاعری سے بلند ہے ۔' جبکہ بقول مظفر علی سیّد: 'یورپی ادب کا تعارف کرانے کے لئے اس پائے کا اس سے بہتر ناول موجود نہیں ۔'

ایسا کیوں ہے ؟ اس کا جواب ڈاکٹر عبادت بریلوی نے یوں دیا تھا: 'سرخ و سیاہ ایک چلتا پھرتا آئینہ ہے جس میں استاں دال اور فرانس پوری تفصیل کے ساتھ بے نقاب ہے ۔'

استاں دال کے نام اور کام سے اردو داں طبقہ اسی ترجمہ کی معرفت متعارف ہوا ہے ۔ یہ اس کے باوجود ہے کہ سمرسٹ ماہام نے استاں دال کا شمار دنیا کے دس عظیم ناول نگاروں میں کیا تھا ۔ استاں دال کا اصل نام Henry Beyle تھا اور ۱۷۸۳ء کی پیدائش ۔ خود فرانس میں اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب وہ ۱۸۴۲ء میں پیرس شہر میں فوت ہوا تو اس کے انتقال کی خبر صرف دو اخباروں میں شائع ہوئی ۔ اس کی ساری شہرت انتقال کے بعد ہوئی جب زولا نے اسے فطرت نگاری کے اسکول کا بانی قرار دیا اور آندرے ژید نے نفسیاتی ناول کا موجد قرار دیا ۔ اس پر اوّلین اہم مضمون فرانسیسی ناقد تین (Taine) نے لکھا ۔

سرخ و سیاہ میں رواں سماجی شعور اور کردار نگاری کا دھارا روسی کلاسیکی ادب کی یاد تازہ کرتا ہے ۔ جبکہ اسلوبیاتی سطح پر بقول محمد حسن عسکری :

'استاں دال جذبات کا تجزیہ فکر محض کی زبان میں کرتا ہے ۔'

(بحوالہ مضمون: 'گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے' مشمولہ ستارہ یا بادبان ص ۱۷۷) اس کے معنی یہ ہوئے کہ جذبات کے بیان میں بھی جذباتی زبان استعمال نہیں ہوتی اور فکرِ محض کی زبان

برتی جاتی ہے۔ البتہ اس نوع کے مواقع پر ضروری ہو جاتا ہے کہ مترجم بھی وہی لحن برقرار رکھے، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اردو میں ایسا ممکن ہے؟ یقیناً بہت مشکل ـــــ اس لئے کہ اسکاٹ مونکرینی جیسا بڑا مترجم بھی انگریزی زبان کی بڑی اسلوبیاتی روایت سے مُسلح ہونے کے باوجود استاں دال کے معاملے میں ناکام دکھائی دیتا ہے۔

‘سرخ و سیاہ’ کو ترجمہ کرتے وقت محمد حسن عسکری نے اسکاٹ مونکرینی کے انگریزی ترجمہ کو ساتھ رکھا، لیکن مشکل ویسی کی ویسی رہی۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے ضروری تھا کہ محمد حسن عسکری نیا اسلوبِ بیان وضع کرنے کی کوشش کرتے لیکن اس کا جواب محمد حسن عسکری نے یہ دیا کہ:

‘اگر میں اس کے لئے کوئی نیا اسلوب بنانے کی کوشش کرتا تو ڈر یہ تھا کہ اردو کے نقاد پوچھیں گے، یہ ناول ہے یا مقالہ۔ مرتا کیا نہ کرتا (ستاں دال کی رُوح سے معافی مانگ کر اس کی خشک عبارت کو تھوڑا سا جذباتی رنگ دے دیا۔’ لیکن یہ کام بھی محمد حسن عسکری ہی کر سکتے تھے کہ فکر محض کی زبان کو جذباتی انگ دیا جائے، اور ترجمہ مضحکہ خیزی کی حدود میں داخل نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں عسکری صاحب کی فرانسیسی اسالیب سے براہ راست واقفیت نے انہیں فائدہ پہنچایا۔

‘اس کی ایک مثال دیکھتے چلئے:

‘اس نے خواہش ظاہر کی کہ مجھے مادام دال نو کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف بخشا جائے۔ وہ سنگھار کر رہی تھی۔ اس لئے ژولیاں کو اپنے کمرے میں نہ بلا سکی۔ اس کے عوض ژولیاں کو محتاج خانے کے مہتمم کا سنگار دیکھنے کا اعزاز حاصل ہوا۔ پھر دونوں مادام دال نو کے پاس پہنچے جس نے آنکھوں میں آنسو لا کر اپنے بچوں کو ژولیاں کے سامنے پیش کیا۔’

ص ۲۴۰ سے اقتباس

سنا گیا ہے کہ استاں دال اپنے ذہن سے کہانی ایجاد کرنے کی صلاحیت سے بکسر محروم تھا۔ چنانچہ اس نے، سرخ و سیاہ، کا پلاٹ ایک ایسے مقدمے کی اخباری رپورٹ سے اخذ کر لیا تھا جو

اس کے زمانے میں عوامی دلچسپی کا باعث بنا ہوا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ استاں دال نے اس ناول کا ایک ذیلی عنوان : '۱۸۳۰ء کا روزنامچہ' رکھا تھا ۔ اس ناول میں استاں دال کی ذات رومان اور حقیقت نگاری کا سنگم دکھائی دیتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ناول کے مرکزی کردار انفرادیت پسند ، انتہائی حساس اور پرجوش روحیں ہیں ۔ یہ تو ہوئی رومانی میلانات کی بات ، لیکن ،سرخ و سیاہ، میں ۱۷ ویں صدی عیسوی کی عقلیت پسندی اور ۱۹ ویں صدی عیسوی کی حقیقت نگاری کا چلن ساتھ ساتھ ہے ۔

ترجمہ سے دو ایک اقتباسات ملاحظہ ہوں :

(۱) 'میں بڑا خود پسند ہوں اور مجھے اکثر اس بات پر فخر ہوا ہے کہ میں ان نوجوان دیہاتیوں سے مختلف ہوں لیکن اپنے تجربات سے میں نے یہ سیکھا ہے کہ فرق ہی سے نفرت پیدا ہوتی ہے ۔'

ص ۳۲۴ سے اقتباس

(۲) 'پیسے کی ذلیل محبت کے سب سے گھناؤنے اور کراہت انگیز عناصر سے دست و گریباں ہونے کے بعد پندار نے کبھی کسی کی ایسی بری گت نہیں بنائی ہو گی ، جیسی ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے وقت موسیو درنیال کی تھی ۔

اس کے برخلاف اس کے بچے کبھی اس سے زیادہ مسرور اور دل شاد نہ ہونے ہوں گے ۔ یہ تضاد دیکھ کر موسیو درنیال بھڑک اٹھا : 'جہاں تک میں سمجھ سکتا ہوں خود اپنے خاندان میں میری حالت تو مدفاضل کی سی ہے ' اس نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔'

ص ۲۵۴ سے اقتباس

١٠٦٨ سٹورٹ ، جارج ۔ آر : جنگل کی آگ :
ترجمہ : چندرا ،
دھلی : انڈین یونیورسٹی پبلشرز ۔ کشمیری گیٹ ، ١٩٥٦ء
ص : ٢٠٦

ناول ۔ امریکی ناول 'Fire' کا ترجمہ ۔ بجلی گرنے سے جنگل میں جو آگ لگی اور بالآخر اس پر قابو پالیا گیا ، اس کہانی

کی بنیاد بنی ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰٦۹ سٹوکر ، بیرام : ڈریکولا :
ترجمہ : غلام محمد انجام فیروز پوری ،
کراچی : اعوان پبلی کیشنز ، اردو بازار ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ ایک ایڈیشن سلیم پبلشنگ ایجنسی کراچی نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۸ ، ۱۹)

۱۰۷۰ سٹوکر ، بیرام : کفن پوش نازنین :
ترجمہ : غلام محمد، انجام فیروز پوری ،
کراچی : اعوان پبلی کیشنز ، اردو بازار ،
جاسوس ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

اس ناول کی ابتداء راجر ملٹن کی وصیت سے ہوتی ہے ۔ جبکہ ارنسٹ راجر لاء سٹوڈنٹ کی یاداشتوں کے سہارے کہانی آگے بڑھتی ہے : ابتدائیہ ملاحظہ ہو :

'قبل ازیں کہ میں ان واقعات کا تذکرہ شروع کروں جنھوں نے براعظم یورپ کو ایک خوفناک جنگ کے کنارے لا کھڑا کیا تھا ، میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے چند ایک خاندانی حالات بیان کر دوں ؛

۱۰۷۱ سٹون ، رونگ : جینے کی ہوس :
ترجمہ ن ۔ ن
لاہور : بک لینڈ ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۰۷۲ سٹون ، ارونگ : روپ سروپ :
ترجمہ : قاسم محمود ، سید
سیالکوٹ : ملک سنز،

ص : ٥٩٦
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۰۷۳ سٹیونسن ، آر۔ ایل : ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ :
ترجمہ : محمد حسن ،
بمبئی : کتب پبلشرز لمیٹڈ بمبئی نمبر ۱ ، ۱۹۳۰ء
ناول ۔ پراسرار ناول 'Dr. Jakyil & Mr. Hyde' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰۷۴ سرگزشتِ عروس :
ترجمہ : شاھد احمد دھلوی
دھلی : ساقی بکڈپو ، ۱۹۳۶ء
ناول ۔ انگریزی ناول جو محسوسات کے اعتبار سے مشرقی معلوم ہوتا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷)

۱۰۷۵ سروانتس : خدائی خوجدار :
ترجمہ : رتن ناتھ سرشار لکھنوی ، پنڈت ،
لکھنؤ : نولکشور ، طبع اوّل ۱۹۰۳ء
ناول ۔ ، ڈان کیخوتے ڈی لامانشا، کا ترجمہ و تلخیص ۔ اسپینش زبان سے انگریزی کی معرفت اردو ترجمہ ۔ آخری بار ۱۹۳۳ء میں طبع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

یہ 'ڈان کیخوتے' کا ترجمہ و تلخیص ہے ۔ انگریزی ترجمے کا یہ اردو ترجمہ آگے چل کر ،فسانۂ آزاد، کی تخلیق کا سبب بنا ۔ آزاد اور خوبی کی سیرتوں میں ڈان کیو اور سنیکو پنزا کی جھلکیاں ملتی ہیں ۔

،ڈان کیخوتے، کے ترجمے میں سرشار نے مقامی رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے یہی سبب ہے کہ کردار نگاری کی سطح پر بھی سرشار نے ڈان کیو کا نام خدائی فوجدار اور سنیکو پنزا کا نام بدھو نفر رکھا ہے ۔ مکالمات میں لکھنؤ کے محاورے اور زبان برتی ہے جبکہ بیانات میں لکھنؤ کی سماجی خصوصیات ملتی ہیں ۔

تاحال یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ سرشار نے ترجمہ کرتے وقت ڈان کیخوتے، کے کس انگریزی ترجمہ کو بنیاد بنایا تھا۔

ترجمہ سے ایک نمونہ ملاحظہ ہو: یہاں خدائی فوجدار بھیڑوں کے گلے پر حملہ کرتا ہے۔ 'بائیں بائیں کی آواز بلند ہوئی۔ بھگدڑ گلے بھر میں مچ گئی۔ کوئی ادھر بھاگی کوئی ادھر بھاگی۔ تتّر بتّر۔ اب گلے بان اور رہرو مسافر سمجھاتے ہیں کہ ہائیں ہائیں اجی صاحب یہ کیا کر رہے ہو۔ کوئی ان کی انوکھی وضع پر ہنستا ہے کوئی اس برلے سرے کی وحشت پر حیرت میں ہے اور یہ نیزے کو عنانے ہوئے آزادی سے کام میں لا رہے ہیں۔ ایک دفعہ ہی باآواز بلند خوب کڑک کے فرمایا۔ 'او امیر طرح شکن اور پچی قہار نابکار نامعقول آحضور کے سامنے اور اپنا تاجِ زرنگار جو تو نے ملک میر نجان گزرگیر والے نامی صاحبقراں گرامی سے بزور تیغ بے دریغ چھینا تھا وہ مجھ یل نامدار و سپہدار نامور کے قدموں پر رکھ کر تجھے نیچا دکھایا۔ دیکھ تیری فوج میں کیسی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ کوئی ادھر بھاگا کوئی اُدھر بھاگا۔ ابے تھڑی ہے تھڑی۔ بڑا مرد ہے تو نبرد کر کے سامنے آ۔ او نابکار۔ میرا نام سُن کے روپوش ہو گیا اِدھر آ بھگوڑے۔' 'خدائی فوجدار' کا اولین ایڈیشن نایاب ہے البتہ ١٩٣٣ء کا ایڈیشن مطبع نولکشور سے تاحال دستیاب ہے۔

١٠٧٦ سرویان، ولیم: انسانی تماشا:
ترجمہ: شفیق الرحمٰن،
لاہور: مکتبہ جدید: سویرا آرٹ پریس، ١٩٥٦ء۔
ناول۔ 'The Human Comedy' کا ترجمہ۔
(حوالہ: ٢، ١٠، ١١، ١٦)

ولیم سرویان (نوبل ادبی انعام ١٩٣٣ء) کا یہ ناول جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی عظیم تصانیف میں شمار ہوتا ہے۔

ترجمے سے مسز میکالے (ماں) کا اپنے سب سے چھوٹے بیٹے ہومر کے ساتھ ایک مکالمہ ملاحظہ ہو:

'تم نو عمر ہو سن لو۔ جو غلطیاں ہم سے سرزد ہوئیں ان کے

اعتراف سے کبھی مت ڈرنا ۔ اپنے آپ پر بھروسہ رکھو ، ہر کام صحیح طریقے سے کرو ۔ اگر ناکام رہے یا دوسروں کے جھانسے میں آگئے تو ہار کبھی مت ماننا ۔ گِر کر اُٹھنا مردوں کا شیوہ ہے ۔'

١٠٧٧ سرویاں ، ولیم : اپنی منزل اپنی راہیں :
ترجمہ : نریندر کہار ،
دھلی : انڈین اکیڈمی ٦ بی ۔ ریگل بلڈنگ ، ١٩٥٨ء
ص : ٢٩٥
ناول ۔ سماجی و سیاسی ناول ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٧٨ سفید ملکہ :
اخذ و ترجمہ : ابن صفی ،
لاھور : اسرار پبلی کیشنز میکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے کسی حد تک مستعار ۔
(حوالہ : ٢)

١٠٧٩ سلمنگ ، جان : درّہ (دو جلدیں) :
ترجمہ : اشوک پجاری ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ٢٩ نریندرا پیلس ، ١٩٦٢ء
ص : ٣٢٣
ناول ۔ ٣٧ ابواب پر مشتمل سماجی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٨٠ سلیٹ ، جان : موت کا نغمہ :
ترجمہ : مسعود جاوید ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ١٩٦٥ء
ص : ٣٨١
ناول ۔ انگریزی کے رومانی ناول کا اردو روپ ۔
(حوالہ : ٩)

١٠٨١ سموتوف ، چنگیز : جمیلہ :
ترجمہ : ظ ۔ انصاری ،
ماسکو : دارالاشاعت ترقی ، س ۔ ن

ناول ۔ روسی زبان سے براہ راست ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱٦)

۱۰۸۲ سن ، الگزینڈر : بہار کب آئے گی :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۲۹ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ۲۳۲
ناول ۔ چینی منظرنامے سے متعلق انگریزی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰۸۳ سن ، الگزینڈر : آٹھواں چاند :
ترجمہ : کیول سوری ،
نئی دھلی : ایس ۔ آر سنیجہ پبلشرز ، ۱۹٦۴ء
س : ۱۹۲
ناول ۔ 'Eeight Moon' کا ترجمہ ۔ ایک کمسن چینی لڑکی کی روداد جو کمیونسٹ چین کے مظالم سہ کر پہلے تائیوان اور پھر امریکہ میں پناہ لیتی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰۸۴ سنہری ٹولی :
ترجمہ : ریاض الدین ،
لاھور : گیلانی الیکٹرک پریس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۳۴ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰۸۵ سوم ، جان سین : خوفناک پرچھائیاں :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : ابلو والیہ بکڈپو ۔ قرول باغ ، س ۔ ن
ص : ۲۰۷
ناول ۔ ہمیشہ کی انسانی زندگی کے موضوع پر ۔ اس ناول امریکہ میں ایک فیچر فلم بھی بن چکی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

١٠٨٦ سیاہ چادر :
ترجمہ : ریاض الدین دھلوی ،
ناول ۔ ,کاؤنٹ آف مانٹی کرسٹو، کا ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
الگزینڈر ڈوما کے اس ناول پر کئی فلمیں بن چکی ہیں ۔
(حوالہ : ٤)

١٠٨٧ سیگل ، ایرچ : لو سٹوری :
ترجمہ : ستار طاھر
لاھور : مکتبہ شاھکار ، ١٩٧٥ء
ص : ٣٤

ناول ۔ امریکی ناول کو نئی رومانوی کروٹ دینے والا ,بیسٹ سیلر، اس ناول پر ھالی وڈ امریکا سے ایک فلم کے علاوہ بھارت سے ,بوبی، اور پاکستان سے ,میرا نام ہے محبت، فیچر فلمیں بن چکی ہیں ۔

یہ ناول دنیا بھر کے نوجوانوں میں مقبولیت کے اعتبار سے اوّل درجہ پر شمار کیا جاتا ہے ۔ اس کہانی کو مختلف زبانوں میں فلمایا جا چکا ہے انگریزی میں امریکن فلم ہندی میں بھارتی فلم ,بوبی، اور اردو میں پاکستانی فلم ,میرا نام ہے محبت، اس ناول پر مبنی یادگار فلمیں ہیں ۔

,نیوزویک، اور ,ٹائم، جیسے وقیع جرائد میں اس ناول کی تلخیص شائع ہو چکی ہیں ۔ اس کی کہانی سے متعلق ہے ۔ ایرچ سیگل نے اس ناول میں محبت کی ایک نئی تفسیر کی ہے ۔ وہ کہتا ہے :

‘تم جس سے محبت کرتے ہو ، اس سے یہ کبھی نہ کہنا کہ تم اپنے کسی عمل پر شرمندہ ہو۔’

,لو سٹوری، میں رواں اخلاقی قوت پر ایک زمانہ چونکا ہے ۔

باپ طبقاتی برتری پر ایمان رکھتا ہے ۔ بیٹا نام نمود کی جکڑ بندیوں کو توڑ دینے کا خواھاں ہے ، لیکن جینی ۔ صرف ایک محبت کرنے والی گھائل روح ہے ، جو اپنے کردار میں محبت کی مٹھاس ہے اور اخلاقی قوت کا بے پناہ طاقتور استعارہ ۔ ناول کا آخری باب (خصوصاً آخری جملے) اس اخلاقی قوت کو عظیم اور جاوداں فتح میں بدل دیتے ہیں :

'شدید خنکی تھی ۔ ایک طرح سے یہ خنکی میرے لئے ضروری تھی ۔ میں شل ہو چکا تھا ، اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی چیز کو محسوس کر سکوں ۔ میرا باپ جو کچھ کہتا رہا ، میں وہاں خاموش کھڑا رہا ۔ سرد ہوا میرے چہرے پر طمانچے مارتی رہی ۔

'مجھے جونہی پتہ چلا ۔ میں کار میں سوار ہو کر تمہاری طرف چل پڑا۔' میں اپنا کوٹ کہیں بھول آیا تھا ۔ خنکی نے اب میرے جسم کو جکڑ لیا تھا ۔ جسم درد کرنے لگا تھا ۔

'خُوب خُوب ۔'

'اولیور ـــ ' میرے والد نے تیزی سے کہا: 'میں مدد کرنا چاہتا ہوں۔'

'جینی مر چکی ہے' میں نے اسے بتایا ۔

'میں شرمندہ ہوں ۔ مجھے افسوس ہے '۔ اس نے تعجب سے بھرپور سرگوشی میں کہا ۔

میں نہیں جانتا کیسے ۔ کہ میں نے وہ بات دہرا دی جو اس خوبصورت لڑکی نے بہت عرصہ پہلے سِکھائی تھی ، جو اب مُردہ پڑی تھی ۔

'محبت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی اپنی زبان پر یہ لفظ نہ لانا کہ تم شرمندہ ہو!' اور پھر جانے کیسے ، مجھ سے وہ حرکت سرزد ہوگئی جو اپنے باپ کی موجودگی میں پہلے کبھی نہ ہونی تھی ۔

میں اپنے باپ کے بازوؤں میں سمٹ کر چیخ چیخ کر رونے لگا۔'

١٠٨٨ سیل حوادث :
ترجمہ : نورالحسن ہاشمی ، سید
حیدر آباد دکن : مکتبہ ابراہیمیہ ، س ۔ ن
ناول : انگریزی ناول 'الیسٹ لن' کا ترجمہ ١٩٣٩ء قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٣ ، ٧)

١٠٨٩ سینگسٹر ، جمی : ڈائری کا ہنگامہ :
ترجمہ : محمد یعقوب ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۰۹۰ سبویج ، رچرڈ ہنری : نازک کٹار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ ,مائی آفیشل لائف, کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۱)

۱۰۹۱ سبویج ، رچرڈ ہنری : چار خون (سنہری لاش) :
ترجمہ ؛ تیرتھ رام فیروز پوری ،
کراچی : اردو محل ناظم آباد ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۶)

۱۰۹۲ شارپ ، ہنری : حشیشین :
ترجمہ : فاطمہ بیگم ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۲۸ء
ناول ۔ ترجمے میں اردو محاورے کا چٹخارہ اور زبان کا چٹیلا پن خاصے کی چیز ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷)

۱۰۹۳ شاطر ڈاکو :
ترجمہ : وحید الحق ،
ناول ۔ جاسوسی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ، ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۰۹۴ شاما :
ترجمہ : کشن پرشاد کول ،
الہ آباد : انڈین پریس ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰۹۵ شاہد طرار :
ترجمہ : دھرم نرائن ،
ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
ناول ظریفانہ ہے ۔
(حوالہ : ۴)

۱۰۹۶ شب حسرت (چھے جلدوں میں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : دائرہ ادبیہ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۰۹۷ شکلسے ، رابرٹ : فنا کے بعد :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
الہ آباد : نفیس پبلی کیشنز شاہ گنج ، س ۔ ن
ص : ۲۵۵
ناول ۔ ۳۷ ابواب پر مشتمل روحانی زندگی کے موضوع پر ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۰۹۸ شمع سحر :
ترجمہ : احمد حسین خاں ،
ناول ۔ انگریزی ناول کا ترجمہ جسے ایشیائی رنگ میں رنگ دیا گیا ہے ۔ یہ کتاب پنجاب ٹیکسٹ بک کمیٹی کی فہرست میں شامل رہی ہے ۔ کتاب ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۴)

۱۰۹۹ شولوخوف ، میخائل : کنوارے کھیت :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
لاہور : مکتبہ جدید : سویرا آرٹ پریس ،
ص : ۵۲۰
ناول ۔ روسی انقلاب کے بعد اشتراکی زندگی کی تعمیر پر ۔ یہ دراصل 'ڈان بہتا رہا' کا دوسرا حصہ ہے ۔

(حوالہ : ٢ ، ٩ ، ١١)

١١٠٠ شولوخوف ، میخائل : آدمی کا مقدر :
ترجمہ : قرۃ العین حیدر ،
دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ لمیٹڈ ، ١٩٦٥ء
ص : ٥٣
ناولٹ ۔ روسی ناولٹ کے انگریزی روپ کا اردو ترجمہ ۔
(حوالہ : ٩)

١١٠١ شولوخوف ، میخائل : اور ڈان بہتا رہا :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
لاہور : مکتبہ جدید : سویرا آرٹ پریس ،
ص : ٦٨٠
ناول ۔ مصنف نے ١٩٦٥ء میں نوبل انعام حاصل کیا ۔ یہ ترجمہ کا ہے ۔ اس کا دوسرا حصہ ,کنوارے کھیت, کے نام سے شائع ہوا ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سید مطلبی فرید آبادی نے بھی کیا تھا ۔ مخمور جالندھری کا یہ ترجمہ پہلی بار مکتبہ پاکستان لاہور سے شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١ ، ١٦)

١١٠٢ شولوخوف ، میخائل : بہتا دریا :
ترجمہ : مطلبی فرید آبادی، سید
لاہور : سنگم پبلشرز لمیٹڈ ١٣ ۔ نسبت روڈ ،
ناول ۔ کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ مخمور جالندھری کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١ ، ١٦)

١١٠٣ شہر خموشاں :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ١٩٦٧ء
ص : ٢٨٠
ناول ۔ انگریزی اسراری ناول کا ترجمہ ۔ ایک پادری کے نوجوان بیٹے کی کہانی جس کی بیوی کو اس کا رقیب ہلاک کر

دیتا ہے۔ نوجوان کو مرحوم بیوی اور رقیب کے ہمزاد پریشان رکھتے ہیں۔
(حوالہ : ۹)

۱۱۰۴ شہناز :
ترجمہ : ن۔ ن
دھلی : حالی پبلشنگ ہاؤس ، ۱۹۵۴ء
ناول۔ فرانسیسی ناول ,ماجدولین, کا عربی کی معرفت ترجمہ۔ عربی ترجمہ مصری ادیب مصطفیٰ السطفی المفلوطی نے کیا تھا۔
(حوالہ : ۹)

۱۱۰۵ شہید جفا :
ترجمہ : رئیس الزماں ، چودھری
ناول۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔ حزنیہ رومانی ناول۔
(حوالہ : ۴)

۱۱۰۶ شہیدین : زلفوں کے سائے میں :
ترجمہ : ظ۔ انصاری ،
دھلی : مکتبہ شاہراہ ، ۱۹۵۳ء
ص : ۸۲
ناولٹ۔ چینی ناولٹ کے انگریزی روپ 'لانگ مارچ کے دوران پنپنے والی محبت کی داستان۔
(حوالہ : ۹)

۱۱۰۷ شیفر ، جیک : انجان راہی :
ترجمہ : شان الحق حقی ،
لاہور : مکتبہ معین الادب ، ۱۹۶۹ء
ص : ۱۶۶
ناول۔ امریکی ناول کا انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

rekhta

١١٠٨ شیفر ، جیک : پہلا خون :
ترجمہ : غلام حسین ،
لاہور : مکتبہ معین الادب ، ١٩٦٩ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٠٩ شیلے ، مری : فرنیکسٹائن :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، س ۔ ن
ص : ٣٣٥
ناول ۔ معاشرتی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔ دوسرا ایڈیشن بانو اکیڈمی کراچی نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٩ ، ١٩)

١١١٠ شینکو ، وکٹر گراف : آزادی کی طرف :
ترجمہ : ستیہ نند شاکر ،
دھلی : نیشنل اکیڈمی انصاری مارکیٹ دریا گنج، ١٩٥٤ء
ص : ٤٨٦
ناول ۔ ایک روسی افسر کی زندگی کے سچی واقعات کا افسانوی بیان ۔
کمیونسٹ معاشرے کے خلاف ۔
(حوالہ : ٩)

١١١١ شیوڈ ، اے ۔ جی : جوالا مکھی :
ترجمہ : محمد حسن ،
دھلی : پبلی کیشنز ڈویژن منسٹری آف انفارمیشن بھارت ، ١٩٦١ء
ص : ٢٥٠
ناول ۔ ١٩٤٢ء کی انقلابی تحریک کے پس منظر میں ۔

(حوالہ : ۹، ۱۵)

۱۱۱۲ فاسٹ ، ہاورڈ : آزادی کے بعد :
ترجمہ : احسن علی خاں ،
بمبئی : کتب پبلشرز لیمٹڈ ، ۱۹۵۱ء
ص : ۳۲۴
ناول ۔ امریکی ناول 'Freedom Road' کا ترجمہ جس میں سرمایہ داری کے خلاف جد و جہد دکھائی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۱۱۱۳ فاسٹ ، ہاورڈ : میں واپس آؤں گا :
ترجمہ : انیس اعظمی ،
دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ،
ناول ۔ انگریزی سے ,اسپارٹاکس، نامی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۱۱۴ فاسٹ ، ہاورڈ : اسپارٹاکس :
ترجمہ : انیس اعظمی
نئی دہلی :
معیار پبلی کیشنز ، ۱۹۸۲ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ اسی ترجمے کو مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے , میں واپس آؤں گا ، کے نام سے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲)

یہ ہاورڈ فاسٹ کا مشہورِ زمانہ ناول ہے ۔ اس ناول کو بنیاد بنا کر ہالی وڈ میں ایک فلم بھی بن چکی ہے ۔ یہ الگ بات ہے کہ ہاورڈ فاسٹ کا یہ ناول ہالی وڈ والوں کی گرفت سے باہر رہا ۔

انیس اعظمی نے یہ ترجمہ بادل سرکار کے لکھے بندی ڈرامے کو بنیاد بنا کر کیا ہے ۔ بادل سرکار نے اسی ڈرامے کو روپ بخشا ہے جسے ایم ۔ کے ۔ رینا کی ہدایات میں اسٹیج پر زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔

کوئی دو ہزار سال قبل اسپارٹاکس نے سامراج کے خلاف روم میں

علم بغاوت بلند کیا تھا ۔ اگرچہ یہ کہانی ۷۱ سال قبل از مسیح کے زمانے سے متعلق ہے لیکن بادل سرکار کے وسیلے سے مترجم نے دو ہزار سال قبل کے رومن سماج کو زندہ کر دکھایا ہے ۔

۱۱۱۵ فانتا مارا:
ترجمہ : حسن عباس ،
لاہور : ہاشمی بکڈپو ، س ۔ ن
ناول ۔

۱۱۱۶ فرانس ، اناطول : تائیس :
ترجمہ : عنایت اللہ دہلوی ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، ۱۹۲۸ء
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ دوسری بار ہندو بک ایجنسی کلکتہ اور تیسری بار آئینہ ادب لاہور نے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا ۔ مقدمہ : پروفیسر مرزا محمد سعید نے لکھا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

اناطول فرانسس (پ ۱۸۴۴ء) کا یہ ناول خیر و شر کے موضوع پر ایک رقاصہ کے حوالے سے تحریر کیا گیا ہے ۔ یہ ناول ایک ایسے عہد کی دستاویز شمار ہوتا ہے جب فرانسیسی معاشرہ اپنے عروج کو چھو چکنے کے بعد زوال پذیر ہوا ۔ ایسے میں فرانسیسی قوم اخلاقی گراوٹ ، عیاشی اور مذہبی تنفّر کا شکار ہوئی ۔ یہ ناول نپولین سوم کے زوال آمادہ عہد کا بہترین عکاس ہے ۔

تائیس ۔ ایک رقاصہ ہے جسے ایک راہب گناہ آلود زندگی سے باہر لاتا ہے اور وہ تائب ہو کر عظمتِ انسانی کی معراج کو پالیتی ہے ۔ ناول میں جسم اور روح کے الجھیڑوں کے ساتھ ساتھ خیر و شر کی ازلی آویزش کو اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ بدی پر خیر کی فتح کا عظیم رزمیہ قدم بہ قدم قاری کو زندگی کے رموز سے آگاہ کرتا جاتا ہے ۔

ایک طرف تائیس اپنے حسن و جمال سے لوگوں کو دیوانہ بنائے ہوئے ہے تو دوسری طرف سینکڑوں راہب ترک دنیا کئے ، عبادات میں مشغول اپنے گناہوں کی تلافی میں لگے ہوئے ہیں ۔ یوں اس دور کا فرانسیسی معاشرہ دو مختلف ڈھروں پر چلتا دکھائی دیتا ہے ۔ ایک

طرف دنیا اور اس کی لذتیں ہیں تو دوسری طرف ترکِ دنیا اور ترکِ لذات ۔

ناول میں اسکندریہ کی رقص گاہیں اپنے عروج پر دکھائی دیتی ہیں ۔ ان رقص گاہوں میں تماش بینوں کی ذہنیت (علمیت اور اخلاقی گراوٹ) کھل کر سامنے آتی ہے ۔ علمی محفلوں میں حقیقت اور مجاز کے جھگڑے ، ادب کے مقصد کی پوچھ گچھ اور زندگی کا مفہوم اہم موضوعات ہیں ۔

یوں تو ناول میں اہم اور چونکا دینے والے کرداروں کا ایک جہان آباد دیکھائی دیتا ہے لیکن تائیس کے بعد تائیس کی نجات کا باعث بننے والا راہب کرداری سطح پر سب سے نمایاں دکھائی دیتا ہے ۔ ابتداء میں وہ ایک نو عمر طالب العلم تھا اور تائیس کا عاشق لیکن یکلخت وہ رہبانیت کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ترکِ دنیا کر دیتا ہے اور تائیس سے نہ ملنے کے غم کو بھلانے کی کوشش کرتا ہے ۔ لیکن یہ سب محض ایک کوشش رہتی ہے ۔ اس کے کردار کی تشنگی بڑی حد تک جنسی خواہشات کے سبب ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ تائیس کی موت کے بعد وہ سب کچھ کر گزرنے کے درپے ہو گیا جو دراصل وہ تائیس کی زندگی میں چاہتا تھا ۔

تائیس جو لڑکپن میں بوڑھے ملاحوں کی گود میں کھیلتی رہی اور شراب کے نشہ میں دھت ملاحوں کی جیب سے پیسے نکال کر بھاگتی رہی ۔ آگے چل کر وہی قحبہ خانوں میں عارضی محبتوں کو پاتی اور کھوتی دکھائی دیتی ہے ۔ حتیٰ کہ جب وہ نجات کی راہ پر چلتی ہے تو مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں :

'ہائے ہائے تائیس چلی گئی تو — پھر تماشے کون دکھائیے گا ۔'

'وہ تو اسکندریہ کے آسمان کا تارہ تھی ۔ چاند کی ہلکی ہلکی چاندنی تھی ۔'

'یہ راہب بڑا کمینہ ہے جو تائیس سے شہر چھڑا رہا ہے ۔'

'تائیس ہمارے منہ کا نوالہ ہم سے چھین رہی ہے ۔'

مولوی عنایت اللہ دہلوی نے اس ناول کا ترجمہ بامحاورہ دہلوی زبان

اور محاورے کی ازلی سچائی کے ساتھ کیا ہے ، نیز مستعمل تلمیحات کو بڑی خوبی سے اردو میں منتقل کیا ہے ۔

١١١٧ فرانس ، اناطول : سادھو اور بیسوا :
اخذ و ترجمه : کشن پرشاد کول ، پنڈت
ناول ۔ ،تائیس، نامی ناول کا آزاد ترجمه ، ماحول و کردار بدل دیئے گئے ہیں ۔ ترجمه ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حواله : ٣)

١١١٨ فرانس ، اناطول : بلتا زار اور بلقیس ملکه سبا :
ترجمه : عبدالرزاق ملیح آبادی ،
نام مطبع و سنه ندارد
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمه ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حواله : ٢ ، ٣)

١١١٩ فریب ہستی :
ترجمه : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمه ۔ ایک ایڈیشن نفیس اکیڈمی کراچی نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حواله : ١٣ ، ١٣ ، ١٦)

١١٢٠ فریرمین ، آر : ڈنگو :
ترجمه : قرۃ العین حیدر ،
دہلی : مکتبه جامعه ملیه لمیٹڈ ، ١٩٦٦ء
ص : ١٦٠
ناول ۔ انگریزی سے ترجمه ۔
(حواله : ٩)

١١٢١ فری مین ، آسٹن : ابلیس تابوت میں :
ترجمه : کامل القادری ،
نام مطبع و سنه ندارد ،

اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۱۲۲ فطرتی قاتل :
ترجمہ : شیام بہاری لال ،
لکھنؤ : ہندوستانی پریس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۴ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۱۲۳ فلابیر ، گستاؤ : مادام بواری :
ترجمہ : محمد حسن عسکری ،
لاہور : البیان چوک انارکلی ، ۱۹۵۰ء
ناول ۔ 'Madame Bovary' کا براہ راست فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱۶)

محمد حسن عسکری نے یہ ترجمہ فرانسیسی زبان سے براہ راست کیا ہے لیکن میری محدود معلومات کے مطابق عسکری صاحب نے ,مادام بواری، کے ایک سے زائد انگریزی تراجم کو بھی سامنے رکھا اور یوں اسلوبیاتی اڑچنوں سے بخوبی عہدہ برآ ہونے کی سعی کی ۔ یوں یہ ترجمہ ہمارے دائرۂ کار سے باہر کی چیز نہیں رہا ۔

'مادام بواری' محمد حسن عسکری کا انتہائی اہم ترجمہ ہے لیکن عسکری صاحب خود، اپنی اس کوشش کو ناکامی پر محمول کرتے ہیں ۔ انھوں نے لکھا ہے :

'میرے جس ترجمے کو غور سے پڑھا جانا چاہیے تھا وہ ہے 'مادام بواری' یعنی ایک ناکامیاب ترجمے کی حیثیت سے ۔ اول تو اس کتاب کا صحیح ترجمہ آج تک ہوا ہی کونسی زبان میں ہے ؟ میں دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اس کتاب میں نثری اسلوب کے جتنے مسائل سامنے آتے ہیں ، میں نے ان سب کو سمجھ لیا ــــ ایک تو میں نے یہ کوشش کی کہ فلوبئیر نے علامات ، اوقاف کے ذریعہ جو معنی پیدا کئے ہیں ویسے

ہی میں بھی کروں ۔ پھر فلوبئیر نے بار بار مختلف قسم کے خیالات کو تقابل یا تضاد کیلئے ایک ہی جملے میں بند کر دیا ہے ۔ میں نے ایسے جملوں کا مطلب لکھنے کی بجائے انہیں ویسے کے ویسے ہی اردو میں منتقل کر دیا ہے ۔ اردو والوں نے شکائت کی کہ ترجمے میں روانی اور سلاست نہیں ہے ۔ جملوں کے آہنگ یا پیراگراف کی تصحیح کا معاملہ تو اتنا سخت تھا کہ میں نے بھاری پتھر سمجھا اور چوم کر چھوڑ دیا۔'

('گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے' از محمد حسن عسکری مشمولہ 'ستارہ یا بادبان' ص ۔ ١٧٦)

,مادام بواری، کو اردو میں ترجمہ کرتے وقت نثری اسلوب کے اتنے زیادہ مسائل مترجم کو گھیرتے ہیں کہ سب مسائل سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہو جاتا ہے ۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فلابئیر فنی ریاضت کو عبادت کا درجہ دیتا تھا اور اسلوب کی عظمت کو مانتا تھا ۔ اس ناول میں زندگی کے گہرے مشاہدے کو فلابئیر نے ان ہی محسوسات کے زیرِ اثر لفظوں میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے ۔ یہ ناول پڑھ کر والٹر پیٹر نے کہا تھا کہ 'فلابئیر شہیدِ ادب' ہے ۔ اس ضمن میں ترجمہ کے سب سے بڑے پارکھ ایزراپاونڈ کہتے ہیں :

'میرا خیال ہے کہ اب کوئی شخص حقیقی معنوں میں اچھی شاعری اس وقت ہی کر سکتا ہے ، جب وہ فلابئیر کی نثر سے واقف ہو ۔'

محمد حسن عسکری نے اپنے تئیں کوشش کر کے فلابئیر کی جزئیاتِ اور باہم متحارب محسوسات اور خیالات کو ایک ہی وحدت میں پرونے والے جملوں دی معرفت اردو میں منتقل کر کے ایک ایسا لافانی کارنامہ سرانجام دیا ہے جس کی مثال اردو ترجمے کی روایت میں خال خال ہی دکھائی دیتی ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

'میں نے یہ کوشش کی کہ فلابئیر نے علامات اوقاف کے ذریعے جو معنی پیدا کئے ہیں ویسے ہی میں بھی کروں۔' (،گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے، سے اقتباس) ۔ مکتبہ جدید ۔ لاہور کے اوّل اور تاحال آخری ایڈیشن میں سہوِ کاتب سے علامات و اوقاف نگاری کا وہ نظام

بُری طرح مجروح ہوا جو عسکری صاحب نے قائم کرنے کی سعی کی تھی لیکن جہاں کاتب آڑے نہیں آیا وہاں عسکری صاحب کی اوقاف نگاری کا کمال اپنے عروج پر دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً

> 'یہ پیر اسی قسم کا تھا، جس میں تھوڑی سی خمیدگی تھی، یا پھر ہلکا سا خمیدہ تھا اور اسپیر کی طرح بہت زیادہ مائل۔ حالانکہ اسکا پیر گھوڑے کی سم کی طرح چوڑا، کھال کھردری، رگیں خشک اور انگلیاں بڑی بڑی تھیں۔'

آپ نے محسوس کیا کہ اس نثری ٹکڑے میں 'مائل' اور 'حالانکہ' کے درمیان فُل سٹاپ نے کس نوع کا فریضہ انجام دیا؟ ظاہر ہے، اس کے نہ ہونے سے سارا مطلب خبط ہو جاتا۔

اس نوع کے جتن کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عسکری صاحب کے ترجمے میں فلابئیر کی نثر کو اس کی جملہ صفات کے ساتھ منتقل کیا گیا ہے۔ اُردو کے نثری اسالیب میں تنوع کی کمی کے باعث شاید اس نوع کی کامیابی ممکن نہ تھی۔ تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ محمد حسن عسکری نے اس ترجمے کے ذریعے اُردو کے مُروجہ اسالیب کے رہے ہوئے کھانچوں کو بھرنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ ایک نمونۂ عبارت ملاحظہ ہو:

> 'اُس کی ٹوپی بھی اچھی خاصی معجونِ مُرکّب تھی۔ اس میں ریچھ کی کھال کی ٹوپی، فوجی ٹوپی، نمدے کی سخت ٹوپی اور رات کو اوڑھنے کی سُوتی ٹوپی، سب کے تھوڑے بہت آثار مل سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اُس لڑکے کی ٹوپی ان قابل رحم چیزوں میں سے تھی، جن کی گونگی بدصورتی میں بھی بیان کی بڑی بڑی گہرائیاں ہوتی ہیں۔ جیسے کسی فاترالعقل آدمی کے چہرے میں۔ ٹوپی بیضوی شکل کی تھی اور اسے سخت کرنے کے لئے ویل مچھلی کی ہڈی لگائی گئی تھی۔'

'مادام بواری' ص ۹ سے اقتباس

اُردو نثر کے اسلوبیانی نظام میں جُزئیات پر اس قدر توجہ، اسمائے صفت کا فنکارانہ استعمال اور تجرباتی ردِ عمل بہت کم سامنے آیا ہے

۔ اس ترجمے کی انہی خصوصیات کی بنا پر کتاب کے گردپوش پر رائے دیتے ہوئے عزیز احمد نے کہا تھا:

'گستاؤ فلابئیر کو زندگی اور الفاظ دونوں کی نبض شناسی میں کمال حاصل تھا ۔ محمد حسن عسکری نے اس بے مثل ناول کو بڑی کاوش اور بڑی خُوبی سے اُردو میں منتقل کیا ہے ۔ شاید ہی کسی اُردو ادیب کو فرانسیسی ادب سے ایسا لگاؤ اور اس پر اتنا عبور ہو جتنا عسکری کو ہے ۔ الفاظ کی نبض پہچاننے کا انہیں بھی ایسا ہی ملکہ ہے جیسے فلابئیر کو تھا ۔'

اس رائے پر مُہر تصدیق ثبت کرنے والا ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو :

'کُھلی ہوا اسے چاروں طرف سے لپیٹ لیتی ۔ اس کی گردن کے ملائم ملائم روئیں سے کھیلتی یا اس کے پیش بند کی ڈوریوں کو اس کے کُولہوں پر اِدھر سے اُدھر اڑاتی اور وہ جھنڈیوں کی طرح پھڑپھڑانے لگتے ۔ برف پگھلنے کے دنوں میں ایک دفعہ احاطے کے درختوں کے چھال سے پانی رس رہا تھا ۔ ملازموں کی کوٹھڑیوں کی چھتوں پر برف پگھل پگھل کے بہ رہا تھا اور وہ دہلیز پر کھڑی تھی ۔'
'مادام بواری' ص ۲۹ سے اقتباس

۱۱۲۴ فلابئیر، گستاؤ : سلامبو (۲ جلدیں) :
ترجمہ : عنایت اللہ ، مولوی
دہلی : ادریس المطابع ، س ۔ ن
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷)

۱۱۲۵ فلابئیر ، گستاؤ : برو دیاس :
ترجمہ : عنایت اللہ دہلوی ،
دہلی : محبوب المطابع ،
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

١١٢٦ فلیچر ، جے ۔ ایس : زہری بان :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
ص : ٣٦٨

جاسوسی ناول 'The Ransom For London' کا ترجمہ ۔ ۷ ابواب پر مشتمل ناول کا ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ یہ ترجمہ نیشنل لٹریچر کمپنی دہلی نے بھی شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ٢ ، ۴ ، ۷)

١١٢۷ فلیچر ، جے ۔ ایس : کیفر کردار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
امرتسر : آزاد بکڈپو ، س ۔ ن
ص : ٣٣۴

ناول ۔ ,دی کانگھی ریس ، کا ترجمہ ۔ یہ ترجمہ دائرہ ادبیہ لاہور نے ١٩۴٣ء میں شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ۷ ، ٩)

١١٢٨ فلیچر ، جے ۔ ایس : زہریلا ہل :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : خالد بکڈپو ۔ اناوکلی ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١١٢٩ فلیچر ، جے ۔ ایس : انمول ہیرا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'The Million Dollar Diamond' کا ترجمہ ۔ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ۔ ایک ایڈیشن لال برادرس ، لاہور کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ۴ ، ۷)

١١٣٠ فلیچر ، جے ۔ ایس : تیسرا ایجنٹ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
دھلی : کتابستان ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٦)

١١٣١ فلیچر ، جے ۔ ایس : پامال ستم :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ طبع ثانی : ادبی مرکز حیدر آباد سندھ ١٩٥٣ء ۔ یہ 'دی مڈل ٹیمپل مرڈر' کا ترجمہ ہے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٣٢ فلیچر ، جے ۔ ایس : ساحل کے پاس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
دھلی : کتابستان ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٤ ، ١٦)

١١٣٣ فلیچر ، جے ۔ ایس : قاتل ھار :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : خالد بکڈپو ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Diamonds' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١١٣٤ فلیمنگ ، آئن : آگ کا گولہ :
ترجمہ : نذیر حسین صدیقی،
لاھور : نوبہار بکڈپو ۔ لوھاری گیٹ
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١١٣٥ فنٹوما :
ترجمہ : ن ۔ ن

لاهور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۳۲ء
ناول ۔ اس سلسلے کی اگلی کڑی کا ترجمہ ,فنٹوما کا انتقام, کے نام سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۱۳۶ فنٹوما کا انتقام :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاهور : دارالاشاعت پنجاب ، ۱۹۳۲ء
ناول ۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ,فنٹوما, کے نام سے ترجمہ ہو کر شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۱۳۷ فورمین ، کینتھرائن : امّی جان کا کھاتہ :
ترجمہ ۔ ن ۔ ن
نئی دهلی : نوکیتن پبلی کیشنز ، س ۔ ن
ص : ۱۳۳
ناول ۔ ۱۷ ابواب پر مشتمل حقیقت پسندانہ روایت کا ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۱۳۸ فونٹین ، پیٹرک : گناہ کے سائے :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Shadow of Guilt' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۳۹ فووک ، لازار لوسی : جن حسن عبدالرحمٰن :
ترجمہ : قرۃ العین حیدر ،
نئی دهلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹۶۲؛
ص : ۱۵۶
ناول ۔ (بچوں کے لئے) روسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۱۱۴۰ فیروزہ :
ترجمہ : اخلاق اختر ،

لکھنؤ : کتابی دنیا ، س ۔ ن
ص : ۲۳۱
انگریزی ناول ، شیڈوز ان دی وان ، کا ترجمہ و تلخیص ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۰)

۱۱۳۱ فیوٹرل ، جیکسن : ہیروں کا بادشاہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، ۱۹۲۸ء
جاسوسی ناول ۔ ،دی ڈائمنڈ ماسٹر، کا ترجمہ ۔ یہ ترجمہ نرائن دت سہگل لاہور نے بھی ۱۹۳۹ء سے قبل شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۱۳۲ فیئر ، اے ۔ اے :ٹھیکوں کا شکاری :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Traps Need Fresh Bait' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۳۳ فیئر ، اے ۔ اے : بڑا دروازہ :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Top of The Heap' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۳۴ فیئر ، اے ۔ اے : بناوٹی حادثہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Cut Thin Top Win' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۳۵ فیئر ، اے ۔ اے : دولت کی پجارن :
ترجمہ : شاہد لطیف قادری ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Crows Can't Count' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١١٣٦ فیئر ، اے ۔ اے : چالاک جاسوس :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'You Can Die Laughing' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١١٣٧ فیئر ، اے ۔ اے : چھ سال بعد :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Be Ware of Curious' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١١٣٨ فیئر ، اے ۔ اے : حریص ڈاکٹر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Double or Quits' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١١٣٩ فیئر ، اے ۔ اے : قیمتی خطوط :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Gold comes in Bricks' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١١٥٠ فیئر ، اے ۔ اے : قانونی قاتل :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Bigger They Come' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

۱۱۵۱ فیئر ، اے ۔ اے : کمرہ نمبر ۲۷ :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Try Any Thing Once' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۵۲ فیئر ، اے ۔ اے : منشیات کا چکّر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
ص : ۱۵۰
جاسوسی ناول ۔ 'All Grass is Not Green' کا ترجم ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۵۳ فیئر ، اے ۔ اے : برجائی مقتول :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Bachelor Gets Lonely' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۵۴ قفس زریں :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : دائرۂ ادبیہ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ ۷)

۱۱۵۵ قُلی :
ترجمہ : ن ۔ ن
بمبئی : کتب پبلشرز ، ۱۹۳۸ء
ص : ۳۶۴
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ معاشرتی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۱۵۶ قہر دریا :

ترجمہ : عبدالغفور ،
لاہور : خادم التعلیم اسٹیم پریس ، ۱۹۱۴ء
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۱۵۷ کار ، جان ڈکسن : پراسرار مسافر :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۱۵۸ کار ، جان ڈکسن : مغرور مجرم :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'The Seat of The Scorn Fil' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۱۵۹ کار ، جان ڈکسن : مار آستین :
ترجمہ : اختر رحمانی
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۳ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۱۶۰ کار ، جان ڈکسن : موت کا سایہ :
ترجم : اختر رحمانی
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۱۶۱ کارڈر ، ایرک : اندھیرے سویرے :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، طبع اوّل ۱۹۷۷ء
ص : ۳۹۲

بردہ فروشوں سے متعلق لرزہ خیز ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
طباعت لیتھو ، تعداد اشاعت درج نہیں ۔
(حوالہ : ۹)

١١٦٢ النز ، ولکی : دیوتا کی آنکھ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
حیدر آباد سندھ : ادبی مرکز ،
اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٦)

١١٦٣ کامیو ، البیر : زوال :
ترجمہ : محمد عمر میمن ،
بنگلور : رسالہ سوغات بنگلور ۵ شمارہ ٦ ۔ ۵
ص : ٨٠
ناول ۔ 'The Fall' کا ترجمہ ۔ نظرثانی : محمود ایاز
(حوالہ : ٢ ، ١١)

١١٦٤ کامیو ، البیر : اجنبی :
ترجمہ : بشیر چشتی ،
لاہور : مکتبہ جدید ، ١٩٥٩ء
ناول 'The Outsider' کا اوّلین ترجمہ ۔ دوسرا ترجمہ ڈاکٹر افضل اقبال نے ١٩٧٩ء میں شائع کروایا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٦٥ کامیو ، البیر : اجنبی :
ترجمہ : افضل اقبال ، ڈاکٹر ،
لاہور : مکتبہ جدید ، ١٩٧٩ء
ناول ۔ فرانسیسی ناول 'L' Etranger' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا اوّلین ترجمہ بشیر چشتی نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

کتاب کا تعارفیہ از محمد حسن عسکری اگست ١٩٧٥ء ۔ دیباچہ از افضل اقبال بر دسمبر ١٩٧٣ء درج ہے ۔ فرانس کے نامور ڈرامہ نگار

نقّاد اور ناول نگار البیرکامیو نے ۱۹۵۷ء میں ادب کا نوبل پرائز حاصل کیا تھا ۔ کامیو کو نوبل انعام اُس کے ناول ,پلیگ، پر ملا تھا جبکہ ,اجنبی، (The Out Sider) اس کا اولین ناول ہے جو پہلی بار ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا ۔

ڈاکٹر افضل اقبال نے یہ ترجمہ براہ راست فرانسیسی زبان سے کرنا شروع کیا تھا لیکن دو ایک ابواب کے بعد ہی ہمت ہار بیٹھے ۔ بعد میں یہ ترجمہ انھوں نے اپنی بیٹی کی مدد سے کیا اور نظرثانی کے لئے مسوّدہ محمد حسن عسکری صاحب کے حوالے کر دیا ۔ محمد حسن عسکری صاحب کا فرانسیسی سے ترجمے کا طریقہ کار ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ انگریزی ترجمے بھی ایک نظر دیکھ لیتے تھے ۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ ہمارے موضوع سے متعلق ہو جاتا ہے ۔

محمد حسن عسکری اس کتاب کا تعارفیہ (اگست ۱۹۷۵ء) لکھتے وقت مغرب کو حقارت سے ردّ کرتے دکھائی دیتے ہیں جبکہ البیر کامیو کا اوّلین تعارف (مغرب پرستی کی حد تک مبالغہ آمیز) بھی اردو ادب کے قارئین سے خود انہی نے کروایا تھا ۔ یہ تعارفیہ عین اسی زمانے میں لکھا گیا ہے جب عسکری صاحب اپنی آخری کتاب ,جدیدیّت، پر آخری نظر ڈال رہے تھے ۔ یوں ,مغربی گمراہیوں کا خاکہ، اس تعارفیہ میں بھی دَر آیا ہے ۔ اب وہ اسلامی اقدار و معیارات کے تابع ہو کر لکھ رہے تھے اس کے باوجود انھوں نے اس ناول کی تہذیبی سطح پر اہمیت کو تسلیم کیا ہے ۔ اس ناول کی اہمیت بھی اسی ضمن میں مُسلّم ہے ۔ یہ ناول ۱۹۴۲ء میں طبع ہوا اور ۱۹۷۵ء تک آتے آتے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت حاصل کر گیا ۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مغرب میں بے جا تشدّد پسندی اور اخلاقی بے راہ روی کا آغاز ہی اس کتاب کی مقبولیت کے سبب دیکھنے میں آیا ، لیکن مغرب کے نوجوان ذہن پر اس کتاب کا خاصا اثر دکھائی دیتا ہے ۔ یوں یہ ناول ، محض ناول نہیں شمار ہو گا بلکہ فلسفے کی ایک اہم تاریخی دستاویز مانا جائے گا ۔ اس ناول کے مرکزی کردار پر قتل کا مقدمہ قائم کر دیا گیا ہے لیکن اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں ۔ ماں کے جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے وہ افسردہ اور ملول دکھائی نہیں دیتا ۔ اسے پھانسی کی سزا سنائی

جاتی ہے اور قتل کرنے کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے : 'دھوپ بہت تیز تھی ۔'

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو : 'بوڑھوں کی رہائش گاہ سے مجھے یہ تار موصول ہوا:۔

'امی انتقال کر گئی ۔ جنازہ کل ۔ بہترین دعائیں ۔'

اس سے تو کچھ واضح نہ ہوا ۔ شاید کل ہی کا واقعہ ہے ۔

بوڑھوں کی رہائش گاہ مارینگو میں ہے ۔ الجیرے ۸۰ کلومیٹر ۔ میں دو بجے کی بس پر شام ڈھلنے تک وہاں پہنچ جاؤں گا ۔ اس طرح میں جنازے میں شامل ہو سکوں گا اور کل شام آٹھ بجے تک لوٹ آؤں گا ۔'

۱۱۶۶ کانن ڈائل ، (سر) آرتھر :فاتح یورپ یا اسرار دربار نپولین :
ترجمہ : رفیع احمد خاں ایم ۔ اے
لکھنؤ : طبع اوّل ۱۹۲۱ء

ناول ۔ فاتح اعظم نپولین بوناپارٹ کی شخصی زندگی کے حوالے سے نیز ملکہ جوزفائین اور فرانس کے نامور مدبروں کی قلمی تصاویر کے ساتھ ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۵)

۱۱۶۷ کانن ڈائل، آرتھر : یادگار شرلک ہومز :
ترجمہ : فیروز الدین مراد ،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب . طبع اوّل ۱۹۳۰ء
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۷)

۱۱۶۸ کانن ڈائل ، آرتھر : شرلک ہومز کا پہلا کارنامہ :
ترجمہ : فیروز الدین مراد ،
لاہور :
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۱۱۶۹ کانن ڈائل ، آرتھر : آتشی کتا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز .

ناول ـ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ـ
'The Hound of The Basker Villes' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ٢ ، ٣)

١١٧٠ کانن ڈائل ، سر آرتھر : وادیٔ خوف :
ترجمہ : نصیر احمد ، پروفیسر
ناول ـ شرلاک ہومز سلسلے کا جاسوسی ناول ـ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ـ
(حوالہ : ٣)

١١٧١ کانن ڈائل ، آرتھر : ہوائی بندوق :
ترجمہ : عبد الرّب ، منشی
ناول ـ جاسوسی ناول جس میں شرلاک ہومز جاسوس کے کارنامے ہیں ـ
ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ـ
(حوالہ : ٣)

١١٧٢ کانن ڈائل ، (سر) آرتھر : حکایات شرلک ہومز :
ترجمہ : فیروز الدین مراد ،
لاہور : س ـ ن
جاسوسی ناول ـ ترجمہ ١٩٣٩ء سے قبل شائع ہوا ـ
' The Adventures of Sherlock Holmes an Memoirs of
'Sherlock Holmes' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ٢ ، ٥)

١١٧٣ کانن ڈائل ، (سر) آرتھر : خوننابۂ عشق :
ترجمہ : فیروز الدین مراد ،
لاہور : طبع اوّل ١٩٢١ء
جاسوسی ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ٢ ، ٥)

١١٧٤ کانن ڈائل ، سر آرتھر : حلقۂ سموم :

ترجمہ : نصیر احمد ، پروفیسر
ناول ۔ جاسوسی ناول جس کا مرکزی کردار شرلاک ہومز ہے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۱۷۵ کانن ڈائل ، (سر) آرتھر : خانہ آبادی :
ترجمہ : افضل خاں ، محمد
لاہور : مولوی فیروز الدین اینڈ سنز ، س ۔ ن
ص : ۲۲۰
اسراری ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۶)

۱۱۷۶ کانن ڈائل ، سر آرتھر : خاندانی آسیب :
ترجمہ : نصیر الدین عثمانی ،
حیدر آباد دکن : شمس المطابع ، س ۔ ن
ناول ۔ اسراری ناول کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالعہ ۴ ، ۸)

۱۱۷۷ کانن ڈائل ، آرتھر : کارنامجات شرلک ہومز :
ترجمہ : تیرتھ رام فیرزو پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول : انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔
"دی ریٹرن آف شرلک ہومز" کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷)

۱۱۷۸ کبرن ، الگزینڈر : یاما :
ترجمہ : ن ۔ م راشد ،
لاہور : ہاشمی بکڈپو بیرون لوہاری ، ۱۹۳۹ء
ناول ۔ کتاب پر مترجم ن ۔ م راشد کا نام درج نہیں ۔ کتاب میں روسی زبان سے براہ راست ترجمہ کا دعویٰ کیا گیا ہے جو درست نہیں ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

'Yama The Pit' کا ترجمہ انگریزی کی معرفت ۔

راشد صاحب نے روسی زبان ۱۹۳۵ء میں سیکھی (بحوالہ: راشد نمبر نیا دور ۷۱ ، ۷۲ کراچی) ۔ یہ ناول بلاشبہ دنیا کے عظیم ناولوں میں سے ایک ہے لیکن اس کا چرچا ہمارے ہاں بہت کم ہوا ۔ یہ ناول جنوبی روس کی بکھری ہوئی آبادی کے ایک محلے ,یام سکایا سلوبووا، کا عمیق مطالعہ پیش کرتا ہے ۔ ناول کا پہلا حصہ صرف ایک رات کی داستان بیان کرتا ہے جبکہ دوسرا حصہ پورے دس سال بعد کی تصویر سامنے لاتا ہے جبکہ تیسرے حصہ میں ناول کی ہیروئن لیوبکا اسی قحبہ خانے میں واپس آتی ہے جہاں سے اس کی زندگی کا سفر شروع ہوا ۔

لیوبکا کے شب و روز کی داستان جاننے کے لئے اس کی ڈائری سے ایک اقتباس دیکھئے :

'اشتام کی صورت میں وصول پائے : ۱۵ اپریل ــــ ۱۰ روُبل + ۱۶ ، ۴ روُبل + ۱۷ ۔ ۱۲ روُبل + ۱۸ ۔ بیمار + ۱۹ ، بیمار + ۲۰ ۔ ٦ روُبل + ۲۱ ۔ ۲۴ روُبل + ۲۱

لکونین نفرت اور دہشت سے سوچتا ہے ۔ (اوہ خدا ۔ بارہ آدمی ایک رات میں ۔' یہ ناول طوائفوں کے شب و روز ، اور آتشک کے مریضوں کی حیرتناک تصویر کشی کرتا ہے ۔ چلتے چلتے ایک آتشک کے مریض رمزی کا اقرار نامہ ملاحظہ ہو :

'میں نے وقتی طور پر حیوانی شہوت کے زیرِ اثر محبت کے جذبہ کے بغیر محض روپے سے ایک عورت کے جسم کو خریدا ۔ یہ میرے اس کئے کا پھل ہے اور میں اس کی سزا بھگت رہا ہوں ۔'

ص ۴۲۳ سے اقتباس

۱۱۷۹ کپلنگ ، رڈ یارڈ جنگل میں منگل

ترجمہ : ظفر علی خاں ، مولانا

لاہور : عالمگیر بکڈپو ،

ناول ۔ 'The Jungle Book' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ مولوی عنایت اللہ دہلوی نے بھی ,زلفی، نام سے کیا تھا ۔

اسی ناول پر Zoltan Korda کی ہدایات میں ہالی وڈ امریکا سے فلم بھی بن چکی ہے ، جس میں ہندوستانی اداکار صابو نے اداکاری کی تھی ۔ والٹ ڈزنی نے ۱۹٦۷ء میں اس کہانی پر کارٹون فلم بنائی ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۱۰)

ترجمہ سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو :

' ـــ ایک چھوٹا سا جانور جس کی دُم گُھپے دار تھی ، غار کے منہ پر نمودار ہوا اور عاجزی کے ساتھ پکارا کہ : 'اے بھیڑیوں کے سردار ، اقبال حضور کے ساتھ ہو اور حضور کے بچوں کی قسمت یاور اور ان کے دانت تیز ہوں تاکہ وہ اس دنیا میں بھوکوں کو نہ بھولیں ' یہ جانور گیدڑ تھا' ۔

۱۱۸ کپلنگ ، رُڈ یارڈ : زلفی :

ترجمہ : عنایت اللہ دهلوی ، مولوی

نام مطبع و سنہ ندارد ۔

ناول ۔ انگریزی سے 'The Jungle Book' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ مولانا ظفر علی خاں نے ، جنگل میں منگل، کے نام سے کیا تھا ۔ اس کہانی پر کورڈا کی انگریزی فلم 'The Jungle Book' (۱۹۴۲ء) بہت مشہور ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵)

۱۱۸ کرافٹس ، فری مین ولز : سنہری لاش :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن

جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ، کتاب ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوئی ۔ ، دی کاسک، کا ترجمہ جس میں عورت کے قتل کا بیان ہے ۔ ترجمہ دوسری بار اردو محل کراچی نے شائع کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

١١٨٢ کراکا : شہر خوباں :
ترجمہ : تسکین علیگ ،
لاہور : سندھ ساگر اکیڈمی ، س ۔ ن
ص : ٢٢٦
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٨٣ کرسٹی ، اگاتھا : کتب خانے میں لاش :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور مکتبہ جدید ، طبع دوم : س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ ١٣ ، ١٦)

١١٨٣ کرسٹی ، اگاتھا : خوفناک جزیرہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیوزر پوری ،
کراچی : شیوجی گنیش بلڈنگ ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١١٨٥ کرسٹی ، اگاتھا : راجر ایکرائیڈ کا قتل :
ترجمہ : کہال احمد رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، س ۔ ن
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٨٦ کرسٹی ، اگاتھا : میسو پوٹامیہ میں قتل :
ترجمہ : کہال احمد رضوی ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٨٧ کرسٹی ، اگاتھا : موت سے ملاقات :
ترجمہ : کہال احمد رضوی ،
لاہور : مکتبہ خاور ،

جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١١٨٨ کرسٹی ، اگاتھا : ٹیڑھا مکان :
ترجمہ : علی ناصر زیدی ،
لاهور : مکتبہ جدید ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٣ ، ١٦)

١١٨٩ کرسٹی ، اگاتھا : بے نام خطوط :
ترجمہ : علی ناصر زیدی ،
لاهور : مکتبہ جدید ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١١٩٠ کرسٹی ، اگاتھا : گمنام منزل :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ۔
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢)

١١٩١ کرسٹی ، اگاتھا : فریبی قاتل :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ١٩٦٣ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١١٩٢ کرسٹی اگاتھا : موت کا سایہ :
ترجمہ : عبدالجلیل قریشی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ١٩٦٣ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١١٩٣ کرسٹی ، اگاتھا : خون ہی خون :

ترجمہ :اختر رحمانی و خالد جمال ،
کراچی : انور پبلشرز ـ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ـ اردو ترجمہ ١٩٦٣ء سے قبل شائع ہوا ـ
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١١٩۴ کرسٹی ، اگاتھا : بوڑھا جاسوس :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ـ 'The Evil Under The Sun' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ١٨)

١١٩٥ کرسٹی ، اگاتھا : آخری کوٹھی کے اسرار :
ترجمہ : ایم ـ اشفاق ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ـ لاٹوش روڈ ، س ـ ن
ص : ٢٣٨
ناول ـ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ٩)

١١٩٦ کرشمۂ جہالت :
ترجمہ : کنہیا لال سہیل ،
لاهور : نرائن دت سہگل ، ١٩٣٣ء
ناول ـ
(حوالہ ۷)

١١٩۷ کرلے ، بارکلے : موت کا فریب :
ترجمہ : مسعود جاوید ،
لکھنؤ : اردو پبلشرز ، نظیر آباد ، ١٩۷٨ء
ص : ٢٨٨
'کانونسٹ آن دی رَم' کا انگریزی سے ترجمہ ـ

١١٩٨ کروڑ پتی بدمعاش :
ترجمہ : نوازش علی خاں لاهوری ،
ناول ـ سنسنی خیز ناول کا انگریزی سے ترجمہ ، ١٩٣٩ء سے قبل

شائع ھوا ۔
(حواله : ۴)

کریزی ، جان : ہٹلر کے قیدی : ۱۱۹۹
ترجمه : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Legion of The Last' کا ترجمه ۔
(حواله : ۱۸)

کرین ، اسٹیفن : سرخ تمغه : ۱۲۰۰
ترجمه : انتظار حسین ،
لاھور : یونائیٹڈ بکڈپو ، ۱۹٦۰ء
ناول ۔ 'Red Badge of Courage' کا انگریزی سے ترجمه ۔
(حواله : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

یه ناول امریکه سے ۱۸۹۵ء میں پہلی بار شائع ھوا تو ادبی حلقے کرین کے نئی طرزِ نظر پر چونکے اور خصوصاً قوتِ مشاھدہ کی داد دی ۔ تھیوڈور ڈریزر کے الفاظ میں اس زمانے کا امریکی ناول 'رومانس اور رقیق القلبی کی دلدل میں بری طرح پھنسا ھوا تھا' ۔ ایسے میں فرانسیسی ناولوں کے زیر اثر لکھی گئی کرین کی اس حقیقت نگاری نے شہرت پائی ۔
ناول کے ابتدائیه میں کرین خود اعتراف کرتا ہے :

'ٹالسٹائی وہ ناول نگار ہے ، جس کا میں سب سے زیادہ قائل ھوں۔

یه ناول جنگ عظیم کے بارے میں غیر رومانوی اندازِ نظر کی عطا ہے ۔ مصنف کا یہی رویه 'سُرخ تمغه' کو ہیمنگوے کے ناول 'فیر ویل ٹو آرمز' کی روایت سے علاحدہ کرتا ہے اور اس کی الگ شناخت ممکن بناتا ہے ۔
نمونه ملاحظه ھو :
'وہ آ رہے ہیں ۔ وہ آ رہے ہیں ۔'
بندوقوں کے کندے کھٹاکھٹ کھلنے لگے ۔ دھواں دھار میدانوں کے

اس طرف سے بھاگتے دوڑتے آدمیوں کا بھورا بھورا سیلاب امنڈا چلا آرہا تھا ، وہ تند و تیز آوازوں میں چیختے ہوئے آرہے تھے ۔ وہ قریب آتے چلے گئے ، اپنی رائفلیں وہ ہر سمت میں تان رہے تھے اور ہر زاویے سے انہیں گھما رہے تھے ۔ ان کے آگے آگے ایک آڑا پرچم بھی ہوا میں لہراتا چلا آرہا تھا ۔

نوجوان کی نظر جب ان پر پڑی تو دفعتاً اسے چند لمحوں کے لئے ایک خیال آیا کہ شاید اس کی بندوق بھری ہوئی نہیں ہے ۔ وہ کھڑے کھڑے اپنے اوسان درست کرنے کی کوشش کرنے لگا ۔'

ص ۔ ۸۰ سے اقتباس

۱۲۰۱ کزاکیویچ ، عمانویل : ڈائری کا راز :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ،
لکھنؤ : آئینہ ادب حضرت گنج ، س ۔ ن
ص : ۱۸۴
ناولٹ ۔ لینن کی زندگی کے بارے میں 'Blue Note Book' کا ترجمہ ۔ اس ناولٹ کا ایک ترجمہ ,نیلی نوٹ بک, کے نام سے آزاد کتاب گھر دھلی نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا تھا بعد میں پاکستان سے , نیلی نوٹ بک, کے ہی نام سے انور سجاد کا ایک ترجمہ بھی شائع ہوا ہے جسے ساتھ ملا کر پڑھنے سے چربہ کا گماں ہوتا ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۲۰۲ کزاکیویچ ، عمانویل : نیلی نوٹ بک :
ترجمہ : ن ۔ ن
دھلی : آزاد کتاب گھر ۔ کلاں محل دھلی ، ۱۹۶۳ء
ص : ۱۸۴
ناولٹ ۔ لینن کی زندگی سے متعلق ۔ اسی نام سے انور سجاد نے بھی ایک ترجمہ پاکستانؔ سے شائع کروایا ہے ۔ اس ناولٹ کا اوّلین ترجمہ ,ڈائری کا راز, کے عنوان سے رئیس احمد جعفریؔ نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۹)

١٢٠٢ کزاکیویچ ، عمانویل : نیلی نوٹ بک :
ترجمہ: انور سجاد
کراچی: مکتبہ دانیال ، ١٩٨٣ء

ناولٹ ۔ لینن کی زندگی سے متعلق روسی ناولٹ کا یہ تیسرا ترجمہ ہے 'ڈائری کا راز' اولین ترجمہ رئیس احمد جعفری کا تھا ۔ ایک ترجمہ دہلی سے ١٩٦٣ء میں نیلی نوٹ بک کے نام سے شائع ہوچکا ہے ۔

(حوالہ : ٢ ، ١٦)

یہ روسی مصنف عمانویل کی ناول BLUE DIARY کا ترجمہ ہے ، جو انگریزی کی معرفت کیا گیا ہے ۔ انور سجاد ترجمہ کرتے وقت غیر مانوس اصطلاحوں اور محاوروں کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھے اور خاصا رواں ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔

کتاب کے دیباچہ نگار احمد سلیم نے اس ترجمہ کو ان الفاظ میں سراہا ہے : 'افسوس کہ نیلی نوٹ بک کا مصنف اس دنیا میں موجود نہیں ، ورنہ وہ اردو ترجمے میں پائی جانے والی انور سجادیت پر آپ کو ضرور داد دیتا ۔' یہ ترجمہ پہلی بار 'شعور' دہلی (مرتبہ: بلراج مین را ، شرددت) میں شائع ہوا تھا ۔

١٢٠٣ کزنس ، شیلا: میں کیوں شرماؤں:
ترجمہ: محمد حسن عسکری ،
الہ آباد : کتابستان ، ١٩٥٩ء
ص : ٣٠٢

ناول ۔ معاشرتی نفسیاتی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔ پاکستان میں بہت کم لوگوں کو اس ترجمے سے متعلق معلومات ہیں ۔ خود محمد حسن عسکری صاحب اپنے اس ترجمے کو بھول چکے تھے ۔

(حوالہ: ٩)

١٢٠٥ کلموہی:
ترجمہ: عابد حسین ،
نئی دہلی: ساہتیہ اکیڈمی ، ١٩٦٣ء

ص : ٢٧٢

ناول ۔ نگلہ ناول کے انگریزی ترجمے 'KULMUNHI' کا اردو روپ ۔ ایک نوجوان بیوہ کی کہانی ۔

(حوالہ : ۹)

١٢٠٦ کلبوے ، بیوگ : چار شیطان:

ترجمہ : نثار احمد سیٹھی ،

کراچی : اعجاز پبلی کیشنز ، س ۔ ن

جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

١٢٠٧ کوانری ، نک : عیاش حسینہ:

ترجمہ : سراج الدین شیدا،

راول پنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ، اقبال روڈ،

جاسوسی ناول ۔G'The Girl With No Place To Hide کا ترجمہ

(حوالہ : ۱۸)

١٢٠٨ کوٹس ورتھ ، ایلزبتھ : بوڑھا بگولا :

ترجمہ : عبد المجید سالک ، مولانا

لاھور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسہ فرینکلن نیو یارک،

ص : ۴۰

ناول (بچوں کے لئے) Old Whirlwind کا ترجمہ

(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

١٢٠٩ کوریلی ، میری : خونی عاشق:

ترجمہ : مرزا ھادی رسوا،

جاسوسی ناول ۔ WORWOOD کا ترجمہ

(حوالہ : ۲)

مرزا ھادی رسوا کے ترجموں سے متعلق ڈاکٹر ظہیر فتح پوری لکھتے ھیں ' رسوا ایک کامیاب مترجم تھے اور ان کس سب سے بہتر نمونے وہ تراجم ھیں جو انہوں نے درالترجمہ حیدر آباد دکن میں کئے ۔ اس کے برخلاف متذکرہ

بالا ناولوں[1] میں بیشتر مقامات پر ترجمے کا معیار بہت ھلکا ھے۔ یہ سب معمولی درجے کے انگریزی جاسوسی ناولوں کے تراجم ھیں جن کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔'[2]

مرزا رسوا نے میری کوریلی کے ناول 'Worwood' کو ترجمہ کرتے وقت یہاں تک کیا ھے کہ اکثر فرانسیسی اشعار کی جگہ پوربی گیت شامل کر دئیے ہیں اور بغیر کسی جواز کے کچھ حصے حذف بھی کر دئیے ھیں مثلاً اصل ناول کے باب ۱۴ اور ۱۵ کو حذف کرکے ۱۳ کے بعد ۱۶ شروع کردیا ھے۔ رسوا نے ترجمہ کرتے وقت حاشیہ آرائی بھی کی ھے مثلاً ایک مقام پر ناول کا ملحد ھیرو کہتا ھے:

' دنیا کے ایجادی خاکے میں کچھ نقص رہ گیا ھے۔ اور شاید وہ عظیم قوت جو کہ مستغنی اور بے نیاز ھے، جس کو نہ کوئی آنکھ سے ،دیکھتا ھے، نہ ھاتھ سے چھو سکتا ھے، کسی خاص وقت میں جبکہ طبیعت متوجہ نہ تھی۔ ایک سوال حل کیا تھا۔ بہت بڑا مسئلہ جس کی وسعت زمین و آسمان سے بڑھی ہوئی تھی وہ حل ہو گئی مگر خود فطرت اس کو بھول گئی'۔

'خونی عاشق' ص ۳۱۹ سے اقتباس

مرزا رسوا نے سخت ناگواری کے عالم میں اس پر حاشیہ لکھا:

'یہ بیوقوف ھمیشہ خدا پر اعتراض کیا کرتا ھے۔ اس کو یہ نہیں معلوم کہ دیتے ھیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کرخود امکان ناقص ھے، جو کچھ خرابیاں ھیں وہ امکاں کی ذات سے ھیں نہ کہ خالق کی ذات سے جو کچھ امکان میں تھا، ویسا ایجاد ھوا ھے۔

---

۱)۔ خونی مصور۔ اشاعت ۱۹۱۹۔	از میری کوریلی۔ Worwood کا ترجمہ
خونی عاشق۔ اشاعت ۱۹۲۰۔	از میری کوریلی۔ Worwood کا ترجمہ
خونی شہزادہ۔ اشاعت ۱۹۲۱۔	از میری کوریلی۔ لیتھوڈسٹ پبلشنگ ھاؤس، لکھنؤ
خونی بھید۔ اشاعت ۱۹۲۴۔	از میری کوریلی۔ لیتھوڈسٹ پبلشنگ ھاؤس، لکھنؤ
خونی جودو۔ اشاعت ۱۹۲۸۔	از میری کوریلی۔ انڈین پریس لکھنؤ

بہرام کی رھائی۔ (ماخوذ و ترجمہ)۔ از مارس لیبلانک (فرانسیسی سے ترجمہ)

۲)۔ 'رسوا کی ناول نگاری' طابع حروف ۲۲۲۔ P سید پور راولپنڈی ۱۹۷۰۔ ص ۳۹۸

یہ کہ ضدیں ایک جگہ جمع ہو جائیں ۔ یہ امکان میں نہیں لہذا اعتراض پوچ اور لچر ہے ۔'

میری کوریلی کے ناول 'Wormwood' اور اس کے ترجمے 'خونی عاشق' کا تقابلی مطالعہ خود کر لیجئے ۔

'پھر بڑی بے شرمی سے
کہنی کو آگے بڑھا کر اور
کولھے پر ہاتھ دھر کے
مٹکنا اور تھرکنا شروع کیا
:
مہاراجہ سے نیہہ لگبنے
ھمار کوڑکا کریہینے
تمہری لاگ پہ نیہہ لگبنے
جیا کی پتن بجھنے ھمار
کوڑ کا کریہے
مہاراجہ سے نیہہ لگبنے
ھمار کوڑ کا کریہے
ص ۲۳۶

' And then with an indiscribable
slide forward and an impudent
bracing of the arms akimbo
they started the 'Can – Can.'
Page 311

'اُف نیلے پھولے ہوئے اور
اکڑے ہوئے اعضاء !
عاشق کا بانکپن نہ گیا بعد
مرگ بھی
تختے پہ غسل کے جو لٹایا
اکڑ گئے
ص ۲۲۱

' Ugh ! those blue, swollen
contorted limbs '
Page 294

۱۲۱۰ کوریلی ، میری : خونی مصوّر :
ترجمہ : مرزا ہادی رسوا ۔
لکھنؤ : طبع اوّل ۱۹۱۹ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۱۱ کوریلی ، میری : خونی بھید :
ترجمہ : مرزا ھادی رسوا ،
لکھنؤ : لیتھوڈسٹ پبلشنگ ہاؤس ،
طبع اوّل ۱۹۲۴ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۱۲ کوریلی ، میری : خونی جورو :
ترجمہ : مرزا ھادی رسوا ،
لکھنؤ : انڈین پریس ، طبع اوّل : ۱۹۲۸ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۱۳ کوریلی ، میری : روح لیلیٰ :
ترجمہ : فیض الحسینی ،
فیروز پور : فیض الحسینی ، ۱۹۰۸ء
ناول ۔ (حوالہ : ۲ ، ۷)

۱۲۱۴ کوریلی ، میری : پتنگا :
ترجمہ : گورو دت ،
دھلی : آہلو والیہ بکڈپو ۔ نیو روہتک روڈ ، س ۔ ن
ص : ۲۲۰
ناول ۔ معاشرتی ناول ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱٦)

۱۲۱۵ کوریلی ، میری : زسکا :
ترجمہ : پنڈت ملک راج شرما آنند ،
لاھور : طبع اوّل ۱۹۱۸ء
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۱۲۱٦ کوریلی ، میری : تھیاما :
ترجمہ : گوھر سلطانہ ،
لاھور : مکتبہ شاھکار ، ۱۹۷٦ء

ص : ۷۰
ناول ۔
(حوالہ : ۵ ، ۱۵)

۱۲۱۷ کوریلی ، میری : جذبۂ انتقام :
ترجمہ : حیدری ، ایم ۔ ایچ ،
راول پنڈی : کتاب گھر ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۱۸ کوریلی ، میری : دو جہاں کی سیر :
ترجمہ : ساغر اکبر آبادی ،
فیروز پور : طبع اوّل ۱۹۰۸ء
ناول ۔ فلسفیانہ موضوعات خصوصاً مذہب اور دنیا کی حقیقت کے حوالے سے ۔ اپنے وقت کا بیسٹ سیلر ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

۱۲۱۹ کوریلی ، میری : رموز قدرت :
ترجمہ : راجہ محمد افضل خاں ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۲۲۰ کول ، بی ۔ ایم : شکست در شکست :
ترجمہ : اسرار زیدی ،
لاہور : کلاسیک دی مال ،
ناول ۔ ہندوستانی ناول نگار کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲۲۱ کول ، بی ۔ ایم : ان کہی کہانی :
ترجمہ آفتاب احمد بسمل ،
کراچی : ایشین بک سینٹر ، ۱۹۶۷ء

ناول ۔ ہندوستانی ناول نگار کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲۲۲ کولوری ، کارلو : پناکو کے کارنامے :
ترجمہ : سعید لخت ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، س ۔ ن
ناول ۔ (بچوں کے لئے) اٹالین زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۴)

۱۲۲۳ کونرڈ جوزف : راز دان :
ترجمہ : احسن فاروقی ،
لکھنؤ : کتابی دنیا ، ۱۹۵۹ء
ص : ۱۵۹
ناول ۔ 'سیکرٹ ایجنٹ' کو ہندوستانی منظرنامہ دے دیا گیا ہے نیز کردار بھی مشرقی بنا دئیے گئے ہیں ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱٦)

۱۲۲۴ کون کونسٹ ، مس : اے عشق کہیں لے چل :
ترجمہ : صادق الخیری ،
کراچی : شہناز بک کلب ، ۱۹۷۱ء
ص : ۱٦۰
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳)

۱۲۲۵ کونسلر ، آرتھر : ظلمت نیم روز :
ترجمہ : گوپال متل ،
دھلی : سدھار تا پبلی کیشنز ۳۵ فیض بازار ، ۱۹۵۳ء
ص : ۳۳۲
ناول ۔ 'Darkness at Noon' کا ترجمہ جس میں کونسلر نے کمیونزم کی کمزوریوں کی نشاندھی کی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۲۲٦ کینہر ، ولا : ویران ہے دل :

ترجمہ : قیسی رام پوری ،
کراچی : لارک پبلشرز ، طبع دوم ١٩٦٠ء
ناول ۔ 'My Dear Antonia' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١ ، ١٦)

١٢٢٧ کیتھر ، ولا : میری پیاری آنٹونیہ :
ترجمہ : منوہر سہائے انور ،
دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پبلس ، ١٩٦٩ء
ص : ٢٨٨
ناول ۔ 'My Dear Antonia' کا ترجمہ جس میں شمالی امریکہ کی ایک خود دار اور حوصلہ مند لڑکی مرکزی کردار ہے ۔
(حوالہ : ٩)

١٢٢٨ کیتھرائن ٹرنی : روح کا اغوا :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ، ١٩٥٨ء
ص : ٣٢٥
ناول ۔ ایک شخص کی بیوی خود کشی کر لیتی ہے ۔ چند برس بعد وہ دوسری شادی کرتا ہے تو پہلی بیوی کی روح اس کی دوسری بیوی میں منتقل ہو جاتی ہے ۔ اس ناول کا پس منظر اور کرداروں کے نام ہندوستانی ہیں ۔
(حوالہ : ٩)

١٢٢٩ کین ، ھال : مہدی :
ترجمہ : ایم ۔ اسلم ،
لاھور : لاھور اکیڈمی ، س ۔ ن
ص : ٥٦٤
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١١)

١٢٣٠ کیوی ، ولیم لی : پراسرار شہزادی :
ترجمہ : عبدالحلیم شرر ،

راول پنڈی : ناول ایجنسی طبع دوم ۔ س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢)

١٢٣١ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : برفیلے ہاتھ :
ترجمہ : حسرت ملیح آبادی ،
کراچی : فرید پبلشرز ، ١٩٧٠ء
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٣٢ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : بے قرار لڑکی :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٣٣ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : پراسرار لفافہ :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٣٤ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : پراسرار میزبان :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٣٥ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : پراسرار مُوکّل :
ترجمہ : نثار احمد سیٹھی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢٣٦ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : تیراک لڑکی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ، اکتوبر ١٩٨٠ء
ص : ١٦٨
جاسوسی ناول ۔ 'The Case of The Neghigent Nymph' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١٢٣٧ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : جعلی نشان :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Mischevious Doll' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٨)

١٢٣٨ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : جعلی تصویر :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٣٩ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : جواری عورت :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٤٠ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : جل پری :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢٤١ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : خوابیدہ دلہن :
ترجمہ : عبدالجلیل قریشی ،

کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢۴٢ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : دس ہزار ڈالر :
ترجمہ : ابوالحسن جعفری ،
کراچی : اعجاز پبلشرز ، قاضی مینشن فرئیر روڈ ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢۴٣ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : دفن شدہ گھڑی :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢۴۴ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : دام فریب :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢۴٥ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : دست قضا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
جالندھر : نرائن دت سہگل ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٦)

١٢۴٦ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : خوفناک گوریلا :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

۱۲۴۔ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : خونی بیوہ :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۴۸ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : سراغ کی چابی :
ترجمہ : نثار احمد سیٹھی ،
کراچی : بانو اکیڈمی اے ۔ ایم کراچی ۱
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۴۹ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : سوگوار کتا :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۶۲ سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۵۰ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : سیاہ گواہ :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۵۱ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : عورتوں کا شکاری :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۵۲ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : عیّار نرس :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،

جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۵۳ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : عیار قاتل :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۶۲ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۵۴ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : آتشی انگلیاں :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۵۵ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : انتقام :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔ مرکزی کردار پیری میسن جاسوس کا ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۵۶ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : طرار حسینہ :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۶۲ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۵۷ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : صبح کا بُھولا :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Case of The Nervious Accomplice'
کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

١٢٥٨ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : شیطان کی خالہ :
ترجمہ : ابوالحسن جعفری ،
کراچی : بانو اکیڈمی اے ۔ ایم ۔ کراچی ١
جاسوسی ناول ۔ پیری میسن جاسوس کے کارنامے ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٥٩ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : وھمی قاتل :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ، نکل روڈ کراچی ٢
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ١٩٦٢ سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢٦٠ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : نیلی آنکھیں :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٦١ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : نقاب پوش عورت :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

١٢٦٢ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : مفرور لاش :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ٢)

١٢٦٣ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : کرم خورہ کوٹ :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،

جاسوسی ناول۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

١٢٦٤ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : کانا قاتل :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول۔ اردو ترجمہ ١٩٦٢ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲)

١٢٦٥ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : گمشدہ ملکہ حُسن :
ترجمہ : حسرت ملیح آبادی ،
کراچی : فرید پبلشرز ،
جاسوسی ناول۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

١٢٦٦ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : مستعار دوشیزہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Borrowed Brunette' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۱۸)

١٢٦٧ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : مُشتبہ شوہر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر۔ اقبال روڈ ١٩٨٠ء
ص : ١٥٧
جاسوسی ناول۔ 'The Case of The Dubious Bridge Room'
کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۱۸)

١٢٦٨ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : مجرم کا قتل :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۰ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : مصنوعی آنکھ :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۷ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : کٹھ پتلی :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز ۔ کتاب گھر ،
جاسوسی ناول ۔ The Case of the Foot Lose Doll
کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۸)

۱۲۷۱ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : قاتل جواری :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلیشرز ۔ نکل روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ اُردو ترجمہ ۱۹۶۲ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۲۷۲ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : قاتل کی لاش :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۲۷۳ گارڈنر ، ارل اسٹینلے : پیری میسن کے کانامے :
ترجمہ : پیرزادہ ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۲ ، ۱۳ ، ۱۶)

۱۲۷۴ گاروس ، چالیس : سونے کا جزیرہ :
ترجمہ : بھٹناگر ،

ناول ۔ ' دی ہیریٹیج آف ہیت ، کا ترجمہ جس میں ایک ایسے
جزیرے کی کہانی ھے جس میں سے سونا نکلتا ھے ۔ ترجمہ
۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۲۷۵ گالزوردی ، جان : سیب کا درخت :
ترجمہ قاضی عبدالغفار ،
حیدر آباد دکن : اردو اکیڈمی ،
ناول : ,دی ایپل ٹری, کا ترجمہ مدیر ، پیام ، نے کیا ھے ۔
ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔ دوسری بار کریمی
پریس لاھور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷ ، ۸)

۱۲۷۶ گالز وردی ، جان : سیب کا درخت :
ترجمہ : وشوامتر عادل ،
بمبئی : کتب پبلشرز لمیٹڈ ، ۱۹۴۹ء
ص : ۱۰۴
ناولٹ ۔ 'The Apple Tree' کا ترجمہ
(حوالہ : ۹ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲۷۷ گاؤں کی کہانی :
ترجمہ : شوکت علی خاں ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ۲۸۰
ناول ۔ سماجی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۲۷۸ گڈس ، ڈیوس : خاموش انتقام :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Night squad' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحبہ: +92- 334 0120123

۱۲۷۹ گردش ایام :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ١٩٦٥ ء
ص : ۴۳٦
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۲۸۰ گرو چیلے کی چوٹ :
ترجمہ : بوتھرا ، ایم ۔ پی
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۲۸۱ گرو زر ، کارل ہانز : تامبورس (دو جلدیں) :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، لاٹوش روڈ ، طبع اوّل ۱۹۷۸ ء
ص (جلد اوّل) : ۴۷۲
ص (جلد دوم) : ۴۳۰

مہماتی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔ ناول کے ہیرو تامبورس کا کردار بیک وقت دیوتا بھی اور شیطان بھی ۔

حوالہ : ۹)

۱۲۸۲ گرے ، برکلے : سیاہ دائرے :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز ۔ کتاب گھر ، اقبال روڈ ، ۱۹۷۲ ء
جاسوسی ناول ۔ 'Conquest Marches on' کا ترجمہ ۔

برطانوی اخبار ' لندن ڈیلی ریکارڈ ' کے کالم نویس بلیٹ کی کہانی

(حوالہ : ۲ ، ۱۸ ، ۱۹)

ابتدائیہ سے نمونہ :

'برطانیہ کے مشہور اخبار 'لنڈن ڈیلی ریکارڈ' کا کالم نویس بلیٹ بڑی ہی عجیب و غریب طبیعت کا مالک تھا ۔ وہ ہر معاملے میں اپنی

ٹانگ اڑانا ضروری خیال کرتا تھا ۔ چاہے اس معاملے سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو ۔ اپنی اس عجیب و غریب طبیعت کی وجہ سے وہ کافی مشہور تھا ۔ شکل و صورت بھی کسی حد تک مضحکہ خیز تھی ۔

۱۲۸۳ گرے ، برکلے : فاتح جاسوس :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Call Conquest for Danger' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۲۸۴ گرین ، ایف ۔ ایل : مفرور :
ترجمہ : ابو سعید قریشی ،
لاہور : مکتبہ اردو سرکلر روڈ ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۰)

۱۲۸۵ گسٹاپو :
ترجمہ : محمد بشیر قریشی ،
لاہور : ہاشمی بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۲۸۶ گلوٹین :
ترجمہ : نذیر مرزا برلاس ،
پشاور : یونیورسٹی بک ایجنسی ،
ناول ۔ انقلاب فرانس کے پس منظر میں لکھے گئے ناول 'Guillotine' کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۲۸۷ گناہ کی راہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نیشنل لٹریچر کمپنی ۱۹۳۳ ء

ناول ۔
(حوالہ : ۷)

١٢٨٨ گوتھری جونیئر : نیلی بستیاں :
ترجمہ : محمود نظامی ،
لاہور : پبلشرز یونائیٹڈ لمٹڈ ۔ ١٧٦ انارکلی ، طبع اوّل : ١٩٥٩ ء
جاسوسی ناول ۔ ١٥ ابواب پر مشتمل انگریزی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٩)

ابتدائیہ سے نمونہ : 'مارچ کی ایک روشن صبح تھی رات کی بارش کے باوجود موسم بڑا خوشگوار تھا لیجی ایوانس باورچی خانے میں بیٹھا باہر کا منظر دیکھنے میں مصروف تھا صحن اور سامنے کی زمین دلدل سے بھری ہوئی تھی لیجی یہ دیکھ کر خوش تھا کہ دلدل اور بارش کا بہانہ بناکر آج وہ کام سے بچ جائے گا ویسے وہ کام چور نہ تھا ، مگر آج اس کا جی کام کرنے کو نہ چاہتا تھا ۔'

١٢٨٩ گوڈ فرے لیاس : عثمان بطور :
ترجمہ : شاہد احمد دہلوی ،
کراچی : اردو اکیڈمی (سندھ) س ۔ ن
ص : ۴۴۸
ناول ۔ 'Kazah Exodus' کا ترجمہ ، دوسری بار مشتاق بک ڈپو کراچی نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٣ ، ١٦)

یہ Godfrylias کی کتاب (ناول) 'Kazah Exodus' کا ترجمہ ہے ۔ اس ناول کو ہجرت کی داستان کہنا چاہئے ۔ قازقوں کی یہ کہانی روس اور چین کے سرحدی علاقے سے متعلق ہے ۔ مصنف چونکہ مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسکول سیکشن میں ہیڈ ماسٹر رہے تھے ، اس لئے مشرقی منظر نامے پر ان کی گہری نظر دکھائی دیتی ہے ۔ اس ناول میں اشتراکی دنیا کے ہاتھوں قازقوں کی بربادی کا بیان اور ہجرت کا نوحہ توجہ چاہتا ہے ۔ واقعاتی ادب میں یہ ترجمہ ہمیشہ یادگار رہے گا ۔

۱۲۹۰ گودکی ، میکسم : مالو :
ترجمہ : نریش کمار شاد ،
دھلی : مکتبہ رنگین گنج میر خاں ، ۱۹۵۳ ء
ص : ۱۲۷
ناولٹ ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۱۲۹۱ گورکی : میکسم : ماں :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
لاھور : پیپلز پبلشنگ ہاؤس ، س ۔ ن
ص : ۵۲۸
ناول ۔ گورکی کا شاھکار ناول ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ دارالاشاعت ترقی ماسکو نے شائع کیا تھا ۔ مخمور جالندھری کا ترجمہ پہلی بار آئینہ ادب لاھور نے شائع کیا ۔ 'The Mother' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۲۹۲ گورکی ، میکسم : ماں :
ترجمہ : دارالاشاعت ترقی ،
ماسکو : دارالاشاعت ترقی ، س ۔ ن
ناول ۔ اوسی زبان سے براہ۔ راست ترجمہ ۔ غالباً یہی ترجمہ بعد مین (۱۹۵۳) مکتبہ شاہراہ دھلی نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۸ جون ۱۹۳۶ ء کو ماسکو میں مشہور عالم روسی مصنّف میکسم گورکی کا انتقال ھوگیا ۔ اس کی ولادت ایسے ماں باپ کے گھر میں ھوئی جو ھندوستان میں اچھوت سمجھے جاتے ھیں ۔ خدا جانے ھندوستان میں کتنے میکسم گورکی معاشرہ کے ظلم کا شکار ھوجاتے ھیں اور ان کی فطری قابلیتوں کو اُبھرنے اور پنپنے کا موقع نہیں ملتا ۔ میکسم گورکی اس کا اصلی نام نہ تھا ۔ اس کا نام پشکوف (Maxcumovich Peshkov) تھا ۔ وہ ۱۸۶۸ ء میں پیدا ھوا ۔ اس کا باپ ایک فراش تھا ۔ گورکی کی عمر ۵ سال کی تھی جب اس کا باپ مر گیا اور اس کی ماں نے دوسری شادی کرلی ۔ چنانچہ نانا کے پاس بھیج

دیا گیا جو ایک غریب انگریز تھا ۔

۹ سال کی عمر میں گورکی کام میں لگا دیا گیا ۔ اس کے بعد ۱۰ سال کی مدت تک وہ مختلف پیشے اختیار کرتا رہا اور روزی کی تلاش میں اس نے روس کے ایک بڑے حصّے کا دورہ کر لیا ۔ انہی دنوں میں اس کو روس کی زندگی کا نہایت وسیع تجربہ حاصل ھوگیا ۔ اس دوران میں وہ پڑھنا لکھنا سیکھتا رہا ۔ وہ بڑا زبردست مطالعہ کرنے والا تھا ۔ اپنے غیر معمولی مصائب اور موانع کے باوجود اس نے تقدیر کے خلاف جنگ کرنے میں جو کامیابی حاصل کی وہ ھمارے ملک کے غریب نوجوانوں کے لئے بہت سبق آموز ھے ۔

جن دنوں وہ طفلس کے ریلوے ورکشاپ میں ملازم تھا اس کا پہلا افسانہ ایک روزانہ اخبار میں اسی فرضی نام سے شائع ھوا جو اب شہرۂ آفاق ھے ۔ رفتہ رفتہ گورکی اپنے صوبے کا ایک کامیاب ادیب مشہور ھوگیا ۔ ۱۸۹۵ ء میں سینٹ پیٹرز برگ کے ایک مشہور رسالے نے اس کا افسانہ '' چلکاش '' شائع کیا اور ۱۸۹۷ میں اس کے افسانوں کا ایک مجموعہ بھی چھپ گیا ۔ یہ مجموعہ اتنا مقبول ھوا کہ روسی رائے عامہ نے گورکی کو ٹالسٹائی کا ھم رتبہ مصنّف قرار دیا اور اس کی شہرت عالمگیر ھوگئی چنانچہ برلن کے تھیٹروں میں اس کا ایک ڈراما دو سال تک جاری رھا ۔

۱۸۹۹ ء میں اس کا تعلق اشتراکی جمہوریت پسندوں سے اُستوار ھوا اور پولیس پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ گئی ۔

جس کا نتیجہ ناول 'ماں' ھے ۔ عالمی سطح پر لکھے گئے ناول کی جب درجہ بندی ھوئی ھے گورکی کی ناول 'ماں' کو ھمیشہ سرفہرست ہی شمار کیا گیا ھے ۔ گورکی کا ایمان تھا کہ بڑے قلم کار کے لئے اپنے عہد کے سماجی شعور سے آنکھیں چرا کر لکھنا ناممکن ھے ۔ اسی نظریہ کے تحت اس نے یہ عظیم کارنامہ سرّانجام دیا ۔ 'ماں' انقلاب سے پہلے کے روس کی سماجی زندگی اور سیاسیات کی عمومی و اجمالی تصویر کشی ھے ۔ یہ ناول روس کے شہر (سورموو) میں پیش آنے والے واقعات کا حیرت انگیز تانا بانا بُنتی ھے ۔ سورموو کے ایک

مزدور پیوٹر آندرے وچ زالوموف اور اس کی خانگی زندگی اس ناول کا نکتۂ ارتکاز ھے ۔ یہی سبب ھے کہ ولاسوف اور اس کی ماں آنا کیرنلوفنا اس ناول کے ذریعے دو عظیم انقلابی کرداروں میں ڈھل کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ھوئے ھیں ۔ یہ دونوں کردار ترقی پسند نظریے اور خالصاً عوامی مقاصد کے لئے سرگرمِ عمل رھے اور مزدور تحریکوں کے لئے ان کی شدید جدوجہد نشانِ راہ بن گئی ۔

گورکی نے اس ناول میں طبقاتی تقسیم کے خلاف اٹھنے والی عوامی تحریکوں کے ظاھر و باطن کو پوری تفصیل اور دیانت داری کے ساتھ قلمبند کیا ھے ۔ ناول میں متضاد اور باھم مقارب نظریات کی کشمکش کو اس فنکاری سے پیش کیا گیا ھے کہ زندگی کی ھماھمی اس ناول کا وصفِ خاص بن گئی ھے ۔

ولاسوف سرگرمِ عمل ھے اور اس کی ماں (نلوفنا) اس کی زبان بن گئی ھے ۔ یوم مئی کے جلوس کے موقع پر وہ ایک عورت سے کہتی ھے :

'ڈرنے کی کوئی بات نہیں ۔ ان کا مقصد زندگی مقدّس ھے ۔ ذرا سوچو تو سہی کہ اگر لوگ یسوع کی خاطر اپنی جان نہ دیتے تو حق کا وجود کیسے قائم رہ سکتا تھا ۔'

بیٹے کے آہنی سلاخوں کے پیچھے چلے جانے کے بعد وہ بڑے حوصلے سے کہتی ھے :

'یہ دوسری مرتبہ ھے کہ اسے جیل میں ڈال دیا گیا ھے ۔ سب کچھ اس لئے ھوا کہ اس نے خدا کی سچائی کو لوگوں کے دلوں میں بویا تھا ۔ وھی تھا جسے تمہارے لئے اخبار نکالنے کا خیال آیا ۔ وھی تھا جس نے لوگوں کو صحیح راستے پر لگایا ۔ اس کے جیسے بہت سے آدمی ھیں جو اپنی آخر زندگی تک آزادی اور سچائی کے لئے لڑتے رھیں گے ۔'

ماں اس ناول میں ھمدردی ، مروّت ، صبرو استقامت اور جہد مسلسل کی ایک علامت بن کر ابھری ھے اور اس ایک کردار کی تشکیل کے ساتھ گورکی نے لاکھوں انسانوں کی سوچ کو ایک نئے

دھارے پر ڈال دیا ھے ۔

انسانی زندگی کی چلت پھرت کو گورکی نے اپنے قلم کے ذریعے لفظوں میں تحرّک بخش دیا ھے ۔ ترجمہ سے نمونۂ عبارت ملاحظ ھو :

'انسانی آوازیں ایک طوفانی شور میں بدل گئیں ، جس نے مشینوں کی گڑگڑاہٹ ، بھاپ کی سنسناہٹ اور بجلی کے تاروں کی بھنبھناھٹ کو غرق کردیا ، لوگ ہر طرف دوڑے ، ھاتھوں سے اشارے کرتے ، ایک دوسرے کو تیز و تند الفاظ سے اُکساتے ھوئے آ رھے تھے ۔ بے اطمینانی جو ھمیشہ تھکے ھوئے سینوں میں چُھپی رھتی ھے جاگ پڑی تھی اور باہر نکلنے کا راستہ مانگ رھی تھی ۔ مجمع کے سر پر دھول اور کالک کے بادل چھارھے تھے ۔ پسینے سے شرابور چہروں پر جوش کی تمتماھٹ تھی ۔ رُخساروں پر سیاہ آنسوؤں کے دھبے پڑے ھوئے تھے اور آنکھیں اور دانت کلونس سے بھرے ھوئے چہروں میں چمک رھے تھے ۔'

١٢٩٣ گورکی ، میکسم : ماں :
ترجمہ : ن ـ ن
دھلی : مکتبہ شاہراہ ، ١٩٥۴ ء
ص : ۳۷۰
ناول ـ گورکی کا شاہکار جو دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ھے ـ ایک ترجمہ مخمور جالندھری کا بھی ملتا ھے ـ
(حوالہ : ٩ ، ١٦)

١٢٩۴ گورکی ، میکسم : دیوانہ ھے دیوانہ :
ترجمہ : مخمور جالندھری ،
دھلی : مکتبہ شاہراہ ـ اردو بازار ١٩٦٦ ء
ص : ٣٧٦
ناول ـ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ـ
(حوالہ : ٩)

١٢٩٥ گوزینگو ، آنگر : سورما کی ہار :
ترجمہ گوپال متل ،

دھلی : مکتبہ تحریک ۔ ۹ انصاری مارکیٹ ۔ دریا گنج ، ۱۹۵۹ ء

ناول ۔ روسی زبان کا ایک ایسا ناول جس میں آزادی اور انصاف کے حوالے سے کمیونزم کی مخالفت کی گئی ہے ۔

(حوالہ : ۹ ، ۱٦)

۱۲۹٦ گوگول ، نکولائی : تاراس بلبا :

ترجمہ : خلیق انجم ،

دھلی : مکتبہ شاہراہ ، ۱۹۵۷ ء

ص : ۱٦۳

ناول ۔ روسی ناول جس میں حبّ الوطنی اور حریّت فکر کو ابھارا گیا ہے ۔ اس ناول پر عالمی شہرت کی حامل فیچر فلم بن چکی ہے ۔

(حوالہ : ۹)

۱۲۹۷ گوئٹے ، جان وولف گانگ : نوجوان ورتھر کی داستان غم :

ترجمہ : ریاض الحسن ، ڈاکٹر ،

الہ آباد : لٹریری سنڈیکیٹ : سلیمی پریس ، ۱۹۳۳ ء

ص : ۱۹۸

ناول ۔ 'Die Leiden Des Yungen Werther' کا جرمن زبان سے ترجمہ

۱۲۹۸ گوئٹے ، جان وولف گانگ : نوجوان ورتھر کی داستان غم :

ترجمہ : محمد افضل ، میاں

لاھور : مکتبہ شاھکار ، مطبع دوم : ۱۹۷٦ ء

ص : ۳۲

ناول ۔ جرمن زبان سے ترجمہ ۔ اِس ناول کا احمد ندیم قاسمی نے ۱۹۵۱ ء میں ترجمہ کیا تھا جو تاحال شائع نہیں ھوسکا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۵ ، ۷)

یہ گوئٹے کا اکلوتا ناول ہے ۔ جسے بڑی حد تک گوئٹے کی آپ بیتی کہا جاسکتا ھے ۔ اس ناول کے مرکزی کردار ورتھر کی شخصیت کے پردے میں عظیم مصنّف گوئٹے غم و اندوہ کے ساتھ نڈھال ھے اور مسلسل سُبکیاں لے رہا ھے ۔ یہ ناول اس زمانے کی یادگار ھے جب گوئٹے پر شدید آئیڈیل پرستی کا دور دورہ تھا ۔

یہ ناول اپنے دو مرکزی کرداروں ورتھر اور لُوتی کی عالمگیر شہرت کے باعث یادگار رہے گا ۔ یہ ایک المناک کہانی ھے اور اسے بیشتر ناقدین نے 'خودکُشی کی نفسیات' کا ناول قرار دیا ھے ۔ ورتھر وجیہ مردانہ شخصیت کا حامل کردار ھے ۔ مصوری کرتا ھے اور دانشوروں میں نمایاں بھی ھے لیکن اس کی آئیڈیل پسندی اسے ایک شادی شدہ عورت (لوتی) کی محبت میں بہا لے جاتی ھے ۔ وہ انتہائی سوچ بچار کے بعد خودکشی کر لینے کا فیصلہ کرتا ھے ۔ اس لئے وہ اپنی محبوبہ اور اس کے خاوند کے درمیان حائل ھونا پسند نہیں کرتا ۔ دوسری طرف لوتی اپنے خاوند کی اطاعت پر محبت کو بھینٹ چڑھا دیتی ھے ۔

اگر اس ناول کو مثبت رویّوں کا ناول قرار نہیں دیا جاسکتا تو منفی بھی نہیں کہا جاسکتا ۔ اس لئے کہ ورتھر اگر خودکُشی کرتا ھے تو اس لئے نہیں کہ موت اسے زندگی سے زیادہ حسین نظر آئی ۔ بلکہ اس لئے کہ اس نے ایک اور زندگی (البرٹ اور اوتی کی گھریلو زندگی) کو مزید خوشگوار بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا ۔

گوئٹے نے اس ناول کے ذریعے محبت کے جذبے کی ایک نئی تعبیر پیش کی ھے اور اسے سراسر قُربانی اور ایثار قرار دیا ھے ۔
ترجمے سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ھو :

'اُس نے مرنے سے پہلے صرف ایک گلاس شراب کا پیا تھا ۔ 'ایمیلیا گیلوتی' (ایک مشہور ڈرامہ) کی ایک کاپی اس کے لکھنے کے ڈیسک پر کُھلی پڑی تھی ۔'

البرٹ کے اضطراب یا لوتی کے غم کو بیان کرنے کے لئے الفاظ موجود نہیں ھیں ۔

بوڑھے جج نے جونہی یہ خبر سُنی وہ چلاتا ھوا اندر داخل ھوا ۔ اپنے رُخساروں پر بہتے ھوئے گرم گرم آنسوؤں کے ساتھ اس نے موت سے ھمکنار ھونے والے شخص کو بوسہ دیا ۔ اس کے بڑے بیٹوں نے فوراً اس کی پیروی کی ۔ وہ سب بستر کے قریب انتہائی گہرے غم کے عالم میں اپنے گھٹنوں پر جُھک گئے اور مرنے والے کے ہاتھوں اور منہ کو چومنے لگے ۔''

ص ۴۲ سے اقتباس

۱۲۹۹ گوئٹے ، جان وولف گانگ : ولہلم مانسٹر (دو جلدیں) :
ترجمہ : عابد حسین ، (ڈاکٹر) سیّد
دہلی : ساہتیہ اکیڈمی ، ۱۹۵۸ ء
ص : ۴٦٦
ناول ۔ جرمن ناول ' ولہلم مانسٹر ' کا ترجمہ براہ۔ راست اردو زبان میں کیا گیا ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۰۰ لال چھتری :
ترجمہ : انوار حسین رضوی ، سیّد
لکھنؤ : بہار کو اسکول ، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۰۱ لالہء صحرا :
ترجمہ : مظہرالحق علوی .
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، س ۔ ن
ص : ٣٦٢
ناول ۔ وحشی قبائل کے حوالے سے اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۰۲ اٹن ، لارڈ : شہر لاننسیس کی بیگم :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : پیسہ اخبار ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ ۱۹۲۳ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۳۰۳ لٹن ، لارڈ : لیلیٰ (یا محاصرہ غرناطہ) :
ترجمہ: امتیاز علی تاج ، سیّد
لاہور : دارالاشاعت پنجاب ، طبع اوّل ۱۹۲۴ ء
ناول ۔ محاصرہ غرناطہ سے متعلق انگریزی ناول کا ترجمہ ۔ دوسری

بار ١٩٣٦ میں طبع ہوا ۔
(حوالہ : ٢ ، ٣ ، ۷)

١٣٠۴ لٹن ، لارڈ : زینونی :
ترجمہ : ساغر اکبر آبادی،
ناول ۔ انقلاب فرانس کے پس منظر میں لکھا گیا فلسفیانہ ناول ۔
ترجمہ ١٩٣٩ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

١٣٠٥ ارمنتوف ، ایم ۔ آئی : نیا ہیرو :
ترجمہ : غلام سرور،
لاہور : مکتبہ جدید ، ١٩٥٨ ء
ص : ٢٣٢
ناول ۔ ١٨۴١ ء میں شائع ہونے والا یہ ناول لرمنتوف کی شہرت کا سبب بنا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١٣٠٦ للتا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری،
لاہور : نرائن دت سہگل،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

١٣٠۷ لوئی ، پیئر : پیار کی دیوی :
ترجمہ : شاہد چشتی،
لاہور : مکتبہ جدید ،
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٦)

١٣٠٨ لوئیز ، سنفکر : حیات مضطرب :
ترجمہ : سوم آنند ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پبلس ، س ۔ ن
ص : ۷٣٣

ناول ۔ معاشرتی ناول 'Arrow Smith' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۰۹ لیبلانک ، مارس : آرس لوپن جاسوس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'Jim Barnett Intervenes' کا انگریزی سے ترجمہ ۔
۱۹۳۹ ء
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۳۱۰ لیبلانک ، مارس : کارنامہ جات آرس لوپن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ ' دی اکسپلائٹس آف آرسن لوپن ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۳۱۱ لیبلانک ، مارس : آرسن لوپن شریف چور :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : راجپال ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۱۲ لیبلانک ، مارس : آرسن لوپن کی واپسی (دو جلدیں) :
ترجمہ : شمیم بلہوری،
حیدرآباد : کتب خانہ دین و دنیا ، ۱۹۵۴ ء
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی زبان سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۳)

۱۳۱۳ لیبلانک ، مارس : بحر فنا (دو جلدیں)
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : پنجاب لٹریچر کمپنی ، س ۔ ن
ناول ۔ اس جاسوسی ناول کا ترجمہ دو الگ الگ جلدوں میں رام دت مل لاہور سے بھی ہوا ۔ سال۔ اشاعت درج نہیں ۔ یہ 'The Coffin Is-

'land' کا ترجمہ ہے جو ۱۹۴۴ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۷ ، ۱۱)

۱۳۱۴ لیبلانک ، مارس : پروانہ جانباز :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے اسراری ناول کا ترجمہ ۔ ۱۹۴۰ ء کے بعد شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ۷ ۱۱)

۱۳۱۵ لیبلانک ، مارس : محبت کا قیدی :
ترجمہ : راج نرائن پھٹناگر ،
لاہور : نام مطبع ندارد ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۸ ، ۱۹)

۱۳۱۶ لیبلانک ، مارس : نیلی چھتری :
ترجمہ : ظفر عمر ،
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی زبان کے جاسوسی ناول کا ترجمہ ۔ اس ترجمے کو جاسوسی ادب کا اردو میں اوّلین ترجمہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے ۔
(حوالہ : ۲)

۱۳۱۷ لیبلانک ، مارس : آتشیں عینک عرف پر اسرار لوپن :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : شمونہ بک ڈپو ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۰ ، ۱۲)

۱۳۱۸ لیبلانک ، مارس : انقلاب یورپ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے اسراری ناول کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع

ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۱۳۱۹ لیبلانک ، مارس : نقلی ناول :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : الیکٹرک پریس ، س ۔ ن
ناول ۔ 'آرسن لوپن' کا ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۱۱)

۱۳۲۰ لیبلانک ، مارس : چالاک بہرام :
ترجمہ : طاہر مخدومی،
لاہور : اسلامی کتب خانہ اندرون لوہاری ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۲۱ لیبلانک ، مارس : جاسوس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ آرسن لوپن سلسلے کی چین ۔ ۱۹۳۳ کے بعد شائع ہوا۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۳۲۲ لیبلانک ، مارس : چلتا پرزہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور لال برادرس ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'کنفیشنز آف آرسن لوپن' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۳۲۳ لیبلانک ، مارس : خونی چراغ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'جیوش لیمپ' کا ترجمہ ۔ آرسن لوپن اور شرلک ہومز یکجا
کردیئے گئے ہیں ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳)

۱۳۲۴ لیبلانک ، مارس : خونی ھیرا (دو جلدوں میں) :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'دی ایرسٹ آف آرسن لوپن' کا ترجمہ ۔ شرلک ھومز کا آرسن لوپن سے مقابلہ ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۳۲۵ لیبلانک ، مارس : دغا کا پتلا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : لال برادرس ،
ناول ۔ 'ریٹرن آف آرسن لوپن' کا ترجمہ ۔ شرلک ھومز سلسلے کی ناول ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۳ ، ۷)

۱۳۲۶ لیبلانک ، مارس : پُراسرار بہرام :
ترجمہ : طاھر مخدومی ،
لاھور : اسلامی کتب خانہ ، اندرون لوھاری ،
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی ناول کہا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۲۷ لیبلانک ، مارس : بہرام کے کارنامے :
ترجمہ : طاہر مخدومی ،
لاھور : اسلامی کتب خانہ ، اندرون لوہاری ،
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۲۸ لیبلانک ، مارس : بہرام کی گرفتاری :
ترجمہ : طاھر مخدومی ،
لاھور : اسلامی کتب خانہ ، اندرون لوھاری ،
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی ناور کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۲۹ لیبلانک ، مارس : بہرام کی رہائی :

اخذ و ترجمہ : مرزا ہادی رسوا ،
جاسوسی ناول ۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۳۳۰ لیبلانک ، مارس : شاہی خزانہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'دی ہالو نیڈل' کا ترجمہ ۔ فرانس کے شاہی خزانے پر قبضے کے سلسلہ میں شرلک ہومز ، آرسن لوپن اور گینی مارڈ کا مقابلہ ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴ ، ۷)

۱۳۳۱ لیبلانک ، مارس : شریف بدمعاش :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'کنفیشنز آف آرسن لوپن' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

۱۳۳۲ لیبلانک ، مارس : شریف چور :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔ ۱۹۴۴ ء کے بعد شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۳۳۳ لیبلانک ، مارس : شیر کے دانت :
ترجمہ : کشن چند ماتھر ،
ناول ۔ جاسوسی ناول 'Teeth of Tiger' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۳۴ لیڈی ڈاکٹر حلیمہ خانم :

ترجمہ : خاموش ، حسن الدین ،
آگرہ : عزیزی پریس ، ۱۹۳۹ ء
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۳۵ لیسنز آف لن وڈ :
ترجمہ : عبدالحمید ،
حیدرآباد دکن : اشرف پریس ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۳۶ لی کر ، جان : وہ جو واپس نہ آسکا :
ترجمہ : طالع یار ،
لاہور : کتاب ساز ، س ۔ ن
ص : ۲۰۵
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۳۷ لیکو ، ولیم : تبدیلیٔ قسمت :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
جاسوسی ناول 'The Man From Downing Street' کا ترجمہ ۱۹۳۹ ء
سے قبل شائع ہوا ۔ مرکزی کردار جیک جارڈین ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴)

۱۳۳۸ لیکو ، ولیم : مہر خموشی:
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Sign of Silence' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل
شائع ہوا ۔ مکتبہ عظمت لاہور نے ۱۹۵۷ ء میں بھی شائع کیا ۔

rekhta

(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۱)

۱۳۳۹ لیکو ، ولیم : سہراب زندگی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'Wiles of the Wicked' کا ترجمہ ۱۹۳۴ ء کے بعد شائع بوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۴۰ لیکو ، ولیم : گمنام مسافر :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔ یہ 'The Sign of the Stranger' کا ترجمہ ھے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۱)

۱۳۴۱ لیکو ، ولیم : منزل مقصود :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'ھینڈز اپ' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۱۱)

۱۳۴۲ لیکو ، ولیم : کالے چور :
ترجمہ : غلام انجام فیروز پوری ،
ملتان : مکتبہ راہ نو ۔ شاہین مارکیٹ ۔ حرم گیٹ ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۴۳ لیم ، ھیرلڈ : بابر (شیر ببّر)
ترجمة: ہاشمی فرید آبادی ، سید
لاھور: شیخ غلام علی بة اشتراک فرینکلن ، طبع دوم س ۔ ن (ص: ۳۸۴)
سوانحی ناول ۔ انگریزی سے ترجمة
(حوالة: ۲ ، ۱۷)

۱۳۴۴ لیم ، ھیرلڈ : تیمور :
ترجمہ : محمد عنائت اللہ دھلوی ، مولوی

اعظم گڑھ : معارف پریس ،
تاریخ اور فکشن کا ادغام ـ کتاب ' تمبرلین ' کے دو ترجمے 'تیمور' اور 'امیر تیمور' کے ناموں سے عزیز احمد اور برگیڈیر گلزار احمد نے بھی کئے ھیں ـ
(حوالہ : نمبر ۷ ، ۱۰)

۱۳۴۵ لیم ، ھیرلڈ : تیمور :
ترجمہ : عزیز احمد ،
لاھور : شیخ غلام علی بہ اشتراک فرینکلن ،
سوانحی ناول ـ ' تمبرلین ' کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۴۶ لیم ، ھیرلڈ : امیر تیمور :
ترجمہ : بریگیڈیر گلزار احمد ،
لاھور : مکتبہ جدید ، ۱۹۵۶ ء
سوانحی ناول ـ از ھیبت شاہ جہاں لرزد زمین و آسماں'
امیر تیمور کی زندگی سے متعلق ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۴۷ لیم ، ھیرلڈ : تاتاریوں کی یلغار :
ترجمہ : عزیز احمد ،
لاھور : شیخ غلام علی بہ اشتراک فرینکلن ، طبع دوم ۱۹۶۰ ء
ص : ۴۰۰
ناول ـ 'The March of Barbarians' کا ترجمہ ـ دیباچہ مولانا غلام رسول مہر کا ھے ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۴۸ لیم ، ھیرلڈ : قسطنطنیہ :
ترجمہ : غلام رسول مہر ، مولانا
لاھور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن ، ۱۹۶۳ ء
ص : ۲۵۶
تاریخی ناول ـ انگریزی سے ترجمہ ـ
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۱۳۴۹ لیم ، ھیرلڈ : کورش اعظم ذوالقرنین :
ترجمہ : وزیر الحسن عابدی ، علامہ ،

لاہور : مقبول اکیڈمی بہ اشتراک فرینکلن ، ۱۹۶۸ ء
سوانحی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۳۵۰ لیم ، ہیرلڈ : خلت۔ قزاق :
ترجمہ : محمد ھادی حسین ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ،
ص : ۱۵۲
تاریخی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۱۳۵۱ لیم ، ہیرلڈ : خلت۔ قزاق پُر اسرار دنیا میں :
ترجمہ: محمد ہادی حسین ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)
ص : ۳۲۲
تاریخی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۱۳۵۲ لیم ، ہیرلڈ ۰ منحوس ستارہ اور خلت۔ قزاق :
ترجمہ : محمد ہادی حسین ،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)
ص : ۲۹۴
تاریخی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۱۳۵۳ لیم ، ہیرلڈ : سکندر اعظم :
ترجمہ : بریگیڈیر گلزار احمد ،
لاہور : مکتبہ جدید بہ اشتراک فرینکلن ، ۱۹۶۱ ء
ص : ۴۹۹

سوانحی ناول ۔ یونان کی مضطرب رُوح اور فاتح اعظم سے متعلق فکشن ۔ ایک ترجمہ وزیر الحسن عابدی نے مقبول اکیڈمی کے لئے کیا تھا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۱۳۵۴ لیم ، ہیرلڈ : سلطان صلاح الدین ایوبی :
ترجمہ : محمد یوسف عباسی ،
لاہور : قومی کتب خانہ ، ۱۹۸۴ ء
ص : ۲۱۸
ناول/تاریخ و سوانح ۔ دوسرا ایڈیشن آئینہ ادب لاہور نے شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ٦)

۱۳۵۵ لیم ، ہیرلڈ : سلیمان عالیشان :
ترجمہ : اختر عزیز اختر ،
لاہور : داتا پبلشرز بہ اشتراک فرینکلن ، طبع دوم ، ۱۹٦۲ ء
سوانحی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ، حضرت سلیمان سے متعلق سوانحی ناول ۔

۱۳۵٦ لیم ، ہیرلڈ : عمر خیام :
ترجمہ : جمیل نقوی ،
لاہور : آئینہ ادب ، ۱۹٦۳ ء
تاریخی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۵۷ لیم ، ہیرلڈ : نور محل :
ترجمہ : شبلی ایم کام و حبیب اشعر دہلوی ،
لاہور : اشرف پریس ، ۱۹٦۱ ء
ص : ۳۵۲
تاریخی ناول ۔ مُغل ملکہ نور محل سے متعلق انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۱۳۵۸ لیم ، ہیرلڈ : ہنی بال :
لاہور : مقبول اکیڈمی ،
تاریخی ناول ۔ 'Hannibal' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱٦)

۱۳۵۹ لیم ، ہیرلڈ : چینگیز خان :

ترجمہ : عنایت اللہ دھلوی ، مولوی ،
اعظم گڑھ : معارف پریس ۔

تاریخ اور فکشن کا ادغام ۔ اس کتاب کے بعد میں دو ترجمے بالترتیب عزیز احمد اور بریگیڈیر گلزار احمد نے بھی اسی نام سے کئے ۔
(حوالہ : ۷ ، ۱۰)

۱۳۶۰ لیم ، بیرلڈ : چینگیز خان :
ترجمہ : عزیز احمد ۔
لاہور : مکتبہ جدید ، طبع اوّل : ۱۹۵۲ء
سوانحی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۱ لیم ، ہیرلڈ : چینگیز خان :
ترجمہ : بریگیڈیر گلزار احمد ۔
لاہور مکتبہ جدید بہ اشتراک فرینکلن ،
سوانحی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۱۳۶۲ لیلائے کربلا :
ترجمہ آغا رفیق بلند شہری،
لکھنؤ : ادبی پریس ۔
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۶۳ بشر ہے کیا کہیے :
لیونس ، سنکلیر :
ترجمہ : عابد علی عابد ، سیّد ۔
لاہور : ملک سراج الدین بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن ، ۱۹۵۸ء
ناول ۔ 'Dodsworth' کا ترجمہ و تلخیص ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

یہ ناول ہمارے ہاں کے معاشرتی ناولوں سے بالکل جدا فضا کا حامل ہے ۔ اس میں امریکہ کی اس معاشرت کی تصویر کشی کی گئی ہے ۔ جہاں عورت جلد

بیاہی جائے تو فن کے بل پر دیر تک جوان رہتی ہے ، یا جوان رہنے کا جتن کرتی ہے ۔ جوانی کی آخری بھڑک میں وہ غیر مردوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی ہے بقول عابد علی عابد ' مغرب میں اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے رہتے ہیں لیکن وہ دن دُور نہیں ۔ جب مشرق بھی زمانے کا بدلتا ہوا مزاج اور اخلاق کی تغیر پزیر اقدار اس قسم کی صورت حالات عمومیت کا رنگ بخش دیں کہ یہاں بھی مغربی تعلیم اور تہذیب کے اسلوب و انداز نے بیاہتا زندگی کے مسائل کو پیچیدہ تر بنا دیا ہے '[1]۔

ص نمبر ۷ سے اقتباس

ترجمہ دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ عابد علی عابد صاحب کو مغربی تہذیب کا گہرا شعور حاصل ہے ۔ مختلف کرداروں کی زبان سے نکلے ہوئے مکالمے اُردو میں ترجمہ کرتے وقت عابد علی صاحب نے بڑی خوبی سے مغربی تاثر کو برقرار رکھا ہے نیز اشعار کے ترجمہ پر عابد صاحب نے خصوصی توجہ صرف کی ہے ۔

کپلنگ کے اشعار کا نثری ترجمہ ملاحظہ ہو :

خانہ بدوشوں کی ریگزار خانہ
بدوشوں کے کارواں کے ساتھ چلو
شمال کی طرف چلو جہاں نیلگوں
برف کے تودے تیرتے پھرتے ہیں ۔
جہاں جہاں کا ماتھا جمی ہوئی
ہموار پُھوار کی وجہ سے تاریک نظر
آتا ہے ۔ جہاں مستولوں میں لوہے
کی کیلیں نصب کی جاتی ہیں ، خانہ
بدوشوں کے کارواں کے ساتھ چلو ،
مغرب کی طرف جہاں سورج غروب
ہوتا ہے جہاں تک کہ رسّوں کے بنے
ہوئے بادبان خانہ بدوش تودہ ہائے
برف کے درمیان بلند ہوں ۔ اور مشرق
و مغرب ایک ہوجائیں خانہ بدوشوں
کے کارواں کے ساتھ چلو ۔

'The Gipsy Trail'
Follow the omany pattern,
North where the blue bergs
Sail, and the bows are
Gray with the frogen spray,
And the Masts are shod with mail,
Follow the Romany patteran,
West to the sinking sun,
Till the Junk -sails lift
through the houseless drift,
and the ast and the West are one,
Follow the Romany patteran,
Dodswoth – P – 33

بشر ہے کیا کہیے' ص ۷۸

کتاب کی تلخیص کرتے وقت عابد صاحب نے اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ تمام اہم واقعات اور دلکش منظر نامے اپنے ترجمہ میں سمیٹ سکیں۔ یہاں تک کہ خوبصورت مناظر کو بھی اپنے انتخاب میں شامل کرنے سے نہیں چُوکے۔

عابد علی عابد صاحب ترجمہ کرتے وقت اپنی طرف سے اضافے بھی کرتے جاتے ہیں جس کی ایک مثال دیکھتے چلیں:

'یوں معلوم ہوتا ہے گویا زینتھ کے تمام عزت دار لوگ کینی پور کینو کلب میں ناچ رہے ہیں۔ وسیع ڈیوڑھی میں جہاں صنوبر کے درختوں سے ستونوں کا کام لیا گیا تھا۔ ناچنے والوں کے پاؤں گت پر پڑ رہے تھے۔ جاپانی وضع کے فانوس ہوا میں لہرا رہے تھے۔ اگست کی شام تھی، چاند میں نہائی ہوئی، اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے یہ شام وسیع و عریض ان معاشقوں کے لئے مخصوص کردی گئی ہے۔ جو عزت داراور شرفا۔ کو سزاوار ہیں لباس۔ رقص کی آستیں اتنی کشادہ تھیں کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھیں اور مسکراتی ہوئی نازنینوں کے سروں پر گھنیرے بال یوں بندھے تھے کہ کیا کہئیے۔'

'بشر کیا کہیے' ص نمبر۱

"The aristocracy of Zenith were dancing at the kennepoose canoc club. They two-stepped on the wide porch, with its pillar or pine trunks, its bobbing Japanese Janterns; and never were there dance frocks with wider sleeves nor hair more sensuously piled on little smiling heads, never on August evening more moon-washed and spacious and proper for respectable romance."

"DODSWORTH" P.1

۔۔۔ مانھرز . پووی : ایک دن کا بادشاہ :
ترجمہ : اطہر پرویز . ڈاکٹر.

نئی دھلی : نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا ، طبع اوّل ۱۹۷۷ ء
ص : ۱۵۲

'دی تھاوزنڈ نائٹس اینڈ ون نائٹ' سے انتخاب و ترجمہ ۔ اس میں 'الف لیلہ و لیلہ' کی تین کہانیاں 'ایک دن کا بادشاہ' ، 'علی بابا اور چالیس چور' اور 'حسن بصری اور پریوں کی شہزادی' کا ترجمہ شامل اشاعت کیا گیا ھے ۔ کتاب بچوں کے لئے ھے ۔
(حوالہ : نمبر)

۱۳۶۵ مارٹر ، ایرس جارج : دختر فرعون :
ترجمہ : لطافت حسین خان ،
آگرہ : آگرہ اخبار ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے 'The Gyptian Prices' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲ ، ۷ ، ۱۳ ، ۱۶)

۱۳۶۶ مارش ، نیگو : خونی خنجر :
ترجمہ : اختر رحمانی ،
کراچی : انور پبلشرز ۔ نکل روڈ
جاسوسی ناول ۔ اردو ترجمہ ۱۹۶۲ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۳۶۷ مارکوس ، کارل : فولادی تیر :
ترجمہ : سراج الدین سیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Cable Adress Roma' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۶۸ مالو ، ڈان ۔ جے : دوسرا چہرا :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول ۔ 'One Endless Hour' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۶۹ ماسٹر ، جان : بھوانی جنکشن :

ترجمہ : قاسم محمود ، سیّد ،
لاہور : بُک لینڈ ، ۱۹۵۶ ء
ص : ۴۲
ناول ۔ بھارت کے منظر نامے سے متعلق ۔ ناول ہالی وڈ امریکا سے فلم بھی بن چکی ہے ۔ یہ ترجمہ دوسری بار مکتبہ شاہکار نے ۱۹۷۵ ء میں شائع کیا ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ شہزاد تبسم نے بھی کیا ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۳۷۰ ماسٹر ، جان : بھوانی جنکشن :
تلخیص و ترجمہ : شہزاد تبسم ،
دھلی : نیو تاج آفس پوسٹ بکس نمبر ۱۷۴۹ ، ۱۹۵۷ ء

ص : ۲۳۰
ناول ۔ بھارتی منظر نامے سے متعلق مشہور ناول کی تلخیص اور ترجمہ
(حوالہ : ۹)
۱۳۷۱ ماس ، رچرڈ : بھنورا :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
کراچی : سلیم پبلشنگ ایجنسی ۔ ۶۴ فریئر روڈ ، طبع دوم : ۱۹۶۳ ء
جاسوسی ناول ۔ رابرٹ ہال کے حیرت انگیز بیان سے ناول کا آغاز ہوتا ہے ۔ ۴۱۴ صفحات میں یہ ترجمہ پہلی بار نسیم بک ڈپو لکھنؤ نے شائع کیا تھا ۔ مظہر الحق علوی کا تعلق جانبور سعید واڑہ ۔ احمد آباد (بھارت) سے ہے ۔ یہ ناول ۴۳ ابواب پر مشتمل ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۹ ، ۱۹)

۱۳۷۲ ماہام ، سمرسٹ : چاند اور چاندنی :
ترجمہ مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۵۶ ء
ص : ۴۰۹
ناول ۔ ایک فرانسیسی مصور کی زندگی کے حوالے سے ۔

(حوالہ : ۹)

۱۳۷۳ ماہم ، سمرسٹ : پرواز کے بعد :
تلخیص و ترجمہ : مظہر الحق علوی ،
دہلی : ناز پبلشنگ ہاؤس ۔ بھوجلہ پہاڑی، ۱۹۶۱ ء
ص : ۱۵۷
ناول ۔ انگریزی سے تلخیص و ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۱۳۷۴ ماہم ، سمرسٹ : کیک اور شراب :
ترجمہ : محمد عقیل ، (ڈاکٹر) سیّد ،
الہ آباد : ناول پبلشرز ، ۱۹۶۳
ص : ۱۹۵
ناول ۔ ہارڈی کی زندگی کے حوالے سے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۹)

۱۳۷۵ ماہر جاسوس :
ترجمہ عبدالعزیز جعفری ،
ناول ۔ برطانوی ناول ' شیڈو ڈٹیکٹو ، کا ترجمہ ، ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۷۶ مجلس ہفت ملوک :
ترجمہ : غلام مصطفٰے رسا حیدر آبادی ،
حیدر آباد دکن :
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔ " برادر ہڈ
آف سیون کنگز " کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۵)

۱۳۷۷ محبوبہ شام :
ترجمہ : آغا رفیق بلند شہری ،
لکھنو : اشاعت العلوم پریس ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

rekhta

۱۳۷۸ محبوبۂ قریش :
ترجمہ : ن ۔ ن
لاہور : خادم اتعلیم اسٹیم پریس ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۷۹ محبوبۂ نمرود :
ترجمہ : ندیم صہبائی ،
دھلی : نو بہار بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۸۰ محقق خاتون :
ترجمہ : حفیظ الدین ،
دھلی : شفیع فاروق احمد ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۸۱ مخفی دنیا :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ س ۔ ن
ناول ۔ سائنس فکشن ۔ عجیب و غریب واقعات سے معمور ناول ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۱)

۱۳۸۲ مخمور عشق :
ترجمہ : رشید لکھنوی ۔
ناول ۔ 'مسٹریز آف گلنکو' کا ترجمہ ۔ جس میں شراب نوشی اور ناعاقبت اندیشی کا انجام دکھایا گیا ھے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۸۳ مریم کی داستان :
ترجمہ : ن ۔ ن

دهلی : نو بہار بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۸۴ مسٹر نکھٹو ۵۵ ء :
ترجمہ : ن ۔ ن
کراچی : ماہنامہ ' سی ۔ آئی ۔ اے ' پرویز ،
پبلی کیشنز جمشید روڈ کراچی نمبر۵
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۳۸۵ مارلو ، ڈان ۔ جے : مصنوعی چہرہ :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول ۔ 'Operation Whiplash' کا ترجمہ –
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۸۶ میک اوانے ، چارلس : مطلبی دنیا :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاهور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'براس فیسز ' کا ترجمہ ۔ ۱۹۳۹ سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷ ، ۱۱)

۱۳۸۷ معاشقہ نپولین :
ترجمہ : آزاد ،
دهلی : کتب خانہ علو و ادب ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۸۸ مقدس جوتا :
ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری،
جاسوسی ناول ۔ 'دی کونیسٹ آف دی سیکرڈ سلیپر' کا ترجمہ ۔
ہندوستان کے شاہی قبرستان سے ایک جوتے کی کہانی ۔

۱۹۳۹ سے قبل شائع ہوا ۔

(حوالہ : ۴ ، ۷)

۱۳۸۹ مکار سرپرست :

ترجمہ : بابو امداد حسین ،

ناول ۔ انگریزی ناول کا ترجمہ جس میں میڈی لانن کی بیکسی اور ڈاکٹر بارقی کی مکاری نمایاں کی گئی ہے ۔ کتاب ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوئی ۔

(حوالہ : ۴)

۱۳۹۰ مکافاتِ عمل :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،

لاہور : نیشنل لٹریچر کمپنی ، س ۔ ن

جاسوسی ناول ۔ کتاب ۱۹۴۴ ء سے قبل شائع ہوئی ۔

(حوالہ : ۷)

۱۳۹۱ مکنٹاس ، جے ۔ ٹی : موج بلا :

ترجمہ : مظہرالحق علوی ،

لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ م، س ۔ ن

ص : ۳۰۰

ناول ۔ سنسنی خیز ناول ۔

(حوالہ : ۹ ، ۱۶)

۱۳۹۲ ملکِ کہسار :

ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،

لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، س ۔ ن

ناول ۔ کوہستانی قبائل کی زندگی کے حوالے سے لکھے گئے

'Daughter of Manlezooma'

کا اردو ترجمہ ۔

(حوالہ : ۹)

۱۳۹۳ موپاساں ، گائے ڈی : آدمی اور انڈے :

ترجمہ : نوح فاروقی ،

دھلی : انڈیا پبلشرز ، ۱۹۵۵ ء
ناول ۔Maupassant کی فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۹۴ موپاساں ، گائے ڈی : بل ایمی :
ترجمہ محمد احسن فاروقی ، ڈاکٹر ،
کراچی : سیّد اینڈ سیّد ٹمبل روڈ، طبع اوّل اکتوبر ۱۹۶۰ ء
ناول ۔ فرانسیسی ناول 'Bel Ami' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱٦)

بقول ٹالسٹائی : 'موپاساں کا مطالعہ اتنا عمیق اور مشاہدہ اس قدر وسیع ھے کہ وہ معمولی معمولی جزئیات کو بعض اوقات اس انداز سے طول دیتا ھے کہ یہ تفصیل بجائے خود ایک کہانی بن جاتی ھے' ۔

ٹالسٹائی کی اس بات کی صداقت جاننے کے لئے موپاساں کے ناول 'بل ایمی' کا مطالعہ لازم ھے ۔ اس ناول کے مترجم ڈاکٹر فاروقی ترجمے کے باب میں لکھتے ھیں :

'ناول کے ترجمہ کے سلسلہ میں میں دو باتوں کی طرف بطور خاص توجہ دلانا چاہتا ھوں ۔ پہلی یہ کہ اگرچہ ترجمہ آزاد نہیں ھے تاھم میں نے اردو کے مزاج اور موجودہ ادبی رجحانات کو مدِنظر رکھتے ھوئے اس بات کی کوشش کی ھے کہ ترجمہ میں وہ اکھڑا اکھڑا پن محسوس نہ ھو جو باوجود انتہائی رواں ترجمے کے بھی اکثر ناولوں میں باقی رہ جاتا ھے اور اس کی وجہ محض یہ ھوتی ھے کہ مترجم بدیسی ادب کو اپنی زبان میں منتقل کرتے ھوئے اپنی زبان کے مخصوص مزاج کو یکسر نظرانداز کر دیتے ھیں — میں نے اس سے احتزر کرنے کی کوشش کی ھے ! دوسری بات یہ کہ میں نے اکثر ناموں کو قارئین کی آسانی کے پیش۔ نظر مخفف کردیا ھے مثال کے طور پر مادام دی ماریلی کو صرف ماریلی ، ناربرٹ دی داربین کو صرف رابرٹ اور لادی فرانسانی کو صرف فرانسانی رہنے دیا ھے اور اس سلسلہ میں بھی میرا مقصد یہی تھا کہ عبارت کی روانی بیہنگم اور غیر مانوس ناموں کی وجہ سے مجروح نہ ھو

ص ٦ ، ٥ سے اقتباس

ترجمے سے نمونۂ عبارت ملاحظہ ھو۔

'اُس کا ساتھی خاموش اور متفکر تھا ، پھر وہ ایک دم سے بولا ـــ 'تم صحافت میں کیوں نہیں آجاتے ؟'

دورانے چونک کر اسے دیکھنے لگا ـــ 'بھئی بات یہ ہے کہ میں نے کبھی کوئی چیز نہیں لکھی ؟'

'اماں جاؤ بھی ـــ ہر شخص کوشش کر سکتا ہے۔ میں تمہیں کام دے سکتا ہوں ـ تم میرے بجائے خبروں کی تلاش میں جا سکتے ہو۔ لوگوں سے ملو اور سوالات کرو ـ شروع شروع میں تمہیں دو سو پچاس فرانک اور گاڑی کا کرایہ ملے گا ـ کہو تو میں ایڈیٹر سے تمہاری بات چیت کروں ؟'

'ہاں ـ ہاں ضرور'ـ

ص ١٧ سے اقتباس

١٣٩٥ موپاساں ، گائے ڈی : شیلا :
ترجمہ : سخی حسن نقوی،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ـ لاٹوش روڈ ، س ـ ن
ص : ٢٩٩
ناولٹ ـ فضا اور مقام بدل دیئے گئے ہیں ـ
(حوالہ : ٩ ، ١٦)

١٣٩٦ موپاساں ، گائے ڈی : ایک دل :
ترجمہ : قاسم محمود ، سیّد،
لاہور : مکتبہ جدید بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن ،
ناول ـ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ـ
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١ ، ١٦)

١٣٩٧ موت کا درخت :
ترجمہ : غلام محی الدین ،
لاہور : ہاشمی بک ڈپو ،
ناول ـ
(حوالہ : ٧)

١٣٩٨ موت کی لکیر :

ترجمہ : گلزار ناہید ،
لکھنؤ : کتابی دنیا ، س ۔ ن
ص : ۳۱۹
ناول ۔ اسراری ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۹۹ موڈی ، رالف : نیا گھر :
ترجمہ : بال کرشن ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پبلس ، س ۔ ن
ص : ۳۲۲
ناول ۔ انگریزی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ۱۲)

۱۴۰۰ موراویا ، البرتو : گمراہ :
ترجمہ : جعفری ، ایس ۔ اختر
لاھور : مکتبہ القریش ، س ۔ ن
ص : ۵۹۲
ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۴۰۱ موریر ، ڈافنے ۔ ڈی : کوہ ریتا :
ترجمہ : عقیل احمد ،
کراچی : ایچ ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی : ایجوکیشنل پریس ، ۱۹٦۰ ء
ناول ۔ فرانسیسی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱٦)

۱۴۰۲ مون ، پنڈرل : اجنبی حکمران :
ترجمہ : ن ۔ ن
کراچی : لارک پبلشرز بندر روڈ ، س ۔ ن
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۴۰۳ مہ جبیں جاسوسہ :

rekhta

ترجمہ سردار حسین بہزاد ،

ناول ۔ جاسوسی ناول ' دی سن ریہبٹرانٹ ' کا ترجمہ ۔ ناول میں ڈاکٹر ملٹن مرکزی کردار ھے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ھوا ۔
(حوالہ : ۳)

۱۴۰۴ میٹھا زہر :
- ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاھور : آفتاب عالم پریس ، س ۔ ن

جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ کتاب ۱۹۴۳ ء سے قبل شائع ھوئی ۔
(حوالہ : ۷)

۱۴۰۵ میرا پہلا گناہ (٦ جلدیں) :
ترجمہ : عزیزالرحمن رئیس ،
مین گنج اوناؤ : ڈاکخانہ میاں گنج اوناؤ ، یو ۔ پی ، ۱۹۵۷ ء
ص جلد اوّل : ۲۹٦
ص جلد دوم : ۲۹۴
ص جلد سوم : ۳۰۱
ص جلد چہارم : ۳۰۴
ص جلد پنجم : ۲۸۸
ص جلد ششم : ۲٥٦
ناول ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹ ، ١٦)

۱۴۰٦ میرانی ، تانی بور : دشمن :
ترجمہ : شاہد احمد دھلوی ،
کراچی : رسالہ ' ساقی ' ناولٹ نمبر ۱۹٦۰ ء

ناولٹ ۔ فرد فرد اشتراکی زندگی کی تصویر کشی ۔ روسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ شاہد احمد نے 'دشمن' کے قبیل کی دو اور تصانیف ' عشان بطور ' اور ' دھان کا گیت ' کا ترجمہ بھی کیا ھے ۔ ان تینوں کتابوں میں اشتراکیت کا مضحکہ اڑایا گیا ھے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۴۰۷ میریڈتھ ، فلورنس : حیات بعد الموت :
ترجمہ ن ۔ ن
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ناول ۔ 'There is not Death' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۱۴۰۸ میری عینک :
ترجمہ : ظفر علی خاں ، مولانا ،
حیدرآباد دکن : نام مطبع ندارد ، ۱۹۲۱ ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۸)

۱۴۰۹ میکڈانلڈ ، جان ۔ ڈی : خطا کا پتلا :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Find a Victim' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۰ میکڈانلڈ ، جان ۔ ڈی : ہلاکو خنجر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Dagger Affair' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۱ میکڈانلڈ ، جان ۔ ڈی : قاتل مصوّر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ' اقبال روڈ ، ۰
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(۱۸)

۱۴۱۲ میکڈانلڈ ، جان ۔ ڈی : قاتل دوست :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،

rekhta

جاسوسی ناول ۔ 'Soft Touch' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۳ میکڈانلڈ ، جان ۔ ڈی : موت ک جال :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Death Trap' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۴ میکڈانلڈ ، روز : فریبی حسینہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Meet Me At The Morgue' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۵ میکلن ، ایسٹر : رات کا کالا کفن (دو جلدیں) :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، ۱۹۶۵ ء
ص : ۳۶۹

ناول ۔ اسراری ناول بارہ ابواب پر مشتمل ہے ۔ انجام طربیہ ہے ۔
یہ ترجمہ دوسری بار سلیم پبلشنگ ایجنسی بہادر مارکیٹ ۔ ٹمپل
روڈ کراچی نے شائع کیا ۔

۱۴۱۶ میکلن ، ایسٹر : جنگی منصوبہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'South By Java Head' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۴۱۷ میکلن ، ایسٹر : خوف کی کلید :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Fear is The Key' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۱۳۱۸ میکلن ، ایسٹر : لٹکتی لاشیں :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Puppet On a Chain' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۱۹ میکلن ، ایسٹر : سونے کی چوری :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Golden Renezueous' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۲۰ میکلن ، ایسٹر : گولڈن گیٹ :
ترجمہ : طاہر رانا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Golden Gate' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۲۱ میکلن ، ایسٹر : قاتلوں کا قافلہ :
ترجمہ : صدیق احمد ،
راول پنڈی : کامران سیریز ، کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Carvan to Uaccares' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۲۲ میلول ، ہرمن : موبی ڈک :
ترجمہ : چندر موہن لانبہ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈیمی ۔ ریگل بلڈنگ ، ۱۹۵۹ ء
ص : ۳۳۲
ناول ۔ اس مشہور زمانہ ناول کا ایک ترجمہ 'موبی ڈک' نے نام سے
محمد حسن عسکری نے بھی کیا ھے ۔
ناول پر ہالی وڈ امریکہ سے فیچر فلم بھی بن چکی ھے جس کا مرکزی کردا

گریگری پیک نے ادا کیا ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۲۱ میلول ، ہرمن : مابی ڈک :
ترجمہ : محمد حسن عسکری،
لاہور : شیخ غلام علی : بہ اشتراک فرینکلن ، ۱۹٦٧ء
ص : ۵۱۲
ناول ۔ 'Moby Dic' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱٧)

مشہور نفسیات دان ینگ نے اپنے مضمون 'ادب اور نفسیات' میں اس ناول کو اس کی موضوعاتی رفعت اور کردای سطح پر عمیق تجزیہ نگاری کے سبب امریکی دنیا کا سب سے بڑا ناول قرار دیا ہے ۔

ہرمن میلول نے اپنے اس ناول میں ویہل مچھلی کے شکار کے حوالے سے ایک ایسا استعاراتی فلک الافلاک بُنا ہے جس میں سمندری ملاحّوں کی طبقاتی نفسیات کے ساتھ ساتھ ازلی انسانی مقدر بھی آیا ہے ۔ یہ کام میلول نے بیانیہ قصے کے دوران میں اِکا دُکا غیر متعلق جملوں کے ذریعے کیا ہے ۔ مثال دیکھئے :

'یا پھر بات یہ ہے کہ سفید رنگ درحقیقت ایک رنگ نہیں بلکہ رنگ کی غیر موجودگی کا نام ہے ، اور ساتھ ہی ساتھ سارے رنگوں کا نچوڑ بھی ہے ۔ لہٰذا ہمیں برف کےوسیع میدان میں ایک گونگی لیکن معنی خیز خلاء نظر آتی ہے ۔ لامذہب کی ہمہ انگ بے رنگی، جس سے ہم آنکھ چراتے ہیں ۔'
(ص ۱۸۸ سے اقتباس)

میلول کی منظر نگاری اور جُزئیات کے تجزیے میں تازہ کاری دوسری بڑی خصوصیت ہے جو اس ناول کو فنی اعتبار سے عظمت بخشتی ہے ۔ مثال دیکھئے،

'لیکن سب سے زیادہ اُلجھن میں ڈالنے والی چیز یہ تھی کہ ایک عجیب قسم کے سفید بربرے میں سے تین دھُندلی نیلے رنگ کی عمودی لکیریں تیر رہی تھیں، اوراُن کے اوپر تصویر کے بیچوں بیچ کوئی عظیم الجُثہ اور لچکدار سی کالی کالی چیز منڈلا رہی تھی ۔ غرض یہ تصویر کیا تھی ایک گندگھچول تھا، جس میں نہ جانے کیا کیا بلا بتر بھر رکھا تھا، کہ اعصابی مزاج کا آدمی دیکھے تو پاگل ہو جائے ۔'

(ص ۲۳ سے اقتباس)

میلول نے بعض مقامات پر جزبات کا تجزیہ فکر۔ محض کی زبان میں کیا ھے اور بلاشبہ محمد حسن عسکری نے 'موبی ڈک' کے ایسے فقروں کو کمال خوبی سے اُردو میں منتقل کیا ھے ـ چند سطریں ملاحظہ ھوں :

'جب کبھی میں اپنا یہ حال دیکھتا ھوں کہ چہرے سے وحشت ٹپک رھی ھے ـ رُوح پڑے پڑے سیل گئی ھے اور اب پھپھوندی لگنے لگی ھے ـ چلتے چلتے خواہ مخواہ تابوت کی دوکانوں کے سامنے کھڑا ہوجاتا ھوں ـ جو بھی جنازہ سامنے سے آئے اُس کے ساتھ ھو لیتا ھوں ۔ اور خاص طور سے جب میرے دماغ کو اتنی گرمی چڑھ جاتی ھے کہ میرے اخلاقی اصول مجھے نہ روکیں تو دیدہ دانستہ سڑک پر جاکے بہ اہتمامِ بلیغ لوگوں کے سر چپتانا شروع کردونگا ـ'

(ص ۱۳ سے اقتباس

اس نوع کے ترجمے کو دیکھ کر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ھے کہ اُردو کے تخلیقی اور نثری اسالیب۔ بیان کو بڑھاوا دینے میں محمد حسن عسکری کا نام کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا ـ یہ عسکری صاحب کی شعوری کوشش تھی ـ وہ خود کہتے ھیں :

'مجھے اپنے آپ سے بار بار یہ سوال پوچھنا پڑتا ھے کہ جس ترجموں سے تخلیقی ادب پر کوئی اثر نہ پڑے ان کا جواز کیا ھے ـ ترجمے کا تو مقصد ہی یہی ہونا چاھئیے کہ خواہ ترجمہ ناکام ھو مگر ادیبوں اور پڑھنے والوں کے سامنے ذرائع اظہار کے نئے مسائل آئیں ـ' (گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ھے' مشمولہ ستارہ یا بادبان)

ہرمن میلول کی اس ناول کو ہالی وڈ کی فلم کمپنیوں سے تین بار فلمایا ھے ـ پہلی بار 'The Sea Beast' کے نام سے ۱۹۳۲ ء میں، دوسری بار 'Moby Dick' کے نام سے ۱۹۳۰ ء میں (دونوں فلموں میں جان بیری مور نے مرکزی کردار ادا کیا) اور تیسری بار 'Moby Dick' ھی کے نام سے ۱۹۵٦ ء میں ـ آخرالذکر فلم جان ہسٹن کی ہدائیت کاری میں بنی ـ اس فلم میں گریگری پیک نے کیپٹن اہاب کا مرکزی کردار ادا کیا تھا ـ

۱۳۲۴ مینکس، ڈینئل : غلاموں کے سوداگر :
ترجمہ : مظہرالحق علوی،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ، ۱۹۶۱ء
ص : ۷۰۶
ناول اسراری ناول طبع دوم ۱۹۶۲ء
'Kiboko' کا انگریزی سے ترجمہ ۔
ص : ۷۱۱
(حوالہ : ۲، ۹)

۱۳۲۵ نادر شاہ اور ستارہ :
ترجمہ : شبلی بی ۔ کام
لاہور : عالمگیر بک ڈپو، ۱۹۴۱ء
ناول ۔ (حوالہ : ۷)

۱۳۲۶ نجم السحر :
ترجمہ : عنایت اللہ دھلوی،
دھلی : ساقی بک ڈپو،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۲۷ ندائے روح :
ترجمہ : مظہرالحق علوی،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ، ۱۹۶۵ء
ص : ۵۱۸
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۲۸ ندی کنارے :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس، س ۔ ن
ص : ۲۰۸

ناول ۔ امریکی دیہاتی زندگی سے متعلق معاشرتی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۲۹ نشیلی وبا :
ترجمہ ن ۔ ن
کراچی : ماہنامہ 'سی۔آئی ۔ اے' پرویز پبلی کیشنز ،
جمشید روڈ ، کراچی نمبر۵
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۳۳۰ نغمہ شباب :
ترجمہ : سراج الدین احمد ،
لاھور : کنول بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۳۱ نقاب پوش بہرام :
ترجمہ : ندیم صہبائی ،
دھلی : نو بہار بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۳۲ نقلی رئیس :
ترجمہ : ندیم صہبائی ،
دھلی : نو بہار بک ڈپو ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۳۳۳ نمک حرام سیکریٹری :
ترجمہ : نوازش علی ،
لاھور : جے ۔ ایس ۔ سنت سنگھ ،
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

rekhta

۱۴۳۴ نون، اے: شامت اعمال:
ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری،
دہلی: نرائن دت سہگل اینڈ سنز، س ۔ ن
ص: ۳۵۲
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ: ۹، ۱۲)

۱۴۳۵ نیرنگِ مغرب:
ترجمہ: یزدانی جالندھری،
لاہور: نیشنل لٹریچر کمپنی،
ناول ۔
(حوالہ: ۷)

۱۴۳۶ نیل کی ساحرہ:
ترجمہ: مظہرالحق علوی،
لکھنؤ: نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ، ۱۹۵۸ء
ص: ۳۲۸
ناول ۔ ملکہ قلوپطرہ کی زندگی کے حوالے سے ۔
(حوالہ: ۹)

۱۴۳۷ نیومین، الفرڈ: محبِ وطن:
ترجمہ: خواجہ عبدالکریم،
نام مطبع و سن ندارد،
ناول ۔ جرمن ناول کا ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ: ۱، ۲)

۱۴۳۸ وادیٔ پُر خار:
ترجمہ: یزدانی جالندھری،
لاہور: کتابستان اُردو، ۱۹۴۱ء
ناول ۔
(حوالہ: ۷)

۱۴۳۹ والٹر، لارڈ: قیامت کی رات:
ترجمہ: عابد علی عابد، سیّد،

نام مطبع ندارد ، طبع اوّل ۱۹۵۹ ء

ناول ـ 'A Night to Remember' کا ترجمہ ـ مہماتی ناول ـ

(حوالہ : ۲ ، ۱۱ ، ۱٦)

لارڈ والٹر نے اسے سچا واقع قرار دیا ہے ـ یہ ایک جہاز 'ٹائی ٹینک' کی حیرتناک تباہی کی داستان ہے ـ مصنّف دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۸ ء میں ایک نوعمر ناول نگار مارگن رابرٹس نے ایک ایسے عظیم الشان بحری جہاز کا تصوّر پیش کیا تھا جسے دُنیا کی کوئی چیز تباہ نہیں کر سکتی لیکن آخر کار وہ جہاز ایک برف کے بڑے تودے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے ـ لارڈ والٹر کے کہنے کے مطابق برطانوی جہاز ساز کمپنی وائٹ سٹار لائین نے اس ناول کے طبع ہونے کے ٹھیک چودہ برس بعد اُسی نوع کا ایک جہار تیار کیا جس کا وزن ، طول و عرض حتّٰی کہ رفتار تک مارگن رابرٹس کے خیالی جہاز سے مماثلت رکھتی تھی ـ لیکن اتفاق سے اس برطانوی جہاز کا بھی وہی انجام ہوا جس کی طرف اشارہ ناول میں کیا گیا تھا ـ

عابد علی عابد صاحب کے ترجمے میں لارڈ والٹر کے ناول کی دلچسپی کا عنصر جُوں کا تُوں ملتا ہے ـ ترجمے کی عبارت سے نمونہ ملاحظہ ہو :

'ذرا دور جہاز کے دو ملازم کھڑے لائی ٹولر، ہیمنگ اور دوسرے ملازموں کو کام کرتے دیکھ رہے تھے ـ کشتیوں کے عرشے پر روشنی کم تھی ـ لیکن ان لوگوں کی سفید کلفدار قمیضیں صاف نظر آرہی تھیں ـ یہ لوگ جنگلے کا سہارا لئے بحث کر رہے تھے کہ جہاز کب تک ڈوبے گا ـ یہی درجہ اوّل کے مسافروں پر جو ملازم مامور تھے ـ وہ بڑے مزے سے ٹہل رہے تھے ـ وہ اسی بات میں مگن تھے کہ انہیں کوئی سگرٹ پینے سے ٹوکتا نہیں ـ ورزش گاہ کا استاد میکالے سفید فلالین کی پتلون پہنے بڑے ٹھسے سے کھڑا تھا اور بتا رہا تھا کہ میں بچاؤ صدری کیوں نہیں پہنتا ـ تیر تو سکتا ہے آدمی لیکن رفتار سست ہوجاتی ہے صدری نہ ہو تو انسان خوب جلدی تیر سکتا ہے ـ' ص نمبر ۱۳۲ ، ۱۳۱

" Not for away two young stewards idly watched Lightoller , Humming and the others at work. In the fading light of the boat deck , their starched white jackets stood out as they learned against the vail, debating how long the ship could last – scattered around the boat deck Some 15 first class bell boys were equally at case. They seemed pleased that nobody cared any longer whether they smoked . Nearby , gymnasium , instructor T.W Mc Cawley , a spry little man in white flannels, explained why he would not wear a life Jacket. It kept you afloat but it slowed you down. He felt he could swim clear more quickly without it."

۱۴۳۰ والٹیئر : کاندید :
ترجمہ : سجاد ظہیر :
نئی دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ ، طبع اوّل مارچ ۱۹۵۷ ء
ص : ۳۰۷

ناول ۔ ۲۲ ابواب پر مشتمل فرانسیسی ناول 'کینڈیڈ' کا ترجمہ ۔ ناول کا پیش لفظ سفیر فرانس استانس لاسن او سترو روگ نے لکھا ھے ۔ ایک ترجمہ جسے سجاد ظہیر کے ترجمے کا چربہ کہنا چاھئے 'امید پرست' کے نام سے بشیر ساجد نے کیا ھے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۹)

۱۴۳۱ والٹیئر : امید پرست :
ترجمہ : بشیر ساجد،
لاھور : مکتبہ جدید ، طبع اوّل ۱۹٦۷ ء

ناول ۔ فرانسیسی ناول 'کینڈیڈ' کا ترجمہ ۔ ایک ترجمہ سجاد ظہیر نے 'کاندید' کے نام سے ۱۹۵۷ ء میں کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱٦)

۱۴۳۲ والس ، الفرڈ : عجیب و غریب صدی :
ترجمہ : ن ۔ ن
لکھنؤ : منروا پبلشنگ کمپنی ، س ۔ ن
ص : ۲۰۰
ناول ۔ انگریزی کی معرفت ۔
(حوالہ : ۱ ، ۲)

۱۴۳۳ والگا سے گنگا تک :
ترجمہ : طفیل احمد ،
الہ آباد : مطبوعات کتاب محل ، س ۔ ن
ص : ۳۱۹

ناول ۔ روسی زبان سے ترجمہ ۔ تخیلاتی ناول ہندوستان اور روس دوستی سے متعلق ھے ۔

(حوالہ : ۹)

۱۴۴۴ وانلڈر ، لارا ایگلز : ننھا منا گھر :
ترجمہ : اشوک پجاری ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ۲۰۰
ناول ۔ معاشرتی و سیاسی ناول امریکی زندگی پیش کرتا ھے ۔
(حوالہ : ۸)

۱۴۴۵ وانلڈر ، لارا ، ایگلز : جنگل کی جھونپڑی :
ترجمہ : آفتاب احمد صدیقی ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس ، ۱۹٦۰ء
ص : ۱۱۹
ناول ۔ امریکی ناول جس میں مرکزی کردار ایک ایسی لڑکی کا ھے جو جنگل میں پروان چڑھی اس کے ماں باپ جنگلی جانوروں کا شکار کرتے اور جنگل کی زندگی سے دلچسپی رکھتے تھے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۴۴٦ وانلڈر ، لارا ایگلز : سنہرے دن :
ترجمہ : اشوک پجاری ،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پیلس ، س ۔ ن
ص : ۲۵٦
ناول ۔ امریکی زندگی سے متعلق سماجی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۴۴۷ وانلڈر لن ، روز : زندگی ھے یا کوئی طوفان ھے :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ،
لاھور : بہ اشتراک موسسّہ فرینکلن ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔ امریکی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۴۴۸ وڈ ہاؤس ، جے ۔ بی : بلبل نغمۂ صحرا :
ترجمہ : ستار طاہر ،
لاھور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،

ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۴۹ ورن ، جو لیس : پاتال کی سیر :
ترجمہ : ساغر اکبر آبادی ،

ناول ۔ جغرافیائی ناول جس میں افسانوی انداز اپناتے ہوئے کرہ، زمین کی اندونی حالت کا بیان کیا گیا ھے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۵۰ ورن ، جولیس : زمین کے اندر :
ترجمہ : نجم اعزاز ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۸ ء
ص : ۸۴

انگریزی مہاتی کہانی کا ترجمہ ، طباعت لیتھو ۔ اس ناول کا ترجمہ 'پاتال کی سیر' کے عنوان سے ساغر اکبر آبادی نے کیا تھا ۔

۱۳۵۱ ورن ، جولیس : سمندر کی سیر :
ترجمہ ساغر اکبر آبادی ،

ناول ۔ افسانوی انداز میں سمندر کے اندرونی اور بیرونی مظاہر کا بیان ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۵۲ ورن ، جولیس : طواف زمین :
ترجمہ : رشید احمد ، منشی
لکھنؤ : منروا پبلشنگ کمپنی ،

ناول ۔ جغرافیائی ناول جو صدہا عجیب و غریب معلومات سے پٹا بڑا ھے ۔ لندن کے بینک میں چوری ۔ بندُ جبن و جاپان کے عجائب اور ریل گاڑی سے انجن ٹوٹ کر الگ ہوجانے کا واقعہ وغیرہ ۔ کتاب ۱۹۳۹ ء میں شائع ہوئی ۔ یہ 'Round The World In 80 Days' کا ترجمہ ھے ۔ اس کتاب کا ایک ترجمہ 'سیاحت زمین' کے نام سے بھی ہو چکا ھے ۔

(حوالہ :

۱۳۵۳ ورن ، جولیس : سیاحت زمین :
ترجمہ ن ۔ ن

ناول ۔ جغرافیائی ناول ۔ ۸۰ دن میں دنیا کا سفر کیا گیا اس کی روداد ، آخر میں جغرافیائی نوٹ اور خط سفر درج ہے ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ 'طوافِ زمین' کے نام سے بھی کیا گیا ہے ۔
(حوالہ : ۴)

۱۳۵۴ ورنر ، جیرالڈ : دریائی قزاق :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The River Men' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۵۵ ورنر ، ہنری : خوفناک سایہ :
ترجمہ : مسلم رحمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Yellow Shadow' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۵۶ وکٹر ، کونرڈ : کھیت :
ترجمہ : ظفر ،
نئی دھلی : ایس ۔ آر سینجہ پبلی کیشنز ، س ۔ ن
ص : ۲۵۴

ناول ۔ 'The Field' انیس ابواب پر مشتمل ناول کا ترجمہ ۔ امریکہ کی دیہاتی زندگی کی عکاسی ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۵۷ ولفرڈ ایس ، برونسن : خزانے کی تلاش :
ترجمہ : شبلی ایم ۔ کام
لاهور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
ص : ۵۶

ناول ۔ مصور ایڈیشن ۔ ریڈ انڈین لڑکے کی بہادری کا قصہ ۔ فیروزہ
کی کان کی تلاش ۔
(حوالہ : ۱۶ ، ۱۷)

۱۳۵۸ ولیم : ولیم ٹیل :
ترجمہ : اسمعیل نعیم ،
ناول ۔ سوئٹزر لینڈ کی آزادی کے پس منظر میں حب الوطنی کے جذبات
ابھارنے والی ناول ۔ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۳)

۱۳۵۹ ولیمز ، ویلنٹائن : تلافیٔ گناہ :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۱۹۳۳ کے بعد شائع ہوا ۔
یہ 'لنگڑاجاسوس' کا دوسرا حصہ ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۰ ولیمز ، ویلنٹائن : چڑیا کی بِکّی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'دی تھری آف کلبز' کا ترجمہ ۔ گارڈ فری کا مجبوراً جاسوس
بننا اور ورجنا فٹز جیرالڈ کی محبت کا بیان ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء
سے قبل شائع ہوا ۔ اس ترجمے کا ایک ایڈیشن نیشنل لٹریچر
کمپنی دھلی نے بھی شائع کیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۱۱)

۱۳۶۱ ولیمز ، ویلنٹائن : خنجر بیداد :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ ملکۂ حسن کارمن کرین مور کے قتل کی داستان ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء
سے قبل شائع ہوا ۔ ایک ایڈیشن مکتبہ آغوش لاہور نے شائع
کیا ۔

(حوالہ : ۲ ، ۳)

۱۳۶۲ ولیمز ، ویلنٹائن : کلب فٹ کا جاسوس :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ یہ 'تلافیٔ گناہ' کا دوسرا حصہ ہے ۔ اس سلسلے کی پہلی ناول 'لنگڑا جاسوس' تھی ۔ ترجمہ ۱۹۳۳ کے بعد شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۳ ولیمز ، ویلنٹائن : کلب فٹ کی واپسی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
ناول ۔ یہ 'کلب فٹ کا جاسوس' کا دوسرا حصہ ہے ۔ ترجمہ ۱۹۳۳ء کے بعد شائع ہوا ۔ یہ سلسلہ ، 'لنگڑا جاسوس'، 'تلافیٔ گناہ'، 'کلب فٹ کا جاسوس' اور 'کلب فٹ کی واپسی' چار جلدوں پر مشتمل ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۴ ولیمز ، ویلنٹائن : لنگڑا جاسوس :
ترجمہ تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ 'تلافیٔ گناہ' کا پہلا حصہ ہے ۔ ۱۹۳۳ء کے بعد شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۵ ووگ ، ہلیری : روڈ بلاک :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Road Block' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۶۶ وہارٹن ایڈتھ : عہد معصومیت :
ترجمہ : ایس ۔ نرولا ،
نئی دہلی : انڈین اکیڈمی ۔ نریندرا پبلس ' س ۔ ن
(حوالہ : ۹)

۱۳۶۷ وہارٹن ، ایڈتھ : باید زیستن :
ترجمہ : محمود نظامی ،
لاہور آئینہ ادب ،
ص : ۳۱۲

ناول ۔ دوسری بار مقبول اکیڈمی لاہور نے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا ۔
ص ۲۰۵ 'Ethan Frome' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۶۸ ویٹلی ، ڈینس : گرد باد :
ترجمہ : مظہرالحق ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۴ء
ص : ۷۶۵

ناول ۔ اس میں برطانیہ ، افریقہ اور مصر کے مناظر نمایاں ہیں ۔
مصر کے ایرانی فاتح کمبوجیہ کے خزانے کی تلاش کی گئی ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۶۹ ویٹلی ، ڈینس : گرد یاد :
ترجمہ : غلام محمد انجام فیروز پوری ،
ملتان : مکتبہ راہ نو ۔ شاہین مارکیٹ ۔ حرم گیٹ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۷۰ ویٹلی ، ڈینس : گرد باد کی واپسی :
ترجمہ : غلام محمد انجام فیروز پوری ،
ملتان : مکتبہ راہ نو ۔ شاہین مارکیٹ ۔ حرم گیٹ ،

جاسوسی ناول ۔ افریقہ کے صحراؤں میں ہٹلر کی فوج کشی اور ابوالہول
کے سائے میں سیکرٹ ایجنٹ جولین ڈے کا کام ۔ اس مشن کا آغاز ناول
'گرد باد' میں ہوا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۷۱ ویٹلی ، ڈینس : ممنوعہ علاقہ :

ترجمہ : ستار طاہر ،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ،
ناول ۔ سنسنی خیز مہماتی ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۳۷۲ ویٹلی ، ڈینس : یوم حشر :
ترجمہ : غلام محمد انجام فیروز پوری ،
ملتان : مکتبہ راہ نو ۔ شاہین مارکیٹ ۔ حرم گیٹ ۔
جاسوسی ناول ۔ سائنس فکشن کے انداز میں ۔ ایک سیارہ اپنے مدار سے ہٹ کر زمین سے آٹکرایا اور کرہ ارض پر حشر برپا ہوگیا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۳۷۳ ویٹلی ، ڈینس : شیطان کے پجاری :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Devil Rides Out' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۷۴ ویٹلی ، ڈینس : سونا سمندر :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۲۴ ،
ص : ۲۳۷
ناول : رومانی ناول جس میں جنس نگاری نمایاں ہے ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۷۵ ونلیڈا ، گیرازیا : محبت عظیم ہے :
ترجمہ : اسرار زیدی ،
لاہور : عوامی کتاب گھر ، س ۔ ن
ص : ۲۰۰
ناول ۔ انگریزی کے معرفت ترجمہ ۔ ایک ترجمہ قاسم محمود کا بھی ملتا ہے ۔

(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۴۷۶ ویلیڈا، گیرازیا : محبت عظیم ہے :
ترجمہ : قاسم محمود، سیّد،
لاہور : مکتبہ شاہکار، ۱۹۷۶ء
ص : ۴۱
ناول ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ایک ترجمہ اسرار زیدی کا بھی ملتا ہے ۔
(حوالہ : ۵)

۱۴۷۷ ویرپانووا : یودوکیہ :
ترجمہ : قرۃالعین حیدر،
نئی دہلی : مکتبہ جامعہ ملیہ لمیٹڈ، ۱۹٦۵ء
ص : ۱۱۹
ناول ۔ روس کی افسانہ نگار ویرا پانووا نے ۱۹۵۹ء میں اپنے ایک افسانے کو ناول کی صورت دی ۔ یہ ایک ایسی باہمت عورت کی کہانی ہے جس نے اپنے پانچ یتیم بچوں کی خاطر زندگی قربان کی ۔
(حوالہ : ۲، ۹)

۱۴۷۸ ویرانہ ہستی :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری،
لاہور : دائرہ ادبیہ، ۱۹۴۴ء
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۷)

۱۴۷۹ ویگل، آرتھر : قلوپطرہ :
ترجمہ : سلمیٰ تصدق،
لاہور : ہاشمی بک ڈپو، س ۔ ن
ناول ۔
(حوالہ : ۷)

۱۴۸۰ ویگل، آرتھر : قلوپطرہ :
ترجمہ : ناظر حسن زیدی، ڈاکٹر،
لاہور : مکتبہ میری لائبریری، س ۔ ن

سوانح ۔ قتالہ عالم اور مجسمہ، حسن و جمال کی سوانح کے ساتھ قدیم مصر اور قدیم روم کی تہذیب کی تصویر ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۱)

۱۳۸۱ ویلز ، ایچ ۔ جی : چاند میں پہلا آدمی :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، س ۔ ن
ص : ۲۵۶
ناول ۔ سائنس فکشن 'The First Man in The Moon' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۸۲ ویلز ، ایچ ۔ جی : پُراسرار جزیرہ :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۵۹ ء
ص : ۲۱۰
ناول ۔ 'The Island of Dr. Moreao' کا ترجمہ ۔ جس میں مترجم نے پلاٹ ، ماحول اور کردار بدل دیئے ہیں ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۸۳ ویلس ، ایڈگر : انصاف :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : نرائن دت سہگل ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'The four Just Men' کا انگریزی سے ترجمہ ہے ۔ کتاب ۱۹۳۹ سے قبل شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۳ ، ۷)

۱۳۸۴ ویلس ، ایڈگر : خوبصورت انتقام :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Four Square Jean' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۸۵ وینس کا بانکا :

ترجمہ محمد حنیف ،
ناول ۔ انگریزی ناول کا ترجمہ ۱۹۳۹ ء سے قبل شائع ہوا ۔
(حوالہ : ۴)

۱۴۸۶ ہاتھارن ، نتھینئل : داغ رسوائی :
ترجمہ : چندر موہن لانبہ ،
نئی دهلی : انڈین اکیڈمی ۔ ریگل بلڈنگ ، ۱۹۵۹ ء
ص : ۲۳۲
ناول ۔ امریکی ناول 'Scarlet Letter' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۴۸۷ ہاتھارن ، نتھینئل : لال نشان :
ترجمہ : سیدّہ نسیم ہمدانی ،
لاهور : سویرا آرٹ پریس به اشتراک موسسّہ فرینکلن ،
ناول ۔ انگریزی سے امریکی ناول کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۴۸۸ کاپرلی : نغمے کا قتل :
ترجمہ : الطاف فاطمہ :
لاهور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان) ، ۱۹۶۹ ء
ص : ۲۶۲
ناول ۔ انگریزی سے 'To Kill a Mocking Bird' کا ترجمہ ھے ۔ اس ناول پر ہالی وڈ سے فلم بن چکی ھے جس میں اداکاری پر گریگری پیک کو آسکر ایوارڈ ملا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۶)

۱۴۸۹ ہارڈی ، ٹامس : سوگوار شباب :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
گورکھ پوری : ایوان پریس ، ۱۹۳۱ ء
ناول ۔ 'Two on a Tower' سے ماخوذ و ترجمہ ۔ واقعات و کردار بدل دیئے گئے ھیں ۔

(حوالہ : ۲)

۱۳۹۰ ہارڈی ، ٹامس : صیدِ زبوں :
ترجمہ : مجنوں گورکھپوری ،
گورکھپور : ایوان پریس ، نومبر ۱۹۴۳ ۔
ص : ۱۴۰
ناول ۔ 'Wood Lander' کا انگریزی سے ترجمہ :
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۹۱ ہارڈی ٹامس : ویرانۂ دل :
ترجمہ : شفیق بانو منہاج ،
لاہور : ناشرین ، س ۔ ن
ص : ۴۸۶
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۹۲ ہارڈی ، ٹامس : ہچکولے :
ترجمہ : رئیس احمد جعفری ،
نام مطبع و سنہ ندارد ،
ناول ۔ 'Magor of Casterbridge' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۳۹۳ ہال ، انگس : قصرِ ڈاکیولا :
ترجمہ : مظہرالحق علوی ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۷ ۔
ص : ۲۴۶
یہ ڈراکیولا سلسلے کا تیسرا ناول ھے ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۳۹۴ ہال ، ریڈ کلف : تنہائی کا کنواں :
تلخیص و ترجمہ مخمور جالندھری ،
جالندھر : شاہین پبلشرز ، ۱۹۶۷ ۔
ص : ۱۹۲
ناول : 'Well of Long Lines' کی تلخیص و ترجمہ ۔

(حوالہ : ۹)

۱۳۹۵ ہالٹ ، ہنری : ضرورت ہے ایک قاتل کی :
ترجمہ : ن ۔ ن
دہلی : جاسوسی پنجہ دریبہ کلاں دہلی نمبر۶ ، طبع اوّل ۱۹۷۸ ء
ص : ۳۱۴
سنسنی خیز انگریزی ناول کا ترجمہ ،
(حوالہ : ۹)

۱۳۹۶ ہالیڈے ، برٹ : ڈائری کا راز :
ترجمہ : اثر نعمانی ، راول پنڈی : 'Date with a Dead Man' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۹۷ ہالیڈے ، برٹ : سونے کی کان :
ترجمہ : ایف ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'In a Deadly Vein' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۹۸ ہالیڈے ، برٹ : قاتل یا مقتول :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Uncom – Planing' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۳۹۹ بربرٹ ، ایڈمز : ویران محل :
ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : فاروقی بک ڈپو ،
ناول ۔ اسراری ناول انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰۰ برٹزلڑ ، آرتھر ۔ ای : ڈاکٹر بگھی :
ترجمہ : ن ۔ ن ،
لاہور : ہوم لائبریری کا بوسٹ بکس ۳۷۴ ۔

ص : ۲۳۰

جاسوسی ناول ۔ کتاب کا انتساب پول ۔ بی ۔ ہور کے نام ہے ۔ کاپیرائٹ ۱۹۳۸ء ۔ دیباچہ میں مصنف نے اسے اپنے عہد کی تاریخ کہا ہے ۔ ناول میں خود نوشت کا انداز اپنایا گیا ہے ۔ 'خدایا ! ہمیں خنّاق سے بچانا' سے ناول کی ابتداء ہوتی ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۹)

۱۵۰۱ برمن ، اگنات : بے برگ و گیاہ :
ترجمہ : حمید اختر ،
کراچی : سنگم پبلشنگ ہاؤس ، ۱۹۵۴ ء
ناول ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰۲ بلاسکو : آٹھواں دن :
ترجمہ : تسکین علیگ ، ایمؒ
لاہور : پبلشرز یونائیٹڈ بہ اشتراک فرینکلن ،
ناول ۔ امریکہ سے شائع ہونے والے ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۵۰۳ ہملٹن ، جان : ننگی لاشیں :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ۔
راول پنڈی : کامران سیریز ۔ کتاب گھر ، اقبال ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ 'The Persecuto' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۸ ۱۹)

۱۵۰۴ ہملٹن ، ڈونالڈ : شب کا مسافر :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Night Walker' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۰۵ ہملٹن ، لارڈ فیڈرک : روحوں کا اخراج :

ترجمہ : تیرتھ رام فیروز پوری ،
لاہور : لال برادرس ، ۱۹۲۲ ء
جاسوسی ناول ۔ 'اے ٹریبیوٹ آف سولز' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۴ ، ۷)

۱۵۰۶ بنری ، او : لاکھوں کا شہر :
ترجمہ : ابن انشا،
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ، س ۔ ن
ناول ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سلیم صدیقی نے بھی کیا ھے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰۷ بنری ، او : لاکھوں کا شہر :
ترجمہ : سلیم صدیقی،
کراچی : لارک پبلشرز ، س ۔ ن
ناول ۔ اس ناول کا ایک ترجمہ ابن انشا نے بھی کیا ھے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰۸ بنری ، او : حسین دھوکہ:
ترجمہ : سلیم صدیقی،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ ، س ۔ ن
ص : ۵۱۶
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۵۰۹ بنری ، جان ۔ او : طوفان کے بیچ :
ترجمہ : ن ۔ ن
نئی دہلی : دلی پریس ۔ س ۔ ن
ص : ۱۰۰

ناول ۔ تاریخی ناول جس میں مغربی اقوام کی ہندوستان میں آمد او ان کے تدریجی تسلط کی روداد بیان کی گئی ھے ۔

(حوالہ : ۹)

۱۵۱۰ بولٹ ، ہنری : بے گناہ قاتل :

ترجمه : ایف ـ ایم ـ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ـ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Calling All Cars' کا ترجمہ ـ
(حواله : ۱۸)

۱۵۱۱ بیڈلے چیز ، جیمز : آخری فیصله :
ترجمه : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ـ 'Shock Treatment' کا ترجمه ـ
(حواله : ۱۸)

جرائم اور جاسوسی کہانیوں کے عالم گیر شہرت یافتہ برطانوی ادیب جیمز بیڈلے چیز ۱۹۰۶ ء میں لندن میں پیدا ہوئے ـ انہوں نے ۸۰ سے زاید ناول تخلیق کئے ـ وہ ساری زندگی گوشہ نشیں رہے ـ ان کے کئی ناول برطانیہ، فرانس اور امریکا میں فلمانے گئے ـ بیڈلے چیز کا ۷۸ سال کی عمر میں ۷ فروری ۱۹۸۵ء کو ان کی قیام گا واقع دیوے (سوئٹزر لینڈ) میں انتقال ھوا ـ

۱۵۱۲ بیڈلے چیز ، جیمز : احمق مجرم :

ترجمه : اثر نعمانی ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ـ 'Just Another Sucker' کا ترجمه ـ

(حواله : ۱۸)

۱۵۱۳ بیڈلے چیز ، جیمز : انتقام کی آگ :

ترجمه : ایف ـ ایم ـ صدیقی ،

راول پنڈی : کامران سیریز ـ کتاب گھر ـ اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ 'The Things Mend' کا ترجمہ ۔

(حواله : ۱۸)

۱۵۱۴ بیڈلے چیز ، جیمز : ایک ہپّی شاہراہ پر :

ترجمہ : مظہراشفاق ،

لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۷ ۔

ص : ۲٦۰ .

'اے ہپّی آن دی وے' (جاسوسی ناول) کا انگریزی ترجمہ ۔
(حواله : نمبر)

۱۵۱۵ بیڈلے چیز ، جیمز : باڈی گارڈ :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'In a Vain Shadow' کا ترجمہ ۔
(حواله : ۱۸)

۱۵۱۶ بیڈلے چیز ، جیمز : بدنصیب مجرم :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Wapy Transgressor' کا ترجمہ ۔
(حواله : ۱۸)

۱۵۱۷ بیڈلے چیز ، جیمز : بونا مجرم :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Way The Cokie Crubles' کا ترجمہ ۔

(حواله : ۱۸)

۱۵۱۸ بیڈلے چیز ، جیمز : پتھر کی انگوٹھی :

ترجمہ : اثر نعمانی ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ 'Why Pick On Me' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۱۵۱۹ بیڈلے چیز ، جیمز : پتھر کی موت :

ترجمہ : طاہر رانا ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ 'The Dead Stay Dump' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۰ بیڈلے چیز ، جیمز : پُراسرار کچھوا :

ترجمہ : اثر نعمانی ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ 'Mission to Sien' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۱ بیڈلے چیز ، جیمز : پوڈر کی ڈبیہ :

ترجمہ : اثر نعمانی ،

راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،

جاسوسی ناول ۔ 'You Never Know Wing Women' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۲ بیڈلے چیز ، جیمز : تخت یا تختہ :

ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'He Won't Need New' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۳ بیڈلے چیز ، جیمز : ترپ چال :
ترجمہ : طاہر رانا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول 'Like a Hole in The Head' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۴ بیڈلے چیز ، جیمز : ٹوٹ گئی زنجیر :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی :
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Lady Heres' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۵ بیڈلے چیز ، جیمز : ٹھنڈی موت :
ترجمہ : رشید انجم ،
لکھنؤ : نسیم بک ڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۷ ء
ص : ۲۵۴
'ان اے وینیشڈ' کا انگریزی سے ترجمہ ، قتل کی سنسنی خیز کہانی پر مبنی ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۵۲۶ بیڈلے چیز ، جیمز : جادو کی چابی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Joker in The Park' کا ترجمہ ۔

(حوالہ : ۸)

۱۵۲۷ بیڈلے چیز، جیمز : جاسوس :
ترجمہ : انجم نوید،
کراچی : سعید پبلی کیشنز، کورومل کھلیانی روڈ،
جاسوسی ناول ۔
(حوالہ : ۲)

۱۵۲۸ بیڈلے چیز، جیمز : جلّاد :
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'What to Stay Alive' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۲۹ بیڈلے چیز، جیمز : جیب تراش بیوی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Where But a Short Time to Live' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۰ بیڈلے چیز، جیمز : چالاک قاتل :
ترجمہ : اثر نعمانی،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'There is a Way There is Always a Price Tag' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۱ بیڈلے چیز، جیمز : چوتھا یکّہ :
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'An Ace Up My Sleevs' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۲ ہیڈلے چیز ، جیمز : حسین فتنہ :
ترجمہ : ایف - ایم - صدیقی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر - اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول - 'Just a Matter of Time' کا ترجمہ -
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۳ ہیڈلے چیز ، جیمز : حوّا کی بیٹی :
ترجمہ : سراج الدین شیدا ، راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول - 'Eve' کا ترجمہ -
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۴ ہیڈلے چیز ، جیمز : خوبصورت لاش :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر - اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول - 'No Orchids for Miss Blandish' کا ترجمہ -
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۵ ہیڈلے چیز ، جیمز : خوش نصیب چور :
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راول پنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول - 'The Fast Buck' کا ترجمہ -
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۶ ھیڈلے چیز، جیمز : خطرناک فارمولا:
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر - اقبال روڈ -
جاسوسی ناول – Believed violent کا ترجمہ -
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۷ ھیڈلے چیز، جیمز : خوفناک پاگل:
ترجمہ : ایف - ایم - صدیقی ،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر - اقبال روڈ،
جاسوسی ناول - 'Lay her among the lilies' کا ترجمہ

(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۸ ہیڈلے چیز، جیمز : خونی بلیک میلر:
ترجمہ : سراج الدین شیدا۔
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ۔
جاسوسی ناول ۔ 'I'll Bury my dead' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۳۹ ہیڈلے چیز، جیمز : خونی تہذیب
ترجمہ : اثر نعمانی۔
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ۔
جاسوسی ناول 'There is a hippy on the highway' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۰ ہیڈلے چیز، جیمز، خونی ٹرک:
ترجمہ : سراج الدین شیدا۔
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر، اقبال روڈ۔
جاسوسی ناول ۔ 'The world in my pocket' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۱ ہیڈلے چیز، جیمز : خونی حادثہ:
ترجمہ : انجم نوید
کراچی : سعید پبلی کیشنز، کورومل کھلیانی روڈ
جاسوسی ناول ۔ راجرا ٹیکن (اہم کردار) کے حالات ناول کے ابتدائی حصے میں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں ۔
(حوالہ : ۲، ۱۹)

۱۵۴۲ ہیڈلے چیز، جیمز : دولت کا غلام:
ترجمہ : سراج الدین شیدا۔
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ۔
جاسوسی ناول ۔ 'The whiff of money' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۳ ہیڈلے چیز، جیمز : دولت یا موت:
ترجمہ : سراج الدین شیدا۔

راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'You are dead without money' کا ترجمہ ۔
(حوالہ :۱۸)

۱۵۴۴ ہیڈلے چیز، جیمز: دیوانہ قاتل:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Not safe tobe free' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۵ ہیڈلے چیز، جیمز: ذہین جلّاد:
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول ۔ 'This way for a shroud' کا ترجمہ ۔
(حوالہ :۱۸)

۱۵۴۶ ہیڈلے چیز، جیمز: زہر کی پڑیا
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Have a change of scene' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۷ ہیڈلے چیز، جیمز: زہریلی آواز:
ترجمہ : اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز : کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'What's better than money' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۴۸ ہیڈلے چیز، جیمز: زہریلی انگوٹھی:
ترجمہ:سراج الدین شیدا،
راولپنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'The vuiture is a patient bird' کا ترجمہ ۔
(حوالہ ۱۸)

۱۵۴۹ هیڈلے چیز، جیمز: سائے کا تعاقب:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ
جاسوسی ناول ۔ 'Cade' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۵۰ هیڈلے چیز، جیمز : سراغ رساں کتا:
ترجمہ : اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Tigar by the tail' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۵۱ هیڈلے چیز، جیمز: سرخ ماچس :
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Guilty are afraid' کا ترجمہ ۔
(حوالہ:۱۸)

۱۵۵۲ هیڈلے چیز، جیمز: سرد خون:
ترجمہ : رشید انجم ،
لکھنو : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۸ء
ص : ۹٦
ناول 'آئی وڈ رادر بیٹے پُور' کا انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ نمبر ۹)

۱۵۵۳ هیڈلے چیز، جیمز: سہالڈی کا ھار:
ترجمہ، سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'An ear to the ground' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۵۴ هیڈلے چیز، جیمز: سنہری مچھلی:
ترجمہ : سراج الدین شیدا،

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Gold fish have no hiding place'
کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۵۵ ہیڈلے چیز، جیمز: شہر میں صحرا:
ترجمہ: مظہر الحق علوی،
لکھنو: نسیم بک ڈپو، لاٹوش روڈ، طبع اوّل ۱۹۷۷ء
اسراری ناول کا انگریزی سے ترجمہ:
(حوالہ نمبر ۹)

۱۵۵۶ ہیڈلے چیز، جیمز: طیارے کا اغوا:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'What happen's to me'? کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۵۷ ہیڈلے چیز، جیمز: غدارکون؟
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Mallory' کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۵۸ ہیڈلے چیز، جیمز: فرضی مجرم
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ
جاسوسی ناول ۔ 'I would rathar stay poor' کا ترجمہ
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۵۹ ہیڈلے جیز، جیمز: قاتل کی روح:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Miss shomway awand' کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

١٥٦٠ ہیڈلے چیز، جیمز: قاتل ہیرے:
ترجمہ : اثر نعمانی ،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Alothus for miss Quan' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١٥٦١ ہیڈلے چیز:جیمز کہانی کا فریب:
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Tell it to the birds' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١٥٦٢ ہیڈلے چیز ، جیمز: کیمرے کا راز:
ترجمہ: اثر نعمانی
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'You will find him, I will fix him' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ١٨)

١٥٦٣ ہیڈلے چیز، جیمز: لاش کی چوری:
ترجمہ : اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز : کتاب گھر اقبال روڈ ،مئی ١٩٧٧ء
جاسوسی ناول ۔ 'Make the corpse walk' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٨ ، ١٩)

ابتدائیہ سے نمونہ دیکھئے:

' گرمیوں کی ایک خوشگوار شام کا ذکر ہے ۔ سات بجکر چند منٹ ہوئے تھے کہ ایک چمکدار کالی رولس رائس کار کرزن اسٹریٹ میں داخل ہوئی اور شیبرڈ مارکیٹ جانے والی تنگ گلی کے پاس رک گئی ۔ فٹ پاتھ پر اونچی عمارتوں کے تاریک سائے میں کھڑی ہوئی دو عورتوں نے پیشہ ورانہ دلچسپی سے کار کے طرف دیکھا ۔ کرزن اسٹریٹ ان دو عورتوں اور اس ایک کار کے سوا بالکل سنسان نظر آرہی تھی ۔'

اب ناول کے اختتامیہ سے نمونہ ملاحظہ ہو:

' سارجنٹ آدم نے سوسن کو راستہ میں جھجک کر کچھ سوچتے دیکھ کر پھر ہارن بجایا اور سوسن تقریباً بھاگتی ہوئی کار کے پاس آئی اور اس مرتبہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے بجائے سارجنٹ کے ساتھ اگلی نشست پر بیٹھ گئی

۱۵۶۴ ہیڈلے چیز، جیمز: لاشوں کی برسات:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول 'The soft center' کا ترجمہ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۶۵ ہیڈلے چیز، جیمز: لالچی حسینہ:
ترجمہ: صدیق احمد،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول۔ 'The paw in the balke' کا ترجمہ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۶۶ ہیڈلے چیز، جیمز: مایا کا جال:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز، کتاب گھر اقبال روڈ، جون ۱۹۸۰ء
ص: ۱۵۹
جاسوسی ناول 'One bright summer morning' کا ترجمہ
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۶۷ ہیڈلے چیز، جیمز: متحرک لاش:
ترجمہ: اختر حسین،
لکھنو: نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ، طبع اوّل: ۱۹۷۸ء
ص: ۲۴۰
سنسنی خیز ناول کا انگریزی ترجمہ۔
(حوالہ: ۹)

۱۵۶۸ ہیڈلے چیز، جیمز: مجرم رقاصہ:
ترجمہ، اثر نعمانی،

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The double shuffle' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۶۹ ہیڈلے چیز، جیمز: مطلبی دوست
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Come easy go easy' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۷۰ ہیڈلے چیز، جیمز: معصوم قاتلہ:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'The flash of orchid' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۷۱ ہیڈلے چیز، جیمز: مقتول کا اغوا:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ
جاسوسی ناول 'Figure it out for yourself' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۷۲ ہیڈلے چیز، جیمز: مقتول کا تحفہ:
ترجمہ: ایف ۔ ایم ۔ صدیقی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ
جاسوسی ناول 'You're lonely when you're dead' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۷۳ ہیڈلے چیز، جیمز: مقدس میڈل:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ۔
جاسوسی ناول 'Knock, knock ! who's there?' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۷۴ ہیڈلے چیز، جیمز: مکار عورت:
ترجمہ: سراج الدین شیدا،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۷۵ ہیڈلے چیز، جیمز: مکافات عمل:
ترجمہ: ایف ۔ ایم ۔ صدیقی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'The Doll's bad news' کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۷۶ ہیڈلے چیز، جیمز: موت کے منہ میں تیس گھنٹے:
ترجمہ: ایس ۔ اے ۔ شاہد
لکھنو: نسیم بک ڈپو، لاٹوش روڈ، طبع اوّل: ۱۹۷۸ء
ص: ۳۴۸
(حوالہ: ۹)

سنسنی خیز ناول صرف تیس گھنٹے کی مدت پر پھیلا ہوا ہے ۔

۱۵۷۷ ہیڈلے چیز، جیمز: ناکام قاتل:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Sucker Punch' کا ترجمہ
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۷۸ ہیڈلے چیز، جیمز: نقلی تصویر:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'Safer dead' کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۷۹ ہیڈلے چیز، جیمز: نقلی لائین:
ترجمہ: اثر نعمانی،

راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'A coffin from Hong Kong' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۸۰ ہیڈلے چیز، جیمز: نوٹوں کی بارش :
ترجمہ : ایف ۔ ایم ۔ صدیقی،
راولپنڈی : کامران سیریز: کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ 'Strictly for cash' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۸۱ ہیڈلے چیز، جیمز : ہوس کے غلام
ترجمہ : سراج الدین شیدا،
راولپنڈی : کامران سیریز : کتاب گھر ۔ اقبال روڈ ،
جاسوسی ناول ۔ ' .Well now my Pretty کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۸)

۱۵۸۲ ہینڈلے چیز، جیمز: ہیروں کی تلاش:
ترجمہ: اثر نعمانی،
راولپنڈی: کامران سیریز: کتاب گھر، اقبال روڈ،
جاسوسی ناول ۔ 'You have got it coming' کا ترجمہ ۔
(حوالہ: ۱۸)

۱۵۸۳ ہیرے کی کان :
اخذ و ترجمہ : ابن صفی،
لاہور : اسرار پبلی کیشنزمیکلوڈ روڈ ، س ۔ ن
جاسوسی ناول ۔ انگریزی ناول سے مستعار ۔
(حوالہ : ۲)

۱۵۸۴ ہیکل بری فن کے کارنامے:
ترجمہ : راجکمار،
نئی دھلی : انڈین اکیڈمی نریندرا پبلس ، ۱۹۶۵ء،
ص : ۲۰۶
ناول ۔ 'Adventure of Hucklebery finn' کا ترجمہ

ناول میں حقیقی واقعات کو تخیلاتی رنگ دے کر
پیش کیا گیا ہے۔
(حوالہ : ۹، ١٦)

١٥٨٥ ہیگرڈ، رائیڈر : آتشی تحریر:
ترجمہ : ایم۔ جے عالم،
لکھنو : نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ، ١٩٦٢ء
ص : ٣٥٢
ناول۔ تاریخی ناول، جس میں فرعون کے عہد کی مصری تہذیب پیش
کی گئی ہے۔
(حوالہ : ۹)

١٥٨٦ ہیگرڈ، رائیڈر : انجام :
ترجمہ : آغا اقبال،
کراچی : ماہنامہ ' ناول ' ہال سٹریٹ، ١٩٥۴ء
اسراری ناول۔ انگریزی سے ترجمہ۔
(حوالہ : ١٦)

١٥٨۷ ہیگرڈ، رائیڈر : بنی اسرائیل کا چاند:
ترجمہ : عبدالمجید حیرت
دہلی : ادبی دنیا، اردو بازار دہلی ٦، طبع دوم ١٩۷۷ء
ص : ٣٩٦
مصر کے منظر نامے سے متعلق انگریزی ناول کا ترجمہ۔
طباعت لیتھو، تعداد اشاعت پانچ سو، یہ ترجمہ پہلی بار
مکتبہ پنجاب لاہور سے شائع ہوا۔
(حوالہ : ۷)

١٥٨٨ ہیگرڈ، رائیڈر : خونریز:
ترجمہ : ن۔ ن
لکھنو : نسیم بکڈپو۔ لاٹوش روڈ۔ ١٩٦٣ء
ص : ٥٢٣

ناول ۔ رومانی و اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۵۸۸ هیگرڈ ، (سر) هنری رائیڈر : داستان قلوپطرہ :
ترجمہ : بشیر محمود اختر ،
لاهور : الحمرا اکیڈمی ،
ناول ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳، ۱۶)

۱۵۸۹ هیگرڈ ، رائیڈر : دیوتا اور داسی :
ترجمہ : مظہر الحق علوی ،
لکھنو : نسیم بکڈپو ، لاٹوش روڈ ، ۱۹۷۸ء
ص : ۳۱۲
ناول کا انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ نمبر ۹)

۱۵۹۰ هیگرڈ ، رائیڈر : راهیں پیار کی :
ترجمہ : ایم ۔ جے عالم ،
لکھنو : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۶۵ء
ص : ۲۷۹
ناول ۔ نیم اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۵۹۱ هیگرڈ ، رائیڈر : روح بیابان :
ترجمہ : ایم ۔ جے ۔ عالم
لکھنو : مکتبہ کلیان ، س ۔ ن
ص : ۳۲۷
ناول ۔ اسراری ناول ۔
(حوالہ : ۹)

۱۵۹۲ هیگرڈ ، رائیڈر : سلمیٰ
ترجمہ : ذوالفقار احمد تابش ،
لاهور : البیان ،

اسراری ناول۔ بچوں کے لئے 'She' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ۱۳، ۱۶)

۱۵۹۳ ہیگرڈ، رائیڈر : سلمیٰ کی واپسی:
ترجمہ : ذوالفقار احمد تابش،
لاہور : البیان،
اسراری ناول۔ بچوں کے لئے 'The return of she' کا ترجمہ
(حوالہ : ۱۳، ۱۶)

۱۵۹۴ ہیگرڈ، رائیڈر : سلیمانی خزانہ:
ترجمہ : محمد سلیم الرحمن،
لاہور : فیروز سنز لمیٹڈ (پاکستان)
اسراری ناول۔ 'King solomon's mine'
(حوالہ :۱۳، ۱۶)

۱۵۹۵ ہیگرڈ، ہنری۔ رائیڈر : سیر ظلمات :
ترجمہ : ظفر علی خان، مولانا
لاہور : مکتبہ میری لائبریری، طبع دوم س۔ن
ص : ۴۲۴
ناول۔ ترجمے کا تعارفیہ مولوی محمد عزیز مرزا نے لکھا ہے۔
مفصل تبصرہ 'دکن ریویو' حیدر آباد دکن میں شائع ہوا کتاب پہلی بار دکن سے شائع ہوئی۔
(حوالہ : ۲، ۸)

اس کتاب کے مترجم مولانا ظفر علی خان سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا عبدالمجید سالک نے کہا تھا :

'انگریزی زبان کے صدہا محاورات، ہزارہا الفاظ اور بے شمار فقرات اس ہمہ گیر انشاپرداز کے کمال ترجمہ کی بھٹی میں سے کندن بن کر نکلے اور عروسِ اُردو کی جبینِ ناز کا زیور بن گئے۔'

ترجمے سے نمونہ ملاحظہ ہو :

'کیا یہ شرم کی بات ہے نہیں کہ ہمارے پاس ایک پادری صاحب موجود ہیں ا،

بیوی میاں کی نکاح خوانی میں اُن کو کوئی حصہ نہ لینے دیا جائے ۔ میرے عزیز وقت گزرتا جاتا ہے ، اب چاہئے کہ ہم اپنے کام میں مصروف ہوں ۔ کوئی ہے ؟ اچھا (ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے) تم اُس انگریز لڑکی کو لے آؤ ۔ '

جب پیلا بُھتنا اپنی تقریر ختم کر چُکا تو سب خاموش ہو کر جوانا کے آنے کے منتظر بیٹھ گئے ۔ '

('سیرِ ظلمات) ص ۱۴۴ سے اقتباس)

۱۵۹۶ ہیگرڈ ، رائیڈر : شہید وفا :
ترجمہ : محمود اختر ، خواجہ ۔ ایم
لاہور : ملک دین محمد اینڈ سنز.
اسراری ناول ۔ ' میری ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۴)

۱۵۹۷ ہیگرڈ ، رائیڈر : عشق اور خون :
ترجمہ : عابد جعفری ،
دھلی : خرم پبلی کیشنز ، ۱۹۶۵ء
ص : ۳۶۳
ناول ۔ رومانی ناول کا انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

۱۵۹۸ ہیگرڈ ، ایچ ۔ رائیڈر : قیدِ حیات (دو جلدیں)
ترجمہ : تیرتھ رام فیروزپوری،
لاہور : نوبہار بک ڈپو ،
ناول ۔ ' بیٹرس ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۵۹۹ ہیگرڈ ، رائیڈر:گنج سلیمان :
ترجمہ : مظہر الحق علوی،
لکھنؤ : نسیم بکڈپو ۔ لاٹوش روڈ ، ۱۹۵۵ء
ص : ۲۸۶

ناول ۔ 'King solomons mine' کا انگریزی سے ترجمہ ۔ قبائلیوں سے متعلق اس ناول کا ترجمہ چوتھی بار نسیم بکڈپو نے ١٩٧٨ میں شائع کیا ۔
(حوالہ : ٩)

١٦٠٠ ہیگرڈ رائیڈر : مصر کی دوشیزہ :
ترجمہ ، ن ۔ ن
دھلی : نو بہار بکڈپو
ناول
(حوالہ : ٧)

١٦٠١ ہیمسن ، نٹ بھوک :
ترجمہ : مخمور جالندھری،
دھلی : مکتبہ شاھراہ ، ١٩٥٣ء
ص : ٢٢٩
ناول ۔ معاشرتی ناول 'Hunger' کا ترجمہ، ایک ترجمہ عشرت رحمانی نے بھی کیا تھا، جو بعد کا ہے ۔
(حوالہ : ٩)

١٦٠٢ ہیمسن ، نٹ : بھوک ، لڑکی اور سمندر :
ترجمہ : عشرت رحمانی،
لاھور : شیخ غلام علی بہ اشتراک موسسۂ فرینکلن،
ناول ۔ 'Hunger' کا ترجمہ ۔ اس ناول کا اولین ترجمہ مخمور جالندھری نے ' بھوک ' کے نام سے کیا تھا ۔
(حوالہ : ٢ ، ١٧)

١٦٠٣ ہیمنگوے ، ارنسٹ : بوڑھا اور سمندر:
ترجمہ: ابن سلیم،
کراچی: اردو اکیڈمی سندھ ، س ۔ ن
ص : ٢١٦
ناول ۔ اس کا ایک ترجمہ بشیر ساجد نے کیا ہے ۔ نوبل انعام یافتہ اس ناول پر جان سٹرجز کی ھدایات میں ١٩٥٨ء میں ھالی وڈ امریکا سے بننے والی فلم یادگار ہے ۔ اس فلم میں بوڑھے کا کردار عالمی شہرت

یافتہ اداکار سپنسر ٹریسی نے ادا کیا تھا۔
(حوالہ : ٢، ١٠، ١١)

١٦٠٤ ہیمنگوے، ارنسٹ : بوڑھا اور سمندر:
ترجمہ : بشیر ساجد،
لاہور : مکتبۂ جدید،
ناول۔ نوبل ادبی انعام یافتہ ناول۔ اس ناول پر جان سٹرجز کی ہدایات کے تحت ١٩٥٨ء میں ہالی وڈ (امریکہ) سے بننے والی فلم یادگار ہے، جس میں آسکر ایوارڈ یافتہ اداکار سپنسر ٹریسی نے مرکزی کردار ادا کیا۔ اسی ناول کا ایک اور ترجمہ ابن سلیم نے کیا تھا۔
(حوالہ : ٢، ١٠، ١١)

١٦٠٥ ہیمنگوے، ارنسٹ : وداع جنگ (دو جلدیں):
ترجمہ : ارنسٹ :
ترجمہ : اشفاق احمد،
لاہور : یونائیٹڈ بک ڈپو لمیٹڈ، جنوری ١٩٦٠ء
ناول۔ 'A farewell to arms' کا ترجمہ۔
(حوالہ : ٢، ١٠، ١١)

یہ ناول 'اے فیئرول ٹو آرمس' کا ترجمہ ہے۔ ١٩٢٠ء کے اوائل میں جب ارنسٹ ہیمنگوے نے پہلی بار اپنے افسانے پیش کئے تو امریکہ کے نوجوان ادیب اس سے شدید متاثر ہوئے۔ ١٩٥٤ میں ہیمنگوے کو نوبل انعام دیا گیا۔ اس موقع پر سویڈس اکیڈمی کے صدر نے ہیمنگوے کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا :

'ہیمنگوے عہد حاضر کا سب سے بڑا اہلِ قلم ہے، جس کی تحریر کے آئینہ میں اس دور کی زندگی اور مسائل کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔'
جبکہ خود ہمینگوے کا خیال ہے کہ : ' ایک حقیقت پسند مصنف کے نزدیک اس کی ہر نئی تصنیف گویا ایک نیا آغاز ہے، جس میں وہ ان بلندیوں کو چھونے کی کوشش کرتا ہے جن تک رسائی ناممکن معلوم ہوتی ہے۔'

تعارف ص ٣ سے اقتباس۔

اس ناول میں جنگ کی تباہ کاریوں کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ جنگ سے نفرت ہو جاتی ہے۔

١٦٠٦ ہیوگو، وکٹر : انسان :
ترجمہ : بشارت انور ،
کراچی : ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی ، طبع اوّل س۔ ن
ناول۔ "Les Miserable" کا آزاد ترجمہ۔
دوسری بار اردو بک سٹال لاہور اور تیسری بار بساط ادب لاہور نے شائع کیا۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١ ، ١٦)

١٦٠٧ ہیوگو ، وکٹر : بدنصیب :
ترجمہ : رام سروپ شرما،
لاہور : دارالاشاعت پنجاب۔ ١٩٢٨ء
ناول۔ The last days of a condemind کا ترجمہ۔
اس ناول پر صوفیہ لارین اور میکسمیلن شل کی فیچر فلم شاہکار ہے۔ اس ناول کا ایک ترجمہ سعادت حسن منٹو نے 'سرگزشت اسیر' کے نام سے کیا ہے۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١٦٠٨ ہیوگو ، وکٹر : سرگزشت اسیر:
ترجمہ : سعادت حسن منٹو ،
لاہور : اردو بک سٹال بیرون لوہاری دروازہ ، طبع اوّل ١٩٣٣ء
ناول۔ "The last days of a condemind" کا ترجمہ۔
دوسری بار ١٩٣٣ء میں طبع ہوا۔ کتاب میں ہیوگو کا لکھا دیباچہ ١٥ مارچ ١٨٣١ بھی گیارہ صفحات میں ترجمہ کر کے شامل کتاب کیا گیا ہے۔ کتاب کا ایک ترجمہ رام سروپ شرما کا بھی ملتا ہے۔
(حوالہ : ٢ ، ١٠ ، ١١)

١٦٠٩ ہیوگو ، وکٹر : نوٹرے ڈیم کا کبڑا :
ترجمہ : ستار طاہر
لاہور : مکتبہ شاہکار ، ١٩٧٥

ص : ۴۲
ناول ۔ فرانسیسی زبان سے انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ہالی وڈ
امریکا سے ناول کے اصل نام ' ہنچ بیک آف نوٹرے ڈیم '
کے نام سے دو فیچر فلمیں بن چکی ہیں ۔
(حوالہ : ۵)

متفرق

۱۶۱۰ افلاطون : مکالمات افلاطون:
ترجمہ : ن ـ ن
لاہور : پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی انارکلی ، س ـ ن
مکالمات "The dialogues of plato" کا اردو میں اولین ترجمہ ۔
دوسرا ترجمہ سید عابد حسین نے کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲)

۱۶۱۱ افلاطون : مکالمات افلاطون:
ترجمہ : عابد حسین ، ڈاکٹر
دہلی : انجمن ترقی اردو (ہند) ، ۱۹۳۲ء
مکالمات ـ "The dialogues of plato" کا ترجمہ ۔
اِس کتاب کا پہلا ترجمہ پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی نے
۱۹۲۳ء سے قبل شائع کیا تھا ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۴)

۱۶۱۲ اینڈرسن ، کینتھ و کرنل جم کاربٹ : شیر آیا ، شیر آیا
ترجمہ : ن ـ ن
لاہور: البیان ،
شکاریات ـ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱۶)

۱۶۱۳ اینڈرسن ، کینتھ: جنگل نامہ :
ترجمہ : جاوید شاہین،
لاہور : البنیان ،
ص : ۳۲۰
شکاریات ـ انگریزی سے ترجمہ

(ترجمہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۶۱۴ اینڈرسن ، کینتھ: آزاد شیرنی:
ترجمہ: محمود شام ،
لاہور: مکتبہ پاسبان : اشرف پریس ، ۱۹۶۷ء
ص : ۱۱۳
شکاریات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔

۱۶۱۵ اینڈریوز ، چیپ نن : انجانے دیس نئی مہمات:
ترجمہ : عبدالسلام،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، س ۔ ن
ص : ۱۵۲
مہم جوئی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۶)

۱۶۱۶ برکلے ، جارج : مکالمات برکلے:
ترجمہ : عبدالماجد دریابادی ، مولانا
اعظم گڑھ : دارالمصنفین اعظم گڑھ ،
مکالمات ۔ ' ڈائلاگز ' کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۲ ، ۱۶)

۱۶۱۷ بلنٹ و لیڈی بلنٹ : مضامین متعلقہ ہند (چار جلدیں):
ترجمہ : اکبر الہ آبادی،
میرٹھ : مطبع جماعت تجارت متفقہ اسلامیہ ، ۱۸۸۳ء
تقاریر/ سپاسنامے ۔ ولفرڈ اسکاون بلنٹ و لیڈی بلنٹ کی سیاست و سماجیات پر تقریریں اور سپاسنامے ۔
(حوالہ : ۲)

برطانوی رئیس زادہ اور مفکر والفرڈ اسکاون بلنٹ ، جمال الدین افغانی کے قریبی دوستوں میں سے تھا اور ہندوستان میں انگریزوں کی سیاسی حکمتِ عملی اور عملداری کا سب سے بڑا مخالف ۔ اس کتاب سے پہلے اُس نے اپنے روزنامچوں "My Diaries" میں بھی سیاسی صُورتِ احوال کا تجزیہ کیا تھا ۔ دراصل یہی وہ نوٹس تھے جنہیں بعد میں اس نے کتابی صُورت میں ڈھال دیا ۔

یہ ترجمہ اب تقریباً نایاب ہے اس لئے دیباچہ سے چند سطور دیکھتے چلئے :

' مصنف نے یہ کتاب صرف اپنے ہم ملکوں اور بالخصوص پارلیمنٹ انگلستان کو اسلام کے حالات پر توجہ دلانے کے لئے تصنیف کی تھی ۔ اُن کا یہ مقصود نہ تھا کہ یہ کتاب ہندستان میں شائع ہو یا اس کا ترجمہ کیا جائے ۔ مسٹر حمید اللہ سلمہ اللہ نے ایک جلد کتاب انگلستان سے اپنے پدرِ عالی مرتبہ مولوی سمیع اللہ خان صاحب کے ملاحظے کو بھیج دی تھی ۔ مولوی صاحب ممدوح کی اجازت سے میں نے اس کو پڑھا اور اس کے مضامین نے اسی کے ترجمے پر مجھ کو مجبور کر دیا ۔

ہنوز ترجمہ ختم نہ ہُوا تھا کہ مسٹر بلنٹ خود ہندوستان میں تشریف لائے اور بمقام کلکتہ مجھ کو اُن سے ملنے کی عزت حاصل ہوئی ۔ انہوں نے ایک دوسرا دیباچہ بطور دیباچۂ اوّل کے تحریر فرما کر مجھ کو دیا، جس کا ترجمہ میں اس کتاب کے ساتھ شامل کرتا ہوں ۔ سلطنت ٹرکی کے قائم رہنے کی نسبت مصنف کو جو مایوسی تھی یہ دیباچہ اس مایوسی کو ضعیف کرتا ہے ۔ '

اکبر الہ آبادی اس کتاب کے ترجمہ کے بابت مزید لکھتے ہیں :

' جہاں تک ممکن تھا میں نے لفظی ترجمہ کیا ہے اور مصنف کے سلسلۂ خیالات کو ذرا بھی برہم نہیں ہونے دیا ۔ فقروں کی ترکیب کی پیچیدگی دُور کی ہے ۔ معانی کو کامل اور روشن کرنے کے لئے ایک لفظ کے ترجمے میں حسب ضرورت دو دو اور تین تین لفظ لکھ دیئے ہیں ۔ لیکن خیالاتِ پیچیدہ کا سہل کرنا میرا کام نہ تھا '

(دیباچہ سے اقتباس)

بلنٹ کی کتاب "The futu of Islam" لندن سے ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی تھی جبکہ اس کے دو سال بعد یہ ترجمہ سامنے آگیا ۔

ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو :

ترجمہ سے نمونہ ملاحظہ ہو ' مصنف کو امید تھی کہ قبل شائع کرنے ان مضامین کے اپنے اوقات فرصت میں ایک ایسی تصنیف کرے جو بلحاظ اپنی ترتیب اور تکمیل کے نکتہ

"These Essays, written for 'THE FORTNIGHTLY REVIEW' in the Summer and Autumn of 1881 , Were intended at first sketches only of a maturer work , which the authors hoped, before finally to the public , to complete at Leisure

چینوں کو مقبولی کے لائق اور اس عالی شان بحث کے شایان ہو جس کو اس نے منتخب کیاتھا ۔

چنانچہ یہ مضامین اخبار 'فورٹ نائٹلی رویو' کے لئے صرف اس تصنیف کے ابتدائی مسودات کے طور پر ۱۸۸۱ء کے موسم تابستان و خزان میں لکھے گئے تھے ۔ لیکن وقوع واقعات نے ایسی تیز رفتاری کی جس کا اس کو پیشتر سے بھی کچھ خیال نہ تھا اور مصنف کے لئے یہ امر ضروری ہو گیا کہ جن خیال کا ان مضامین سے اظہار مقصود ہے ان خیالات کو فی الفور پوری شہرت دے دے ۔ اہل فرانس نے ٹیونس پر حملہ کرکے شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی حرکت و شورش پیدا کرنے میں جلدی کردی ۔ مصر نے قومی اور مذہبی اصلاح میں ایک بڑی کوشش کے لئے یہ انگیختگی پیدا کی ہے اور ہر طرف اسلام پولیٹیکل بد فالیوں سے جن کی شدت اور سختی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے تہ وبالا اور پیچ و تاب میں نظر آتا ہے'۔

and develope in a form worthy of oritical acceptance and of great subject he had chosen . Events , however , have marched faster than he at all anticipated and it has become a matter of importance with him that the idea they were designed to illustrate, should be given immediate and full publicity. The French, by their invasion of Tunis, have precitated the Mohammadan Movement in North–Africa. Egypt has roused herself for a great effort of National and religious reforms, and on all sides Islam is seen to be comenlsed by political protents of ever growing intensity."

۱۶۱۸ بلنٹ ، والفرڈ اسکاون و لیڈی بلنٹ : مضامین متعلقہ ہند (چار جلدیں):
ترجمہ : اکبر الہ آبادی ،
نام مطبع ندارد ، طبع اوّل : ۱۸۸۳ء
تقاریر/ سپاسنامے ۔ انگریزی سے ترجمہ

یہ چاروں رسائل چالیس چالیس ، پچاس پچاس صفحات پر مشتمل ہیں ۔ یہ ولفرڈ اسکاون بلنٹ اور لیڈی بلنٹ کی تقاریر اور اُن سپاسناموں پر مشتمل ہیں جو اُنہیں اہلِ ہندوستان نے مختلف شہروں میں پیش کئے ۔ بلنٹ اور لیڈی بلنٹ نے اس (ہندوستانی) دَورہ کے موقع پر ردِ اعتراضات کے طور پر جو کچھ کہا وہ بھی ان کتابچوں میں موجود ہے ، اور منطقی ترتیب سے جمع کر دیا گیا ہے ۔

بقول طالب الہ آبادی : ' حصّہ اوّل و چہارم خصوصیت سے دیکھنے کے قابل ہیں ' اس سلسلے کے کتابچوں میں سے حصّہ اوّل (ص ۴۰) کے ٹائیٹل پر مندرجہ ذیل عبارت درج ہے ۔

' سلسلۂ مضامین متعلقہ ہند مسٹر ولفرڈ بلنٹ کی اسپیچیں در باب تعلیمِ مذہبی اور وہ ایڈریس جو مسلمانانِ ہند کی جانب سے اُن کو دینے گئے ۔ '

۱۶۱۹ ٹوین ، مارک : ٹام سائر کے کارنامے :
ترجمہ : انصار ناصری،
لاہور : میری لائبریری،
مہم جوئی ۔ مزاج ۔ 'Adventures of tom sawyer' کا ترجمہ ۔
اسے ناول بھی شمار کیا جاتا ہے ۔
(حوالہ : ۱۲ ، ۱۶)

مارک ٹوئین ۳۰ نومبر ۱۸۳۵ء کو امریکہ کے شہر مِسّوری میں پیدا ہُوا ۔ اس کا اصل نام سیموئل لینگ ہورن کلیمنز تھا ۔ جب وہ چار سال کا تھا تو اس کا خاندان ہینی بال (Hannebal) کی بستی میں منتقل ہو گیا ۔ یہ ناول اُنہی ایام کی داستان بیان کرتا ہے ۔ مارک ٹوئین نے ہینی بال کی بستی کو اپنے اس ناول میں سینٹ پیٹرس برگ کا نام دیا ہے ۔ مارک ٹوئین بارہ برس کی عمر میں یتیم ہو گیا تھا اس لیے رسمی تعلیم کا سلسلہ برقرار نہ رکھ سکا ۔ زندگی کے آخری پندرہ برس کو چھوڑ کر اسے تمام زندگی سخت محنت کرنا پڑی ، یہاں تک کہ

۱۸۹۵ء اور ۱۸۹٦ء میں اسے قرض سے نجات حاصل کرنے کی خاطر عالمی دورے کرنے پڑے۔ ییل یونیورسٹی نے اسے ۱۸۸۸ء میں ایم۔ اے اور ۱۹۰۱ء میں ایل۔ ایل۔ ڈی کی اعزازی ڈگریاں عطا کیں۔ یہی اعزاز اسے ۱۹۰۲ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے بھی ملا۔ اس نے ۲۱ اپریل ۱۹۱۰ء میں وفات پائی۔

مارک ٹوئین کا جو ناول سب سے زیادہ شہرت رکھتا ہے وہ ہے The Adventure of Huck lebrry fin ہمنگوے نے تو اس ناول کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے کہ تمام امریکی ناول اسی ناول سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن مارک ٹوئین اتنا عظیم ناول نگار تھا کہ اس کی عظمت صرف ایک کتاب تک محدود نہیں۔ ' ٹام سائر کے کارنامے ' اس کی دوسری بڑی ناول ہے ڈاکٹر ایف۔ آر۔ لیوس تو Puddenead Wilson کو بھی مارک ٹوئین کے شاہکاروں میں شمار کرنے پر مصر ہے جبکہ مارک ٹوئین کی اس کتاب کو کوئی شہرت حاصل نہیں۔
پروفیسر نظیر صدیقی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

' ٹام سائر کے کارنامے ' میں جو کردار ہیں وہ مارک ٹوئین کے بچپن کی دنیا سے لیے گئے ہیں۔ جج تھیچر اس کے باپ پر مبنی ہے اور چچی پولی اس کی ماں پر۔ خود ٹام سائر مارک ٹوئین اور اس کے دو دوستوں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں جو کارنامے بیان کئے گئے ہیں وہ بقول مصنف اکثر سچے واقعات ہیں۔ دو ایک تو خود مارک ٹوئین کے تجربات ہیں۔ باقی ان لڑکوں کے جو مارک ٹوئین کے ہم مکتب تھے۔

مارک ٹوئین نے اس ناول کے مختصر سے دیباچے میں لکھا ہے کہ ' گو یہ کتاب خاص طور پر لڑکے لڑکیوں کو خوش کرنے کے لیے لکھی گئی ہے لیکن مجھے امید ہے کہ عورتیں اور مرد بھی محض اس بنا پر اس سے پرہیز نہیں کریں گے۔ '

اس کتاب میں چار خاص کہانیاں ہیں۔ پہلی کہانی ٹام اور بیکی کی ہے۔ دوسری اہم کہانی جیکسن کے ان کارناموں کی ہے جو وہ ایک جزیرے میں انجام دیتا ہے۔ تیسری کہانی ' ٹام ' ہَک اور لَف پورٹر کی ہے۔ چوتھی کہانی مدفون خزانے اور اِنجنؔ جو کی ہے۔

یہ ناول دراصل بچپن کی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے ۔ ٹام اس دنیا کی تخلیق یوں کرتا ہے کہ وہ دکھاتا ہے کہ لڑکا ہونے کے معنی کیا ہیں ، لڑکا کس طرح عمل کرتا ہے ، وہ کن کاموں کے خواب دیکھتا ہے اور اس کے اندیشے کیا ہوتے ہیں ۔ شرارت بچپن کا لازمی جزو ہے اور اس ناول میں بچپن کی شرارت کے دلچسپ واقعات ہیں ۔ اسی طرح بچے کے من بھاتے تصورات اور ڈراؤنے توہمات بھی بچپن کی دنیا کا خاص حصہ ہیں ۔ اس ناول میں اس طرح کے تصورات اور توہمات کی دلچسپ عکاسی ملتی ہے ۔

مارک ٹوئین کا یہ ناول اس کے پہلے اور دوسرے ناولوں کی طرح زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتا ہے ۔ لیکن اس کی زبان و بیان کے بارے میں یہاں کچھ کہنا بیکار ہے کیونکہ ہم اور آپ اس کے ناول کا اردو ترجمہ پڑھ رہے ہیں نہ کہ اصل ناول جو امریکی انگریزی میں ہے اور جس کی نشوونما میں مارک ٹوئین کا بڑا حصہ ہے ۔

مارک ٹوئین کا مزاح اور طنز بھی اس ناول کا ایک نہایت اہم پہلو ہے ۔ اس کے مزاح میں بڑی خوش دلی پائی جاتی ہے ۔ اس نے مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف طریقوں سے کام لیا ہے ۔ مثلاً کہیں مبالغے سے کہیں اچانک انکشاف سے ۔ اشخاص اور اقدار پر تنقید کرنے کے لیے ٹوئین نے طنز کا استعمال کیا ہے ۔ سید انصار ناصری نے اس ناول کا بہت ھی رواں دواں ترجمہ کیا ہے ۔ ان کے ترجمے کی خوبیوں کا اندازہ ایک چھوٹی سی عبارت سے بھی ہو سکتا ہے ۔ لکھتے ہیں کہ :

' جج تھیچر نے ٹام کے بارے میں بڑی اچھی رائے قائم کی تھی ۔ وہ کہتے تھے کہ کوئی معمولی ذھنیت کا لڑکا ان کی بیٹی کو غار سے نہیں نکال سکتا تھا ۔ جب بیکی نے اپنے والد کو بتایا کہ ٹام نے اس کے بدلے کیسے مار کھائی ، تو وہ بہت خوش ہوئے اور پھر جب اس نے بتایا کہ ٹام نے جھوٹ بول کر الزام اپنے اوپر لے لیا تھا تو جج نے کہا کہ یہ جھوٹ شرافت ، عالی ظرفی اور فراخ دلی کی نشانی ہے ، یہ ایسا جھوٹ ہے جو جارج واشنگٹن کے کلہاڑی والے سچ کے شانہ بہ شانہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ سر بلند رہے گا ۔ بیکی نے اپنی زندگی میں اپنے والد کو اتنا باوقار اور عظیم نہیں دیکھا جتنا وہ ٹہل ٹہل کر اپنے پیر جما جما کر یہ باتیں کہتے وقت نظر آتے تھے ۔ وہ سیدھی ٹام کے پاس پہنچی اور ساری باتیں اسے بتا دیں ۔ '

('اردو میں عالمی ادب کے تراجم' مطبوعہ : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے اقتباس)

۱۶۲ جونز، ایون : پیارے بیٹے بیٹیوں کے نام (دو جلدیں):
ترجمہ : ہلال احمد زبیری،
لاہور : شیخ غلام علی بہ اشتراک مؤسسہ فرینکلن نیو یارک، ۱۹٦٦ء
ص : ۳۰۰
خطوط ۔ نمایاں شخصیتوں کے نادر و نایاب خطوط ۔ پہلی جلد ہلال احمد زبیری کی تالیف ہے جو مشرق سے متعلق ہے دوسری جلد ایون جونز کی مرتب کردہ ہے جو مغربی اہم شخصیات سے متعلق ہے ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۷)

۱۶۳ ڈفرن ، لارڈ : خطوط لارڈ ڈفرن :
ترجمہ : ن ۔ ن
خطوط ۔ والسرائے ہند لارڈ ڈفرن کے خطوط کا ترجمہ ۔ یہ خطوط عرض البلد شمالی کے ممالک میں سیاحت کے دوران لکھے گئے ۔ ترجمہ ۱۹۳۹ء سے قبل شائع ہوا۔
(حوالہ : ۳)

کاربٹ ، (کرنل) جم : چمپاوت کا آدم خور:
ترجمہ : محمد معین ،
دھلی : مکتبہ جامعہ ملیہ لمیٹڈ ، ۱۹۵۲ء
ص : ۴۸
شکاریات ۔ مشہور شکاری جم کاربٹ کی تصنیف " Man eater of Kuma" کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ۹)

کاربٹ ،(کرنل) جم : پریاگ کا آدم خور:
ترجمہ : جاوید شاھین،
لاہور : البیان ،
شکاریات ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۱۳ ، ۱٦)

۱۶۲۴ کتابیں جنھوں نے دنیا بدل دی:
ترجمہ و خلاصہ : غلام رسول مہر ، مولانا
لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز بہ اشتراک فرینکلن، ۱۹۶۰ء
ص : ۲۰۲
متنوع اصناف کا مجموعہ : ۱۶ چنیدہ کتابوں کا خلاصہ و ترجمہ .
اصل کتاب امریکہ سے شائع ہوئی ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۷)

۱۶۲۵ کٹلر ، ھائی اسٹیرمین گلن ڈی = فتح اوقیانوس:
ترجمہ : آفتاب احمد بسمل،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ،
ص : ۱۸۴
مہم جوئی ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲)

۱۶۲۶ کلنگز، جوزف ۔ ڈبلیو : جانباز ہواباز:
ترجمہ : عبدالسلام،
کراچی : اردو اکیڈمی سندھ ، ۱۹۶۶ء
ص : ۱۶۶

۱۶۲۷ مہم جوئی ۔ خلائی سفر کی سچی داستان ،
(حوالہ : ۱۱ ، ۱۶)

کیٹس ، جان : اندھا دیوتا :
ترجمہ : میرزا ادیب ، عبدالرحیم شبلی ، احسان علی شاہ
لاہور : اردو اکیڈمی ، ۱۹۴۰ء
انگریزی نظموں کا نثری ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

۱۶۲۸ گولڈ اسمتھ ، اولیور : گولڈ اسمتھ کے خطوط:
ترجمہ : محمد سرفراز علی نیوش،
حیدرآباد دکن : اعظم اسٹیم پریس ، س ۔ ن
انگریزی سے ترجمہ ،
(حوالہ نمبر ۷)

١٦٢٩ گولڈ سمتھ ، اولیور : بیلاڈ:
ترجمہ : سید محمد ضامن،
نام مطبع ندارد ، ١٨٩٩ء
بیلاڈ ۔ "Vicar of wakefield" کے ایک بیلاڈ کا ترجمہ ۔
(حوالہ : ٢ ، ٥)

١٦٣٠ لنڈبرگ ، چارلس ۔ اے : نیویارک سے پیرس:
ترجمہ : فیاض محمود ، سید
لاہور: موسسۂ فرینکلن نیو یارک ۔ لاہور ،
ص : ٢٨٠

مہم جوئی ۔ نان سٹاپ ہوائی جہاز کے سفر کے سچی کہانی ۔
(حوالہ : ١٦)

١٦٣١ مراسلات مابین لارڈ منٹو اور والیانِ ریاست :
ترجمہ : سید حسین بلگرامی ،
لکھنؤ : نام مطبع ندارد ، ١٩١٢ء
مراسلات بزبان انگریزی کا ترجمہ
(حوالہ نمبر ۔ ٧)

١٦٣٢ موردا ، آندرے : جینے کا قرینہ:
ترجمہ : مختار صدیقی،
لاہور : مکتبہ جدید : پوسٹ بکس ۴٥٦ ، طبع اوّل : ١٩٥٥ء
دانش و حکمت ۔ انگریزی کی معرفت ترجمہ ۔ ایک ایڈیشن البیان لاہور نے بھی شائع کیا ہے ۔
(حوالہ : ٢)

جینے کا قرینہ' نفسیاتی موضوعات پر مشتمل تصنیف ہے ۔ جس میں فرانسیسی مفکر اور نفسیات داں آندرے موردا نے انسان کینفسیاتی مسائل کا جائزہ لیا ہے ۔ خصوصاً شادی ، محبت ، دوستی ، گرھستی، کام ، قیادت ، بڑھاپا ، جوانی اور مسرت جیسے موضوعات ، جن سے ہر انسان کا واسطہ پڑتا

ہے ۔ مختار صدیقی نے مصنف کی وضاحتوں اور تشریحات کو گنجلک نہیں بننے دیا ۔ سب سے پہلے ' محبت ' کے باب سے ایک مثال دیکھئے :

' کسی دل میں آناً فاناً محبت کا طوفان جاگ اُٹھنا یا پہلی نظر پرمتاعِ دل نثار کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ ازل سے یونہی مقدّر تھا ۔ یونانی دیو مالا کی ایک کہانی ہے کہ اصل میں انسان کبھی عورت اور مرد دونوں سے مل کر بنا تھا ، پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ کسی دیوتا نے انسان کو دو الگ حصّوں میں بانٹ دیا ۔ اسی لئے یہ نصف حصّے جُگ جُگ ایک دوسرے کی تلاش میں رہتے ہیں اور جب کبھی ایک شخصیت کے یہ الگ الگ حصّے آپس میں ملتے ہیں تو دونوں کو اپنے رشتۂ اتحاد کا فوراً احساس ہو جاتا ہے ۔ '

مختار صدیقی کو ترجمہ کرتے وقت جہاں جہاں وضاحت کے لئے حوالوں کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اُردو اور فارسی شاعری سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ یوں کتاب میں مغربی شاعروں ، ادیبوں ، فلسفیوں اور فنکاروں کی آراء اور ان پر مختار صدیقی صاحب کے تاثرات حواشی میں یکجا ہوتے گئے ۔

ترجمہ شدہ کتاب میں اس وضاحتی سلسلے کی ایک صورت اور بھی سامنے آتی ہے ، اور وہ یہ کہ بعض مقامات پر ترجمہ کرتے وقت گنجلک جملوں میں ایسے لفظ برتے گئے جن کے اُردو مترادفات کے باوجود مطلب صاف نہ ہو سکا تو مختار صدیقی نے حواشی لکھے ۔

مختار صدیقی نے ترجمہ کرتے وقت مشرقی تہذیبی اور فکری حوالوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور تاریخی شواھد سے بھی ۔ کتاب میں جن ادیبوں، مفکروں اور شاعروں کا حوالہ آیا ہے مترجم نے حواشی میں ان کا مختصر تعارف بھی کروا دیا ہے ۔ ایک مثال دیکھئے :

' تو ہماری زندگی کی یہ رُت کب آتی ہے ؟ کولن وڈ نے تو لکھا ہے :

' چالیس برس کی عمر پر پہنچکر آدمی کو اپنے سامنے ایک لکیر ، ایک معلوم حد سے نظر آتی ہے ، وہ اس حد کو ڈرتے ڈرتے عبور کیا کرتا ہے ۔ '

بڑھاپا کے باب سے اقتباس

چلتے چلتے ترجمہ نگاری کی دو ایک خوبصورت مثالیں دیکھتے چلئے :

۱ ۔ ' چڑیا اور عورت دونوں کسی سے منسوب ہوتے ہی، آشیاں کی فکر کرنے لگتے ہیں ۔ '

' محبت ' کے باب سے اقتباس

۲ ۔ ' ایک فلسفی کا قول ہے کہ : ' بزرگوں کی نصحیتیں سرما کے سورج کے طرح ہیں جو روشن تو ہے مگر گرمی سے محروم ہے ' ۔ چنانچہ ان نصائح کے خلاف نوجوان لوگ بغاوت کرتے ہیں ۔ '

' دوستی ' کے باب سے اقتباس '

۳ ۔' دوستی سراسر داخلی بات ہے ، ہم کسی حقیقی ہستی سے محبت نہیں کرتے، بلکہ ہماری محبت کا مرکز وہ ہستیاں ہوتی ہیں جنہیں خود ہمارے ذہن نے جنم دیا ہو ! اسی لئے تو مشہور ہے کہ ' حُسن دیکھنے والوں کی نگاہوں میں ہوتا ہے ۔'

' محبت ' کے باب سے اقتباس

۱٦۳۳ نہرو ، پنڈت جواہر لال : کچھ بے نام خطوط :
ترجمہ : عبدالمجید الحریری،
دھلی: مکتبہ جامعہ ملیہ ، ۱۹٦۰ء
خطوط ۔ انگریزی سے ترجمہ ۔
(حوالہ : ۲ ، ۱۰ ، ۱۱)

rekhta

فہرست ماخذ بابت الفہرست

الف ۔ کتب و فہارس کتب :

حوالہ نمبر ۱ ۔ الفہرست مرتبہ : سجاد مرزا بیگ دھلوی ، حیدرآباد دکن: نظام پریس ، ۱۹۲۳ء

۲ ۔ ' الفہرست ' ، مشمولہ: اُردو ادب میں انگریزی سے نثری تراجم، از مرزا حامد بیگ ، ڈاکٹر' مقالہ برائے پی ایچ ۔ ڈی، اردو سیکشن پنجاب یونیورسٹی لائبیری، لاھور ۱۹۸۴ء

۳ ۔ ' پاکستان میں اردو کے ترقیاتی ادارے ، مرتّبہ : ایوب صابر، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ، طبع اوّل : ۱۹۸۵ء

۴ ۔ ' فہرست کتب صدیق بکڈپو ۔ لکھنؤ ، مرتّبہ : شفیق شاہ پوری ، مطبوعہ یونائیٹڈ انڈیا پریس ، نیا گاؤں لکھنؤ ، ۱۹۳۹ء

۵ ۔ ' فہرست کتب مشمولہ : مغربی تصانیف کے اردو تراجم ، از میر حسن ، حیدر آباد دکن : ادارہ ادبیات اردو ، خیریت آباد ، بار اوّل ۱۹۳۹ء

۶ ۔ ' کتابیات اردو مطبوعات ۔ ۱۹۸۴ء مرتبہ خالد اقبال یاسر، مطبوعہ : مقتدرہ قومی زبان ، اسلام آباد ، طبع اول: ۱۹۸۵ء

۷ ۔ ' گشتی کتب خانہ انجمن ترقی اردو (ھند) حیدرآباد دکن، مرتبہ : سید علی شبّر حاتمی (ناظم) محمد عبدالہادی (مہتمم) مطبوعہ : حیدرآباد دکن ، ۱۹۳۳ء

۸۔ 'مملکتِ حیدرآباد دکن : ایک علمی ، ادبی اور ثقافتی تذکرہ ، مرتبہ احمد عبداللہ المسدُوسی ، مطبوعہ : بہادر یارجنگ اکادمی
سراج الدولہ روڈ ، بہادر آباد کراچی ۵
طبع اوّل : نومبر ۱۹٦۷ء

ب ۔ ذخائر کتب:

حوالہ نمبر ۹۔ ابوالکلام آزاد لائبریری ، جامعہ علی گڑھ ، علی گڑھ (بھارت)
۱۰۔ پنجاب پبلک لائبریری ، لاہور (پاکستان)
۱۱۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، انارکلی لاہور (پاکستان)
۱۲۔ دیال سنگھ (ٹرسٹ) لائبریری، لاہور (پاکستان)
۱۳۔ غالب لائبریری ، ناظم آباد ، کراچی (پاکستان)
۱۴۔ کتب خانہ خاص و عام ، انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی(پاکستان)
۱۵۔ لائبریری ، ترقی اردو۔ بیورو ، نئی دھلی (بھارت)
۱٦۔ لیاقت نیشنل لائبریری ، کراچی (پاکستان)
۱۷۔ ذخیرۂ کتب : مؤسسہ فرینکلن نیوپارک ۔ لاہور ، مملوکہ : مولاناحامد علی خان ،سابق ڈائریکٹر مؤسسہ فرینکلن لاہور ، لاہور(پاکستان)
۱۸۔ ذخیرۂ کتب : ' کتاب گھر' ڈی ۳۷٦ اقبال روڈ راولپنڈی ، ناشر : کامران سیریز ،
۱۹۔ ذخیرۂ کتب : ایوب لائبریری ، نزد گورنمنٹ ھائی اسکول ۔ اٹک شہر

کتابیات

کتب :

آزاد ، ابوالکلام : ' غبار خاطر ' مکتبہ میری لائبریری: لاھور : طبع چہارم : ١٩٦٦ء۔
آفتاب حسن ، میجر: ' اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات ' ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی : طبع اوّل ١٩٦٥ء۔
ابن الندیم ، علامہ : ' الفہرست ' ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ : لاھور طبع اوّل : ١٩٦٥ء۔
ابن حنیف : ' دنیا کا قدیم ترین ادب ' کاروانِ ادب : ملتان چھاؤنی: طبع اوّل : ١٩٨٣ء۔
احمد عبداللہ المسدوسی :مملکت حیدرآباد : ایک علمی ادبی اور ثقافتی تذکرہ ' ، بہادر یار جنگ اکادمی : کراچی طبع اوّل : نومبر ١٩٦۷ء۔
اشپرنگر ، ڈاکٹر : ' فہرست کتب : بابتہ شاھی کتب خانوں کے نوادر ' (جلد اوّل) طبع اوّل : کلکتہ ١٨٥۴ء۔
امداد صابری، مولانا : عہد مغلیہ میں فرنگیوں کا جال ،صدیقی ٹرسٹ نشتر روڈ کراچی نمبر ۵ طبع اوّل : ١٩٨١ء۔
الطاف حسین حالی : ' حیات جاوید ' ، لاھور اکادمی پنجاب ، لاھور : ١٩٥۷ء۔
الف المحراث : ' حدیقۂ میکالے ' ، مکتبہ دین و دنیا ، اردو بازار ، لاھور: طبع اوّل : ١٩٥٩ء۔
امتیاز علی تاج : ' مجلس ترقی ادب لاھور : تعارف و خدمات ' ، مطبع عالیہ ، لاھور : طبع اوّل : ١٩٦۷ء۔
انور سجاد : ' چوراھا ' (افسانے) ، مکتبہ نئی مطبوعات ، لاھور : طبع اوّل : س ۔ ن
اوکونر، ولیم وین : "Ezra pound" یونیورسٹی آف مینی سوٹا پریس ۔ امریکا : طبع اوّل : ١٩٦٣ء۔
ایٹن ، رچرڈ میکسویل : "Sufis of Bijapur" امریکا
اینی میری شمل ، ڈاکٹر :

The Influence of Sufism on Indo Muslim Poetry pennsylvania State University Press U.S.A طبع اوّل: ۱۹۷۱ء

برکت اللہ، پادری: ' صحت کتب مُقدسہ ' ، پنجاب رلیجنس سوسائٹی ، لاھور : طبع اوّل : س ۔ ن

برکت اللہ، پادری : تاریخ کلیسائے ھندوستان ایضاً : طبع اوّل : ۱۹۶۲ء

جانکی پرشاد : ' عصرِ جدید ' اعظم اسٹیم پریس : طبع اوّل : ۱۹۳۴ء

جمیل جالبی ، ڈاکٹر : 'تاریخ ادَب اردو ' (جلد اول) ، مجلس ترقی ادب ، لاھور : طبع اوّل : ۱۹۷۵ء

جُینز، جے ۔ ایچ : "A History of India" میکمیلن اینڈ کمپنی سینٹ مارٹنز سٹریٹ لندن : طبع اوّل : ۱۹۳۴ء

حمید الدین شاھد ، خواجہ : ' اردو میں سائنسی ادب : قدیم ترین' کارنامے ادبیات اردو حیدرآباد دکن : طبع اوّل : ۱۹۵۷ء

سبط حسن : ' نویدِ فکر ' ، مکتبہ دانیال عبداللہ ھارون روڈ ۔ کراچی: طبع اوّل : ۱۹۸۳ء

سجاد باقر رضوی : ' مرقع ادب ' پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ ، لاھور: طبع اوّل : ۱۹۷۴ء

سمتھ ، جارج : 'The life of william cary' بپٹسٹ مشن برمنگھم ، برطانیہ

سنگھ ، ایس ۔ ایم : ' ولیم کیری ' پنجاب رلیجنس بک سوسائٹی ، انارکلی لاھور : طبع اوّل ۱۹۶۰ء

سید، احمد خان ، سر : ' Refoms under Muslim Rule ' (ترجمہ : عبدالحق) طبع اوّل : ۱۹۱۰ء

سید احمد خان ، سر : ' مقالاتِ سرسید (جلد اوّل)، مجلس ترقی ادب لاھور ، : طبع اوّل: ۱۹۶۲ء

شاہ عبدالقادر : ' ترجمۂ قرآن ' الہ آباد مشن پریس: طبع اوّل : ۱۸۴۳ء

شبلی نعمانی : ' رسائل شبلی ' ، وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرت سر : طبع اوّل : ۱۹۱۱

شو نرائن : ' A History of Govt; College Lahore ' مطبوعہ : لاھور طبع اوّل : س ۔ ن

ضیاء الحق ڈاکٹر Muslim religious education in Indo-Pak مطبوعہ اسلام آباد : طبع اوّل : ۱۹۷۵ء

ظہیر فتح پوری، ڈاکٹر : ' رسوا کی ناول نگاری ' حروف ۶۲۲_P سید پور راولپنڈی : طبع اول : ۱۹۷۰ء

عبداللہ ملک : ' پنجاب کی سیاسی تحریکیں ' (جلد اوّل) ، نگارشات ، انارکلی لاہور

عبدالحق ، ڈاکٹر: مرحوم دہلی کالج ، انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی : طبع دوم : ۱۹۴۵ء

عبدالحق، ڈاکٹر : ' مقدمات ' (جلد اوّل و دوم) ، انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی

عبداللطیف ،نواب : ' جہاد اور دارالحرب ' ، نول کشور پریس لکھنؤ : طبع اوّل : ۱۸۷۰ء

علی عباس جلالپوری : ' روح عصر ' کتاب نما ۵۲ ـ جی سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی : طبع اوّل ۱۹۶۹ء

فیض احمد : ' مہر منیر ' ، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹر جی ـ ٹی روڈ : طبع اوّل : س ـ ن

کیری ، سیموئل پیٹرس : ' ولیم کیری ڈی ـ ڈی ـ ایف ـ ایل ـ ایس ، مطبوعہ برطانیہ طبع اوّل : س ـ ن

کیری ، ولیم : ' انکوائری ' ناٹنگھم برطانیہ : طبع اوّل : ۱۷۹۲ء

گارساں دتاسی : ' مقالات گارساں دتاسی ' ، انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد دکن : طبع اوّل : ۱۹۳۵ء

گرے ، پی : ' تحسینِ شعر ' (ترجمہ : روبینہ ترین)، کاروان ادب ملتان چھاؤنی : طبع اوّل ۱۹۸۵ء

محمد احمد سبزواری : ' علم معاشیات پر اردو کتابیں اور ترجمے ' انجمن ترقی اردو (پاکستان) کراچی

محمد اشرف ، حاجی، : ' اختر شاہی ' ، اختر پریس لکھنؤ ، طبع اوّل : سن ـ ن

محمد حسن عسکری : ' وقت کی را گنی ' ، محراب ، پاک ٹی ـ ہاؤس لاہور طبع اوّل : ۱۹۷۹ء

محمد حسن عسکری : ' ستارہ یا بادبان ' مطبوعہ : لاہور

محمد صادق ، ڈاکٹر : ' محمد حسین آزاد : حیات و کارنامے ' مقالہ برائے پی ایچ ـ ڈی پنجاب یونیورسٹی لائبریری (انگریزی سیکشن) قلمی

محمد عبداللہ ، (ڈاکٹر) سید : ' سرسید احمد خان اور ان کے رفقاء کی اردو نثر کا فنی اور فکری جائزہ، جدید پریس ، لاہور

مخدوم محی الدین : ' ٹیگور اور اس کی شاعری ، ادارۂ ادبیات اردو خیریت آباد ، حیدرآباد دکن : طبع اوّل ۱۹۳۵ء

مرزا حامد بیگ : ' افسانے کا منظر نامہ ' ، مکتبہ عالیہ ایبک روڈ ۔ لاہور : طبع اوّل : ۱۹۸۱ء

مسکین علی حجازی : ' فن ادارت ' ، مرکزی اردو بورڈ ، لاہور

مناظر احسن گیلانی : ' تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ ، نفیس اکیڈمی عابد روڈ ، حیدرآباد دکن طبع اوّل : ۱۹۳۶ء

میر حسن : ' مغربی تصانیف کے اردو تراجم ، ادارۂ ادبیات اردو ، حیدر آباد دکن : طبع اوّل : ۱۹۳۹ء

میرزا ادیب : ' بہترین ادب ' مکتبہ اردو ، لاہور طبع اوّل: ۱۹۵۵ء

نذیر احمد دہلوی، مولانا : ' ترجمہ قرآن مجید ' تاج کمپنی لمیٹڈ پاکستان: طبع دوم : س ۔ ن

نورالحسن نقوی، ڈاکٹر : ' سرسید اور ہندوستانی مسلمان ، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ طبع اوّل : ۱۹۷۹ء

نیاز احمد خان ہوش : ' تاریخِ روہیل کھنڈ ، روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی پریس : طبع اوّل : ۱۸۶۶ء

وحید الدین سلیم : ' وضعِ اصطلاحات انجمن ترقی اردو (ہند) اورنگ آباد دکن : طبع اوّل : ۱۹۲۱ء

وحید قریشی ، ڈاکٹر: ' اردو کا بہترین انشائی ادب ' ، میری لائبریری لاہور : طبع اوّل : ۱۹۶۳ء

وقارعظیم : ' نیا افسانہ ' اردو اکیڈمی سندھ ، کراچی : ۱۹۵۷ء

ویلی، آرتھر: ' More translations from chinese ' جارج ایلن اینڈ انون لمیٹڈ

ہاؤلز ، جارج : ' The story of sermpore and its College' سیرام پور کالج پریس: طبع اوّل : ۱۹۲۷ء

ہیمنگوے، ارنسٹ : ' The snows of kiliman jaro' پینگوئین ماڈرن کلاسک ۱۹۶۵ء

مضامین/ تبصرے/ مراسلات :

ابوسلیمان شاھجہانپوری، ڈاکٹر : برصغیر کے علمی، ادبی اور تعلیمی ادارے ، مطبوعہ : مجلہ ' علم و آگہی ' (خصوصی شمارہ) گورنمنٹ نیشنل کالج ، کراچی ۱۹۷۳ـ۷۴ء

اعجاز احمد : ' جہاں گرد کی واپسی ' (تبصرہ) مطبوعہ : ' سویرا ' لاہور شمارہ ۳۵

امتیاز علی تاج : ' گورنمنٹ کالج ڈریمیٹک کلب ' مطبوعہ : ' صحیفہ ' لاہور (تاج نمبر) ۱۹۷۲ء

انور سدید، ڈاکٹر : سرئیلی تحریک اور ادب ، مطبوعہ : ' جواز ' مالی گاؤں (بھارت) اپریل ۱۹۸۰ء

بادشاہ حسین ، ڈاکٹر : ' خود نوشت ' ، مطبوعہ : ' افکار ' کراچی جون ۱۹۷۵ء

بروھی ، اے ـ کے : ' Importance and value of trans ' (غیر مطبوعہ) سالانہ کانفرنس اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد اجلاس ۶/ اکتوبر ۱۹۸۳ء

جلیل قدوائی : ' مسائل و بحث ' (مراسلہ) مطبوعہ : ' اخبار اردو ' کراچی دسمبر ۱۹۸۲ء

جیکبسن، رومان : ' On linguistic aspecte of trans ' مشمولہ :
' On Translation ' مرتبہ : روبن اے ـ براور ، ھاورڈ یونیورسٹی پریس ، کیمبرج امریکا : ۱۹۵۹ء

جیلانی کامران ، ' ترجمے کی ضرورت '۔ مشمولہ : ' تنقید کا نیا پس منظر ' مطبوعہ : لاہور

حمید حسن خاں : ' علمی زبان کی حیثیت سے اردو اور انگریزی کا مقابلہ مطبوعہ : ' لیل و نہار ' لاہور ۱۷ جنوری ۱۹۶۰ء

رضی الدین صدیقی، ڈاکٹر : ' دارالترجمہ : حیدرآباد دکن ' مطبوعہ : ' اخبار اردو ' اسلام آباد ، مارچ ۱۹۸۵ء

روسیٹی ، ڈی ـ ایچ :
'Some reflections on the difficulty of translation '
مرتبہ : روبن اے ـ براور، ھاورڈ یونیورسٹی پریس کیمبرج امریکا : ۱۹۵۹ء

سلیم واحد سلیم : ' اقبال کی فارسی شاعری اور اھل ایران ' ، مطبوعہ : ' سویرا ' لاہور شمارہ ۷ ـ ۸

سہیل احمد خان ، ڈاکٹر : ' ترجمہ ، تالیف ، تلخیص اور اخذ کرنے کا فن ' مطبوعہ : ' کتاب ' لاہور : جون ۱۹۸۲ء

سید احمد خان ، سر : ' ایجیٹیشن ان انڈیا ' مطبوعہ : اورینٹل کالج میگزین، لاہور : جنوری ۱۸۹۶ء

سید محمد رضی : ' آپس کی باتیں ' (مراسلہ) مطبوعہ : ' ادبی دنیا ' لاہور، شمارہ ۵ دورِ پنجم ص ۲۴۴

صلاح الدین احمد ، مولانا : چند لمحے سجاد حیدر کے ساتھ ' مطبوعہ ' : پگڈنڈی ' (بھارت) خصوصی شمارہ : یلدرم نمبر

ضمیر اظہر : ' اردو تراجم کا جائزہ ' (غیر مطبوعہ) مقالہ برائے ایم ۔ اے (اردو) کراچی یونیورسٹی بابت سال ۵۵۔۱۹۵۴ء

ظ ۔ انصاری: : ترجمے کے بنیادی اصول ' مطبوعہ : ' ادب لطیف ' لاہور : اگست ۱۹۵۳ء

عالم شاہ خان ، ڈاکٹر : 'کرائے کی کوکھ ' (افسانہ) مطبوعہ : 'ساریکا ' (بھارت) جون ۱۹۷۷ء)

عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر : ' اردو صحافت ' ، مطبوعہ : نقوش ، لاہور خصوصی شمارہ (لاہور نمبر)

عطش درانی : ' دفتر مترجم السنہ شرقیہ بمبئی ' مطبوعہ : ' اخبار اردو ' اسلام آباد جولائی ۱۹۸۵ء

علی عباس جلالپوری : ' علم کلام کا آغاز و ارتقاء ' ، مطبوعہ : ' ادبی دنیا ' لاہور : شمارہ نمبر ۴ دور پنجم

فینگ ، اکلیس : ' Some reflections on the difficulty of trans ' مشمولہ : 'On Translation' مرتبہ : روبن اے ۔ براور ہاورڈ یونیورسٹی پریس ، کیمبرج : ۱۹۵۹ء

کلب علی فائق رام پوری : ' تاریخ لبنان ' (تبصرہ) مطبوعہ : ' صحیفہ ' لاہور : جولائی ۱۹۶۳ء

گوپی چند نارنگ ، ڈاکٹر ' (۱) اصطلاحات سازی ، مطبوعہ : ' غالب ' کراچی : جنوری مارچ ۱۹۷۶ء (۲) ' ہندوستانی زبان ' بمبئی جنوری ۔ اپریل ۱۹۷۵ء

مجید بیدار : ' جامعہ عثمانیہ ' ، مطبوعہ ' اردو ' کراچی خصوصی شمارہ (دائمند جوبلی یادگاری مجلہ) ۱۹۷۹۔

محمد ایوب قادری ، ڈاکٹر : ' شمالی ہند کی لٹریری سوسائیٹیاں ' ،مطبوعہ ' علم و آگہی ' گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی خصوصی شمارہ ۷۴-۱۹۷۳۔

محمد باقر، ڈاکٹر : ' مرحوم انجمن پنجاب ' مطبوعہ : اورینٹل کالج میگزین لاہور

محمد حسن عسکری : ' کچھ ترجمے کے بارے میں ' مطبوعہ : 'ماہ نو ' لاہور (عسکری نمبر) مارچ ۱۹۷۸۔

محمد حسن عسکری : ' گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے ' ، مطبوعہ : ' ماہ نو ' کراچی : فروری ۱۹۵۴۔

محمد صادق ، ڈاکٹر : ' نذیر احمد ایک جائزہ ' مطبوعہ ' ماہ نو ' کراچی : مئی ۱۹۵۱۔

محمد عارف منان قریشی : ' فورٹ ولیم کالج ایک نزاعی مسئلہ ' مطبوعہ ؛ ' ماہ نو ' کراچی اکتوبر ۱۹۶۴۔

محمود ہاشمی : ' ایک خطرناک میلان، مطبوعہ : اوراق ' لاہور شمارہ ۴، ۱۹۶۶۔

مظفر علی سید : ' فن ترجمہ کے اصولی مباحث ' ، مشمولہ : ' روداد سیمینار: اردو زبان میں ترجمہ کے مسائل، مطبوعہ : مقتدرہ قومی زبان طبع اول : ۱۹۸۶۔

ممتاز حسین : ' اردو میں سائنسی تدریس کے امکانات ' مشمولہ ' ذکر اردو ' مطبوعہ : تعلیم الاسلام کالج ، ربوہ : ۱۹۶۴۔

میتھیوز، جیکسن : ' Third thoughts on translating poetry ' مشمولہ 'On translation :' مرتبہ : روبن اے ۔ براور ہاورڈ یونیورسٹی پریس، کیمبرج : ۱۹۵۹۔

نینڈا، یوجین اے

' Principles of trans As exemplified by Bible ' : مشمولہ : 'On Translation'

مرتبہ روبن اے ۔ براور،

رسائل/ اخبارات :

' آموزگار ' (ماہنامہ) بھارت : جون ۱۹۸۵ء

' اردو ' (ماہنامہ) دہلی ـ بھارت : جنوری ۱۹۲۴ء

' الفضل ' (ماہنامہ) قادیان ـ بھارت : شمارہ ۲۰/ مئی ۱۹۱۶ء

' جسارت ' (روزنامہ) کراچی ـ پاکستان : مورخہ ۱۵/نومبر ۱۹۸۴ء

' صحیفہ ' (ماہنامہ) لاہور ـ پاکستان : شمارہ ۲۲ ص ۷۱

'عثمانیہ ' (ماہنامہ) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن ـ بھارت = (خصوصی شمارہ)

'کتاب ' (ماہنامہ) لاہور ـ پاکستان : فروری ۱۹۶۷ء

' ماہ نو ' (ماہنامہ) کراچی ـ پاکستان : مارچ ۱۹۵۲ء

' نقوش ' (ماہنامہ) لاہور ـ پاکستان : خصوصی شمارہ (آپ بیتی نمبر) شمارہ : ۵۷۲

' نگار ' (ماہنامہ) دہلی ـ بھارت : اکتوبر ۱۹۲۹ء

' نوائے ادب ' (ماہنامہ) بمبئی ـ بھارت : جنوری ۱۹۵۸ء

' نیرنگ خیال ' (ماہنامہ) لاہور ـ پاکستان : اپریل ۱۹۳۹ء، ص ۵۲

' ہمایوں ' (ماہنامہ) لاہور ـ پاکستان : مارچ ۱۹۳۰ء ، ص ۱۸۲

' Quarterly review '، لندن ـ برطانیہ : شمارہ ۲

رب لامکاں کا صد شکر ہے کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم اردو ادب کی کتب کو سافٹ میں تبدیل کر سکے۔ اسی صورت میں یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مزید اس طرح کی عمدہ کتب حاصل کرنے کے لئے ہمارے گروپ میں شمولیت اختیار کریں۔

انتظامیہ برقی کتب

گروپ میں شمولیت کے لئے:

[redacted] [redacted]

محمد ذوالقرنین حیدر: +92-3123050300

اسکالر سدرہ طاہر صاحب: +92- 334 0120123